سلسلۂ نصابیۂ علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ فرشتہ

جلد چہارم

از ابتدائے حکومت اسمٰعیل عادل شاہ

تا ختم کتاب

ترجمہ

مولوی محمد فدا علی صاحب طالب

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

۱۳۵۰ھ سنہ ۱۳۴۱ف سنہ ۱۹۳۲ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

تمت

دیباچہ

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

تاریخ فرشتہ جلد چہارم اصل فارسی کتاب کا وہ حصہ ہے جو اسمٰعیل عادل شاہ کے حالات سے شروع ہوکر آخر کتاب پر ختم ہوتا ہے۔

یہ جلد اگرچہ دوسری جلدوں سے جو اس سے قبل طبع ہو چکی ہیں ضخیم ہے لیکن ماقبل حصوں سے کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔

دکن کی تاریخ میں خاندان بہمنیہ کے حالات مفصل و مکمل اور خاندان عادل شاہی و نظام شاہی کے احوال ناقص مگر مفصل اور قطب شاہی و عماد شاہی و برید شاہی خاندانوں کے حالات ناقص و مختصر ہیں۔

کشمیر و گجرات و مالوہ و برہان پور کے حالات یا تو مفصل مکمل و ہیں اور یا مختصر مگر جامع و مکمل ہیں۔

یہ جلد چونکہ ضخیم ہے اور نیز یہ کہ سنہ ہجری و سنہ عیسوی کے تطابق کی اس میں چنداں ضرورت بھی نہیں ہے اسلئے اس جلد کی فہرست سنین نہیں مرتب کی گئی لیکن اس کمی کو پورا کرنے کے لئے فہرست مضامین کتاب کے شروع میں منسلک کر دی گئی ہے۔

آخر کتاب میں غلط نامہ بھی شامل ہے جس میں اہم اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے اور معمولی اغلاط کی صحت یعنی ضمائر و اضافت و افعال کا وہ تغیر جس کی تصحیح عام طلبہ بھی کر سکتے ہیں اور جس سے نفس مطلب میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا ممکن ہے کہ نظر انداز کر دی گئی ہو ناظرین اسکی خود صحت فرما سکتے ہیں فقط

مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد چہارم

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اسمٰعیل عادل شاہ تخت حکومت پر بیٹھا یہ ابھی نابالغ تھا اور مہمات سلطنت کو اچھی طرح انجام نہ دے سکتا تھا اس لیئے حکمرانی کی باگ کمال خاں سر نوبت کے ہاتھ میں آگئی۔ کمال خاں سلطان محمود بہمنی کے نامی امیروں میں تھا یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو پیہم تسلی اور دلاسا دیکر اپنے پاس بلالیا اور اسے سر نوبت کے عہدہ پر سرفراز کیا تھا تاراج کے معرکہ میں کمال خاں نے خوب جوہر مردانگی دکھائے جس سے اس کی وقعت عادل شاہی دربار میں اور زیادہ ہوگئی غفراں پناہ یوسف عادل شاہ نے اپنے مرض الموت میں علاوہ عہدۂ سر نوبت کے کمال خاں کو وکیل سلطنت بھی مقرر کیا اور دریا خاں۔ فخر الملک۔ میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ وغیرہ امیروں کو کمال خاں کے ساتھ خلوص اور اتحاد رکھنے کی سخت تاکید کی۔ ان امیروں نے شاہی وصیت کی پابندی کی اور کمال خاں کو اپنا افسر سمجھکر تمام ملکی اور مالی مہمات کو اس کے ہاتھ میں دے کر کمال کو بالکل خود مختار بنادیا کمال خاں نے اپنی ابتدائی حکومت میں خوش اسلوبی اور نیک کرداری کو اپنا شعار بنایا اور خلفائے راشدین کے نام کا خطبہ جاری کرکے شیعہ مذہب کے رسوم و رواج کو ملک سے خارج کیا۔ کمال خاں نے عادل شاہی امیروں کی تعظیم و توقیر اور خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنانے میں بھی انتہا کی کوشش کی اور نظام شاہی قطب شاہی عماد شاہی اور برید شاہی حکومتوں سے موافقت اور اتحاد کرکے امیروں کی رائے اور مشورہ سے عاقلانہ طریقہ پر انتظام سلطنت کرنے لگا فرنگیوں نے یوسف عادل شاہ کی واپسی کے بعد

قلعہ کودہ کا محاصرہ کر کے قلعہ دار کو رشوت دی اور اسمٰعیل عادل شاہ کے ابتدائی زمانہ میں
قلعہ پر قبضہ کر لیا کمال خاں نے فرنگیوں سے اس شرط پر صلح کی کہ نصاریٰ صرف قلعہ پر
قابض رہیں اور نواح حصار کے قریوں اور قصبوں پر کسی طرح کی دست درازی نہ کریں
اور عادل شاہی حکومت کے اطراف و نواح میں کسی طرح کی تشویش نہ پیدا کریں
چنانچہ اس وقت سے آج تک یہ قلعہ نصاریٰ کے قبضہ میں ہے کمال خاں اطراف
و نواح کے امیروں اور نیز ہمسایوں سے صلح کر کے اطمینان کے ساتھ مہمات سلطنت کو
انجام دینے لگا ان واقعات کے دوسرے سال دریا خاں اور فخر الملک نے اس
دنیا سے کوچ کیا کمال خاں نے ان امیروں کی جاگیر کو اپنے بیٹوں اور عزیزوں
میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کے لئے ایک جداگانہ دربار اور آستانہ پیدا کیا کمال خاں
نے حیدر بیگ اور مرزا جہانگیر کی جاگیروں میں سے بھی چند پرگنے نکال کر انہیں بھی
اپنے عزیزوں اور مددگاروں میں تقسیم کیا بلکہ عادل شاہی امیروں میں جو کوئی فوت ہوتا
یا کسی جرم میں ماخوذ ہوتا تھا تو کمال خاں اس کی جاگیر بھی اپنے ہی خواہوں کو تقسیم کر دیتا
غرض کہ اس طرح کمال خاں نے تھوڑی ہی مدت میں بہت بڑی قوت حاصل کر لی اور
حکمرانی کے منصوبے سوچنے لگا کمال خاں کے دماغ میں خود مختاری کا سودا سمایا۔ اور
اس نے چاہا کہ جس طرح ممکن ہو سلطنت اور سارے مال و دولت پر قبضہ کر سکے
اس زمانہ میں دکن کے امیر اس روش کو پسند کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں یہ فعل
حکام دکن کے لئے مبارک ثابت ہوتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ نوکر آقاؤں پر غالب آجاتے
تھے سب سے پہلے جس نے اس روش کا سنگ بنیاد رکھا وہ تمراج نامراد تھا تمراج نے
سیوا رائے راجہ بیجانگر کے بیٹے کو جبکہ وہ بالغ ہوا زہر سے قتل کر کے اس کے چھوٹے بھائی
کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور یوسف عادل شاہ کو شکست دے کر اس لڑکے کو بھی دنیا
سے رخصت کر دیا اور اکثر امیروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر خود حکمرانی کا ڈنکا بجانے لگا جیسا کہ
اوپر مذکور ہوا۔ اسی طرح قاسم برید ترک اور دوسرے امیروں نے محمود شاہ بہمنی کو
تلوار کے گھاٹ اتار کر رفتہ خطبہ و سکہ اپنے نام کا ملک میں رائج کیا چونکہ یہ تمام
واقعات کمال خاں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور انہیں استادوں کا شاگرد تھا
اسباب شوکت و حشمت حاصل کرنے سے اس نے بھی قاسم برید کا دامن پکڑا اور اسی کا

ہم نوا بن گیا کمال خاں نے قاسم برید کو پیغام بھیجا کہ تمہارے اس مخلص کے پاس شاہی اسباب فراہم ہو گئے ہیں اب جبکہ ایک خوردسال لڑکا احمد نگر کے تخت پر بیٹھا ہے اور فتح اللہ عماد شاہ والی برار جوانی کے نشہ میں سرشار عیش و عشرت میں مبتلا ہے تو چاہیئے کہ اپنے نیاز مند کو بھی اپنی مدد سے دکن کے حاکموں میں شامل کرا دو اور اپنے مخلص کو اپنا فرماں بردار سمجھ کر اپنے ملک کو وسیع کرنے کی کوشش کرو کہ اس زمانہ سے بہتر وقت پھر حاصل نہ ہو گا۔ امیر قاسم برید چونکہ ایسے ہی معروضہ کی تاک میں تھا اس بات کو اس نے قبول کیا اور طرفین سے عہد و پیمان ہوئے اور یہ طے پایا کہ قاسم برید ترک دستور دینار کی جاگیر پر قابض ہو اور باقی ملک بیجاپور پر کمال خاں دکنی اپنا قبضہ کرے اور اسمٰعیل عادل شاہ کی آنکھوں میں سلائی پھیرے بلکہ اگر ممکن ہو تو اسے کنار لحد میں سلا دے اور شولاپور کے قلعہ کو بھی جس پر زین خاں برادر خواجہ جہاں قابض ہے کمال خاں سر نوبت اپنے تصرف میں لا دے اس گفتگو اور شرط کے بعد حصول مقصود کی کارروائی شروع ہوئی اور قاسم برید نے محمود شاہ بہمنی کو اس کے گھر میں نظر بند کیا اور فوج مرتب کر کے حسن آباد گلبرگہ روانہ ہوا۔ کمال خاں نے بھی اسمٰعیل عادل شاہ کو اور اس کی ماں مسماۃ پونجی خاتون کو ارک کے قلعہ میں بیجاپور میں قید کیا اور اپنے بیٹوں کو ان قیدیوں کا محافظ مقرر کر کے خود بڑے تزک اور احتشام کے ساتھ شولاپور روانہ ہوا شولاپور کا محاصرہ کر لیا اور جب محاصرہ کو تین مہینے کا زمانہ گزر گیا اور ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کے پاس سے کوئی مدد نہ پہونچی تو زین خاں نے جان و مال کی امان طلب کی اور قلعہ ساڑھے پانچ پرگنوں سمیت کمال خاں کے سپرد کر دیا ان ساڑھے پانچ پرگنوں کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب دکن کے امیروں نے والی احمد آباد بیدر پر خروج کیا اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک پر قابض ہو گیا تو گیارہ پٹے یعنی گیارہ پرگنے خواجہ جہاں دکنی حاکم پرینڈہ کے قبضہ میں آئے۔ زین خاں برادر خواجہ جہاں دکنی جو قلعہ شولاپور کا حاکم تھا احمد آباد بیدر گیا اور اس نے بڑی کوشش سے ایک فرمان سلطان محمود بہمنی سے اس مضمون کا حاصل کیا کہ قلعہ شولاپور اور خواجہ جہاں کی جاگیر کے نصف حصہ پر زین خاں حاکم مقرر کیا جائے خواجہ جہاں دکنی نے احمد نظام شاہ بحری کی امداد سے زین خاں کو فرمان سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دیا اور اپنی آدھی جاگیر اس کے سپرد

نہ کی اور صرف قلعہ شولاپور زین خاں کے قبضہ میں رہا۔ احمد نظام شاہ کے مرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے زین خاں کی مدد کی اور شاہی فرمان کے موافق ساڑھے پانچ پرگنے خواجہ جہاں دکنی سے لیکر زین خاں کے حوالہ کئے لیکن یہ پرگنے جن کا محاصل تین لاکھ ہون تھا ہمیشہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں جھگڑے کا باعث ہوئے جیساکہ آگے بیان ہوگا۔ مختصر یہ کہ امیر قاسم برید ترک نے قلعہ نصرت آباد ساغر اور اتکیر اور نیز شہر بھیورہ کے اس پار کے تمام قصبات اور گانوؤں کو عادل شاہی قبضہ سے نکال لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا محاصرہ کرلیا اسی اثنا میں اس نے سنا کہ شولاپور بھی فتح ہو گیا۔ قاسم برید نے کمال خاں کو تہنیت نامہ روانہ کیا اس فتح سے کمال خاں کے استقلال اور غلبہ میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ کمال خاں غرور کے نشہ میں سرشار بیجاپور واپس آیا۔ ایک مرتبہ اسمٰعیل عادل شاہ کو گھر کے باہر نکالا اور رعایا کو بادشاہ کو سلام کرنے کی اجازت دی اور نئے سرے سے اپنے استحکام کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے مغل امیروں کو یک قلم معزول کیا اور تین ہزار خواصہ خیل مغلوں میں صرف تین سو مغل بحال رکھے اور حکم دیا کہ اگر معزول مغل ایک ہفتہ کے بعد نظر آئینگے تو جان و مال انکا وقف عام سمجھا جائیگا مغل اس بات سے بیحد مضطر ہوئے اور ادھر ادھر پریشان اور آوارہ ہوگئے کمال خاں کو ہر طرف سے اطمینان ہوگیا اور کسی جانب سے بھی کسی حریف اور دشمن کا اسے کھٹکا نہ رہا اب اس نے نظام شاہی گھرانے کی پیروی کی اور اپنا نام بڑھانے کے لئے لوگوں کے مناصب میں سہ گنا اضافہ کرنا شروع کیا اس طرح جو امیر ایک ہزاری تھے وہ سہ ہزاری ہو گئے اس کے علاوہ حکم دیا کہ گھوڑوں کی عدد شماری کی جائے غرض غرہ صفر ۹۱۷ھ ہجری کو معلوم ہوا کہ بیس ہزار دکنی اور حبشی سوار لشکر میں موجود ہیں کمال خاں نے اپنے یاروں اور مددگاروں کو ہموار کیا اور تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی بابت ان سے مشورہ کرنے لگا تمام مشیروں نے بالاتفاق یہ کہا کہ جلوس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اس میں جس قدر تعجیل ممکن ہو وہ کی جائے کمال خاں دکنی سرنوبت نے نجومیوں کو بلایا اور ان سے ساعت جلوس کی بابت استفسار کیا نجومیوں نے بڑے غور کے بعد جواب دیا کہ ستاروں کی گردش سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مہینہ کے پندرہ دن موافق نہیں ہیں آپ کو چاہیئے کہ اس زمانہ میں اپنی حفاظت کریں

اور آج کے سولھویں روز تخت سلطنت پر جلوس کریں۔ کمال خاں نجومیوں کے اس بیان سے بیحد خوف زدہ ہوا اور اپنے دل میں سوچا کہ جان کی حفاظت کے لئے ارک کے قلعہ سے زیادہ مضبوط اور محفوظ اور کوئی دوسری جگہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ وہیں جاکر کسی مکان میں قیام کروں اور منحوس زمانہ کو وہیں بسر کروں مختصر یہ کہ بیجاپور کا انتظام اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور خود یہ خیال کر کے کہ خدائی نوشتہ بھی انسان کی تدبیروں سے مٹ سکتا ہے اس لئے ارک کے قلعہ میں ایک محفوظ مقام تلاش کیا اور اس میں فروکش ہوا بخار اور درد سر کا بہانہ کر کے حکم دیا کہ خاص و عام شہری اور وہاں کی اس زمانہ میں مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں جس کو ضرورت پیش آ جائے وہ میرے بیٹے صفدر خاں کے پاس جاکر اپنی حاجت روائی کرائے کمال خاں کے اس ارادے کی خبر کہ وہ پندرہ روز کے بعد سولھویں دن تخت حکومت پر جلوس کریگا شاہی محل میں بھی پہونچی اور عادل شاہی محلات کی بیبیاں بیحد رنجیدہ و غمگین ہوئیں چونکہ خدا کو اس بزرگ گھرانے کا نام و نشان باقی رکھنا منظور تھا اسمٰعیل عادل شاہ کی ماں مسماۃ پونجی خاتون کو ایک تدبیر سوجھی اور اپنے بیٹے کے کاسمی یوسف ترک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا کہ یوسف تم جانتے ہو کہ دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ ہمیشہ رہے گا اور کسی نہ کسی طرح حیات خدا کو سپرد کرنی ہے مجھے تم سے امید ہے کہ تم اپنی جان پر کھیلو گے اور اس مکار کمال خاں کو خاک و خون کا ڈھیر کر دوگے یوسف ترک نے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ میرے لئے اس سعادت سے بڑھکر اور کوئی دوسرا کام نہیں ہے کاش ایک جان کی عوض میری ہزار جانیں ہوتیں اور وہ سب کی سب تمھارے اوپر قربان ہوتیں لیکن یہ بتاؤ کہ ایک شخص بیس ہزار دکنی اور حبشی سواروں کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہے اور ایسے دشمن کے مقابلہ سے کس طرح بازی جیت سکتا ہے پونجی خاتون نے کہا کہ اگر تم اپنی جان اپنے مالک پر قربان کرو اور اپنی مستعار جان جسے ایک روز خدا کے سپرد کرنا ہے کھیل جاؤ تو نہایت خوبی کے ساتھ کمال خاں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یوسف ترک نے جواب دیا کہ مجھے یقین کامل ہے کہ جس روز کمال خاں بادشاہ ہوگا مجھے زندہ نہ چھوڑے گا تو ایسی حالت میں اس سعادت سے بڑھکر

اور کون سی بات ہے کہ میں اپنے کو مالک پر سے صدقے کروں اور اپنا نام بھی وفاداروں کی فہرست میں لکھا کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کر دوں۔ تم دشمن کو تباہ کرنے کی تدبیر بتاؤ تاکہ میں جان بازی کر کے اپنا سر نذر کروں اور فدیۂ خدا بنکر اپنے اسمٰعیل کے عوض اپنا گلا کٹاؤں۔ پونجی خاتون نے کہا کہ میں حرم سرا کی اس عورت کو جو کمال خاں کی سچی بہی خواہ اور اس کی جانب سے اس لئے محل شاہی میں مقرر ہے کہ ہم خواتین کا سارا حال روزانہ کمال تک پہونچائے مزاج پرسی کے بہانہ سے کمال خاں کے پاس روانہ کرتی ہوں اور تمہیں اس پیرزال کے ہمراہ کرتی ہوں اور ایسی تدبیر کرتی ہوں کہ دشمن تیری خاطر داری کرے اپنے ہاتھ سے تجھے پان کا بیڑا دے تمہیں چاہئے کہ پان لیتے وقت اپنے خون سے اپنا چہرہ سرخ کرو اور ہمت کر کے خنجر دشمن کے پیٹ میں اتار کر اس کو پاش پاش کر دو یوسف ترک نے یہ مشورہ قبول کیا اور پونجی خاتون نے اس پیرزال کو بلایا اور مہربانی اور دلسوزی سے کمال خاں کے لئے مہر آمیز کلمات زبان سے نکالے اور کہا کہ یوسف عادل شاہ کے مرنے کے بعد میں ہمیشہ فکر مند رہتی تھی کہ میرا بیٹا اسمٰعیل ابھی بچہ اور دنیا کے نشیب و فراز سے بالکل ناواقف ہے ایسا نہ ہو کہ ملک احمد شاہ بحری کی طرف منتقل ہو جائے عادل شاہی امیروں میں کون ایسا سورما ہے کہ مہات شاہی کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور دولتخانہ شاہی کی حفاظت پر کمر ہمت باندھے لیکن جب سے کہ ملک کا انتظام کمال خاں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے یہ خدشہ بالکل میرے دل سے جاتا رہا اور اب بیحد خوشی اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہوں لیکن دو تین روز سے سنتی ہوں کہ کمال خاں کا مزاج جو مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ عزیز ہے نادرست ہے اس وجہ سے مجھے بڑی پریشانی اور تردد ہے میں بارہ ہزار ہون تجھے دیتی ہوں انہیں اپنے ہمراہ لے جا اور کمال خاں کے سر پر سے اتار کر یہ رقم فقیروں کو بانٹ دے۔ پیرزال روانہ ہوئی لیکن چند قدم چلی ہوگی کہ پونجی خاتون نے اسے آواز دی اور کہا ایک مدت سے یوسف کا حج کا ارادہ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ جبتک خاں صاحب اپنی خوشی سے مجھے حج کرنے کی اجازت نہ دیں گے میرا سفر مقبول نہ ہوگا تم اسے بھی اپنے ہمراہ لیتی جاؤ اور ایسی تدبیر کرو کہ کمال خاں اپنے ہاتھ سے اسے

وہ انجی پالن عنایت کرے اور پروانہ راہداری اپنے قلم سے لکھ کر اس کے سپرد کرے
تاکہ بندر مصطفیٰ آباد کے تھانیداروں کا مزاحم نہ ہوا اور اسے منزل مقصود کی طرف روانہ
کر دے پونجی خاتون نے اس خدمت کے صلہ میں ایک گراں مایہ رقم پیزال کے
حوالہ کی اور یوسف کو اس کے ہمراہ روانہ کیا پیزال خوش وخرم کمال خاں دکنی
کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے پونجی خاتون کی مہرانگیز تقریر خان صاحب
کو سنائی پیزال نے مبلغ مذکور خان کے سر پر سے تصدق کیا اور یوسف کاکا کے
ارادۂ حج سے بھی کمال خاں کو آگاہ کیا کمال خاں پونجی خاتون کی توجہ اور مہربانی سے
بیحد خوش ہوا اور اب اسے اپنے فرمانروا ہو جانے میں کسی طرح کا شک و شبہہ
باقی نہ رہا اور پونجی خاتون کی دلجوئی کے خیال سے اس نے یوسف کاکا کو اپنے پاس
خلوت میں بلایا اور اس سے کہا اے یوسف میں تجھے بیحد عزیز رکھتا ہوں جب
تم اس کار خیر کی نیت کر چکے ہو تو تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جہاں تک ممکن ہو جلد
واپس آنا تاکہ تمہیں نامی امیروں میں داخل کر دوں یوسف ترک نے بھی اپنے مالک
کی صلاح دولت کا خیال کر کے اس قدر دلخوش کن باتیں اس سے کہیں کہ
کمال خاں دکنی بالکل غافل ہو گیا اور مہربانی سے یوسف کو اپنے پاس بلایا
تاکہ اپنے ہاتھ سے اسے پان دے یوسف ترک نے دکنیوں کی عادت کے موافق
عمل کیا اور جیسا کہ اس ملک کے لوگ بڑے آدمیوں کا پان چادر پھیلا کر لیتے ہیں
اپنا کپڑا پھیلایا اور ہاتھ کو چادر کے نیچے چھپا کر کمال خاں کے سامنے گیا جب
کمال خاں پان دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ایک ہاتھ سے خنجر کھینچ کر اس مردانگی
سے اس کے سینہ پر مارا کہ پیٹھ کے پار ہو گیا اور کمال وہیں ڈھیر ہو گیا کمال کی ماں کو
اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس نے پیزال کو بانی فساد سمجھ کر اور یوسف ترک
دونوں کو قصاص میں تلوار کے گھاٹ اتارا اور اپنے آدمیوں کو شور و فریاد
اور پریشانی اور آہ و نالہ سے منع کیا اور کمال خاں کو زندوں کی طرح محل کی
کھڑکی میں تخت پر بٹھایا اور محل کے سامنے ملازمین اور لشکر کو ہندوستان کی
رسم کے موافق قصر کے نیچے کھڑا کیا اور اپنے ایک رازدار کو صفدر خاں کے
بلانے کے لئے بھیجا۔ صفدر خاں پہونچا اور باپ کی لاش دیکھتے ہی اس نے

ارادہ کیا کہ چلائے۔ کمال خاں کی ماں نے پوتے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور کہا کہ فریاد و زاری کرنے کا وقت نہیں ہے کمر ہمت کو مضبوط باندھو اور تلوار کھینچکر باپ کے خون کا بدلہ عادل شاہ اور اس کی ماں سے لو اور اس کے بعد تخت شاہی پر جلوس کر کے عادل شاہی خاندان کا نام و نشان صفحۂ دنیا سے مٹا دو صفدر خاں باوجود اس کے کہ پچیس برس کا سن تھا بید خوف زدہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ خون ابھی تمام لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا اور لوگ اس واقعہ سے اطلاع پاتے ہی ادھر ادھر متفرق ہو جائیں گے دشمن سے کس طرح بدلہ لینگے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ خبر لوگوں میں شائع ہو اور فوج ہمار ا ساتھ چھوڑے قلعہ سے نکلکر میں کسی طرف روانہ ہو جاؤں ماں نے اس کو لعنت ملامت کی اور کہا جسقدر لوگ حلقہ میں موجود ہیں یہی دشمن کو دفع کرنے کے لیئے کافی ہیں یہ حکم دے کہ قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جائے اور تو گھر کے اندر سے اپنے ہی خواہوں اور ملازموں کو یہ پیغام بھیج کہ خان والاشان کا حکم ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ کا سر لاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ تو بھی جا اور اس کو پکڑ کر اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے۔ اس قرار داد کے موافق قلعہ کا دروازہ بند ہو گیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کر دی گئی کہ خان کا حکم ہے کہ اسمٰعیل عادل کو نظر بند اور قتل کر دو۔ پونجی خاتون کا باوجود اس کے کہ یہ خیال تھا کہ یوسف کاکا نے اس کام کو ادھورا انجام دیا ہے اور کمال خاں کو حقیقت حال سے آگاہی ہو گئی ہے اور اب وہ خاندان شاہی کے درپے ہے دشمن کو دفع کرنے پر کمر ہمت باندھی ملکہ نے صندل خواجہ سرا کو ان لوگوں کے پاس بھیجا جو چوکی اور پہرہ کے لئے دیوانخانے میں جمع تھے اور ان لوگوں کو اس عمارت کے دروازہ پر بھیجا۔ اتفاق سے اس روز انھیں تین سو مغلوں کا پہرہ تھا جن کا اوپر ذکر ہو گیا ہے اور تین سو بیس دکنی اور حبشی بھی موجود تھے۔ چونکہ دربار کے چھوٹے اور بڑے کمال خاں کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور صفدر خاں ان لوگوں کو اپنا حامی اور مددگار سمجھتا تھا ان لوگوں کے دفعیہ کی طرف اس نے توجہ نہ کی مختصر یہ کہ پونجی خاتون پردہ کے پیچھے آئی اور لوگوں سے کہا کہ کمال خاں دکنی چاہتا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ کو قتل کر کے خود حکمرانی کرے ایسی صورت میں جو شخص وفادار

اور نمک حلال ہوا سے دشمن کے مقابلہ میں جاں بازی کرنی چاہیئے اور جس کسی کو اپنی جان عزیز ہو
اور وہ یہ نہ چاہے کہ وفاداری کی سب سے بڑی دولت حاصل کرے اپنے اختیار سے جہاں جی
چاہے چلا جائے پونجی خاتون کی اس تقریر سے صرف دو سو مغل اور سترہ دکنی اور حبشی
جاں بازی کے لئے تیار ہوئے اور سچائی اور خلوص کے ساتھ شاہی عمارت میں داخل ہوئے
اور بقیہ لوگ بیوفائی کرکے چلے گئے پونجی خاتون اور دلشاد آغا اسمٰعیل عادل شاہ کی
پھوپی نے جو یوسف عادل شاہ کے آخری زمانہ میں دکن آگئی تھی مردانہ لباس پہنا
اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر شاہزادہ کے ساتھ لکن محل کے کوٹھے پر جو بہت بلند تھا چڑھ آئیں
ان خواتین نے مغلوں کو بھی کوٹھے کے اوپر بلایا اور شاہانہ نوازشوں کی خوشخبری سے
ان کو جرات دلائی اسی اثنا میں صفدر خاں بھی نزدیک پہونچ گیا اور اس نے
لوگوں کو دروازہ توڑنے پر مقرر کیا مغل تیراندازی کرنے لگے اور خواتین نے پتھر
پھینکنا شروع کیا اور قلعہ کے اندر بڑا شور و غل ہونے لگا۔ اسی ہنگامہ میں مصطفےٰ قاردلی
جو قدیم زمانہ سے قلعہ کے برج بارہ کا محافظ تھا اور کمال خاں دکنی اس کو موذ ضعیف
سمجھکر ان کے تباہ کرنے پر کبھی توجہ بھی نہ کرتا تھا پچاس دکنی تفنگچیوں کو اپنے ساتھ
لیکر لکن محل کے نیچے آیا۔ خواتین محل نے ان لوگوں کو دعا دی اور رسیاں لٹکا دیں
اور یہ لوگ رسی پکڑکر اوپر چڑھ آئے اور میدان قیامت کا نمونہ ہوگیا لڑائی نے
طول کھینچا اور تفنگ کی آواز صفدر خاں کی ماں کے کان میں پہونچی یہ عورت ڈری
کہ کہیں صفدر خاں کو کوئی صدمہ نہ پہونچے کمال خاں کی طرف سے فوج کو پیغام
بھیجا کہ بلا وجہ لوگوں کو ضائع نہ کریں اور بڑی توپیں منگاکر قلعہ کی عمارت کو زمین
کے برابر کردیں اور اس وقت اندر پہونچکر چھوٹے بڑے سب کو تہ تیغ کر ڈالیں
ماں کے حکم کے موافق صفدر خاں نے لڑائی موقوف کی اور فوج کے بہادروں کو قلعہ
سے بڑی توپیں لانے کے لئے مقرر کیا اور اپنے سپاہیوں کو جو شہر میں مقیم تھے حکم دیا کہ
اپنے پرے جاکر قلعہ کے گرد کھڑے ہوجائیں تاکہ اسمٰعیل عادل شاہ کی مدد کو بیا لشکر
نہ آنے پائے خواتین محل دشمن کے مشورہ سے آگاہ ہوئیں اور انھوں نے سوچا کہ اگر
توپوں کے آنے سے پہلے کوئی تدبیر کارگر ہوجائے تو بہتر ہے ان خواتین کی یہ رائے
ہوئی کہ مغلوں کو کوٹھے کے پیچھے چھپا دینا چاہیئے شاید صفدر خاں سمجھے کہ مغل سپاہی

فرار ہوگئے اور توپوں کے آنے کا انتظار نہ کیے اور آگے بڑھے اور اس تکبر اسم کو کوئی
ہلک صدمہ پہنچے خواتین کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور صفدر خاں بڑی آسانی کے
ساتھ قتل کر دیا گیا اس واقعہ کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ جب مغل سپاہی حسب اشارہ بیچھے
ہٹ گئے اور صفدر خاں اور اس کے ہمراہ سمجھے کہ مغلوں نے راہ فرار اختیار کی یہ لوگ
بیتاب ہو کر لکن محل کی طرف دوڑے چونکہ کوئی شخص ان کا مزاحم نہ ہوا انھوں نے
تیغ و تیر اور تبر سے لکن محل کا دروازہ توڑنا شروع کیا اور یہ حوصلہ مند اور شیر دل
عورتیں اسی طرح خاموش کھڑی رہیں دشمنوں نے اطمینان کے ساتھ دروازہ توڑ ڈالا
اور صفدر خاں اور اس کے ساتھی بڑی خوشی کے ساتھ قلعہ کے اندر آئے اور
انھوں نے دوسرا دروازہ توڑنا شروع کیا اس وقت مغلوں نے خواتین کا
اشارہ پاتے ہی اللہ اللہ کا نعرہ بلند کیا اور ہر طرف سے تیر و تفنگ اور پتھر دشمنوں
پر برسانا شروع کیا چونکہ جگہ بہت تنگ تھی دشمن کے بہت سے عمدہ لوگ تہ تیغ ہوئے
اسی درمیان میں ایک تیر صفدر خاں کی آنکھ میں لگا صفدر خاں قضائے الٰہی سے
مجبور ہو کر حیران و پریشان اسی دیوار کے نیچے آکر پناہ گزیں ہوا جس کے اوپر
اسمٰعیل عادل شاہ کھڑا ہوا تھا پونجی خاتون اسمٰعیل عادل شاہ کی ماں نے جو دوسری طرف
کھڑی ہوئی لوگوں کو سرفروشی کی ترغیب دے رہی تھی صفدر خاں کو پہچانا اور
بیٹے سے اشارہ کیا کہ اپنے سامنے کا افتادہ پتھر نیچے گرا دے اسمٰعیل عادل باوجود
اس شدید معرکہ آرائی کے پورے اطمینان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور ماں کا اشارہ
پاتے ہی اس کا مطلب سمجھ گیا اور اس پتھر کو ہاتھ سے ڈھکیل دیا خدا کے حکم سے وہ پتھر
صفدر خاں کے اوپر گرا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا دشمنوں نے سردار کو مردہ
دیکھ کر کمال خاں کے گھر کا رخ کیا لیکن جب باپ کو بھی بیٹے کی طرح بیجان دیکھا
تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھول کر فراری ہوئے وفادار مغل باہر نکلے اور انھوں نے
صفدر اور کمال کا سر قلم کر کے سروں کو نیزوں پر آویزاں کیا اور سارے شہر میں
مقتولوں کے سروں کو تشہیر کیا شہر کے نامی امیر پیشہ ور اکابر اور ترخان جہاں
وغیرہ جنھوں نے کمال خاں سے قرابت داری کر لی تھی اس واقعہ کو دیکھ کر جس کا
سان و گمان بھی ان کے ذہن میں نہ تھا اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ

اپنا سارا مال و اسباب چھوڑ کر جلد سے جلد ملک سے باہر بھاگ گئے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسی روز اپنے جاں باز و جاں نثار یعنی یوسف کاکا کا جنازہ بہترین تزک اور اہتمام کے ساتھ اٹھایا بادشاہ خود بھی جنازہ کے ہمراہ تھا اور دس ہزار ہون جو بوبجی خاتون نے ساتھ کیئے تھے اور بارہ ہزار ہون اور جو محل کی دوسری خواتین نے دئے تھے اور بیس ہزار ہون اپنے پاس سے یوسف کاکا کے نام پہ اس روز خیرات کیئے بادشاہ نے یوسف کی قبر پہ ایک بلند گنبد بنوایا اور مجاوروں کے وظیفے مقرر کیئے اور شام کے قریب قلعہ کو واپس آیا۔ بادشاہ نے اپنی تمام عمر بھر ہمیشہ اس خیرات کا سلسلہ جاری رکھا اور سال میں ایک دفعہ جس روز کہ قتل واقع ہوا تھا بادشاہ یوسف کی قبر پر خود بھی جایا کرتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے اس واقعہ کے دوسرے دن تخت سلطنت پر قدم رکھا اور دربار عام کیا لوگوں نے بادشاہ کے سر پر سے صدقے اُتارے اور فاضل اور بلیغ منشی جن کا سرگروہ غیاث الدین شیرازی تھا اپنے زبردست قلم سے دشمن کی اور اس کے بہی خواہوں کی تباہی کے واقعات رنگین عبارت میں خطوں میں لکھے اور تیز رفتار ایلچیوں نے وہ خطوط شاہان دکن تک پہونچائے اور دشمن کے بے نام ونشان ہونے کی خبر سارے زمانہ میں مشہور کر دی کمال خاں کے متعلقین اور اس کے فرزند کے بہی خواہ جو قید ہوئے تھے بوبجی خاتون کے سامنے فیصلہ مناسب کے لئے اپنے کردار کی وجہ سے پیش کیئے گئے۔ بوبجی خاتون نے اس عورت کی رعایت کی اور اسے حکم دیا کہ دوسرے ملک کو چلی جائے اور ایک گروہ کو اس کے ساتھ کر دیا کہ راستہ میں کوئی اسے نقصان نہ پہونچائے۔ بوبجی خاتون نے ان نجومیوں کو بھی انعام واکرام سے مالامال اور معزز کیا جنھوں نے اپنی مہارت کی وجہ سے کمال خاں کی بابت اس قسم کا حکم لگایا تھا۔ اور جن لوگوں نے کہ اس حادثہ میں شاہی ارکین کا ساتھ دیا تھا ملکہ نے ان میں سے بھی ہر ایک کو اس کی حیثیت کے موافق نوازش سے خوش کیا اور انھیں منصب اور جاگیریں عطا کیں خوش کلدی آقا سکندر اور مصطفےٰ آقا مقرب خاں مظفر خاں ربودباری خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی سلحداری کے مرتبہ سے امارت کے عہدوں پر فائز کیئے گئے اور صاحب قوت و شوکت ہوئے۔ مرزا جہانگیر قمی حیدر بیگ سونیگ بہادر

اور دوسرے امیر اور سلحدار جو کمال خاں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گجرات خاندیس احمد نگر برار اور تلنگانہ چلے گئے تھے ملکہ نے ان کی تسلی کر کے ان کو وطن واپس آنے کی ترغیب دی۔ پونجی خاتون نے خسرو ترک کو جو لاری الاصل تھا اور جس نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اپنے کو غلاموں کے گروہ میں داخل کر رکھا تھا اسد خاں کا خطاب دے کر اسے بلگوان اور اس کی نواح کا جاگیردار مقرر کیا۔ یوسف جو غلامان ترکی کے گروہ میں شامل تھا شحنہ دیوان بنا یا گیا۔ چونکہ ملکہ نے اس حادثہ میں یہ عہد کیا تھا کہ سوا مغلوں کے اور کسی کو ملازم نہ رکھیگی لہذا اس کو پورا کیا اور اپنے عاملوں اور کارکنوں کو حکم دیا کہ چونکہ ہماری سلطنت کی بنیاد مغلوں کی قوت بازو سے قائم ہوئی ہے اور انھیں سے متعلق ہے لہذا دکنی حبشی اور مغل زادے نوکر نہ رکھے جائیں یہ حکم بارہ سال کامل جاری رہا اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی یہاں تک کہ مغلوں نے باہم اتفاق کر کے اپنے بیٹوں کو نوکر رکھانے کی بابت عرض کیا یہ معروضہ ہوا اور ملکہ نے حکم دیا کہ افغان اور راجپوت بھی نوکر رکھے جائیں لیکن دکنی اور حبشی کسی طرح پر بھی ملازمت میں نہ داخل کیئے جائیں۔ یہ بہتر قاعدہ سلطان ابراہیم عادل شاہ اول کے زمانہ تک رائج رہا اور کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ دکنیوں یا حبشیوں کو فوج میں بھرتی کرائے۔ بادشاہ نے اس لشکر کی قوت سے اکثر راجاؤں اور اطراف و نواح کے زمینداروں کو زیر کیا اور سلطان محمود بہمنی اور امیر برید کو جو پچیس ہزار لشکر کے ساتھ بیجاپور پر حملہ آور ہوئے تھے شکست دیکر فتح مندی حاصل کی اس واقعہ کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ امیر برید نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کمال خاں کی زندگی میں بیجاپور کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا کمال خاں کے قتل کے بعد مرزا جہانگیر جس نے احمد نگر کی ملازمت چھوڑ کر بیجاپور کی نوکری اختیار کر لی تھی حسن آباد کے پرگنوں کا جاگیردار مقرر ہوا اور اس نے امیر برید کے سپاہیوں کو جو تعداد میں چار سو تھے تیر و تلوار سے ہلاک کر کے نصرت آباد ساغر اور اکر کے قلعوں کو دشمن کے قبضہ سے نکال لیا اور اس نواح کے سارے شہروں دولت بیجاپور کے بدخواہوں سے لے کر امیر برید کے بھائیوں کو جو اپنے وقت کے مشہور بہادر تھے تہ تیغ کر کے اپنا ملک واپس لیا۔ امیر قاسم برید اس خبر کو سنکر زخمی سانپ کی طرح تڑپنے لگا۔ اور اس نے اپنے قلم اور محمود بہمنی کی زبان سے والیان دکن کے نام نامے مخصوص کر

طلب امداد میں اس قدر مبالغہ اور منت کی کہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی علی شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ نے امدادی فوج روانہ کی امیر قاسم برید ان امدادی لشکروں کو جمع کرکے سنہ ۹۱۰ ہجری میں بیجاپور روانہ ہوا اور شہر کے تباہ کرنے میں اس نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ چونکہ امیر برید کے ہمراہ محمود شاہ بہمنی بھی تھا یوسف عادل شاہ نے آگے بڑھکر مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی طرح خاموش بیٹھا رہا یہاں تک کہ دشمنوں کا لشکر اسپیور میں پہونچا جو یوسف عادل شاہ کا بسایا ہوا اور بیجاپور کے قریب واقع ہے دشمن نے محاصرہ کا ارادہ کیا اسمٰعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جس میں اکثر مغل تھے شہر سے نکل کر دشمن پر حملہ کیا۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد امیر قاسم برید اور اس کے ہمراہی شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور محمود شاہ بہمنی اور اس کا فرزند احمد شاہ فوج کے تلاطم میں گھوڑے سے گر کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے تواضع کی راہ سے چند گھوڑے مع زین ولگام کے حاضر کئے اور بادشاہ اور شہزادہ دونوں کو سوار کرا کے چاہا کہ انھیں بیجاپور لائے اور سلطان محمود کو امیر برید کے تسلط سے نجات دے۔ بادشاہ نے بیجاپور آنا قبول نہ کیا اور شہر کے باہر اس جگہ قیام پذیر ہو کر اپنے اعضائے بدن کے علاج میں جو گھوڑے سے گرتے وقت مجروح ہوگئے تھے مشغول ہوا بادشاہ کے زخم بھر گئے اور سلطان محمود نے اسمٰعیل عادل شاہ سے درخواست کی کہ بی بی ستی جو شاہزادۂ احمد کے نکاح میں آچکی ہے اب جشن عشرت ترتیب دینے کے بعد نوشہ کے سپرد کر دیجائے۔ اسمٰعیل عادل نے بادشاہ کی تجویز سے اتفاق کیا اور یہ طے پایا کہ حسن آباد گلبرگہ میں جو حضرت سید محمد گیسو دراز کی خوابگاہ ہے حاضر ہو کر جشن منعقد کیا جائے غرضکہ سلطان محمود اور اسمٰعیل عادل دونوں گلبرگہ روانہ ہوئے اور گلبرگہ تشریف پہونچکر بڑے تزک اور احتشام کے ساتھ جشن منعقد ہوا اور ستی شاہزادہ احمد کے سپرد کر دی گئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے پانچہزار مغل سوار بادشاہ کے ہمراہ کرکے احمد آباد بیدر روانہ کیا امیر قاسم برید ترک اس خوف سے کہ بادشاہ اسمٰعیل عادل کے ساتھ پانچہزار سوار کی جمعیت سے اس کو دفع کرنے کے لئے آرہا ہے اسباب اور خزانۂ شاہی اٹھا کر قلعہ بند ہوگیا بادشاہ نے بیحد اطمینان کے ساتھ بلا محافظوں و پہرہ داروں کے دغدغہ کے چندون شراب نوشی اور ناچ رنگ میں

بسر کئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ بادشاہ سے رخصت ہو کر احمد آباد بیدر کے نواح سے روانہ ہوا اور امیر قاسم برید نے تین یا چار ہزار سواروں کے ساتھ شہر پر حملہ کیا اور صبح کے وقت دروازہ شہر پر پہونچ گیا۔ دروازہ کے دربان سمجھے تھے کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد دونوں فرمانروائی کے لائق نہیں ہیں اور نہ ان میں سے کوئی اس بار گراں کو اٹھا سکتا ہے انھوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور بریدی لشکر کو شہر کے اندر آنے دیا امیر قاسم برید نے بدستور سابق جابجا اپنے معتمد پاسبان بٹھائے اور پھر اپنے عہدے پر قابض ہو گیا صبح کو محمود بہمنی ہوشیار ہوا اور معاملہ کو دگرگوں پایا لیکن چونکہ اسے امیروں سے دبکر رہنے کی عادت ہو گئی تھی اسے اسی تسلط کا بہت زیادہ رنج نہ ہوا اور چونکہ امیر قاسم کی طرف سے اسے سامان عیش مل گیا اس پر اس نے قناعت کی چند سال پیشتر شاہ اسمٰعیل صفوی والی ایران کے ایلچی شاہان ہندوستان کے پاس آئے تھے۔ تمراج راے بیجانگر اور شاہ گجرات ایرانی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے اپنے شہروں میں لائے تھے۔ اور شاہانہ تحفے اور ہدیے دے کر ایلچیوں کو اپنے شہر سے رخصت کر چکے تھے محمود بہمنی ایلچیوں کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے ملک میں لایا تھا اور شاہی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے چاہتا تھا کہ اچھی طرح ان ایلچیوں کو رخصت کرے لیکن امیر قاسم برید بوجہ مخالفت مذہبی کے بادشاہ کو منع کرتا تھا جسکی وجہ سے محمود بہمنی دو سال تک ایلچیوں کو رخصت نہ کر سکا ایلچی تنگ آ گئے اور انھوں نے اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں ایک شکایت نامہ بھیجا۔ اسمٰعیل عادل نے ایک خط محمود بہمنی اور امیر قاسم کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ان ایرانی ایلچیوں کو اب زیادہ روکنا پاس ادب سے دور ہے بلکہ لازم ہے کہ اب ان کی خاطر مدارات کر کے ان کو روانہ کر دو اور انھیں اب زیادہ نہ روکو امیر قاسم برید اس پیغام سے سمجھا کہ بیحد تاکید کی گئی ہے اس لئے اس نے فوراً ایلچی کو رخصت کر دیا ایلچی بیجاپور روانہ ہوئے اسمٰعیل عادل شاہ نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ ایلچیوں کا استقبال کیا۔ اور الیپور میں قاصد سے ملاقات کی اسمٰعیل عادل شاہ نے بوجہ اتحاد مذہب کے ایلچی کو عزت و توقیر کے ساتھ بندر مصطفےٰ آباد دابل سے شاہ ایران کی خدمت میں واپس کیا والی ایران کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی بادشاہ نے اپنے ایک معتمد امیر ابراہیم بیگ ترکمان کو

مرصع کمر بند اور تلوار اور نیز بہترین اور نادر الوجود ایرانی تحفوں کے ساتھ اسمٰعیل عادل شاہ
کی خدمت میں روانہ کیا۔ شاہ ایران کا جو خط ان تحفوں کے ساتھ تھا اس میں
عمدۃ السلطنۃ والحشمت والشوکۃ والاقبال مرقوم تھا اسمٰعیل عادل الفاظ اور خطاب شاہی سے جو
پادشاہ عجم کی زبان اور قلم سے اس کے لئے نکلے تھے بیحد خوش ہوا اور کہا کہ اب مرتبہ
شاہی ہمارے خاندان میں آیا۔ اسمٰعیل عادل ایرانی ایلچی کو اس عزت اور شان کے
ساتھ بیجاپور میں لایا کہ اس کی تفصیل حد بیان سے باہر ہے بادشاہ نے قبا و پائے بجوائے
اور ایرانی قاعدے کے لباس کی موافقت کا خیال کر کے اسمٰعیل عادل نے حکم دیا کہ تمام
مغل زادہ سپاہی دوازدہ شمشیہ سرخ تاج سر پر رکھیں اور جس شخص کے سر پر اس قسم کا
تاج نہ ہو وہ سلام کے لئے باریابی نہ پائے بلکہ اس سے بارہ بکریاں بطور جرمانہ کے وصول
کی جائیں تاکہ ایسا شخص دوبارہ خلاف ورزی نہ کرے ایسے شخص کے سر پر سے سر بازار
پگڑی اتار لی جائے اور اہل بازار اسے برے الفاظ سے یاد کریں۔ اس شاہی حکم کی بنا پر
کسی سپاہی کی یہ مجال نہ تھی کہ بلا تاج سر پر رکھے ہوئے شہر میں آمد و رفت کرے
اسمٰعیل عادل نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ عیدین جمعہ اور تمام متبرک دنوں میں خطبوں
میں شاہ ایران کی سلامتی کی دعا مانگی جائے یہ حکم مملکت بیجاپور میں تقریباً ستر سال
یعنی علی عادل شاہ کے آخری عہد تک جاری رہا۔ دکن کے تمام مورخین کو اتفاق ہے
کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے ہر کام میں عقل و فراست کو ملحوظ رکھا اور کبھی کسی مکار کے حیلہ اور فریب
میں نہیں آیا اور تمام معرکوں میں ہمیشہ فتح مند رہا صرف کنہٹر کے غیر مسلموں کی جنگ
میں جب کہ بادشاہ شراب کے نشہ میں مدہوش اور عقل و شعور سے بالکل بے بہرہ
تھا مگر وہ دغا کا شکار ہوا۔ دکن کے مورخین اس واقعہ کا حال اس طرح لکھتے ہیں
کہ یوسف عادل شاہ نے اپنی سیاست کی تلوار سے کنہٹر کے غیر مسلم سرکشوں کو زیر کیا
اور دواب کا ملک بت پرستوں کے قبضہ سے نکال کر رائچور اور مدگل کے قلعوں
کو اپنے زیر حکومت کیا اور ایک عرصہ تک اس ملک کے لوگ والیان بیجانگر کے
شر سے محفوظ رہے۔ یوسف عادل شاہ کے مرنے کے بعد کمال خان کی سرکشی اور
قاسم برید کی لشکر کشی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی اور تمراج نے رائچور اور
مدگل کے قلعوں کا جیسا کہ مذکور ہوا محاصرہ کر لیا اور عہد و پیمان کے ساتھ اس پر

قابض ہوگیا۔ چونکہ اسمٰعیل عادل شاہ کمال خاں دکنی کے فتنہ و فساد سے پریشان خاطر ہو رہا تھا اور کوئی امیر معتمد اس کے پاس باقی نہ رہا تھا اس لئے ۹۲۲ھ ہجری تک اسمٰعیل عادل نے ان حلقوں کو واپس لینے کی کوئی کوشش نہیں کی جبکہ دیگر امیر اطراف و جوانب سے اس کی بارگاہ میں جمع ہو گئے اور حلقہ بگوشوں نے امیر قاسم برید کے تصرف سے ملک کو نکال دیا تو اسمٰعیل عادل عین موسم میں قلعہ رائچور اور مدگل کو واپس لینے کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا تمراج بھی اس کے ارادے سے آگاہ ہوا اور تھوڑا لشکر ساتھ لیکر جلد سے جلد اس طرف روانہ ہوا۔ اور دریائے کرشنا کے کنارے مقیم ہوا تھوڑے ہی زمانہ میں کنہٹر کے دور دراز ملکوں کے لوگ اور اس نواح کے راجا جنھوں نے غائبانہ تمراج کی اطاعت کرلی تھی لیکن اس کے دربار میں حاضر نہ ہوئے تھے اس وقت سب کے سب یکدل اور یک جاں ہو کر تمراج کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تمراج کے پاس بہت خیل و حشم جمع ہوگیا چنانچہ اس کی پوری جمعیت پچاس ہزار سوار اور چھ لاکھ پیادوں سے بڑھ گئی۔ مختصر یہ کہ اسمٰعیل عادل شاہ تمراج کے جلد سے جلد پہونچنے اور پانی کے تمام گھاٹوں پر قبضہ کرلینے اور اس نواح کے تمام راجاؤں کے ملجانے سے یہ جانتا تھا کہ اس سال اپنے ارادہ کو فسخ کردے اور کسی دوسرے موقع کا منتظر رہے لیکن چونکہ سامان سفر کر چکا تھا اور سراپردۂ شاہی باہر نکل چکا تھا۔ اور نیز یہ کہ بعض سرداروں نے بھی بادشاہ کو ترغیب دی اس لئے عادل مجبور ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اسمٰعیل عادل سات ہزار تاج پوش سواروں کے ساتھ جس میں اکثر غیر ملک کے باشندے تھے دریا کے کنارے پہونچا اور دشمن کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا ان دنوں وہ شاہی بارگاہ میں آرام کرتا تھا اور باوجود غنیم کے زور کے معرکہ آرائی کو آج کل پر ٹالتا تھا۔ اور جس وقت پانی پڑتا تھا چند پیالے شراب ارغوانی کے نوش کرتا تھا اسی درمیان میں ایک شاہی مصاحب نے جو مجلس شراب میں بادشاہ کا ہم نشین تھا پردہ کے پیچھے سے دلکش آواز میں بادہ نوشی کی ترغیب میں ایک شعر پڑھا بادشاہ اس شعر کو سنکر سراپردہ سے نکلا اور اس نے بزم عشرت آراستہ کرنے کا مصمم ارادہ کیا شاہی حکم کے موافق حسین اور دلربا معشوق جن کے دیکھنے سے انسان کے ہوش و حواس گم

ہوتے تھے مجلس میں حاضر ہوئے اور بذلہ سنج اور خوش مزاج مصاحب مجلس شاہی
میں کنارے کنارے بیٹھے دور شراب کی گردش جب حد سے زیادہ گزر گئی
اور نشہ کے سرور نے دماغ پر اپنا پورا قبضہ کر لیا تو بادشاہ دریا کو عبور کرنے کی
تدبیر پر غور کرنے لگا اس نے ارکان دولت سے پوچھا کہ قفے تیار کرنے میں کیا دیر ہے
حاشیہ نشینوں نے عرض کیا ہو سیکہ چمڑے سے منڈھے ہوئے موجود ہیں اور باقی بھی چند دنوں میں
مہیا ہو جائیں گے۔ بادشاہ نشہ شراب میں مست ہو رہا تھا ایک مست ہاتھی پر سوار ہوا
اور بلا اس کے کہ کسی کو اپنے ارادے سے مطلع کرے پانی اور سبزہ کی سیر و تفریح کا بہانہ
کر کے دریا کے کنارے گشت کرنے لگا چونکہ معرکہ جنگ میں اکثر اسی ہاتھی پر سوار ہوا
کرتا تھا مسلمان سپاہی بادشاہ کی اس حالت سے پریشان ہو گئے بادشاہ دشمن کے
لشکر کے مقابلہ سے ایک کوس دور ہوا تھا کہ اس نے اپنا ارادہ لوگوں پر ظاہر کیا اور
حکم دیا کہ سپاہی ہاتھیوں پر سوار ہو کر دریا کے پار اتریں اور گھوڑوں کو چرمیں
قفوں پر پانی کے اس پار لے جائیں۔ چونکہ یہ بات قرین قیاس نہ تھی کہ ہاتھی
اس تھہار دریا میں راستہ طے کر سکینگے لوگ حیران کھڑے تھے اور کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی
کہ ہاتھی کو پانی میں ڈالے۔ بادشاہ کی عقل پر نشۂ شراب کے پردے پڑے ہوئے تھے
اسمٰعیل عادل نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اور شاہی
اقبال سے اس نے جگہ پایاب پائی اور صحیح و سالم کنارے پر پہونچ گیا دوسرے
ہاتھی بھی جن کی تعداد دو سو تھی شاہی ہاتھی کے پیچھے پانی میں اترے اور جس قدر
گھوڑے کہ قفوں میں لیجا سکے دو دفعہ کر کے دریا کے پار اترے اور اس ارادے
میں تھے کہ دوسرے لوگ بھی دریا سے گزریں کہ دشمن کے سپاہی دور سے نظر آئے
مغل اور دوسرے سپاہی جو دریا کے پار اتر چکے تھے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑائی کے
لئے سامنے آئے مسلمانوں کی تعداد دو ہزار تھی غیر مسلم اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیادوں
سے کم نہ تھے لیکن باوجود اس کے بھی اسمٰعیل عادل شاہ لڑنے میں اصرار اور تاکید
کر رہا تھا مغل سپاہی پیدل ہو کر لڑنے میں مصروف ہوئے دشمن کے ایک ہزار
سپاہی میدان جنگ میں کام آئے اور راجہ بیجانگر کا سپہ سالار مسلمانوں کی تلوار کے
نذر ہوا اگرچہ مسلمانوں نے شجاعت اور جاں نثاری میں کوئی کمی نہیں کی لیکن

آخر میں ضرب زن اور توپ و تفنگ اور دوسرے آتشی آلات حرب سے عاجز ہوئے
اور تقریباً ڈیڑھ ہزار مسلمان معرکۂ کارزار میں مارے گئے مسلمانوں کی بقیہ فوج
بھاگی چونکہ دریا پر سے گزرنے کا کوئی پل نہ تھا فراری سپاہیوں نے پریشانی میں
دریا میں گھوڑے ڈال دئے ترسوں بہادر اور ابراہیم بیگ جو اسمٰعیل عادل شاہ کے
پیچھے ہاتھی پر سوار تھے زبردستی ان کا ہاتھی معرکۂ جنگ سے نکال لائے اور اسے دریا
کی طرف لے چلے چونکہ دریا پایاب نہ تھا سوا بادشاہ کے ہاتھی اور سات تاج پوش
سواروں کے بقیہ تمام آدمی ہاتھی اور گھوڑے غرق دریا ہوئے ظاہر ہے کہ
اس طرح کا عظیم الشان حادثہ تاریخ میں کم نظر سے گزرا ہوگا کوئی فرمانروا لشکر کی طرف
توجہ نہ کرے اور ایسے زبردست دشمن سے مقابلہ کرے اور نہ تمام
اپنے ہی خواہوں کو نذر اجل کر کے خود تنہا بہزار محنت و جانفشانی کنارے تک
پہونچے۔ بادشاہ نے اسد خاں لاری سے جس کا ذکر کسی وجہ سے اوپر آچکا ہے مشورہ کیا
اور مصلحت وقت کے لحاظ سے اس سے سوال کیا اسد خاں لاری نے دست بستہ
عرض کیا کہ چونکہ اتنا بڑا واقعہ پیش آیا ہے اور عقل نے کچی کی ہے دارالخلافت بیجاپور
کا رخ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ رائے بیجانگر کثرت فوج و لشکر میں تمام ہندوستان کے
راجاؤں سے بہتر ہے اور بہمنی سلاطین نے باوجود اس وسعت سلطنت کے ہمیشہ احتیاط
کو مدنظر رکھا اور اس نواح کے لشکر سے کبھی برسر مقابلہ نہیں ہوئے اب عام
بہی خواہان دولت کی رائے ہے کہ برہان نظام شاہ بحری سے دوستی کی راہ و رسم
جاری کی جائے اور بیاہ و شادی سے طرفین میں یگانگی اور اتحاد پیدا ہو اس کے
بعد دونوں قوتیں باہم ملکر امیر قاسم برید کو جو اس فتنہ کا بانی ہے مناسب سزا دیں
اور قلعۂ رائچور اور مدگل پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح آسانی کے ساتھ
ان مکار کافروں سے اپنا انتقام لیں غرض کہ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی اور
اس نے قسم کھائی کہ جبتک کہ رائچور اور مدگل کو فتح نہ کرے گا کسی طرح کے
عیش و عشرت سے سروکار نہ رکھے گا میں نے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ اس واقعہ
کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے عہد کو پورا کیا اور جبتک کہ رائچور اور مدگل پر قبضہ
نہ کر لیا بادہ نوشی کے گرد نہیں پھٹکا اور اس کے بعد جبتک کہ زندہ رہا اتنی شراب

کبھی نہیں پی کہ نشہ نے عقل و ہوش کو کھو دیا ہو۔ چند ہی دنوں میں بادشاہ نے اسد خاں لاری کی رائے کے موافق دریا کے کنارے سے کوچ کیا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا بادشاہ نے اسد خاں کو خلعت اور منصب سپہ سالاری سے سرفراز کیا اور اس کے جاہ و مرتبہ میں وہ چند اضافہ کرکے اس کا پایہ اور بلند کیا اسد خاں کی رائے سے برہان نظام شاہ سے دوستی کی راہ و رسم بڑھائی اور سید احمد ہروی کو جو اس سے قبل سفیر بنکر ایران گئے تھے اتحاد و اتفاق کے استحکام اور مضبوطی کے لئے احمد نگر روانہ کیا چونکہ شاہ طاہر اور سید احمد ہروی میں باہم موافقت تھی سید احمد کی بڑی عزت اور توقیر کی گئی اور شاہ طاہر نظام شاہ بحری کے حکم کے موافق اس گھرانے کے تمام ارکان دولت کو ساتھ لیکر سید احمد کے استقبال کے لئے گئے اور سید احمد ہروی کا تعارف کرا کے ان سے اور برہان الملک سے ملاقات کرائی تھوڑے دنوں کے بعد جبکہ عادل شاہی اور نظام شاہی فرمانرواؤں سے خط و کتابت متواتر ہو چکی تو شاہ طاہر اور اسد خاں ہروی کی کوشش سے قصبۂ صدلاپور میں جو اندنوں سولاپور کے نام سے موسوم ہے دونوں والیان ملک نے ایک دوسرے سے ملاقات کی اور طرفین سے ہر ایک نے ایک دوسرے کے ساتھ دوستی میں کسی طرح کی کمی نہیں کی رجب کی چوتھی رات سنہ ۹۳۰ ہجری میں حضرت شاہ طاہر اسمٰعیل عادل شاہ کے قیام گاہ میں تشریف لائے ان حضرت کے آنے سے مجلس شاہی کی زیب و زینت اور دوبالا ہوئی اور بادشاہ نے بھی اپنے بڑے فرزند ملو خاں کے ہمراہ اپنے مکان سے باہر چند قدم جاکر شاہ طاہر کا استقبال کیا اور ان بزرگ کی خاطر خواہ تواضع اور مدارات کی اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنی زبان سے کہا کہ اگر کوئی پیغمبر یا اس کا کوئی خلیفہ مجھ جیسے فقیر کے گھر میں تشریف لائے تو میں کون سی خاطر داری کروں جس سے حق محبت اور مہربانی کا پورا اظہار ہو۔ شاہ نے تواضع اختیار کی اور چند کلمے انس و محبت کے فرمائے جس سے بادشاہ کی دلجمعی ہوگئی اسی مجلس میں قرابت عقد کا ذکر آیا چونکہ یہ بات اسمٰعیل عادل کی عین مرضی کے موافق تھی شاہ طاہر کا معروضہ قبول ہوا غرض کہ طرفین سے مجلس عقد اور محفل عشرت ترتیب دیگئی۔ اور مریم سلطان بنت یوسف عادل شاہ کا نکاح برہان نظام شاہ بحری کے ساتھ کر دیا۔ دونوں طرف سے ہدیئے اور یگانگی اور اتحاد بڑھانے والے تحفے پیش کئے گئے اور دوستی اور موافقت

قائم رکھنے کے عہد و پیمان کرنے کے بعد پھر فرمانروا اپنے ملک کو واپس آیا لیکن چونکہ اس نکاح کی شرط یہ تھی کہ سولاپور اور وہ ساڑھے پانچ پٹے جو کمال خاں سرنوبت نے زین خاں برادر خواجہ جہاں دکھنی سے لئے تھے مریم سلطان کی جاگیر میں دیئے جائیں اور اسمٰعیل عادل شاہ اس شرط کے پورا کرنے میں بے توجہی کو کام میں لایا تھا اس لئے اس قرابت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ یہ جدید رشتہ دشمنی کی اور ایک مضبوط گرہ ہو گئی۔ دوسرے سال برہان نظام شاہ نے علاء الدین عماد شاہ والی برار کے ساتھ موافقت کر کے اسمٰعیل عادل شاہ پر فوج کشی کی حریف کی فوج نے سولاپور اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا دشمن نے ایک قاصد امیر قاسم برید کے پاس بھیجا اور اسے بھی اپنی مدد کے لئے بلایا اسمٰعیل عادل کو اگرچہ معلوم تھا کہ دونوں بادشاہوں کی فوج مل کر چالیس ہزار سوار مقابلہ کے لئے موجود ہیں لیکن اس نے خدا پر بھروسہ کر کے بارہ ہزار شیر دل جوان ساتھ لے کر دشمن کی طرف قدم بڑھایا چونکہ لڑائی کی ابتدا نہ ہوئی اسمٰعیل عادل دشمن سے دو کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا چالیس روز طرفین ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم رہے اکتالیسویں دن امیر قاسم برید بھی دشمن کی مدد پر آ پہونچا اور برہان نظام شاہ نے اس طور پر اپنے متفقہ لشکر کی ترتیب دی کہ خود قلب لشکر میں مقیم ہوا اور میمنہ علاء الدین عماد شاہ اور میسرہ امیر قاسم برید کے سپرد کیا اسمٰعیل عادل نے بھی میدان جنگ کی راہ لی اور اسد خاں لاری کو علاء الدین عماد شاہ کے اور ترسوں بہادر کو امیر قاسم برید کے مقابلہ میں کھڑا کر کے خود قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا اسمٰعیل عادل نے خوش کلدی آقا کو ہزار تیر انداز جوانوں کے ساتھ میمنہ پر اور مصطفیٰ آقا کو ایک ہزار جوانوں کے ساتھ میسرہ پر بطور کمک کے مقرر کیا تاکہ اس طرح دشمن کا غلبہ ہو یہ لوگ اس سمت کی مدد کریں اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے مل گئے اور لڑائی کا بازار گرم ہوا سپاہیوں کی شمشیر زنی نے قیامت برپا کر دی اور میدان میں خون کی ندیاں بہ گئیں اسد خاں لاری نے پہلے ہی حملہ میں علاء الدین عماد شاہ کو برار کی طرف اور ترسوں بہادر نے امیر قاسم برید کو بیدر کی طرف بھگا دیا۔ ابھی اسمٰعیل عادل اور برہان نظام شاہ لڑنے میں مشغول تھے کہ مصطفیٰ آقا اور خوش کلدی آقا دونوں طرف سے آگے بڑھے اور تیر اندازوں کے

ساتھ انھوں نے نظام شاہ بحری کی اطراف پر حملہ کیا۔ نظام شاہ اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے بھاگا۔ اسد خاں لاری نے اس کا پیچھا کیا اور نظام شاہی علم پر قابض ہوا اس کے علاوہ چالیس ہاتھی اور توپخانہ عادل شاہی قبضہ میں آیا اور غنیم کا لشکر گاہ تاراج ہو گیا۔ یہ معرکہ پہلی لڑائی ہے جو نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں واقع ہوئی اور ظاہر ہے کہ لڑائی کا باعث قلعہ سولاپور اور ساڑھے پانچ پرگنے تھے عادل شاہ فتح حاصل کر کے بیجاپور واپس آیا اور ایک بڑا جشن عشرت منعقد کیا اور ایک مہینہ تک برابر جشن مناتا رہا یوسف عادل نے تمام سرداروں اور شرفا کو خلعت فاخرہ زریں کمربند اور تازی گھوڑے عنایت کئے اسمٰعیل عادل نے پانچ بڑے اور چھ چھوٹے نظام شاہی ہاتھی اسد خاں لاری کو عنایت کئے اور لشکر کے تمام چھوٹے بڑوں کو ان کی تنخواہ اور وظیفے کی دوگنی رقم عنایت کر کے سب کو خوش اور راضی کیا اور حکم دیا کہ خالصے محلات کی تمام تنخواہیں لشکر میں تقسیم کر دی جائیں برہان نظام شاہ غیر تمند فرمانروا تھا اس نے سنہ ۹۳۲ ہجری میں علاء الدین عماد شاہ کو شکست دی اور دوسرے سال بڑے غرور کے ساتھ امیر قاسم برید کو ہمراہ لے کر پہلی شکست کا انتقام لینے کیلئے بیجاپور کی طرف چلا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی آگے بڑھا تیس کوس کے فاصلہ پر ایک شدید خونریز لڑائی واقع ہوئی اس مرتبہ بھی برہان نظام کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور خواجہ جہاں دکنی اور نیز بعض اور نظام شاہی امیر گرفتار ہوئے اسد خاں لاری نے قلعہ پرینڈہ تک غنیم کا تعاقب کیا اور بیس ہاتھی جن میں برہان نظام شاہ کا فیل تخت بھی شامل تھا گرفتار کئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے سوا فیل تخت کے جس کا نام اللہ بخش تھا بقیہ تمام ہاتھی اسد خاں لاری کو بخش دئے اور اس کو فرزند کے خطاب سے سرفراز کیا اسی سال یعنی سنہ ۹۳۳ ہجری میں اسمٰعیل عادل نے اسد خاں لاری کی ہدایت سے علاء الدین عماد شاہ والی برار سے قصبہ درمیان میں ملاقات کی اور اپنی چھوٹی بہن خدیجہ سلطانہ کا عماد شاہ کے ساتھ نکاح کیا دونوں فرمانرواؤں نے دوستی اور اتحاد کے باہم عہد و پیمان کئے اور اس کے بعد اپنے اپنے ملک کو واپس آئے سنہ ۹۳۵ ہجری میں بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے ملک میں قدم جمائے اسمٰعیل عادل شاہ نے

برہان نظام شاہ کی خواہش کے موافق چھ ہزار سوار اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید
کے ہمراہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ بہادر شاہ گجراتی اپنے ملک کو واپس گیا
اور عادل شاہی فوج نے بیجاپور واپس ہوکر اپنے مالک سے کہا کہ امیر قاسم برید ان
عادل شاہی امیروں سے جو نظام شاہ کی مدد کو گئے تھے کہتا تھا کہ تم لوگ بیجاپور پہنچکر
اسمٰعیل عادل کو قید کر لو اور ہم سب اس کا ملک آپس میں برادرانہ تقسیم کرلیں یہ خبر
سنکر اسمٰعیل عادل نے امیر قاسم برید کو تنبیہ کرنے کا پورا ارادہ کرلیا اور سنہ ۹۲۶ ہجری
میں تجربہ کار ایلچی برہان نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور اسے پیغام دیا کہ امیر قاسم
کی بے ادبی اور اس کا مکر و فریب اب حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے آپ کو بخوبی
معلوم ہے کہ اس نے بارہا سلطان قلی قطب شاہ اور بیجانگر کے راجاؤں سے
سازش کرکے فتنہ و فساد برپا کیا ہے اور میں نے ہمیشہ ان واقعات سے چشم پوشی
کی ہے لیکن اس زمانہ میں میرا مصمم قصد یہ ہے کہ اس کے شر کو ہمیشہ کے لئے
دفع کردوں اس لئے کہ گرگ کے ساتھ نرمی کرنا اور سانپ کے ساتھ مروت
کرنا عقل سے دور ہے اگر آپ صاحبوں کی رائے بھی میرے ارادہ سے متفق ہو تو
ایسے سرکش کو قرار واقعی سزا دیجا سکتی ہے برہان نظام شاہ اس زمانہ میں اسمٰعیل عادل کا
شرمندۂ احسان ہو رہا تھا اور ابھی تک اسے بہادر شاہ گجراتی کے خدشہ سے بھی
پورا اطمینان نہ ہوا تھا اس نے اسمٰعیل عادل کی رائے سے اتفاق کرلیا اور کہا
کہ مجھے ہر حال میں آپ کی خوشنودی خاطر منظور ہے جو آپ کی مرضی ہوگی وہی کیا
جائیگا ایلچی اس جواب کو سنکر بیحد خوش ہوئے اور عزت و توقیر کے ساتھ
نظام شاہی دربار سے رخصت کئے گئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے اس موقع کی قدر کی
اور بارہ ہزار سوار ساتھ لیکر احمد آباد بیدر روانہ ہوا امیر قاسم برید جو بوجہ
پیرانہ سالی کے بہت کمزور ہوگیا تھا اور جس کی آنکھوں سے بھی اب کم نظر آتا تھا
اپنے وزیر تماجی برہمن کے مشورہ سے اس نے قلعہ کی محافظت اپنے بڑے بیٹے علی برید
اور دوسرے فرزندوں کے سپرد کی اور خود کسی طرف چلا گیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بیدر
پہنچا اور اس نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش
کرنے لگا عادل کی طرف سے نقب اور مورچہ کا چاروں سمت سے انتظام شروع ہوا

امیر قاسم برید کے بہی خواہ اس زمانہ میں شجاعت اور بہادری میں شہرۂ آفاق تھے ان بریدی ملازمین کا ایک گروہ شہر سے باہر نکل کر لڑائی میں مصروف ہوا چونکہ یہ لوگ قلعہ میں پناہ گزیں تھے جی کھول کر لڑتے اور اکثر اوقات بلا کسی نتیجہ کے واپس جاتے تھے اس درمیان میں سلطان قلی قطب شاہ کے لشکر کی آمد کی خبر مشہور ہوئی چونکہ یہ فوج بریدیوں کی مدد کو آرہی تھی علی برید نے اس لشکر کی آمد کی خبر سنکر پانچ ہزار دکنیوں کو مسلح کیا اور قلعہ سے نکل کر غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لکھتے ہیں کہ قاسم برید کی زوجہ نے جو علی برید کی ماں تھی تین بھائی تھے ان میں ہر ایک اپنے کو ایک لشکر کے برابر جانتا تھا ان بھائیوں میں ایک تو مرزا جہانگیر قمی کے معرکہ میں حسنا باد گلبرکہ میں مارا گیا اور بقیہ دو بھائی جو زندہ تھے اس دن فوج کے مقابلہ میں آکر اسمٰعیل عادل سے نبرد آزمائی کے خواستگار ہوئے اور انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ کوئی جوانمرد ایسا ہے جو بلا مدد کسی دوسرے کے ہم جیسے دشمنوں کے سامنے آئے۔ اسمٰعیل عادل اس آواز سے برہم ہوا اور اس نے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اسد خاں لاری اور دوسرے حاشیہ نشین مانع آئے لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی اور میدان کارزار میں آیا طرفین سے ایک دوسرے پر چوٹیں چلیں لیکن آخر کار دونوں مغرور یکے بعد دیگرے خاک و خون میں آلودہ ہو گئے دوست اور دشمن کے منہ سے نعرۂ آفریں نکلا اور اسمٰعیل عادل خراماں خراماں اپنے لشکر کو واپس آیا اسد خاں لاری اور دوسرے بہی خواہوں نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا اور اس پر سے صدقے اتارے اسی درمیان میں ایک طرف سے قلی قطب شاہ کی فوج نمودار ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو قطب شاہی فوج کے اور سید حسن عرب کو برید شاہی سپاہ کے مقابلہ میں مقرر کیا اسد خاں لاری نے ڈیڑھ ہزار مغل تیر اندازوں کے ساتھ بجلی کی طرح قطب شاہی فوج پر حملہ کیا اور ان کی جمعیت کو پریشان اور متفرق کر دیا اسد خاں لاری نے قطب شاہیوں کو پراگندہ کر کے سید حسن عرب کی مدد کا رخ کیا اور چار دشمنوں کو تہ تیغ کر کے ان کو شکست دی اور قلعہ کے دروازہ تک بھگا دیا اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو کنار عاطفت میں دبالیا اور حد سے زیادہ اس پر عنایت اور نوازش کی اور قلعہ کے

محاصرہ میں اور زیادہ اہتمام اور کوشش کرنے لگا۔ بادشاہ نے آمد و رفت کے راستے بند کر دیئے۔ امیر برید اس خبر کو سنکر بہت پریشان ہوا اور اس نے علاالدین عماد شاہ سے مدد مانگی۔ عادل نے اپنے بھتیجے محمود خاں کو عماد شاہ کے پاس بھیجا۔ اور اس سے یہ درخواست کی کہ عماد شاہ اگر اس کے بیٹے اور برادر نے تمام قصور کے معاف کرنے کی عادل شاہ سے سفارش کرے۔ چونکہ عماد کے قبضہ سے اندنول پاپری اور ماہور دو شہر نکل چکے تھے اور اپنے مآل کار میں بیحد پریشان حیران تھا امیر قاسم برید کی طلبی کو اسمٰعیل عادل سے ملاقات کرنے کا ایک اچھا وسیلہ سمجھا اور جلد سے جلد احمد آباد بیدر روانہ ہو گیا۔ عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی خوشنودی خاطر کو مدنظر رکھا۔ اور قلعہ اودگیر نہ گیا بلکہ عادل شاہی فرودگاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر قیام پذیر ہوا اسمٰعیل عادل شاہ اپنے چند بہی خواہوں کے ساتھ عماد شاہی لشکرگاہ میں گیا اور اس کے آنے پر رسم تہنیت اور مبارکباد بجالایا علاءالدین عماد شاہ نے بھی فتح کی مبارکباد دے کر کہا کہ اصلی غرض اور مقصود اس یورش سے آپ کی ملاقات ہے لیکن قاسم برید کے گناہوں کی شفاعت کرنا اندازہ سے باہر ہے عادل شاہ نے کہا کہ جنگ میں جبتک میں بدلہ نہ لے لوں مجھے صلح پر مجبور نہ کیجئے علاءالدین عماد شاہ نے اس کو اس بارے میں مصر دیکھا اور پھر اس بارے میں کوئی گفتگو نہ کی۔ عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل کو ایک ہفتہ اپنی بارگاہ میں مہمان رکھا اور ایک بڑا جشن منعقد کر کے بیش قیمت تحفے پیش کرے امیر قاسم برید نے جب سنا کہ اسمٰعیل عادل نے عماد شاہ کے درخواست پر توجہ کی ہے تو گھبرا کر جلد سے جلد عماد شاہ کے لشکرگاہ کی طرف چلا آیا اور اس سے کہا کہ میں نے تمہارا دامن پکڑا ہے میری التجا سنو اور میری حمایت کرو یعنی جس طرح ممکن ہو صلح کرا کے میرے فرزندوں اور متعلقین کو محاصرہ کی تکلیف سے نجات دلواؤ علاءالدین عماد شاہ نے کہا کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ تم حصار بیدر اسمٰعیل عادل کے سپرد کر دو۔ امیر قاسم کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اپنی فرودگاہ کو جو عماد شاہ کی بارگاہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے واپس آیا امیر برید ایسے زبردست دشمن سے قطعاً نہ ڈرا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا برید کی سپاہی اور ملازم بھی تکان سفر سے خستہ ہو رہے تھے وہ بھی آرام و آسایش میں مشغول ہوئے اور صرف

تھوڑے لوگ چوکیداری کے لئے ہوشیار رہے بلکہ یہ چند اشخاص بھی بمقتضائے النّاس
علیٰ دین ملوکہم بے دغدغہ عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اتفاق سے اسی روز
قاسم برید کے پہونچنے کی خبر اسمٰعیل عادل شاہ نے سنی۔ بادشاہ اسی سنسان اور
اندھیری رات میں اسد خاں لاری کو ایک معتبر گروہ کے ہمراہ حکم دیا کہ دشمن کے
لشکر پر شبخون مارے۔ اسد خاں لاری قاسم برید کی فرودگاہ پر پہونچا اور کسی شخص کی
آواز بھی اس کے کان میں نہ آئی۔ اس لئے شبخون مارنے سے کنارہ کشی کی اور لوگوں کو
دست اندازی کرنے سے منع کیا اور چند جاسوس خبر معلوم کرنے کے لئے قاسم برید کے
لشکر میں بھیجے۔ جاسوس واپس ہوئے اور انہوں نے بیان کیا کہ وہاں کوئی شخص بھی
ہوشیار نہیں ہے اور قاسم برید ترک اور اس کے پاسبان مست اور لایعقل
پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم چند پگڑیاں اور تلواریں قاسم برید کی بارگاہ سے اپنے
بیان کے ثبوت میں لے آئے ہیں۔ اسد خاں لاری نے لشکر کو دشمن کی فوج سے
کنارے رکھا۔ اور ان سے کہا کہ ہرگز کسی قسم کی آواز باجہ وغیرہ کی نہ سنائیں اور
تھوڑی دیر بالکل خاموش رہیں تاکہ دشمن کے لشکر میں شور و فریاد نہ ہو۔ اسد خاں
یہ حکم دیکر پانچ سو پیادوں کو ساتھ لیکر امیر قاسم برید کے لشکر کی طرف
چلا اور اس نے دیکھا کہ شراب کے گھڑے ہر طرف لنڈھے پڑے ہیں اور دشمن کا
ہر چوکیدار نئی وضع اور نئی حالت کے ساتھ بھنگ و شراب کے نشہ میں غفلت کی
نیند سو رہا ہے۔ اسد خاں لاری نے اس قسم کے بے خبروں کا قتل کرنا مروت سے
دور سمجھا اور پیادوں کی ایک جماعت کو ان کی نگہبانی کے لئے مقرر کیا اور حکم دیا کہ
ان میں سے جو کوئی ہوش میں آکر سر اٹھائے اسے فوراً تلوار سے دو ٹکڑے کر دیں
اور خود ایک گروہ کے ساتھ امیر قاسم برید کے سراپردہ کی طرف چلا کہ اگر ممکن ہو تو
اسے زندہ گرفتار کرے ورنہ اسے قتل کر کے اس کا سر تن سے جدا کر ڈالے اسد خاں
لاری قاسم برید کے خیمے پر پہونچا خیمے کے اندر کے لوگوں کا حال باہر والوں سے
کہیں زیادہ خراب پایا اسد خاں لاری نے دیکھا کہ مجلس رنداں کے صدر یعنی
امیر قاسم برید صاحب گھر کے ایک کونہ میں ایک چارپائی کے اوپر مست
اور بیہوش پڑا ہے اور ناچنے والیاں اور گانے والے بغض سے گھر کے اور

بعض سر اور پاؤں دونوں سے بے خبر ہر ایک ایک نئی وضع کے ساتھ بیہوش پڑا ہے
اسد خاں لاری نے اپنے دوستوں سے کہا کہ ایسے شخص کو قتل کر دینا بحد آسان ہے
لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو اسی طریقہ پر یہاں سے لے چلیں اور ان بدمستوں میں کسی کو
تکلیف نہ پہونچائیں۔ غرضکہ اس پیر دانا تجربہ کار یعنی امیر برید کی چارپائی اٹھا لی
اور باہر چلے۔ اسی درمیان میں ایک مشعلچی جسے دکن کے لوگ پولی والا کہتے ہیں اور
جنھیں پاسبانی اور چوکیداری کی خدمت سپرد کی جاتی ہے ہوشیار ہوا۔ اور اس نے
چاہا کہ چلائے اسد خاں لاری نے جلدی تیغ سے اس پر وار کر کے اس کا سر تن سے
جدا کر دیا اپنی فوج میں پہونچا اور اس نے یہ عجیب و غریب قصہ لوگوں سے بیان
کیا اور کہا کہ ابھی دو پہر رات باقی ہے اگر ہم قتل اور غارتگری میں مشغول ہونگے
تو مسلم اور غیر مسلم میں تمیز نہ ہوگی اور صبح تک بہت سے مسلمان ضائع ہو جائیں گے
اب چونکہ گوہر مقصود ہاتھ آگیا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم شبخون کا خیال نہ کریں اور
اپنے اصل شکار کو گرفتار کر کے مالک کی خدمت میں حاضر ہوں تمام ہمراہیوں نے
اسد خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور قاسم برید کو چارپائی پر لادے ہوئے آگے
بڑھے نصف راہ طے ہوئی تھی کہ مدہوش خواب غفلت سے جاگا اور اپنے کو ایک
عجیب حال میں مبتلا پایا۔ گرفتار مصیبت کو یہ وہم ہوا کہ جنوں کا لشکر اسے کہیں
لئے جاتا ہے اور اسنے عجیب طریقہ سے فریاد و زاری شروع کی اسد خاں لاری
سامنے آیا اور اس نے اطمینان دلایا کہ زندہ میت کو اٹھانے والا جن نہیں ہے
بلکہ اسد خاں لاری ہے اسد خاں نے سارا قصہ بیان کر کے امیر برید کو بیحد
ملامت کی اور کہا کہ غنیم کے پڑوس میں رہکر باوجود اس سن و سال کے اس
شدت کے ساتھ بادہ خواری کرنا کون سی دانائی تھی۔ امیر برید کو شرمندگی اور
انفعال کی وجہ سے سوا خاموشی اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا اسد خاں لاری
صبح کو اسمٰعیل عادل کی خدمت میں پہونچا بادشاہ نے اسد خاں کی کارگزاری پر اسکی
بیحد تعریف و توصیف کی اور اسد خاں لاری انش نوازش سے اور معزز اور قابل فخر ہوا
اسمٰعیل عادل نے امیر برید سے پوچھا کہ اس مکر و فساد کا کیا سبب تھا
امیر قاسم برید نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ شرمندگی سے گردن نیچے جھکا لی۔

بادشاہ نے امیر برید کو اسد خاں لاری کے حوالہ کیا کہ جس وقت طلب کرے قیدی کو اس کے حضور میں حاضر کرے اسمٰعیل عادل نے دوسرے روز ایک بڑی مجلس منعقد کی اور اسد خاں نے شاہی حکم کے موافق قیدی کے ہاتھ اور اس کی گردن باندھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اسد خاں نے دو گھنٹہ امیر برید کو دھوپ میں اسمٰعیل عادل کے سامنے کھڑا رکھا حقیقت یہ ہے کہ کسی اگلی یا پچھلی کتاب میں ایسا غریب قصہ نظر سے نہیں گزرا کہ کسی صاحب سکہ وخطبہ فرمانروا کو غنیم اس طرح اس کی خوابگاہ سے اٹھا کر لے آیا ہو اور اس کا لشکر وحشم غفلت کی وجہ سے اسکے کچھ بھی کام نہ آیا ہو۔ اسمٰعیل عادل شاہ امیر برید سے بیحد ناراض تھا۔ بادشاہ نے اشارہ کیا کہ قیدی تلوار کے گھاٹ اتارا جائے۔ جلاد تلوار کھینچکر ناگہانی مرگ کی طرح برید کے سر پر پہونچا۔ اور قیدی نے عاجزی کے ساتھ آہ وزاری شروع کی اور کہا کہ یوسف عادل شاہ کے وقت سے لیکر ابتک مجھ سے بہت سی بے ادبیاں اور بے محل قصور سرزد ہوئے ہیں لیکن اگر اب بھی جناب میرا قصور معاف فرمائیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جس پر آجتک کسی صاحب اقتدار کا قبضہ نہیں ہوا مع تمام خزانوں اور دفینوں کے بادشاہ کے سپرد کردونگا اسمٰعیل عادل نے یہ خیال کیا کہ عفو فتح سندی کی زکوٰۃ ہے امیر قاسم برید کا کہنا قبول کیا۔ امیر قاسم برید نے ایک قاصد اپنے بیٹوں کے پاس بھیجا اور ان سے قلعہ سپرد کرنے کی درخواست کی ان لوگوں نے جواب دیا کہ تو بوڑھا ہو گیا ہے اور عنقریب کنارہ لحد میں سونے والا ہے چند دنوں کی زندگی کو اتنا عزیز رکھنا کہ یہ زبردست قلعہ دشمن کے حوالہ کر دیا جائے بالکل عقل ودانش کے خلاف ہے اس جواب سے برید کے فرزندوں کا یہ مقصود تھا کہ جس طرح ہوسکے ایام گزاری کریں اس صاف اور صریح انکار کے بعد بیٹوں نے ایک معتبر آدمی کو بھیجا اور اسسے کہا کہ اگر تو دیکھے کہ ہمارے باپ کی رہائی بلا قلعہ سپرد کئے ہوئے کسی طرح ممکن نہیں ہے تو بوڑھے قیدی کو تسلی دیکر قلعہ کی سپردگی کا اقرار کرلے خبردار ایسا نہ ہو کہ ہمارے باپ کو کوئی نقصان پہونچے یہ شخص بیٹوں کا اضطراب دیکھکر جلد سے جلد روانہ ہوا قاصد وہاں پہونچا اور اس نے امیر قاسم برید سے کہلا بھیجا کہ علی برید اور تمھارے دوسرے بیٹوں نے

مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ اگر بگڑا ہوا کام کسی طرح درست نہ ہو تو میں قلعہ کے سپردگی
کا اقرار کر لوں اور تمھیں کسی طرح کا نقصان نہ پہونچنے دوں۔ امیر قاسم برید دل میں
تو مطمئن ہوا لیکن ظاہر اس نے بیٹوں کی شکایت کی لیکن جب نئے سرے سے اس
کے قتل کا حکم ہوا اور ایک مست ہاتھی لایا گیا تاکہ یہ دیوزاد قاسم برید کو اپنے پاؤں کے
نیچے پامال کرے تو امیر قاسم برید نے آہ وزاری شروع کی اور کہا کہ مجھ کو اسی طرح
فلاں برج کے سامنے جو میرے بیٹوں کا نشیمن ہے لیجا کر کھڑا کر دو تاکہ میں خود ان سے
گفتگو کرکے بات کو پورے طور پر تمام کر دوں۔ امیر برید کے کہنے پر ایسا ہی کیا گیا۔
بیٹوں نے جب دیکھا کہ بوڑھا باپ ننگے سر ہاتھوں کو پیچھے پیٹھ پر باندھے ہوئے
کھڑا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم ایک شرط سے قلعہ عادل شاہ کے سپرد کر دینگے اور وہ
یہ کہ اسد خاں لاری یہاں آئے اور فلاں دروازہ کے باہر کھڑا ہو اور عہد کرے کہ
کوئی شخص ہمارے بچوں اور عورتوں سے کسی طرح کی باز پرس نہ کرے گا اور
خواجہ سراؤں اور عورتوں کی تلاشی اور ان سے یہ پرسش نہ کی جائیگی کہ وہ اپنے
ہمراہ قلعہ سے کون سا مال و اسباب باہر لئے جا رہے ہیں اور نیز یہ کہ جو زیور و لباس
وہ پہنے ہوں وہ اسی طرح صحیح و سالم ان کے ساتھ چلا جائے گا۔ اسمٰعیل عادل نے
ان کی درخواست قبول کی اور اسد خاں لاری کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے پر
بیٹھے اور اس بات کی نگہداشت کرے کہ امیر برید کے بیٹوں اور عورتوں کو کسی
طرح کا نقصان نہ پہونچے علی برید نے بیش قیمت جواہرات اور شاہان بہمنیہ کے
مرصع آلات اور اشرفیاں عورتوں کو دیدیں تاکہ یہ عورتیں اس مال کو برقع کے نیچے
چھپا کر باہر لے جائیں۔ اسمٰعیل عادل شاہ اسی روز قلعہ میں داخل ہوا اور خدا کی
بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد اس نے شاہان بہمنیہ کی مسند حکومت پر
جلوس کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے شاہزادہ ملو خاں اور اسد خاں لاری کو
علاء الدین عماد شاہ کے پاس بھیجا اور اسے اپنے پاس بلایا اس کی تھوڑی دیر کے
بعد بادشاہ نے شاہزادہ عبداللہ اور شاہزادہ علی کو بھی عماد شاہ کے پاس روانہ
کیا۔ علاء الدین عماد شاہ نے بادشاہ کا التماس قبول کیا اور شاہزادوں کے ہمراہ
عادل شاہی خیمے کی طرف چلا۔ عماد شاہ جب بارگاہ کے قریب پہونچا اور عادل شاہ نے

دروازہ تک اس کا استقبال کیا اور اپنے فرمانروا مہمان کو اپنی مجلس میں بٹھا کر محفل کی رونق اور دو بالا کی۔ اسمٰعیل عادل نے عماد شاہ کے سامنے تمام ذخیرہ اور قلعہ کے تمام خزانے جواہرات اور موتی اور سونے اور چاندی کے برتن اور دوسرے بیش قیمت کپڑے اور سامان اور بارہ لاکھ ہون نقدی پیشکش کے خیال سے علاء الدین عماد شاہ کے سامنے رکھدیئے اور اس سے کہا کہ جو چیز اسے پسند آئے بلاتامل اٹھالے عماد شاہ نے ہاتھ بڑھا کر ایک جڑاؤ عنبر چہ لے لیا اس کے بعد اسمٰعیل عادل نے اسد خاں لاری سے کہا کہ بیس لاکھ ہون علاء الدین عماد شاہ کے ملازموں کو تقسیم کردے اور ایک لاکھ ہون شاہزادوں کو یعنی ملو خاں۔ الو خاں۔ ابراہیم و عبداللہ کی خدمت میں پیش کرے اور خود بھی انہی کے برابر ایک حصہ لے بادشاہ نے پچاس ہزار ہون سید علی عقیل کو عنایت کیئے تاکہ سید صاحب یہ روپیہ نجف اشرف کربلائے معلیٰ اور مشہد مقدس کے زائرین کو تقسیم کریں اس کے علاوہ پچاس ہزار ہون سید احمد ہروی کو دیئے گئے تاکہ یہ رقم بیجاپور اور لشکر کے علماء اور فاضلوں کو پہونچادی جائے اور ان لوگوں کے علاوہ بارہ ہزار ہون فقیروں اور حاجتمندوں کو دیئے جائیں اور بقیہ رقم سپاہیوں اور اہل لشکر کو عطا کردیجائے بادشاہ نے ساری دولت اس طرح تقسیم کر کے اپنے لیئے ایک حبہ اور ایک دینار نہ چھوڑا اور دامن جھاڑکر اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا کہتے ہیں کہ مولانا شہید شاعر قمی جو اپنے علم و کمال کی وجہ سے تعریف سے بے نیاز ہیں اسی زمانہ میں گجرات آئے ہوئے تھے اپنی شاعری میں بلند آوازہ ہونے کی وجہ سے بادشاہی مجلس میں بہت قرب و منزلت رکھتے تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ خزانہ جا کر جسقدر روپیہ اٹھا سکیں اٹھالیں چونکہ مولانا درد نقرس کی وجہ سے ناتوان ہو رہے تھے انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ جس روز میں گجرات سے شاہی آستانہ کو روانہ ہوا تھا اس وقت موجودہ طاقت سے دو گنی قوت میرے بدن میں تھی کیا اچھا ہوتا اگر غریب پرور اور علم شناس بادشاہ اس عطیہ سے اس وقت مجھے سرفراز فرماتا جبکہ طاقت اصلی میرے بدن میں عود کر آتی۔ بادشاہ مسکرایا اور اس نے کہا کہ تم دو مرتبہ خزانہ جاؤ اور جو کچھ اٹھا سکو لے آؤ چونکہ یہ حکم مولانا کا عین مدعا تھا شاعر قمی زمیں بوس ہوئے

اور خوش و خرم شاہی مجلس سے اٹھے اور خزانہ سے دو مرتبہ کرکے پچیس ہزار طلائی ہون لے آئے خزانہ دار نے بادشاہ کو واقعہ سے اطلاع دی بادشاہ نے کہا کہ مولانا نے سچ کہا تھا کہ ان کے بدن میں طاقت نہیں ہے۔ اس حکایت سے بادشاہ کی نزاکت طبع اور کلام کی باریکی ناظرین حکایت پر بخوبی روشن ہوگی اسلئے کہ بادشاہ کا ارشاد خوش طبعی بھی ہوسکتا ہے اور عالی ہمتی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس مجلس میں بادشاہ کی سخاوت کا دریا پورے جوش میں تھا اسمٰعیل عادل نے عماد شاہ کے کہنے سے امیر برید قاسم کا قصور بھی معاف کیا اور اس کو اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کیا۔ بادشاہ نے کلیان۔ اودگیر اور تمام قدیمی پرگنوں کو سوا احمد آباد بیدر کے امیر برید کے جاگیر میں بحال رکھا یہ شرط کی کہ تین ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کے ساتھ رہے اور قلعہ رائچور و مدگل کو عادل سپاہ کے ساتھ مل کر بیجانگر کے غیر مسلموں کے قبضہ سے نکال لے اور اس کے بعد قلعہ ماہور کا محاصرہ کرکے اسے فتح کرے اور مفتوحہ قلعہ عماد شاہ کے سپرد کردے اس کے بعد دونوں فرمانروا روانہ ہوئے اسمٰعیل عادل نے احمد آباد بیدر کو اسد خاں کی رائے کے موافق مصطفٰے خاں شیرازی کے سپرد کیا اس زمانہ میں تمراج فوت ہوچکا تھا اور نواح بیجانگر کے راجاؤں نے تمراج کے بیٹے رام راج کی اطاعت سے انکار کیا تھا اس طوائف الملوکی کی وجہ سے بیجانگر میں فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ ان مسلمان فرمانرواؤں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور دریائے کرشنا سے عبور کرکے قلعہ رائچور پر حملہ کیا مسلمانوں نے اس قلعہ کو جو سترہ سال سے بیجانگر کے غیر مسلموں کے قبضۂ اقتدار میں تھا فتح کرلیا اسمٰعیل عادل شاہ نے جشن عشرت منعقد کیا اور اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے بادہ نوشی کا دور شروع کیا۔ اسد خاں لاری کو بھی انسی روز اپنے قریب مجلس میں جگہ دی اور تین پیالے بھر بھر کر اپنے ہاتھ سے اسد خاں کو دئے علاء الدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے بادشاہ سے التماس کیا کہ امیر قاسم برید کو بھی اس بزم عشرت میں شریک کیا جائے۔ اسمٰعیل عادل نے امیر برید کو مجلس عشرت میں بلا کر اپنا ہم پیالہ کیا اور کہا کہ اب مضمون والبعھم کلبھم (ان کا چوتھا اس کا کتا ہے) صادق آگیا عماد شاہ قابل اور سمجھ دار تھا۔ بادشاہ کے اس لطیفہ پر ہنسا امیر برید اگرچہ مطلب نہیں سمجھا لیکن عماد شاہ کے ہنسنے سے اس پر برا اثر

اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسمٰعیل عادل امیر برید کے رونے سے
بیحد متاثر ہوا اور اس سے مہربانی سے کہا کہ انشاء اللہ بیجاپور پہونچ کر احمد آباد بیدری
تیرے حوالے کر دونگا۔ اسمٰعیل عادل نے ایک مہینہ برابر اس نواح میں قیام کیا
اور تمام مہمات کو سر انجام دے کر وہاں سے واپس ہوا۔ اس درمیان میں بارہا
یہ معلوم ہوا کہ بہادر شاہ گجراتی حدود دکن پر حملہ آور ہونے والا ہے اس لئے ماہور کی
مہم ملتوی رکھی گئی اور عماد شاہ برار روانہ ہوا اور اسمٰعیل عادل نے بیجانگر کی راہ لی
کہتے ہیں کہ اس سفر میں اسمٰعیل عادل علاء الدین عماد شاہ کے مکان پر گیا۔ عماد شاہ نے
بڑے تکلف سے اسمٰعیل عادل کی مہمانداری کی اور چند خوان جواہر سے
بھرے ہوئے بادشاہ کے ملاحظہ میں گزرانے۔ چند دنوں کے بعد عماد شاہ
اسمٰعیل عادل کا مہمان ہوا۔ عادل شاہ نے مجلس کے قریب دو دو بارہ ہزار
مغل سوار تمام ساز و سامان سے آراستہ مہمان کو دکھلائے اور کہا کہ میں نے
جو کچھ خود اپنے زمانہ سلطنت میں حاصل کیا ہے یا جو کچھ مجھے باپ سے میراث ملی ہے
وہ یہی ہے ان گروہ میں سے ہر شخص جو اپنی بہادری اور مردانگی کے سامنے رستم اور
اسفندیار کو بھی نگاہ میں نہیں لاتا تمہارے لئے ہے جس کسی کو تم پسند کرو میں پیش
کر دونگا۔ عماد شاہ نے بیحد تعریف کی اور کہا کہ اگر میرے پاس ایسے نفیس جواہرات
ہوتے تو ماہور کا قلعہ اپنے ہاتھ سے نکلنے دیتا۔ سنہ ۹۸۳ ہجری میں امیر برید نے قلعہ اور
مکانوں کی کنجی بھیجی۔ بادشاہ نے کلیاں اور قندھار کے قلعہ کے فتح کرنے کا
ارادہ کیا اور دہلیز اور سراپردہ شاہی بیجاپور سے باہر بھیجا گیا۔ امیر برید نے
ایلچی برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس سے مدد مانگی۔ برہان نظام شاہ نے
بیجاپور میں قاصد روانہ کیا اور اسمٰعیل عادل سے درخواست کی کہ چونکہ امیر برید نے
اسی سفر میں میرے ساتھ بڑی ہمدردی کی ہے اس لئے اس طرف لشکر کشی کا خیال
ترک کر کے اپنے ہی خواہوں کو ممنون احسان بنائیں۔ اسمٰعیل عادل نے
جواب دیا کہ جس وقت تم ماہور کا قلعہ فتح کرنے چلے تھے میں نے تم سے
ایسی درخواست کبھی نہیں کی لیکن بہر حال میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور
اپنا ارادہ ترک کیا لیکن چونکہ اب جاڑے کا زمانہ شروع ہو گیا ہے

گھر میں بیکار رہنا مجھے منظور نہیں ہے اور اپنے ملک کی سرحد کی خصوصاً نلدرگ اور شولاپور کے دیکھنے کا مصمم ارادہ ہے چاہیئے کہ تمہاری سرحد کے امیر کوئی دوسرا خیال نہ کریں۔ اور کسی طرح کا خوف اپنے دل میں نہ لائیں۔ برہان شاہ کو بہادر شاہ گجراتی کی طرف سے پورا اطمینان ہو چکا تھا اور وہ شاہی کا خطاب حاصل کر کے صاحب چتر بھی ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ بہادر شاہ گجراتی نے مملکت برار اور احمد آباد بیدر میرے سپرد کر دیا ہے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ میرے کہنے کے خلاف آپ عمل نہ کریں اور موجودہ اور آئندہ زمانوں کو گزشتہ وقت کی طرح نہ خیال کر کے گوشہ نشینی اور سلامتی کو سب پر مقدم اور سب سے بہتر سمجھیں۔ نظام شاہ کا یہ پیغام اس وقت پہونچا جبکہ اسمٰعیل عادل بیجاپور سے روانہ ہو کر بہمن گلی میں مقیم تھا۔ یہ پیغام سنتے ہی اس نے مغرب اور عشا کی نماز پڑھی اور فوراً سوار ہو گیا۔ دوسرے دن شام کے قریب چار سو مغل سوار دن اور چالیس پیادوں کے ساتھ دریائے نلدرگ کے کنارہ جو قلعہ کے دامن سے گزرتا ہے خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے برہان نظام شاہ کے ایلچی کو رخصت کیا اور اس سے کہا کہ جو کچھ میں نے تیرے ساتھ کیا اس کا مجھے انتظار ہے تاکہ اس کو اب ظاہر کرے جیسا کہ ہر مرتبہ دلاوری کے میدان میں سے جولانی کی ہے اسی طرح اس مرتبہ بھی میدان کارزار میں اپنے خنجر و شمشیر کے جوہر دکھاؤں گا۔ برہان نظام شاہ بحری نے اپنے خزانہ کی تمام دولت صرف کر دی اور پچیس ہزار سوار جمع کر کے توپ خانہ اور سامان حرب اکٹھا کیا اور امیر قاسم برید کو ساتھ لیکر سابق شکست کے خیال سے جلد سے جلد اسمٰعیل عادل شاہ کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی بارہ ہزار سوار ساتھ لیکر غنیم سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ بادشاہ نے اسد خاں لاری کی ماتحتی میں اپنی صفیں ترتیب دیں اور لڑائی کا بازار گرم ہوا اس مرتبہ وہ معرکہ کارزار واقع ہوا کہ اس کے مقابلہ میں پہلی لڑائیاں لڑکوں کا کھیل معلوم ہوتی تھیں۔ جب تک کہ بازؤں میں قوت اور ترکش میں تیر رہے اس وقت تک برابر خون کی ندیاں بہائیں آخر کار رسم زمانہ کے موافق ایک فریق نے شکست کھائی اور دوسرے کو فتح ہوئی

اسمٰعیل عادل شاہ کامیاب ہوا اور مشہور نظام شاہی امیر یعنی خورشید خاں معرکۂ جنگ میں کام آیا۔ برہان نظام شاہ پریشانی کے عالم میں احمد نگر کی طرف بھاگا اس کا تمام اثاثہ شاہی توپخانہ اور ہاتھی اسمٰعیل عادل شاہ فیروز جنگ کے قبضہ میں آ گئے۔ اس واقعہ کے بعد اسمٰعیل عادل اور برہان میں کوئی معرکہ آرائی نہیں ہوئی بلکہ اعیان ملک کے ایک گروہ نے درمیان میں پڑ کر صلح کرادی اور دونوں فرمانرواؤں نے سرحد پر باہم ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ سلطان قلی قطب شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ کے ملک پر بھی قبضہ کر کے دونوں تاجدار ایک دوسرے کے دوست اور بہی خواہ رہیں۔ اسمٰعیل عادل نے امیر برید کو اپنا بنا کر ۹۴۰ ہجری میں برید کے ساتھ تلنگانہ کا سفر کیا اسمٰعیل عادل نے سب سے پہلے کوکنڈہ کا جو تلنگانہ کا مشہور قلعہ ہے اور سرحد پر واقع ہے محاصرہ کیا۔ سلطان قلی قطب شاہ بھی احتیاط کو مدنظر رکھ کے میدان جنگ میں خود نہیں آیا اور اپنے دارالملک گولکنڈہ سے نہ ہلا لیکن اپنے لشکر کے بہت سے سوار اور پیادے اہل حصار کی مدد کو روانہ کئے۔ اسد خاں لاری اور اہل حصار میں بارہا معرکہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ اسد خاں کو فتح نصیب ہوئی۔ اہل قلعہ بالکل مایوس ہو گئے اور قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن تقدیر الٰہی نے ساتھ نہ دیا اور آب و ہوا کی خرابی سے اسمٰعیل عادل کا مزاج نادرست ہو گیا بادشاہ کے انحراف طبیعت نے یہاں تک طول کھینچا کہ اسمٰعیل عادل ضعف کی وجہ سے صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے امیر قاسم برید اور اسد خاں لاری کو جو تلنگانہ کی غارتگری میں مشغول تھے جلد سے جلد بلایا اور ان امیروں سے کہا کہ اس ملک کی آب و ہوا میرے موافق نہیں ہے میری رائے ہے کہ میں تم لوگوں کو تلنگانہ کے قلعوں کی تسخیر میں چھوڑوں اور خود حسنآباد گلبرگہ چلا جاؤں اور مزاج درست ہونے کے بعد پھر واپس آؤں۔ ان امیروں سے اور یہ طے پایا کہ دوسرے دن صبح کو بادشاہ کو پالکی میں سوار کرا کے اسی طرف روانہ کر دیں لیکن چہارشنبہ ۱۷ ماہ صفر ۹۴۱ ہجری کو اسمٰعیل عادل نے دنیا سے کوچ کیا اور لڑائی کا بازار ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو گیا۔ اسد خاں لاری نے بادشاہ کی موت کو لوگوں سے چھپایا اور بادشاہ کی لاش پالکی میں رکھ کر اس پر پردہ ڈالا اور رات کے وقت جنازہ کو قصبہ کوکی روانہ کیا تاکہ اسمٰعیل اپنے باپ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے دو روز کے بعد اسد خاں لاری نے جو ایک بوڑھا اور تجربہ کار امیر تھا امیر قاسم برید اور دوسرے معتمد امیروں کو بلایا اور ان سے اس حادثہ کا ذکر کیا۔ شاہزادہ ابراہیم اپنے بڑے بھائی شاہزادہ ملو خاں کی حکومت سے راضی نہ تھا اور نیز یہ کہ بہت

سے امیر بھی پوشیدہ طور پر شاہزادہ ابراہیم کے ہم خیال تھے اسد خاں لاری نے بیگانے ملک میں مرحوم بادشاہ کے جانشین کا مقرر کرنا مصلحت کے خلاف دیکھا اسد خاں نے پوشیدہ طور پر ہر ایک کو پیغام دیا کہ اس زمانہ میں ساعت اچھی نہیں ہے حسنا باد گلبرگہ چلکر حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک سے امداد طلب کر کے تخت موروثی پر جلوس کرنا بہتر اور مناسب ہوگا شاہزادوں نے اس بات کو قبول کیا اور قلعۂ گولکنڈہ کے حوالی سے روانہ ہوئے اسد خاں لاری نے شاہزادوں کو کسی نہ کسی حکمت سے حسنا باد گلبرگہ پہونچایا اور خود ہی شاہزادہ ابراہیم کو تخت حکومت پر بٹھانا زیادہ پسند کرتا تھا لیکن چونکہ ملو خاں فرزند اکبر تھا اور بادشاہ نے اسے اپنا ولی عہد بھی مقرر کر دیا تھا مجبوراً اسد خاں نے شاہزادہ ملو کو تخت حکومت پر بٹھا اور ابراہیم کو مریچ کے قلعہ میں قید کر دیا امیر سید ہروی بیان کرتے ہیں کہ سلطان اسمٰعیل عادل بردبار کریم اور سخی تھا اس کی عالی ہمتی سے ملک کی آمدنی اور اخراجات کافی نہ ہوتے تھے بادشاہ عفو تقصیر اور خطا کاروں کے گناہ پیچشم پوشی کرنا زیادہ پسند کرتا تھا عمدہ کھانا کھانے اور اچھا کپڑا پہننے کی کوشش کرتا تھا۔ بادشاہ فحش الفاظ کبھی اپنی زبان سے نہیں نکالتا تھا اور ہمیشہ عالموں اور فاضلوں کے پاس بیٹھتا اور ان کے مرتبہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ علم موسیقی اور شاعری کو اسمٰعیل عادل بہت دوست رکھتا تھا۔ بادشاہ کا تخلص وفائی تھا اور سچ یہ ہے کہ دکن کے کسی بادشاہ نے اسمٰعیل عادل کے سے لطیف اور متین اشعار نظم نہیں کئے۔

ملو عادل شاہ
بن
اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ نے وصیت کی تھی کہ شاہزادہ ملو خاں کو اس کا جانشین مقرر کریں۔ مجبوراً اسد خاں لاری نے ملو کو تخت حکومت پر بٹھایا اسد خاں نے ملو کی دادی ملکہ پونجی خاتون کو بادشاہ کی خبرداری کے لئے نصیحت کی اور خود اپنی جاگیر بلگوان کو چلا گیا۔ ملو عادل نے میدان خالی پایا اور شراب پینے اور ناچ رنگ میں مشغول ہوا۔ نوعمر فرمانروا جوانی کے قریب پہونچ چکا تھا اس لئے شباب کی بے عنوانیوں اور ناعاقبت اندیشی نے اس کے دل میں اپنا گھر کر لیا اور رات دن سوا کھیل کود اور دوسرے نامناسب حرکات اور افعال کے جو ہرگز بادشاہوں کے شایان شان نہیں ہیں کوئی عمدہ کام اس سے سرزد نہیں ہوتا تھا مخلوق اس سے بالکل ناراض ہوگئی۔ ان حرکات کے علاوہ ایک نیا شوق بھی پیدا ہوا اور نوعمری کی امنگ نے مطلق العنان فرمانروا کو صاحب حسن و جمال لڑکوں

کے جمع کرنے پر مائل کیا ملوخاں کے اس شوق نے یہاں تک طول کھینچا کہ شہر کے شرفا اور با وقار اشخاص کے لڑکے اپنے والدین کی آغوش سے زبردستی جدا کر کے بادشاہ کی مجلس میں پہونچائے جانے لگے اس جبر وظلم کا سلسلہ اور آگے بڑھا اور یوسف ترک دیوان جو عادل شاہی تاجپوش امیر تھا اس کے فرزند کی باری آئی بادشاہ نے یوسف کے بیٹے کو مانگا اور شحنہ دیوان مانع آیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ سرکاری ملازم لڑکے کو زبردستی یہاں لے آئیں۔ اگر یوسف شحنہ درمیان میں حائل ہو تو اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے یوسف شحنہ دیوان نے جو امرائے تاجپوش میں تھا عادل شاہی سپاہیوں کو تنبیہ کر کے اسی روز بے خوف خطر شہر سے باہر نکلا اور اپنے اہل وعیال کو ساتھ لیکر اپنی جاگیر یعنی قصبہ گھورہ کو روانہ ہو گیا یوسف کے قصہ نے کاوہ آہنگر کی داستان پھر تازہ کر دی۔ شہر کے اکثر باعزت لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اسمٰعیل عادل کی ماں پونجی خاتون نو عمر پوتے کے حرکات دیکھ کر بیحد رنجیدہ ہوئی اور اس نے ارادہ کر لیا کہ ملوخاں کو معزول کر کے شاہزادہ ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھاوے پونجی خاتون نے یوسف شحنہ کو پوشیدہ طور پر پیغام دیا کہ ملو عادل شاہ فرمانروائی کے قابل نہیں ہے اس کو تخت سے اتار کر شاہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی مسند حکومت پر بٹھائے۔ یوسف شحنہ نے اپنے ایک رازدار کو اسد خاں لاری کے پاس بلگوان روانہ کیا اور اسے سارے حال سے اطلاع دی۔ اسد خاں لاری نے جواب دیا کہ میں اس کے ناپسندیدہ اطوار کی وجہ سے بیجاپور کا قیام ترک کر چکا ہوں اور یہاں مقیم ہوں چونکہ تمام لوگ ملو عادل شاہ سے نفرت کر رہے ہیں اور اس کی حکومت سے راضی نہیں ہیں بہتر ہے کہ عادل شاہی خاندان کی بہتری اور بہبودی کا خیال مدنظر رکھ کر ملکہ پونجی خاتون کے فرمان سے تو انحراف نہ کرے۔ یوسف شحنہ اسد خاں کی تجویز سے مطمئن ہو گیا اور کامیاب وبامراد شہر کو واپس آیا یوسف پونجی خاتون کی رائے کے موافق دو سو سواروں کے ساتھ بیجاپور پہونچا اور بلا تامل ارک کے قلعہ میں گھس آیا۔ قلعدار نے قلعہ میں آنے سے منع کیا۔ یوسف نے قلعدار کو تہ تیغ کیا اور ملو عادل شاہ کو قید کر کے پونجی خاتون کے حکم سے ملو خاں اور اس کے مادر زاد بھائی انو خاں کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور شاہزادے ابراہیم کو ملو کی جگہ تخت حکومت پر بٹھایا۔ ملو خاں نے کچھ روز چھ مہینے حکومت کی۔

ابراہیم عادل شاہ
بن
اسمٰعیل عادل شاہ

مورخین لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا بہادر تھا۔ اپنی مردانگی اور شجاعت کی وجہ سے کسی بات کو خیال میں نہیں لاتا تھا اور سیلاب کے مانند نشیب ہو یا فراز سرپٹ دوڑتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اس کے قہر و غضب کی شہرت بھی اس کی بردباری اور خلق کی طرح دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سے کہ اس نے فرمانروائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اس وقت سے مرتے دم تک ہمیشہ لشکر کشی اور صف آرائی میں بسر کی غیر معتبر طریقہ پر یہ معلوم ہوا ہے کہ اسمٰعیل عادل اپنی حکومت کے زمانہ میں دس مرتبہ نظام شاہی فوج سے لڑا اور ہر لڑائی میں خود شریک ہوا اور ہر مرتبہ پوری شجاعت اور مردانگی سے کام لیا لیکن چونکہ اس کا ستارۂ اقبال اوبار میں تھا سوا قصبہ اورہان کی جنگ کے کسی لڑائی میں بھی اسے فتح نہ ہوئی۔ ابراہیم عادل پہلا شخص ہے جس نے باپ دادا کے مذہب سے کنارہ کشی کی اور دوازدہ امام کے نام خطبہ سے نکال کر امام ابو حنیفہ کا مذہب جاری کیا ابراہیم نے فرقۂ امامیہ کے تمام رسم و رواج برطرف کئے اور حکم دیا کہ تاج سرخ دوازدہ گوشہ جو اس زمانہ میں فرقۂ امامیہ کا تمغائے افتخار تھا کوئی اپنے سر پر نہ رکھے۔ غیر ملکی امیروں میں سوا اسد خاں لاری۔ خوش کلدی آقا اور شجاعت خاں کرد کے سبھوں کو یک قلم موقوف کیا اور امارت کے مرتبہ سے معزول کیا۔ ابراہیم نے دکنیوں اور حبشیوں کو ان کی جگہ مقرر کیا اور نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں کی پیروی کر کے کورہ روات مقرر کیا اس لئے ارکان دولت نے تین ہزار غیر ملکی خاصے کے نوکروں میں جو ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا کرتے تھے چار سو نوکروں کو اپنے ساتھ رکھا اور باقی کو رخصت کر دیا۔ یہ ملازم بے روزی ہو کر پریشان اور پراگندہ خاطر گجرات دکن اور احمد نگر روانہ ہوئے۔ ابراہیم عادل نے فارسی زبان کو دفتر سے خارج کر کے ہندی اس کی جگہ رائج کی۔ ابراہیم عادل نے برہمنوں کو صاحب اختیار کیا اور یوسف عادل اور اسمٰعیل عادل کے تمام ضابطوں اور قاعدوں کو منسوخ کر دیا اور بیجانگر کے راجہ رام راج نے پوشیدہ طور پر قاصد بھیجے اور بہت سے مغل سرداروں کو تسلی اور دلاسا دے کر اپنے پاس بلایا اور ان کی رضامندی اور دلدہی کے لئے حکم دیا کہ بیجانگر میں ایک مسجد بنا دی جائے۔ راجہ قرآن پاک کو اپنے پہلو میں روزانہ ایک کرسی پر رکھ لیتا تھا اور مغلوں سے کہتا تھا کہ تم لوگ مجھ سے کوئی سروکار نہ رکھو بلکہ اپنے کلام مجید کے آگے سر جھکاؤ۔ جلوس کے دوسرے سال ابراہیم عادل نے بیجاپور پر لشکر کشی کی اور کامیاب

واپس آیا اس قصہ کی شرح یہ ہے کہ سیورائے والی بیجانگر نے جس کے خاندان میں سات سو سال سے فرمانروائی کا سلسلہ چلا آتا تھا فوت ہوا۔ بیٹا باپ کا جانشین ہوا لیکن عین عالم جوانی میں وہ بھی باپ سے جا ملا۔ جوان راجہ کے مرجانے کے بعد اس کا چھوٹا بھائی تخت پر بیٹھا لیکن تقدیر نے اسے بھی حکمرانی کا مزہ نہ چکھنے دیا اور اس نے بھی دنیا کو خیرباد کہا اس راجہ کا سہ ماہہ لڑکا ولیعہد ہوا تمراج جو راجہ بیجانگر کا معتمد امیر تھا صاحب اختیار رہا اس اثنا میں صاحب تخت بالغ ہوا اور تمراج نے اسے بھی زہر کا پیالہ پلا کر ہمیشہ کے لئے رخصت کیا اور ایک دوسرے وارث ملک لڑکے کو مسند حکومت پر بٹھایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد تمراج بھی فوت ہوگیا اور اس کا بیٹا رامراج باپ کا قائم مقام ہوا۔ رام راج نے سیورائے کی پوتی سے شادی کی۔ خاندان حکومت کے پیوند سے رامراج کا استقلال حد سے زیادہ بڑھ گیا اور اب اس نے خودمختاری کے خواب دیکھنے شروع کئے۔ سرداروں اور اعیان ملک نے رامراج کے خودمختار تخت کے سامنے سر جھکانے سے انکار کیا ناچار رامراج نے راجہ کے خاندان سلطنت سے ایک لڑکے کو تخت پر بٹھایا اور اس لڑکے کے خالو مسمی بھوج ترل راج کو جو فی الجملہ مجنون بھی تھا اور جس کی دماغی کجی اوس کے نام سے خود ظاہر ہوتی ہے امیر الامرا مقرر کیا اور بھوج ترل سے قول و قرار کرکے رام راج نے نابالغ راجہ کی پرورش اسی کے سپرد کی اور خود اس نے ہر تدبیر سے سرکش امیروں کو خاک ذلت میں ملا کر ان کا نام و نشان بھی نہ باقی رکھا۔ رام راج نے اپنے ایک غلام کو صاحب اقتدار بنایا اور بیجانگر کی حکومت اور نابالغ راجہ کی حفاظت اور پرورش اس کے سپرد کرکے ایک جرار فوج اپنے ہمراہ لیکر خود ان راجاؤں کو تباہ کرنے چلا جو اس کی حکمرانی میں حائل ہو رہے تھے چند اپنے مخالف راجاؤں کو اس نے تباہ کیا اور اسی نواح کے ایک حصار کے محاصرہ میں مشغول ہوا۔ اس محاصرہ نے طول کھینچا اور جو روپیہ اس کے پاس تھا وہ صرف ہوگیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو لکھا کہ پچاس لاکھ ہون بھیجدے۔ غلام نے قلعہ کا دروازہ کھولا لیکن جیسے ہی اس کی آنکھ خزانہ اور جواہرات پر پڑی اپنے آپے سے باہر ہوگیا اور اس نے علانیہ بغاوت اور سرکشی کردی غلام نے اجرائے کے پوتے کو مکان کے باہر نکالا اور بھوج ترل سے ساز باز کرکے اپنے سے ملایا اور خیل و حشم پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہوا جو راجہ کہ رامراج سے خوف زدہ تھے وہ وارث ملک سے آکر مل گئے اور ایک بہت

بڑا مجمع بیجانگر میں ہوگیا بھوج ترل راج نے اس غلام کو اس بہانہ سے کہ رام راج سے مل گیا ہے اور بھروسہ کے قابل نہیں رہا تہ تیغ کیا اور خود صاحب اقتدار ہوگیا۔ رام راج نے دیکھا کہ قصہ بہت بڑھ گیا ہے اس نے صلح کا ارادہ کرلیا اور دوستوں کے ایک گروہ نے بیچ میں پڑ کر اس شرط پر صلح کرائی کہ دار الخلافت بیجانگر رائے زادہ کے زیر حکم رہے اور جن شہروں پر اس وقت رام راج کی حکومت ہے وہ اس کے قبضہ میں دے دئے جائیں رامراج مجبوراً خاموش ہو رہا اور جتنے راجہ تھے سب کے سب اپنے اپنے ملک کو واپس گئے رائے زادہ کے نامہربان اور دیوانے ماموں کے دل میں خود مختاری کا ولولہ پیدا ہوا اور استبداد کا دم بھرنے لگا۔ بیدادگر ماموں نے بہن کی یادگار کو ہمیشہ کے لئے سلا دیا اور خود مسند شاہی پر بیٹھ گیا۔ بھوج ترل نے غرور و نخوت کو اپنا پیشہ بنایا اور شہر کے چھوٹے بڑے کے ساتھ بدسلوکی شروع کی اعیان ملک بھوج ترل سے برگشتہ ہوگئے اور لوگوں نے رامراج کے دامن میں پناہ لینی شروع کی اور اس سے شہر پر حملہ آور ہونے کی درخواست کی بھوج ترل کو ان واقعات کی اطلاع ہوگئی اور اس نے چھ لاکھ ہون اور دوسرے تحفے ایک قاصد کے ہاتھ ابراہیم عادل شاہ کے پاس بھیجے اور اوس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ رامراج نے عہد کیا کہ ہر منزل پر ایک لاکھ ہون بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرونگا۔ ابراہیم عادل ۹۴۲ھ ہجری میں بیجانگر روانہ ہوا۔ رامراج کو ابراہیم عادل شاہ کی لشکرکشی کا حال معلوم ہوا اور اس نے مکاری سے کام لیا بھوج ترل رائے کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں اپنی سرکشی پر ندامت ظاہر کی اور آیندہ کے لئے اس کی اطاعت اور وفا شعاری کا اقرار کیا اور لکھا کہ اگر مسلمان اس زمین پر قدم رکھینگے تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ہمارے مسکن اور عبادت خانے تباہ اور مسمار ہو جائیں گے اور شاہان بہمنیہ کے عہد کی طرح اس زمانے میں بھی ہماری قوم کے شریف و ذلیل سبھوں کے بچے مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں گے میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ ایک معتبر قاصد بھیجکر ابراہیم عادل سے واپس جانے کی درخواست کرو اور میں اس کے بعد سے ہمیشہ تمہارا فرمانبردار اور مطیع رہونگا۔ بھوج ترل راج چونکہ عقل سے بے بہرہ تھا رام راج کے دام مکر کا شکار ہوگیا غرض ہندؤں کی رسم کے موافق آپس میں عہد و پیمان ہوئے اور بھوج ترل نے چوالیس لاکھ ہون ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں بھیجکر اس سے واپس جانے کی درخواست کی

ابراہیم عادل شاہ کا اصل مطلب بھوج ترمل کو فائدہ پہونچانا اور روپیہ کا حاصل کرنا تھا ہندو وزراء کا یہ پیغام سنکر واپس ہوا ابھی دریائے کرشنا کو عبور ہی نہ کیا تھا کہ رام راج نے اپنے عہد و پیمان کو توڑا اور بجلی اور ہوا کی طرح جلد سے جلد بیجانگر پہونچا شہر کے اندرونی سپاہیوں اور ملازموں میں بعض کو لالچ دے کر اور بعضوں کو ڈرا کر بھوج ترمل سے منحرف کرا دیا اور یہ طے کیا کہ بیجانگر کے لوگ بھوج ترمل کو گرفتار کرکے رام راج کے سپرد کردیں تاکہ بھوج ترمل رائے زادہ کے انتقام میں تلوار کے گھاٹ اتارا جائے۔ بھوج ترمل نے دیکھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور بھاگنے کا راستہ بند ہے حکم دیا کہ تمام گھوڑوں کے پاؤں قلم کردئے جائیں اور ہاتھیوں کو اندھا کردیا جائے اور جس قدر یاقوت و الماس زبرجد اور موتی پشتہا پشت کے جمع کئے ہوئے ہیں چکی میں ڈال آٹے کی طرح پیس ڈالے جائیں۔ راجہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور جس وقت دربانوں نے شہر کا دروازہ کھولا بھوج ترمل نے خنجر اپنے سینہ میں بھونک کر جان دے دی اس واقعہ کے بعد رام راج بلا کسی مزاحمت بیجانگر کے تخت حکومت پر بیٹھکر مستقل صاحب اقتدار ہوا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی بادشاہ نے اسد خاں لاری کو اپنی تمام فوج کے ساتھ قلعۂ ادونی کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اس اثنا میں وینکنا دری رام راج کے بھائی نے بیشمار سوار اور پیادے ساتھ لیکر اسد خاں کی مدافعت کے لئے قدم آگے بڑھایا۔ اسد خاں لاری نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور دشمن سے ملنے کے لئے آگے بڑھا ایک شدید لڑائی کے بعد اسد خاں نے راہ فرار اختیار کی اور ہندوؤں نے سات کوس تک اس کا پیچھا کیا اسی اثنا میں رات کی سیاہی پھیلی اور ینکنا دری نے شکست خوردہ لشکر سے ایک کوس کے فاصلہ پر قیام کیا اور فتح کے نشہ میں سرشار اپنے بستر پر سو رہا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار سلاح پوش مرد میدان سواروں کو ساتھ لیکر ینکنا دری کے لشکر پر شبخون مارا ہندوؤں نے جہاں تک ان سے ہو سکا مسلمانوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار مسلمانوں کی شمشیر زنی سے عاجز آئے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بیجانگر کے تمام ہاتھی اور ینکنا دری کے زن و فرزند اسد خاں کے قبضہ میں آگئے۔ اسد خاں نے میدان فتح کو لشکر گاہ بنایا اور ینکنا دری نے مسلمانوں کے قیام گاہ سے چھ کوس کے فاصلہ پر اپنے خیمے ڈالے ینکنا دری نے سارا حال ایک خط میں لکھ کر رام راج کو حقیقت واقعہ سے

اطلاع دی اور اس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ راماراج نے نیکنا دری کو جواب دیا کہ مجھے ابھی اطراف و جوانب کے راجاؤں سے اطمینان نہیں ہوا تمہیں چاہیئے کہ جسطرح ممکن ہو اسد خاں لاری سے صلح کر کے اپنے زن و فرزند کو قید سے نجات دلوائے۔ نیکنا دری نے ایک قاصد اسد خاں کے پاس بھیجکر صلح کی درخواست کی۔ اسد خاں لاری نے ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم کے موافق نیکنا دری سے صلح کر کے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ بیجاپور واپس ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے نیکنا دری کے گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کو عنایت کر کے اس کی قدر و منزلت کو دوبالا کیا یوسف شحنہ دیوان جو میر جملہ اور وکیل سلطنت تھا اسد خاں لاری کی عزت اور وقعت سے دل میں بہت جلا اور رشک کی آگ سے بیچین ہو کر اس نے خلوت میں بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیے ابراہیم عادل شاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کا ہم مذہب ہے اس لئے اس کی حمیت اور وفاداری کا دم بھرتا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ بلگوان کا قلعہ نظام شاہ کے سپرد کر کے اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈالے۔ ابراہیم عادل نے بلا تحقیق حال کئے ہوئے یوسف کی باتوں پر یقین کر لیا اور اسد خاں لاری کو کیفر دست دکھانے کا اوس سے مشورہ کرنے لگا۔ یوسف شحنہ نے کہا کہ شاہزادہ علی کے رسم ختنہ میں شرکت کرنے کے بہانہ سے اسد خاں کو بلگوان سے بلانا چاہیئے اور جب وہ یہاں پہونچ جائے تو اسے پابہ زنجیر کر کے قید کر لینا چاہیئے اور اس طرح اس کے دغدغے سے نجات حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ مشورہ فاش ہو گیا اور اسد خاں لاری نے اپنی حفاظت میں اور زیادہ کوشش کی۔ بادشاہ کا فرمان طلبی اسد خاں کے نام پہونچا اور اسد خاں نے بیماری کا عذر کیا اور نہ آیا۔ ابراہیم عادل نے یوسف شحنہ کے مشورہ کے موافق اسد خاں لاری کے دوستوں اور ہم نشینوں کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ یہ لوگ پوشیدہ طور پر اسد خاں لاری کو زہر کا پیالہ پلا دیں۔ اس کوشش کا بھی کچھ نتیجہ نہ ہوا آخر میں یہ قرار پایا کہ یوسف ترک کو بلگوان کے اطراف میں جاگیر دیجائے اور اسے میر جملہ کے عہدہ سے معزول کر کے جاگیر پر جانے کی اجازت دیجائے تاکہ یوسف شحنہ موقع اور محل پا کر اسد خاں لاری کو زندہ گرفتار کرے۔ اسد خاں لاری پختہ کار اور عقلمند امیر تھا اپنی طرف سے بیحد ہوشیار رہتا تھا اتفاق سے ایک دن اسد خاں اپنے باغ کی سیر کرنے کے لئے سوار ہوا۔ یہ باغ نگر ان سے چھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا۔ اسد خاں کے ساتھ صرف [illegible]

لوگ تھے یہ سب جلدی سے باغ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسد خاں نے اپنے ایک حبشی غلام کو اس خدمت پر مقرر کیا تھا کہ چار سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر بالاک کے پاس آئے۔ یوسف شحنہ کے جاسوسوں نے اسے خبر پہونچائی کہ اسد خاں تنہا سوار ہوکر باغ گیا ہے یوسف شحنہ نے دو ہزار سواروں کو ساتھ لیکر اسد خاں کو گرفتار کرنے کے لئے اس پر دھاوا کیا۔ باغ کے حوالی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور لڑائی ہونے لگی۔ اسد خاں نے دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی اور طرفین سے تلواریں چلنے لگیں۔ یوسف شحنہ نے اسد خاں کے حملوں کا جواب دیا اور ثابت قدم رہا جس کی وجہ سے بہت خونریز لڑائی واقع ہوئی اور بہت سی جانیں ضایع ہوئیں آخر میں اسد خاں لاری کو فتح ہوئی اور یوسف شحنہ پریشان ہوکر دشمن کے سامنے سے بھاگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہوگیا ہے تو اسد خاں لاری پر اپنی مہربانی اس طرح ظاہر کی کہ یوسف شحنہ کو پابہ زنجیر کرکے اسے اسد خاں کے پاس بھیجدیا اور کہلا بھیجا کہ اس کی بے ادبی سے میں بہت آزردہ ہوں چاہیئے کہ تم اس کو مناسب سزا دو۔ اسد خاں حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھا اس نے جواب میں بادشاہ کو لکھا کہ قصور میرا ہے نہ کہ اس کا امید کہ یوسف کی خطا معاف کی جائے گی اسد خاں نے یوسف ترک کو اسپ و خلعت دے کر اسے رخصت کیا۔ یہ عجیب قصہ برہان نظام شاہ کے کانوں تک پہونچا اس نے حکمت عملی سے اپنی مجلس میں مکرر یہ کہا کہ اسد خاں لاری نے مجھ سے عہد کیا تھا اور ہم سے کہا تھا کہ عادل شاہی ملک کو فتح کرکے اس کی ولایت ہمارے سپرد کردے گا۔ اگر اس وقت ہم فوج کشی کریں تو یہ معاملہ آسانی سے طے ہوجائیگا اسی زمانہ یعنے سنہ ۹۴۷ ہجری میں برہان نظام شاہ نے امیر قاسم برید ترک سے سازش کرکے احمد نگر کی راہ لی۔ پرندہ کے نواح میں امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی بھی اس سے جاملے اور یہ سارا گروہ آگے بڑھا ان لوگوں نے زین خاں کے ساڑھے پانچ پرگنے جو پہلے شولاپور میں تھے عادل شاہی عاملوں کے ہاتھ سے لیکر خواجہ جہاں دکنی کے گماشتوں کے سپرد کئے برہان نظام شاہ ملگوان کے نواح میں پہونچا اسد خاں لاری کو ان واقعات سے بالکل آگاہی نہ تھی کمینہ خصلت لوگوں کے انتشار سے ڈرا اور چھ ہزار سواروں کے ساتھ مجبوراً برہان نظام سے جاملا برہان نظام شاہ کو اور زیادہ تقویت حاصل ہوئی اور اس نے عادل شاہی ولایت کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل دشمنوں

برسرپیکار نہ ہوسکتا تھا اور اس نے حسنا آباد گلبرگہ کی راہ لی۔ اسد خاں لاری نے گردش روزگار سے حیران ہو کر علی محمد بدخشی کو علاؤالدین عماد شاہ کے پاس برار روانہ کیا اور اسے تمام حال سے مطلع کر کے عماد شاہ کو پیغام دیا کہ اگر جناب ابراہیم عادل کی مدد کرنے کے لئے اپنے ملک سے ادھر روانہ ہوں تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب کو اس بات کی تکلیف دوں گا کہ میرے مالک سے مجھ بوڑھے نمکخوار کے قصور کو معاف کرائیں اس خط کے ساتھ ہی ابراہیم عادل خود بھی پہونچ گیا علاؤالدین عماد شاہ نے فوراً کوچ کیا۔ برہان نظام شاہ نے جوارک بیجاپور کے قلعہ کے محاصرہ میں مشغول تھا ارک کے تمام گھروں میں اس نے آگ لگائی اور امیر قاسم بریدکے ساتھ گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسد خان لاری نے راستہ ہی میں برہان نظام شاہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنی فوج کے ساتھ علاؤالدین عماد شاہ سے جا ملا اور اس نے کہا کہ یوسف شحنہ نے اپنی ذاتی مقاصد کے لئے بادشاہ کے کان بھرے تھے اور عدالت پناہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ اس نمکخوار نے گناہ کے سیاہ داغ سے اپنے دامن کو آلودہ کیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ برہان نظام شاہ کا حلقہ بگوش ہو جائے۔ اس تہمت سے بادشاہ کا مزاج مجھ سے منحرف ہو گیا تھا اور میں وقت اور موقع کا منتظر تھا کہ عدالت پناہ سے حقیقت حال بیان کر کے بادشاہ کے دل سے غبار کو دور کر دوں کہ دفعتہً امیر برید اور نظام شاہ نلگوان کے نواح میں پہونچ گئے اور تمام لوگوں کو یقین آگیا کہ یوسف شحنہ کا بیان صحیح ہے اور یہ لوگ میرے ہی اشارہ سے حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان واقعات سے میں سخت حیران ہوا اور اپنی جاگیر کی حفاظت کے لئے میں نے زمانہ سازی کی اور تھوڑے دنوں دشمنوں سے ملا رہا اب موقع پاکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو بیان واقعی تھا اس کو گزارش کیا ہے مجھے امید ہے کہ مالک کی قدمبوسی کر کے میں بری ہو جاؤنگا اگر میرا معروضہ قبول ہو تو میری نیک بختی ہے ورنہ جس طرح منظور ہو مجھے سزا دی جائے تاکہ میرے اس حال سے دوسروں کو عبرت ہو۔ مختصر یہ کہ علاؤالدین عماد شاہ نے بلا کسی قسم کی تحریک اور پیغام و سلام کئے ہوئے اسد خاں لاری کو اپنے ساتھ لیا اور ابراہیم عادل کے پاس آیا اور جو حقیقت حال اسد خاں لاری سے سنی تھی اسی طرح عادل شاہ سے بیان کیا کہ ابراہیم عادل نے اسد خاں کو بے قصور سمجھکر اس کو تمام خطاؤں سے بری کر دیا اور اسد خاں سے دشمنوں کا مکر و فریب بادشاہ پر پوری طرح کھل گیا ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو سینہ سے لگایا اور اس کے مرتبہ اور عزت میں اور زیادہ

اضافہ کیا۔ ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری اور برہان نظام شاہ کی رائے سے برہان نظام
اور امیر قاسم برید سے معرکہ آرائی کا ارادہ کیا۔ برہان نظام شاہ اور امیر برید عادل شاہی قوم
کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور پرگنہ بیٹر روانہ ہوگئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ بھی وہاں اپنا ٹھہرنا مناسب
نہ سمجھے اور بالاگھاٹ دولت آباد چلے گئے۔ ابراہیم عادل اور عماد شاہ نے جی کھول کر اس نواح کو لوٹا۔
اسی درمیان میں امیر برید مرض الموت میں گرفتار ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ بالاگھاٹ دولت آباد
میں دفن کیا گیا۔ شاہ طاہر فریقین کے درمیان میں واسطہ بنے اور انھوں نے اس شرط پر صلح
کی تجویز کی کہ نظام شاہ شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے ابراہیم عادل کو واپس کردے اور آئندہ
سے پھر کسی قسم کے فتنہ و فساد کا ارادہ نہ کرے غرض اسی شرط پر صلح ہوگئی اور ہر فرمانروا اپنے
ملک کو روانہ ہوگیا۔ دوسرے سال یعنی ۹۳۰ ہجری میں ابراہیم عادل شاہ نے راجہ سلطان دختر
علاء الدین عماد شاہ سے نکاح کیا۔ برہان نظام شاہ جو غیرت مند فرمانروا تھا رتن خانی ساڑھے
پانچ پرگنوں کے واپس ہو جانے پر بیحد پریشان تھا اس نے کھانا سونا اپنے اوپر حرام کر لیا۔
اس درمیان میں ابراہیم عادل اور عماد شاہ کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہوگئی اور نظام شاہ نے موقع
پاکر امراج اور جمشید قلی قطب شاہ کو حیلہ اور بہانہ سے اپنا موافق بنایا اور علی برید اور خواجہ جہاں
کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کی طرف بڑھا۔ برہان نظام شاہ نے ساڑھے پانچ پرگنوں
پر قبضہ کر لیا اور شولاپور کے قلعہ کا محاصرہ کرکے بہت سے سرحدی شہروں کو غارت اور تاراج کیا اور
ابراہیم عادل کے لشکر کو جو اس کی مدافعت کے لئے آیا ہوا تھا چند مرتبہ شکست دی جمشید قلی قطب شاہ
نے بھی نظام شاہ کی تحریک سے بیجاپور پر لشکر کشی کی اور کاکنی کے پرگنے میں ایک بیحد مضبوط
حصار کی بنا ڈالکر اس کے تمام کرنے میں کوشاں ہوا تاکہ جس طرح ممکن ہو گلبرگہ پر بھی اپنا قبضہ
کرلے اور ہشکر کے قلعہ کا محاصرہ کرکے رامراج نے بھی اسی طرح برہان نظام شاہ کے اشارہ سے
اپنے بھائی ونیکنادری کو ایک جرار لشکر کے ساتھ رائچور کے قلعہ کو فتح کرنے پر مقرر کیا۔ ابراہیم
عادل اپنی حکمرانی کی کشتی کو چاروں طرف سے بلاؤں میں گرفتار دیکھکر بیحد حیران ہوا اور ننگوان سے
اسد خاں کو مشورہ کے لئے اس نے بلایا۔ اسد خاں نے بڑی فکر اور غور کے بعد کہا کہ ہمارا اصلی
دشمن تو برہان نظام شاہ ہے اور دوسرے تو اس کے طفیل میں ہم پر حملہ آور ہوئے
ہیں سب سے پہلے برہان نظام شاہ کا علاج کرنا چاہئے اور اس کے بعد دوسروں کی خبر لینی
چاہیے برہان نظام شاہ کا علاج اسی بات پر منحصر ہے کہ ساڑھے پانچ پرگنے جو نزاع کا باعث

ہیں اس کو دیدئیے جائیں اور اس کے بعد بے حد اخلاق اور تواضع کے ساتھ ایک خط راماراج کو جو ان دنوں بااقتدار فرمانروا ہے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے نام نفیس اور بیش قیمت تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ چرب زبان ایلچیوں کے ہمراہ روانہ کرنے چاہئیں اس لئے کہ کرناٹک کے غیر مسلم تھوڑے سے حسن سلوک سے خوش ہو کر ہماری دوستی کا دم بھرنے لگیں گے خصوصاً راماراج جس کا ملک ابھی دشمنوں کے خدشہ سے پاک ہی نہیں ہوا ہے اور جس کے دشمن اطراف و جوانب کے حکمران موجود ہیں اس ترکیب سے جلد ہم سے صلح کرلے گا۔ جس وقت ان لوگوں کا خطرہ جاتا رہے گا تو جمشید قلی قطب شاہ کو پسپا کر دینا میرا کام ہے۔

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی تدبیر کو بہت پسند کیا اور اسی کے مطابق عمل کیا ابراہیم عادل کی یہ تدبیر اسد خاں کی رائے کے موافق راست آئی اور اس کے بعد بادشاہ نے اسد خاں لاری کو ایک جرار لشکر کے ساتھ جمشید قلی قطب شاہ کی سرکوبی کے لئے اس طرف روانہ کیا۔ اسد خاں لاری نے پہلے جمشید قلی کے تعمیر کردہ قلعہ کاکنی کا محاصرہ کر لیا۔ اسد خاں نے عین جاڑے میں قلعہ کو زبردستی فتح کر لیا اور اس کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ اسد خاں نے اب لشکر کا رخ کیا جمشید قلی نے مقابلہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اور تلنگانہ روانہ ہو گیا اسد خاں لاری نے تعاقب کیا اور قطب شاہی فوج کو جو اس سے برسرپیکار ہوئی دو دفعہ شکست فاش دی جمشید قلی شاہ نے پریشان ہو کر قلعہ گولکنڈہ کے نواح میں خود صف آرائی کی ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد تلنگی فوج کو شکست ہوئی اس معرکہ میں اتفاق سے جمشید قلی اور اسد خاں لاری کا مقابلہ ہو گیا۔ اور بغیر اس کے کہ دونوں حریف ایک دوسرے کو پہچانیں طرفین نے دشمن پر شمشیر و خنجر سے حملہ کیا اسد خاں لاری کامیاب ہوا اور جمشید قلی کے چہرے پر ایک کاری زخم لگا جمشید قلی کو تمام عمر اس زخم سے تکلیف رہی اور کھانے اور پینے میں ہمیشہ اس زخم میں درد ہوتا رہا۔ اسد خاں لاری کامیاب اور بامراد بیجاپور واپس آیا اور بیجاپور کے تمام مہمات حسب دلخواہ طے ہو گئے ابراہیم عادل شاہ کو دشمنوں کی لشکر کشی سے اطمینان ہوا بادشاہ نے امیروں کو انکی جاگیر پر روانہ کیا ۹۵۱ھ ہجری میں برہان نظام شاہ نے راماراج کے اشارہ سے حسنا باد گلبرگہ پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابراہیم عادل نے بھی لشکر جمع کرکے دشمن کی طرف رخ کیا نہر بھورہ کے کنارے پہونچا۔ برہان نظام شاہ کی فوج ساحل دریا پر تھی عادل شاہی لشکر دو تین مہینے دریا کو پار نہ کر سکا ابراہیم عادل شاہ تنگ آگیا اور آخر برسات

میں کسی نہ کسی طرح دریا کے پار اترا فریقین فوج آراستہ کرنے میں مشغول ہوئے اور بڑی خونریز
اور سخت لڑائی واقع ہوئی۔ اس لڑائی میں پہلے معرکوں کے خلاف ابراہیم عادل کو فتح ہوئی اور
برہان نظام شاہ کے ہاتھی اور گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے۔ اس غیبی فتح سے ابراہیم عادل
نے غرور وتکبر کو اپنا شعار بنا لیا اور ایک رات شراب کے نشہ میں سرشار برہان نظام شاہ کے
ایلچیوں کے سامنے ان کے مالک کو برے الفاظ سے یاد کرکے اور سخت اور سست کہہ رہا تھا اس
کے علاوہ بادشاہ نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر امیروں اور ارکان
دولت کو قید اور قتل کیا کرتا تھا سنہ ۹۵۲ ہجری میں برہان نظام شاہ نے علی برید کے ملک پر
لشکر کشی کی اور اوسہ قندھار اور اودگیر کے قلعوں کو سر کرنے میں مشغول ہوا۔ علی برید نے کلیان
کا قلعہ ابراہیم عادل کے سپرد کرکے اس سے مدد مانگی۔ ابراہیم بیحد غرور کے ساتھ علی برید
کی مدد کو روانہ ہوا چھ مہینے میں دو مرتبہ معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہر مرتبہ ابراہیم عادل کو شکست
ہوئی اور اس کا تمام سامان حکومت دشمن کے ہاتھ لگا۔ ابراہیم عادل نے اپنی شکست کو اپنے
حاشیہ نشینوں اور امیروں کے نفاق پر محمول کیا اور دو ہی تین مہینے میں تقریباً چالیس برہمنوں
اور ستر مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ خلق خدا بادشاہ کے ظالمانہ حرکات سے اس سے منحرف اور
خوف زدہ ہوگئی بلکہ بعضوں نے ارادہ کیا کہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو اس کی
جگہ تخت حکومت پر بٹھائیں۔ یہ سازش قبل اس کے کہ عملی جامہ پہنے بادشاہ پر کھل گئی۔
ابراہیم عادل نے سیاست کا بازار گرم کیا اور کثیر جانیں بادشاہ کے غیظ وغضب سے
نذر ہوگئیں۔ شاہزادہ عبداللہ نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور بیجاپور سے بھاگ کر بندر
گووہ میں اس نے عیسائیوں کے دامن میں پناہ لی نصرانیوں نے عبداللہ کو بڑی عزت
اور وقعت کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ اسی زمانہ میں ابراہیم عادل بلا کسی قصور کے اسد خاں
لاری سے بد گمان ہوا اور اپنی پے در پے کی شکستوں کو اسد خاں کے نفاق کا نتیجہ سمجھا۔
بادشاہ نے اسد خاں کو پروانۂ التفات اور میوہ بھیجنا بند کر دیا۔ اسد خاں لاری بلگوان
میں تھا اس نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنے خلوص کو مالک پر ظاہر کرے۔ اسد خاں
نے نو تازی گھوڑے اور نو ہاتھی مع دوسرے بیش قیمت تحفوں اور ہدیوں کے ایک خط
کے ساتھ ابراہیم عادل کی خدمت میں روانہ کئے یہ خط اسد خاں لاری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا
جس کا مضمون یہ تھا اہل غرض نے جو کچھ میرے قصور بادشاہ سے بیان کئے ہیں ان سے

صد یا حصہ زیادہ میری خطائیں ہیں لیکن اس تہمت سے بالکل بے خبر اور مطلقاً بے گناہ ہوں نہ یہ بات کبھی میری زبان سے نکلی اور نہ کبھی اس نے میرے دل و دماغ میں جگہ پائی یہاں اس قدر دیر تک ٹھہرنے اور مالک کی خدمت میں حاضر نہ ہونے کا سبب بھی محض دشمنوں کی مضرت سے اپنے کو محفوظ رکھنا تھا میری اس انجام اندیشی کو دشمنوں نے کچھ اور ہی سمجھا اور نمک حرامی کے بدنما دھبہ سے اس بوڑھے نمکخوار کے دامن کو آلودہ کیا اگر شاہی مرحمت میرے شامل حال ہوا اور مجھے حکم دیا جائے تو دشمنوں کو شرمندہ اور سرنگوں کرنے کے لئے شاہی بارگاہ کی آستانہ بوسی کے لئے حاضر ہوں۔ ابراہیم عادل شاہ نے چاہا کہ نئے سرے سے اسد خاں پر عنایت اور مہربانی کرے اور اس کے متعلقین کو عمدہ طریقہ پر نلگوان بھجوادے کہ دفعتہً شاہزادہ عبداللہ کا فتنہ نمودار ہوا اور بادشاہ کا یہ ارادہ معرض التوا میں پڑ گیا شاہزادہ کا قصہ حسب ذیل ہے:۔

شاہزادہ عبداللہ بھائی کے قہر و غضب سے ڈرا اور بھاگ کر اس نے بندر گووہ میں پناہ لی نصرانیوں نے شاہزادہ کی بیحد آؤ بھگت کی اور اپنے پاس رکھا۔ ایک مدت کے بعد بیجاپور کے بعض لوگوں کی ترغیب سے شاہزادہ نے برہان نظام شاہ اور جمشید قلی قطب شاہ سے خصوصیت پیدا کی اور بھائی کے مقابلہ میں ان لوگوں سے مدد کا طلبگار ہوا۔ یہ فرماں روا خود ہی ابراہیم عادل کے اطوار اور اسد خاں کی رنجش سے پوری طرح آگاہ تھے برہان نظام شاہ اور جمشید قلی قطب شاہ نے ابراہیم عادل کو معزول کرنے اور شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کرنے کرانے کا بالاتفاق ارادہ کر لیا اور اپنے اپنے ملک سے روانہ ہو کر بیجاپور کی طرف چلے ان بادشاہوں نے نصرانیوں کے پاس قاصد بھیجکر ان کو پیغام دیا کہ شاہزادہ عبداللہ کو جلد ان کے پاس روانہ کر دیں تاکہ یہ لوگ اسے بیجاپور کے تخت پر بٹھائیں نصرانیوں نے ان کا کہنا مان لیا اور شاہزادہ عبداللہ کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہو گیا۔ برہان نظام شاہ اور جمشید قلی نے ایک شخص کو اسد خاں لاری کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ ابراہیم عادل کی ناگوار حرکتیں اب حد سے گزر چکیں ہیں اور تم خود ہی اس وجہ سے اس سے رنجیدہ ہو ہمارا ارادہ ہے کہ ہم لوگ ابراہیم عادل کی جگہ پر شاہزادہ عبداللہ کو بیجاپور کے تخت حکومت پر بٹھائیں اور تم شاہزادہ عبداللہ کے اتالیق ہو تمھیں چاہیے کہ نلگوان سے روانہ ہو کر جلد سے جلد ہمارے پاس پہونچ جاؤ۔ اسد خاں لاری برہان نظام شاہ کے ایلچی سے سختی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ اگر قاصد کو مارنا

برا نہ ہوتا تو میں تمھے تہ تیغ کر ڈالتا۔ برہان نظام شاہ اسد خاں کے ہموار ہونے سے مایوس ہو گیا اس دوران میں اسد خاں لاری کی بیماری کی خبر مشہور ہوئی اور برہان نظام شاہ نے تیجا نام ایک برہمن کو ایک کثیر رقم کے ساتھ پوشیدہ طور پر ننلگوان بھیجا تاکہ تیجا اہل حصار سے سازش کر رکھے کہ اسد خاں کے مرتے ہی اہل قلعہ حصار کو برہان نظام شاہ کے سپرد کر دیں۔ اسد خاں لاری بیماری کی حالت ہی میں اہل قلعہ کے ارادہ سے آگاہ ہو گیا اور اس برہمن کو جو ایک رعایا کے گھر میں پوشیدہ تھا پکڑ کر ستر آدمیوں کے ساتھ جنھوں نے رشوت لیکر غداری کا وعدہ کیا تھا تہ تیغ کرایا۔ اسد خاں کی یہ کارروائی تمام لوگوں اور افسران فوج پر ظاہر ہو گئی اور سبھوں کو معلوم ہو گیا کہ اسد خاں لاری ابراہیم عادل کا طرفدار ہے ان لوگوں نے شاہزادہ عبداللہ کی خدمت کرنے کا ارادہ ترک کیا اور شاہزادہ کی جمعیت جو بندر گووہ میں جمع تھی بالکل منتشر ہو کر اکثر حصہ اس کا عبداللہ سے جدا ہو گیا۔ اسد خاں لاری کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی یہ بیماری مرض الموت ہے اور اب طبیعت میں یہ قوت نہیں ہے کہ مرض کو دفع کر سکے تو اس نے ایک خط اپنے ہاتھ سے ابراہیم عادل کے نام لکھا اور اسے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے بہتری اسی میں دیکھی کہ اسد خاں کی رائے کے موافق عمل کرے اور ۹۵۶ھ ہجری میں جلد سے جلد روانہ ہوا۔ بادشاہ راستہ ہی میں تھا کہ اسد خاں نے دنیا سے کوچ کیا ابراہیم اسی رات ننلگوان پہونچا اور اسد خاں کے وارثوں پر مہربانی اور نوازش کر کے لاری کے تمام مال اور اسباب پر خود قابض ہو گیا۔ نصرانیوں نے جب دیکھا کہ شاہزادہ عبداللہ کی جمعیت پریشان ہو گئی تو اسے بندر گووہ کو واپس لے گئے نظام شاہ اور قطب شاہی اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اسد خاں لاری عقل و فہم کی زیادتی اور تجربہ کاری میں بیحد مشہور تھا اور افسران ملک کو اپنے قابو میں رکھنے اور مہمات سلطنت کو اچھی طرح انجام دینے میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا بیجانگر اور دوسرے ممالک کے فرمانرواؤں نے اس سے دوستی اور نرمی کا طریقہ ملحوظ رکھا اور ہمیشہ اسے ہدیے اور خطوط روانہ کرتے رہے جاہ و حشم کے سامان اور روپیہ اور جواہرات اور نقدی دولت جس قدر اسد خاں کی سرکار میں جمع تھی اس کو عدد و شمار کے ذریعہ سے حساب میں لانا مشکل ہے سو من چاول پچاس بکرے اور ایک سو مرغ روزانہ اس کے باورچیخانہ میں کام میں آتے تھے اسد خاں لاری کی ایجاد قبا اور زریں خنجر اب تک دکن میں مشہور ہے۔ اسد خاں پہلا شخص ہے جس نے ہاتھی کی پیٹھ پر زین کسا اور لگام اس کے منہ میں دیکر

ہاتھی کو اپنا مطیع بنایا۔ لیکن چونکہ یہ سرکش حیوان سرکش ہی ہے اور لوہے کے دہانہ سے بخوبی
قابو میں نہیں آتا اس لئے یہ بیاہ مشہور رشتہ ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد منسوخ ہوگئی
مورخین لکھتے ہیں کہ ابراہیم عادل نے اپنی بیٹی مسماۃ مانی بی بی کو علی برید کے نکاح میں دیکر
برید کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ برہان نظام شاہ نے حسب زمانہ ایلچیوں کو بیش قیمت تحفے اور ہدیے
کے ساتھ رامراج کے پاس بھیجکر اسے اپنا دوست بنایا۔ رامراج نے بھی اس کے جواب میں
تحفے اور ہدیے نظام شاہ کے پاس بھیجکر اتحاد اور خلوص کا اظہار کیا۔ ابراہیم عادل نے یہ خبر
سنکر برہان نظام شاہ کے ایلچیوں سے جو بیجاپور میں تھے شکایت کی۔ یہ لوگ خوف زدہ ہوکر
بیجانگر بھاگ گئے اور انھوں نے رامراج سے کہا کہ چونکہ ابراہیم عادل نظام شاہ اور بیجانگر
کے غیر مطلب کے اتحاد کی وجہ سے ہمارے قتل کا ارادہ رکھتا تھا ہم نے بڑی کوشش اور بہت
سے اپنے کو اس شہر میں پہونچایا ہے۔ رامراج غیرت مند فرمانروا تھا اس خبر کو سنکر غصہ میں
آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام دیا کہ علی برید نے اپنے باپ کی عادت کے خلاف تمہاری
موافقت پر ابراہیم عادل کی دوستی کو ترجیح دی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اس کی تنبیہ کرنے
پر پوری طرح تیار ہوجاؤ اور کلیان کا قلعہ اپنے قبضہ میں لے آؤ۔ برہان نظام شاہ اسی تاک
میں بیٹھا ہوا تھا۔ رامراج کی رائے کے موافق کلیان کا قلعہ سر کرنے کے لئے اس نے فوج جمع
کی اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ کلیان پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ابراہیم عادل اہل قلعہ
کو مصیبت سے چھڑانے کے لئے بیجاپور سے روانہ ہوا اور برہان نظام شاہ کے لشکر سے دو کوس
کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ برہان نظام شاہ نے محاصرہ ترک کرکے لڑائی کی ابتدا نہ کی۔ ابراہیم عادل
نے اپنے لشکرگاہ کے گرد ایک دیوار کھینچی اور ترکی امیروں کو جو تاخت و تاراج کرنے میں تمام دنیا
میں مشہور ہیں برہان نظام شاہ کے لشکر پر مقرر کیا۔ نظام شاہی لشکر میں قحط اور وبا نمودار ہوئی
اور لوگ بیحد پریشان ہوگئے اکثر لوگوں کی یہ رائے ہوئی چونکہ گھوڑے بہت کمزور اور خراب
ہوگئے ہیں اور ان میں مقابلہ کرنے کی طاقت باقی نہیں ہے اس لئے بہتر ہے کہ احمد نگر واپس
ہوجانا چاہیئے لیکن جیسا کہ نظام شاہی واقعات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے عید الفطر کی
صبح کو عادل شاہی ملازم بہت سے حالوں کے ساتھ دشمن سے بالکل غافل عید کے سامان میں
مشغول تھے کہ دفعتہً سیف عین الملک وغیرہ امیروں نے خیمہ اور خرگاہ پر دھاوا کیا اور
قتل و غارتگری میں مشغول ہوگئے عادل شاہی سپاہی گھبرا گئے اور انھوں نے فرار اختیار کی

ابراہیم عادل عید کے غسل میں مشغول تھا بادشاہ کپڑے بھی اچھی طرح نہ پہن سکا اور سراپردہ کے باہر چلا
گیا برہان نظام شاہ نے اسی دن فوج آراستہ کرکے قلعہ کلیان کا رخ کیا اور قسم کھائی کہ اگر اہل قلعہ
اسی وقت حصار اسے سپرد نہ کردیں گے تو نظام شاہ قلعہ کے چھوٹے بڑے سب کو موت کے گھاٹ
اتار دے گا۔ اہل قلعہ ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے بیدل ہو رہے تھے انھوں نے امان
حاصل کرکے حصار برہان نظام شاہ کے سپرد کردیا اس طرح گویا برہان نظام کو ایک دن میں تین
عیدیں نصیب ہوئیں۔ ابراہیم عادل جو ہاتھی اور توپخانہ دشمن کو سپرد کرکے بھاگا تھا نظام شاہی
ملک میں داخل ہوا اور چار لاکھ ہون رعایا سے تحصیل کرکے اس نے ملک کو ویران اور تباہ کرنے
میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ابراہیم عادل بے خبری کے عالم میں پرندہ کے قلعہ پر پہونچا بادشاہ نے
قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا پایا اور بے دھڑک اندر داخل ہوگیا اور قلعہ کو خواجہ جہاں دکنی کے لوگوں
سے چھین کر اس نے اپنے قبضہ میں کیا۔ بادشاہ نے اس مضبوط قلعہ کو دکن کے ایک باشندے
کو جو بہادری میں مشہور و معروف تھا سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آیا۔ برہان نظام شاہ اور
خواجہ جہاں دکنی نے یہ خبر کلیان کے نواح میں سنی اور قلعہ کو واپس لینے کے لئے آگے بڑھے۔
جب یہ لوگ قلعہ سے بیس کوس کے فاصلہ پر پہونچے تو وہ دکنی بہادر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگا اور بیجاپور
تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ شاہ جمال الدین انجو نے جو برہان نظام کا ہمعصر ہے اس دکنی کے فرار
ہونے کا قصہ اس طرح مرقوم کیا ہے کہ برہان نظام شاہ کے روانہ ہونے کی خبر اس دکنی نے سنی
اور بیحد خوف اور خطرہ اس کے دل پر چھا گیا اور بھاگنے کی فکریں کرنے لگا۔ اس نے اپنے ارادے
سے کسی کو آگاہ نہیں کیا ایک دن اپنے محل میں سو رہا تھا کہ مکھی کی بھنبھناہٹ کو برہان نظام
کے فوجی باجوں کی آواز سمجھا اور بے تحاشا بھاگا اور حیرانی کے عالم میں دروازہ کو کھول کر بے سروپا
بھاگا۔ قلعہ کے رہنے والے بھی اس کو ایسا پریشان دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگنے لگے اور قلعہ
کو خالی چھوڑ دیا۔ ابراہیم عادل نے اس دکنی بہادر کی گردن ماری اور قلعہ کو واپس لینے کی فکریں
کرنے لگا۔ برہان نظام شاہ اس ارادہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اپنے ایک مقرب درباری
کو رام راج کے پاس بھیجا اور ابراہیم عادل کے ارادہ سے اطلاع پاکر بڑی گفتگو کے بعد یہ طے
کیا کہ حوالی رایچور میں ملاقات کرکے جو کارروائی مناسب وقت ہو اس پر عمل کیا جائے ۹۵۹ ہجری
میں رام راج ایک جرار لشکر کے ساتھ رایچور روانہ ہوا برہان نظام بھی اپنے حشم و لشکر کے
ساتھ ابراہیم عادل کے ملک سے گزر کر بیجانگر کے راجہ سے ملا اور یہ قرار پایا کہ رایچور اور مدگل پر

قبضہ کر کے شولاپور پر خود متصرف ہو جائے۔ دونوں فرمانرواؤں نے پہلے رائچور کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک مدت کے بعد اس کو امان سے فتح کر لیا۔ حصار مدگل کے رہنے والوں نے یہ خبر سنی اور قلعہ کی کنجی بھی رامراج کے پاس بھیجدی۔ رامراج نے قلعہ اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کیا اور اپنے بھائی کو ایک بہت بڑی فوج کے ہمراہ برہان نظام شاہ کے ہمراہ روانہ کیا تاکہ شولاپور کے قلعہ کو فتح کر کے برہان نظام کے سپرد کرے رامراج اپنے ملک کو واپس آیا اور برہان نظام شاہ بیجانگر کی فوج کی مدد سے منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا قلعہ تک پہونچا اور حصار کا اس نے محاصرہ کر لیا برہان نظام شاہ نے سنگین توپوں کی ضرب سے قلعہ کے برج و بارہ کو مسمار کر کے اسے سر کیا اور پھر نئے سرے سے حصار کی تعمیر کرا کے قلعہ اس نے اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود احمد نگر روانہ ہوا برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد ارکان دولت کی کوشش سے ابراہیم عادل اور حسین نظام شاہ میں رابطۂ دوستی پھر پیدا ہوا دونوں فرمانرواؤں نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور عہد و پیمان کر کے اپنے اپنے ملک کو واپس گئے لیکن بہت جلد یہ دوستی دشمنی سے بدل گئی اور خواجہ جہاں کی تحریک سے جو حسین نظام کے خوف سے بھاگ کر ابراہیم عادل کے دامن میں بیجاپور میں پناہ گزیں تھا شولاپور کے قلعہ کے سر کرنے کی فکر میں سرگرداں ہوا۔ ابراہیم عادل نے رامراج سے دوستی کی راہ و رسم بڑھائی اور برہان نظام کے سپہ سالار سیف عین الملک کو جو اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگا تھا اور برار میں برہان عماد شاہ کے پاس مقیم تھا حسن تدبیر اور دل خوش کن وعدوں سے اپنے پاس بلایا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کو اسد خاں لاری کی جگہ عنایت کی اور اسے سیف الدولۃ القاہرہ عضد السلطنت الباہرہ امیر الامرا سیف عین الملک کے خطاب سے سرفراز کیا اور اسے بان۔ انہیں تنکری اور رائے باغ جاگیر میں عنایت کیا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو زر نقد بھی عطا کیا اسی دوران میں ابراہیم عادل نے خواجہ جہاں دکنی کے مشورہ سے شاہزادہ علی بن برہان نظام شاہ کے سر پر جو ان دنوں ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزیں تھا چتر فرمانروائی رکھا اور یہ ارادہ کیا کہ پہلے علی بن برہان کو احمد نگر کے تخت حکومت پر بٹھائے اور اس کے بعد شولاپور کا قلعہ سر کرے۔ مختصر یہ کہ جنگجو سپاہ بیجاپور سے روانہ ہوئی اور شاہزادہ علی کو دو ہزار نظام شاہی سواروں کے ساتھ جو اس زمانہ میں حسین نظام کے پاس سے بھاگ کر بیجاپور میں مقیم تھے اپنے آگے سرحد کی طرف روانہ کیا ابراہیم عادل نے نظام شاہی امیروں اور ارکان دولت کے نام خطوط روانہ کئے اور ان سے

خوش آیند وعدے کرکے شرفا اور امیروں کو اس بات کی ترغیب دی کہ علی بن برہان کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں۔ ابراہیم عادل کے خطوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور کسی امیر نے شاہزادہ علی کی طرف توجہ نہ کی۔ حسین نظام شاہ نے یہ خبریں سنیں اور برہان عماد شاہ کے امدادی لشکر کے ساتھ ابراہیم عادل کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل نے اپنی عادت کے خلاف اس مرتبہ خزانہ کا دروازہ کھول دیا اور تقریباً چھ لاکھ ہون سپاہیوں کو تقسیم کرکے سیف عین الملک کے بھروسہ پر لڑائی کا بازار گرم کرنے پر بالکل تیار ہوگیا۔ ابراہیم عادل جلد سے جلد سرحد کی طرف روانہ ہوا طرفین نے شولاپور کے میدان کو جنگ گاہ قرار دیا عادل نے میمنہ پر عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو اور میسرہ پر پور خاں اور امام الملک کو مقرر کیا اور خود خاصہ خیل کا لشکر ہمراہ لے کر قلب لشکر میں قیام پذیر ہوا۔ ابراہیم عادل نے سیف عین الملک کو ہراول لشکر مقرر کیا۔ حسین نظام نے بھی جیسا کہ اس کے حال میں مرقوم ہوگا اپنے لشکر کو ترتیب دیا حسین نظام نے خان زمان بحری خاں اور اخلاص خاں کو عماد شاہی فوج کے ساتھ ہراول لشکر مقرر کیا اور آتشبازی کے [illegible] لشکر کے آگے نصب کئے سیف عین الملک اپنی جوانمردی کے اظہار کرنے اور خدمت کا مجرا پانے کے لئے جلد سے جلد دشمن کی جانب روانہ ہوا اور پہلے ہی حملے میں نظام شاہی توپخانہ پر قابض ہوگیا اور فوج کے ہراول کو جو لشکر کا بہترین آدمی تھا شکست دے کر قلب لشکر سے جا ملا۔ حسین نظام شاہ بحری جو خواجہ کے لشکر اور فیل مست نام ایک ہاتھی پر سوار ابراہیم عادل سے لڑنے کے لئے تیار تھا سیف عین الملک پر حملہ آور ہوا اس دھاوے سے بہت بڑا شدید اور خونریز معرکہ جو اس زمانہ میں کبھی نہ ہوا تھا واقع ہوا اور ایک گروہ کثیر طرفین سے مارا گیا قریب تھا کہ نظام شاہی فوج کا قلب لشکر ڈگمگا کر ادھر ادھر پریشان ہو جائے کہ دفعۃً بعض نظام شاہی امیروں یعنی رستم خاں دکنی جہانگیر خاں حبشی۔ اور غضنفر خاں شیرازی نے جو عادل شاہ کے میسرہ سے جنگ کرکے شکست کھا چکے تھے نظام شاہی علم کو اپنی جگہ پر دیکھ کر اپنے لشکر کے جمع کرنے میں مشغول ہوئے اور اپنے مالک کی مدد کو عین لڑائی کے وقت پہونچے سیف عین الملک نے جب دیکھا کہ دوسری نظام شاہی فوجیں بھی پہونچ گئیں اور ابراہیم عادل کی طرف سے کوئی تازہ مدد نہیں آئی تو مجبوراً اسکے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑنے لگے اور اپنی عادت کے موافق دشمن کا غلبہ دیکھکر پیادہ ہوگیا اور عین معرکہ جنگ میں کھڑا ہوگیا سیف عین الملک کا اس فعل سے مقصد یہ تھا کہ بہادر یہ جانیں کہ عین الملک کا یہ مقصد نہیں ہے کہ معرکہ جنگ سے

بھاگے ایسی حالت میں یا تو مر جانا چاہیئے اور یا فتح حاصل کرنی چاہیئے۔ عین الملک اس وقت
ہی گھوڑے سے اترا اور میدان جنگ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ناسمجھ آدمی نے ابراہیم عادل کو یہ خبر دی
کہ عین معرکۂ جنگ میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ سیف عین الملک گھوڑے سے
اترا اور اپنے بیاسے بالک حسین نظام شاہ کو سلام کر کے اس کے ہاتھ سے پان کا بیڑہ لیا اور
اس سے یہ عہد کیا ہے کہ تجھکو گرفتار کر کے حسین نظام شاہ کے سپرد کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ
نے تحمل سے کام نہ لیا اور بلا اس کے کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کرے پریشان ہو کر میدان جنگ سے
بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔ سیف عین الملک نے جو اکیلا خاصہ کے لشکر کے ہمراہ نظام شاہی فوج
سے مقابلہ کر رہا تھا اور قریب تھا کہ دشمن کو پسپا کرے ابراہیم عادل کے فرار ہونے کی خبر سنی
اور اس نے بھی میدان نبرد سے منہ موڑا۔ عین الملک نے اپنے بھانجے صلابت خاں کو جو ایک
کاری زخم کھا کر گھوڑے سے گر چکا تھا ایک روئی کے ٹکڑے میں لپیٹا اور ابراہیم عادل کے
پیچھے خود بھی روانہ ہو گیا۔ سیف عین الملک کا مقصود یہ تھا کہ ابراہیم عادل کو بھاگنے سے منع کرے
اور دشمن کو پامال کرنے کی کوشش کرے۔ ابراہیم عادل کی نگاہ عین الملک کے جھنڈے پر
پڑی اور یہ سمجھا کہ عین الملک اسے گرفتار کرنے کے لیے آتا ہے۔ ابراہیم عادل اور تیزی سے
راستہ طے کرنے لگا اور بیجاپور تک کہیں اس نے دم نہ لیا۔ عین الملک بھی ابراہیم عادل
کے عقب میں شہر کے حوالی میں پہونچا اور اپنے ایک معتبر امیر کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور اس سے
عرض کیا کہ سارا مال و اسباب کھو کر صرف گھوڑے اور ہتھیار کو لیکر خدمت میں حاضر ہوا ہوں میرے
پاس خیمہ اور خوابگاہ بھی نہیں ہے کہ اس میں بسر کروں اگر کچھ نقدی دولت خزانہ سے ملجائے
تو اپنا سامان کچھ درست کر کے خدمت میں حاضر رہوں عدالت پناہ سے دور رہنا نہیں چاہتا
ابراہیم عادل اپنی شکست کا سبب عین الملک کے بدبختی اور سخن سازی اور افسری کو سمجھتا تھا اس کو
اپنے پاس آنے سے منع کیا اور جواب کہلا بھیجا کہ مجھکو تمہارا جیسا غراب نوکر درکار نہیں ہے
تمہارا جہاں جی چاہے جاؤ۔ سیف عین الملک نے سوا جان نثاری کے اور کوئی قصور نہ کیا تھا
اس پیغام سے حیرت زدہ ہوا اور عرض کیا میں نے خلوص اور جان نثاری کر کے تابعداری
پر کمر باندھی اور قریب چھ سو اپنے عزیزوں کے آپ پر قربان کئے اور اپنا سارا مال و اسباب
ہاتھ سے کھو یا۔ اب میرا منشا ایسا نہیں ہے کہ کسی دوسری جگہ جاؤں عدالت پناہ چاہیں یا نہ
چاہیں میں تو آپ ہی کا نوکر اور آپ ہی کا غلام ہوں اور کہیں دوسری جگہ نہ جاؤں گا۔

یہ پیغام اگرچہ خلوص پر مبنی تھا لیکن ابراہیم عادل اس جواب کو بھی سرکشی سمجھا اور پیغام پہنچانے والے کو طمانچہ مار کر باہر کر دیا۔ عین الملک نے مایوس ہو کر صاحبانِ فہم و فراست سے مشورہ کیا۔ میر نقی خاں الجو، مرزا بیگ سیستانی، عالم خاں اور فتح اللہ خاں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اب اس بادشاہ کے حضور میں دوبارہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں رہا۔ مناسب وقت یہ ہے کہ ولایت مان میں جا کر خریف کا محصول ہم وصول کریں اور اس سے اپنا سامان درست کریں جب لشکر عادل شاہی ہماری تنبیہ کے لئے نامزد ہو تو جس طرف مناسب ہو ہم کوچ کریں۔ سیف عین الملک نے ہم نشینوں کی رائے کو پسند کیا اور نواحِ بیجاپور سے کوچ کیا۔ ابراہیم عادل کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے اپنے ایک امیر کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اس کی تنبیہ اور سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ عادل شاہی امیر نہر مان کے کنارے پہنچا۔ صلابت خاں نے بلا اجازت عین الملک کے آگے بڑھ کر شاہی فوج سے مقابلہ کیا۔ صلابت خاں نے عادل شاہی فوج کو برے حالوں پیچھے بھگایا اور بادشاہی ہاتھیوں اور گھوڑوں پر قابض ہو گیا۔ سیف عین الملک کو اور زیادہ جرأت ہوئی اور وہ [illegible] کے علاوہ بیجاپور کے جو اصل رعیتی [illegible] قبضہ کر بیٹھا۔ عین الملک اپنے پرگنوں کے علاوہ مرچ و کلہر وغیرہ شہروں پر بھی قابض ہوا۔ ابراہیم عادل نے عین الملک کی تنبیہ کے لئے دوبارہ ایک لشکر دس ہزار سواروں اور پیادوں کا مرتب کیا۔ بادشاہ نے یہ فوج دلاور خاں حبشی کی ماتحتی میں جو آخر میں وکیل السلطنت مقرر کیا گیا تھا، بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کی۔ اس مرتبہ سیف عین الملک اور صلابت خاں نے فوجوں کو آراستہ کر کے حوالی حسن آباد گلبرگہ میں لڑائی کا بازار گرم کیا اور غنیم کو شکست ہوئی۔ ان لوگوں نے دلاور خاں حبشی کا جس کے سر اور منہ پر کاری زخم لگے ہوئے تھے چار کوس تک تعاقب کیا اور بہت سے عادل شاہی آدمیوں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ اس قدر ہاتھی گھوڑے اور مال و اسباب ان لوگوں کے ہاتھ آیا کہ اپنی شکست اور اپنے افلاس کا بہت اچھا معاوضہ کر کے پھر نئے سرے سے قوی اور مضبوط ہو گئے۔ تازہ لشکر اور خیل و حشم کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ عین الملک وغیرہ نے پانچ ہزار عمدہ سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ اور ہاتھی اور توپخانہ حاصل کر لیا۔ ابراہیم عادل نے تیسری دفعہ پچیس ہزار سوار مرتب کئے اور بہت سے ہاتھی اور توپخانہ ہمراہ لیکر عین الملک کی سرکوبی کے لئے خود روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل ولایت مان کی نہر کے پاس پہونچا اور اسے معلوم ہوا کہ سیف عین الملک

اپنے سپاہیوں کو جمع کیے ہوئے قصبہ مان میں مقیم ہے اور کہیں بھاگا نہیں ہے۔ ابراہیم عادل
نے چند روز نہر کے کنارہ قیام کیا سیف عین الملک جو اپنے لشکر کو جمع کر کے بھاگنے پر مستعد ہوا تھا
بادشاہ نے اس قیام اور تاخیر سے اپنے کو کچھ سمجھا عین الملک نے اپنا ارادہ ترک کیا اور
لڑنے کے لیے تیار ہوا اور تین روز برابر اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے لڑائی کا غوغا بلند کرتا تھا
اور ابراہیم عادل کی لشکر گاہ کی طرف جاتا اور بلا جنگ کیے ہوئے واپس آتا تھا۔ اسی وجہ سے
عادل شاہی فوج کے امیر و شریف تین روز کامل ہتھیار بند صبح سے شام تک گھوڑے کی پیٹھ
پر سوار کھڑے رہتے اور رات کو تھکے ماندے اپنے خیموں کی طرف واپس جاتے تھے چوتھے روز بھی
عادت کے موافق عین الملک نے اپنی فوج آراستہ کی اور عادل شاہی لشکر کی طرف متوجہ ہوا
بیجاپوری سپاہی سمجھے کہ آج بھی غنیم کو معمولی گردش کے سوا اور کچھ منظور نہیں ہے۔ ہر چند قراول
کہتے تھے کہ دیکھو سیف عین الملک قریب آگیا لیکن کوئی سوار نہیں ہوتا تھا اور اپنے جسم پر
ہتھیار نہیں سجتا تھا یہاں تک کہ سیف عین الملک کے لشکر کے آثار اور علامتیں ظاہر ہوئیں
ابراہیم عادل مجبور ہوا بلا اس کے کہ ہوشیاری اور احتیاط برتے اور فوجوں کی ترتیب ہو دشمن کی
جانب بڑھا۔ سیف عین الملک مقابلہ اور لڑائی سے ڈرا اور اپنے ہم نشینوں سے اس لیے
مشورہ کیا حاشیہ نشینوں نے جواب دیا کہ جس فوج کے ساتھ چتر بادشاہی ہو اس سے نہ لڑنا
چاہیے۔ مرتضی خاں انجو نے جو نہایت معتمد سید تھا اور جس سے عین الملک مریدانہ سلوک
کرتا تھا کہا کہ چتر جنگ نہیں کرتا اس کا ادب ملحوظ رکھنا بے معنی ہے عین الملک کے سپاہیوں
نے اس کو نیک فال سمجھا اور قتال و جدال کے لیے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ پانچ ہزار سوار
ایک جگہ جمع ہوئے اور انھوں نے عادل شاہی میمنہ اور میسرہ پر نظر ڈالی اور جس جگہ کہ چتر
نمودار تھا وہیں حملہ آور ہوئے مولف کتاب نے مرزا بیگ سپاہی سے جو اس معرکہ میں شریک
تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہی جو اس کے ساتھ تھے
انھوں نے یکبارگی ابراہیم عادل کی فوج خاصہ پر دھاوا کیا بیان کیا جاتا ہے کہ سپاہی اس حملہ کی تاب
نہ لائے اور بے اختیار ہو کر بھاگے۔ ابراہیم عادل بیجاپور پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا عادل شاہی چتر
اور ہاتھی اور توپخانہ اور تمام اثاثہ شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا۔ عادل شاہی حکومت میں خلل
پیدا ہو گیا اور عین الملک نے تورده میں جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام
کیا اور ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قابض ہو گیا عین الملک کے سپاہی روزانہ بیرون

شہر میں لوٹ مار کیا کرتے اور طرح طرح کی تکلیف پہونچاتے یہ لوگ غلہ اور چارہ کو شہر میں نہ جانے دیتے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے مجبوراً رامراج کا سہارا ڈھونڈا تاکہ دشمن کی شر سے اپنے آپ کو بچائے۔ ابراہیم عادل نے سات لاکھ ہون رامراج کے پاس بھیجے۔ رامراج نے اپنے بھائی تمکنا دری کو ایک جرار انبوہ فوج کے ساتھ دشمن کے دفع کرنے کیلئے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید کی اور چاہا کہ بیجانگر کے لشکر پر شبخون مارے۔ تمکنا دری کو اس ارادے سے اطلاع ہوگئی اور اس نے لشکر کے چھوٹے بڑے سب کو حکم دیا کہ ہوشیاری کے ساتھ اوقات بسر کریں۔ تمکنا دری نے حکم دیا کہ ہر سپاہی ڈھائی گز لانبی لکڑی پر ایک کپڑا لپیٹے اور اس کو تیل سے تر کرے جس وقت کہ شور بلند ہو تو تمام مشعلیں روشن کردی جائیں۔ سیف عین الملک اس تدبیر سے بالکل غافل تھا۔ اس نے دو ہزار منتخب سپاہی اپنے لشکر سے چنے اور صلابت خاں کے ساتھ شبخون مارنے پر مستعد ہوا۔ بیجانگر کا لشکر بیجاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور عین الملک نے شبخون مارا لیکن جب رفتہ رفتہ لشکر کے درمیان پہونچا تو خاص وعام سبھوں نے اسی طریقہ پر چراغ روشن کردے اور رات روز روشن کی طرح منور ہوگئی۔ بیجانگر کے پیادے ہر طرف سے ہجوم کرکے دشمن پر حملہ آور ہوئے اور پتھر و لکڑی تیر و تفنگ کی ضرب سے دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے ہزار سپاہی خاک و خون میں ملادئے سیف عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے اس طوفان سے نکلے اور بے اختیار نہ بھاگے اور پریشانی کے عالم میں اپنے لشکرگاہ کا راستہ بھول گئے اور دوسری طرف جانکلے۔ اس رات ہر سپاہی کسی نہ کسی طرف چلا گیا۔ اور دو سو آدمیوں سے زیادہ کوئی نہیں رہا جب تین پہر رات گزری اور عین الملک کا پتہ نہ چلا تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی لشکر کے چھوٹے بڑے رنجیدہ ہوئے اور جس کا جدھر سینگ سمایا اسی طرف چلا گیا۔ سیف عین الملک صبح ہونے کے وقت وہاں پہونچا اور اپنے لشکر کا نام ونشان تک نہ پایا۔ عین الملک اپنے دو سو ساتھیوں کے ساتھ فراری ہوا اور وہاں کے راستہ سے نظام شاہی ملک کو روانہ ہوگیا۔ عین الملک کا حال نظام شاہی واقعات میں بیان کیا جائے گا۔ ابراہیم عادل اسی زمانہ میں مختلف امراض کا شکار ہوا اور ناسور و بواسیر انتڑیوں کی خرابی اور دوران سر وغیرہ بیماریوں نے اسے گھیرا۔ بادشاہ نے اپنے قابل اور بھروسے کے طبیبوں کو جن کے علاج سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوا تلوار کے گھاٹ

اتار دیا نوبت یہاں تک پہونچی کہ بیجاپور کے تمام حکیم جلا وطن ہو گئے اور دوا بیچنے والوں
نے اپنا پیشہ ترک کر کے دوکانیں بند کر دیں۔ بادشاہ کی بیماری نے دو سال طول کھینچا یہاں
تک کہ سنہ ۹۵۶ ہجری میں ابراہیم عادل نے اس جہان سے انتقال کیا اور قصبہ کوکی احاطہ
شیخ حبیب حیدری پہلوی میں اپنے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا ابراہیم عادل نے
دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں میں ایک شاہزادہ علی جو ولی عہد ہوا اور دوسرا
شاہزادہ طہماسپ جس کا فرزند ابراہیم عادل شاہ ثانی ہے بیٹیوں میں ایک بیٹی مسماۃ
بانی بی بی علی برید کی زوجہ تھی اور دوسری یعنی ہادیہ سلطان مرتضیٰ نظام شاہ کے حبالۂ عقد
میں آئی۔ ابراہیم عادل نے کچھ اوپر چوبیس سال حکومت کی۔

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

مورخین لکھتے ہیں کہ عادل شاہ بچپن ہی سے ذہن کا تیز تھا اور اسکی
طبیعت میں شوخی اور فہم و فراست میں جودت تھی۔
علی عادل شاہ سن تمیز کو پہونچا اور ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل
نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے ابراہیم کو یہ توفیق عطا کی
کہ اس نے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے مذہب حق حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا
اختیار کیا اور مشرب امامیہ کے تمام رسوم کو ایسا مٹایا کہ ان کا نام و نشان بھی اب ملک
میں نہیں ہے۔ علی عادل شاہ اس مجلس میں موجود تھا اپنی طبیعت کی شوخی سے ضبط نہ کر سکا
اور اس نے باپ کو جواب دیا کہ اگر آبا و اجداد کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے تو تمام بیٹوں کو
چاہیئے کہ ایسا ہی کریں عادل شاہ کو شاہزادہ علی پر غصہ آیا اور پوچھا کہ تمھارا کیا مذہب ہے
علی نے جواب دیا کہ اس وقت تک تو میرا اور بادشاہ کا مذہب ایک ہی ہے اس کے بعد خدا
جانے کیا پیش آئے۔ ابراہیم عادل شاہ اس سوال و جواب سے سمجھا کہ علی عادل شاہ
شیعہ ہے۔ ابراہیم عادل نے شاہزادہ علی کے مذہبی اعتقاد کو اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ
شیرازی کی تعلیم کا اثر سمجھا اور علمائے ہند کے فتوی کے مطابق خواجہ شیرازی کو قتل کرایا
ملا فتح اللہ شیرازی المعروف بنجار علی عادل شاہ کے جوان ہونے پر اس کا استاد تھا اتفاق
سے شیرازی شیعہ مذہب رکھتا تھا لیکن زمانہ کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے اپنے کو حنفی المذہب
بنا لیا۔ یہی وجہ تھی کہ علی عادل خواجہ شیرازی کو بیحد عزیز اور معزز سمجھتا تھا اور اس کی بیحد
تعظیم و تکریم کرتا تھا اتفاق سے اسی زمانہ میں ابراہیم عادل کے حاشیہ نشینوں کے ایک

گروہ نے پوشیدہ طور پر سازش کی اور یہ طے کیا کہ چاشنی گیر کے ذریعہ سے ابراہیم عادل کو زہر پلادیں اور اس کی جگہ ابراہیم کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو تخت حکومت پر بٹھائیں اور بارہ امام کے نام کا خطبہ جاری کریں۔ چاشنی گیر پکا سنی تھا وہ اس سازش میں شریک نہ ہوا۔
ابراہیم عادل کو اس ارادے کی اطلاع ہوگئی اور اسے معلوم ہوگیا کہ ابتدائی خوان سالار بھی اس سازش میں شریک تھا بادشاہ نے سبھوں کو مناسب سزا دی۔ ابراہیم عادل یہ جانتا تھا کہ اس کا بھائی بے گناہ ہے لیکن بادشاہ شاہزادہ عبداللہ کی طرف سے ایسا بدگمان ہوا کہ جس وقت ابراہیم عادل قلعہ پنالہ کی سیر و تفریح میں مشغول تھا شاہزادہ عبداللہ ایک بڑی رقم ساتھ لیکر بندر گوہ کی طرف بھاگ گیا۔ علی عادل شاہ کی جوانی کا آغاز تھا ابراہیم عادل کو اس کی طرف سے ایسا وہم پیدا ہوا کہ ابراہیم نے شاہزادہ کو مع اس کے استاد کے مرچ کے قلعہ میں بھیجدیا۔ بادشاہ نے حصار کے قلعدار سکندر خاں کو لکھا کہ شاہزادہ کی حفاظت میں کوشش کرے اور اسے شیعوں سے میل جول نہ پیدا کرنے دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی جو اسمٰعیل عادل شاہ کا پرورش کیا ہوا تھا شیعہ تھے ان دونوں نے دل و جان سے کوشش کی اور علی عادل کی خدمت کرنے پر کمر ہمت باندھ کر اس کو راضی کرنے پر جان و دل سے کوشش کرنے لگے۔ عادل شاہ بستر مرض پر لیٹا اور دور و نزدیک سبھوں کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ مرض الموت میں گرفتار ہے۔ علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کی طرح نماز کی اذان دیتا تھا۔ شاہزادۂ علی کبھی کبھی کامل خاں کو اس خدمت پر مقرر کرتا تھا کہ اسی طرح نماز کی اذان دے ابراہیم عادل نے بیماری کے زمانہ میں تمام واقعات سنے اور چاہا کہ اپنے چھوٹے بیٹے شاہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین کرے۔ ابراہیم عادل کو معلوم ہوگیا کہ شاہزادہ طہماسپ بھی اپنے بھائی کی طرح شیعہ مذہب پر مائل ہے بادشاہ بیحد رنجیدہ ہوا اور کہا کہ میں دیدہ و دانستہ مخلوق خدا کی باگ ایک شیعہ کے ہاتھ میں کیونکر دوں ابراہیم عادل نے شاہزادہ طہماسپ کو بھی نلگوان کے قلعہ میں قید کردیا اور مہمات شاہی کو خدا پر چھوڑ دیا۔ سمجھدار ارکان دولت ابراہیم عادل کی زندگی سے مایوس ہوئے اور محمد کشور خاں جو بعض پرگنوں کا مال تحصیل کرتا تھا کثیر رقم اپنے ساتھ لیکر علی عادل شاہ کی خدمت میں جلد پہونچ گیا۔ محمد کشور خاں نے سکندر خاں کو لکھا کہ ابراہیم عادل کی زندگی کا آج ہی کل میں خاتمہ ہونے والا ہے اس بات کا قوی شبہہ ہے کہ گھر کے کچھ ملازم اور

حصار نلگوان کے اطراف و جوانب کے جاگیردار شاہزادہ طہماسپ کے گرد جمع ہوکر فساد نہ برپا
کریں مناسب یہ ہے کہ علی عادل شاہ کے سر پر چتر بادشاہی سایہ فگن کرکے اسے قلعہ سے روانہ
کرو تاکہ قصبہ مرج میں قیام کرے اور لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں اور جب ابراہیم عادل دنیا
سے رخصت ہو تو شاہزادہ بادشاہی جاہ و حشم کے ساتھ دار الخلافت کا رخ کرے سکندر خاں کو
کشور خاں کی رائے بیحد پسند آئی اور چتر و آفتاب گیر اور دوسرے لوازم شاہی کو درست
کرکے کامل خاں دکنی اپنے داماد کو شاہزادہ علی کے ساتھ کرکے قلعہ سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں
بلا تامل علی عادل کی خدمت میں پہونچا اور اس نے روپیہ شاہزادہ کے سپرد کیا اور سپہ سالاری
کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ کشور خاں ہوشیاری کے ساتھ لوگوں کو علی عادل کی طرف بلانے
لگا۔ کامل خاں دکنی کو امیر الامرا کا عہدہ عنایت ہوا۔ یہ خبر اطراف و جوانب میں پھیلی اور اطراف
و نواح سے جلد بیجاپور کے لشکر علی عادل کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ دار الخلافت سے
بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے لاکھوں سپاہی جلد اس کی خدمت میں پہونچ گئے۔ اسی درمیان
میں ابراہیم عادل نے انتقال کیا اور علی عادل جلد سے جلد بیجاپور پہونچا۔ شہر کے شریف
اور ارکان دولت علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ پر صدقے اتارے گئے
علی عادل نے محمد کشور خاں کے باغ میں جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے تخت
سلطنت پر جلوس کیا۔ اہالیان شہر اور سادات اور قاضیوں نے بادشاہ کے حضور میں حاضر
ہوکر مبارکباد دی علی عادل نے اسی ساعت جو نجومیوں نے مقرر کی تھی بیجاپور میں داخل ہوکر
تخت حکومت پر قدم رکھا۔ علی عادل نے شہر کے باہر جس جگہ کہ پہلے جلوس کیا تھا ایک قصبہ
آباد کیا اور اسے شاہ پور کے نام سے موسوم کیا۔ علی عادل نے بھی اپنے اجداد یعنی یوسف
و اسمٰعیل کی پیروی کی اور جلوس کے دن دوازدہ امام کے نام کا خطبہ پڑھا اور مسجدوں اور
مسجدوں میں لفظ علی ولی اللہ اذان میں اضافہ کیا۔ علی عادل نے ایرانیوں کو وظیفے دئے
اور ان کو حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بار عام کے وقت بلا کسی اندیشہ کے اپنا کام
کریں علی عادل نے سیدوں عالموں اور فاضلوں کو مقرر کیا اور ان کے منصب مقرر کئے اور
اپنی پوری ہمت اس بات میں صرف کی کہ عمدہ اور تجربہ کار لوگوں کو اپنی بارگاہ میں جمع کرے
تھوڑے ہی زمانہ میں ایران توران اور دوسرے ممالک سے بہترین لوگ آکر بیجاپور میں
جمع ہوئے اور شہر ایک جنت بن گیا۔ علی عادل نے جو خزانہ اسے میراث میں ملا تھا اور

جو ڈیڑھ کروڑ ہون تھا تھوڑے ہی زمانہ میں لوگوں کو تقسیم کر دیا غریب و امیر شہری اور دیہاتی
چھوٹے بڑے غرض کہ ہر شخص اس کے خوان سے فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ سارے شہر کی
آرزو اس سخی فرمانروا کی بخششوں سے پوری ہوئی کسی شخص کو ضرورت باقی نہ رہی تکلیف اور
ظلم کی بنیاد ٹوٹی اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا علی عادل نے ایسا رعایا کے دل کو اپنے
ہاتھ میں لے لیا کہ ممالک کے حاصل بہت زیادہ ہوگئے علی عادل [illegible] لڑائی کو بدترین صفات
سمجھکر دکن کے بادشاہوں اور رعایا سے عمدہ برتاؤ کیا اور اپنی تدبیروں سے رائچور۔ مدگل۔
ورنگل۔ کلیانی۔ شولاپور۔ ادونی۔ دھارور اور چندرکونی کے قلعہ مع دیگر پرگنوں کے جو کسی
زمانے میں بھی پیشتر کسی بادشاہ اسلام سے فتح نہ ہوئے تھے بلا کسی رنج و مشقت کے محض حسن
سیاست سے اپنے قبضہ میں کیئے اور ملک کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہوا۔ علی عادل نے کافیہ
اور متوسط اور چند کتابیں علم کلام۔ منطق اور حکمت میں استاد سے پڑھیں اور اکثر علوم کے
مسائل سے کافی مہارت حاصل کی۔ علی عادل خط نسخ و ثلث و رقاع بہت اچھی طرح لکھتا
تھا اور اپنے لکھے ہوئے نوشتوں کے نیچے اپنا نام اس طرح لکھتا تھا کہ کتبہ علی صوفی قلندر
یہ بادشاہ درویش صفت صاحب ذوق اور صوفی منش خوش اور صاف نظر تھا۔ بادشاہ کو
عشق کا بھی ذوق تھا۔ علی عادل اہل علم سے صحبت رکھتا تھا اور اس کی مجلس ہمیشہ زہرہ جبین
حسینوں اور آئینہ رخسار معشوقوں سے معمور رہتی تھی بادشاہ کبھی کبھی یہ شعر پڑھتا
تھا۔ ما ہمہ دہمیں زمزمہ عشق فغانی ہیٔ پیداست کہ دیگر بچہ خورسند تو آں بود
علی عادل جلوس کے پہلے ہی سال چاہتا تھا کہ شولاپور اور کلیان کے قلعہ نظام شاہی عاملوں
کے ہاتھ سے آزاد کرائے بادشاہ نے محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو ایلچی بناکر
رامراج کے پاس بھیجا اور یگانگی اور محبت پیدا کی۔ محمد حسین صدیقی اصفہانی کو احمد نگر
روانہ کرکے اتحاد اور اتفاق کی کوشش کی۔ رامراج نے بھی دوستی کو مدنظر رکھکر ایلچیوں
کی تعظیم کی اور اپنے ایک حاشیہ نشین کو تہنیت اور مبارکباد جلوس کے لئے ایلچیوں
کے ہمراہ علی عادل کی خدمت میں روانہ کیا حسین نظام شاہ نے ایلچیوں پر نہ عنایت اور
مہربانی کی اور نہ کسی کو مبارکباد کے لئے بھیجا بلکہ رامراج سے اتحاد پیدا ہونے کی خبر سنکر
اور مقصد سمجھکر رنجش اور کدورت کا اظہار کیا علی عادل شاہ نے پوری ہمت اس بات
میں صرف کی کہ جو خرابی اس کے باپ کے وقت میں پیدا ہوگئی تھی اس کا پورا تدارک

کرے۔ بادشاہ نے رام راج سے رابطۂ اتحاد بڑھانے میں اور زیادہ مبالغہ کیا۔ علی عادل نے
اس اتحاد کو یہاں تک ترقی دی کہ جب اسی زمانہ میں رامراج کا ایک بیٹا جو باپ کو بیحد محبوب تھا
فوت ہوا تو علی عادل نے محمد کشور خاں کی رائے اور راہنمائی سے جرأت اور دلیری سے کام لیا اور
سو سواروں کے ساتھ جنمیں محمد کشور خاں تھا بیجانگر روانہ ہوا اور دفعۃً رامراج کی مجلس میں
حاضر ہوا اور تعزیت کر کے رامراج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور جو خلعت اپنے ہمراہ لیگیا
تھا وہ اسے پہنا دیا۔ رامراج کی زوجہ نے جو اجیرائے کی نسل سے تھی علی عادل سے پردہ نہیں
کیا بلکہ اپنے منہ سے علی عادل کو منہ بولا بیٹا کہا۔ رامراج نے تین دن علی عادل کی مہمانداری کی
اور مدد اور اعانت کا وعدہ کیا رخصت ہونے کے وقت رام راج نے بادشاہ کے ساتھ چند قدم چلنے
کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کو اس خدمت پر مقرر کیا علی عادل شاہ
کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے اس
وقت چپ ہو رہا اور وقت اور موقع کا منتظر رہا۔ یہاں تک کہ سنہ ۹۷۲ ہجری میں بادشاہ نے
اپنا کام پورا کیا۔ علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ دنیا
جانتی ہے کہ کلیان اور شولاپور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چونکہ اتفاق
سے ابراہیم عادل کے وقت سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی تھی اس لئے یہ دونوں قلعے نظام شاہی
تصرف میں آ گئے تھے اگر آپ کو منظور ہے کہ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی
اور اتحاد برقرار رہے تو کلیان اور شولاپور کے قلعے ہمیں واپس کر دیں اور اگر دونوں قلعوں کا واپس
کرنا دشوار ہو تو صرف کلیان کا قلعہ واپس کر کے میرے جیسے دوست کو ہمیشہ کے لئے ممنون
احسان بنائیں۔ شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کی مجلس کا مصاحب تھا ہر چند چاہا کہ کلیان
کا قلعہ ابراہیم عادل کو واپس کر دیا جائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز فتنہ و فساد کی آگ اور
بھڑکتی گئی نوبت یہاں تک پہونچی کہ علی عادل نے سید علی نامی ایک قاصد کو دوبارہ حسین نظام شاہ
کی خدمت میں احمد نگر بھیجا اور ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ایسے ضروری کاموں میں لڑائی اور
غفلت سے کام لینا عقلمندوں کا شیوہ نہیں ہے اگر انجام کار پر نظر کر کے دونوں قلعے میرے
سپرد کر دیئے جائیں تو البتہ دوستی اور اتحاد کی بنا مضبوط رہے گی ورنہ یقین جانئے کہ میرے
سواروں اور پیادوں کی تگ و دو سے آپ کی رعیت اور آپ کے ملک کا برا حال
ہو گا اور بہت بڑا فتنہ و فساد ملک میں برپا ہو جائے گا

حسین نظام شاہ بحری اس پیغام سے بہت غصہ ہوا اور ایسے سخت کلمات زبان سے نکالے کہ ان کا ذکر زبان پر لانا ناگوار ہے۔ علی عادل شاہ بھی برگشتہ ہوگیا۔ بادشاہ نے اپنے جھنڈے کو جس کا زرد رنگ تھا بدل دیا اور بجائے اس کے نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ کا علم اختیار کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر تم سے ہوسکے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو حقیقت یہ ہے کہ ملک دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک کا نشان اور علم دوسرا نہیں اختیار کر سکتا جو شخص کہ یہ سر پیکار ہو کر لڑائی کا حیلہ ڈھونڈھتا ہے وہ ایسا کرتا ہے تاکہ نزاع کی آگ روشن ہو اور معرکہ قتال گرم ہو۔ حسین نظام شاہ سبز جھنڈے کی وجہ سے جو نظام شاہیوں کے ساتھ مخصوص تھا پریشان ہوا اور لشکر جمع کرنے کی فکر کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے بھی ۹۶۶ھ ہجری میں رامراج کو مدد کے لئے بلایا اور اس کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوا۔ پرندہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک معموری کا اثر نہ باقی رہا۔ بیجانگر کے غیر مسلموں نے جو سالہا سال سے اسی امر کے خواہاں تھے جی کھول کر دست درازی کی اور اس شہر کے رہنے والوں کی عیش و عشرت کو خاک میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدیں اور قرآن جلا دئے۔ حسین نظام شاہ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر برادر شاہ طاہر شاہ حسین انجو اور دوسرے ارکان دولت کے مشورہ سے کلیانی کا قلعہ علی عادل شاہ کے سپرد کر دیا اور اس سال لڑائی کو گویا ملتوی کر دیا علی عادل شاہ اور رامراج اپنے اپنے ملک کو واپس گئے۔

حسین نظام شاہ بحری نے مجلس عروسی آراستہ کرکے بی بی جمال کا عقد قطب الملک کے ساتھ کر دیا۔ علی عادل نے مجبوراً محمد کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی کو بیجانگر بھیجا اور رامراج سے مدد طلب کی۔ رام راج بلا کسی تاخیر اور عذر کے پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ رامراج اور علی عادل دونوں ساتھ ملکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ دونوں فرمانروا قلعہ کلیانی کے نواح میں پہونچے اور قطب شاہ نے خوش طبع آدمیوں کا پسندیدہ شیوہ ترک نہیں کیا اور پوری مردانگی سے کام لیا کہ باوجود عہد و پیمان کے آدھی رات کو کوچ کرکے رامراج اور علی عادل سے آکر مل گیا حسین نظام شاہ بحری ہیچ کو بیدار ہوا اور قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پایا۔ حسین نظام شاہ نے اب زیادہ قیام میں اپنی خیر نہ دیکھی اور جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے حسین نظام کا تعاقب کیا اور ملک کو تاراج کرتا ہوا احوالی احمد نگر تک پہونچ گیا حسین نظام شاہ نے قلعہ اور دار الخلافت کو

ذخیرہ اور غلہ اور تجربہ کار آدمیوں سے مضبوط اور مستحکم کیا اور جنیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ علی عادل وغیرہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور بہت سے امیروں کو اطراف شہر میں بھیجکر گاؤں اور دیہات میں آبادی اور سرسبزی کا نام و نشان تک نہ باقی رکھا۔ بیجانگر کے غیر مسلموں نے عمارتوں کے ڈھانے اور جلانے میں کوتاہی نہیں کی اور طرح طرح کے فساد ملک میں برپا کیے ہندو مسجدوں میں گھس گئے اور گھوڑوں کو مسجدوں میں باندھ کر چھتیں اور جو چیزیں لکڑی کی تھیں ان کو خوب جلایا۔ اسی دوران میں بارش ہوئی اور کیچڑ و دلدل کی وجہ سے غلہ کے پہونچنے میں کمی ہوئی اور لشکر میں معاش کی تنگی پیدا ہوئی۔ قطب شاہ پوشیدہ طور پر حسین نظام شاہ کی رعایت کرتا اور غلہ اور تمام قلعہ داری کے ضروری سامان اہل قلعہ کو پہنچاتا تا در حصار کے باشندوں کی تکلیف ملنہ ہونے دیتا تھا علی عادل شاہ نے ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اور مضبوط دلیلوں اور براہین سے احمد نگر اور حوالی قلعہ شولاپور کے محاصروں کی خرابی راماراج کے ذہن نشین کر دی اور جس طرح بھی ممکن ہوا اس جگہ سے راماراج کے ساتھ کوچ کر گیا۔ علی عادل اور راماراج نے پانچ یا چھ منزلیں طے کی تھی کہ محمد کشور خاں نے بیجانگر کے ہندوؤں کا تغلب دیکھکر علی عادل سے کہا کہ اس وقت قلعہ شولاپور کے محاصرہ کرنے کا وقت نہیں ہے اس لئے کہ اگر قلعہ فتح ہو جائے گا تو یقینی راماراج حصار پر قبضہ کرنے کی طمع کرے گا اور تمھیں اس میں کچھ دخل نہ ہوگا بلکہ اس کا لالچ دوسرے ممالک کی طرف بھی بڑھے گا اور بہت بڑا فساد پیدا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اس ارادے کو ترک کریں اور اس کی مدد سے نلدرک میں الگ قلعہ بجد استحکام کے ساتھ تیار کریں اور اس جدید حصار کی مدد سے رفتہ رفتہ شولاپور کا قلعہ سر کر لیں۔ علی عادل نے اس رائے کو پسند کیا اور جس طرح بھی ممکن ہوا راماراج کو نلدرک کی طرف لے گیا اور جس جگہ کہ قدیم زمانہ میں نل بادشاہ ہندو کے بیٹے نے قلعہ بنایا تھا اور فی الجملہ اس کے نشان اور اس کی علامتیں باقی تھیں راماراج کی رائے کے موافق وہیں قلعہ کی بنیاد رکھی اور موسم برسات میں اس کی دیواریں اینٹ اور پتھر کی بلند اٹھائیں اور حصار کو شاہ درک کے نام سے موسوم کیا تینوں بادشاہ ایک دوسرے سے رخصت ہوئے قطب شاہ اور راماراج اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور علی عادل بیجاپور واپس آیا۔ راماراج نے اسی سال غفلت کے پردے اپنی آنکھوں پر ڈال لیے اور اپنی بدبختی کی وجہ سے چند ایسی باتیں کیں جس سے علی عادل کا مزاج ان سے منحرف ہو گیا راماراج نے اپنے اعمال بد کی وجہ سے اپنی سلطنت کی بیخ کنی کی اور زمانہ نے جلد سے جلد اسے

مناسب سزا دے دی چنانچہ تھوڑے ہی زمانہ میں رامراج اور اس کے ہم مذہب ہندوؤں کے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ان واقعات کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ پہلی مرتبہ علی عادل حسین نظام شاہ کی لڑائی سے تنگ آگیا اور اس نے رامراج سے مدد طلب کی۔ علی عادل اور رامراج میں یہ عہد و پیمان ہوئے تھے کہ بیجانگر کے ہندو دینی عداوت کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان نہ پہونچائیں اور رعایا کے مال کی لوٹ مار اور ان کی گرفتاری سے پرہیز کریں اور مسلمانوں کے ننگ و ناموس کو کچھ گزند نہ پہونچائیں لیکن اس عہد کے خلاف ہندوؤں نے احمد نگر میں مسلمانوں کی بربادی عزت ریزی اور آزار رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ہندو مسجدوں میں گھس آئے اور خدا کے گھر میں انھوں نے باجے بجائے اور بتوں کی پرستش کی علی عادل ان واقعات کو سنکر بیحد رنجیدہ ہوا چونکہ اس کو مخالفت کرنے کا موقع نہ تھا تغافل کے ساتھ بسر کرتا تھا اس سفر سے لوٹنے کے بعد رامراج کے غرور کا یہ عالم ہوا کہ مذہب اسلام کو اس قدر حقیر اور ذلیل سمجھنے لگا کہ مسلمان ایلچیوں کو دربار میں آنے نہیں دیتا تھا اور اگر کبھی عنایت کرکے ان سے ملاقات کرتا تو اپنی عادت کے خلاف ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا تھا اور جب کبھی سوار ہوتا تو بڑے تکبر و غرور کے ساتھ مسلمان ایلچیوں کو بہت دور تک پیادہ اپنی سواری کے ساتھ دوڑاتا تھا اور بڑے انتظار کے بعد ان کو سوار ہونے کا حکم دیتا تھا۔ اس کے علاوہ جب دوسری مرتبہ احمد نگر سے کوچ کرکے ملدرک روانہ ہوا تو رامراج کے تمام لشکری مسلمانوں کا مضحکہ اڑاتے تھے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ رامراج تبھدرا کے نواح میں پہونچا اور اس کے طمع کی ظلمت اور زیادہ بڑھی رامراج نے عادل شاہی اور قطب شاہی ممالک پر دست درازی کا ارادہ کیا اور تنکنادری کو بے حساب لشکر کے ساتھ جس کا اندازہ کرنا تقریباً محال ہے دونوں فرمانرواؤں کے شہروں پر دھاوا کرنے کے لئے روانہ کیا عادل اور قطب شاہ نے اس سال چونکہ نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھا اور اس سے مقابلہ نہ کرسکے اس لئے اپنے اپنے ملک سے کچھ حصے رامراج کو دیکر بہت فروتنی کے ساتھ صلح کرلی چنانچہ علی عادل نے اینکر اور ناکری کوب دے کر صلح کی اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کنڈہ۔ پانگل اور دکنوز تنکناوری کے سپرد کرکے اس حیلے سے اپنا بقیہ ملک دشمن سے بچایا۔ اسی دوران میں جبکہ رامراج نے مسلمان بادشاہوں پر فوقیت حاصل

کر کے پورا غلبہ حاصل کر لیا تھا دیسائی نے قلعہ پورکل الموسوم بہ پونکتی میں بغاوت برپا کی۔ چونکہ باغی کا گھر قلعہ کے اندر تھا مہمانی اور جشن کے بہانہ سے اپنے مددگاروں کے ایک گروہ کو قلعہ کے اندر لے گیا اور اس جماعت کی قوت اور بعض اہل قلعہ کی موافقت کی وجہ سے تھانہ دار کو قتل کیا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔ علی عادل بیجانگر کے قریب ہونے کی وجہ سے اور رامراج کے ڈر سے اس قلعہ کے واپس لینے اور اسے دشمن سے آزاد کرانے میں تاخیر کر رہا تھا دوسرے سال جبکہ قصبہ نورکل میں قلعہ شاہ درک المشہور نلدرک اینٹ اور پتھر کا بیحد مضبوط بن گیا اور حصار کے برج و بارہ پورے طرح مستحکم ہو گئے تو بادشاہ نے بیجانگر کے ہندوؤں سے لڑنے کا ارادہ کیا اور اپنے ارکان دولت اور اعیان ملک سے مشورہ کرنے کے لئے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ ملک اور سلطنت کے سمجھدار اور صاحب فہم اراکین یعنی محمد کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی نے جو بادشاہ کے رازدار اور مقرب درباری تھے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کی رائے خود صائب ہے اور اگرچہ کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چونکہ ہمیں اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم ہے اور حاکم کے احکام کو نہ ماننا بے ادبی ہے اس لئے اگر حکم ہو تو جو کچھ ہمارے سمجھ میں آتا ہے وہ بیان کریں لیکن ایسا کرنا بلا اس کے ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ باہم اتفاق کریں اسلئے کہ رامراج کے لشکر کی زیادتی اور جاہ وحشم کے اضافہ کا حال معلوم ہے ظاہر ہے کہ رامراج کا ملک جو جیہ نبدرگاہ اور بے شمار قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اور اس کا محصول بارہ کرور ہون ہے اور اس کے جاہ وجلال کا سکہ سبھوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس ایسے شخص سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مفید نہ ہوگا بادشاہ کو چاہئے کہ حسین نظام سے ارتباط پیدا کر کے اسے اپنا بھائی بنائیں اور اس سے دشمنی کو ترک کریں۔ علی عادل نے اپنے مشیروں کی رائے کی تعریف کی اور محمد کشور خاں کو اس معاملہ میں مختار کامل کر دیا۔ محمد کشور نے پہلے ایک قاصد علی عادل کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس روانہ کر کے اپنا ارادہ اس پر ظاہر کیا۔ ابراہیم قطب کا دل خود بھی بیجانگر والوں کی طرف سے جلا ہوا تھا اس نے اقرار کیا کہ علی عادل اور حسین نظام کے درمیان واسطہ ہو کر دونوں کو باہم ملا دیگا اور شولاپور کے قلعہ کو جو باعث فساد ہے حسین نظام شاہ سے علی عادل کو دلوا دیگا قطب شاہ نے مصطفےٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور اس گھرانے کا بہت بڑا رکن تھا

بیجاپور پہنچا کہ اگر علی عادل اپنے پیغام کے موافق ارادہ پر پختہ اور اس میں مصر ہو تو وہیں سے احمد نگر روانہ ہو کر ارتباط اور میل پیدا کرنے کی تمہید اٹھائے مصطفےٰ خاں اردستانی عادل شاہ کی مجلس میں پہونچا اور اس کو اپنے ارادہ میں مصر اور مضبوط پایا۔ اردستانی احمد نگر روانہ ہوا اور خلوت میں حسین نظام شاہ بحری سے اس نے کہا کہ شاہان بہمنیہ کے عہد میں جب کے سارا ملک دکن ان کے قبضہ اقتدار میں تھا کبھی مسلمان ہندؤں پر غالب آتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو مسلمانوں کو نیچا دکھاتے تھے لیکن بہمنی سلاطین اکثر بلا کسی نتیجہ کے لڑائی موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتے تھے۔ اب جبکہ ملک دکن چند حصّوں میں تقسیم ہو چکا ہے تو عقل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تمام مسلمان بادشاہ متفق ہو کر اتحاد اور دوستی سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے ضرر سے سلطنت محفوظ رہے اور بیجانگر کے راجہ کا قابو اور غلبہ جس کے تابعدار کرناٹک کے تمام ہندو فرمانروا ہیں اسلامی ممالک پر نہ ہو اور رعایا کو جو خدا کی دی ہوئی نعمت ہے رامراج جیسے زبردست دشمن سے جو بیحد طاقت ور اور دلیر ہو گیا ہے اور جو بار بار ان ممالک پر دھاوا کرنے سے خیرہ سر ہو رہا ہے محفوظ رکھیں اور مسلمانوں کے گھروں کو اب ہندوؤں کا مسکن نہ بننے دیں۔ حسین نظام شاہ سید اردستانی کی راست گوئی سے بیحد خوش ہوا اس کی صائب رائے کی بیحد تعریف کی سید اردستانی نے احمد نگر کے اعیان ملک یعنی قاسم بیگ حکیم تبریزی اور ملا عنایت اللہ قاینی کے ساتھ مل کر یگانگت اور قرابتداری پیدا کرنے کا تذکرہ کیا اور یہ طے پایا کہ حسین نظام شاہ بحری اپنی بیٹی چاند بی بی کو سلطان علی شاہ کے حبالۂ عقد میں دے اور اسی کے ساتھ شولاپور کا قلعہ شاہزادی کے جہیز میں حوالہ کرے اور علی عادل اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام کے بڑے بیٹے شاہزادہ مرتضےٰ کو بیاہ دے اور اس طرح یکدلی اور اتحاد پیدا کر دیا جائے۔ اس کے بعد تینوں بادشاہ رامراج پر فوج کشی کر کے خدا کی مدد سے اس کے غرور و تکبر کی رامراج کو مناسب سزا دیں۔ ملا عنایت اللہ مصطفےٰ خاں اردستانی کے ساتھ ایلچی بنکر بیجاپور آیا اور جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان کو شدید قسموں کے ساتھ مستحکم کیا چنانچہ ایک ہی تاریخ میں دونوں طرف عروسی اور شادی کی مجلسیں آراستہ ہوئیں۔ غرضکہ میزبانی کے تمام رسمیں انجام پائیں اور چاند بی بی سلطانہ

بیجاپور آئیں اور یہ سلطان نے احمد نگر کی راہ لی۔ اس تقریب کے بعد علی عادل شاہ نے اپنگر اور رایکری کے پرگنہ کو واپس لینے اور رائچور اور مدگل کے قلعوں کو دشمن کے پنجہ سے آزاد کرانے کا ارادہ کیا۔ علی عادل نے رامراج کے پاس ایلچی بھیجکر اس سے یہ محال طلب کئے۔ رامراج ایلچی کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور اس کو بیجانگر کے باہر کر دیا۔ علی عادل نے پورے طور سے اس کافر کے تباہ کرنے پر کمر ہمت باندھی اور حسین نظام شاہ۔ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ساتھ غیر مسلموں سے لڑنے پر آمادہ ہوا چنانچہ ۹۷۲ھ ہجری میں قرارداد کے موافق یہ چاروں فرمانروا حوالی بیجاپور میں آپس میں ملے اور تیسری جمادی الاول ۹۷۲ھ کو تمام مسلمان بادشاہ دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منزلیں طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر دریائے کرشنا کے کنارے بالکوتہ پہونچا چونکہ اس نواح پر علی عادل کا قبضہ تھا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرمانروا مہمانوں کی یہاں دوبارہ ضیافت کی۔ علی عادل نے تمام ممالک محروسہ میں فرمان روانہ کئے کہ ضروریات کی تمام چیزیں لشکر گاہ میں لے آویں ایسا نہ ہونے پائے کہ لشکریوں کو کسی قسم کی تکلیف ہو۔ راجہ بیجانگر نے مسلمان بادشاہوں کے اتحاد اور اسلامی لشکر کی روانگی اور آمد کی خبریں سنیں لیکن نہ تو کچھ پریشان ہوا اور نہ کسی طرح کی عاجزی کا اس نے اظہار کیا بلکہ ان سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھکر سب سے پہلے اپنے چھوٹے بھائی تمراج کو بیس ہزار سوار اور پانچ سو ہاتھی اور ایک لاکھ پیادوں کی جمعیت سے جلد سے جلد روانہ کیا تاکہ تمراج دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کر دے۔ تمراج کے بعد رامراج نے اپنے منجھلے بھائی وتنکنا دری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے سواحل دریا پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو دریا کے پار اترنا دشوار کر دیا سب کے بعد رامراج نے اطراف و جوانب کے تمام راجاؤں کو ساتھ لے کر بھرا ر فوج کے ساتھ خود بھی اس مہم کی طرف کوچ کیا۔ اور نہر کرشنا کے کنارے خیمہ زن ہوا بیجانگر کے ہندوؤں نے ہر اس جگہ جہاں کہ مسلمانوں کے لئے دریا سے اترنا ممکن تھا۔ اس طرح راستے روک دئے تھے کہ دریا کو کسی طرف سے بھی پار کرنا سمجھ میں نہ آتا تھا مسلمان بادشاہوں نے ایک گروہ کو مقرر کیا کہ پانی کی سطح پر تیس چالیس کوس چلکر تجسس اور تحقیق کریں کہ کس طرح سے عبور ممکن ہے یہ گروہ بڑی تلاش اور جستجو کے

بعد واپس آیا اور اس نے ان بادشاہوں سے کہا کہ اس دریا کے پار کرنے کے دو یا تین راستے ہیں جس جگہ کہ پانی کم ہے اور اترا ہوا اور لشکر جہاں سے دریا کو پار کر سکتے ہیں، وہ وہی جگہ ہے جس کے مقابل ہندو فرد کش ہیں اور انھوں نے ایک دیوار قائم کر رکھی ہے اور طرح طرح کی آتشبازیاں وہاں نصب کی ہیں مسلمان بادشاہوں نے مجلس شورہ منعقد کی اور دیر تک حل مشکل کے لئے غور و فکر کرتے رہے آخر کار یہ طے ہوا کہ ایک گھاٹ کے دریافت ہو جانے کی شہرت اڑانی چاہیئے اور اس فرودگاہ سے دو تین کوچ پے در پے کئے جائیں جب غنیم دھوکے میں آکر ہمیں سر راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے اور اپنی جگہ سے کوچ کر جائے اور اس اصلی گھاٹ کو چھوڑ دے تو مسلمان بادشاہ جلد سے جلد پلٹ کر اسی مقام سے دریا کو پار کر جائیں غرض کہ اس طرح تین کوچ پے در پے کرنے کے بعد دریا کے کنارے سے فاصلہ پر پہونچ گئے دشمن اس وہم میں کہ کہیں حریف دوسری جگہ سے نہ پار اتر جائے اپنی اصلی فرودگاہ کو چھوڑ کر جلد سے جلد پانی کے اسی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ چونکہ خدا کی مرضی یہ تھی کہ رام راج کے خاندان کا خاتمہ ہوا اور حکومت اس کے گھرانے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کہ ہندوؤں نے احتیاط سے کام نہ لیا اور اپنے لشکر کے کسی حصہ کو بھی اس گھاٹ پر مسلمانوں کے دفعیہ کے لئے نہ چھوڑا مسلمان بادشاہوں نے اپنے منصوبہ کو کامیاب دیکھ کر اصل گزرگاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کی راہ کو بارہ گھنٹہ میں طے کر کے گھاٹ پر پہونچ گئے حریف کا لشکر ابھی یہاں تک نہ پہونچا تھا مسلمانوں کا ایک گروہ اطمینان کے ساتھ گھاٹ سے اترا۔ اس واقعہ کے بعد اسلامی لشکر بھی اسی طرح گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آگیا صبح کے وقت ساری فوج رام راج کے لشکر کی طرف جو پانچ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا روانہ ہوئی۔ اگرچہ اس کارروائی سے ہندوؤں کے دلوں پر یاس اور نا امیدی چھا گئی لیکن بریں ہم ساری رات فوجی تیاری میں بسر کی اور اپنے لشکرگاہ کے سامنے آمادہ پیکار کھڑے رہے مسلمان بادشاہوں نے بھی دوازدہ امام کے علم دوسرے دن آراستہ کیے اور اپنی صفوں کی درستی میں مشغول ہو گئے۔ میمنہ علی عادل شاہ کے سپرد ہوا اور میسرہ علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کے اور قلب حسین نظام شاہ کو دیا گیا۔

آتشبازی کی آواز سے زنجیروں سے مضبوط باندھ دیئے گئے اور دست جنگی ہاتھی فوراً آئین جنگ کے مطابق جا بجا کھڑے کر دیئے گئے۔ مسلمانوں نے خدا پر بھروسہ کر کے حریف پر شدید حملہ کیا۔ راجہ بیجانگر نے بھی اپنی فوج کے افسروں کو بلایا اور انکو آئندہ کے وعدہ ہائے انعامی سے دل شاد کیا اور ہر طرح پر ان کو مطمئن و خوش کر کے راجہ نے اپنا اسلحہ خانہ کھولا اور فوج کو ہتیار تقسیم کیئے اور اپنے لشکر کے درست کرنے میں مصروف ہوا۔ ہندو لشکر کا میمنہ تمراج کی حفاظت میں دیا گیا تھا اور وہ ابراہیم قطب شاہ کے مقابلہ میں ایستادہ ہوا۔ تنکنادری نے اپنا میسرہ علی عادل شاہ کے سامنے آراستہ کیا اور رامراج خود قلب لشکر میں حسین نظام شاہ بحری کا مد مقابل ہوا۔ راجہ دو ہزار ہاتھی ایک ہزار ارابہ توپخانہ اپنے ہمراہ میدان جنگ میں لایا۔ عین دوپہر کے وقت راجہ خود بھی سنگھاسن پر سوار ہو کر میدان کارزار کی طرف چلا ہر چند اعیان دولت نے سنگھاسن پر سوار ہونے سے روکا لیکن تمراج غرور اور کبر کے نشہ میں سرشار تھا اس نے کسی امیر کی بات نہ سنی اور کہا کہ لڑکوں کی لڑائی میں گھوڑے پر سوار ہونا بہادروں کی کسرِ شان ہے ہزیمت تو ابھی سامنے سے فرار ہوتا ہے غرض کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو خاک و خون میں ملانے لگے اور کبھی ایک اور کبھی دوسرا فریق حریف کو پائمال کرنے لگا لڑائی کا یہ عالم تھا کہ بیجانگر کے پیادے بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چلاتے اور پھینکتے تھے اور ہندو لشکر کے سوار جو بیشتر راج بندر کے باشندے تھے ہندی تلوار سے اپنے حریف پر شدید حملہ کر رہے تھے قریب تھا مسلمانوں کو شکست ہو کہ دفعۃً رامراج حسین نظام شاہ کی کوشش سے اس کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رامراج نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے اندازہ اور خیال کے خلاف جنگ آزمائی میں مشغول ہیں تو ان سے کچھ خوف زدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھا زردوزی اور مخمل کے شامیانے جن کی جھالریں موتی اور جواہرات آویزاں تھے اس کرسی پر لگائے گئے راجہ کے حکم کے موافق اس کے چاروں طرف روپئے اشرفیاں اور موتیوں کا ڈھیر

لگا دیا گیا راجہ نے اثنائے جنگ میں روپیہ اشرفیاں بغیر تولے ہوئے امیروں اور سپاہیوں کو تقسیم کرنا شروع کیں اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص کامیاب میرے پاس آئیگا وہ اشرفیوں اور جواہرات کے طبق اور جواہرات کے بھرے ہوئے ڈبے انعام پائیگا۔ دکن کے سپاہی اس خوشخبری سے بیحد خوش ہوئے اور تمراج نے وتنگلتادری وغیرہ امیروں اور سپاہیوں نے مسلمانوں پر شدید حملہ کیا اس مرتبہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ بالکل پریشان ہوگیا اور میدان کارزار قیامت کا نمونہ بن گیا مسلمان بادشاہ فتح سے قطعی مایوس ہوگئے اور دل شکستہ ہوکر اپنے ارادوں میں ڈگمگا گئے۔ اس حالت میں حسین نظام شاہ بحری نے جوانمردی سے کام لیا اور باوجود اس کے کہ داہنے اور بائیں کوئی سپاہی باقی نہ رہا تھا اور دشمن کی طرف سے ہر وقت ہزاروں بان اور تفنگ چھوٹ رہے تھے اور حریف چپ و راست ہر طرف غالب آچکے تھے حسین نظام شاہ بالکل خوف زدہ نہ ہوا اور حملہ کے لیئے آگے بڑھا شکست خوردہ امیروں اور عادل شاہی مقدمۃ لشکر محمد کشور خاں نے جب نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہونچ گئے حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھرکر دشمن کی طرف چھوڑیں اور خود شوق شہادت میں آگے بڑھا اور رامراج کے لشکر خاصہ پر حملہ آور ہوا حسین نظام شاہ کے اس حملہ سے رامراج کا لشکر پریشان ہوگیا۔ رامراج جو اسی برس کا بوڑھا ہوچکا تھا پریشان ہوکر سنگھاسن پر بیٹھا اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک مست ہاتھی غلام علی نامی سنگھاسن کے قریب پہونچگیا اور لوگوں کو پامال کرنے لگا سنگھاسن کے مزدور جن کو بھوئی کہتے ہیں سنگھاسن کو مع رامراج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے چونکہ یہ جنگ مغلوبہ تھی کسیکو راجہ کے حال کی خبر نہ تھی اور رامراج اکیلا میدان جنگ میں پڑا رہا فیلبان کی نظر مرصع سنگھاسن پر پڑی اور اس کی طمع میں ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔ ایک برہمن جس نے مدت تک رامراج کی خدمت کی تھی یہ سمجھا کہ فیلبان سنگھاسن اٹھانے آرہا ہے اس نے عاجزی سے یہ کہا کہ راجہ رامراج اس پر سوار تھے اور اب زمین پر پڑے ہیں۔ راجہ کے لیئے ایک گھوڑا لا دو وہ اس خدمت کے صلہ میں

راجہ تم کو اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کرے گا۔ فیلبان نے رامراج کا نام سنتے ہی سنگھاسن کو خیر باد کہا اور راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ کر جلد سے جلد نظام شاہی توپخانہ کے افسر رومی خاں کی خدمت میں پہونچ گیا رومی خاں نے راجہ رامراج کو حسین نظام شاہ کے سامنے پیش کیا اور راجہ کا سرتن سے جدا کر کے میدان کارزار میں پھینک دیا گیا ہندوؤں نے راجہ کا سر دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں نے انکا تعاقب کر کے ہزارہا ہندوؤں کو قتل کیا ایک روایت کے موافق اس معرکہ میں تین لاکھ ہندو تہ تیغ کئے گئے لیکن صحیح یہ ہے کہ سارے معرکۂ کارزار میں جس میں مقابلہ اور تعاقب دونوں داخل ہیں ایک لاکھ ہندو مارے گئے چونکہ میدان جنگ سے اناگندی تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے سارا میدان ہندوؤں کے کشتوں سے بھر گیا مسلمانوں کو نقد، جواہر، گھوڑے اونٹ، خیمہ و خرگاہ لونڈی اور غلام اس کثرت سے ہاتھ آئے کہ اس کا شمار مشکل ہے مسلمان بادشاہوں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ مال غنیمت میں سوا ہاتھیوں کے اور کوئی چیز سپاہیوں سے نہ لی جائے بعینہ جو چیز جس کے ہاتھ آئی وہ اوسی کا حصہ ہے اور کسی شخص سے اس کی بابت باز پرس نہ ہو۔ اخبار نویسوں نے فتحنامے ہر چہار جانب لکھکر روانہ کیئے مسلمانوں نے بیجانگر کے نواح تک ہر جگہ بتخانہ اور بلند عمارات کو زمین کے برابر کر دیا اور اکثر قریوں اور قصبوں کو تباہ و ویران کیا تنکنادری نے اور رامراج نے جو معرکۂ جنگ سے صحیح و سالم فرار کر کے ایک جگہ چھپا ہوا تھا ایلچی روانہ کیئے اور بیحد تضرع اور زاری سے امان کا خواستگار ہوا تنکنادری نے عادل شاہی اور قطب شاہی قلعہ اور پرگنے واپس کیئے اور حسین نظام شاہ کو بھی اپنے سے راضی اور خوش کیا مسلمانوں نے بھی اب غارتگری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو روانہ ہوے عین معرکۂ جنگ میں تمراج نے عادل شاہی سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔ تمراج نے بادشاہ سے عرض کیا کہ تنکنادری بہت قوی اور صاحب اثر ہو کر رامراج کا جانشین ہو گیا ہے اور چونکہ امرائے ملک بھی اس کے بہی خواہ ہو گئے ہیں لہذا میری گزارش یہ ہے کہ مجھے قلعہ اناگندی کی حکومت مع اس

کے مضافات کے عطا ہو۔ بادشاہ نے اس کو مطمئن کیا اور اسے فرزند کے خطاب سے
سرفراز فرماکر اسی دن تمراج کو اثاثۂ سلطنت اور چتر حکومت عطا فرماکر تمراج کو
قلعۂ اناگندی کی حکومت پر روانہ کیا اور تنکنادری کو لکھا کہ تمراج ہمارے حکم
سے حکومت کے لئے آرہا ہے تمہیں چاہیئے کہ اس کے مزاحم نہ ہو اور اناگندی
اور اس کے مضافات کی حکومت اس کے سپرد کردو تنکنادری نے تعمیل ارشاد
کے سوا اور کچھ چارہ کار نہ دیکھا اور اناگندی بھتیجے کے سپرد کیا اور تمراج بھی صاحب
حکومت ہوگیا چنانچہ اسی وقت سے آجتک اناگندی کی ریاست کے مالک
تمراج کے فرزند ہیں اور بیجانگر پر تنکنادری کے فرزند حکمراں ہیں اور چونکہ
اب بہت تھوڑا ملک دونوں خاندانوں کے زیر حکومت رہ گیا ہے لہذا
راجگی کے لوازمات مشکل سے انجام پاتے ہیں کرناٹک کے دوسرے ملکوں پر
طوعاً و کرہاً دیگر امرائے دولت قابض ہوکر خود مختاری کا دم بھرتے ہیں
غرضکہ سارے ملک میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی ہے اور کوئی کسی کا پرسان
حال اور دست نگر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ لڑائی کے بعد سے پھر ہندوؤں
سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہونچی علی عادل شاہ نے قلعہ بنکاپور کو جو سلطان
بہمنیہ کے زمانہ میں بھی فتح ہوچکا تھا مع حصار چندر کونی اپنے آخر زمانہ میں دوبارہ
فتح کیا۔ اس کے علاوہ عادل شاہ نے قلعہ ادونی کو بھی جس کی فتح کرنے کی بہمنیہ خاندان
کے ہر فرمانروا کو آرزو تھی اپنی سعی اور تدبیر سے مسخر کیا۔ اس کے علاوہ جو دوسرے ملک
فتح ہوئے ان کا بیان عنقریب اس کتاب میں مذکور ہوگا شہر بیجانگر اس وقت
تک جو ۱۰۲۳ھ ہجری ہے خراب اور ویران پڑا ہوا ہے اور تنکنادری کی اولاد
نے مصلحتاً اس کو آباد نہیں کیا ہے اور نلگنڈہ کے شہر کو اپنا تخت گاہ مقرر کیا
ہے رامراج ۹۷۲ھ ہجری میں قتل کیا گیا مورخ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی استرآبادی
نے بطریق تعمیہ رامراج کے قتل کا یہ مصرع تاریخ موزوں کیا ہے جو نہایت خوب
واقع گشت قتل رامراج لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں حسین نظام شاہ بحری فوت
ہوا اور اس کا فرزند اکبر مرتضیٰ نظام شاہ بحری کا باپ کا قائم مقام ہوا علی عادل شاہ نے
اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اناگندی پر لشکر کشی کردی۔ اس حملہ کا مقصد یہ تھا

کہ تمراج ولد رامراج کو ایک قسم کی تقویت حاصل ہوا اور وہ تلنگانہ کا مستقل فرمانروا ہو جائے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ رامراج کو اسی طرح ضعی کرکے خود ناگندی کو تباہ کرکے بیجانگر پر قبضہ کرنے۔ تلنگنادری بادشاہ کے اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس لئے مرتضیٰ نظام شاہ بحری اور اس کی ماں خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ حسین نظام شاہ نے یہ ملک مجھے عطا کیا ہے۔ علی عادل شاہ کو طمع دامنگیر ہوئی ہے اور وہ اس ملک کو میرے قبضہ سے نکال کر خود اس پر متصرف ہونا چاہتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اپنے دست گرفتہ کا خیال کرکے میری مدد اور حمایت کریں گے اور مجھے اس بلا سے نجات حاصل ہوگی۔ خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر لشکرکشی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مجبوراً ناگندی سے ہاتھ اٹھایا اور بیجاپور واپس ہوا۔ چند روز اطراف بلدہ میں طرفین میں لڑائی ہوئی اور مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس گیا۔ سنہ ۹۷۷ ہجری میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور نظام شاہ بحری نے موافقت کرکے برار پر لشکرکشی کی۔ موسم برسات میں حملہ کیا گیا اور علی عادل حدود برار کو تباہ کرکے بیجاپور کو واپس آیا۔ علی عادل نے بیجاپور میں ایک حصار چونے اور پتھر کا تعمیر کرانا شروع کیا۔ یہ حصار محمد کشور خاں کے اہتمام میں تین سال کے اندر مکمل ہو گیا خونزہ ہمایوں کی حکومت اور مرتضیٰ نظام شاہ کے سپاہیوں کی مخالفت سے نظام شاہی بارگاہ سے رونق اٹھ گئی تھی۔ علی عادل نے چاہا کہ احمد نگر کے بعض ملکوں پر قبضہ کرے بادشاہ نے محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیر نر کی تصویر منقش تھی اور سنہ ۹۷۵ ہجری میں علی عادل نے محمد کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ سرحد نظام شاہی کی طرف روانہ کیا۔ محمد کشور خاں نے اپنے ستارۂ اقبال کو عروج پر پایا اور بعض نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کرکے ملک کو قصبۂ کچھ تک جو پرگنہ بیسنر میں واقع ہے قبضہ کر لیا۔ کشور خاں نے ان نظام شاہی امیروں کو جو اس سد راہ ہوئے بیسنر میں شکست دی اور دوسرے پرگنات پر

قبضہ کرنے کے لئے اسی پرگنہ میں ایک مضبوط حصار کی بنیاد ڈالی حصار تھوڑے ہی زمانہ میں تیار ہو کر دھارور کے نام سے موسوم کیا گیا محمد کشور خاں نے اس حصار کو توپ و تفنگ سے مضبوط کر کے دو سال کا محصول اس نواح سے وصول کیا اور چاہتا تھا کہ دوسرے اور قلعوں اور پرگنوں کی تسخیر میں کوشش کرے کہ ناگاہ مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی ماں کے پنجۂ تصرف سے آزادی حاصل کر کے محمد کشور خاں کی مدافعت پر کمر ہمت باندھی مرتضیٰ نظام شاہ ۹۸۰ھ ہجری میں کشور خاں کی طرف بڑھا۔ محمد کشور خاں نے بھی بادشاہ کے مقابلہ پر کمر ہمت باندھی اور قلعہ کے برج و بارہ کو آلات حرب آتشبازی سے مستحکم کر کے اور عین الملک انکش خاں اور نور خاں کے ساتھ جن کو علی عادل نے مدد کے لئے بھیجا تھا لڑنے کے لئے مستعد ہوا ان امیروں سے یا تو کم ہمتی اور یا محمد کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بلا لڑے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور محمد کشور خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمکو مرتضیٰ نظام سے لڑنے کی طاقت نہ تھی اس لئے ہم تم سے جدا ہو کر حریف کے پائے تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اس کارروائی سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ قلعہ داری سے ہاتھ اٹھائے اور ہمارے تعاقب میں بیجانگر کی راہ لے۔ واقعہ یہ تھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ محمد کشور خاں کے فتنہ کا فرد کرنا سب پر اولیٰ اور مقدم سمجھتا تھا بادشاہ نے سب سے پہلے محمد کشور خاں کی طرف قدم بڑھائے۔ محمد کشور خاں نے چند خاص ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ نظام شاہ کا مقابلہ کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قسم کھائی تھی کہ جبتک قلعہ سر نہ کرلیگا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا نظام شاہ نے راستہ طے کرنے میں قلعہ کا رخ کیا اور باوجود اس کے کہ ہر مرتبہ قلعہ سے ہزاروں تفنگ اور ضرب زن سر ہو رہی ہیں لیکن عالی ہمت بادشاہ کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہونچا اور اہل قلعہ جان سے تنگ آگئے جس وقت کہ نظام شاہ کے مغل سپاہی حریف کے لشکر پر تیر اندازی کر رہے تھے اتفاق سے ایک تیر محمد کشور خاں کے جا لگا محمد کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا تیر لگتے ہی ٹھنڈا ہو گیا دوسرے سپاہیوں نے سردار کو مردہ دیکھ کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور راہ فرار اختیار کی اور اس طرح کا مستحکم قلعہ مع ساز و سامان کے

نہایت آسانی کے ساتھ علی عادل کے قبضہ سے نکل گیا قلعہ کے ساتھ بعض مقبوضہ
پرگنات بھی عادل شاہی حکومت سے نکل گئے۔ خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو
آخر میں چنگیز خاں کے لقب سے موسوم کیا گیا اور افواج نظام شاہی کا سردار
مقرر ہو کر عین الملک اور نور خاں کے تعاقب میں احمد نگر روانہ کیا گیا افواج
شہر میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور ایک شدید خونریزی کے بعد خواجہ میرک
دبیر اصفہانی کو فتح ہوئی۔ اور عین الملک مقتول اور نور خاں قید ہوا اور آدھا لشکر
بحال خراب بیجاپور واپس آیا۔ اس سال عظیم الشان نقصان افواج عادل شاہی کو
پہونچا اور تمام کوشش بے سود اور بیکار ہو گئی۔ اس دوران میں علی عادل نے کودہ
کی تسخیر اور نصاریٰ کی تباہی پر کمر ہمت باندھی اور اس طرف روانہ ہوا لیکن باوجود
اس کے کہ بے شمار عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں کام آئے مگر بادشاہ بے
نیل مرام واپس آیا۔ شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کی ہدایت کے موافق بادشاہ نے
قلعہ ادونی کی تسخیر کا ارادہ کیا ادونی کا قلعہ وہ عظیم حصار ہے کہ شاہان بہمنیہ کے ہاتھوں
بھی کبھی فتح نہ ہوا تھا۔ علی عادل نے انکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت
اور بے شمار توپخانہ کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اس قلعہ کا حاکم رامراج کا ایک
امیر تھا جس نے آخر میں مالک سے بیوفائی کر کے خودمختاری اختیار کی تھی اور
اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر رکھا تھا۔ حاکم قلعہ نے حریف کی مدافعت کی اور
انکس کے مقابلہ میں کئی لڑائیاں لڑا لیکن چونکہ ہر معرکہ میں مغلوب ہوا غلہ و
آذوقہ قلعہ میں پہونچا کر خود بھی حصاری ہو گیا حصار کے محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا
اور حاکم قلعہ نے پریشان ہو کر امان چاہی اور حصار حریف کے سپرد کر دیا ادونی
کا قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے حصار بیحد وسیع اور رفیع الشان ہے جس میں
خوشگوار چشمے اور سر بفلک عمارتیں ہیں شیو رائے کے اسلاف میں ہر راجہ مسلمان بادشاہوں
کے خوف سے اس قلعہ کو مستحکم کرتا تھا اور حصار کے گرد حصار تیار ہوتا تھا
یہاں تک کہ فتح کے وقت اصل قلعہ کے گرد گیارہ حصار کھینچے ہوئے تھے ساباط
اور نقب اور توپ سے اس حصار کو فتح کرنا محال تھا طول محاصرہ سے اس
کی تسخیر ممکن تھی جیسا کہ عمل میں آیا۔ علی عادل شاہ اس قلعہ کے فتح ہونے سے بیحد خوش ہوا

اور بادشاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کی تسخیر کا ارادہ کیا علی عادل شاہ نے پہلے ابوالحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوشش سے سرحد پر مرتضٰی نظام شاہ سے ملاقات کی اور یہ قرار پایا کہ نظام شاہ بحری ملک برار پر قبضہ کرے اور عادل شاہ برار کی وسعت کے لحاظ سے بیجانگر کے پرگنوں پر متصرف ہو تاکہ مملکت کی وسعت اور سلطنت کے رقبہ کے اعتبار سے کوئی فرمانروا دوسرے سے زیادہ حصہ پر حکمراں نہ ہو۔

سنہ ۹۸۱ ہجری میں علی عادل شاہ نے قلعہ طورگل پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا یہ قلعہ رامراج کے معرکوں میں اس کے تصرف سے نکل گیا تھا اور قلعہ پر ایک معمولی سپاہی حکومت کر رہا تھا بادشاہ نے پانچ مہینے قلعہ کا محاصرہ کر کے تمام اہالی حصار کو تنگ کر دیا محاصرہ کے زمانہ میں ایک بہت بڑی توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ اس واقعہ سے خوش ہوئے اور سمجھے کہ حصار کچھ دنوں اور محفوظ ہو گیا علی عادل نے اس واقعہ کو شاہ ابوالحسن کی غفلت پر محمول کر کے اس کو معزول کیا اور مصطفٰے خاں اردستانی کو جو رامراج کے قتل کے بعد عدالت پناہ کا ملازم ہو گیا تھا میر جملہ اور وکیل سلطنت مقرر کر کے سلطنت کے سارے مہمات اس کے سپرد کیے مصطفٰے خاں نے قلعہ کے سر کرنے میں بہت کوشش کی اور دو مہینے میں اہل قلعہ کو عاجز و پریشان کر دیا حصار کے باشندے امان کے خواستگار ہوئے۔ مصطفٰے خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ ونکٹی اور ریسانی اور ان کے فرزندوں اور متعلقین کو قید کر کے اس کے سپرد کر دیں تو اہل حصار کو امان دیجائے گی۔ اہالیان قلعہ نے اتفاق کر کے ونکٹی اور اس کے اعزہ کو گرفتار کر کے مصطفٰے خاں کے سپرد کر دیا اور خود اپنے مال اور اہل و عیال کو ساتھ لیکر حصار کے باہر چلے گئے بادشاہ نے ونکٹی اور اس کے عزیزوں کو طرح طرح کی سختیوں کے ساتھ قتل کیا اور قلعہ کی حکومت معتبر لوگوں کے سپرد کر کے مصطفٰے خاں کے مشورہ کے مطابق قلعہ دارور پر حملہ آور ہوا دارور کرناٹک کا مشہور قلعہ ہے یہ حصار اس زمانہ میں رامراج کے ایک امیر کے قبضہ میں تھا جو ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنگناوری اور بہیراج کو دے کر صاحب قوت اور شوکت ہو گیا تھا۔ بادشاہ یہاں پہونچا اور چھ مہینے کامل محاصرہ کو

جاری رکھا یہ قلعہ بھی مصطفٰے خاں کی کوشش سے فتح ہوا اور اہل قلعہ نے امان
حاصل کی۔ علی عادل نے سات مہینے یہاں گزارے اور نواح کو باغیوں کے وجود
سے پاک وصاف کرکے مصطفٰے خاں کے مشورہ کے موافق حصار بنکاپور کی تسخیر
کے لئے پورے سازوسامان کے ساتھ قدم آگے بڑھایا۔ بلب وزیر نے جو
راماراج کا نوکر تھا راماراج کے قتل کے بعد اس قلعہ پر قابض ہو گیا تھا
اور قلعہ بیدار چندر کوٹی کے راجہ اس کے محکوم تھے بادشاہ کی آمد کی خبر سنی اور
قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ بلب نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار
پیادوں کی جمعیت سے جنگل اور کوہستان کو روانہ کیا تاکہ یہ لشکر موقع پا کر مسلمان
لشکر کو تاخت وتاراج کرے اور ایسا اس کا سد راہ ہو کہ آذوقہ اور غلہ ان تک
نہ پہونچنے پائے بلب نے ایک نامہ تنگنادری والد تمراج کے نام اس
مضمون کا لکھا کہ میں اپنے مالک کی مخالفت سے بیحد شرمندہ اور نادم اور
اپنے قصور کا معترف ہوں۔ اس وقت سلطان فرمانروا بنکاپور کا قلعہ فتح کرنے کے
لئے آرہا ہے اگر اس وقت میرے قصور کو معاف فرما کر آپ خود ادھر کا رخ
کریں یا اپنے کسی سردار کو میری مدد کے لئے روانہ کریں تو امید ہے کہ میں مسلمانوں
کے شر وفساد سے محفوظ رہوں گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال رقم معین خزانہ
میں داخل کرتا رہوں گا اور کبھی نافرمانی اور سرکشی نہ کرونگا تنگنادری نے اس
خط کا یہ جواب دیا کہ تیرے تمرد اور سرکشی کی شامت دوسرے نمکخواروں پر بھی
سوار ہوئی تو راماراج کے مقرب درباریوں میں تھا تیری گمراہی کی تقلید اوروں
نے بھی کی جس کی وجہ سے تمام ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا بلکہ ندری اور
چندراگری کے شہر مسلمانوں نے میرے لئے چھوڑ دئے ہیں میں انہیں کی حفاظت
نہیں کر سکتا اگر تیرے نزدیک یہ مناسب ہو تو زر وجواہر سے کام لے اور
اپنے تجمل اور زر پرستی کو بالائے طاق رکھ کر دولت کو خزانہ سے نکال اور جس طرح
ممکن ہو صلح کرلے اور اگر ایسی صورت سے بھی صلح ممکن نہ ہو تو ہر طریقہ اور ہر حیلہ سے
اپنے قرب وجوار کے راجاؤں کو اپنے سے راضی اور خوش کر اور وہ تدبیر کر کہ
دوسرے اطراف کے فرمانروا بھی تیرے فرزند کے ساتھ ہو کر وقت دلبے وقت

مسلمانوں کے لشکرگاہ پر چھاپے مار کر ان کو اطمینان و آرام کے ساتھ نہ رہنے دیں تم لوگ ایسا انتظام کرو کہ تمہاری فوج کے پیادے چور بنکر مسلمانوں کے لشکر میں جائیں اور جس کسی کو بھی پائیں کٹارہ سے اس کا تمام کردیں۔ میں اس بارہ میں دوسرے راجاؤں کے نام بھی فرامین جاری کرتا ہوں اور ان کو تاکید کرتا ہوں کہ تیری امداد کریں اگر وہ میرا حکم مان لیں اور تیرے ساتھ متفق ہوکر کام کریں تو فہوالمراد ورنہ یہ امر یقینی ہے کہ بنکاپور کا قلعہ سر ہونے کے بعد تمام قلعے آسانی سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں گے۔ اس جواب سے بلب اگرچہ ناامید ہوگیا لیکن اس نے مجبوراً وارث ملک کے حکم کی تعمیل کی اور جیرہ اور چندرکوٹی کے راجاؤں کو اپنا رفیق طریق بنایا تاکہ یہ لوگ بلب کے فرزند کے ساتھ ملکر راجہ کرناٹک کی ہدایت کے موافق مسلمانوں کو تنگ کریں اس کارروائی سے عدالت پناہ کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ہر رات فوج کے کسی نہ کسی گروہ سے فریاد کی آواز سنائی دینے لگی ہر طرف یہی شور و غل تھا کہ چوروں نے فلاں فلاں اشخاص کو تہ تیغ کیا۔ اس تدبیر میں کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے پیادے تھوڑے ہی طمع پر جان پر کھیل جاتے تھے ان لوگوں کا دستور تھا کہ اپنے کو حریف کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ پیادے اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل ملتے تھے جس کے اثر سے ہاتھ پھسل جاتا تھا اس طرح اپنے کو دشمن سے مامون سمجھکر جب کبھی کہ موقع ملتا تھا گھوڑے اور انسان سب کو کٹار سے بیجان کرتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی مشاق ہیں اور ان کا زبردست افسوں یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہاں کی خاک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت اس مٹی پر منتر پڑھکر جس گھر یا خیمہ پر ڈال دیتے ہیں وہاں کے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اگر افسوں زدہ اشخاص بیدار ہو بھی جاتے ہیں اور چوروں کو دیکھ بھی لیتے ہیں تو جبتک سامنا رہتا ہے نہ کچھ بول سکتے ہیں اور نہ اوٹھکر اپنی جگہ سے کہیں اور جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ

بادشاہ کے لشکر میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا اور قریب تھا کہ مسلمان
کوچ کر کے واپس ہو جائیں کہ مصطفٰے خاں نے مسلمانوں کو بھاگنے سے روکا
اور چوروں اور ٹھگوں کے دفعیہ کی یہ تدبیر کی کہ برکی امیروں کو جو غیر مسلم بیباک
اور بہادر تھے اور ابراہیم عادل کے وقت سے علی عادل کے زمانہ تک
امارت کی زندگی بسر کر رہے تھے حکم دیا کہ یہ لوگ جن کی تعداد چھ ہزار تھی
ہندوؤں کے لشکر کے مقابلے میں قیام پذیر ہو کر حریف کو اس بات کا موقع
نہ دیں کہ غلہ اور آذوقہ کی راہیں بند کر سکے اور آٹھ ہزار سواروں کے لشکر ایک
گز کے فاصلے سے متعین کیا اور ان کو حکم دیا کہ لشکر کی حفاظت میں انتہائی کوشش کریں
اور اگر کسی وقت غافل ہو جائیں اور حریف کے چور کسی نہ کسی طرح اپنے کو
لشکر میں پہونچائیں تو لشکرگاہ کے جس طرف شور و غل کی آواز بلند ہو یہ لوگ
اس سمت کارخ کریں اور سرراہ کھڑے ہو کر جو شخص بھی لشکر سے نکلے اسے
فوراً قتل کریں۔ اس حکم کی بنا پر کوئی شخص بھی رات کے وقت لشکر کے
باہر نہ جاتا تھا حریف کے پیادوں نے اپنی عادت کے موافق شبخون مارنا
شروع کیا چور لشکر میں ایسے اور مسلمان پیادے آواز سنتے ہی ان
کے سر پر پہونچ جاتے تھے اور چوروں کے بھاگتے ہی پیادے ان پر
حملہ کرتے اور ان کو تہ تیغ کر ڈالتے تھے مصطفٰے خاں کی اس تدبیر سے
چوروں کے شر سے نجات ملی اور غلہ اور تمام ضروریات زندگی کے سامان
اطراف و جوانب سے مسلمانوں تک اس کثرت سے پہونچ گئے کہ
حد بیان سے باہر تھے۔ الغرض ایک سال کامل برکی امیروں اور بلب
کے فرزند کے درمیان معرکہ کارزار قائم رہا ہر روز شدید لڑائی ہوتی
جس میں طرفین سے آدمی کام آتے تھے مسلمان اطمینان کے ساتھ قلعہ
کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور ہر روز لڑائی کا بازار گرم کرتے تھے اہل
قلعہ بھی بیحد جرات اور بہادری کے ساتھ آلات آتشبازی اور نیز دیگر
طریقوں سے حریف کی مدافعت کر رہے تھے کہ اسی دوران میں بلب وزیر کے
فرزند نے اپنی طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کیا۔ اس سانحہ سے اہل قلعہ

دل شکستہ ہو گئے اور خود بلب پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ محاصرہ کی مدت کو ایک سال تین مہینے گزر گئے اطراف و جوانب کے راجا بھی پریشان اور تنگ آ کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے اہل حصار نے عدالت پناہ سے اپنے اہل و عیال اور جان و مال کی امان چاہی بادشاہ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کی خواہش کے موافق ایک عہد نامہ لکھ کر ان کے پاس بھیجدیا۔ جس دن کہ اہل قلعہ اپنے حصار کو چھوڑ کر جانے والے تھے اژدہام کے خوف سے مصطفےٰ خاں اپنے خاصہ کے لشکر کو ہمراہ لے کر قلعہ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیرا اور اس کے تمام سپاہی اپنا مال و اسباب اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر حصار سے نکل کر اطراف کرناٹک میں آوارہ وطن ہو گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند مقرب درباریوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور موذن نے امامیہ مذہب کے موافق اذان دی اور اسی روز ایک بہت بڑا بتخانہ توڑ کر مسجد کی طرح ڈالی گئی عدالت پناہ اور مصطفےٰ خاں نے حصول سعادت کے لئے اپنے اپنے ہاتھوں سے خانۂ خدا کے بنیادی پتھر رکھے اس فتح کے بعد مصطفےٰ خاں کی شوکت اور عظمت دوچند ہو گئی اور خلعت خاص سے مشرف کیا گیا یہ وہ خلعت تھا جو کشور خاں اور اسد خاں کے علاوہ کسی دوسرے امیر کو اس خاندان میں نہ ملا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار پرگنے اور قریے اس نواح کے مصطفےٰ خاں کی جاگیر میں دئیے گئے مصطفےٰ خاں کا استقلال انتہائے کمال کو پہونچ گیا اور عیش پسند بادشاہ نے تمام ملکی اور مالی مہمات اس کو سپرد کر کے اپنی انگشتری بھی مصطفےٰ خاں کے حوالہ کر دی۔ بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کو اجازت دی کہ ملک کے تمام مہمات اپنی رائے سے فیصل کرے اور کسی معاملہ میں بھی بادشاہ کی رائے حاصل کرنے کا انتظار نہ کرے چار مہینے گزرنے کے بعد نبکاپور کا قلعہ پورے طور پر قبضہ میں آ گیا اور وہاں کی رعایا نے خوشی سے بادشاہ کی اطاعت قبول کی بادشاہ نے خود قلعہ میں قیام کیا اور مصطفےٰ خاں کو بیس ہزار سوار اور خزانہ اور توپخانہ اور قور خانہ عنایت کر کے اسے جرہ اور چندر کونی کے حصار فتح کرنے کا حکم دیا۔ مصطفےٰ خاں قلعہ جرہ کے حوالی میں پہونچا حصار کا حاکم مسمی ارسپ نایک عاجزی کے ساتھ پیش آیا

اور اس نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا چونکہ یہ راجہ بنکاپور کے معرکہ میں مصطفےٰ خاں کو تحفے اور ہدیے بھیجکر دوستی کی راہ کھول چکا تھا مصطفےٰ خاں نے اس کی درخواست قبول کی اور خراج کی رقم وصول کرکے چندرکونی کی طرف بڑھا اس قلعہ کا راجہ صلح پر راضی نہ ہوا بلکہ اپنی قوت اور قلعہ کے استحکام اور جنگلوں کی کثرت سے اسے ایسا مغرور کیا کہ حریف کی مدافعت پر آمادہ اور تیار ہو گیا مصطفےٰ خاں اور دوسرے امرا نے حصار کا محاصرہ کر لیا اور برگی امیران غیر مسلموں کے مقابلہ میں متعین کئے گئے جو اطراف و جوانب سے چندرکونی کے باشندوں کی اعانت کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے مسلمانوں نے غلہ کی رسد بند کر دی اور اس طرح ہر تدبیر سے دس مہینے میں اس قلعہ کو بھی ۹۸۳ھ ہجری میں جو کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا تھا فتح کر لیا اور فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ علی عادل نے اس قلعہ کی سیر کرنے کا ارادہ کیا اور بنکاپور سے اس طرف کا رخ کیا اس قلعہ میں چند دنوں عیش و عشرت میں بسر کئے اور کرناٹک کے باشندوں کو بہت پسند کیا غرضکہ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل بیجاپور واپس آیا بادشاہ نے اپنی مہر مصطفےٰ خاں کے پاس چھوڑ دی اور اسے چندرکونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا علی عادل نے مصطفےٰ خاں کو یہ سمجھا دیا کہ اگر کوئی فرمان اطاعت اہل دیوانی کو پہونچے اور اسے بیجاپور سے چندرکونی روانہ کریں تو اگر اس فرمان کا مضمون مصطفےٰ خاں کے نزدیک تعمیل کے لائق ہو تو اس پر بادشاہ کی مہر کرکے دارالملک کو واپس کر دے ورنہ اس کو بیکار سمجھکر اپنے پاس رکھے دوسرے سال مصطفےٰ خاں کا خط بادشاہ کے نام اس مضمون کا آیا کہ قدیم زمانہ میں چندرکونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا اس قلعہ کے مسمار ہونے کے بعد اس نواح کے بعض راجاؤں نے ناعاقبت اندیشی سے دوسرا حصار دامن کوہ میں ایک مسطح زمین پر تیار کیا نمکخوار کی صلاح یہ ہے کہ جہاں پناہ تشریف لائیں اور بالائے کوہ کا منظر ملاحظہ فرماکر اگر مناسب ہو تو دامن کوہ کا حصار مسمار کرکے حسب دستور سابق بالائے کوہ قلعہ تعمیر کیا جائے۔ علی عادل شاہ چند خاص مقرب درباریوں کے ساتھ

چندر کوٹی پہونچا اور مصطفٰے خاں کی رائے سے اتفاق کرکے بالائے کوہ قلعہ بنانے کا حکم دیا اور قلعہ تلگوان کے راہ سے بیجاپور واپس آیا مصطفٰے خاں نے اپنی وفاداری کے لحاظ سے ایک برس میں نیا حصار تیار کرلیا اور بادشاہ نے مصطفٰے خاں کی التماس کے موافق پھر چندر کوٹی کا سفر کیا اور اس امیر کی وفاشعاری اور حسن خدمات سے بیحد خوش ہوا اس زمانہ میں مصطفٰے خاں نے قلعہ کرر کے راجا شنکر نایک کے پاس جو چندر کوٹی کے نواح میں حکمراں تھا ایک قاصد روانہ کیا اور اس کو بادشاہ کی اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ مصطفٰے خاں کی درخواست کو قبول کرے شنکر نایک بادشاہ کی قدمبوسی کے لیئے حاضر ہوا اور بادشاہ سے اپنے ملک کی سیر کرنے کے لئے عرض کیا علی عادل نے اپنا لشکر چندر کوٹی میں چھوڑا اور مصطفٰے خاں کے ہمراہ پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ لیکر کرور روانہ ہوا یہ قلعہ ایک کوہستان میں واقع ہے جس میں بیشمار درخت ہیں اس قلعہ کو آنے جانے کی راہ ایسی تنگ ہے کہ اکثر جگہ ایک سوار سے زیادہ جانے کا راستہ نہیں ہے۔ راستہ کے سبب سے بادشاہ کے بہت سے ہمراہی خوفناک ہوئے اور انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے اراکین کے مشورہ کے موافق قلعہ کی حکومت شنکر نایک کو سپرد کی اور خود چندر کوٹی واپس آیا مصطفٰے خاں نے اب بھی خیرخواہی سے کام لیا اور شنکر نایک سے کہا کہ بادشاہ تمھارے اور اس نواح کے دوسرے راجاؤں کے ملک پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے اس وقت میں نے بڑی کوشش سے تمھارے ملک سے واپس کیا ہے اگر تم اپنی سلامتی اور خیریت چاہتے ہو تو باج وخراج کا ادا کرنا قبول کرو اور تم دوسرے راجاؤں کو بھی اس بات پر راضی کرلو تاکہ میں بادشاہ سے عرض کرکے اس کے خیال کو دل سے نکالدوں شنکر نایک نے اطاعت قبول کی اور حاکم قلعہ چندجیرہ ارسب نایک اور بھرہ دیوی حاکم قلعہ کنار اب اور جلوی حاکم قلعہ ساحل عمان اور راجہ بندر باسلور و باکلور و باو کلابھوں کو نصیحت کی کہ بادشاہ کی اطاعت قبول کرکے ادائے خراج کا اقرار کریں

ان تمام راجاؤں نے نایک کی نصیحت قبول کی اور سب کے سب عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون بطور پیشکش بادشاہ کے ملاحظہ میں گزارنے اور یہ طے پایا کہ شنکر نایک بہرہ دیوی اور راجہ بندر باسلور اور دوسرے راجہ سب ملکر ہر سال تین لاکھ پچاس ہزار ہون خزانۂ شاہی میں داخل کرتے رہیں ان میں ہر ایک خلعت شاہانہ سے سرفراز ہوکر مطمئن اور خوش حال اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا اور علی عادل شاہ کے تمام عہد فرمانروائی میں ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون برابر ادا کرتے رہے اس رقم کے علاوہ یہ ہندو راجہ مخفی طور پر تیس ہزار ہون اور موتی زبر جد یاقوت اور دوسرے قسم کے جواہرات مصطفےٰ خاں کی خدمت میں پیش کرکے اپنی نجات اور سلامتی کے خیر مناتے رہے لکھتے ہیں کہ جس وقت راجگان اور رانیاں عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بادشاہ نے سبھوں کو خلعت سے سرفراز کیا تو بھیر دیول اور جلوی کے لئے زنانہ خلعت سامنے رکھے گئے ان شیر دل عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہماری صورت اگرچہ عورتوں کی ہے لیکن ہم ضرب شمشیر سے جو مردوں کا جوہر ہے ملک پر حکمرانی کر رہے ہیں بادشاہ کو ان عورتوں کی تقریر بیحد پسند آئی اور اس نے ان رانیوں کو بھی شمشیر مرصع اور اسپ تازی کے ساتھ مردانہ خلعت عطا فرمایا یہ دونوں رانیاں عرصہ سے اپنے اپنے ملکوں میں حکومت کر رہی ہیں اور آج تک ان ممالک کی یہی رسم ہے کہ فرمانروائے وقت عورت ہی ہوتی ہے اور رانیوں کے شوہر صرف امراء میں داخل ہوتے ہیں اور امور جہانبانی سے ان کو مطلقاً سروکار نہیں ہوتا اور روزانہ مثل دوسرے ملازمین کے رانی کی خدمت گزاری کرتے ہیں غرضکہ دیگر امراء اور حکام اور خود شوہروں کے درمیان کچھ فرق نہیں ہوتا۔ الغرض جب اس نواح کے تمام راجہ بادشاہ کے مطیع ہوگئے تو علی عادل نے بندری پنڈت کو جو خاندان عادل شاہی کا معتبر ملازم اور قوم کا برہمن تھا ان صوبوں کا دیوان اور مصطفےٰ خاں کو ان ممالک کا حاکم با اختیار مقرر کیا اور تمام اقطاع اور ممالک مصطفےٰ خاں کو سپرد کرکے افضل خاں شیرازی کو

منصب وکالت اور میر جملگی عطا کیا اور دوبارہ بیجاپور واپس آیا۔ مصطفےٰ خاں فطرۃً دانشمند تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کشورکشائی کا بہادرانہ مشغلہ ہمیشہ جاری رہے۔ اس امیر نے ان اطراف کا انتظام کر کے اپنے ایک معتبر امیر مسمی علی خاں کو عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور بادشاہ سے نلگنڈہ کو فتح کرنے کی التجا کی یہ شہر کرناٹک کا پایۂ تخت تھا مصطفےٰ خاں کا معروضہ خود بادشاہ کا عین مدعا تھا علی عادل نے فوراً لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیجاپور سے سفر کیا اور سب سے پہلے قلعہ ادونی کا تماشہ دیکھ کر قدم آگے بڑھایا۔ بیکاپور کے حوالی میں مصطفےٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امیروں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا علی عادل مع اپنے تمام ہمراہیوں کے منزل بمنزل نلگنڈہ روانہ ہوا تنکنادری مسلمانوں سے مقابلہ نہ کر سکتا تھا علی عادل کے آنے کی خبر سنکر راجہ نے نلگنڈہ کا قلعہ اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خزانہ اور ہاتھیوں اور اثاثہ سلطنت کو ساتھ لے کر جلد سے جلد چندرگیری کو روانہ ہو گیا۔ علی عادل نلگنڈہ پہونچا اور بادشاہ نے پہلے اطراف شہر اور قلعہ کو اپنے امیروں پر تقسیم کیا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ مورچل مقرر فرمایا تین مہینے کے بعد قریب تھا کہ اہل شہر تنگی غلہ و آذوقہ سے پریشان ہو کر امان کے خواستگار ہوں اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیں کہ تنکنادری کو اس حال سے آگاہی ہو گئی اور اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ بڑے ہاتھی ہندیا ہتم نایک کے پاس روانہ کئے ہندیا ہتم عادل شاہی برگی امیروں میں ایک بڑا سردار تھا اس رشوت کا مقصود یہ تھا کہ ہندیا نایک اپنے مالک سے بیوفائی کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں علم مخالفت بلند کرے اور چار ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر اپنے مورچل سے فرار کرے ہندیا نے نمک حرامی پر کمر باندھی اور اپنے سواروں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو کر بادشاہی لشکر کو نقصان پہونچایا اور عادل شاہی فوج سے جدا ہو گیا۔ دوسرے دن ہندیا کی ترغیب سے دوسرے چار برگی امیروں نے بھی راہ مخالفت اختیار کی اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ گروہ چوری اور ڈاکہ زنی میں مشتاق اور

بے نظیر تھا ان نمک حراموں نے سرقہ کرنا شروع کیا اور اسلامی لشکر کے اطراف و جوانب کی غارتگری میں مشغول ہوئے غلہ اور چارہ لشکر سے چرا لیتے میں انھوں نے پوری کوشش کی ان واقعات کی بنا پر علی عادل اور مصطفےٰ خاں نے محاصرہ سے دست بردار ہونا ضروری خیال کیا اور کوچ کرکے حوالی بنکاپور میں پہونچے۔ بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کو اس نواح کے انتظام کے لئے بنکاپور میں چھوڑا اور خود سنہ ۹۸۶ ہجری میں بیجاپور واپس آیا۔ علی عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ برگی امیروں نے اپنے اپنے مقطعوں پر جو شہر بیجانگر کی سرحد پر واقع ہیں باغیانہ قبضہ کر لیا ہے اور شاہی اطاعت سے انکار کرتے ہیں اسنے مرتضیٰ خاں انجو کو برگیوں کے اکثر پرگنات کا جاگیردار مقرر کیا اور اسے تین ہزار تیر انداز سواروں اور دکنی اور حبشی امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ ان بے وفاؤں کے دفعیہ کے لئے روانہ کیا۔ مرتضیٰ خاں سیف عین الملک کے قتل کے بعد علی عادل کے زمانۂ حکومت میں اس خاندان کا ملازم ہو کر گروہ امرا میں داخل ہوچکا تھا۔ مرتضیٰ خاں اور باغیوں کے درمیان اکثر معرکے ہوئے اور اگرچہ طرفین سے بے شمار لوگ کام آئے لیکن لڑائی کا نتیجہ نہ نکلا اور غالب و مغلوب میں تمیز کا ہونا دشوار ہو گیا جب معرکہ آرائی کی یہ نوبت پہونچی تو مصطفےٰ خاں نے جو قلعہ بنکاپور میں مقیم تھا علی خاں کو عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور عرض کیا کہ لشکر کو چوروں کے مقابلہ میں روانہ کرکے اس طرح بندگان خدا کی جانیں تلف اور اپنی قوت کو کم کرنا آئین فراست سے بعید ہے مناسب یہ ہے کہ ان باغیوں کو حیلہ اور بہانہ سے بیجاپور میں طلب کر لیا جائے اور اس کے بعد جو مناسب ہو ان کے ساتھ سلوک فرمایا جائے۔ علی عادل نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسو پنڈت کو جو قوم کا برہمن تھا دوسرے معتمد اشخاص کے ساتھ بارہا باغیوں کے پاس بھیجا جس کا مقصود یہ تھا کہ جس طرح سے بھی ممکن ہو باغیوں کو دلاسا دے کر بیجاپور میں لے آئے ہندیا نایک بیجاپور کی روانگی کو خلاف مصلحت سمجھا اور اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور سرد پ نایک رائے ہوج ل

دیونایک اور تمنا یک وغیرہ دوسرے سرداران قوم سے جن میں ہر ایک برگی امیروں میں داخل تھا یہ کہا کہ جس زمانہ میں کہ سارا کرناٹک فتح ہو کر بادشاہ کے قبضہ میں آنے والا تھا اور واقعات کی بنا پر یہ یقین تھا کہ کرناٹک کی حکومت رامراج کے خاندان سے عادل شاہی گھرانے میں منتقل ہو جائے گی اس وقت ہم نے بادشاہ کی مخالفت کی اور اس کے مقاصد کے حصول میں سدراہ اور حارج ہوئے اتنا بڑا گناہ بادشاہ کے دل سے کیونکر محو ہو جائے گا اور اتنی بڑی تقصیر پر وہ اب کس طرح ہم سے راضی ہو گا میرا خیال ہے کہ مسلمان ہم کو دھوکہ دے کر بیجاپور لئے جاتے ہیں تاکہ وہاں پہونچکر ہم سے ہماری بیوفائی کا بدلہ لیں۔ ان امیروں نے ہندیا کی بات نہ سنی اور بیجاپور روانہ ہونے پر پوری طرح تیار ہو گئے۔ ہندیا نایک ان سے جدا ہو گیا اور تلنگنڈہ جاکر اس نے تنکنادری کی ملازمت اختیار کر لی سب سے پہلے جوترائے بیجاپور پہونچا اور بادشاہ نے اسے خلعت امارت عطا فرمایا تو یہ خبر دور دور مشہور ہوئی اور دوسرے باغی امیر بھی عہد وپیمان لے کر بیجاپور پہونچ گئے۔ غرضکہ سارے گنہگار پائے تخت میں جمع ہوئے علی عادل کے غصہ کی آگ بھڑکی اور اس نے جوت رائے کی آنکھیں نکال ڈالیں اور بھوجل نایک دیونایک اور تمنا یک کو بدترین عذاب کے ساتھ قتل کیا اور ان کے کشتوں کو تختوں پر لاد کر سارے شہر میں گشت کرایا اور اس طرح ان باغیوں کے فتنہ سے نجات حاصل کی۔ علی عادل کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی بادشاہ نے ماہ شوال ۹۸۷ھ ہجری میں اپنے بھائی کے فرزند یعنی شاہزادہ ابراہیم بن شاہ طہماسپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور امیروں اور ارکان دولت سے کہا کہ میرے بعد تمہارا بادشاہ یہ ہوگا۔ علی عادل نے اسی مہینہ میں ایک بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا اور شاہزادہ ابراہیم کے رسم ختنہ سے فراغت حاصل کی۔ نقل ہے کہ شب ختنہ کو دکن کی رسم کے موافق شاہزادہ کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں گشت کے لئے محل شاہی سے باہر نکالا آتش بازی کے درخت اور نیز ہر قسم کے گولے وغیرہ سڑک کے دونوں طرف لگائے گئے تھے اتفاق سے آتشبازی میں آگ لگ گئی اور تقریباً سات سو آدمی

نذر اجل ہوئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ شاہزادہ عالی مقدار کو کسی طرح کا صدمہ نہیں پہونچا
اور اول ہی سے یہ بادشاہ صاحبقران مربی خاص و عام سب کے لئے موجب
رحمت الٰہی ہوا اور ملک اور قلعوں کے فتح ہونے اور حبشی اور بربری امرا کی گوشمالی کے
بعد بادشاہ کبھی تو خلوت خاص میں بیٹھکر آرام و آسائش سے اپنی زندگی کے دن بسر
کرتا تھا اور کبھی تخت سلطنت پر بیٹھکر رعایا کو مسرور اور مطمئن کرتا تھا۔ بادشاہ میں تمام
صفات حمیدہ جمع تھیں لیکن باوجود جامع اوصاف ہونے کے علی عادل حسن پرست
اور شیدائے جمال تھا اس بادشاہ کو خوبصورت خواجہ سراؤں اور صاحب حسن
و جمال غلاموں کے جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ علی عادل نے ایک قاصد امیر برید کے
پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا کہ تمھارے پاس دو حسین اور صاحب جمال خواجہ سرا
موجود ہیں ان دونوں کو جلد سے جلد میرے پاس روانہ کردو علی برید نے چند روز
تو حیلہ و بہانہ میں گزارے اسی زمانہ میں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے برید پر حملہ کیا اور
علی برید نے عدالت پناہ سے مدد طلب کی بادشاہ نے دو ہزار سوار برید کی
امداد کے لئے روانہ کئے امیر برید نے اس زمانہ میں عادل شاہ کو ان خواجہ
سراؤں کا بیحد مشتاق پایا اور دونوں حسین غلاموں کو بیدر سے بیجاپور روانہ کردیا۔
خواجہ سرا بیجاپور پہونچے اور انھیں اپنے یہاں پہونچنے کی وجہ معلوم ہوئی ان
غلاموں میں سے ایک نے جو سن میں اپنے ساتھی سے بڑا اور حسن میں اس سے
بہتر تھا ایک چاقو اپنے شلوار میں چھپا لیا۔ دونوں خواجہ سرا بادشاہ کے
حضور میں پیش کئے گئے اسی رات کو بڑے غلام نے چاقو سے علی عادل کو قتل
کیا۔ علی عادل نے پنجشنبہ کے دن تیئیسویں صفر سنہ ۹۸۷ ہجری کو رحلت کی اس
سانحہ کی تاریخ "ظلم دیدہ" مشہور و معروف ہے ملا رضائی مشہدی نے علی عادل کی
وفات کا مرثیہ موزوں کیا۔ تمام اعیان ملک اور ارکین دولت اس سانحہ
قیامت خیز سے بیحد رنجیدہ اور ملول ہوئے مرتضیٰ خان شاہ فتح اللہ شیرازی شاہ
ابوالقاسم انجو جو بادشاہ کے مصاحب اور ندیم تھے اور میر شمس الدین اصفہانی
اور دوسرے سادات و علما جو اطراف و جوانب سے آکر عدالت پناہ کے سایۂ
عاطفت میں زندگی بسر کر رہے تھے تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے اور

جنازہ شاہانہ آداب و مراسم کے ساتھ اٹھا کر بادشاہ کو ایک حظیرہ میں جو شہر کے اندر واقع ہے دفن کیا یہ حظیرہ اس وقت روضۂ علی کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کے دوسرے دن ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو علی عادل کے بعد فرمانروائے ملک ہوا دونوں غلاموں کو قتل کیا۔ بیجاپور کی جامع مسجد اور شاہپور کا تالاب اور آب کاریز جو تمام رعایا کے لئے وقف ہے اور علی عادل کے عہد میں کمال کشور خان کے اہتمام سے تکمیل کو پہونچا اس بادشاہ کی یادگار ہیں۔ علی عادل بڑا سخی تھا ابراہیم عادل اول نے ایک کروڑ طلائی ہون اور بے شمار قیمتی جواہرات اور موتی خزانہ میں چھوڑے تھے علی عادل نے باپ کا تمام اندوختہ اور نیز خود اپنے عہد کی تمام دولت ایران و توران عرب و روم اور دیگر ممالک کے فضلا اور مستحقین کو عطا فرما دی۔ بادشاہ کی وفات کے وقت خزانہ میں سوا زر کرناٹک کے جو آخری عہد میں مصطفے خاں کی کوشش سے حاصل ہوا تھا اور کوئی دولت موجود نہ تھی بلکہ اس رقم کا بھی ایک بہت بڑا حصہ درویشوں اور محتاجوں کے نذر ہو چکا تھا علی عادل کے عہد حکومت میں دو ایلچی اکبر بادشاہ کے مختلف اوقات میں بیجاپور وارد ہوئے بادشاہ نے دونوں قاصدوں کو بیحد اعزاز و اکرام کے ساتھ شہر میں بلوایا۔ اکبر کا پہلا ایلچی حکیم علی گیلانی تو بیش قیمت تحفے اور ہدیے لے کر شہر سے واپس گیا اور دوسرا قاصد حکیم عین الملک ہنوز بیجاپور ہی میں مقیم تھا کہ بادشاہ قتل کیا گیا اور عین الملک بلا کسی تحفے کے بارگاہ اکبری کو واپس گیا۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی

علی عادل کی وفات کے بعد ارکین دولت نے ابراہیم عادل شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا بادشاہ باوجود اس کے کہ پورے دس سال کا بھی نہ تھا لیکن اپنے فطری جوہر حکمرانی سے اس نے ہر امیر کو نہایت موثر اور مناسب تقریر سے مطمئن کیا۔ اہل دربار نے روپیہ اور اشرفیاں بادشاہ کے سر پر نچھاور کئے اور خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کر کے بادشاہ عالی جاہ کے نام کا خطبہ پڑھا دوکانداروں نے اظہار شادمانی اور مسرت میں اپنی دوکانوں کو ہر رنگ کے دیبا اور ریشم اور شام اور فرنگ

کے طرح طرح کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ کیا اور ہندوستان کی رسم کے موافق گاؤ و گوسفند و ظروف گلی کو نقد و جنس سے پر کر کے بادشاہ کے سر پر سے تصدق کیا۔ پروردگار عالم جس عظیم الجاہ انسان کیلئے مرتبۂ فرمانروائی مقدر فرماتا ہے اس کو پہلے ہی سے ہر طرح کی خوبیاں اور سعادت عطا فرماتا ہے چنانچہ بادشاہ دین پناہ نے اوائل عمر ہی میں سواری اور نیزہ بازی و جمیع آلات حرب کی مشق اور مہارت حاصل کی اور قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر علوم کی تعلیم میں بسر کی اور کسی طفلانہ لہو ولعب کے گرد نہیں پھٹکے۔ اللہ تعالے عدالت پناہ کو ہر طرح کی دینی اور دنیاوی سعادت مرحمت فرمائے۔

واقعات خسرو عدالت آئین ابراہیم عادل شاہ ثانی

بادشاہ کے ابتدائی زمانہ میں چند معتبر ملازمین نے غلبہ حاصل کر کے سلطنت کے تمام مہمات کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لے لیا چونکہ ان اشخاص کا ذکر تاریخ میں درج کرنے کے لایق ہے لہذا اختصار کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ کامل خاں دکنی جو عادل شاہی خاندان کے امرائے کبار میں تھا علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسر اقتدار رہا اور قلعہ مرچ کی تسخیر میں نمایاں خدمت انجام دے کر تمام مالی اور ملکی امور کا مختار کامل بن گیا۔ کامل خاں نے اپنے معتمد حاشیہ نشینوں کو بادشاہ کے گرد مقرر کیا اور قلعہ کے تھانہ دار کو بھی اپنا ہمخیال بنا کر ہر کس و ناکس سے مسلوک ہوتا رہتا تھا۔ کامل خاں نے بادشاہ کی تربیت چاند بی بی زوجہ علی عادل شاہ کے سپرد کی اور تمام ممالک محروسہ میں اطمینان بخش فرامین جاری کئے سوا چہارشنبہ اور جمعہ کے ہر روز عدالت پناہ کو حرم سرا سے باہر نکالتا اور شاہانہ طریقہ پر دربار آراستہ کر کے خاص و عام کو شرفیابی کی اجازت دیتا اور بادشاہ کے حضور میں معاملات سلطنت کو اس خوبی کے ساتھ فیصل کرتا کہ کسی کو اپنے دشمن سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ نہ تھا غرضکہ دو مہینے تو اس طرح گزرے لیکن اس کے بعد کامل خاں کے دماغ میں نشۂ غرور نے اپنا گھر کیا اور اپنے استقلال پر مغرور ہو کر اس نے چاند بی بی کے ساتھ بے ادبی کی چاند بی بی اس شوخی سے بیحد غضبناک ہوئی اور بیگم نے

حاجی کشور خاں ولد کمال خاں کو خفیہ پیغام دیا کہ خان اب لائق وکالت نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ یہ خدمت تمہارے سپرد کردوں تم جس طرح ممکن ہو کامل خاں کا قدم درمیان سے اٹھا دو اور اس معاملہ میں چون وچرا کو دخل دیکر تاخیر نہ کرو ورنہ اگر اس کی قوت اور زیادہ ہو جائیگی تو معاملہ مشکل سے مشکل ترین ہو جائیگا حاجی کشور خاں اس مژدہ سے اپنے جامے میں پھولا نہ سمایا اور اشراف ملک کے ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور چار سو آدمیوں کے ہمراہ جو سب کے سب مسلح تھے اس وقت پہونچا جب کہ کامل خاں سبز محل میں بیٹھا ہوا دیوانداری کر رہا تھا کشور خاں دفعتہً قلعہ میں پہونچا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا تھانہ دار کو قید کر کے سبز محل کی طرف بڑھا۔ کامل خاں حوادث زمانہ سے بے خبر تھا اس حالت کو دیکھتے ہی حرم سرا کی طرف اس خیال سے دوڑا کہ چاند بی بی اس کی محافظت کریگی اتفاق سے خواجہ سراؤں کا وہ گروہ جو اس کا بہی خواہ تھا اس مقام پر موجود تھا یہ گروہ کامل خاں کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے چاند بی بی کے اشارہ سے ہے اس سے مدد کی امید رکھنا عقل سے بعید ہے۔ کامل خاں دریائے حیرت میں غرق ہو گیا اور یہ معلوم کر کے کہ قلعہ کا دروازہ دشمن کے قبضہ میں ہے عمارت شاہی کے عقب سے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور فتنۂ جانسوز کا خیال کر کے اپنے کو ایک لبریز خندق میں گرا دیا اور تیرتا ہوا پار اتر گیا چونکہ ابھی اس کی زندگی کے دن باقی تھے شہر کے باشندوں نے اسے نہ پہچانا۔ کامل خاں باغ دروازہ امام میں جو قلعۂ ارک کے خندق کے قریب واقع ہے پہونچا اور درختوں کی پناہ میں ہوا کی طرح دوڑتا ہوا حصار شہر پہ جو قریب بارہ گز شرعی کے بلند ہے پہونچ گیا اور اس نے چاہا کہ حصار سے نیچے اترے کامل خاں نے بلا کسی شخص کی مدد کے دستار اور کمر بند اور روش انداز شال کو ایک دوسرے سے باندھکر کنگورہ پر کمند کی طرح باندھا اور اس کی مدد سے نیچے اترا اس وقت کوئی شخص بھی اس کے پاس نہ آیا اور اس طرح پریشان اور بدحواس اپنے مکان پر جو شہر کے باہر واقع تھا پہونچ گیا اور فراری ہونیکا سامان کرنے لگا حاجی کشور خاں وغیرہ کو یہ گمان نہ تھا کہ کامل خاں اس قدر

عجلت سے کام لیگا ان لوگوں نے تقریباً ایک ساعت بخوبی کامل خاں کو اس عمارت اور قلعہ میں تلاش کیا لیکن آخر کار ان کو معلوم ہو گیا کہ کامل خاں جان کے خوف سے حصار اور قلعہ سے نیچے اوتر کر اپنے مکان پہونچ گیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق ایک گروہ کو اس کی گرفتاری کے لئے نامزد کیا کامل خاں اس ارادہ سے آگاہ ہو گیا۔ اور نقد اور دولت اپنے ساتھ لے کر سات یا آٹھ آدمیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف بھاگا لیکن ابھی دو منزل بھی نہ گیا ہو گا کہ کشور خاں کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ان قید کرنے والوں نے یہ خیال کر کے کہیں کامل خاں کے ملازم دہی خواہ عقب میں اس کو بچانے کے کئے نہ آتے ہوں فوراً اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اس کا مال و دولت سب تاخت و تاراج کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے بجائے کامل خاں کے مہمات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی سلطان کے مشورہ سے تمام معاملات کو بیحد استقلال اور اختیار کامل کے ساتھ فیصل کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ بہزاد ملک ترک مرتضیٰ نظام شاہ کا سر سپر نوبت پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے سرحد عادل شاہی کے بعض پرگنوں کی تسخیر کے لئے آرہا ہے کشور خاں نے بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور شاہی حکم کے مطابق عین الملک اور آنکس خاں اور دوسرے حبشی امیروں یعنی اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ نظام شاہیوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ یہ امیر حوالی شاہ درک میں پہونچے اور چند روز انھوں نے اس مقام پر آرام کیا اور اس کے بعد جنگ آزمائی کا ارادہ کر کے نظام شاہی لشکر پر جو پانچ کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا دھاوا کیا جس کی وجہ سے نقارہ اور نفیر کی آواز بلند ہوئی۔ بہزاد ملک کو ان کے ورود کی اطلاع ہوئی اور اس نے بھی آئین جنگ کے موافق اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ دونوں لشکروں کو جو تیغ و تبر کے دو دریا تھے آپس میں ملے اور ان کے سنگم پر بجائے پانی کے آگ روشن ہوئی اور خون کے ندیاں بہنے لگیں ایک خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی فوج کو فتح ہوئی اور حریف میدان سے فراری ہوئے۔ امرائے سلطنت نے فتح نامہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی نوبت کے

علاوہ ازاں اون پر شکر لاد کر کوچہ و بازار میں شربت تقسیم کیا گیا کشور خاں نے اظہار
شادمانی کے بعد چاند بی بی سلطان کے حکم سے ہر امیر کو خلعت و کمر بند اور لجام
زرین و مرصع روانہ کیا اس واقعہ کے بعد کشور خاں نے بلا چاند بی بی کے مشورہ
کے امیروں کے نام فرامین جاری کیے اور چاہا کہ نظام شاہی لشکر سے ان
کے ہاتھ آئے تھے وہ ان سے طلب کیے امرا نے فیل واپس کرنے سے انکار کیا
اور ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے اس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے بعضوں نے
کہا کہ ایک عریضہ جس میں اصل حقیقت مرقوم ہو چاند بی بی سلطان کی خدمت
میں روانہ کیا جائے اور اس میں یہ استدعا ہو کہ کشور خاں کو معزول کر کے
بجائے اس کے مصطفےٰ خاں کا تقرر کیا جائے۔ بعض امیروں کی یہ رائے ہوئی
کہ سید مرتضیٰ ملک شہزادہ کی شکست کی خبر سنکر اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے مقابلہ
کے لئے آرہا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم اس کا انتظار کریں اور نظام شاہی مہم
کو کامل طور پر طے کرنے کے بعد تخت گاہ میں حاضر ہوں اور چاند سلطان کی رائے کے
موافق اس معاملہ کو طے کریں۔ ان امیروں کا راز فاش ہو گیا اور ان کے ارادہ
کی خبر کشور خاں تک پہنچ گئی اور اس نے بے وقت چاند سلطان کی معرفت
مصطفےٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر مہر شاہی ثبت کر کے ایک
قریب زادہ مسمی محمد امین کے ہاتھ میرزا نورالدین محمد کے پاس روانہ کیا میرزا نورالدین
مشہدی سید تھا جو معرکہ جنگ میں گرفتار ہو کر مصطفےٰ خاں کے حسن سلوک سے
شاہی امرا میں داخل ہو گیا تھا کشور خاں نے میرزا نورالدین کو پیغام دیا کہ
مصطفےٰ خاں کے قتل کے بعد اس کی املاک اور جاگیر کا مالک نورالدین ہو جائیگا
نورالدین نے سید مصطفےٰ خاں کے حقوق احسان فراموش کر دیئے اور محمد امین کو
قلعہ میں روانہ کر کے اہل قلعہ کو پیغام دیا کہ مصطفےٰ خاں کا ارادہ ہے کہ اہل حصار کو
قتل کر کے حصار کرناٹک کے سپرد کرے اور خود علم مخالفت بلند کر کے جاگیر پر
قبضہ کر لے تم کو چاہیئے کہ فرمان کے مضمون پر عمل کرو اور مصطفےٰ خاں سے بالکل
خوف و خطر نہ کرو زیادتی مناصب و جاگیر کے فرامین عنقریب تم تک پہنچ
جائینگے محمد امین شام کے وقت قلعہ میں پہنچا اور مصطفےٰ خاں کو اطلاع کی کہ

وہ ایک ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہے مصطفےٰ خاں نے اس کے قول پر یقین کیا اور اسے ایک عمدہ مکان میں ٹھہرایا محمد امین نے کہا کہ یہ رات کا وقت ہے میں صبح کو دیوان خانۂ عام میں فرمان شاہی پڑھ کر سناؤنگا شب کو تمام لوگ خواب میں مبتلا ہوئے اور محمد امین نے کرناٹک اور بڑے بڑے راجاؤں کو فریب دیکر ان سب کو مصطفےٰ خاں کے قتل پر راضی کر لیا علی الصباح جب کہ وہ سید بزرگوار نماز سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف کی تلاوت میں مشغول تھا ان سنگدلوں نے اسے شہید کر دیا۔

کہتے ہیں کہ بنکاپور میں ایک ضعیف العمر نجومی تھا جو بہت صحیح پیشین گوئی کیا کرتا تھا اور جو واقعات کہ آئندہ ہونے والے ہوتے ان کو دو یا تین سال پیشتر بیان کر دیتا تھا چنانچہ قبل اس کے کہ قلعہ بنکاپور مسلمانوں کے ہاتھوں سر ہوا اس منجم نے حکم لگایا تھا کہ آج سے بیس سال بعد یہ حصار مصطفےٰ خاں نامی امیر کی کوشش سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیگا۔ اتفاق سے اس نجومی کا حکم صحیح نکلا اور یہ واقعہ مصطفےٰ خاں کے کانوں تک بھی پہونچا امیر نے نجومی کو اپنے پاس بلایا اور اسے اپنا زائچہ بنوا کر آیندہ واقعات کے بارے میں سوال کیا نجومی نے اول تو بیان کرنے سے گریز کیا لیکن بیحد اصرار کے بعد مجبور ہوا اور کہا کہ احکام نجوم سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں سال تخت گاہ کا ایک مشہور امیر سازش کر کے اسی قصر میں جو تمہارا محل مسرت ہے تم کو قتل کریگا لیکن وہ خود بھی تھوڑے ہی دنوں کے بعد تخت گاہ سے فرار کر کے ملنگانہ میں پناہ لے گا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھ سے مقتول ہوگا آخر کار جو اس نجومی نے حکم لگایا وہ صحیح نکلا اور تمام لوگ اس کے فضل و کمال کے قائل ہو گئے۔ کشور خاں کی تباہی کا قصہ یہ ہے کہ مصطفےٰ خاں کی شہادت کی خبر بیجاپور پہونچی اور چاند بی بی سلطان جو محب سادات تھی اور سیدزادوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی مصطفےٰ خاں جیسے عالی نسب سید کے قتل ہونے سے بیحد رنجیدہ ہوئی اور کشور خاں کی عداوت اس کی دل میں جاگزیں ہو گئی یہ بلکہ بعض اوقات نہایت درشت اور سخت الفاظ سے کشور خاں کو یاد کرتی تھی کشور خاں نے چند دنوں تو تجاہل عارفانہ سے کام لیا

اور اس کے بعد چاند سلطان پر یہ تہمت لگائی کہ یہ ملکہ خفیہ طور پر اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو یہاں کے حالات کی اطلاع دیتی ہے اور اسے سرحد عادل شاہی پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیتی رہتی ہے بہتر یہ ہے کہ چند دنوں چاند سلطان کو قلعۂ ستارا میں نظر بند کیا جائے اور نظام شاہی جھگڑوں سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد پھر قصر شاہی میں واپس بلالی جائے۔ بادشاہ اپنی صغر سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں بے اختیار تھا اور اس قسم کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتا تھا کشور خاں نے اپنے ارادہ میں اصرار کیا چاند بی بی حرم سرا سے باہر آنے میں تساہل کرتی تھی اور شاہی خواجہ سرا اور بوڑھی عورتیں بھی ملکہ کو جبراً اور زبردستی سے باہر لیجانے میں مانع آتی تھیں کشور خاں نے اپنے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی قصر کے اندر بھیجا اور ملکہ کو زبردستی محل شاہی سے باہر نکال کر پالکی پر سوار کیا اور قلعۂ ستارہ کو روانہ کر دیا۔ کشور خاں ایسی بیہودہ حرکت کرنے کے بعد اور زیادہ اپنے استقلال پر مغرور ہوا اور میاں بدو اپنے ایک معتمد امیر شاہی کو امرائے سرحد کا سرلشکر مقرر کیا اور اس کو ایک جمعیت کثیر اور فیل و اسپ کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امیروں نے پھر خبر سنی اور میاں بدو کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور اسے نہایت عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لے آئے میاں بدو جہاں دیدہ اور تجربہ کار مرد تھا اس نے سرگروہ امیر یعنی عین الملک اور انکس خاں کو آئندہ کے وعدوں اور حسن سلوک سے کشور خاں کا بھی خواہ بنایا اور لشکری امیروں کو مغلوب رکھنے کی تدبیر سوچنے لگا کشور خاں نے ایک فرمان میاں بدو کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ معلوم ہوا ہے کہ لشکری امیر بیحد مغرور ہو گئے ہیں اور بادشاہ کی اطاعت پورے طور پر نہیں کرتے اور نیز یہ کہ امرائے نظام شاہیوں کے مقابلہ میں کاہلی سے کام لیتے ہیں تم جس تدبیر سے ممکن ہو ان کو مقید کر کے قلعہ شاہ ورک میں نظر بند کر دو اور ان کے اسپ و فیل شاہی آستانہ پر روانہ کر دو اور یہ کام بیحد احتیاط اور دوراندیشی سے انجام دو میاں بدو خود صاحب دعویٰ تھا اور یہ چاہتا تھا کہ منصب سپہ سالاری پر فائز ہو جائے اس نے حمید خاں اور اخلاص خاں کی تباہی کی فکر کی اور یہ ارادہ کیا کہ دعوت کے

بہانہ سے اپنے مکان پر بلائے اور ان کو نظر بند کرے اس گروہ کو بھی اس کے
ارادہ کی اطلاع ہوگئی اور ان لوگوں نے اپنے معتمد حبشیوں سے مشورہ کیا اور یہ
طے پایا کہ میاں بدو کے ارادہ کے ظہور کے قبل ہی اخلاص خاں خود اپنے مکان پر
دعوت کرکے میاں بدو کو مقید کرے اور اس کے بعد تمام امیر تخت گاہ روانہ ہو کر
کشور خاں کا قدم درمیان سے اٹھائیں اور کسی معقول سرلشکر کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد پر
واپس آئیں اور نظام شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوں۔ اخلاص خاں نے
میاں بدو کو اس بہانہ سے اپنے مکان پر طلب کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس
کے گھر میں فرزند پیدا ہوا ہے جس کی خوشی میں اس نے جشن منعقد کیا ہے۔
اخلاص خاں نے بظاہر چند قیل بزرگ منتخب کئے کہ میاں بدو کو بطور تحفہ پیش کریگا
میاں بدو مکر کے جال میں گرفتار ہوگیا۔ اور اپنے چند مخصوص اور مقرب درباریوں
کے ساتھ حمید خاں کے مکان پر آیا اور جو کچھ اس نے حبشیوں کے حق میں ارادہ
کیا تھا اخلاص خاں نے وہ خود اس کے لئے پورا کیا ان امیروں نے میاں بدو
کو مقید کرکے بالاتفاق بیجاپور کا رخ کیا اس حالت سے لشکر پراگندہ ہوگیا
عین الملک اور انکس خاں دوسری راہ سے اپنی جاگیروں کو روانہ ہوگئے
اور کشور خاں نے یہ خبر سنی اور اگرچہ حقیقت میں حبشیوں سے مقابلہ نہ کرسکتا تھا
لیکن ظاہر میں ان سے جنگ آزمائی کرنیکا ارادہ کیا۔ کشور خاں بادشاہ
کے دل میں جگہ پیدا کرنیکی غرض سے عدالت پناہ کو اپنے مکان لے گیا اور ایک
بہت بڑا جشن منعقد کرکے نفیس تحفے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے لیکن
اس کارروائی سے فائدہ نہ ہوا اور کشور خاں جب کوچہ و بازار میں نکلتا تو
عوام شہر یہاں تک کہ عورتیں اس پر لعنت کرتیں اور یہ کہتی تھیں کہ یہی
بدبخت مصطفےٰ خاں جیسے سید بزرگوار کا قاتل ہے اور اسی سیاہ رو نے چاند بی بی
سلطان کو بے ادبی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کشور خاں نے سمجھ لیا کہ رعایا
بالکل اس سے برگشتہ ہے اور اسے معلوم ہوا کہ امرائے حبشی اور بیجاپور کے درمیان
اب ایک منزل کا فاصلہ اور ہے۔ کشور خاں بادشاہ کو شکار کے بہانے سے شہر
کے باہر لے گیا اور کلاغ باغ میں تھوڑی دیر قیام کرکے بادشاہ سے کہا کہ آج ہوا

گرم ہے شکار کو دوسرے دن پر محول کیا جائے اور جہاں پناہ شہر میں تشریف
لے جائیں میں شاہ پور کے باغات کی سیر کر کے خدمت شاہی میں حاضر
ہو جاؤنگا۔ بادشاہ قلعۂ ارک میں تشریف لائے اور کشور خاں چار سو
سواروں کے ساتھ بے حد نقد و دولت ساتھ لے کر جس میں سے بیشتر حصہ شاہی
خزانہ کی ملکیت تھا اپنے زن و فرزند سے کنارہ کش ہوا اور احمد نگر کی طرف
روانہ ہو گیا اور جلد سے جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سرحد نظام شاہی تک
اس نے کہیں قیام نہ کیا اور اس طرح حبشیوں کے ہاتھوں سے نجات پائی۔
نظام شاہی امیر کشور خاں کے حالات سنکر اس سے بیزار تھے کشور خاں
مملکت نظام شاہی میں قیام نہ کر سکا قطب شاہی تخت گاہ گولکنڈہ کو روانہ
ہوا اور یہیں ایک شخص کے ہاتھ سے مصطفیٰ خاں کے انتقام میں قتل کیا گیا اور
نجومی کے پیشین گوئی بالکل مطابق واقعہ ثابت ہوئی۔

سرحدی لشکر کے تینوں امیر بیجاپور پہونچے اور شاہی ملازمت سے بہرہ اندوز
ہو کر خلعت فاخرہ کے عطیہ سے سرفراز کئے گئے۔ ان امیروں میں اخلاص خاں
حبشی وکیل سلطنت مقرر ہوا اور ملکی اور مالی مہمات کو فیصل کرنے لگا۔ اسی
دوران میں فرمان شاہی صادر ہوا اور چاند بی بی سلطان قلعۂ ستارہ سے
محل شاہی کو واپس آئیں اخلاص خاں نے دستور قدیم کے موافق بادشاہ
کی تربیت چاند بی بی کے سپرد کی پیشوائی کا منصب افضل خاں شیرازی کو
جو اس سے پیشتر علی عادل کے وقت میں بھی اسی عہدے پر فائز تھا عنایت
ہوا اور پنڈت برہمن کو جو افضل خاں کا مخلص اور بہی خواہ تھا منصب استیفا
عنایت کر کے اس کو صدر محاسب مقرر کیا اخلاص خاں نے چاند بی بی
کے دل میں جگہ کر لی اور غریبوں کی طرف سے بدگمان ہو کر حاجی کشور خاں
کی طرح ان سے بدسلوکیاں کرنے لگا اس کا خیال تھا کہ غیر ملکی امیروں کی
وجہ سے اس کے منصب وکالت میں تغیر ہوگا اخلاص خاں نے سب سے
پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور افضل المتاخرین شاہ
فتح اللہ شیرازی شاہ ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ امرا و اکابرین ملک

اور اشراف سلطنت کو بیجاپور سے خارج البلد کرکے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اخلاص خاں نے عین الملک کو اس کی جاگیر سے طلب کیا عین الملک نے فرمان شاہی کی تعمیل کی اور بیجاپور روانہ ہوا ان امیروں نے اس کا استقبال کیا عین الملک نے دیکھا کہ اخلاص خاں وغیرہ کے ساتھ ایک قلیل جماعت ہے اور اس نے منصب وکالت کی طمع میں ان لوگوں کو گرفتار کرکے پابہ زنجیر کر دیا۔ تین روز کے بعد عین الملک نے شہر میں داخل ہونیکا ارادہ کیا تاکہ بادشاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرے اس نے اپنے لشکر کو آراستہ کرکے اخلاص خاں وغیرہ کو اسی طرح پابہ زنجیر ہاتھی پر سوار کرکے اپنے ہمراہ لیا اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا عین الملک نے دروازہ الہ پور میں قدم رکھا تھوڑی دور گیا تھا کہ اخبار رسانوں نے اسے خبر دی کہ بعض شاہی غلاموں نے دستور خاں تھانہ دار کو اس جرم میں کہ وہ عین الملک سے سازش رکھتا ہے قید کرکے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا ہے۔ عین الملک اس خبر کو سنکر اسقدر خوف زدہ ہوا کہ مقید امیروں کی جو ہاتھیوں پر سوار تھے خبر نہ لی اور واپسی ہی میں اپنی خیر دیکھی۔ اتفاق سے ایک غلام شاہی مقصود خاں نام نے ایک گروہ کے ساتھ ان کا تعاقب کیا یہ لوگ ہنوز شہر سے باہر نہ نکلے تھے کہ دو چار ہاتھی جن پر کہ مقید حبشی امیر سوار تھے مقصود خاں کے ہاتھ آ گئے اس نے ان ہاتھیوں کو شہر سے باہر نہ جانے دیا اور فوراً امیروں کو نیچے اتار کر ان کو بند قید سے آزاد کر دیا مقید امیر بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گئے اور عین الملک اپنی جاگیر کو روانہ ہوا عین الملک نے اکثر امیروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور ان کو حبشیوں کی اطاعت سے جو دوبارہ برسر اقتدار ہو گئے ممانعت کی اس خانہ جنگی سے تخت گاہ میں طوائف الملوکی پھیل گئی اور حکام دکن جو موقع اور وقت کے منتظر تھے پھر عادل شاہی پرگنوں کو تاراج اور فتح کرنے پر مستعد ہوئے۔

چنانچہ بہزاد الملک نے جو شکست کھاکر چند منزل پر فروکش تھا یہ خبر سنی اور مرتضیٰ خاں امیر الامرائے برار کے ساتھ پھر واپس ہوا۔ ۹۸۹ھ ہجری

میں ابراہیم قطب شاہ فرمانروائے تلنگ فوت ہوا اور اسکا فرزند محمد قلی شاہ صغیر سنی کے زمانہ میں باپ کا جانشین ہوا محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اکابرین ملک کے مشورہ سے اتحاد کر کے عادل شاہ کے پرگنوں پر قابض ہونیکا ارادہ کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ کے ہمراہ سب سے پہلے شاہ درک کا قلعہ فتح کیا اور بعد کو اس گروہ کے ساتھ ارادہ کیا کہ قلعہ گلبرگہ پر بھی قبضہ کر لے بادشاہ بعجلت تمام کے ساتھ گولکنڈہ سے شاہ درک پہونچا اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے حصار مذکور کا جو سد سکندر کے برابر تھا محاصرہ کر لیا۔ حریفوں نے تین طرف سے توپ اور ضربزن آتشبازی قلعہ پر نصب کیں اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی میں مشغول رہے اور ہر ممکن طریقہ سے قلعہ کشائی کی تدبیر کرتے رہے۔ محمد آقا نام ایک غریب نے جو قلعہ کا تھانہ دار تھا نمک حلالی کی اور دشمنوں کی مدافعت کرتا رہا اور باوجود اس کے کہ بیجاپور میں ہنگامہ مچا ہوا تھا اور محمد آقا کو کسی قسم کی امداد تخت گاہ سے نہیں مل سکتی تھی اس نے کسی طرح بھی دشمن کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دیا اور آلات آتشبازی سے روزانہ نظام شاہی اور قطب شاہی جماعت کو ہلاک کرتا تھا۔ ہر چند قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد قلی کے نام خطوط روانہ کئے اور اسے آیندہ کے شاہانہ وعدوں پر غداری کے لئے ابھارا لیکن محمد قلی نے ہمیشہ ان خطوط کا یہی جواب دیا کہ میرے مالک نے مجھ پر اعتماد کر کے ایسا سرحدی قلعہ میرے سپرد کیا ہے اور میں اس کے احسان سے بیحد خوش ہوں اگر آج میں خیانت کر کے حصار آپ کے سپرد کر دوں تو کل خدا اور مخلوق دونوں کے سامنے شرمندہ ہونگا اور آپ لوگ بھی دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ کر کے چند دنوں تو میری عزت کرینگے اور بعد کو مجھکو نمک حرام سمجھ کر میرو صحول اور بدنامیوں کی طرح مجھ سے پرہیز کریں گے مجھے بادشاہوں کے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ اس دعاگو سے اس قسم کی امید نہ رکھکر اس طرح کی تحریرات سے مجھے معاف فرمائیں۔ قطب شاہ نے تھانہ دار کا یہ استقلال دیکھا اور ادھر محاصرہ نے اس قدر طول کھینچا اور کامل چار مہینے گزر گئے بادشاہ مرزا اصفہانی پر جو اس کے آنیکا باعث ہوا تھا بیحد خفا ہوا۔

بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ بھی اس واقعہ سے آگاہ ہوئے چونکہ یہ لوگ دل میں محاصرہ کی طوالت سے پریشان تھے قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور انھوں نے کہا کہ ہم کو اس قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر بیجاپور کا رخ کرنا چاہیئے ظاہر ہے کہ عادل شاہی تخت گاہ میں ہنگامہ برپا ہے اس لئے بجائے یہاں کے بیجاپور میں سرگرم کوشش ہونا ہمارے لئے زیادہ مفید ہوگا قطب شاہ کوچ کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈ رہا تھا اس نے فوراً اس رائے سے اتفاق کیا اور دوسرے دن سب مل کر شاہ درک سے روانہ ہوئے حریف نے ملک کو تاراج اور برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور چالیس ہزار مسلح سواروں کی جمعیت سے حوالی بیجاپور میں پہونچکر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ تخت گاہ میں صرف دو یا تین ہزار خاصہ خیل کے سوار موجود تھے حریفوں نے اپنے خیمے نصب کئے اور خیال محال میں گرفتار ہو کر جنگ آزمائی شروع کی اکثر اوقات عادل شاہیوں اور قطب شاہی اور نظام شاہی فوجوں میں جنگ بھی ہو جاتی تھی حبشیوں نے قلعہ میں پناہ لی اور برج و بارہ کو مضبوط اور مستحکم کیا۔ حریف کو غلبہ ہوتا رہا اور بارش کی کثرت سے قلعہ کی دیوار بھی تقریباً بیس گز گر گئی۔ شاہی فرمان کے مطابق عین الملک کنعانی اور انکس خاں بھی چھ ہزار خاصہ خیل سواروں کے ساتھ بیجاپور پہونچ گئے اور دروازہ الہ پور کی طرف مقیم ہوئے۔ عین الملک اور انکس خاں کو حبشی امیروں سے خوف و خطرہ تھا یہ لوگ سید مرتضیٰ سے مل گئے بہزاد الملک اور قطب شاہ نے ارادہ کیا کہ صبح کو جنگ شاہی کر کے قلعہ پر دھاوا کریں لیکن سید مرتضیٰ سپہ سالار بہزاد الملک سے آزردہ تھا اس لئے اس تدبیر کو ایک دن عمل میں نہ لانے دیا اُدھر عادل شاہیوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے قلعہ کی دیوار کو درست کرلیا اکثر امرا اور ارکان دولت حبشیوں کی حکومت سے ناراض تھے اور ان کے قول اور فعل پر بھروسہ نہ رکھتے تھے حبشیوں نے اس بات کا اندازہ کر کے چاند بی بی سلطان سے عرض کیا کہ ہم لوگ غلام ہیں اور ملک کے اعیان اور اشراف ہماری حکومت سے ناراض ہیں عادل شاہی خاندان کی

بہی خواہی کا تقاضہ یہی ہے کہ ملک کی حکومت شریف اور عالی خاندان امرا کے سپرد کی جائے تاکہ نظام سلطنت میں رونق پیدا ہو۔ چاند بی بی نے ان کے کلام کی تصدیق کی اور انہیں کے مشورہ سے شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا سید ابوالحسن نے دشمنوں کی مدافعت پر کمر ہمت باندھی اور امرائے برکی کے نام فرامین استمالت تیز رو قاصدوں کے ہاتھ روانہ کرکے انھیں بیجاپور آنے کی دعوت دی اور سید مرتضیٰ کو جو شاہ صاحب کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ کی قوت اور اسکی فوجی طاقت اور اقبال اس سے کہیں زیادہ بلند اور برتر ہے کہ حریف اس پر غلبہ حاصل کرے تم یہ بات قطب شاہ اور بہزاد الملک کو سمجھادو کہ اس قلیل فوج سے دھوکا نہ کھائیں عنقریب ممالک محروسہ سے جرار لشکروں کے دستے کے دستے تخت گاہ کے گرد جمع ہو جائینگے۔ شاہ ابوالحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا کہ برکی امیر جو علی عادل شاہ کے عہد میں خوف زدہ اور ہراساں ہوکر تخت گاہ میں آنے سے پرہیز کرتے تھے اور رائے بیجانگر کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے تھے بادشاہ کا فرمان پاتے ہی جلد سے جلد یہاں پہونچ جائینگے ایسی حالت میں تمہارا یہاں سے واپس جانا بھی دشوار ہو جائیگا یہاں کے قیام کا کیا ذکر ہے سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی سے دل میں رنجیدہ تھا اور چاہتا تھا کہ قطب شاہ اور بہزاد الملک کی کار براری نہ ہو بادشاہ کی دولت خواہی پر مستعد ہوا اور اپنی تدبیریں شروع کر دیں سب سے پہلے سید مرتضیٰ نے عین الملک اور انکس خاں سے کہا کہ اپنے ہم چشم امرا کی بدسلوکی سے آزردہ ہوکر مالک کے ساتھ نمک حرامی کرنا آئین شرافت سے خارج ہے شریفوں کو اپنے مالک سے اس طرح برگشتہ ہوکر دوسروں کی ملازمت کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے نمک حلالی کا تقاضہ ہے کہ اب جبکہ حبشی امیر برسر اقتدار نہیں رہے اور زمام سلطنت شاہ ابوالحسن کے ہاتھ میں آگئی ہے تو عمدۃ الملک شاہ ابوالحسن پر اعتماد کرکے اپنے قدیم مالک کی وفاداری کو دین و دنیا کی سعادت جانو۔ عین الملک اور انکس خاں اس مشورہ کو قرین عقل

سکے اور شب کے وقت کوچ کرکے دروازہ الہ پور کے قریب دوبارہ فروکش
ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا
اسی طرح ملک کے اکثر امیر اس خبر کو سنتے ہی بیجاپور میں جمع ہوگئے برگی امیر بھی گروہ
کے گروہ عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور شاہ ابوالحسن کے حسن اخلاق سے
ایک مہینہ میں بیس ہزار سوار وہاں جمع ہوگیا اور نظام سلطنت بہت مضبوط و مستحکم ہوا
بادشاہ کے حکم کے موافق سب سے پہلے برگی امیروں نے حریف کے لشکر کو
تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اور ان کو ایسا تباہ کیا کہ تھوڑے ہی زمانہ میں انکے
لشکر میں قحط پڑ گیا غنیم بیجاپور کے محاصرہ سے بھی شاہ درک کے حملہ کی طرح
شرمندہ ہوئے۔ عدالت پناہ اس وقت صلح پر راضی نہ ہوتے تھے حریف
اپنے مآل کار میں پریشان ہوئے اور انھیں نے واپسی کا ارادہ کیا اور یہ طے پایا
کہ چونکہ اس وقت بیجاپور کی تسخیر اور صلح کا واقع ہونا دونوں امر محال نظر آتے
ہیں اس لئے مناسب ہے کہ قطب شاہ اپنی جمعیت کے ساتھ حسناباد
گلبرگہ روانہ ہو اور وہاں کا قلعہ سر کرے اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ دوبارہ
شاہ درک کا رخ کریں اور اس نواح کو نظام شاہی مملکت میں داخل کرلیں
اس مشورہ کے بعد حریف نادم اور پشیمان بغیر صلح کے قلعۂ بیجاپور سے ہاتھ اٹھا کر اپنی اپنی سمت
کو روانہ ہوگئے۔ نظام شاہی گروہ کو تو جیسا کہ اپنی جگہ مرقوم ہے شاہ درک جانا
اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلہر اور مرچ کے راستہ سے ملک کو تاراج
کرتے ہوئے احمد نگر واپس گئے لیکن قطب شاہ نے راستہ میں امیر سید زنبیل
استرآبادی کو جو اسکے معزز ملازمین کے گروہ میں داخل تھا مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا
اور ایک ہزار لشکر کے ساتھ روانہ کرکے عدالت پناہ کے ملک کے ایک حصہ کو
تسخیر کرنے کا حکم دیا قطب شاہ مصطفیٰ خاں کو حکم دیکر خود گولکنڈہ واپس آیا اور
عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔ عدالت پناہ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی
اور بادشاہ نے اخلاص خاں کے مشورہ سے دلاور خاں حبشی کو ایک آزمودہ
کار لشکر کا امیر بنا کر بہادر سپاہیوں اور کوہ پیکر ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ دشمن
کے صدر مقام یعنی گلبرگہ کو روانہ کیا۔ دلاور خاں جلد سے جلد دشمن کے سر پر

پہونچ گیا اور اس نے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کر کے حریف کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی شاہی اقبال نے اپنا کام کیا دلاور خاں کو فتح ہوئی اور قطب شاہی فوج نے راہ فرار اختیار کی بے شمار مال غنیمت دلاور خاں کے ہاتھ آیا اور ایک سو پندرہ قطب شاہی فیل بزرگ بادشاہ کے قبضہ میں آئے۔ واقعات عالم سے خبر رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ جو کچھ ہوا محض شاہی اقبال کی برکت سے وقوع میں آیا ورنہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعۂ بیجاپور کے گرد جمع ہوتا اور شہر میں صرف دو یا تین ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ ہوتا اور پھر ایک سال کامل محاصرہ کے بعد حریف کا ناکام اپنے ملک کو واپس جاتا اور ان کے ہاتھیوں اور دیگر اسباب سلطنت کا عدالت پناہ کے قبضہ میں آنا سوائے اقبال شاہی کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا دلاور خاں کو یہ فتح نصیب ہوئی اور اس کے سر میں سودا سمایا کہ وہ منصب امیر جملگی پر فائز ہو اس امیر نے حیدر خاں تھانہ دار قلعہ ارک کو خفیہ پیغام دیا اور اسے آئندہ کے دلفریب وعدوں سے اپنا بہی خواہ بنا کر اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے جلد سے جلد گلبرگہ سے بیجاپور روانہ ہوا سفر کی منزلیں طے کر کے دلاور خاں نے دروازہ الہ پور میں قیام کیا اور اپنے معتبر بہی خواہوں کو اخلاص خاں کے پاس روانہ کر کے غائبانہ اس قدر چاپلوسی اور خوشامد اور نیز اخلاص کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا کہ اخلاص خاں نے غافل ہو کر دلاور خاں کو ایک جز و ضعیف سمجھا اور حصار کی حفاظت میں مطلق کوشش نہ کی اور اسے پیغام دیا کہ جس وقت موقع مناسب ہوگا بادشاہ سے عرض کر کے ان سے اجازت حاصل کروں گا اور تم کو خدمت سلطانی میں پیش کروں گا۔ دلاور خاں اپنے حصول مقاصد کا اور زیادہ امیدوار ہوا ایک روز اخلاص خاں دیوانداری سے فارغ ہو کر اپنے بستر راحت پر آرام کرنے کے لئے لیٹا اور دلاور خاں کو اس کی اطلاع ہوئی اور وہ فوراً اپنے فرزندوں اور سات سو سواروں پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ بیجاپور میں داخل ہوا اور جلد سے جلد قلعۂ ارک میں جو بادشاہ کا قیام گاہ ہے پہونچا عدالت پناہ کا شرف قدمبوسی حاصل کرنے کے بعد دلاور خاں نے

اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کے اسباب فراہم کرنے شروع کیے اور قلعہ کے اندر جابجا اپنے متعلقین اور حاشیہ نشینوں کو مقرر کر کے بیحد احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اخلاص خاں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور واقعہ سے مطلع ہوتے ہی تین یا چار ہزار سواروں کی جمعیت سے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ قلعہ کی طرف آرہا ہے۔ دلاور خاں نے حیدر خاں اور اپنے فرزندوں کی مدد سے قلعہ کے دروازہ بند کر لیئے اور برج و بارہ پر توپ و تفنگ چڑھا کر دشمن کے مدافعہ میں مشغول ہوا شدید اور خونریز لڑائی واقع ہوئی جس کا حال یہ تھا کہ کبھی تو اخلاص خاں کا گروہ اپنے تیز رفتار گھوڑوں کو دوڑا کر خون کی ندیاں بہاتا اور کبھی دلاور خانی جماعت توپ و تفنگ سے میدان جنگ کو آتشیں سمندر بنا دیتی تھی اور اور توپوں کی ضرب سے ہر مرتبہ حبشی اور ہندی جوانمردوں کی ایک جماعت کو خاکستر کر دیتی تھی مختصر یہ کہ شام کے قریب تک تقریباً پچاس یا ساٹھ جوانمرد اخلاص کے مقتول ہوئے اور اہل قلعہ میں صرف ایک شخص ہلاک ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد اخلاص خاں اپنی قیام گاہ کو واپس آیا اور بلبل خاں کو جو پہلے مصطفیٰ خاں کا غلام اور اس کا نوکر تھا اور اب اخلاص خاں کے بہی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قلعہ کے محاصرہ اور غلہ اور آزوقہ کے سد و د کرنے پر متعین کیا بلبل خاں نے محاصرہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور تقریباً ایک ماہ کا زمانہ اس طرح گزر گیا کہ برابر حریف سے لڑتا اور دوست و دشمن سب کی زبان سے صدائے احسنت و آفریں سنتا تھا۔ دلاور خاں نے خفیہ طور پر ایک شخص کو بلبل خاں کے پاس روانہ کیا اور اس کو وعدہائے دلفریب سے اپنا بہی خواہ بنایا اخلاص خاں نے خدمت محاصرہ ایک دوسرے حبشی کے سپرد کی اور خود اپنے مکان میں دیوانداری اور انتظام مملکت کرتا رہا بلبل خاں دلاور خاں کا رفیق بنا اور اسی بنا پر خاصہ خیل کے اکثر سپاہی بوجہ اس کے کہ بادشاہ دلاور خاں کے پاس تھا اور نیز یہ کہ خزانۂ شاہی پر بھی اسی کا قبضہ تھا اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر عہد و پیمان کرنے کے بعد دلاور خاں سے

جاملے ان واقعات کی بنا پر دلاور خاں کی قوت زیادہ بڑھ گئی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ دلاور خانی جماعت بلبل خاں کی سرداری میں قلعہ سے باہر نکل کر جنگ وجدال کرتی اور اکثر اوقات اخلاص خانیوں پر غلبہ حاصل کرکے ان کے مورچوں کو پسپا کر دیتی اور غلہ اور روغن اور دیگر ضروریات زندگی ان سے چھین کر قلعہ کے اندر لے جاتی تھی اس طرح پر اہل قلعہ نے محاصرہ کی تنگی سے نجات پائی، اور ان کو رفاہ وامن نصیب ہوا۔ غرض کہ چار ماہ کامل یہی ہنگامہ رہا اور شہر میں ایک شور وشین برپا ہوا اکثر ایسا ہوا ہے کہ بیجاپور کے کوچہ وبازار میں خانہ جنگی واقع ہوئی ہے اور بہت سے مکانات گولہ اور ضرب زنکی وجہ سے ویران اور تباہ ہو گئے ہیں لیکن باوجود اس کشت وخون کے نتیجہ کا حال معلوم نہیں ہوتا تھا۔ امرا اور تمام رعایا سب تنگ آ گئے اور بلبل خاں کی کوششوں سے تمام امیروں نے اخلاص خاں کی رفاقت ترک کی اور اپنی اپنی جاگیروں کو روانہ ہو گئے۔ اخلاص خاں تنہا رہ گیا لیکن باوجود اس کے بھی اس نے بیجاپور سے قدم نکالنا اپنی کسر شان سمجھا اور اپنے مکان ہی میں مقیم رہا دلاور خاں نے اپنے معتمد سپاہیوں کو اخلاص خاں کے مکان پر بھیجا اور وہ اسے گرفتار کرکے دلاور خاں کے پاس لے آئے دلاور خاں نے حق دیرینہ کا لحاظ نہ کیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں دلاور خاں نے حمید خاں حبشی کو جو اس زمانہ میں اس کا مصاحب خاص ہو گیا تھا بنا بر مصلحت چندروزہ اپنا رفیق کار بنایا اور بعد کو اس سے بھی خوف زدہ ہو کر حبشی کو ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا اور اب انا ولا غیری کا دم بھرنے لگا اور اپنے استحکام میں کوشاں ہوا۔ دلاور خاں نے نامی اور معزز امیروں سے قرابت کرکے ان کو اپنا بہی خواہ بنایا اور اپنی اولاد کی تربیت کرکے ان کو بادشاہ کے گرد مقرر کیا دلاور خاں کا فرزند اکبر مسمی محمد خاں نامی امرا کے گروہ میں داخل ہو کر بادشاہ کو مصحف شریف اور گلستاں اور بوستاں کی تعلیم دینے پر مقرر کیا گیا۔ دوسرا فرزند کمال خاں منصب سر نوبتی پر فائز ہو کر لعب اور چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار بنا خیریت خاں امرائے عظیم الجاہ کے

سلسلہ میں داخل ہو کر عدالت پناہ کا پاسبان مقرر ہوا اور عبدالقادر کو باوجود
امارت کے قلعہ ارک کی تھانہ داری پر مقرر کیا گیا چونکہ عبدالقادر نوعمر تھا
دلاور خاں نے عبدالقادر کی طرف سے یہ خدمت ردنی خاں دکنی کے سپرد کی۔
دلاور خاں نے بلبل خاں کو فرزند کہا اور نامی امیروں کے گروہ میں داخل کیا۔
دلاور خاں نے ایک لاکھ غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ جو
صاحب دعویٰ نہ تھے باقی تمام لوگوں کو عادل شاہی دائرہ حکومت سے خارج
کر دیا۔ شاہ ابوالحسن اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں نظر بند تھے۔
دلاور خاں ان سے خوف زدہ ہوا اور اسی قلعہ میں ان کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی
دلاور خاں نے اسی شقاوت پر اکتفا نہ کیا بلکہ چند دنوں کے بعد کسی
سبب سے جس کا علم خدا کو ہے اسی قلعہ میں سید صاحب کو شہید کر دیا حاجی
نور جو مشاہیر شہر میں ممتاز اور علی عادل شاہ کا سرا پردہ دار تھا بعض وہم کی بنا پر
اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا اور اس کی حیثیت ایک معمولی سپاہی کی رہ گئی۔
دلاور خاں نے چاند بی بی سلطان کی قوت حکومت بہت کم کر دی اور ایسا
انتظام کیا کہ اس کے پاس کوئی دادخواہ بھی نہ جا سکے۔ اس امیر نے دلاور خاں
تھانہ دار قلعہ اودگی کو جو اس کا مخالف تھا حسن تدبیر سے مغلوب کیا اور اپنے
قابو میں لا کر دوسروں کی عبرت کے لئے اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں
دلاور خاں نے مذہب امامیہ کا رواج ملک سے اٹھایا اور احکام مذہب
اہل سنت کو جاری کیا غرض کہ ان تمام واقعات کی بنا پر اس کی شخصیت
بالکل خود مختار ہو گئی اور اطمینان کے ساتھ مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا
دلاور خاں نے سنہ ۹۹ھ ہجری میں بلبل خاں کو راجگان ملابار کے مقابلہ میں
جنھوں نے مصطفےٰ خاں کے بعد اب تک خراج نہیں ادا کیا تھا روانہ کیا۔
اور اسی سال صلابت خاں ترک سے جو مرتضیٰ نظام شاہ کا وکیل سلطنت
تھا نامہ و پیام کر کے نظام شاہیوں سے رابطہ اتحاد کو بھی مستحکم اور مضبوط کیا۔
دلاور خاں نے بادشاہ کی طرف سے قاصد احمد نگر روانہ کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے
محبت اور اتحاد آمیز نامے عدالت پناہ کو روانہ کئے اور بادشاہ کی

ہمشیرہ خدیجہ سلطان المعروف بہ راجہ بیبی سے عقد کی اپنے فرزند میراں شاہ حسین کے ساتھ استدعا کی۔ اسی سال قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد تقی بصری اور دیگر اعیان و اشراف احمد نگر بڑے تجمل و شان کے ساتھ عقد کے لئے احمد نگر سے بیجاپور آئے۔ خدیجہ سلطان کا نکاح ہوا اور شاہزادی کی پالکی بیجاپور سے احمد نگر روانہ ہوئی چاند بی بی سلطان جو اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو دیکھنے کی بیحد آرزومند تھی شاہزادی کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوئی چند دنوں ان لوگوں نے شاہ پور میں قیام کیا اور جب کہ قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی وغیرہ امرائے احمد نگر خلعت فاخرہ اور سیہائے تازی مع مرصع زین و لگام کے اور بیشمار روپیہ اور اشرفیوں کے شاہی عطیات سے سرفراز ہوئے اور عدالت پناہ سے رخصت پاکر شاہ پور پہونچ گئے تو خدیجہ سلطان کا محافہ عروسی آخر سنہ ۹۹۳ ہجری میں احمد نگر پہونچ گیا۔ احمد نگر میں دوبارہ جشن عروسی منعقد کیا گیا اور اس کے بعد شاہزادی میراں حسین شاہ کے محل میں داخل ہوئی۔ شیخ قاسم عرب نجفی اور غیاث بیگ قزوینی المخاطب بہ چنگیز خاں اور دوسرے اعیان بیجاپور جو پالکی کے ہمراہ گئے تھے شادماں اور بامراد واپس آئے اور دولت خواہان ملک عدالت پناہ کے عقد کے جشن شادی منعقد کرنے میں مصروف ہوئے۔

بادشاہ کا ہمشیرہ محمد قلی قطب شاہ کے ساتھ عقد کرنا

اس مبارک زمانہ میں بادشاہ دین پناہ نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کا ارادہ کرکے عقد سے فراغت حاصل کرنا چاہا۔ عدالت پناہ سے قواعد محبت اور دوستی کو مستحکم کرنے کے لئے تخت گاہ کے مشاہیر کا ایک گروہ حیدرآباد کو جو بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے روانہ کیا اس تقریب کا مدعا یہ تھا کہ سلطان غفران پناہ ابراہیم قطب شاہ کی دختر نیک اختر چاند بی بی کو جو اس وقت اپنے برادر کامگار محمد قلی قطب شاہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پا رہی تھی اپنے حبالۂ عقد میں لائے۔ خدام بارگاہ کو بادشاہ کے نیک ارادے سے اطلاع ہوئی اور سب بیحد خوش اور شادماں ہوئے۔ اندنوں دلاور خاں تمام امور سلطنت کا کفیل تھا اس نے اس نیک ارادہ کے پورا کرنے کی تدبیر شروع کی دلاور خاں نے محمد قلی قطب شاہ سے رسل و رسائل اور گفت و شنید کے بعد خاصہ خیل کے

ایک گروہ کو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں متعدد اجناس کے ہمراہ حیدرآباد روانہ کیا۔ اس گروہ نے سفر کی منزلیں طے کیں اور تلنگانہ کی سرحد میں داخل ہوا۔ قطب شاہی سرحد میں پہنچ کر ہر مقام اور ہر منزل پر ان کا استقبال و ضیافت اور مہمانداری ہونے لگی یہ گروہ حیدرآباد کے قریب پہنچا اور ان کے لئے خیمہ و خرگاہ آراستہ کئے گئے اور تمام شرفا اور اعیان ملک نے ان کا استقبال کر کے بعد عزت اور حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لائے اور بلدہ کے عمدہ سے عمدہ مکانوں میں ان کو فروکش کرایا۔ ان لوگوں کو علم ہوا کہ ایلچیان عادل شاہی کے ورود کا سبب کیا ہے اور شاہی امیروں نے نہایت خوشی کے ساتھ پیغام نسبت قبول کر کے جشن عشرت آراستہ کیا اور نیک ساعت میں عقد سے فراغت حاصل کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خان بزرگ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد بلا ان کے مشورہ کے کیا گیا تھا انھوں نے محمد قلی قطب شاہ سے شکایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا پاس و لحاظ کیا اور ملکہ جہان کو رخصت کرنے میں تامل کرنے لگا۔ عدالت پناہ نے یہ واقعات سنے اور اس فتنہ کو دفع کرنا اپنا فریضہ سمجھ کر لشکر کو حاضر اور جمع ہونے کا حکم دیا۔ امیر اور سردار لشکر حاضر ہوئے اور بادشاہ ۹۹۵ ہجری میں شہر سے روانہ ہوا چونکہ یہ مہم عدالت پناہ کی پہلی جنگ تھی بہت سا مال و دولت نقد روپئے اور اشرفیاں بادشاہ پر سے تصدق کیں دلاور خان کی رائے کے موافق عالم خان نے سرحد نظام شاہی میں قدم رکھا اور قلعہ دنیر کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ امیران لشکر نے قلعہ کشائی کی تدبیریں اختیار کیں اور شولاپور شاہ درگ اور کلیان سے سامان حرب طلب کیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو معلوم ہوا کہ عدالت پناہ کی کلفت کا سبب صلابت خان ہے نظام شاہ صلابت خان سے اس کے سابق جرائم کی وجہ سے بھی ناخوش تھا صلابت خان پابہ زنجیر کر کے مقید کر دیا گیا اور پیشوائی کا منصب قاسم بیگ کو عطا ہوا۔ عدالت پناہ نے نظام شاہ کو اس درجہ با مروت پایا اور قاسم بیگ کے خلوص آمیز عریضے بھی بادشاہ کے ملاحظہ میں گزرے

عدالت پناہ نے نظام شاہی مملکت سے ہاتھ اٹھایا اور قطب شاہی قلمرو کی طرف رخ کیا قطب شاہی رعایا اس خبر کو سنکر بیحد پریشان ہوئی محمد قلی قطب شاہ کو معلوم ہو گیا کہ عدالت پناہ نے کسی وجہ سے اسطرف کا رخ کیا ہے۔ اور بادشاہ نے جلد سے جلد ملکہ جہاں کی پالکی مع تمام سامان جہیز کے روانہ کرنیکا حکم دیا ۹۹۶ ہجری میں ملکہ جہاں کا محافہ مع نفیس اور بیش قیمت تحفوں اور ہدیوں کے حوالی قلعہ کلیان میں عدالت پناہ کے پاس پہونچ گیا مصطفےٰ خاں استرآبادی نظام شاہ کی طرف سے محافہ کے ساتھ آیا۔ عدالت پناہ نے تمام ارکین دولت کو پالکی کے استقبال کے لئے روانہ فرمایا اور اس کے بعد خود بھی خراماں خراماں روانہ ہوئے اور ملکہ جہاں کو لشکر میں لے آئے چار روز لشکر میں مجلس عیش ونشاط گرم رہی اور اس کے بعد عدالت پناہ نے شاہ درک کا رخ کیا۔ ملازمین بارگاہ نے جشن عقد مرتب کیا اور ایک ماہ کامل عیش ونشاط کا دور دورہ رہا۔ اس زمانہ کے بعد بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدام سلطنت کو انعام واکرام سے مالامال فرمایا عیش وعشرت سے فراغت حاصل کرکے بادشاہ تخت گاہ کو تشریف لایا اور مصطفےٰ خاں استرآبادی کو دوبارہ شاہی نوازشوں سے سرفراز فرمایا اور دو فیل بزرگ اور چودہ ہاتھی ریشمی بارہ ہزار ہون نقد اور ایک کمربند اور سرپیچ مرصع مع زین ولجام اور دیگر نفیس اور بیش قیمت تحفہ ودیگر ہدیئے دیکر اسے رخصت کیا۔ اس کتاب کی تالیف تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین فرزند اور دو دختر محل شاہی میں پیدا ہوئے جن میں سے ایک فرزند اور دونوں بیٹیاں بقید حیات ہیں پروردگار عالم نسل شاہی کو عدالت پناہ کے سایۂ عاطفت میں عمر گرامی اور اقبال عطا فرمائے۔

عدالت پناہ کا بھی خواہان احمد نگر کی التجا کے موافق اس ملک کا سفر کرنا

اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ کی پیشوائی کا منصب قاسم بیگ کے سپرد ہوا چونکہ یہ شخص نیک دل اور کم آزار تھا اس خدمت پر فائز ہونے سے کچھ زیادہ خوش اور راضی نہ ہوا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سفلہ مزاج اشخاص جو گاؤ وخر اور زمین آسمان میں تمیز نہ دے سکتے تھے بہاست

سلطنت میں دخیل ہو گئے اور انھوں نے ہر طرح کے حیلہ اور مکاری سے اپنے کو صاحب اختیار بنا یا ان اوباشوں نے قاسم بیگ اور دوسرے اعیان سلطنت پر طرح طرح کی تہمتیں باندھیں اور بعضوں کو قید خانوں میں گرفتار کیا اور بعضوں کو احمد نگر سے خارج البلد کرا دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ پر دیوانگی کا غلبہ تھا اس کی گوشہ نشینی اور عدم توجہ کی وجہ سے ان اراذل نے ملک کے بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لیئے ان واقعات سے خاندان نظام شاہیہ بالکل بے رونق ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ جو اپنے فرزند میراں حسین کا جانی دشمن تھا ان دنوں اور زیادہ اس کے قتل میں ساعی اور کوشاں ہوا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے ایک معتمد امیر اسمٰعیل خاں دکنی کو شاہزادہ حسین کے قتل کی ترغیب دی میرزا خاں ولد سلطان حسین شیرازی جو اندنوں قاسم بیگ کا قائمقام تھا اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے اطاعت شاہی کو بالائے طاق رکھا اور یہ ارادہ کر لیا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کو تخت سے معزول کر کے میراں حسین کو فرمانروا بنائے۔ چونکہ یہ اہم کام بغیر عادل شاہی ارکان دولت کے مشورہ کے ناممکن تھا اسمٰعیل خاں نے اپنا ایک معتبر قاصد دلاور خاں کے پاس بیجاپور روانہ کیا اور اسے اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دی دلاور خاں نے اسمٰعیل خاں کا پیغام عدالت پناہ کے حضور میں عرض کیا۔ چونکہ اسمٰعیل خاں کا پیغام میراں حسین کی نجات اور خاندان نظام شاہی کی بقا سے وابستہ تھا بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور دلاور خاں سامان سفر کی تیاری میں مشغول ہوا۔

۹۹۶ھ ہجری میں سراپردہ شاہی نکالا گیا اور نیک ساعت میں بادشاہ نے بیجاپور سے سفر کیا بادشاہ آہستہ خرامی کے ساتھ احمد نگر کے قریب پہونچا اور اس کے ورود کی خبر میرزا خاں نے بھی سنی اور اس نے احمد نگر کے امیدوں کو اپنا ہم خیال بنا کر مرتضیٰ نظام شاہ سے کنارہ کشی کی اور قلعہ دولت آباد کو روانہ ہوا شاہزادہ میراں حسین باپ کے حکم سے اسی قلعہ میں مقید تھا احمد میرزا خاں نے میراں حسین کو قلعہ سے نکالا اور اس کے ساتھ

احمد نگر روانہ ہوا۔ دوسری طرف عدالت پناہ بیس ہزار سوار دلی کے ساتھ سرحد پرندہ سے کوچ کر کے احمد نگر کی طرف بڑھے تاکہ لوگ مرتضیٰ نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر شاہزادہ میراں حسین کی تخت نشینی میں مزاحم نہ ہوں جس دن کہ بادشاہ نے ماتوریں جو احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا اسی دن میراں حسین نے احمد نگر پہونچکر باپ کو مقید کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ ابراہیم عادل نے شاہزادہ کو مبارکباد دی اور بادشاہ کا خیال تھا کہ میراں حسین کی ملاقات اور اپنی ہمشیرہ کے دیدار سے محظوظ ہو کر اپنے ملک کو واپس آئے کہ ناگاہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ میراں حسین نے اپنی نادانی اور کم عقلی کی وجہ سے مرتضیٰ نظام کو بدترین عذاب سے قتل کیا اس قتل کا سبب یہ ہوا کہ میرزا خاں نے جو سرمایہ فساد تھا مع دیگر گمراہیوں کے جو دولت آباد میں اس کے گرد جمع ہوئے تھے میراں حسین سے کہا کہ تمہارے باپ نے ایک مدت تک فرمانروائی کی ہے اور ملکوں کو فتح کیا ہے جب تک کہ مرتضیٰ شاہ بقید حیات ہے فرمانروائی کا منصب تمہیں مبارک نہ ہوگا میراں حسین ان کمینوں کے مکر میں آگیا اور بغیر اس کے کہ عدالت پناہ سے جو ہر طرح اس کے خونی قریب تھے مشورہ کرے باپ کو تہ تیغ کر ڈالا۔ عدالت پناہ اس خبر کو سنکر بیحد رنجیدہ ہوئے اور حسین نظام شاہ کی ملاقات کے ارادہ کو فسخ کر ڈالا اور ہمیشہ حسین کر دیکر جو پیغام رسانی میں بیحد دلیر اور بے باک تھا بطور قاصد اس کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ میرا مدعا اس لشکرکشی اور سفر سے یہ تھا کہ تمکو تخت حکومت پر بٹھاؤں اور تمہارے والد مرتضیٰ نظام شاہ کو جو اب گوشہ نشین ہو گیا ہے کسی خلوت خانہ اور قلعہ میں نظر بند کر دوں تاکہ تم اطمینان کے ساتھ فرمانروائی کر سکو لیکن اب یہ خبر سنی گئی ہے کہ تم نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھکر باپ پر اپنا ہاتھ صاف کیا ہے اگر تمہیں ایسا ہی خیال تھا تو یا تو غریب پدر کو میرے سپرد کر دیا ہوتا تاکہ میں اسے حفاظت سے اپنے پاس رکھتا اور یا اس غریب کو نابینا کر کے اس کے دغدغہ سے نجات حاصل کی ہوتی اس امر کو یقین سمجھو کہ باپ کا خون رنگ لائیگا اور تم خدا کی بارگاہ میں معتوب ہو کر بہت جلد

اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے بہر نوع تمہارے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور
اس وقت تمہارے حال سے کچھ تعرض نہیں کرتا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ
میری لشکر کشی کا مدعا ملک پر قبضہ کرنا تھا۔ بادشاہ نے میران حسین کو یہ پیغام دیا
اور اسی جگہ مرتضیٰ نظام کی زیارت سے فراغت حاصل کر کے اپنے ملک کو
واپس آیا۔ عدالت پناہ کو بیجاپور پہونچکر یہ معلوم ہوا کہ ملا بار کے راجہ باج و خراج
کے ادا کرنے میں تساہل کر رہے ہیں اور جو رقم کہ ان راجاؤں نے علی عادل
شاہ کے وقت میں مصطفےٰ خان اردستانی کی وساطت سے قبول کی تھی اب
اس کے ادا کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں بادشاہ نے بلبل خان حبشی کو
دو ہزار سواروں کی جمعیت سے اس جانب روانہ کیا تاکہ اس نواح کے راجاؤں
کو تلوار کے زور سے زیر کرے اور تین سال کا خراج جو اکیس لاکھ پچاس ہزار
ہون ہوتا ہے وصول کرے اور اگر راجگان مذکور رقم دینے سے انکار کریں تو
ان کے قلعوں اور شہروں کو فتح کر کے ممالک محروسہ میں داخل کر لے۔ حسن
اتفاق سے ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ بادشاہ روشن ضمیر کی رائے کے
موافق جمال خان مہدوی حسین نظام پر مسلط ہو گیا اور اس نے بادشاہ کو قتل
کر کے سارے شہر میں مہدوی مذہب کو رائج کیا اور غیر ملکی باشندوں کے ساتھ نرمی
اور مدارات سے پیش آنے لگا۔ یہ خبریں شہر بیجاپور میں بھی مشہور ہوئیں اور
بادشاہ نے نظام شاہی خاندان کی اصلاح اور چند دیگر ضروری امور کی تکمیل کا ارادہ
کر کے دلاور خان کی رائے سے ۹۹۷ھ ہجری میں احمد نگر کا رخ کیا۔ بادشاہ نے
بیحد تاکیدی اور ضروری فرامین بلبل خان حبشی اور اس نواح کے دوسرے
امیروں اور افسران فوج کے نام روانہ کئے کہ اس فرمان کو پاتے ہی جس قدر
جلد ممکن ہو اپنے کو بادشاہ تک پہونچائیں اور قبل اس کے کہ لشکر شاہی نظام شاہی
ملک میں داخل ہو بلبل خان بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہو جائے
اور اس حکم کو بیحد ضروری اور واجب التعمیل سمجھے لشکر شاہی قلعۂ شاہ درک
کے جوار میں پہونچا اور دلاور خان نے ایک مہینہ کے قریب یہاں قیام کیا
بلبل خان اور اس کے لشکر کا نام و نشان بھی ظاہر نہ ہوا دلاور خان یہ سمجھا کہ

اب اس کا زیادہ توقف کرنا جمال خاں کی مزید تقویت کا باعث ہوگا یہ سردار
جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوا۔ جمال خاں نے یہ اخبار سنے اور پندرہ ہزار سواروں
اور توپ اور تفنگ کے ساتھ بہمراہی اسمٰعیل نظام شاہ آگے بڑھا اور قصبۂ
اسٹی کے جوار میں عدالت پناہ آگے لشکر کے مقابلہ میں قیام پذیر ہوا چونکہ زمانہ
برسات کا تھا اور کبھی کبھی بارش ہو جاتی تھی اس لئے طرفین میں سے کسی فریق
نے لڑائی کی ابتدا نہ کی اور بیس روز اسی طرح گزر گئے جمال خاں بیحد مضطرب ہوا
اور اس نے صلح کو لڑائی پر ترجیح دی اور ایک گروہ کو واسطہ بنا کر بادشاہ سے اپنے
ملک کو واپس جانیکی درخواست کی چونکہ بیجاپور کا منتخب لشکر ملا بار کی مہم پر نامزد
ہو چکا تھا اور جمال خاں نے بھی اپنے حد سے زیادہ منت و زاری کی اس لئے بادشاہ
نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ کہا کہ عدالت پناہ کی ہمشیرہ خدیجہ سلطان
کی پالکی مع حسین نظام شاہ کے لعل بہا کے اگر میرے پاس پہنچ جائے تو میں
اپنے ملک کو واپس جاؤں جمال خاں نے بیگم کا محافہ مع پچیس ہزار ہون کے
عدالت پناہ کی خدمت میں روانہ کر دیا جس دن کہ بادشاہ نے کوچ کا ارادہ
کیا اسی روز بلبل خاں بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع جرار لشکر کے شاہی
ملازمت میں پہنچ گیا لیکن چونکہ صلح طے ہو چکی تھی اس امیر کا آنا بیکار ثابت
ہوا بلبل خاں نے جس کی شجاعت اور سیاست کا آوازہ سارے ملک میں بلند
ہو چکا تھا نقد اور جنس جو کچھ بطور باج و خراج ملا بار سے لایا تھا بادشاہ کے ملاحظہ
میں پیش کیا۔ بلبل خاں جس نے اس قدر تھوڑے زمانہ میں اتنی گرانبہا رقم
راجگان ملا بار سے وصول کی تھی تحسین و آفریں کا آرزو مند تھا لیکن دلاور خاں
کی عداوت کے خیال سے بادشاہ کے مجرے کو حاضر نہ ہوا اور اس کی طرف یہ
آئی جو اجناس کہ بلبل خاں اپنے ہمراہ لایا تھا ان کی قیمت جوہریوں نے
دلاور خاں کی رائے کے موافق بہت کم آنکی اور جو چیز کہ دس ہزار ہون کی
تھی ہزار ہون اس کی قیمت بتائی گئی اور بلبل خاں جی کی اہانت کو مد نظر رکھ کر
بقیہ رقم کا تقاضہ راجگان ملا بار کے متعلقین سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے
تھے کیا گیا۔ ایک روز دلاور خاں بادشاہ کی بارگاہ میں دلوا نداری کر رہا تھا

سے بلبل خاں حاضر ہوا اور ہاتھ میں رومال لے کر بادشاہ کے قریب کھڑا ہوا اور
مگس رانی کرنے لگا دلاور خاں نے اسے حقارت سے دیکھا اور کہا کہ جس عالی
مرتبہ بادشاہ کے حکم کے خلاف کوئی شخص کرۂ فلک میں بھی طاقت نہیں ہے تم نے کیونکر
ایسے مالک کے خلاف حکم کارروائی کی اور فرمان پاتے ہی کیوں نہ بارگاہ شاہی
کی راہ لی بلبل خاں یہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے اس نے بھی
نہایت دلیری سے جواب دیا کہ بادشاہ کی خاک پا کی قسم میں نے سرکشی نہیں
کی اور اپنے اختیار سے مالابار میں قیام پذیر نہیں رہا میری کیا مجال ہے کہ
میں احکام شاہی کی خلاف ورزی کا خیال بھی دل میں لاؤں جس وقت
فرمان مبارک مجھے ملا میں کرناٹک کے ملک میں وہاں کے راجاؤں کو زیر
کرکے ان سے خراج وصول کرنے میں مشغول تھا اگر یہ مہم سرانجام دیئے بغیر وہاں سے
کوچ کرتا یا فرمان کے مضمون سے راجگان مذکور آگاہ ہو جاتے تو اتنے دنوں
کی محنت برباد جاتی اور یہ گراں قدر رقم خزانہ شاہی میں نہ داخل ہو سکتی
اس کے علاوہ یہ بھی تمام امیر جانتے ہیں کہ اس جنگل میں اسلامی لشکر کو بیحد
محنت اور مشقت اٹھانی پڑی ہوگی۔ اس لئے وہاں کچھ زیادہ قیام کرنا
پڑا لیکن تم اپنی کہو کہ جب تمہیں یہ معلوم تھا کہ بلا لشکر مالابار کے کسی طرح کی کارروائی
نہ ہوگی تو تم نے کیوں بادشاہ کو تلنگانہ کے ملک میں سفر کرنے کی زحمت دی اور
بیدر ہی میں کیوں نہ قیام کر لیا تاکہ اس درمیان میں مالابار کا لشکر آجاتا اور
ہم سب ملکر نظام شاہ کے ملک پر حملہ آور ہوتے اور ایسی حالت میں یقین
کامل تھا کہ احمد نگر کے اکثر قلعے اور پرگنے بادشاہ کے قبضہ میں آجاتے۔ اگرچہ
میرا توقف معقول وجہ پر مبنی ہے لیکن پھر بھی میں اپنی خطا کا اقرار کرتا ہوں
اور اپنے جرم بخش مالک سے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دیرینہ غلام کے
قصور کو معاف فرمائے۔ دلاور خاں اس جواب سے دل ہی دل میں بیحد
آزردہ ہوا لیکن چونکہ چارہ کار نہ تھا اس مجلس میں اپنے غصہ کو ظاہر نہ ہونے
دیا اور مناسب نہ سمجھا کہ امیروں کو اپنا ہمراز بنا کر صحرا اور جنگل میں کوئی فتنہ
اور فساد برپا کرے۔ دلاور خاں نے بلبل خاں کا بازو تھام کر بادشاہ سے

عرض کیا کہ بلبل خاں اس خاندان کا قدیمی گزار ہے مراحم شاہانہ سے امید ہے کہ بادشاہ اس کے قصور کو معاف فرمائیں گے عدالت پناہ نے دلاور خاں کا معروضہ قبول کیا اور بلبل خاں کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا مجلس شاہی کے برخاست ہونے کے بعد دلاور خاں بلبل خاں کو اپنے ہمراہ مکان پہ لایا اور اس کی ضیافت اور خاطر داری بہت اچھی طرح کی اور کہا کہ میں نے تم کو اپنی زبان سے فرزند کہا ہے اگر مہمات سلطنت میں میں تم سے اس قدر سخت گیری کے ساتھ بازپرس نہ کروں تو لوگ یہ کہیں گے کہ میں امور سلطنت میں اپنے فرزند کی رعایت کرتا ہوں غرض کہ دلاور خاں نے بلبل خاں کو اس طرح اپنے سے مطمئن اور غافل بنا کر کرناٹک کے فرزند کو جو بلبل خاں کے ہمراہ بادشاہ کی اظہار عقیدت کے لئے آیا تھا خلعت عطا کر کے اسے رخصت کیا۔ دلاور خاں نے راجگان ملابار کے دوسرے ایلچیوں کو بھی اپنی عنایتوں سے شاد کر کے انھیں بھی واپس جانے کی اجازت دی۔

عدالت پناہ برہان پور پہونچے اور دلاور خاں اپنے حریف بلبل خاں کی عظمت اور اس کے غلبہ سے دل میں بیحد خوف زدہ ہوا اور خود ساختہ تقصیرات کی بنا پر اسے نظر بند کر دیا۔ پانچ یا چھ مہینے کے بعد اخلاص خاں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے اپنا ہمراز بنایا اور بلبل خاں کے تمام قدیم و جدید حقوق کو فراموش کر کے باوجود اس کے کہ اس کی کاروائی سے عدالت پناہ راضی نہ تھے دلاور نے بلبل خاں کو نابینا کر دیا۔ اس امیر کی یہ حرکت بادشاہ کو بیحد ناگوار گزری اور دلاور خاں بھی جلد سے جلد اپنی سزا کو پہونچ گیا۔

عدالت پناہ کا برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر جانا اور دلاور خاں اور جمال خاں کی جنگ

ناظرین کو معلوم ہے کہ میراں حسین شاہ پدرکشی کی سزا میں قتل کیا گیا اور اسمٰعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور چاروں طرف سے ملک پر یورش ہوئی ملک میں ایسا فتنہ اور فساد برپا ہوا کہ امن و امان کے دروازے بند ہو گئے شریف اور ذلیل سب کی ایک حالت ہو گئی اور ملک میں ابتری کا دور دورہ ہوا۔

جمال خاں مہدوی نے ملک کے رذیلوں اور باشوں کو اپنا یار دہم نشیں بنایا اور سارے مہمات ملک پر قابض ہوگیا برہان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ نے جو اس سے پیشتر اپنے برادر مرتضٰی نظام شاہ کی قید سے بھاگ کر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گیا تھا یہ سنا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک خرد سال فرمانروا بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ کو اس وقت سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے چاہا کہ دہلی کا لشکر ساتھ لیکر دکن پر حملہ آور ہو اور ملک کو اپنے فرزند سے واپس لے۔ برہان شاہ نے آخر میں اپنی رائے کو بدل دیا اور اکبر بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر میں لشکر شاہی کو ہمراہ لے کر احمد نگر جاؤں گا تو امرائے نظام شاہی مجھ سے منحرف ہو جائینگے اس لئے بہتر ہے کہ میں تنہا اپنے وطن جاؤں اور امیروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر موروثی ملک پر قبضہ کر دوں۔ اکبر بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور یہ شرط کی کہ اگر برہان شاہ اپنے ملک پر قابض ہو جائے تو جس طرح ۹۸۱ہجری میں تفال خاں نے ملک برار ہمارے سپرد کر دیا تھا اسی طرح برہان شاہ بھی ملک مذکور کو اکبری حلقۂ حکومت میں داخل کر دے برہان شاہ نے جبراً و قہراً یہ شرط منظور کی اور دکن روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے پرگنہ ہنڈیا میں جو دکن کی سرحد ہے اور جہاں کا وہ اکبر بادشاہ کی طرف سے جاگیردار تھا چند دنوں قیام کیا۔

برہان شاہ نے راجہ علی خاں والی اسیر و برہان پور کی رائے سے پہلے خواجہ نظام استر آبادی کو بہ تغیر لباس قلندروں کی صورت میں احمد نگر کے امیران لشکر کے پاس روانہ کیا تاکہ نظام استر آبادی امرائے فوج کو اطاعت اور فرماں برداری پر آمادہ کرے اور ان سے برہان نظام کی امداد اور اعانت پر شدید قسمیں لے۔ خواجہ نظام ان صاحبوں کے پاس پہونچا اور اپنے سفر کا مدعا بیان کیا احمد نگر کے بعض رئیسوں نے برہان نظام کی اطاعت کا وعدہ کیا اور بعضوں نے اس لئے انکار کیا کہ جن امیروں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا ان میں ایک جہانگیر خاں حبشی بھی تھا جو سرحد برار اور ولایت خاندیس کے قرب و جوار کے پرگنو ںکا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے رواج پانے سے جمال خاں کے زوال اور اس کی تباہی کا دل سے خواہاں تھا۔ جہانگیر خاں نے

خواجہ نظام کی بیحد تعظیم کی اور برہان نظام کے نام ایک عرضہ لکھ کر روانہ کیا جسمیں اس کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ نظام کو رخصت کرکے جہانگیر خاں نے اس کے عقب میں اپنے ایک عزیز کو تحفوں اور نفیس ہدیوں کے ہمراہ بہنڈیا میں برہان نظام کے پاس روانہ کیا اور اس کو اس امر کی بیحد ترغیب دی کہ جلد سے جلد احمد نگر کا قصد کرے۔ برہان نظام اطمینان کے ساتھ برار کی سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کے مسکن کے حوالی میں پہونچا۔ ملاقات کے وقت حسن اتفاق یا اتفاق سے جہانگیر و برہان میں لڑائی ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بدحال اور پریشان جس راہ سے برار میں داخل ہوا تھا اسی راستہ سے بہنڈیا کو واپس گیا اور ایک نامہ راجہ علی خاں کو تحریر کیا جس میں ساری حقیقت سے آگاہ کرکے جمال خاں کے دفعیہ اور ملک موروثی پر قبضہ کرنے کی معقول تدابیر اختیار کرنے کی بابت اس سے مشورہ کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم اکبر بادشاہ سے فوجی مدد طلب کروگے تو دکن کے سلاطین تم سے رنجیدہ ہوکر جمال خاں سے متفق ہو جائینگے اور اس وجہ سے فتنہ میں طوالت پیدا ہوگی اور خبر نہیں کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زائد مدت میں معاملہ روبراہ ہو میرے پاس اس قدر لشکر موجود نہیں ہے کہ میں جمال خاں کے مقابلہ میں صف آرائی کرکے اس کے فتنہ کو دفع کردوں اور تمھیں احمد نگر کے تخت پر بٹھاؤں میری رائے ہے کہ ہر طرف سے کنارہ کشی اختیار کرکے اس معاملہ کو ابراہیم عادل کے سپرد کرنا چاہیئے یہ امر یقینی ہے کہ تمھارا مدعا بغیر اس کی توجہ کے حاصل نہ ہوگا۔ برہان نظام نے راجہ علی کی نصیحت کے موافق چند خطوط لکھے اور یہ نامے تیز رفتار قاصدوں کے واسطے سے بیجاپور روانہ کئے۔ نامہ بر آخر ربیع الاول ۹۹۵ ہجری میں بیجاپور میں پہونچے اور مورخ فرشتہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے یہ فقیر اسی ماہ ربیع الاول کے شروع میں عدالت پناہ کے ملازمین میں داخل ہوا تھا۔ ان ناموں کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ دیگر راستے قاصدوں پر بند ہیں اور تمام شاہراہیں دشمنوں کے قبضہ میں ہیں اس لئے میں نے اپنے نامہ بردوں کو اس راہ سے روانہ کیا ہے۔ تم میرے با وفا اور مخلص بہی خواہ ہو جس طرح

مناسب سمجھو ان خطوط کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر کے امداد کے خواستگار ہو اور
اس بات کی کوشش کرو کہ عدالت پناہ جلد سے جلد میری خواہش کے مطابق اس
کا جواب ادا فرمائیں۔ یہ فقیر قاصدوں کے ہمراہ دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے
سارا ماجرا بیان کیا دلاور خاں نے خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے
تدبیر موافق تقدیر ہوئی اور بادشاہ نے برہان نظام کو مدد دینے کا ارادہ
کر لیا اور اسی وقت بلا کسی توقف کے ناموں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے
سپرد کر کے ان کو واپس جانے کی اجازت دی۔ بادشاہ نے وہ ہی تین روز
کے عرصہ میں تیز رفتار قاصد اطراف سلطنت میں روانہ کئے اور برار کے
لشکر کے جمع ہو جانے کے بعد سراپردہ شاہی باہر نکالا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے
فاصلہ پر بہمن ہلی میں نصب کیا گیا۔ بادشاہ نے نیک ساعت میں یعنی
ربیع الثانی یوم پنجشنبہ سنہ [illegible] کو جمال خاں مہدوی کے استیصال اور برہان نظام
کو ملک موروثی پر قابض کرانے کے ارادے سے شاہ درگ کا سفر کیا۔
بادشاہ [illegible] کے مرغزار میں پہنچا اور اس دلکش مقام میں سیر و تفریح کے
لئے تھوڑے سے دنوں قیام فرمایا۔ عدالت پناہ نے مہر انگیز خطوط اعیان اور
اشراف [illegible] کے نام روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ میں نے خدا کی عنایت
اور اس کی مہربانی پر بھروسہ کر کے اس بات کا ارادہ کر لیا ہے کہ اعلیٰ
حضرت برہان نظام شاہ کو بجائے ان کے فرزند اسمٰعیل شاہ کے تخت
احمد نگر پر متمکن کر دوں اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں نو عمر بیٹے کا حکمرانی کرنا
آئین فرمانروائی کے خلاف ہے تم سبھوں پر لازم ہے کہ میری رائے اور
مشورہ سے تجاوز نہ کرو اور کمر ہمت باندھ کر اطاعت اور فرماں برداری پر متوجہ ہو اور
برہان نظام کے احکام سے خلاف ورزی نہ کر کے راہ راست پر قائم رہو اسی دوران
میں چند دیگر قاصد برہان نظام اور راجہ علی کے فرستادہ عدالت پناہ کی بارگاہ میں حاضر
ہوئے اور انھوں نے چند خطوط بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے ان خطوط کا مضمون یہ تھا
کہ ہم سب قدیمی خیر خواہان حضرت بادشاہ کے تشریف لانے سے خوش اور شاداں ہوئے
[illegible] دشمنوں کو ملال و رنج پہنچا ہے عدالت پناہ کی لشکر کشی سے جو

فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امیر خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے تابع فرمان امراء اس بات پر کمربستہ ہیں کہ جلد اپنے کو ہم تک پہونچا ئیں لیکن احمد نگر سے چند قاصد یہاں آئے ہیں اور انھوں نے یہ خبر دی ہے کہ جمال خاں نے ساز و سامان درست کر لیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اسمٰعیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر برار کا رخ کرے ان اخبار کی بنا پر امرائے برار کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اپنے ممالک کو خطرہ میں چھوڑ کر جس قدر جلد ممکن ہو احمد نگر کے وارث سلطنت سے آملیں اگر بادشاہی لشکر شاہ درک سے دو تین منزل اور آگے بڑھے تو یقین ہے کہ جمال خاں عادل شاہی افواج کے خوف سے برار پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر کے احمد نگر سے کوچ نہ کریگا اور برار کے امراء مطمئن ہو کر ہم تک پہونچ جائینگے عدالت پناہ نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور شاہ درک سے کوچ کر کے قصبہ دارلنگ کی طرف جو برار کی سرحد پر واقع ہے رخ کیا اور برہان نظام اور راجہ علی کو پیغام دیا کہ تم دوستوں کی رائے کے موافق میں نے خود ہی قدم آگے بڑھایا ہے اور برار کے امیروں کو نامے روانہ کیے ہیں کہ برہان نظام کی اطاعت سے منحرف نہ ہوں تم لوگوں پر بھی لازم ہے کہ برار کی سرحد پر پہونچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس جمع کر لو میں بھی جمال خاں سے فارغ ہو کر تم لوگوں سے آملوں گا جمال خاں بھی اس مشورہ سے واقف ہوا اور چونکہ شجاع دلیر اور مدبر تھا اس نے حریف کے دونوں گروہ کے مدافعہ کی تدبیریں سوچیں اور سرلشکر برار سید احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ اطراف و جوانب کے حکمراں دو دیہ سے میرے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں ایک سبب تو نہایت بادشاہی اور دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری وجہ دینی بغض اور مذہبی عناد ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مذہب مہدویہ کا نام و نشان جس کو میں نے اس قدر محنت اور مشقت کے ساتھ رائج کیا ہے مٹادیں اس لئے مردانگی اور ہم جنسی کا تقاضہ ہے کہ تم کمر ہمت مضبوط باندھو اور جس طرح ممکن ہو برار کے امراء کو تسلی اور دلاسا دیکر تم سرحد برار پر قیام کرو اور برہان نظام کو اس ملک میں داخل نہ

نہ ہونے دو راجہ علی خاں نفاق سے کام کرے اور سرکش ہو کر جنگ کا ارادہ ظاہر کرے تو تم بھی اس کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر اسمٰعیل نظام کی بہی خواہی کرنے میں کوتاہی نہ کرو میں بھی عنقریب دلاور خاں سے صلح کر کے تمہاری مدد کو آتا ہوں۔ اس کے بعد جمال خاں نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور صلح کے بارے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس خط کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور جمال خاں نے نظام شاہی خزانہ کا دروازہ کھولا اور لوگوں کو انعام و اکرام کے ذریعہ سے اپنا بندۂ بے درم بنا کر چرا دلشکر تیار کیا اور اسمٰعیل نظام کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے جلد سے جلد احمد نگر سے کوچ کیا اور دارانگ کی راہ لی۔ جمال خاں عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا اور اس نے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کیے اور صلح کے بارے میں گفتگو کی دلاور خاں نے اس مرتبہ بھی بطور سابق صلح سے انکار کیا جمال خاں اپنے مآل کار میں بیحد پریشان ہوا۔ اسی درمیان میں چند خوشامدیوں نے دلاور خاں سے کہا کہ جمال خاں کا ارادہ ہے کہ ہمدردیوں کی ایک جماعت کے ساتھ میدان جنگ سے فرار کرے اور جنگل میں پناہ گزیں ہو جائے دلاور خاں بدنصیب نے اس افواہ پر یقین کر لیا اور یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہی امیروں کو ساتھ لیکر جمال خاں کو گرفتار کرے اتفاق سے ایک حبشی امیر بہتک خاں نام جمال سے منحرف ہو کر عادل شاہی لشکر سے آملا اور عدالت پناہ سے اجازت لیکر بیڑ کے راستہ سے روانہ ہوا اور برہان نظام شاہ کی خدمت میں پہونچ گیا جمال خاں کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ یہ سمجھا کہ لشکر کے تمام امرا اسی طرح یکے بعد دیگرے اس سے جدا ہو کر دشمن سے جا ملیں گے اس واقعہ سے جمال خاں اور زیادہ پریشان ہوا اور اپنی قیام گاہ سے کوچ کر کے ایک ایسے مقام پر فروکش ہوا جو پانی اور پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے فوجی انتظام کے لئے بیحد مناسب اور موزوں تھا۔ جاسوسوں نے دلاور خاں کو اس واقعہ سے آگاہ کیا دلاور خاں اپنی ناعاقبت اندیشی سے سمجھا کہ جمال خاں نے فرار ہونے کے ارادہ سے کوچ کیا ہے اور بغیر اس کے

کہ عدالت پناہ سے اجازت حاصل کرے یا یہ کہ دوسرے جاسوسوں کی آمد کا انتظار کرے جمال خاں پر بیس ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کردیا دلاور خاں نے غرور اور تکبر میں سرشار ہو کر جنگ و جدال کا سامان بھی نہیں کیا جب دشمن سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر پہونچ گیا تو اسے دور سے خیمے اور خرگاہ نظر آئے دلاور خاں نے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے بعضوں نے جواب دیا کہ یہ نظام شاہی فرودگاہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس مقام پر عادل شاہی لشکر مقیم ہے دلاور خاں اسی دریافت حال ہی میں تھا کہ دوسرے جاسوسوں نے اسے اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں مقام پر مقیم ہے اور یہ خیمے ان ہی نے نصب کئے ہیں دلاور خاں آگے قدم بڑھانے سے باز رہا اور اپنے سفر کرنے سے شرمندہ ہوا لیکن چونکہ اس نے بڑے غرور و تکبر کے ساتھ سفر کیا تھا اپنے ارادہ پر قائم رہا اور وہیں مقیم ہو گیا دلاور خاں کا ارادہ تھا کہ اسکے عقب میں جو لشکر روانہ ہوا ہے وہ آجائے تو میدان جنگ آراستہ کرے اسی درمیان میں ایک مقرب درباری بادشاہ کی بارگاہ سے حاضر ہوا اور اسی نے دلاور خاں کو یہ پیغام عدالت پناہ کا سنایا کہ چونکہ تم نے سامان جنگ کی تیاری نہیں کی ہے اس لئے آج کے دن معرکہ آرائی موقوف رکھو اور پھر کسی وقت دشمن کا مقابلہ کرنا۔

دلاور خاں سپاہیوں کی کثرت اور ہاتھیوں کی زیادتی سے ایسا مغرور ہو رہا تھا کہ اسنے شاہی قاصد سے معذرت چاہی اور کہا کہ میں ابھی جمال خاں کو گرفتار کر کے دشمن کو دست بستہ عدالت پناہ کے حضور میں لاتا ہوں اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا دلاور خاں نے بہزار مشکل و خرابی اس مقام سے اپنی فوج کو ہٹایا اور بے قاعدہ اور خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ دلاور خاں نے ترکی امیروں کو جو تعداد میں پانچ یا چھ ہزار تھے ایسے نازک وقت میں اپنے سے جدا کر دیا اور انھیں حریف کے لشکر کے عقب میں اس لئے متعین کیا کہ نظام شاہی امرا اپنے ہاتھی اور خزانہ میدان جنگ سے نہ لیجا سکیں اور جہاں تک ممکن ہو مہدوی جماعت کے قتل کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ جمال خاں نے جب دیکھا کہ اب فرار کے تمام راستے

بنا ہیں تو اس نے بھی مجبوراً تلوار اٹھائی اور آئین حرب کے موافق لشکر کو آراستہ کیا اور بہت سی امیروں کو جو شجاعت اور بہادری میں مشہور تھے ویسا ہی مقرر کر کے تھوڑی سی فوج کے ساتھ پانچویں جمادی الاول کو معرکہ کارزار کی راہ لی۔ طرفین سے طبل جنگ بجے اور بہادران روزگار قتل و غارتگری میں مشغول ہوئے عادل شاہی امرا یعنی عین الملک کنعانی اور عالم خاں وغیرہ چونکہ جانتے تھے کہ بادشاہ طلیل خاں کو نابینا کرنے اور بلا حکم شاہی جنگ آغاز کرنے کی وجہ سے دلاور خاں سے بیحد آزردہ ہے ان امیروں نے عین معرکہ کارزار میں شکست کو بہانہ قرار دیا اور دلاور خاں کو بلائے خاں کے سپرد کر کے خود بادشاہ کی خدمت میں پہونچ گئے دلاور خاں نے اپنے میمنہ و میسرہ کو انکی جگہوں پر نہ دیکھا اور خیال کیا کہ اس لشکر کو شکست ہو گئی ہے ادھر ہندوستان کے قاعدہ کے مطابق پورا پیدا اور بڑا تاخت و تاراج میں مشغول ہوا اور دلاور خاں اپنے ہمنشینوں کے ساتھ بے یار و مددگار میدان میں رہ گیا۔ جمال خاں اور خداوند خاں حبشی نے جو اب تک معرکہ کارزار سے فراری نہ ہوئے تھے اور اسمٰعیل نظام شاہ کے پہلو میں کھڑے تھے موقع پاکر دلاور خاں پر جس کے گرد دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی حملہ کیا دلاور خاں نے اس حالت میں میدان کارزار میں ثابت قدم رہنا موجب ہلاکت سمجھا اور سات شخصوں کے ہمراہ جن میں ایک یہ مولف بھی تھا راہ فرار اختیار کیا۔ اور مسافروں سے معلوم ہوا کہ عین الملک اور عالم خاں شکست کو بہانہ قرار دیکر میدان جنگ سے بھاگے ہیں اور خود ان راہ سے بادشاہ کے پاس دارا سنگ جا رہے ہیں تاکہ اسے تباہ اور برباد کریں۔ دلاور خاں بہت گھبرایا اور نہایت تیزی کے ساتھ راستہ طے کرنے لگا۔ راہ میں پسپا فوج میں سے بھی دو تین سپاہی اس سے آملے اور ان امیروں سے قبل ہی مع اپنے متعلقین اور ہمنشینوں کے دارا سنگ پہونچ گیا اور دشمن کے تعاقب کا خیال کر کے بادشاہ کے ہمراہ شاہ درک روانہ ہوا اور تمام راستہ طے کرتا رہا اور پہنچ کو منزل مقصود پر پہونچ گیا جمال خاں اس فتح کے بعد جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اور تین سو ہاتھی دلاور خاں اور اس کے تابعین سے گرفتار کر کے بڑے غرور اور شان و شوکت کے ساتھ دارا سنگ پہونچکر

حوالی قصبہ میں مقیم ہوا۔ مولف فرشتہ جو اس معرکہ میں زخم کھا چکا تھا اور ضعف کی وجہ سے بادشاہ کے ہمراہ نہ جا سکا تھا اور اسی قصبہ میں مقیم تھا مہدویوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا اس فقیر نے بڑے حیلہ اور بہانہ سے ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

سارے امیر اور سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام سے مل گیا ہے اور ابراہیم عادل کے حکم کے موافق برار کے امرا بھی برہان نظام کے پاس جمع ہو کر احمد نگر پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جمال خاں عادل شاہی لشکر کے اجتماع اور ان اخبار کی سماعت سے اس نواح میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور دھاراسنگ سے کوچ کر کے جلد سے جلد برار روانہ ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ برار پہونچکر برہان شاہ اور راجہ علی سے معرکہ آرائی کرے۔ راجہ علی جمال خاں کی روانگی کے اخبار سنکر حد سے زیادہ پریشان ہوا اور اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہدوی امرا کو جن کے مکر سے مطمئن نہ تھا قلعہ اسیر میں مقید کر دیا اور جمال خاں کے تعاقب کے بارے میں جس قدر جلد ممکن ہوا خطوط عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کئے اور حد سے زیادہ منت وزاری کی۔ بادشاہ نے جمال خاں کے تباہ کرنے پر کمر ہمت مضبوط باندھ لی تھی۔ سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ساز و سامان کی تحقیقات فرمانے کے بعد جمال خاں کے تعاقب کے عنوان سے شاہ ورک سے اسی کوس کی راہ جلد سے جلد طے کی اور قصبہ پاتری پہونچ گئے بادشاہ اور جمال خاں کے لشکر کے درمیان آٹھ روز کی راہ تھی جمال خاں نے عدالت پناہ کے تعاقب کرنے کے خوف سے راستہ میں کہیں قیام نہیں کیا بادشاہ یہ مناسب سمجھا کہ ترکی امیروں کو جو آٹھ ہزار سواروں کے افسر تھے علیحدہ کر کے جمال خاں پر دھاوا کرنے کی غرض سے روانہ کرے تاکہ یہ امیر جلد سے جلد حریف تک پہونچکر تمام راستوں کو اس طرح مسدود کر دیں کہ دشمن کو غلہ اور چارہ نہ پہونچ سکے اور جہاں کہیں موقع پائیں حریف کو اس قدر تنگ کریں کہ اس کے اعوان و انصار خائف اور ہراساں ہو کر

اس سے جدا ہو جائیں اور برہان نظام اور راجہ علی آسانی کے ساتھ حریف پر غالب آئیں۔ ان امیروں کو روانہ کرکے بادشاہ نے خود ایک دریا کے کنارے قیام فرمایا یہ مقام بیحد صاف اور دلکش تھا اور بہترین آموں کے باغات کثرت سے یہاں پائے جاتے تھے جو بادشاہی خیموں اور خرگاہ کی وجہ سے ایک بہشت بریں ہو گیا بادشاہ نے ارادہ کر لیا کہ تمازت آفتاب کی وجہ سے چند روز اس مقام پر بسر کرکے قدم آگے بڑھائے دلاور خاں پر ادبار چھا چکا تھا اس نے اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ دوسرے دن اس مقام سے کوچ کرکے کاملہ دہنگر تک کسی جگہ قیام نہ کرے دلاور خاں کو بادشاہ کی رائے سے سخت انحراف تھا اور اس کی بے ادبی اب حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی عدالت پناہ نے اس گستاخ کے تباہ و برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا چونکہ تمام امیر دلاور خاں کے مطیع فرمان تھے بادشاہ نے خدا پر بھروسہ کرکے اس مہم کو خود انجام دینے کا قصد کیا عدالت پناہ نے اس معاملہ میں غور کیا اور جو تدبیر ہوئی وہ قطعاً موافق تقدیر تھی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ دلاور خاں نے اپنے معتبر حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کو بادشاہ کے گرد جمع کر دیا تھا اور تمام منصبداروں امیروں اور ارکان دولت کو اپنا ہی خواہ بنا رکھا تھا اس لئے کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ سے عرض حال کر سکے ان وجوہ کی بنا پر دلاور خاں پر غالب آنا بظاہر بالکل محال تھا عدالت پناہ گردش زمانہ پر صابر اور غیبی امداد کے منتظر تھے۔ اس سفر میں دلاور خاں کی بے باکی اور بے اعتدالی حد سے زیادہ گزر گئی اور بادشاہ اس کے جدید اور قدیم ناشائستہ افعال اور حرکات سے بیحد ناراض ہوئے اور اس کے استیصال پر ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ عدالت پناہ الہامی تدبیر پر کاربند ہوئے اور دو مجہول الاحوال ہندؤں کو جو عرصہ سے بادشاہ کی والدہ کی سرکار میں ملازم تھے اور کوئی شخص ان کو پہچانتا نہ تھا خفیہ طور پر اپنے امیر الامراء عین الملک کنعانی کے پاس بھیجا اور دلاور خاں سے سخت نفرت کا اظہار کیا عین الملک نے جو بیحد دانشمند اور عقیل تھا عرض کیا کہ اگر بادشاہ اس سے ناراض ہیں تو ہم بندگان درگاہ کو حکم ہو ہم اس کے شر کو جلد سے جلد دفع کریں۔ بڑے مشورے

کے بعد انھیں دونوں ہندوؤں کے واسطہ سے یہ طے ہوا کہ شب کے وقت جبکہ دلاور خاں خواب میں ہو بادشاہ عین الملک کے لشکر کی جو شاہی لشکر سے نصف کوس کی راہ پر ہے راہ لے اور عین الملک علی خاں اور انکس خاں دو امیروں کے ہمراہ اپنے افواج کو لے کر دلاور خاں سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

بادشاہ کو راستہ پسند آئی چودھویں رجب ۹۹۸ھ ہجری کی صبح کو جو وقت قبولیت دعا کا ہے بادشاہ حرم سرا سے برآمد ہوا اور اپنے دل کا مدعا کسی شخص سے بیان نہ کیا عدالت پناہ نے اپنے ایک غلام مسمی گفتش دار خاں سے کہا کہ ایک گھوڑا خاصہ کا جلد لے آئے جلودار وں کے سردار نے غلام سے کہا کہ بلا دلاور خاں کے حکم کے گھوڑا دستیاب نہیں ہو سکتا۔ غلام نے فوراً اس کے منہ پر طمانچہ مارا جلودار نے دیکھا کہ رنگ دوسرا ہے اور گھوڑے لاکر حاضر کردیئے بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوکر سراپردہ کے باہر آئے الیاس خاں جو بادشاہ کی دایہ کا فرزند اور اس رات سر نوبت تھا اس نے پہچانا اور دوڑ کر بادشاہ سے کہا کہ یہ وقت باہر تشریف لانیکا نہیں ہے آخر سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ یہ موقع جواب کا نہیں ہے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہوکر میرے ساتھ چل معاملہ خود بہ خود روشن ہو جائیگا الیاس خاں اپنے سپاہیوں کے ساتھ جنکی تعداد سو سے کم تھی بادشاہ کے ہمراہ ہو لیا۔ بادشاہ لشکر بزرگ سے علحدہ ہوکر عین الملک کے قیام گاہ پر پہونچ گیا یہ امیر موافق رائے مستعد تھے اپنی فوج کے ساتھ بادشاہ کے قدم بوس ہوئے اور اس کے یمین و یسار ہوکر چلے جس وقت کہ بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی خاصہ خیل اہل مجلس اور سر نوبت جو سراپردۂ شاہی کے گرد جمع ہو گئے تھے اور جس میں مولف فرشتہ بھی شامل تھا فوراً مسلح ہو گئے اور سب کے سب عدالت پناہ کے حضور میں حاضر ہوئے غرض کہ اس طرح تین ہزار سوار بادشاہ کے گرد جمع ہوئے دلاور خاں جو اسی برس کی عمر سے بھی متجاوز ہو چکا تھا ایک دکنی لڑکی کے ساتھ جس کے حسن و جمال کا آوازہ سنکر غائبانہ اس پر عاشق ہو گیا تھا۔

عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ دلاور خاں کے پاسبانوں میں سے دو شخص دوپہر رات گزرنے کے بعد بادشاہ کے مشورہ اور عین الملک وغیرہ کے اتفاق سے واقف ہو گئے یہ دونوں سپاہی دلاور خاں کے دربار میں آئے اور ہر چند انھوں نے کوشش کی کہ پردہ دار اور محرم راز دلاور خاں کو اصل واقعہ سے آگاہ کریں لیکن بادشاہ کے اقبال سے ایسا نہ ہونے پایا جب کہ عدالت پناہ رات کے پچھلے حصہ میں گھوڑے پر سوار لشکر سے باہر تشریف لے گئے تو دلاور خاں کے حاشیہ نشینوں نے بڑی مشکل سے اسے بیدار کیا اور حقیقت حال سے اطلاع دی دلاور خاں اور اس کے فرزند اسی وقت جنگ کا ارادہ کر کے طلوع آفتاب کے قریب پانچ یا چھ ہزار سواروں کے بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ خاصہ خیل کے سپاہی اور مذکورہ بالا امیر دلاور خاں کی سواری اور اس عظمت و شان کو دیکھ کر بادشاہ سے کنارہ کش ہو کر مثل سابق کے اسے حفاظت میں لے لینگے اور دلاور خاں پھر مہمات سلطنت پر قابض اور متصرف ہو جائیگا۔ دلاور خاں بادشاہ کے قریب پہونچا اور عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری کو عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کا حکم قبول کیا لیکن خفیہ طور پر دلاور خاں کو پیغام دیا کہ چونکہ بادشاہ یک بیک ہمارے پاس آگیا ہی مجبوراً اس کے ہمراہ ہو گئے ہیں تم خاطر جمع ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ ہم تمہارے سدراہ نہ ہوں گے۔ دلاور خاں نے اس پیغام کو سنکر ایک گز کے فاصلہ سے اپنی فوج اور فرزند کو چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں اور چار ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اسی طرح سوار اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سوار ہو کر باہر آنا مناسب نہ تھا اب بھی مناسب ہے کہ حضور سراپردۂ شاہی کی طرف واپس ہوں بادشاہ نے غضب آلود لہجہ میں کہا کہ کون اس بے ادب کو سزا دے سکتا ہے۔ خاصہ خیل کا ایک سپاہی مسمی اوزبک خاں آگے بڑھا اور اس نے بڑی سرعت کے ساتھ ایک ہاتھ تلوار کا مارا اگرچہ

یہ ضرب کارگر نہ ہوئی لیکن دلاور خاں نے پریشان ہو کر اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا اور اوزبک خاں نے ارادہ کیا کہ دوسرا ہاتھ تلوار کا لگائے دلاور خاں کا گھوڑا تلوار کی چمک سے چراغ پا ہوا اور سوار زمین پر گر پڑا دلاور خاں کے فیل بان نے خیر خواہی کو دخل دیا اور دلاور خاں اور شاہی لشکر کے درمیان اپنا ہاتھی حائل کر دیا تاکہ دلاور خاں موقع پاکر دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر سے جا ملے۔ دلاور خاں کی فوج پر ایسا شاہی رعب و جلال چھایا اور وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ یکے بعد دیگرے گروہ کے گروہ اس سے جدا ہو کر میدان کارزار سے بھاگنے لگے دلاور خاں اپنے جلوریز لشکر کے ساتھ حیران و پریشان کھڑا ہوا تھا جب اس نے فوج کا یہ حال دیکھا تو خود بھی معرکۂ جنگ سے فراری ہو گیا۔ کمال خاں جو لشکر سے جدا ہو کر وارانسگ کی طرف جا رہا تھا بادشاہی سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ دلاور خاں بادشاہی تعاقب سے کہیں نہ قیام کر سکا اور جلد سے جلد احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

بادشاہ نے اپنے اقبال سے دلاور خاں کے تسلط سے نجات پائی عین الملک وغیرہ ہر سہ امیروں کو باوجود ان کی مذکورۂ بالا خطا کے خلعت اور ریان عطا فرما کر ان کی خاطرداری کی اور آئندہ کے انعام و اکرام سے انھیں مطمئن کیا بادشاہ صبح کے وقت اپنے سراپردہ میں پہونچا اور تخت سلطنت پر جلوس فرمایا جن لوگوں نے وفاداری میں پوری جاں نثاری کی تھی ان کو طرح طرح کی عنایتوں سے دلشاد کیا۔ بادشاہ بارگاہ سے محفل خاص میں تشریف لایا اور ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ دلاور خاں حنفی مذہب تھا اور اس نے مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو مٹا کر حضرات چار یار رضی اللہ عنہم کا خطبہ ملک میں جاری کیا تھا۔ رعایا میں بعضوں کا خیال تھا کہ بادشاہ بھی حنفی مذہب ہے اور بعض یہ سمجھتے تھے کہ عدالت پناہ بھی اپنے چچا علی عادل اور اپنے باپ طہماسپ شاہ کی طرح امامیہ مذہب کے پیرو ہیں چونکہ دوسری شق

زیادہ قرین قیاس تھی لہذا اکثر لوگ شیعہ بن گئے اور مسجدوں میں اذاں کے نعرے امامیہ مذہب کے مطابق بلند ہوئے۔ بادشاہ پاک اعتقاد حنفی مشرب کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے حکم دیا کہ جو لوگ اس امر کے باعث ہوئے ہیں ان کو قرار واقعی سزا دیجائے لیکن آخر میں عدالت پناہ کو اصل واقعہ سے اطلاع ہوئی اور عدالت پناہ نے ان کے قصور کو معاف فرمایا لیکن بادشاہ ہمیشہ ان لوگوں کو شیعان مصلحتی کہکر ان کو شرمندہ کرتا تھا چنانچہ آجتک بلدہ بیجاپور میں خطبہ حضرات چار یار رضی اللہ عنہم کا پڑھا جاتا ہے ائمۂ اثنا عشر کے اسمائے گرامی بھی یوسف عادل کے عہد کی طرح خطبہ میں داخل ہیں اسی دوران میں جبکہ بیوفاؤں کو سزا ملنے کا وقت تھا برہان نظام کی فتح اور جمال خاں مہدوی کے قتل ہونے کی خبر شاہی لشکر میں پہونچی اور دوست اور دشمن سب دلشاد ہوئے بیجاپور سے تہنیت نامہ برہان نظام کے پاس روانہ کیا گیا۔ بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا خدا کی عنایت سے بیجاپور پہونچ گیا اور رعیت پروری اور دادگستری میں مشغول ہوا۔ عدالت پناہ نے ملک کی ان خرابیوں کو جو عرصہ سے پیدا ہوگئی تھیں اس خوبی سے رفع فرمایا کہ زمین و آسمان سے صدائے احسنت و آفریں بلند ہوئی۔

شاہزادہ اسمٰعیل بن شاہ طہماسپ کا خروج

راقم الحروف اپنے عالی جاہ اور اعظم المرتبہ مالک ابراہیم عادل شاہ ثانی کی ازدیاد عمر و دولت کی دعا کے بعد اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہے کہ طہماسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اول کے چار فرزند تھے جن میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بیٹوں کے نام ابراہیم اسمٰعیل ہیں اور بیٹیاں تھیں یعنی سلطان زوجہ میراں حسین نظام شاہ اور ثانی بی بی زوجہ محمد برید شاہ کے نام سے مشہور ہیں محمد برید شاہ عدالت پناہ کے زیر سایہ بیجاپور ہی میں مقیم تھا شاہزادہ ابراہیم نے اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت سلطنت پر جلوس اور ملک میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا شاہزادہ اسمٰعیل جو طفل سہ سالہ تھا بچپن کے زمانہ میں برادر کامگار کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتا تھا اسمٰعیل بلوغ کے قریب پہونچا اور

دلاور خاں نے جو وزیر سلطنت تھا شاہان روزگار کی رسم کے موافق شاہزادہ کو عدالت پناہ کے سایۂ عاطفت اور ماں کی آغوش محبت سے جدا کر کے بلگوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا فتنہ فرد ہونے اور دلاور خاں کی مزاحمت کو دفع کرنے کے بعد عدالت پناہ نے اپنے ایک مقرب درباری کو شاہزادہ اسمٰعیل کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ بعض امور کی بنا پر جن کی مصلحت تم سے پوشیدہ نہیں ہے باوجود تمہارے شوق دیدار کے میں تمہاری مفارقت کا صدمہ برداشت کر رہا ہوں لیکن اس معاملہ میں مجھے معذور سمجھو اور اسی وقت اپنے پاؤں سے زنجیر قید توڑ کر اس قلعہ میں جو کثرت گل ریاحین کی وجہ سے فردوس بریں کا نمونہ ہے نغمہ و ساز اور ساقی و شراب کی صحبت میں زندگی بسر کرو لیکن اسی کے ساتھ قابلیت کے اکتساب اور تاریخ و دواوین کے مطالعہ اور سواری اور چوگاں بازی سے غافل نہ رہو غم و اندوہ کو اپنے پاس تک نہ آنے دو میں چند ضروری امور طے کر کے مثل سابق تم کو اپنی مجلس میں طلب کر لوں گا۔ عدالت پناہ نے تھانہ دار اور کوتوال قلعہ کے نام بھی فرامین جاری کئے کہ شاہزادہ کے پاؤں سے زنجیر علیحدہ کر دی جائے غرضکہ بادشاہ کے حکم کے موافق ہر مہینہ ہزار ہون شاہزادہ کے اخراجات کے لئے اور طرح طرح کے میوے اور اس نواح کے نفیس تحفے اس کے پاس پہونچنے لگے مختصر یہ کہ سوا قلعہ سے باہر جانے کے اور کسی قسم کی قید اور تکلیف باقی نہ رہی اور ملازمین قلعہ ہر طرح پر اس کی خدمت کرتے رہے عدالت پناہ اکثر عیدین اور مجالس نشاط اور دیگر متبرک اوقات میں شاہزادہ کو یاد فرماتے تھے۔ مورخ فرشتہ نے احمد خاں خزینہ دار سے جو بارگاہ شاہی کا بہت مقرب امیر تھا یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بلگوان کے بہترین آم عدالت پناہ کے حضور میں پیش کئے گئے ان آموں کو بھونیرہ کہتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کے مغز استخواں میں ایک یا دو زنبور سیاہ پیدا ہوتے ہیں آموں کو دیکھکر عدالت پناہ نے دریافت فرمایا کہ یہ آم ہمارے بھائی کے پاس بھی پہونچے یا نہیں تحفہ گذار نے عرض کیا کہ چونکہ پہلی مرتبہ درختوں میں بار آیا ہے

تمام پھل بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دیئے گئے ہیں اس کے بعد جو پھل پختہ ہوں گے
وہ شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کئے جائینگے بادشاہ کو یہ جواب پسند نہ آیا اور اسی
وقت وہ آم بلگوان روانہ کرائے اور شاہزادہ کو کہلا بھیجا کہ جو میوہ بلگوان میں پیدا ہو
اور تم اسے نہ چکھو میں کسی طرح زبان پر نہیں رکھ سکتا یہ پھل تم کھاؤ اس کے بعد
جو آم پختہ ہوں وہ میرے لئے روانہ کرو۔ اس کے علاوہ تھانہ دار کے نام
فرمان صادر ہوا کہ اب جو میوہ پختہ اور کھانے کے قابل ہو سب سے پہلے
شاہزادہ کی خدمت میں پیش کیا جائے اور پھر میرے ملاحظہ میں پیش ہو مختصر یہ
کہ عدالت پناہ نے اس مہر و مروت کا اظہار فرمایا جس کے سمجھنے سے عقل انسانی
قاصر ہے اور شاہزادہ بیحد عیش و عشرت کے ساتھ قلعہ میں زندگی بسر کر رہا تھا
اور دنیا کی تمام نعمتیں اس کے لئے مہیا تھیں۔ سوء اتفاق سے شاہزادہ اسمٰعیل نے
تمام حقوق احسان و انعام کو فراموش کیا اور قریب و دور ہر اطراف کے فتنہ پردازوں
کے اغوا سے راہ راست سے انحراف کیا اور الفت و محبت کو طاق نسیان پر رکھکر
اختلاف اور نفاق کو اپنا شعار بنایا۔ اسمٰعیل نے ساتویں رمضان سنہ ۱۰۰۱ھ ہجری
میں علم مخالفت بلند کیا اور عدالت پناہ سے باغی ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ اخبار
سننے اور امیروں کے مکر اور دغا سے واقف ہوا عدالت پناہ نے اتمام حجت
کے لئے پہلے ایک نصیحت آمیز خط شاہزادہ کے نام لکھا کہ اگر برگشتگی کو چھوڑ کر
اطاعت اختیار کرے تو فہو المراد ورنہ اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا بادشاہ نے
یہ نامہ اپنے ایک معتمد امیر شاہ نور عالم کی معرفت جو شیخ المشائخ قطب عالم حضرت
جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے روانہ کیا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ
خدا جس کو تخت حکومت اور اقبال عطا فرماتا ہے وہ اس طرح کے فتنوں
اور بغاوت سے سرکشوں کے مقابلہ میں مغلوب نہیں ہوتا تمھیں معلوم ہے
کہ بہترین حصہ ملک دکن کا میرے زیر نگیں ہے اور رعایا اور امیر میرے
اطاعت گزار ہیں تم اب بھی اس ارادۂ فاسد سے باز آؤ تاکہ میں تمھیں مزید
عنایات شاہی سے سرفراز کروں ورنہ جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا
مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں خدا نخواستہ معرکہ کارزار میں تمھیں

زخم پہونچے اور بدبختی تمہیں روز سیاہ دکھائے۔ عدالت پناہ کا قاصد بلگوان پہونچا
لیکن شاہزادہ اسمٰعیل نے راہ راست نہ اختیار کی اور خط کا جواب ناصواب روانہ
کرکے شاہ نور عالم کو مقید کرلیا اور خروج اور بغاوت کے سامان مہیا کرنے میں کوشاں
ہوا شاہزادہ نے سب سے پہلے ایک قاصد برہان نظام شاہ کے پاس روانہ کیا
اور اس سے مدد کا طلب گار ہوا برہان شاہ موقع کا منتظر اور وقت کا انتظار کر رہا
تھا اس نے مدد کا وعدہ کرلیا اور جواب میں لکھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ کام موافق مراد انجام
پائے تو بیجاپور کے امرائے کبار کو آیندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا ہی خواہ
بناؤ خصوصاً عین الملک کنعانی کہ امیر الامرا اور بلگوان کے قریب حصۂ ملک کا جاگیردار ہے
اس امیر کے موافق ہو جانے کے بعد تمام اراکین دربار خود بخود تمہارے بہی خواہ
ہو جائینگے شاہزادہ اسمٰعیل برہان نظام کے وعدۂ امداد سے بیحد خوش ہوا اور
عین الملک سے جو اس زمانہ میں پرگنہ ہیگری میں مقیم تھا ربط و اتحاد پیدا
کرکے عین الملک اور اس کے خواندہ فرزند انکس خاں کو اپنی طرف راغب
کرلیا۔ عین الملک کا ابتدا ہی سے منشا تھا کہ معاملہ کو طوالت ہو اس لئے اسکی تمنا یہ تھی کہ
شاہزادہ اسمٰعیل بلگوان کو اپنا پایۂ تخت بنائے اور اس حصۂ ملک میں اس کے
نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو تاکہ ایک ہی مملکت میں دو بادشاہ فرمانروائی کا دم
بھریں اس خیال کی بنا پر یہ امیر بظاہر تو عدالت پناہ کا بہی خواہ رہا لیکن خفیہ
طور پر شاہزادہ کا ہمآواز بنا اور اسے پیغام دیا کہ جب مہمات سلطنت فیصل
ہو جائینگے تو میں بعض امیروں کے ہمراہ خدمت عالی میں حاضر ہو جاؤنگا اسی
دوران میں عدالت پناہ نے شاہ نور عالم کے مقید ہونے کی خبر سنی اور بادشاہ
بیحد غضبناک ہوا اور الیاس خاں سر نوبت کو جرار لشکر کے ہمراہ شاہزادہ کے
فتنہ کو فرو کرنے اور حصار بلگوان کی تسخیر کے لئے نامزد فرمایا الیاس خاں بلگوان پہونچا
اور اس نے حصار کا محاصرہ کرلیا شاہزادہ اسمٰعیل میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی
شاہزادہ قلعہ بند ہوگیا الیاس خاں نے آمد و شد کے تمام راستے اہل قلعہ پر بند کردیئے
عین الملک بھی شاہی فرمان کے مطابق بلگوان پہونچا اور بظاہر اس نے حصار کا محاصرہ کرلیا لیکن
اسکے سورچل کی طرف سے ہمیشہ غلہ وغیرہ خفیہ طور پر اہل قلعہ کو پہنچتا رہا عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور

عین الملک کی طلب میں فرمان جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا اس زمانہ میں
قلعۂ بلگوان کی تسخیر مدنظر ہے تم سپہ سالار لشکر ہو جلد سے جلد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو
تاکہ اسی بارہ میں تم سے مشورہ کیا جائے اور اس کے بعد جو تدبیر تمھارے نزدیک
مناسب ہو اس پر تمام ارکین دولت کاربند ہوں اس کے علاوہ اور بھی چند
ضروری باتیں درپیش ہیں جس وقت تم خدمت عالی میں حاضر ہوگے ان امور
میں بھی گفتگو کی جائیگی عین الملک نے فرمان کا استقبال کیا اور فرمان کی مہر انگیز
عبارت سے مطمئن ہو کر جلد سے جلد روانہ ہوا تاکہ اپنی طرف سے کسی قسم کا شبہ
بادشاہ کے دل میں نہ پیدا ہونے دے یہ امیر اپنے چند مخصوص ہم نشینوں کے
ساتھ پائے تخت کو پہونچ گیا اور بعض غیرمسلم درباریوں کو جو اندنوں بادشاہ کے
مقرب ہوگئے تھے نقد و دولت کے عطیہ سے اس امر پر تیار کیا کہ یہ درباری
ہمیشہ عین الملک کی خیرخواہی کی داستان مجلس شاہی میں بیان کرتے رہیں عدالت پناہ
کو اگرچہ عین الملک کے حرکات وسکنات سے مکاری اور دغابازی کے آثار کا
پتہ چلتا تھا لیکن چونکہ اس کے سابقہ حقوق کا لحاظ تھا اور نیز یہ کہ ابھی اس کی
حرام خواری کا یقین بھی نہ ہوا تھا اس لئے بادشاہ نے کسی قسم کا اظہار غضب نہ فرمایا
بلکہ کوشش یہ فرمائی کہ اس کو اپنے احسان اور کرم سے دوبارہ راہ راست پر
لائے۔ عدالت پناہ کا خیال تھا کہ عین الملک کے ساتھ اس طرح سلوک
کرنے سے اگر اس کے دل میں نمک حرامی کا خیال بھی ہوگا تو بھی فوراً جاتا رہیگا
بادشاہ نے اسی وجہ سے جو باتیں کہ اس زمانہ میں اس کے کانوں تک پہونچی
تھیں اس کا ذکر نہیں کیا اور ایک بڑی عظیم الشان مجلس ترتیب دی اور
امیران سلطنت اور فوجی افسر راست وچپ صف بستہ استادہ ہوئے عین الملک
نے قلبہ وہشت کی وجہ سے تین یا چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اس کے
بعد تخت شاہی کے قریب پہونچا اور تخت کے پایوں کو بوسہ دیکر حسب الحکم
اپنی جگہ پر بیٹھ گیا عدالت پناہ نے دیکھا کہ اس امیر پر خوف بیحد طاری ہے
بادشاہ تھوڑی دیر دوسری جانب متوجہ رہے اور اس کے بعد بڑی توجہ
اور عنایت کے ساتھ عین الملک کی طرف رخ کیا اور اسے اپنی شیریں

کلامی سے شاد کر کے خلعت اور کمر و خنجر مرصع اسپ تازی و عنبر چیہ جو نفیس جواہرات
سے مرصع تھا عین الملک کو عطا فرمایا اور اسے جاگیر واپس جانے کی اجازت دی
عین الملک نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور دوسرے دن صبح کے وقت
اپنے سب سے بڑے پرگنہ یعنی بکری کو روانہ ہو گیا عین الملک نے اب بھی
مراسم خسروانہ پر خیال نہ کیا اور شاہزادہ اسمٰعیل سے رابطہ اتحاد اسی طرح قائم رکھا
اور مثل سابق کے غلہ دانہ و نقد و مال کے پہونچانے میں برابر کوشاں رہا عین الملک
کی یہ کارروائی خاص و عام سب پر ظاہر ہو گئی حسن اتفاق سے اس زمانہ میں
بیجاپور کا کوتوال مسمی حیات خاں جو دکن کے ادنیٰ طبقہ کا ایک فرد تھا بارود
اور بعض ضروری چیزیں پہونچانے الیاس خاں کے پاس گیا ہوا تھا۔
واپسی میں پرگنہ بکری پہونچا عین الملک کو اس کی تواضع کا خیال آیا اور
اپنے یہاں اس کی دعوت کی حیات خاں ہمیشہ بازاری اشخاص کا ہمنشین
رہا تھا یہ عین الملک کو بھی اسی قبیل کا انسان سمجھا اور اپنے طریقہ کے موافق
اس سے ہم کلام ہو کر ایسی باتیں کرنے لگا جس سے عین الملک کی حرام خواری
کا اظہار ہوتا تھا عین الملک غضبناک ہوا اور حیات خاں کے ساتھ
سختی سے پیش آیا حیات خاں بھی مسلوب العقل ہو چکا تھا اب اور اپنے
جامہ سے باہر ہو گیا اور صاف الفاظ میں اسے حرام خوار کہنے لگا حیات خاں
نے کہا کہ میں ابھی کام کے واسطے بلگوان گیا تھا اور اسی مدعا کی تحقیق کے لئے
یہاں آیا ہوں فلاں فلاں دلائل اور اسباب سے تمہاری نمک حرامی کا
پورا یقین ہو گیا ہے حیات کا اس گفتگو سے مقصد یہ تھا کہ عین الملک
کچھ روپیہ اسے دیکر اپنے سے راضی کرے لیکن چونکہ اس کی حرام خواری کا راز
طشت از بام ہو چکا تھا اور اب یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہا تھا اور یہ سمجھ کر کہ اب نرمی
اور ملائمت سے کام نہیں چلسکتا اس نے حیات خاں کو پابزنجیر کر کے علانیہ بادشاہ
کی مخالفت کا اظہار کیا اور اپنی طاقت اور قوت پر مغرور ہو کر اپنے کام میں مصروف ہونے
لگا عین الملک نے اسی وقت اطراف و جوانب کے حکام کو نامے روانہ کئے
اور ان کو شہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی اکثروں نے تو خفیہ طور پر

اطاعت کا اقرار کیا لیکن الیاس قلعہ مرج نے اپنے تھانہ دار سیسر نایک کو
معزول اور نظر بند کر کے علانیہ شاہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کا اظہار کیا عین الملک
نے برہان نظام شاہ کو ایک عریضہ لکھا جس میں دولت خانۂ عادل شاہی کی
بیحد شکایت کی اور یہ پیغام دیا کہ تمام قلعے اور شہر شاہزادہ کے تصرف میں آ گئے
ہیں اور اس نواح کے امیر الامرا اور پائے تخت کے اراکین نے شاہزادہ کی
اطاعت کا اقرار کر لیا ہے اور ہم لوگوں کا مدعا یہ ہے کہ شاہزادہ کے سر پر چتر شاہی بلند
کر کے بیجاپور روانہ ہوں لیکن یہ عظیم الشان مہم بلا آپ کی امداد کے سرانجام نہیں
پا سکتی اگر جناب والا اس طرف توجہ فرمائیں تو یقین ہے کہ کام باحسن وجوہ
انجام پا جائیگا اور شاہزادہ مالک تاج و تخت ہو کر باعث فلاح ملک ہوگا اگر ہم
اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے تو آپ کے تشریف لانے کے شکریہ میں قلعہ شولاپور
و شاہ درک اور تمام سرحدی پرگنات اس نواح کے ہم نذر کریں گے۔
عین الملک نے اس بارے میں شدید قسمیں کھائیں اور مضبوط وعدے کئے
اور نامہ کو مہر شاہی اور اکابرین کی دستخط سے مزین کر کے نظام شاہ کے دربار میں
روانہ کیا برہان نظام نے حقوق سابق کو فراموش کیا اور اس مہم کو بھی
منگلسر انا کی جنگ تصور کر کے اس نے امداد کا وعدہ کر لیا اور سراپردہ
اور بارگاہ احمدنگر سے باہر نکل کر اپنی فوج کے جمع کرنیکا حکم دیا عین الملک
یہ اخبار سنکر بیحد خوش ہوا اور اپنے سفر آخرت کی تیاریاں کرنے لگا عین الملک
نے اپنے لشکر کو جو الیاس خاں کی مدد کو بلگوان گیا ہوا تھا طلب کیا اس
فتنہ سے تمام ممالک محروسہ میں آگ لگ گئی اسی دوران میں ملابار کے
غیر مسلموں نے قلعہ چندکوکی پر جو علی عادل شاہ نے سر کیا تھا قبضہ کر لیا ان
ہندوؤں نے یہاں تک ہمت کی کہ ولایت بنکاپور کو بھی تاخت و تاراج
کرنے لگے۔ الیاس خاں قلعہ بلگوان کے محاصرہ میں مشغول اور دوسرے مخالفین
کی طرح شاہی نمک حراموں میں تھا بلا اس نواح کے امرا کے مشورہ اور
بغیر حکم شاہی کے نیند کی طرح حیران اور پریشان بیجاپور واپس آیا الیاس خاں
کی واپسی سے پائے تخت کا ہر شخص خوف زدہ ہوگیا اور اس قدر

شور وغل بلند ہوا کہ قریب تھا کہ تخت گاہ میں بھی فساد کی آگ بھڑک جائے کہ ناگاہ صولت شاہی نے اپنا کام کیا اور فساد فرو ہو گیا بادشاہ نے الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمنوں سے موافقت کرنے کے پورے ملزم تھے امارت سے معزول کر کے عبرت کے لئے ایک زندان تیرہ وتار میں مقید کر دیا اور اطراف ممالک کے امیروں کے نام فرمان طلب صادر فرمایا تھوڑے ہی زمانہ میں ہر چہار جانب سے لشکر مواج فراہم ہو گیا اور امرائے عظام میں عالم خاں دکنی جو وفاداری اور نمک حلالی پر قائم تھا تمام امیروں سے بیشتر جلد سے جلد پچاس سواروں کے ساتھ بیجاپور پہنچ گیا عین الملک نے لوازم بلگوان کو امرائے عادل شاہی کے وجود سے خالی پایا اور انکس خاں نے بے شمار روپیہ صرف کر کے دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادوں کی جمعیت فراہم کر لی اور نخوت اور غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر بلا اس کے کہ برہان نظام کے ورود کا انتظار کرے بلگوان روانہ ہو گیا انکس خاں نے شاہزادہ سے ملاقات کی اور چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ برہان شاہ جرار لشکر ہمراہ لیکر ادھر آرہا ہے انکس خاں نے چتر شاہی شاہزادہ کے سر پر سایہ فگن کیا عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور اپنی فتح کی امید کر کے حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر فرمایا اور حمید کو ماہ ربیع الثانی میں امیروں اور منصب داروں کے ہمراہ نمک حراموں کے مقابلہ میں روانہ کیا حمید خاں عساپور پہونچا اور عین الملک وغیرہ نے اسے شاہزادہ کی اطاعت کی ترغیب دی حمید خاں نے عدالت پناہ کی تعلیم کے موافق ان لوگوں کی تعظیم و تکریم کی اور عین الملک سے کہلا بھیجا کہ میں جنگ آزمائی کے لئے نہیں آرہا ہوں میرا مقصود شاہزادہ کی اطاعت کو قبول کرنا ہے اگر شاہزادہ بلا ورود برہان شاہ کے قلعہ سے برآمد ہو کر چتر شاہی اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو اصل مدعا بلا کسی زحمت کے حاصل ہو جائیگا عین الملک کو شاہی اقبال نے اندھا کر دیا اور اس ناعاقبت اندیش نے برہان شاہ کے ورود کا جو قلعہ پرندہ کے حوالی تک پہونچ چکا تھا انتظار نہ کیا اور شاہزادہ کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے

قطع مسافت کے بعد ایک عظیم میدان میں ملاقات کی حمید خاں اور دوسرے
امیر فرش کے بچھانے اور آب پاشی میں مشغول ہوئے ان لوگوں نے خوشبو
کے طبق پان وغیرہ کی تیاری میں انہماک ظاہر کیا عین الملک کا فرزند اکبر
مسمی عالی خاں اپنے باپ کو ہمیشہ عدالت پناہ کی نمک حرامی سے منع کیا کرتا
تھا اس نے حمید خاں کے اطوار و حالت سے اصل راز کو سمجھ لیا اور ہر چند
کوشش کی کہ حمید خاں کے مکر و دغا کا عین الملک کو یقین آجائے لیکن کچھ فائدہ
نہ ہوا اور اسکا قول غرض پر محمول کیا گیا۔ سولھویں ماہ مذکور روز جمعہ کو جب کہ ارکین
سلطنت یوم عید مناکر بادشاہ کی درازی عمر و دولت کی دعا مانگ رہے تھے
قصبہ بیکری کے درمیان دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا عین الملک کے ارشاد کے
موافق فراشوں نے فرش بچھایا اور نمدوں کے قالین سے مجلس کو آراستہ کیا۔
شاہزادہ نے اس پر جلوس کیا اور بغیر اس کے کہ حمید خاں وغیرہ کے حالات
سے آگاہی حاصل کرے بے حد اطمینان کے ساتھ نغمہ سننے اور شراب نوشی میں
مشغول ہوا مختصر یہ کہ شاہزادہ اور عین الملک اسی خیال میں تھے۔ اور
حمید خاں نے توپ اور ضرب زن کے چلانے والوں کو حکم دیا اپنا کام
کریں ملازمین شاہی تفنگ وغیرہ حریف کی طرف پھینکنے لگے عین الملک غنیم
کے حالات سے واقف ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شاہزادہ کو سوار کر کے
اپنے لشکر کی راہ لے سہیل خاں خواجہ سرا نے شیر غران کے مانند میمنہ پر حملہ کیا
اور پہلے ہی حملہ میں دشمن کی جمعیت کو پریشان کر دیا اس ہنگامہ میں
عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور سہیل خاں نے اس کا سر تن سے جدا
کر کے شاہزادہ کی فوج کا رخ کیا شاہزادہ نے ارادہ کیا کہ اپنے گھوڑے کو دوڑا کر
عالی خاں اور انکس خاں کے پاس پہونچ جائے اور ان کے ہمراہ برہان شاہ
کی خدمت میں حاضر ہو کر پھر از سر نو میدان جنگ میں آئے۔ شاہزادہ پر شراب
کا غلبہ تھا گھوڑا دوڑاتے وقت زمین پر گرا سہیل خاں کے ساتھیوں نے اس کو
قید کر لیا۔ ارکین دولت نے عین الملک کا سر چند امیروں کے ہمراہ پائے تخت
کو روانہ کیا عین الملک کا سر بیجاپور پہونچا اور ہر شخص اس کے تماشہ میں

مشغول ہوا یہ سردار آویزاں کیا گیا اور ایک ہفتہ کامل اس کی یہی حالت رہی اور بعد اس واقعہ کے خانجی بن شجاعت خاں کرد سرسلحداراں روانہ ہوا اور اس نے شاہزادہ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا حمید خاں سہیل خاں اعتقاد خاں وغیرہ درگاہ شاہی میں حاضر ہوئے اور مجرئی اور آداب کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے اسی دن عین الملک کا سر ایک بڑی توپ کے دہانہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔ عدالت پناہ نے تھانہ دار قلعہ مرچ مسمی مالک کو فرمان روانہ کیا کہ اس قلعہ کے قیدی جو ستر ہ عدد ہیں اور سب کے سب حرام خواری جیسے بدترین جرم کے مجرم ہیں فوراً قتل کیے جائیں اور ان کے سر پائے تخت کو روانہ ہوں تھانہ دار نے شاہی فرمان کی تعمیل کی اور قلعہ کے اندران مجرموں کو ایک ہی قطار میں بٹھا کر سب کو تہ تیغ کیا اور ان کے سر بیجاپور روانہ کر دیئے۔ بادشاہ نے جاں نثاروں کو عطیہ اور انعام سے سرفراز فرمایا عالم خاں مصطفٰے خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے دہ ہزاری امیر بنایا گیا سہیل خاں جس نے عین معرکہ کارزار میں دشمن کی کثرت سے بالکل بے خوف ہو کر دادِ مردانگی دی تھی خلعت و اضافہ منصب سے دل شاد کیا گیا اس واقعہ سے دشمن خون کے آنسو رونے لگے بالخصوص برہان نظام جس نے خاندان عادل شاہی کی تباہی کا بیڑہ اٹھایا تھا بیحد پریشان اور غمگین ہوا اور حوالی قلعہ پرتیلہ سے احمد نگر واپس گیا۔ پروردگار عالم ہر قرن اور ہر زمانہ میں اپنے کسی مقبول اور عظیم الجاہ بندہ کے ہاتھوں اس طرح کے عجیب و غریب واقعات کا اظہار فرمایا کرتا ہے خداوند دوجہاں ایسے اقبال مند اور عدالت گستر فرمانروا کے عمر و اقبال میں روز افزوں ترقی مرحمت فرمائے بالنبی وآلہ الامجاد۔

ناظرین کتاب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس فقیر مورخ پر خان والاشان شاہنواز کی عنایت اور کرم حد سے زیادہ ہے اس کتاب کی تالیف کے زمانہ میں مورخ فرشتہ پر جو مہربانی خان والاشان نے فرمائی ہے اس کا حق خدمت یہی ہے کہ سلاطین ہندوستان کے حالات قلم بند کرنے کے بعد تھوڑا حال اپنے محسن کا ہدیۂ ناظرین کرے۔

واضح ہو کہ خواجہ علاء الدین محمد شیرازی اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے

شیراز کے حکام اور اکابر ملک ہمیشہ ان سے محبت رکھتے اور ان کو اپنا دوست سمجھتے تھے ان بزرگ کو خدا نے تین فرزند عطا فرمائے خواجہ معین الدین محمد خواجہ معز الدین عنایت اللہ جو فضل ودانش اور حسن سلوک میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے اوائل شباب میں شاہ فتح اللہ شیرازی کے حلقۂ درس میں داخل ہوکر تحصیل علوم کرتے تھے۔ ان بزرگ کو علم منطق وحکمت سے خاص ذوق تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تمام طلبائے فارس سے سبقت لے گئے ان کے قلم کی یادگار اور تصنیفات اب تک محفوظ اور تمام علماء اور طلبہ کے لئے ہادی طریق ہیں جس زمانہ میں کہ علی عادل شاہ نے خواجہ فتح اللہ شیرازی کو ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دی خواجہ محمد نور نے بھی سفر کا ارادہ کیا اور دریا کے راستہ بیجاپور وارد ہوئے بیجاپور کی سیر کرنے کے بعد ہندوستان کے دیگر مشہور شہروں برہان پور، مندو، اجین آگرہ دہلی اور لاہور کا سفر کیا اور اس کے بعد ہندوستان کے تبرکات اور تحفے ہمراہ لیکر شیراز واپس گئے۔ ایک زمانہ کے بعد ان کو حج بیت اللہ کا اشتیاق ہوا۔ اور اپنے وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بغداد وارد ہوئے اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقیؑ کے روضۂ مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہوکر سامرہ حاضر ہوئے اور یہاں بھی حضرت امام نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے آستانہ پر جبہہ سائی کرکے یہاں کے مجاوروں کو انعام واکرام سے شاد کیا سامرہ سے کربلائے معلی حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک پر فاتحہ خوانی کرکے جناب امام کی روح پر فتوح سے طالب امداد ہوئے اور اس روضۂ پاک کے مجاوروں کو بھی انعام عطا کرکے نجف اشرف میں حاضر ہوئے اور آستانہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر جبہہ فرسائی اور روضۂ پاک کے خدام کو انعام واکرام سے شاد کرکے مکۂ معظمہ میں حاضر ہوئے حج سے فراغت حاصل کی اور مدینۂ طیبہ حاضر ہوئے روضۂ مقدسہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی اور اس کے بعد اپنے وطن شیراز واپس آئے یکقدر تھوڑے دنوں وطن میں زندگی بسر

کرنے کے بعد پھر شوق سیاحت ہوا اور ۹۹۷ھ ہجری میں ملا شکیبی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ
اردستانی کے ہمراہ بندر جیرون کے راستہ سے کشتی میں بیٹھکر بندر چیول پہونچے تھوڑے
دنوں یہاں کے علماء اور فضلاء سے صحبت گرم کرنے کے بعد بیجاپور تشریف لائے
اس زمانہ میں دلاور خاں وکیل مطلق تھا اس کی وساطت سے عدالت پناہ کے
حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے ان پر خاص مہربانی فرمائی اور اپنے ندما میں
داخل کر لیا۔ آخر ۱۰۰۰ھ ہجری میں عدالت پناہ کے قاصد بنکر برہان شاہ کے پاس
گئے اور صلح اور شکست قلعہ کے تمام مراحل اور لوازم ایلچی گری کو بہ احسن وجوہ انجام
دیا بادشاہ کو ان کے یہ خدمات بیحد پسند آئے اور ان کے مراتب میں اور زیادہ
ترقی کی گئی ۱۰۰۱ھ ہجری میں چند ضروری مہمات سلطنت کو طے کرنے کے لیئے
محمد قلی قطب شاہ کے پاس حیدرآباد میں جو بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے
حاضر ہوئے اور اس خدمت کو بھی اچھی طرح انجام دے کر بیجاپور واپس آئے
اسی دوران میں بلگوان کا فتنہ برپا ہوا اور شاہزادہ اسمٰعیل نے علم بغاوت بلند کیا
اس زمانہ میں جب کہ عین الملک کنعانی نے علانیہ شاہزادہ کا ساتھ دیا اور
بہت سے عادل شاہی امیر خفیہ شاہزادہ کے بہی خواہ بن گئے۔ اس
پرآشوب وقت میں یہ امیر نیک تدبیر ملک اور رعایا کے حال سے بے خبر
نہ رہا جس امیر کو بادشاہ کا بہی خواہ پاتا اس کی سفارش کر کے اس کا مرتبہ بلند کرتا اور
جس درباری کی نمک حرامی کا یقین آجاتا اسے غضب سلطانی میں گرفتار کراتا
ایسے زمانہ میں مولف کتاب پر عنایت فرمائی اور مجھے بادشاہ کی مجلس میں حاضر
کیا اور ایسی اس حقیر کے ساتھ دوست نوازی کی کہ عدالت پناہ نے خود مورخ فرشتہ
سے گفتگو کی اور اپنی مجلس میں کتاب روضۃ الصفا جو بہت نفیس اور خوش خط لکھی
ہوئی ہے اپنے ہاتھ سے مجھے عطا فرمائی اور خلعت عنایت فرما کر منصب اور
جاگیر میں اضافہ کیا عدالت پناہ نے فرمایا کہ شاہان ہندوستان کے حالات میں
کوئی مستقل کتاب علیحدہ اس وقت تک تالیف نہیں کی گئی نظام الدین احمد بخشی
نے ایک کتاب لکھی ہے جو بیحد مختصر اور سلاطین دکن کے حالات کی تحقیق
اور تفصیل سے عاری ہے تم ہمت کرو اور ان صفحات سے منصف ایک

تالیف تیار کر دجس میں ہمارے عہد کے واقعات مفصل اس طرح مرقوم ہوں کہ
عبارت منشیانہ تکلفات اور کذب و بہتان سے بالکل پاک ہو۔ اس حقیر مولف نے
زمین خدمت کو بوسہ دیا اور اسی ہفتہ میں بعض واقعات چند جز دمیں لکھ کر سب سے
پہلے مقرب سلطان خان والاشان شاہنواز خاں کی خدمت میں پیش کئے
خان موصوف کی اصلاح سے مزین ہونے کے بعد وہ اوراق شاہی ملاحظہ میں
پیش کیے گئے اور ان کو شرف قبولیت عطا ہوا۔

عدالت پناہ نے شاہزادہ کے فتنہ کو فرو کرنے کے بعد یہ ارادہ فرمایا
کہ برہمنوں کے گروہ کو جو اس زمانہ میں ملکی مہمات کے انجام دینے والے تھے
سرکاری عہدوں سے معزول فرمائیں اور زمام حکومت کسی ایسے صاحب تدبیر اور
اور عالی ہمم امیر کے سپرد کریں کہ امور سلطنت بہ احسن وجوہ انجام پائیں عدالت پناہ
نے بعد غور و تفکر کے بعد شاہنواز خاں کو اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا
اور ۱۰۰۰ ہجری میں ان کو سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ دار یعنی وکیل مطلق مقرر
کر کے سلطنت کے تمام جزئی اور کلی امور کو خان والاشان کی خوش تدبیری
و سیاست کے سپرد کر دیا۔ خان موصوف بادشاہ کی توجہ اور عنایت سے اس
طرح مہمات سلطنت کو انجام دیتے ہیں کہ ملک روز بروز ترقی کر رہا ہے۔
مورخ فرشتہ اس امیر با تدبیر کی صفت کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے
مدح و ثنا سے گریز کر کے مزید احوال بدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ واضح ہو کہ شاہنواز
خاں نے منصب کارملکی پر فایز ہونے کے بعد یہ مناسب خیال فرمایا کہ عدالت پناہ
خود سلطنت سے باخبر رہیں عدالت پناہ کو اس امر پر متوجہ فرمایا کہ بادشاہ
خود اس کی کوشش فرمائیں شاہنواز خاں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو کچھ سلطنت کے
حالات پرچہ نویس لکھ کر روانہ کرتے شاہنواز خاں انکو اس مناسب طریقہ سے بادشاہ
کے ملاحظہ میں پیش کرتا تھا کہ عدالت پناہ خود ایک سطر ان کی پڑھ کر واقعات
سے پورے طور پر آگاہ ہو جاتے تھے تھوڑے ہی زمانہ میں بادشاہ کو اس قدر
مہارت ہو گئی کہ شکستہ خطوط بلا کسی کے مدد کے پڑھنے لگا اس کے بعد شاہنواز خاں
نے نثر و نظم کی کتابیں شاہی ملاحظہ میں پیش کرنی شروع کیں عدالت پناہ نے

ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے فارسی خواں ہوگئے تھوڑے ہی زمانہ
میں عدالت پناہ ایسی خوب فارسی بولنے لگے کہ جبتک ہندی زبان میں تکلم نہ
فرماتے سامعین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ نے تمام عمر سوا فارسی کے اور کسی
دوسری زبان میں گفتگو نہیں فرمائی خان والا شان باوجود اس استادی
کے چونکہ اکثر بات دنیاوی میں عدالت پناہ سے تعلیم پائی تھی لہذا باوجود
اس علمی کے اپنے کو ہمیشہ بادشاہ کا شاگرد سمجھتا تھا شاہنواز خاں نے ایک بیحد
قیمتی یاقوت پر یہ نقش کندہ کرایا شاگرد ابراہیم عادل شاہ شاہنواز خاں اور
اس نگینہ کو انگوٹھی میں جڑوا کر انگشتری بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی عدالت پناہ
نے عنایت خاں کے خطاب کے بجائے شاہنواز خاں کے لقب سے
سرفراز فرمایا۔

ایک دن عدالت پناہ نے شاہنواز خاں سے ارشاد فرمایا کہ جب
ہمیں ہر طرح تقرب حاصل ہے تو ایک قصر عظیم الشان ہی ایسا تعمیر کراؤ جو رشک
باغ ارم ہو خان والا شان نے دعا و ثنا عرض کرنے کے بعد معماروں کو جو
اپنے فن میں کامل اور چابکدست تھے تعمیر کا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ
میں قصر فلک سا تیار ہوگیا۔ اس عمارت کی طرح حسب ذیل ہے۔

قصر کی چار دیواریں ہیں جس کا ضلع تقریباً چار سو گز شرعی ہے جانب
شمال دو دروازے واقع ہیں ایک دروازہ بیحد بلند ہے جو اس بازار کی
طرف کشادہ ہوتا ہے جو بازار شاہنواز خاں کے نام سے مشہور ہے دوسرا
دروازہ دربار بادشاہی کے رخ واقع ہے اس دروازہ کے اوپر ایک ہشت
پہلو عمارت ہے جو نورس بہشت کے نام سے موسوم ہے اس عمارت
کی دیواروں کے اندر و باہر مطلا نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ کہ دارالامارہ
میں حاضر ہوتے ہیں اول ان نقوش کی سیر کرتے اور اس کے بعد حیرت زدہ
ہوکر قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ خان والا شان اکثر اس عمارت میں جو شہر کے
اکثر مکانوں سے بلند ہے مجلس نشاط آراستہ کرکے اہل حاجت کی عقدہ کشائی
فرماتے ہیں۔ چار دیواری کے وسط میں ایک اور بلند عمارت ہے جس کے

دونوں طرف حجرے تعمیر کئے گئے ہیں اس عمارت کا رخ شمال کی جانب ہے
اور اس کے عقب کا حصہ حس پوش ہے اس عمارت کی پشت بام پر دوسرے
بلند مکانات واقع ہیں جس پر چڑھکر انسان تمام شہر کی سیر کرسکتا ہے شمالی ایوان
کے سامنے ایک وسیع اور پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے عین وسط میں
ایک حوض ہے جس کا پانی بیحد صاف وشفاف ہے۔ عمارت کے اطراف
میں دلکشا باغ واقع ہے اس عمارت اور نیزان دیگر عمارتوں کے در و دیوار
جو احاطہ کے اندر واقع ہیں نورس بہشت کی طرح طلائی نقوش سے آراستہ ہیں۔
یہ عمارت عالی شان بیحد مبارک ومسعود ہے اس لئے کہ اس قصر کی
تیاری کے بعد تیسری ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۱ھ ہجری کو امید خاں کے محل میں فرزند
ارجمند پیدا ہوا جو میرزا علاء الدین دلیتہ کے نام سے موسوم کیا گیا شہر کے اکابر
واشراف نے خان والاشان کو مبارک باددی اور مولانا فہمی نے جو خان
موصوف کے مداح ہیں قصیدۂ تہنیت پیش کر کے انعام وخلعت حاصل کیا
سب سے زیادہ ثبوت اس مکان کے مسعود ومبارک ہونیکا یہ ہے کہ
عدالت پناہ کو معلوم ہوا کہ امید خاں کے محل میں فرزند پیدا ہوا ہے اور
چندروز کے بعد بادشاہ نے ارادہ فرمایا کہ خان والاشان کو مبارکباد دینے
کے لئے خود اس قصر میں تشریف فرما ہوں۔ خان موصوف کو اس عنایت
بادشاہی کی اطلاع ہوئی اور لوازم ضیافت میں مشغول ہوئے شاہنواز خاں نے
ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا عمارت کے صحن میں قیمتی فرش بچھایا گیا جس
پر زریں شامیانہ نصب ہوا۔ علی الصباح بادشاہ اپنے محل سے سنگھاسن پر
سوار ہوکر شاہنواز خاں کے مکان روانہ ہوا قلعہ کے اول دروازہ سے لیکر نورس
کے چبوترہ تک جس کا عرض چھ گز شرعی ہوگا زربفت اور مخمل کا فرش بچھایا گیا اور
طرح طرح کے قیمتی اور زرد اور سرخ رنگ کی جھنڈیاں بازار شاہنواز کے
دونوں جانب راستوں پر نصب کی گئیں بعمر اور کہن سال باشندے بیان کرتے
ہیں کہ انھوں نے شہر و بازار کو اس طرح آراستہ کبھی اپنی عمر میں نہیں دیکھا۔
بادشاہ بازار میں پہونچا اور اپنے ملازمین اور خادموں کو جو سنگھاسن کے

دونوں طرف چل رہے تھے سامنے سے ہٹا دیا تاکہ رعایا شاہی سواری اور آرائش بازار اور تماشوں کو بخوبی دیکھ سکے۔ بادشاہی سنگھاسن خان والاشان کے مکان پر پہونچا عدالت پناہ سواری سے اترے اور سب سے پہلے دہلیز کے نقوش کی سیر کرکے آگے بڑھے اور اس کے بعد نورس بہشت کی سیر فرمائی اس عمارت کے نظارہ سے عدالت پناہ اس قدر خوش ہوئے کہ وہیں مجلس نشاط آراستہ کی۔ ماہ سیما کارگزاروں نے مجمر روشن کیئے اور عطر کی خوشبو سے دماغ معطر ہوگیا۔ عدالت پناہ نے بعض شاعروں ندیموں اور درباریوں کو مجلس نشاط میں حاضر ہونیکا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ امراصف بستہ استادہ ہوئے۔ اور مولانا فہمی اور مولانا ظہوری نے بے مثل قصائد اور اشعار جو اس وقت کے لئے مناسب تھے پڑھکر سنائے بادشاہ نے ان کے کلام کی تعریف کرکے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ پکاولوں اور خوان سالاروں نے ہر چہار جانب انواع واقسام کے کھانے چننے اور لذیذ اور طرح طرح کے میوے حاضر کیئے گئے۔ بادشاہ نے کھانے سے فراغت حاصل کی اور شاہنواز خاں نے شاہی مرتبہ کے موافق اسپان تازی اور رومی شاہی بیش قیمت کپڑے اور حبشی غلام عدالت پناہ کے ملاحظہ میں پیش کیئے اور دیگر امیروں اور ارکان دولت کو بھی خلعت فاخرہ عنایت کیا۔ جشن عشرت کے اختتام کے بعد بادشاہ نے شاہنواز خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور ہزار ہون نقد اور دو ٹکے مرصع اور چند اسپ تاتاری عنایت کیئے۔ اس کے علاوہ ولایت چلیون کے چالیس قریے بھی شاہنواز کی قدیم جاگیر میں شامل کردیئے گئے۔ بادشاہ اپنے محل کو واپس ہوا اور خاص وعام نے بادشاہ کی خادم نوازی کی داستان سنکر ازدیاد عمر و دولت کی دعا دی۔

چونکہ اس سے پیشتر خان والاشان کے بھائیوں کا بھی ذکر آچکا ہے اس لئے مناسب ہے کہ کچھ ان کا تذکرہ بھی کردیا جائے خواجہ معین الدین محمد جو خان والاشان کے سب سے بڑے بھائی تھے فصاحت بیان طلاقت لسان اور لوازم شفقت ومہربانی میں بیحد ممتاز تھے شاہنواز خاں کے تقرب کے بعد دربار شاہی میں

حاضر ہوئے اور بادشاہ نے ان کو عمدہ جاگیر عطا فرمائی لیکن ان بزرگ نے تھوڑے ہی دنوں بعد سنہ ۱۰۱۱ھ ہجری میں رحلت کی خواجہ معین کی حالت نزع میں مورخ فرشتہ ان کی بالیں پر موجود تھا انتقال کے بعد جب ہم لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تو باوجود اس کے کہ وہ زمانہ برسات کا نہ تھا ابر آیا اور شدید بارش ہوئی خواجہ معین کے بڑے فرزند محمد ظریف جو اس وقت چار سالہ عمر رکھتے تھے شاہی نوازشوں سے سرفراز کر کے اپنے پدر بزرگوار کی املاک کے جاگیردار بنائے گئے اور اپنے عم عالی مقدار کے سایۂ عاطفت میں پرورش پا کر صاحب کمالات ہوئے۔ خواجہ ہدایت اللہ جو خان والا شان کے سب سے چھوٹے بھائی تھے اپنے برادر بزرگ کے فوت ہونے کی خبر سنکر شیراز سے دکن آئے اور خان والا شان سے رسم تعزیت ادا کر کے دوسرے سال کامیاب و بامراد شیراز واپس گئے خواجہ ہدایت اللہ خان موصوف کی طرف سے شیراز میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے ہیں اور اس وقت تک اپنے وطن ہی میں قیام پذیر ہیں شاہنواز خاں کی سرکار سے ہر سال گراں قدر رقم بیجاپور سے شیراز روانہ کی جاتی ہے مجھے خدا کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ ہر سعادت دینی و دنیوی سے وہ ایسے امیر قدسی صفت کو سرفراز فرمائیگا اور اس خدا شناس انسان کے اقبال میں صحت اور سلامتی کے ساتھ روز افزوں ترقی ہوگی۔

ابراہیم نظام شاہ ثانی کا قتل اور عدالت پناہ کی فوج کی کامیابی

خدا کا شکر ہے کہ جس نے خاندان عادل شاہی میں ایسا اقبالمند فرمانروا پیدا کیا جس کی سعادت مندی اور بیداری بخت میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اور جس کی کشور کشائی اور ہمت سے ہر مخالف تباہ اور پامال ہو رہا ہے اور خود اس کا آوازۂ جہاں ستانی دنیا کے ہر گوشہ میں بلند ہو رہا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عدالت پناہ نے مملکت بالگوان کو دشمنوں کے قبضہ سے نکال لیا اور اس طرف توجہ فرمائی کہ دشمنان تباہ کار کو بالکل پامال و برباد کرے۔ عدالت پناہ نے ان امیروں کو جن کے دل و دماغ بغاوت انگیز خیالات سے مملو ہو رہے تھے ان کے عہدوں سے معزول فرما کر نظر بند کیا۔ اور یہاں نظام شاہ کی

روش پر بادشاہ کو اس قدر ملال ہوا کہ اسکے افعال کا انتقام لینا ہی ناگزیر نظر آیا لیکن چونکہ دشمن کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنا بھی سلاطین عالی مقدار کا شیوا ہے اس لیئے عدالت پناہ بھی چند روز خاموش رہے لیکن برہان نظام شاہ نے شاہزادہ اسمٰعیل کے فتنہ میں ایسا عہد و پیمان کو توڑا کہ قطعاً تاخیر کی گنجائش نہ رہی۔ برہان نظام نے شاہزادہ کے خروج کی خبر سنی اور اپنا لشکر جمع کر کے اس کی امداد کے لیئے بلگوان روانہ ہوا۔ برہان شاہ نے قلعہ پرندہ کے حوالی میں عین الملک کے قتل اور شاہزادہ کی گرفتاری کی خبر سنی اور اپنی روانگی پر نادم و پشیمان ہو کر احمد نگر واپس گیا۔ اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں قلعہ چندر کونی پر جو کہ عادل شاہ نے مصطفےٰ خان اردستانی کی کوشش سے فتح کیا تھا عادل شاہی دائرۂ حکومت سے نکل کر کرناٹک کے غیر مسلموں کے قبضہ میں چلا گیا تھا رائے کرناٹک جسنے اس زمانہ میں نالکنڈہ کو اپنا پائے تخت بنایا تھا یہ یقین کر لیا کہ عدالت پناہ اس طرف ضرور توجہ فرمائینگے اور قلعۂ چندر کونی پر عادل شاہی قبضہ ہو جانے سے کرناٹک کو بھی نقصان پہونچے گا۔ راجہ اس خیال سے رنجیدہ اور فکرمند ہوا عالی شاہ پسر عین الملک نے جو معرکۂ جنگ سے فراری ہو کر راجہ کے دامن میں پناہ گزیں تھا رائے کرناٹک کو مشورہ دیا کہ اس وقت برہان نظام سے اتحاد پیدا کرنا چاہیئے اور تم اس طرف اور برہان نظام دوسری جانب سے عادل شاہی قلعوں اور ملکوں پر قبضہ کر دتا کہ ابراہیم عادل کی طرف سے تم کو اطمینان حاصل ہو جائے راجہ نے اس رائے کو پسند کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ ابراہیم عادل کا اقتدار اور اس کی قوت اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ عنقریب اس کے ہاتھوں سے حکام دکن کو صدمہ پہونچنے والا ہے لہذا اس بارے میں جس قدر جلد ممکن ہو کوشش کرنا چاہیئے تاکہ ہم اس اندیشہ سے فارغ ہو جائیں برہان نظام خود اسی بات کا خواہاں تھا راجہ کا ہم آواز بن گیا اور یہ طے کیا کہ رام راج قلعہ بنکا پور اور مدگل پر قبضہ کرے اور خود قلعۂ شولاپور اور شاہ درک کو اپنے تصرف میں لائے۔ الغرض برہان نظام نے حوالی پرندہ سے بے نیل مرام احمد نگر واپس جانا بالکل گوشۂ دل سے فراموش کر دیا اور سامان حرب میں مشغول ہوا برہان نظام نے

مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار لشکر بنایا اور اسے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت
سے عدالت پناہ کے ملک کی طرف روانہ کیا تاکہ سرحدی شہروں کو تاخت و تاراج
کر کے شاہ درک اور شولاپور کو سر کرے رام راج کو بھی موقع مل گیا اور اس نے
بھی کرناٹک کے بعض شہروں کو بادشاہ کے تصرف سے نکال لیا۔ مرتضیٰ خاں
اور بقیہ امرائے نظام شاہی حوالی پرندہ میں پہنچے اور ان کو معلوم ہوا کہ رام راج
پر عدالت پناہ کا ایسا خوف طاری ہے کہ اس نے ہنوز اپنے ملک سے قدم
آگے نہیں بڑھایا۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا لیکن قراولوں اور
تاراجیوں کو قریوں اور قصبوں میں تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا جس
سے رعایا کو تکلیف پہنچی عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور سرحدی امیروں
کے نام فرامین جاری ہوئے کہ مخالفوں کی قرار واقعی تنبیہ کر دی جائے۔
اس دوران میں اوزبک بہادر جو بڑا جلیل القدر نظام شاہی امیر تھا اور جس نے
ممالک عادل شاہی میں داخل ہو کر علم مخالفت بلند کر رکھا تھا امرائے شاہی کے
ہاتھوں سے ہلاک ہوا اوزبک کی موت نے تمام نظام شاہی امیروں کو
حواس باختہ کر دیا احمد نگر کے تمام باشندوں کا تقریباً یہی حال ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ غایت غم و غصہ کی وجہ سے جمادی الآخر کے آخری حصہ میں برہان نظام شاہ کو
تپ محرقہ کا مرض عارض ہوا اور بیس رجب کو اسہال خونی شروع ہو گئے اس خبر
کے مشہور ہونے سے اس کے لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے نواح میں مقیم تھا
عظیم الشان انتشار پیدا ہوا اخلاص خاں حبشی زادہ نے جو خاندان نظام شاہی
کے غلاموں میں تھا اور جس سے بزرگ اور صاحب اقتدار امیر اس وقت
لشکر میں موجود نہ تھا دیگر حبشی اور دکنی امیروں کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ عہد
جمال خانی کی طرح وہ بھی مرتضیٰ خاں اور بقیہ غریبوں کو تباہ کر کے ان کا نام
و نشان مٹا دے غیر ملکی امیروں کو اس مکر و دغا کی اطلاع ہو گئی اور یہ امرا فوراً
سوار ہو کر لشکر سے جدا ہو گئے ان برگشتہ امیروں میں مرتضیٰ خاں اور احمد خاں
قزلباش اور بعض ان کے قرابت داروں نے تو احمد نگر کی راہ لی اور لطیف بیگ
اور قزلباش خاں ایک گروہ کثیر کے ساتھ عدالت پناہ کی بارگاہ میں پناہ گزیں ہو گئے

اور حبشی اور دکنی امیروں کے پنجۂ آزار سے نجات پائی ان کدورت آثار خبروں کو سنکر برہان نظام اور زیادہ علیل ہوا جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہوگا اس نے دنیا کو خیرباد کہا۔ برہان نظام کے بعد اس کا فرزند ابراہیم نظام باپ کا جانشین ہوا میاں منجو دکنی وکیل السلطنت مقرر ہوئے لیکن حبشی زادے امراء جو فتنہ جو اور فساد انگیز طبیعت رکھتے تھے اس نسبت سے کہ ابراہیم نظام کی والدہ حبشیہ تھی بادشاہ کے مقرب اور ندیم بن گئے میاں منجو مجبوراً خاموش ہوگئے اس درمیان میں دکنیوں حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے ناعاقبت اندیشی سے کام لیا اور ایسے واقعات رونما ہوئے جنھوں نے ملک کے شیرازہ کو بالکل منتشر کر دیا ان امیروں نے اس نواح کے عادل شاہی ایلچیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور عادل شاہی رایت جہانداری کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس خیال محال کی بنا پر ان سے حرکات ناشایستہ صادر ہوئے اور ان کی سفلہ مزاجی نے اس حد تک ترقی کی کہ عدالت پناہ کو جو کدورت برہان نظام سے پیدا ہوئی تھی اس میں دہ چند اضافہ ہوگیا۔ بادشاہ نے ارادہ فرمالیا کہ ان بے ادبوں کی تنبیہ کے لئے خود سفر کی زحمت گوارا کرے کامل الفن نجومیوں نے ساعت کا تقرر کیا اور ارکان دولت نے اسی ساعت خیمہ و خرگاہ سلطان بہمن علی کی جانب روانہ کیا اس کے بعد بادشاہ بھی سوار ہوکر سفر کے لئے آگے بڑھا۔

بیسویں شعبان کو شاہی سواری بہمن علی پہونچی بادشاہ نے اس جگہ قیام کیا اور امیروں کو خلعت اور اکرام سے مالامال کرکے شاہ درک روانہ ہوا عدالت پناہ کا خیال تھا کہ اگر احمد نگر کے باشندے فتنہ و فساد سے کنارہ کش ہوکر راہ راست پر آجائیں اور اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی کے خواستگار ہوں تو رابطۂ اتحاد پھر مستحکم کرلیا جائے عدالت پناہ نے اسی خیال کی بنا پر ایک گروہ کو نظام شاہی بارگاہ میں روانہ کیا بادشاہ کا خیال صلح کا تھا اس لئے روزانہ ایک فرسخ مسافت طے کرتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا کہ کسی عمدہ جگہ پر پانچ چھ روز قیام کی نوبت آجاتی تھی۔ اس تاخیر کا مدعا یہ تھا کہ شاید ارکان نظام شاہی بادشاہ کریم سے عفو تقصیر کے خواستگار ہوں لیکن ان کے سر پر بدبختی کا وبال سوار تھا ان امیروں نے قطعاً

اپنے خیالات میں تبدیلی نہ کی۔ عدالت پناہ شاہ درک پہونچے چونکہ اس شہر کی زمین
اچھی اور آب و ہوا فرحناک تھی بادشاہ نے مجلس نشاط گرم کی اور سرکشوں کی تادیب
میں تھوڑی تاخیر واقع ہوئی اسی دوران میں اخلاص خاں مولد اور بعض دیگر امیروں
نے جو ابراہیم نظام شاہ پر چھائے ہوئے تھے اپنی جمعیت پر سفر کرکے جنگ آزمائی
کے سامان کرنے شروع کئے ان ناعاقبت اندیشوں نے بیس ہزار سوار اور
توپ اور ضرب زن کے ساتھ عدالت پناہ کا مقابلہ کیا اور سرحد عادل شاہی پر
پہونچ گئے اور اپنے خیال خام کی بنا پر مخالفت کی ابتدا کی اب امیروں نے
برہان شاہ کی تقلید میں ان راجاؤں کو جو ہمیشہ سے عادل شاہی خراج گذار تھے
اس امر کی ترغیب دی کہ عدالت پناہ کے قریوں اور قصبوں کو تاخت و تاراج
کریں بادشاہ ان کے حرکات سے اور زیادہ برہم ہوا اور عدالت پناہ نے
فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ نسب اور شرافت کو دنیا کے کاموں میں بہت بڑا
دخل ہے ہر چند ہم اس مہم میں نرمی اور ملائمت سے پیش آئے ہیں لیکن حبشی
اور دکنی غلاموں کی شرارت ہمارے دشمنوں کو راہ راست پر نہیں آنے
دیتی اب ہم پر لازم ہوگیا کہ ان ناعاقبت اندیشوں کو خود رائی کی سزا دیں اور
ان کی بے ادبی پر قرار واقعی تنبیہ کرکے دشمنوں کو پامال کریں اس قرارداد کے
موافق بادشاہ نے فرامین صادر فرمائے کہ امرائے سلطنت اور افسران فوج
لشکر کو آراستہ کرکے دشمن کے مقابلہ میں صف آرائی کریں اور خاصہ خیل بھی تیار
اور مسلح ہو کر جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہو جائیں اٹھارھویں ذی قعدہ کی صبح کو بادشاہ
نے شاہ درک کے قصر میں قیام فرمایا اور خاص و عام شرف مجرئی سے سرفراز
ہوئے فوج کی حالت اور تعداد سے عدالت پناہ کو آگاہی ہوئی اور بادشاہ نے
ہر شخص کی آرزو کے موافق اسے سر و ر دلشاد کیا۔ بادشاہ نے فوج کے معائنہ
کے بعد مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کی جمعیت سے
نظام شاہ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا۔ عدالت پناہ نے بار ہا ان سرداروں
کو نصیحت کی کہ جنگ کو صلح پر مقدم نہ رکھیں اور حتی الامکان نظام شاہ کی فوج
اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچائیں لیکن اگر دشمن اپنی حد سے

آگے بڑھیں اور ممالک محروسہ میں داخل ہونا چاہیں تو البتہ اپنے تیروں سے دشمن کو تباہ و برباد کریں۔ اتفاق سے نظام شاہی امیروں نے صلح سے گریز کیا اور قضیہ کو شمشیر و خنجر پر محول کر کے عادل شاہی لشکر کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے۔ یہ امیر غرہ ذی الحجہ کو ممالک محروسہ میں داخل ہوئے اور نظام شاہی رسم کے موافق توپ اور ضرب زن کا ایک حصار لشکر کے گرد کھینچا اور ارابوں کو زنجیروں سے مضبوط باندھ کر قلب اور جناح کی ترتیب دی اور صف آرائی پر بالکل تیار ہو گئے حمید خاں نے حریف کی آمادگی کی خبر سنی اور اس کی جسارت پر غضبناک ہو کر اپنی فوج کو ترتیب دیا میمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا برادر عنبر خاں حبشی مقرر کئے گئے اور میسرہ شجاعت خاں اور ترزہ خاں کے سپرد ہوا قلب لشکر میں خود حمید خاں نے قیام کیا مقصود خاں شحنہ فیل جو گرجی غلام تھا شاہی کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا غرضکہ شاہی فوج دشمن کی طرف بڑھی دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابلہ میں شمشیر و خنجر تیر و سناں سے اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے اور زمین کو خون سے سیراب کرنے لگے۔ ایک شدید اور خونریز لڑائی کے بعد عادل شاہی قلب اور میسرہ نے شکست کھائی اور ایک بہت بڑا گروہ میدان جنگ میں کام آیا اکثر سپاہی مجروح اور خستہ ہو کر معرکۂ کارزار سے فراری ہوئے لیکن یہ ظاہری شکست اصل فتح کا مقدمہ تھی اور عادل شاہی فوج منصور و کامیاب ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آتشبازی کے دھوئیں سے زمین و آسمان تاریک ہو گیا اور چونکہ ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا شاہی میسرہ پر اس قدر غبار چھا گیا کہ فوج کو قیام کرنے کی قدرت نہ رہی اور سپاہی معرکۂ کارزار سے فرار کرنے لگے۔ امرائے نظام شاہی اس واقعہ کو اپنی فتح سمجھے اور سبھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا اور قلب اور میمنہ بھی میسرہ کے طرح پراگندہ ہو گیا نظام شاہی فوج فراریوں کے تعاقب میں مشغول ہوئی ابراہیم نظام شاہ نے جو آلات حرب و ضرب سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے لشکر کے عقب میں قیام پذیر تھا۔

عدالت پناہ کے لشکر کو پراگندہ دیکھا اور اپنی فتح کا یقین کر کے بیحد خوش و خرم چند ہمراہیوں کے ساتھ آگے بڑھا سنبل خاں اور عنبر خاں اور چند دیگر عادل شاہی

امیر جو ابتک جنگ آزمائی میں مشغول نہ ہوئے تھے اور ایک کنارہ کھڑے تھے آگے بڑھے اور نظام شاہی چتر و علم کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ نظام شاہ کے ہمراہیوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہماری جمعیت پانچ سو سے زیادہ نہیں اور حریف کی فوج ایک ہزار سے زاید ہے بہتر یہ ہے کہ ہم جنگ سے کنارہ کریں اور کسی محفوظ مقام پر توقف کریں تاکہ امرا ہمارے گرد جمع ہو جائیں۔ نظام شاہ جوانی کے عالم اور شراب کے نشہ میں سرشار تھا اس نے ان امیروں کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور کہا کہ میرے چھوٹے بھائی اسمٰعیل خاں نے دلاور خاں کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھائی ہے میں سنبل خاں خواجہ سرا کے سامنے سے فراری ہوں یہ ممکن نہیں ہے نظام شاہ نے تلوار نیام سے کھینچی اور دشمن پر حملہ آور ہوا اس میں شبہ نہیں کہ خوب خوب جوہر مردانگی دکھائے لیکن اتفاق قضا و قدر سے ایک تیر بادشاہ کے جسم پر لگا اور نظام شاہ خاک و خون میں مل گیا جو امیر کہ بادشاہ کے قریب استادہ تھے وہ بڑی دقتوں کے ساتھ بادشاہ کی لاش معرکۂ جنگ سے باہر لے گئے۔ بادشاہ غلامان حبشی کی شامت اعمال سے جوانی میں دنیا سے رخصت ہوا اور سپاہ و رعیت بیحد مغموم اور رنجیدہ احمد نگر روانہ ہوئی تمام دکنی اور حبشی امیر جو تاخت و تاراج میں مشغول تھے اس خبر کو سنکر پراگندہ اور پریشان ہو گئے اور نظام شاہ کا بہترین توپ خانہ اور فیل خانہ غارت کرا کے اپنے مالک کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے تباہ کیا بہ خلاف اس کے عادل شاہ کے کارناموں میں اس فتح سے ایک اور اضافہ ہوا اس مہم میں جو سب سے زیادہ اور نادر واقعہ پیش آیا وہ ناظرین کی آگاہی کے لئے حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ دوران جنگ میں جبکہ میسرۂ عادل شاہی پریشان ہوا اور سپاہی میدان جنگ سے منہ موڑ کر فراری ہونے لگے تو چند لوگ حریف سے خوف زدہ ہو کر شاہ درک تک پہونچ گئے اور سبھوں نے ایک زبان ہو کر شاہ نواز خاں سے یہ کہا کہ فریقین نے کل عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ لیکن افواج عادل شاہی پر ایسی پریشانی طاری ہوئی کہ تقریباً تمام امیر حریف کا شکار ہوئے اور معدودے چند معرکۂ کارزار سے سلامت واپس آسکے اور

سوائے ایک ہاتھی کے جو رضوان نام ایک ترکی غلام کی مردانگی سے محفوظ رہا۔ باقی تمام فیل خانہ دشمن کے قبضہ میں آگیا۔ اس دوران میں چند جاسوس بھی شاہی بارگاہ میں پہونچے اور انھوں نے بھی ان فراریوں کے بیان کی تصدیق کی۔ ان خبروں کے منتشر ہونے سے جو تیسری تاریخ تک برابر پہونچتی رہیں عادل شاہی لشکر میں اضطراب اور پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی لیکن روشن ضمیر بادشاہ جو خدا سے ہر وقت فتح اور ظفر کی دعا مانگتا تھا مطلق پراگندہ و بدحواس نہ ہوا۔ اور خاص و عام سبھوں سے اختلاف کر کے بار بار یہ فرمایا کہ یہ اخبار صحیح نہیں ہیں ایک روز اتفاق سے تمام حاضرین دربار سو جود تھے عدالت پناہ نے اہل دربار سے فرمایا کہ مجھے اس بات کا یقین کامل ہے کہ ہم بہت جلد اپنی کامیابی اور دشمن کی تباہی کی خبر سنکر مسرور و شادماں ہوں گے ہنوز یہ گفتگو جاری تھی کہ نواب شاہ نواز خاں بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا اور اس نے زمین خدمت کو بوسہ دیکر عرض کیا کہ عدالت پناہ کے اقبال سے معرکہ سر ہوا ابراہیم نظام شاہ معرکہ جنگ میں کام آیا اور افواج عادل شاہی نے مظفر و منصور ہو کر حریف کے فیل خانہ توپ خانہ اور تمام کارخانوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ حاضرین دربار بادشاہ کی روشن ضمیری سے بیحد خوش ہوئے اور سبھوں نے از دیاد عمر و دولت کی دعا دی عدالت پناہ ان ناعاقبت اندیشوں کی جنگ و جدال کے باوجود ابراہیم نظام کے مارے جانے سے بیحد متاثر ہوئے اور بادشاہ نے فرمان صادر فرمایا کہ افسران فوج اور سپاہی اس امر کا خیال رکھیں کہ ابراہیم نظام کے ملک کو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچے اور نظام شاہی رعیت پریشان اور برباد نہ ہو اور چونکہ بادشاہ کا اب اس نواح میں قیام کرنا حریف کے لئے باعث پریشانی اور اس کو مرعوب اور خوف زدہ ہونے کا سبب تھا اس لئے تمام ارکان دولت اور افسران فوج اس فرمان کو سنتے ہی اس نواح سے روانہ ہو کر بیجاپور کا رخ کریں۔ ماہ مذکور کے آخر میں تمام امیر و ارکان دولت شاہ درک میں بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق شاہی عطیہ اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ سہیل خاں اور عنبر خاں جنھوں نے عین معرکہ جنگ میں

مردانگی کے جوہر دکھائے تھے دوبارہ نظرعنایت اور زیادتی منصب و مراتب سے سرفراز کیے گئے۔ بادشاہ اپنے پائے تخت کو واپس آیا اور چونکہ ماہ ذی الحجہ کی بیس تاریخ ہو گئی عدالت پناہ حضرت شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی عزاداری میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران میں شاہی جاسوسوں نے شاہنواز خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کو اطلاع دی کہ سرحد کرناٹک کے چند غیر مسلم راجہ امرائے نظام شاہی کی تحریک سے قلعہ ادونی کے نواح میں جمع ہوئے ہیں اور حصار کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ یہ حصہ ملک عادل شاہی جوانمردوں کے وجود سے خالی ہے اور کوئی ان کا سرکوب نہیں ہے ان لوگوں نے آمد و رفت کی راہ بند کر لی ہے اور اہل قلعہ آذوقہ اور دیگر حوائج ضروری کے مسدود ہو جانے سے بے حد پریشان ہیں عدالت پناہ نے یہ اخبار سنے اور فوراً امرائے عظام کے نام فرمان جاری ہوا کہ فوج ساتھ لے کر ان سرکشوں کی تنبیہ کے لئے ادونی روانہ ہوں اور اس طرح ان کو پامال اور تباہ کریں کہ عرصہ تک ان کی ذات سے کسی طرح کا خطرہ باقی نہ رہے۔ ان امیروں کو روانہ کرنے اور عزاداری کو ختم کرنے کے بعد بادشاہ نہر بنوارہ کے کنارہ سے کوچ کر کے پائے تخت کو روانہ ہوا۔ اعیان شہر نے بادشاہ کی ورود کی خبر سنی اور دکانوں اور مکانات کو زر دمخمل سے آراستہ اور برج و بارہ کو مزین کر کے عجیب طرح کا دلکش اور عجیب منظر خلایق کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ ۱۳ محرم ۱۰۰۰؁ھ ہجری کو نجومیوں کی اختیار کردہ ساعت میں نظام شاہی ہاتھی پر سوار بڑے جاہ و جلال کے ساتھ قصر شاہی کو روانہ ہوا اور دروازہ سے تخت گاہ کی طرف چلا امراء بادشاہ کے دونوں جانب پیادہ پا تھے اور خلایق کے ہجوم سے تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ بادشاہ نے اپنے خاص مصاحبوں کے ساتھ اپنے بنا کردہ قصر میں جو شاہ درک کے اندر واقع ہے قیام کیا اور بزم نشاط گرم کر کے نغمہ و ساقی کے لطف اٹھانے لگا۔ یہ عمارت ملا معبری کے روضہ کے قریب ہے اور عمارت کی دلکشی اور ترتیب اور زینت کی بابت یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ انسان نے اس طرح کا قصر آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا نہ ہوگا۔ بادشاہ نے مجلس نشاط سے فراغت پائی

اور عدل و انصاف میں مصروف ہوا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ بیجانگر کے غیر مسلم جنھوں نے مفسدوں کی ترغیب سے فتنہ برپا کر رکھا تھا امرائے شاہی کے ورود کی خبر سنتے ہی اپنے مسکنوں کو واپس گئے اور جو مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے وہ قتل کر دیئے گئے۔

غرۂ محرم ۱۰۰۵ھ ہجری کو معلوم ہوا کہ میر محمد صالح ہمدانی بیجاپور تشریف لائے ہیں اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ان کے ساتھ ہیں بادشاہ اس خبر کو سنکر بیحد خوش ہوا اور خدا کی درگاہ میں بیحد شکر بجالایا۔ اور تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح کی ملاقات کر کے موئے مبارک کی زیارت سے فیضیاب ہوا اس واقعہ سے بادشاہ کی عقیدت مندی لوگوں پر ظاہر ہوگئی اس لئے کہ عدالت پناہ کے اکثر معاصر فرمانرواؤں نے یہ سعادت حاصل کرنا چاہی لیکن انھیں میسر نہ آئی بادشاہ دین پناہ نے بیحد خلوص کے ساتھ استقبال کیا اور جس وقت زیارت کے لئے مکان میں حاضر ہوا مقربان درگاہ نے نقرئی اور طلائی مجمر میں عود روشن کیا اور جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا ہجرت نبوی صلعم سے ایک ہزار پانچ برس کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن ترین معجزہ ظاہر ہوا کہ موئے مبارک اس چاندی کی ڈبیہ سے جس میں کسی مقام پر بھی سوراخ نہ تھا۔ شعاع نور کی طرح برآمد ہوا۔ بادشاہ نے میر محمد صالح کو بیحد انعام عطا فرمایا اور غرۂ ماہ محرم سے عزاداری میں مشغول ہوا عدالت پناہ نے میر محمد صالح کو پیغام دیا کہ میں نے آپ کے جد بزرگوار کا تعزیہ رکھا ہے اگر جناب خود بھی تشریف لائیں تو بعید از احسان اور عقیدت مندی نہ ہوگا سید صاحب نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور موئے مبارک اپنے ساتھ لے کر دارالامارہ میں قیام پذیر ہوئے بادشاہ نے امرائے دولت کو سید صاحب کی خدمت پر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ خبردار انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور جس چیز کی سید صاحب کو ضرورت ہو فوراً ان کی خدمت میں حاضر کی جائے عدالت پناہ خود بھی کبھی کبھی سید صاحب سے ملاقات فرماتے اور عطیۂ شاہی سے انھیں سرفراز فرماتے تھے۔ محرم کا مہینہ گزر گیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ

اپنے عظیم الشان مہمان پر دوبارہ نظر عنایت فرمائے عدالت پناہ نے سید صاحب کو دس یا بارہ ہزار ہون اور قیمتی کپڑوں کے چند بستے انھیں عطا کئے اور کہا کہ جو کچھ حضرت کا مدعا ہو بیان فرمائیں تاکہ اس کی تعمیل کی جائے سید صاحب نے دعائے دولت کے بعد عرض کیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہو گیا اب جبکہ میری عمر اسّی سال سے متجاوز ہو گئی ہے میری تمنا یہ ہے کہ طواف بیت اللہ شریف اور آستانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرف اندوز ہو کر انھیں متبرک اماکن میں سے کسی جگہ زندگی کے بقیہ دن بسر کروں بادشاہ نے عمال جہاز کو حکم دیا کہ جناب سید کے لئے سامان سفر تیار کریں غرضکہ چند دنوں میں اسباب مکمل ہو گیا اور سید صاحب مکہ معظمہ روانہ ہوے رخصت کے وقت میر محمد صالح نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو مرحمت کئے اور خود بیت اللہ شریف روانہ ہو گئے۔ یہ دونوں موئے مبارک ایک طلائی ڈبیہ میں رکھے ہیں اور ہر شب جمعہ اور دوسری متبرک راتوں میں ان کی زیارت ہوتی ہے۔ اس مقدس تحفہ کی وجہ سے بادشاہ پر طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کی عمر و دولت ترقی پذیر ہے۔

مغلوں کا نظام شاہی ملک پر حملہ کرنا اور دکن میں ہمیشہ کے لئے فساد برپا ہونا

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امرائے نظام شاہی نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ابراہیم نظام شاہ کو معرکہ جنگ میں قتل کرایا اور خود جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہو گئے شہر میں پہونچکر منجوی خاں حبشی دکھنی نے قلعہ اور خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور اپنی قوم کو تمام و کمال معاملات سلطنت میں دخیل کر کے اپنے اقتدار کا علم بلند کیا غرض کہ بڑے مباحثہ کے بعد جیسا کہ حالات نظام شاہی میں بیان ہوا ہے منجوی خاں نے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو دسویں ذی الحجہ سنہ ۱۰۰۳ ہجری میں تخت حکومت پر بٹھایا اور ہر ایک امیر جداگانہ منصب اور خدمت پر سرفراز ہوا۔ میاں منجوی بدستور سابق وکیل سلطنت اور نایب کے مرتبہ پر جس سے زیادہ عظیم الشان عہدہ ملک میں نہیں ہے فائز ہوئے دس یا پندرہ روز کے بعد امرائے سلطنت کو معلوم ہوا کہ

احمد شاہ نسل شاہی سے نہیں ہے اور محض ایک بیگانہ شخص ہے ان امیروں نے ارادہ کیا کہ اسے سلطنت سے معزول کر کے بہادر شاہ ولد ابراہیم شاہ مقتول کو بادشاہ بنائیں میاں منجوی نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور دکنی اور حبشی امیروں میں معرکہ کارزار گرم ہوا میاں منجوی پریشان ہو کر قلعہ بند ہوا حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ بیحد تنگ آئے اور منجوی خاں نے عاجز ہو کر قاصد گجرات روانہ کئے اور سلطان مراد بن جلال الدین اکبر بادشاہ سے مدد مانگی اور احمد نگر آنے کی دعوت دی شاہزادہ مراد کو اپنے باپ کی طرف سے فتح احمد نگر کی اجازت مل چکی تھی اور وقت اور موقع کا منتظر تھا شاہزادہ نے بلا تاخیر لشکر آراستہ کیا اور خان خاناں کے ہمراہ تیس ہزار سواروں کی جمعیت سے سلطان پور ندربار کے راستہ سے احمد نگر پہونچا اور میاں منجوی سے قلعہ پر متصرف ہونیکا دعوی کیا میاں منجوی جیسا کہ ذکر ہوا اس درمیان میں حریف پر غالب آچکا تھا شاہزادۂ مراد کو دعوت دینے سے شرمندہ ہوا اور اس نے قلعہ سپرد کرنے سے انکار کیا اور اپنی حتی المقدور حصار میں آذوقہ اور غلہ کا انتظام کر کے حصار کو اپنے ایک معتمد امیر انصار خاں کے سپرد کر دیا اور خود احمد شاہ کے ہمراہ آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے بیڑ روانہ ہوا میاں منجوی کا مقصد یہ تھا کہ مزید لشکر جمع کرے اور نیز یہ کہ دشمن کے مقابلہ میں عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو معلوم ہوا کہ مغل سپاہیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی سلطانہ حریف کے مدافعہ میں کوشاں ہے اس نے لشکر فراہم کرنے کی کوشش کی لیکن یہ سعی بیکار رائیگاں ہوئی اس لئے کہ اس زمانہ میں احمد نگر کے امیر تین فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے اہنگ خاں حبشی نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا لیا تھا اخلاص خاں حبشی نے موتی نام ایک مجہول النسب شخص کو فرمانروا تسلیم کر لیا اور میاں منجوی نے احمد شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا تھا ہر فریق محاصرہ سے علیحدہ ہو کر اس فکر میں تھا کہ اپنے فریق مخالف پر حملہ کر کے اس کو تباہ کرے اور اس اختلاف کو مٹا کر کسی ایک شخص کو صحیح فرمانروا تسلیم کر کے دشمن کے مقابلہ میں

صف آرا ہو لیکن یہ امر طوالت سے خالی نہ تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ
جو فریق مغلوب ہو جائیگا وہ مغلوں سے مل جائے گا اور اس طرح ملک دشمن
کے تصرف میں آجائیگا عدالت پناہ نے ہر سہ فریق کو پیغام دیا کہ اس وقت
اس اختلاف کو مٹاؤ اور سب مل کر دشمن سے لڑو اس کے بعد جو شخص قابل
فرمانروائی ہوگا سلطنت کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جائیگی۔ ہر سہ فرمانروا
میں سے کسی کو بھی عدالت پناہ کے تعمیل ارشاد کے سوا اور کچھ چارۂ کار نہ تھا
ان لوگوں نے آپس کی مخالفت کو ترک کیا اور بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی
منجملہ ان کے میاں منجو نے اپنے فرزند میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو
عرائض کے ساتھ عدالت پناہ کے حضور میں روانہ کیا اور امداد کی
درخواست کی یہ قاصد بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے اور عدالت پناہ
نے سپاہ و لشکر کے فراہم کرنیکا حکم دیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں افسران
فوج اپنے لشکروں کے ہمراہ ہر طرف سے روانہ ہو کر پایۂ تخت میں حاضر
ہو گئے اسی دوران میں چاند بی بی سلطانہ کا نامہ بھی پہونچا جس میں نہایت
عاجزی کے ساتھ بادشاہ سے مدد طلب کی تھی۔ خاں والا شان شہنواز خاں
نے یہ نامے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے عدالت پناہ نے ناموں کے
مضامین سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد قرابت اور ہمسائیگی کا لحاظ کیا۔
اور اپنے معتمد الدولہ خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو جو مردانگی میں شہرۂ آفاق تھا۔
سپہ سالار لشکر بنا کر بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے نظام شاہیوں کی امداد
کے لیئے نامزد فرمایا۔ بادشاہ نے منجو خاں اخلاص خاں اور دیگر نظام شاہی
امیروں کے نام فرمان روانہ کیا کہ اپنی تمام قوت اور لشکر کے ساتھ سہیل خاں
سے شاہ درگ میں ملاقات کریں اور کامل اتحاد اور موافقت کے ساتھ
دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے سہیل خاں سے
شاہ درگ میں ملاقات کی اور جرار لشکر کے ساتھ آگے بڑھتے مہدی قلی
سلطان ترکمان بھی محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے تلنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر
سہیل خاں سے آملا شہزادہ مراد نے یہ خبریں سنیں اور خان خاناں اور

محمد صادق وغیرہ امرائے اکبرشاہی سے اس بارے میں مشورہ کیا ان امیروں نے
کہا کہ سرکوب تیار کرنے اور خندق کو پاٹنے سے حصار کا سر کرنا دشوار ہے کیونکہ
ہمارے ہر سرکوب کے مقابلہ میں حریف ایک نیا برج تیار کرتے ہیں اور ہماری
کوشش رائیگاں ہوتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا چاہیے کہ لشکر دکن کے ورود تک
ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ غرض کہ بڑے غور و فکر کے بعد سبھوں نے
اس امر پر اتفاق کیا کہ سوائے نقب زنی کے اور کسی تدبیر سے حصار کو سر کرنا محال
ہے۔ سلطان مراد نے اس رائے کو پسند کیا اور اہل حصار کو اپنے ارادہ سے
بے خبر رکھنے کے لئے آمد و شد کا راستہ ایسا بند کیا کہ خیال کو بھی وہاں پہونچنا دشوار
ہو گیا ہنرمند نقاب نقب زنی میں مشغول ہو گئے۔ شاہزادہ مراد نے مورچل کی طرف
سے دیوار حصار میں پانچ جگہ شگاف کر دیا۔ غرۂ رجب کی شب کو جو چار متبرک
راتوں میں ایک شب اور لیلۃ الرغائب کے نام سے مشہور ہے تمام نقب
تیار ہو گئیں اور ان میں توپ و تفنگ اور بارود وغیرہ بھر کر ان کو گچ اور
پتھر سے پختہ کر دیا ان لوگوں کا خیال تھا کہ دوسرے روز بعد نماز جمعہ نقب میں
آگ لگا کر برج و زمین کو برابر کر دیں کہ ناگاہ خواجہ محمد خاں شیرازی نے جو شاہزادہ کے
لشکر میں موجود تھا از راہ شفقت و محبت اہل قلعہ کو موضع نقب سے خبردار کر کے
ہر شخص کو ممنون احسان کیا اہل حصار نے جمعہ تک دو نقبوں کو دریافت کر کے
ان کو بارود سے خالی کر دیا اور دوسری نقبوں کی تلاش میں سرگرداں ہوئے
شاہزادہ مراد اور محمد صادق اور تمام دیگر امیر اور خان خاناں سے مشورہ کئے ہوئے
مسلح ہوئے اور حصار کے مقابلہ میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا کہ نقب میں آگ
دینے کے بعد جب دیوار میں رخنہ پیدا ہو تو جلد تر قلعہ میں داخل ہو کر حصار
پر اپنا قبضہ کر لیں اور فتح شاہزادہ مراد کے نام ہو اور خان خاناں کو اس میں
کچھ دخل نہ رہے۔ غرض کہ نقب میں آگ لگائی گئی تین نقب بارود
سے اڑے اور تقریباً پچاس گز دیوار اڑ گئی۔ شاہزادہ اور محمد صادق وغیرہ
کو نقبوں کے خالی ہو جانے کا علم نہ تھا انھوں نے اس انتظار میں کہ دوسری
نقب بھی اڑیں تو اہل لشکر کو تاخت و تاراج کا حکم دیں تھوڑا انتظار کیا۔

اہل قلعہ کو موقع مل گیا اور جیسا کہ اپنی جگہ پر بتفصیل مذکور ہے ان لوگوں نے رخنہ میں توپ اور ضرب زن نصب کر کے دشمن کی مدافعت کا پورا انتظام کیا اور رات تک کسی مغل سپاہی کو حصار میں داخل نہ ہونے دیا چونکہ رات کے وقت ہر چھوٹا اور بڑا یہاں تک کہ عورات بھی بڑی کوشش سے رخنہ بھرنے میں مشغول تھیں دیوار تین گز بلند ہو گئی شاہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ اس امر سے مایوس ہو گئے کہ فتح جلد ہو جائیگی۔ اسی دوران میں سہیل خاں دکنی فوج کو ہمراہ لیکر احمد نگر روانہ ہوا۔ اور شاہزادہ کے لشکر میں قحط بھی نمودار ہوا۔ سلطان مراد اور محمد صادق نے جنگ سے کنارہ کشی کر کے دوبارہ خان خاناں سے مشورہ کیا خان خاناں نے محمد صادق کی وجہ سے اول تو یہ کہا کہ امرائے درگاہ کی جو رائے ہو وہ مناسب ہے لیکن معذرت حد سے زیادہ گزری اور ان لوگوں نے اپنی غلطی پر اظہار ندامت کیا خان خاناں نے اکبر شاہ کی خیر خواہی کا خیال کر کے جواب دیا کہ سلاطین دکنی کے لشکر کوچ بہ کوچ یہاں آرہے ہیں اور غلہ اور روغن وغیرہ ہمارے لشکر میں کمیاب ہے ظاہر ہے کہ انسان اور جانور بالکل مردہ ہو رہے ہیں اس حالت میں جنگ آزمائی کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر کے برار میں اپنے خیمے نصب کریں اور اسی نواح کو مسخر کریں اور جب برار پر ہمارا پورا قبضہ ہو جائے اور وہاں کی رعایا ہمارے قابو میں آجائے تو ہم اس ملک پر حملہ کر کے قلعہ کو سر کریں۔ شاہزادہ مراد اور تمام لوگ غلہ اور ضروریات زندگی کی کمی سے پریشان اور رنجیدہ تھے سبھوں نے خان خاناں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی کو اپنا راہ نما بنایا خان خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری نے جو اس واقعہ سے بیشتر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں سر لشکر برار اور اس زمانہ میں امرائے اکبری میں داخل تھا ایسی تدابیر خفیہ طور پر اختیار کیں کہ چاند بی بی سلطانہ خود صلح کا پیغام دے غرض کہ ہر دو طرف سے ایک گروہ درمیان میں واسطہ ہوا اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ ولایت برار کا وہ حصہ جو تفال خاں کے قبضہ میں تھا شاہزادہ مراد کو دیا جائے اور باقی حصہ ملک قلعہ مہور سے لیکر بند چیول تک اور پرینڈہ سے دولت آباد اور سرحد گجرات تک حاکم احمد نگر کے زیر نگیں رہے

اس معاہدہ پر پابند رہنے کے لئے طرفین نے شدید قسمیں کھائیں اور اکابرین کی مہریں اس پر ثبت کر دی گئیں۔ اسی دوران میں سہیل خاں بھی لشکر ساتھ لے کر احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔ سہیل خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی نظام شاہی امیروں نے میاں منجو اور احمد شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے بہادر شاہ کو جو تین یا چار سال کا لڑکا تھا چاند بی بی سلطانہ کے حکم سے جیوند سے طلب کر کے بادشاہ بنایا اور سہیل خاں اس درمیان میں چند روز کے بعد میاں منجو اور احمد شاہ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہوا۔

روضۂ سویم سلاطین احمد نگر کے حالات میں جو نظام شاہی معروف و مشہور رہیں

مورخین لکھتے ہیں کہ احمد شاہ بحری ملک نائب نظام الملک بحری کا فرزند ہے ملک نائب کا مورث اعلیٰ بیجانگر کا ایک برہمن تھا اس کا خود نام تیما بہت اس کے باپ کا نام بھیر تھا یہ شخص احمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر ملک حسن کے نام سے موسوم ہوا۔ اور شاہی غلاموں کے گروہ میں داخل کر دیا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے ملک حسن کو صاحب فہم و فراست اور ہندی زبان کا ماہر اور صاحب خط و سواد دیکھ کر اسے اپنے فرزند محمد شاہ کو عطا کیا ملک حسن محمد شاہ کے ہمراہ مکتب میں جانے لگا اور تھوڑے ہی زمانے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں پوری مہارت حاصل کر لی اور ملک حسن بہلو کے نام سے مشہور ہوا چونکہ سلطان محمد شاہ بچپن کے زمانہ میں اسے ملک حسن بحری کہا کرتا تھا ملک حسن بجائے بہرلو بحری کے خطاب سے خاص و عام میں مشہور ہو گیا۔ محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں اس پر نوازش فرما کر ملک حسن کو اپنے معتبر حاشیہ نشینوں میں داخل کیا اور اپنے بحری خاصہ کو جس کو اس سے بیحد تعلق تھا اور جس کو بادشاہ نے منصب ہزاری اور ماہی مراتب عطا کر کے تمام جانوران شکاری کی سرداری کا جسے مغلوں کی اصطلاح میں قوش بیگی کہتے ہیں عہدہ عطا کیا تھا اب لفظی مناسبت کے لحاظ سے ملک حسن کو عنایت کیا۔ اس تقریب سے ملک حسن کی عزت اور شوکت دو بالا ہوئی اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوا اس کا اقتدار آہستہ آہستہ بڑھتا گیا

یہاں تک کہ اشرف ہمایوں نظام الملک بحری کے القاب و خطاب سے سرفراز کیا گیا ملک حسن خواجہ جہاں گاواں کی مہربانی سے ملنگانہ کا طرف دار مقرر ہوا اور راجمندری اور کنڈبیل مع اس کے مضافات کے اس کی جاگیر میں دیدیے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تلنگانہ کے تمام مہمات مالی اور ملکی ملک حسن کے قبضہ اقتدار میں آگئے خواجہ جہاں گاواں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا قائم مقام ہوا اور ملک نائب کے خطاب سے سرفراز ہوکر سرلشکر کا منصب حاصل کیا سلطان محمد شاہ کے بعد بادشاہ کی وصیت کے موافق اس کے فرزند محمود شاہ کا وکیل سلطنت مقرر ہوا۔ ملک حسن نے بیڑ اور دیگر پرگنات کو جو دولت آباد کے تحت میں تھے جینر کے صوبہ میں داخل کر کے اضافہ شدہ پرگنے اپنے فرزند ملک احمد کو دیئے اور جیسا کہ مذکور ہوا خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے موافق جنیر روانہ کیا ملک احمد نے جنیر میں جو صوبہ کا صدر مقام ہو گیا تھا قیام اختیار کیا اور ریاست میں مشغول ہوا۔ ملک نائب نے ہر چند فرامین روانہ کیے کہ قلعہ بیڑ وجوند کے قلعے ملک احمد کے تصرف میں دیئے جائیں لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے جس پر خواجہ گاواں نے بھروسہ کر کے یہ حصار اس کے سپرد کیا تھا ان فرامین پر عمل نہ کیا اور یہی کہا کہ جب ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ ہو کر عنان اختیار اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اس وقت تک ہم اس کی اطاعت کر کے قلعے بادشاہ کے سپرد کر دیں گے۔ ملک احمد کے تیور بگڑے ہوئے اور کہہ رہے تھے اس نے ان قلعوں کی تسخیر پر کمر ہمت باندھی اور سب سے پہلے بیڑ پر حملہ آور ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ حصار پہاڑ کی ایک چوٹی پر واقع اور بلندی کی وجہ سے آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ اہل حصار جب عاجز ہوئے اور چھ مہینے کے بعد تیغ و کفن گردن میں آویزاں کر کے کلید حصار ہاتھ میں لئے ہوئے ملک احمد کے پاس حاضر ہوئے۔ ملک احمد کی فوج نے حصار پر حملہ کیا اور ان سپاہیوں کو یہ معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کی شہادت کے بعد سے پانچ سالہ محصول مرہٹواڑی اور کوکن کا اس قلعہ میں جمع ہے اہل لشکر نے روپیہ اٹھا لیا اور ملک احمد کی خدمت میں پہونچا دیا۔ اس رقم کے پہونچ جانے سے ملک احمد کے

کاروبار میں اور زیادہ رونق پیدا ہوئی۔ ملک احمد نے سپاہیوں اور امیروں کو روپیہ تقسیم کر کے ان کو دل شاد کیا اور اس دوران میں جو نہ بہا کر نگی تر ولی۔ کندھا پور۔ پورند۔ پورب۔ چندول۔ گردرک۔ مرنجن۔ ماہولی۔ اور مالی کو جبراً و قہراً فتح کیا اور سارے کوہ کن پر قابض ہو گیا۔ ملک احمد قلعہ دنداراج پوری کے سر کرنے میں مشغول تھا کہ اپنے باپ کے قتل کی خبر سنی اور اپنے کو باپ کے خطاب سے مشہور را اور احمد نظام الملک بحری کے لقب سے معروف کیا ہر چند ملک احمد نے خود اپنے کو کسی شاہ کے لقب سے نہیں معروف کیا لیکن چونکہ دکن میں اس کا نام احمد نظام شاہ مشہور ہے اس لئے مورخ فرشتہ اب سے احمد نظام شاہ بحری کے نام سے یاد کرے گا مختصر یہ کہ ملک احمد جنیر پہونچا اور باپ کی رسم تعزیت ادا کر کے سپاہ اور رعیت کو اپنے سے مطمئن کیا اور تھوڑے سے ہی زمانہ میں قصبہ بیٹر پر کالنو اور پٹن کے حوالی تک تمام و کمال اپنا قبضہ کر لیا۔ ملک احمد نے عنفوان شباب میں کندبیل اور راجمندری میں اوریا اور دنگھیر ہندو راجاؤں سے جنگ کر کے اپنی شجاعت کا سکہ اچھی طرح بٹھا دیا تھا اس لئے سلطان محمود شاہ ہر چند اپنے امیروں منصبداروں اور سلاحداروں کو اس کے مغلوب کرنے کے لئے روانہ کرتا تھا لیکن یہ لوگ ملک احمد سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے بعض تو اپنی طاقت کا اندازہ کر کے اور بعض عاقبت اندیشی سے اس جنگ سے پرہیز کرتے تھے سلطان محمود نے قاسم برید کی تحریک سے چند مرتبہ یوسف عادل کے نام بھی فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ عادل شاہ خواجہ جہاں دکنی اور زین الدین علی طالش حاکم چالنہ کے ہمراہ جنیر جا کر احمد نظام الملک کا فتنہ فرو کرے لیکن یوسف عادل نے عذر کر کے اس خدمت سے انکار کیا جبکہ حاجب لیتی ایلچی کو تقریب کے بہانہ سے ملک احمد نظام الملک کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اس نواح کے انتظام اور ضبط ممالک میں کسی طرح کی کمی نہ کرو اور اپنے لشکر کو جو اندا پور سے زین الدین علی طالش کی مدد کو گیا تھا واپس بلا لیا اور وہ حصار بھی احمد نظام شاہ کے سپرد کر دیا اور اظہار دوستی اور موافقت میں کسی طرح کی

کوتاہی نہیں کی بلکہ اس فوجی مدد سے اسے اور زیادہ مطمئن بنایا۔ احمد نظام شاہ نے ظریف الملک افغان کو امیر الامرا مقرر کر کے نصیر الملک گجراتی کو میر محلہ کا عہدہ عنایت کیا اور زین الدین علی طاش کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ مجھے حق جوار اور ہمسائگی کا بیحد خیال ہے اور کو شجاع اور بہادر بھی جانتا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان سے بیگانگی کا پردہ اٹھ جائے اور گزشتہ فروگزاشتیں دل سے نکال کر اپنے کو اس ریاست کا شریک غالب خیال کریں۔ زین الدین علی نے ان باتوں کو قبول کر کے اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کیا۔ اسی دوران میں شیخ مودی عرب جو خطاب بہادر الزماں سے مخاطب اور مردانگی اور شجاعت میں امرا کے گروہ میں ممتاز تھا احمد نظام شاہ کی تباہی کے لئے کمربستہ ہوا اور بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر پر حملہ آور ہو کر قلعہ پرندہ کے دامن میں قیام پذیر ہوا زین الدین علی نے بھی اپنی رائے بدل دی اور ارادہ کیا کہ اپنی فوج کے ساتھ اس سے جا ملے احمد نظام شاہ شیخ مودی کے قریب پہنچ جانے سے آگاہ ہوا اور اپنے اہل وعیال کو قلعہ سبز میں روانہ کر کے خود تنہا جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھا احمد نظام حریف کے لشکر کے جوار میں پہونچا اور دشمن کی قوت اور اپنی فوج کی قلت کا خیال کر کے صف آرائی کرنا مناسب نہ سمجھا اور حریف سے چار کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔ احمد نظام نے انتہائی ہوشیاری سے کام لیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ زین الدین علی موقع کا منتظر ہے اور چاہتا ہے کہ جلد سے جلد شیخ مودی سے جا ملے۔ احمد نظام نے لشکر کو نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود خاصہ کے سلحداروں اور منصب داروں کے ایک گروہ کے ساتھ جن کو نظام شاہی دائرۂ حکومت میں حوالہ دار کہتے تھے شکار کے بہانہ سے لشکر سے نکلا اور زین الدین کے فرودگاہ مقام جالنہ پر دھاوا کیا۔ احمد نظام شب کے وقت غافل حریف کے سر پر پہونچا اور لکڑی کے زینے جو اس کے لئے تیار کئے تھے اور اپنے ہمراہ لایا تھا قلعہ کی دیواروں پر نصب کر کے سب سے پہلے مع ستره سپاہیوں کے قلعہ میں داخل ہوا اس کے بعد اہل لشکر بھی چاروں طرف سے سوار ہو کر

قلعہ کے اندر آئے۔ یہ لوگ مسلح اور اہل قلعہ بالکل غافل اور خواب آلودہ تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین علی اور اس کے سات نوافاقی تیر انداز قتل ہوئے اور جالنہ فتح ہوگیا۔ اس فتح کی خبر مشہور ہوئی اور نصیر الملک کے دل میں بھی امنگ پیدا ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ احمد نظام شاہ کی واپسی تک شیخ مودی کے مقابلہ میں کارنمایاں کرے۔ نصیر الملک نے ایک گروہ قلیل جس کی تعداد تین ہزار سے کم تھی اپنے ہمراہ لیا اور شیخ مودی کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا یہ امیر ایک کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور شیخ مودی نے اس خیال سے آگاہ ہوکر ایک گروہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا ایک خونریز لڑائی کے بعد شیخ مودی کو شکست ہوئی دوسرے دن بھی شیخ مودی کا فرستادہ لشکر پسپا ہوا اور وہ خود مجبوراً سوار ہوکر حریف کے مقابلہ میں آیا نصیر الملک دو روز کی فتح سے مغرور ہو رہا تھا اپنے خستہ اور ماندہ لشکر کے ساتھ دشمن سے جنگ آزما ہوا لیکن فاحش شکست کھاکر بہ حال خراب ظریف الملک کے پاس واپس آیا اس درمیان میں احمد نظام شاہ بھی جالنہ سے واپس آیا اور اور اس نے یہ حالت دیکھی اور اپنے پہلے اخلاق کی بنا پر نصیر الملک کے مکان پر گیا اور محبت آمیز کلمات سے اس کے دل پر مرہم رکھا اور اسے کلفت اور ندامت سے نجات دی۔ چند دنوں کے بعد احمد نظام شاہ نے ایک جرار لشکر ساتھ لیا اور آدھی رات کے وقت حریف کے لشکر کی طرف روانہ ہوا اور اس پر شبخون مار کر دشمن کی جمعیت کو پراگندہ کردیا شیخ مودی عربی دکنی اور حبشی امیروں کے ایک گروہ کے ساتھ قتل ہوا اور اس کے خیمے اور خرگاہ اور بار برداری کے سازوسامان کے دستیاب ہونے سے نظام شاہی شوکت اور عظمت میں معقول اضافہ ہوا۔ احمد نظام شاہ اس واقعہ کے بعد جنیر واپس آیا اور ایک لحظہ بھی سپاہ و رعیت سے غافل نہ رہا۔

سلطان محمود شاہ نے یہ خبر سُنی اور بیحد غصہ میں آکر عظمت الملک وغیرہ کو اٹھارہ امیروں اور ایک جرار لشکر کے ساتھ جنیر کی مہم پر نامزد فرمایا۔ احمد نظام بھی اپنی فوج کے ساتھ جنیر سے روانہ ہوکر قادر آباد کے کوہستان میں مقیم ہوا بادشاہی فوج میری گھاٹ کے نیچے پہونچی اور احمد نظام سے تین ہزار

آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر منتخب کر کے قادر آباد سے احمد آباد بیدر پر حملہ کیا۔ اور رات کے وقت بے خبر وہاں پہونچ گیا چونکہ دربانوں میں سے ایک شخص سازش میں شریک تھا اس نے احمد نظام کو بلا توقف کئے دروازہ کھل گیا اور احمد نظام شہر میں داخل ہوا یہ امیر نائب کے مکان پر پہونچا اور اپنے باپ کے تمام اہل وعیال اور متعلقین کو پالکیوں میں سوار اپنے معتبر لوگوں کے ہمراہ جنیر روانہ کر دیا اور خود تمام شہر میں گردش کر کے نامزد امیروں کے زن و فرزند کو گرفتار کر کے صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا اور قصبۂ بیٹر سے گذرتا ہوا قلعہ پرندہ میں پہونچ گیا اور ان امیروں کے زن و فرزند کی عزت و ناموس کی حفاظت میں پوری کوشش کی۔ نامزد امیروں نے میری گھاٹ کے قریب نظام شاہ کے بیدر کے سفر کی خبر سنی اور اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے یہ امیر حوالی شہر میں نظام سے آملے اور اس کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نے چونکہ ہمارے زن و فرزند کی حفاظت کی ہے ہم تمہارے ممنون اور حلقہ بگوش ہو گئے لیکن یہ امر اپنی شجاعت سے بعید ہے کہ تم چوروں اور بدمعاشوں کی طرح ہمارے مقابلہ سے فراری ہوئے اور پردہ نشین عورتوں پر تم نے یہ ظلم کیا۔ گبر و فرنگ بھی اس جرم کو گوارا نہیں کرتے جس کا مرتکب تم ایسا شخص ہوا ہے۔ احمد نظام شاہ اس پیغام سے بیحد متاثر ہوا اور اسوقت ان امیروں کے زن و فرزند کو بیحد تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے پاس روانہ کر دیا۔

اور اسی دوران میں سلطان محمود شاہ کا فرمان اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا صادر ہوا کہ احمد نظام برابر تاخت و تاراج کر رہا ہے اور اسکی پرواہ میں کمی نہیں آئی تم لوگ اس کے خوف سے اپنے خیموں میں پناہ گزیں ہوا اگر اپنے قصور کی تلافی کر کے اس مجرم کو گرفتار کر کے بارگاہ شاہی میں نہ لاؤ گے تو غضب سلطانی میں گرفتار ہو کر اپنی موروثی عزت و حرمت کو خیر باد کہکر ذلیل و خوار ہو گے۔ امیر اس فرمان کو سنکر حوالی شہر میں مقیم ہوئے اور بادشاہ کو اس مضمون کا عریضہ روانہ کیا کہ ہم سپاہی پیشہ لوگ ہیں ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کو خاک و خون میں ملانا ہے اگر ہوشیاری میں کسی طرح کی غفلت ہوئی ہو

تو اس کا جواب وہ عظمت الملک ہے ہماری رائے میں بجائے عظمت الملک کے کوئی دوسرا امیر ہمارا افسر بنایا جائے تو دشمن کا خاتمہ بعد آسانی سے ہو جائیگا سلطان محمود نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور جہانگیر خاں کو تین ہزار سواروں کے ہمراہ کولاس یعنی صوبۂ تلنگانہ سے طلب کر کے اس کو سر لشکری کا خلعت عطا فرمایا اور بجائے عظمت الملک کے بیٹر پر روانہ کیا۔ جہانگیر خاں جو بہمنی بارگاہ کے نامی امیروں میں تھا اور بہت سے معرکہ سر کر چکا تھا اور اپنی شجاعت وسیاست میں یکتائے روزگار اور سارے دکن میں شہرۂ آفاق تھا فوراً سوار ہو کر پرندہ روانہ ہوا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعۂ پرندہ میں آیا اور اپنے فرزند اعظم خاں کو احمد نظام کی مہم پر متعین کیا۔ احمد نظام نے معرکہ آرائی کرنا مناسب نہ خیال کیا اور پٹن روانہ ہو گیا اور فتح اللہ عمادی کے پاس قاصد روانہ کر کے اس کو حقیقت حال سے اطلاع دی۔ فتح اللہ عمادی نے اس معاملہ پر کچھ توجہ نہ کی اور جہانگیر خاں حوالی پٹن میں پہونچ گیا۔ احمد نظام پٹن سے کوچ کر کے جنیر واپس آیا اور جیور گھاٹ کو عبور کر کے کوہستان جنیر میں داخل ہوا۔ نصیر الملک گجراتی قادر آباد کی فوج اور خزانہ اور غلہ و آذوقہ کے ہمراہ احمد نظام کے پاس پہونچ گیا اور جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کر کے وہاں قیام پذیر ہوا جہانگیر خاں کو معلوم ہوا کہ جیور گھاٹ نظام شاہیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ بیگانو گھاٹ سے بینکاپور پہونچا اور احمد نظام کے سر راہ مقیم ہوا دونوں فریق کے درمیان چھ کوس کا فاصلہ تھا ایک مہینہ کامل فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں خیمہ زن رہیں چونکہ برسات کا زمانہ تھا اور احمد نظام کے مقابلہ میں لشکر نے نہایت سختیاں برداشت کی تھیں تمام فوجی عیش و عشرت میں مشغول ہوئے اور دن رات بادہ خواری کے شغل میں منہمک ہو کر حریف سے بالکل غافل ہو گئے شاہی لشکر کی بے خبری احمد نظام شاہ کے کانوں تک پہونچی اور اس امیر نے تیسری رجب ۸۹۵ھ ہجری کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ کوہستان قصبۂ جیور سے کوچ کیا اور اس قدر تیزی کے ساتھ مسافت طے کی کہ صبح کو بینکاپور کے نواح میں پہونچ گیا اور بلائے بے درماں کی طرح حریف پر

حملہ آور ہوا۔ دشمنوں میں کسی کو مجال نہ ہوئی اور بہت سے تو عین خواب کی حالت میں راہی عدم ہوئے اور جن لوگوں نے خواب غفلت سے آنکھ کھول کر قضا کو سر پر سوار دیکھا انھوں نے راہ فرار اختیار کی جہانگیر خاں سید اسحاق سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں امرائے لشکر قتل کئے گئے اور انکے علاوہ پس ماندہ امیر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے احمد نظام شاہ نے اپنے قیدیوں کو گائے اور بھینس پر سوار کیا اور ان کے کپڑے زانو تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد اس کے ان کو جان کی اماں دیکر دار الملک روانہ کر دیا۔

شاہ جمال الدین حسین انجو نے جس کا مرتفیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت کے ذکر میں بیان کیا جائیگا مورخ فرشتہ سے بیان کیا کہ یہ معرکہ جنگ باغ کے نام سے مشہور ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قصبہ پٹکا پور میں جہاں کہ فتح حاصل ہوئی تھی اس مقام پر احمد نظام شاہ نے ایک باغ لگا کے اس نے اس کو باغ نظام کے نام سے موسوم کیا اس باغ کے گرد عمدہ چاردیواری کھینچی گئی اور اس کے اندر بے نظیر عمارت تعمیر کرائی گئی تھوڑے ہی زمانہ میں یہ باغ رشک ارم بن گیا۔ اور برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس مقام کو اپنے لئے مبارک سمجھ کر اس میں ایک قلعہ تعمیر کرایا اور اس میں قیام پذیر ہوئے۔

غرض کہ احمد نظام نے اس فتح کے شکرانہ میں قصبہ پٹکا پور کو علماء اور مشائخ کے لئے وقف کر دیا اور خود کامیاب اور بامراد جبنیر واپس آیا اور بلا کسی مزاحمت کے مسند حکومت پر متمکن ہوا۔ احمد نظام نے یوسف عادل کی رائے کے موافق خطبہ اور سکہ سے سلطان محمود کا نام خارج کیا اور اپنے نام کے خطبے اور سکے جاری کر کے چتر سفید جو اس زمانہ میں شاہان دہلی۔ گجرات اور ہندوستان کا نشان تھا اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ خواجہ جہاں اور نیز دیگر امرائے دکن جو احمد نظام شاہ کے باوفا اور بہی خواہ تھے خطبہ اور چتر کے واقعہ سے ناراض ہوئے اور کہا کہ سلطان محمود بہمنی کی زندگی میں چتر سر پر سایہ فگن کرنا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کرنا بے ادبی ہے۔ نظام شاہ صاحب عقل و فراست تھا

اس وقت آشتی اور صلح کو مناسب سمجھا اور خطبہ اپنے نام کا موقوف کر دیا اور اپنے
افسران فوج کو طلب کرکے ان سے کہا کہ تم لوگوں کی رائے بہت صحیح ہے میں نے
خطبہ موقوف کر دیا ہے لیکن چتر سے مدعا یہ ہے کہ انسان تمازت آفتاب سے
محفوظ رہے اس لیئے اس میں تغیر کرنا مناسب نہیں ہے ان امیروں نے
جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو اس بات کی عام اجازت ہو جائے کہ جس شخص کا دل
چاہے آفتاب کی گرمی سے بچنے کے لئے چتر اپنے سر پر لگائے احمد نظام شاہ
نے مجبوراً اس قسم کے احکام صادر کر دیئے اور حاکم اور رعیت میں یہ امتیاز رکھا
گیا کہ احمد شاہ کے چتر سفید پر ایک پھول سرخ کپڑے کا بنا دیا گیا اور تمام اشخاص
کا چتر یک لخت سفید قرار دیا گیا غرض کہ رفتہ رفتہ عادل شاہی۔ عماد شاہی۔
قطب شاہی اور برید شاہی خاندانوں میں چتر کا رواج ہو گیا چنانچہ تحریر کتاب
کے وقت تک جو ۱۰۱۵ھ ہجری ہے دکن میں شاہ گدا سبھوں کے سر پر چتر
سایہ فگن نظر آتا ہے برخلاف دیگر بلاد ہند کے جہاں چتر صرف فرمانرواؤں کے
لئے مخصوص ہے۔ خواجہ جہاں اور اعظم خاں وغیرہ احمد نظام کی عنایتوں سے
شاہانہ نوازش سے فیضیاب ہو کر بادشاہ کے شرمندۂ احسان ہوئے اور
ان امیروں نے دو ماہ کے بعد بالاتفاق احمد شاہ سے عرض کیا کہ خطبہ اپنے
نام کا جاری کرے ان امیروں نے اس امر پر بیحد اصرار کیا چونکہ احمد شاہ خود
اس امر پر راغب تھا اس نے ان امیروں کو ممنون احسان بنا کر ملک میں
اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ احمد نظام نے قلعہ دندا راجپوری کی تسخیر پر کمر ہمت
باندھی یہ قلعہ کوکن کا مضبوط حصار ہے اور بندر چیول میں واقع ہے۔ احمد نظام خود
اس مہم پر گیا اور دو ماہ یا ایک سال اس کا محاصرہ جاری رکھا اور آخر کار صلح کے
واسطے سے قلعہ پر قابض ہو کر مطمئن ہوا۔ اس مہم کے بعد دولت آباد کے
قلعہ کی تسخیر کا خیال آیا اور کبھی کبھی اس کی تدبیریں سوچتا احمد نظام کو یہ معلوم
تھا کہ اس قلعہ کو بزور شمشیر فتح کرنا مشکل ہے اس لئے اس نے ملک وجیہہ
اور ملک اشرف والیان قلعہ سے طریقۂ احسان اور مدارات کی راہ کھولی۔
کہتے ہیں کہ ملک وجیہہ الدین اور ملک اشرف دو حقیقی بھائی تھے۔

ان بھائیوں میں بیحد محبت تھی۔ ہر دو برادر اصل میں خواجہ جہاں کاوان کے ملازم تھے اور اس کی نیابت کے بعد سلطان محمود کے سلحداروں میں داخل ہو کر زندگی بسر کر رہے تھے۔ ملک نائب نظام الملک نے ان دونوں بھائیوں پر نوازش کی اور ان کو صف امرا میں داخل کر کے ملک وجیہہ کو قلعۂ دولت آباد کا تھانہ دار اور ملک اشرف کو حاکم شہر مقرر کیا۔ ملک اشرف اور ملک وجیہہ نے اس نواح کا بہترین انتظام کر کے دولت آباد کے سرکشوں راہزنوں کو تباہ اور پامال کیا اور دولت آباد سے لے کر سلطان پور نندربار کی سرحد اور باگلانہ گجرات تک ملک کو ایسا شہرۂ آفاق بدمعاشوں کے وجود سے پاک کیا کہ تجارت پیشہ آسانی کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعایا ان سے بیحد راضی اور ان کی شکر گزار تھی ملک آباد اور معمور اور رعیت فارغ البال ہوئی۔ مرہٹوں کے ایک سردار نے جو سلطنت بہمنہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعۂ گالنہ پر قابض ہو گیا تھا ملک وجیہہ اور ملک اشرف سے اتفاق کر لیا اور راہزنی سے باز آیا یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کے احسانات کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بہی خواہی کا بھی دم بھرتے تھے احمد نظام نے بھی باغ نظام اور دندا راج پوری کی فتح کے بعد اپنی بہن بی بی زینب کا نکاح ملک وجیہہ الدین سے کر دیا اور خلوص کی بنا کو رشتہ بندی سے اور مضبوط کیا۔ خدا نے وجیہہ الدین کو بی بی زینب کے بطن سے ایک فرزند عطا فرمایا ملک وجیہہ الدین نے بیٹے کو کسی نام سے موسوم کرنا احمد نظام کے سپرد کیا جس نے جواب میں لکھا کہ میرے والدین بچپن کے زمانہ میں مجھے موتی کہا کرتے تھے بہتر ہے کہ تم بھی اپنے فرزند کو اسی نام سے موسوم کرو ملک وجیہہ الدین نے احمد نظام شاہ کی رائے کے موافق عمل کیا اور اس کی عظمت و شوکت اور دو بالا ہوئی۔ ملک اشرف کو بھائی کے ازدیاد قرابت سے حسد پیدا ہوا اور برادر بزرگ کے قتل پر آمادہ ہوا ملک اشرف کا خیال یہ تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کر کے دولت آباد، تھالنیر اور دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر کے صاحب خطبہ اور چتر ہو جائے۔ جب ملک وجیہہ کے گھر میں فرزند پیدا ہوا اور اسکی احمد نظام کے ساتھ قرابت ہوئی تو ملک اشرف کے ارادوں میں خلل پیدا ہوا

اور بھائی کا دشمن جانی بن گیا اور اس نے موقع پاکر اہل قلعہ کی مدد سے اپنے بھائی کو قتل کیا اور اس کے فرزند کو بھی زہر سے ہلاک کرکے دولت آباد کا مستقل حاکم بن گیا۔ ملک اشرف برہان پور اور برار کے حکام سے سلسلۂ اتحاد پیدا کرکے محمود شاہ گجراتی کی ہواخواہی کا دم بھرنے لگا اور کبھی کبھی تحفے اور ہدیئے بھیجکر اپنے کو شاہ گجرات کے بہی خواہوں میں شمار کیا کرتا تھا۔ بی بی زینب اپنے شوہر اور فرزند کے قتل کے بعد جنیر واپس گئی اور بھائی کے دامن میں پناہ لیکر فریادرسی کی طلبگار ہوئی احمد نظام نے اپنی بہن کو تسکین دی اور ۸۹۹ھ ہجری میں اپنے لشکر اور جمعیت کے ساتھ دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ کرکے بیٹر سے روانہ ہوا۔ احمد نظام پٹکاپور کے حوالی میں پہونچا اور باغ نظام میں فروکش ہوا چند روز عیش وعشرت میں مشغول رہا اسی دوران میں تاج الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت قاسم برید کے فرستادہ احمد نظام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انھوں نے یہ پیغام دیا کہ یوسف عادل نے میرے تباہ کرنے پر کمر ہمت باندھی ہے اور احمد آباد بیدر کا محاصرہ کرلیا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد کے محاصرہ کا خیال ترک کرکے اپنے محب مخلص کی مدد کا خیال فرمائیں تو مدت العمر ممنون احسان رہونگا بلکہ اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد میں بھی فتح دولت آباد حاصل کرنے میں پوری کوشش اور مدد سے کام لونگا۔ احمد نظام نے قاسم برید کی رائے سے اتفاق کیا اور دولت آباد کی تسخیر کا ارادہ ترک کرکے احمد آباد بیدر پہونچا جس کا مفصل حال سلطان محمود شاہ کے عہد حکومت میں معرض بیان میں آچکا ہے۔ احمد نظام اس معاملہ سے فارغ ہوکر اسی راہ سے دولت آباد پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا دو مہینے کے بعد حصار کے اطراف وجوانب کو دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ اس قلعہ کو جبراً اور قہراً فتح کرنا نہایت دشوار ہے احمد نظام نے یہاں سے کوچ کیا اور جنیر روانہ ہوا اثنائے راہ میں پٹکاپور پہونچا اور یہ قرار دیا کہ چونکہ یہ مقام دولت آباد اور جنیر کے درمیان میں واقع ہے مناسب ہے کہ ایک نیا شہر یہاں آباد کرکے اسے اپنا دارالملک قرار دے اور ہر سال خریف و ربیع کے زمانہ میں جبکہ غلہ اور

آذوقہ دولت آباد کے لئے باہر سے آئے تو اس کو تاخت و تاراج کرے ممکن ہے کہ اس طرح اہل قلعہ ضروریات زندگی سے محروم ہو کر عاجز ہوں اور حصار اس کے سپرد کر دیں سنہ ۹۰۰ ہجری میں احمد نظام نے اہل نجوم کی اختیار کردہ نیک ساعت میں باغ نظام کے مقابل نہر سینا کے کنارہ ایک شہر کی بنا ڈالی۔ احمد نظام نے سنا کہ احمد آباد گجرات کو اس نام سے احمد شاہ گجراتی نے موسوم کیا ہے اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بادشاہ و وزیر اور قاضی شہر کا نام احمد تھا حسن اتفاق سے اس شہر کی بنا کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی بادشاہ نے اس جدید شہر کو احمد نگر کے نام سے موسوم کیا ظاہر ہے کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا اور مسند عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام بھی احمد تھا اور نیز قاضی لشکر بھی احمد کے نام سے موسوم تھا۔
احمد نظام کو اس شہر کی تعمیر میں بیحد انہماک تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تمام افسروں اور منصبداروں اور سلاحداروں نے شہر میں عمارتیں تعمیر کرائیں اور دو ہی تین برس کے عرصہ میں شہر مصر و بغداد کا نمونہ بن گیا۔ احمد نظام نے اپنی رائے کے مطابق عمل درآمد کیا اور ہر سال دو مرتبہ لشکر نظام شاہی دولت آباد کو تاخت و تاراج کرتا اور زراعت اور غلہ کو تباہ کر کے رعایا کے مکانوں میں آگ لگا دیتا تھا۔ وقایع نظام شاہیہ میں جس کا مولف سید علی سمنانی ہے اور جس نے برہان نظام شاہ کے عہد میں اس کتاب کی تالیف کی بنا ڈالی لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور کتاب ناتمام رہی مرقوم ہے کہ احمد نظام شاہ بحری کے جاہ و جلال کی خبر دور و نزدیک تک مشہور ہوئی اور عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی حاکم برہان پور نے اس سے رابطۂ اتحاد پیدا کر کے دو ہزار سوار اس کی کمک پر مقرر کئے تاکہ یہ فوج سفر دولت آباد میں ہمیشہ نظام شاہ کے ساتھ رہے اور شہر کی فتح میں پوری کوشش کرے عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستی کی راہ و رسم بڑھائی اور اپنے آبا و اجداد کی روش کے خلاف سلطان محمود گجراتی سے مخالفت پیدا کی اور جو رقم کہ ہر سال گجرات کے خزانہ میں داخل کی جاتی تھی اسے یک قلم موقوف کر دیا۔
سنہ ۹۰۵ ہجری میں سلطان محمود گجراتی نے اپنے ملک کی سیر کے

بہانہ سے سفر کیا ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔
اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ احمد نظام شاہ
کے محاصرہ اور تسلط سے میں عاجز ہوں بہتر ہے کہ جناب میری مدد کے لئے اس
طرف قصد فرمائیں سلطان محمود نے قلعۂ دولت آباد کی ہوس میں لشکر عظیم فراہم
کیا اور دکن روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ عادل خاں فاروقی کی تنبیہ اور تادیب کرتا ہوا
دولت آباد کی راہ لے محمود شاہ سلطان پور نذربار کے نواح میں پہونچا اور عادل خاں
نے پریشان اور مضطرب ہو کر احمد نظام شاہ بحری سے مدد طلب کی اور محاصرۂ
دولت آباد کو ترک کرنے کی استدعا کی احمد نظام شاہ پندرہ ہزار سوار دل کی
جمعیت سے برہان پور روانہ ہوا احمد نظام برہان پور پہونچا اور فتح اللہ عماد ی
بھی اپنی فوج کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آیا نصیر الملک گجراتی نے
نظام شاہ کی رائے سے محمود شاہ گجراتی سے جو قلعۂ اسیر کے حوالی میں قیام پذیر
تھا رسل و رسایل کی بنا ڈالی اور تھوڑے زمانہ کے بعد ایک گجراتی امیر کے
ذریعہ سے جو محمود شاہ کا مقرب تھا ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگرچہ
نوشتۂ تقدیر کے موافق میں احمد نظام کا نمک خوار ہوں لیکن میرا وطن شہر گجرات ہے
اپنے مسکن کے فرمانروا کی خیر خواہی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ایسے بادشاہ
عالی جاہ سے یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ اس قسم کے فرعی معاملات کو
طے کرنے کے لئے خود زحمت گوارہ فرمائے حاکم برہان پور لشکر اور جمعیت کے
اعتبار سے بادشاہ کے ایک امیر کا بھی ہمسر نہیں ہے ایسے شخص کے مقابلہ میں
صف آرائی کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ دکن کا عالی ہمت فرمانروا اس کی
مدد کے لئے آیا ہے نہایت نازیبا ہے۔ آپ ازروئے اخلاص بادشاہ سے
عرض کریں اور قلت اور کثرت فوج کا کلیہ اس کے ذہن نشین کرا دیں تاکہ
بادشاہ مخالفت کا ارادہ ترک کر کے صلح پر آمادہ ہو جائے ظاہر ہے کہ معرکہ آرائی
کرنے میں فتح و شکست کوئی پہلو بھی یقینی اور اپنا اختیاری نہیں ہے یہ باتیں
خدا کی مشیت پر موقوف ہیں اگر بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی تو دنیا یہی کہیگی کہ
سلطان محمود نے ایک جرار لشکر کے ساتھ معدود سے چند اشخاص کو زیر کیا۔

اور اگر خدا نہ کردہ معاملہ برعکس ہوا تو یہ دھبہ ہمیشہ کے لیئے اس خاندان عالیشان کے دامن کو داغدار کرتا رہے گا۔ گجراتی امیر نے نصیر الملک کا نوشتہ محمود شاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا اور بادشاہ شش و پنج میں گرفتار ہو گیا ادھر احمد نظام شاہ نے محمود شاہ کے ایک فیل بان کو جو بحری سال نامی ہاتھی کی نگہبانی پر مقرر تھا سیم و زر کی بوچھار سے اپنا راز دار بنایا اور یہ طے پایا کہ فلاں شب جبکہ تاریکی میں بادشاہ و سپاہ سب اپنے اپنے خیموں میں غافل لیٹے ہوں یہ فیلبان مست اور تنومند ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف بھگا دے اس قرارداد کے موافق نظام شاہ نے اس رات پانچ ہزار پیادوں کا ایک گروہ جس میں توپچی کماندار اور باندار شامل تھے اور پانچ ہزار تیرانداز سواروں کی ایک جمعیت علحدہ کی اور ان کو لشکر گجرات کی طرف روانہ کیا نظام شاہ نے اپنی فوج کو سمجھا دیا کہ یہ لوگ کمین گاہ میں پوشیدہ رہیں اور جب گجرات کے لشکر میں شور و غوغا بلند ہو اس وقت یہ لوگ تیر و کمان سے دشمن کو پائمال کر دیں۔ اہل لشکر نے نظام شاہ کے حکم کے موافق عمل کیا اور گجرات کے لشکر کے قریب پہونچکر ادھر ادھر پوشیدہ ہو گئے دو گھڑی رات گزرنے کے بعد فیل بان نے ہاتھی کو آزاد کر کے لشکر کی طرف ہنکا دیا اس کوہ پیکر جانور کے خوف سے اہل لشکر نے غوغا اور فریاد کی آواز بلند کی سواروں اور پیادوں نے کمین گاہ سے نکلکر گجراتیوں پر حملہ کیا اور چاروں طرف نفیر اور نقارہ کی آواز بلند ہوئی اور سپاہیوں نے تیر و تفنگ چلانا شروع کیا سلطان محمود اور اس کے امیر دکنی اہل خاندیس سے اس جرأت کی امید نہ رکھتے تھے اور غرور اور تکبر کے نشہ میں سرشار اپنے خیموں میں خواب غفلت میں گرفتار تھے اس شور و فریاد کو سنکر سراسیمہ ہونے لگے۔ اس واقعہ سے قبل سلطان محمود نے سنا تھا کہ احمد نظام شاہ نے سلاطین بہمنیہ کے لشکر کے چار ہزار منتخب سواروں کو انعام و اکرام سے گرد جمع کر کے اپنے خاصہ خیل میں داخل کر لیا ہے اور اپنی بارگاہ میں بارہا یہ کہہ چکا ہے کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کی جمعیت سے مسلح ہو کر میدان جنگ میں محمود شاہ کے چتر اور علم پر حملہ کروں گا اس کے بعد خدا کو اختیار ہے جسے چاہے فتح عنایت کرے اور جسے چاہے

ذلیل وخوار کرے محمود شاہ کے دل میں بھی یہ خیال جاگزیں تھا اور اس رات یہ خبر بھی مشہور تھی کہ احمد نظام نے چار ہزار سواروں کے ساتھ شب خون مارا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ محمود شاہ کے سراپردہ پر حملہ کرکے اسے نقصان پہونچائے سلطان محمود سوار ہوکر دس بارہ پیادوں کے ساتھ سراپردہ کے باہر آیا اسی کے ساتھ ساتھ بحری سال نامی ہاتھی نے سراپردہ کے عقب میں پہونچکر چند ٹکڑے سراپردہ کے پارہ پارہ کردئے اہل حرم نے شور و فریاد کرنا شروع کیا محمود شاہ کو اب یقین ہوگیا کہ احمد نظام نے سراپردہ پر حملہ کیا ہے اور بلا توقف مع چند آدمیوں کے راہ فرار اختیار کی اس درمیان میں تین چار سو آدمیوں کا مجمع اس کے گرد جمع ہوگیا اور شور اور زیادہ بلند ہوا محمود شاہ نے اس مقام سے بھی کوچ کیا اور تین کوس برابر راہ مسافت طے کرتا رہا گجراتی امیروں نے فوج آراستہ کرکے لڑائی شروع کی اور اہل دکن اپنے لشکر کو واپس آئے اعیان گجرات مبارکباد کے لئے بادشاہ کے پاس گئے لیکن جب سلطان محمود کو اس کی جگہ پر نہ پایا تو سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا تھا امیروں نے باہم اتفاق کرکے آب و ہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اسی رات اس مقام سے کوچ کرکے سلطان محمود کے عقب میں روانہ ہوگئے سلطان محمود کو اب اہل دکن کے مکر کا حال معلوم ہوا لیکن چونکہ اسی شب پھر واپس ہونا مصلحت کے خلاف سمجھا جہاں پہونچ چکا تھا وہیں قیام کیا نظام شاہ نے تیر کو ہدف مراد پر پایا اور صبح کے وقت عادل خاں کے ہمراہ کوچ کرکے سلطان محمود کے فرودگاہ پر مقیم ہوا اور جس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا وہ وقوع میں آئی اس واقعہ کے بعد طرفین کے مشیر درمیان میں آئے اور صلح کرکے یہ قرار پایا کہ ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس جائے مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کا تفصیلی حال قلم انداز کردیا گیا ہے کہتے ہیں کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے واپس ہوکر دولت آباد پہونچا اور اس مرتبہ بڑے غیظ و غضب کے ساتھ لشکر کو پھر محاصرہ کی حالت میں چھوڑکر خود بالاگھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا احمد نظام اسی جگہ متمکن تھا کہ باغبانوں کے

ایک گروہ نے چند دانے آم بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیے اور عرض کیا کہ اب سے سات سال پیشتر جب حضور اس حصار کی تسخیر کے لیے تشریف لائے تھے اور اسی نواح میں مقیم تھے تو چند آموں کے تخم سراپردہ شاہی میں پڑے رہ گئے تھے چونکہ موسم برسات کا تھا تخم سرسبز ہو گئے اور ہم نمک خواروں نے اس کی پوری حفاظت کی شاہی اقبال سے اب ان درختوں میں پھل آئے یہ چند آم وہی ہیں جو ہم بادشاہ کے حضور میں لے آئے ہیں۔ احمد نظام نے جواب دیا کہ یہ اقبال مندی کی شناخت اور حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔ ملک اشرف نے احمد نظام کی کوششوں کا اندازہ کیا اور سلطان محمود گجراتی کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں احمد نظام کے تسلط اور محاصرہ کی شکایت کی اور اسے پیغام دیا کہ یہ قلعہ دراصل آپ کی ملکیت ہے اگر ایک بار ادھر کا سفر فرمالیں اور مجھ کو اس بحری خصال امیر کے پنجۂ عقوبت سے نجات دیں تو میں ملک میں جناب کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال باج و خراج خزانہ میں داخل کرتا رہوں گا سلطان محمود کا دلی منشا تھا کہ اپنے فرار ہونے کی ندامت کو زائل کرکے اس کا تدارک کرے اور دکن کے باشندوں کو جو اسے شب خون کے بعد سے سلطان محمود بیکرہ کہتے تھے پوری گوش مالی دے اس نے ملک اشرف کا معروضہ قبول کیا اور بڑے جاہ و جلال کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا۔ سلطان محمود دریائے پٹن کے کنارہ پہونچا۔ اور احمد نظام محاصرہ کو ترک کرکے احمد نگر واپس آیا۔ ملک اشرف نے محاصرہ کی تکلیف سے نجات پاکر سلطان قطب الدین کی مسجد میں سلطان محمود کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تحفے اور ہدیئے اور بے شمار نقدی دولت پیش کی اور ہر سال خراج ادا کرنے کا اقرار کرکے بادشاہ کو اپنے سے راضی کرلیا۔ سلطان محمود یہ وقت غنیمت سمجھا اور کئی سال کا خراج عادل خاں سے وصول کرکے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا احمد نظام نے یہ خبر سنی اور بجری اور عقاب کی طرح پھر دولت آباد پہونچا۔ اہل حصار ملک اشرف سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام کا خطبہ جاری کیا تھا

ان لوگوں نے پوشیدہ احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ ہم لوگ بندگان حضور ہیں آپ کو اپنا مالک اور حاکم بنانا ہر طرح بہتر جانتے ہیں اور آپ کے عقیدت مند ملازم ہیں آپ جلد سے جلد تشریف لائے اور ہماری جان نثاری کا حال مشاہدہ کیجئے احمد نظام نے دریائے گنگ کے کنارہ اس عریضوں کو پڑھا اور دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ اسی رات دولت آباد پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ملک اشرف کو اہل قلعہ کے ارادے سے جو سب کے سب قوم کے مرہٹہ تھے اطلاع ہوگئی اور وہ غم وغصہ سے صاحب فراش ہوکر پانچ ہی چھ روز کے عرصہ میں راہی عدم ہوگیا۔ حصار کے محافظ مع کنجی کے احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے احمد نظام نے ان لوگوں پر مہربانی فرمائی اور قلعہ کی سیر کے لئے اندر گیا جہاں کہیں کہ مرمت کی ضرورت تھی اس کی تعمیر کرائی اور حصار اپنے معتمد امیروں کے سپرد کرکے خود احمد نگر واپس آیا۔ احمد نظام نے نیک ساعت میں باغ نظام کے اندر جس کو اپنے لئے بیحد مبارک سمجھتا تھا اپنا محل تیار کرایا اور ایک پختہ قلعہ تعمیر کراکے دلکش اور بلند عمارتیں تعمیر کرالیں اور ان مکانوں میں دلکش تصویریں سونے اور چاندی کے ملمعے کی نصب کرلیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ قلعہ شورا اور دیگر حصار تمام و کمال سر کئے اور کالنہ اور بگلانہ کے راجاؤں سے پیش کش وصول کرکے انھیں اپنا باجگذار بنایا اور احمد نگر کی مسند حکومت پر متمکن ہوا۔

۹۱۴ھ ہجری میں داؤد خاں فوت ہوا۔ اور برہان پور میں وارث سلطنت کی بابت امیروں میں مناقشہ ہوا ملک حسام الدین مغل سے جو برہان پور کا سب سے بڑا امیر تھا احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے اور خانہ زاد عالم خاں جو حکام اسیر کی اولاد میں تھا اور احمد نگر میں زندگی کے دن بسر کررہا تھا برہان کا والی بنانے کے لئے طلب کیا اور احمد نظام اور حاکم کاویل کی رائے کے موافق اسے برہان کا فرمانروا تسلیم کرلیا۔ سلطان محمود بیگڑہ گجراتی نے اپنے دختر زادہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی کے لئے

یہ منصب تجویز کیا محمود شاہ نے لشکر جمع کرکے خاندیس کا سفر کیا ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عماد الملک سے مدد طلب کی یہ فرمانروا اپنی فوج لیکر برہان پور روانہ ہوئے۔ ملک لاڈن نے جو خود بھی برہان پور کے نامی امیروں میں تھا ملک حسام الدین کی رائے سے مخالفت کی اور ملک کے مہمات میں بیحد ابتری پھیل گئی سلطان محمود بھی تالینر کی نواح میں پہونچا اور اس نے ہزار سوار ملک حسام الدین کے لئے مقرر کئے یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل روانہ ہوئے چند دنوں کے بعد جب ان کے لشکر کو برہان پور میں قیام کرنا نصیب نہ ہوا تو بلا رخصت حسام الدین کے کاویل روانہ ہو گئے نظام شاہ نے معاملہ کو اس رخ پر دیکھکر عماد الملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آیا خان زادہ عالم خاں خاندیس سے فرار ہو کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا نظام شاہ نے سلطان محمود کی واپسی کے بعد عالم خاں کو اپنے ساتھ لیا اور اپنی سرحد پر قیام کر کے ایک قاصد مع نامہ کے سلطان محمود گجراتی کے نام روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ عالم خاں یہاں قیام پذیر ہے جناب سے امید ہے کہ اسیر و برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عطا ہوگا۔ سلطان محمود اس کی سابقہ بے ادبیوں سے آزردہ تھا اور نیز عادل خاں نے بھی بارہا اس کی شکایت لکھی تھی قاصد سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ سلاطین بہمنیہ کے غلام زادہ کی کیا طاقت ہے جو بادشاہوں کے ساتھ اس قسم کی خط و کتابت کرے اور اپنی بساط سے زیادہ قدم پھیلائے اگر اپنے سابقہ قصور سے توبہ نہ کریگا اور اس پر نادم نہ ہوگا تو عنقریب اپنی سزا کو پہنچے گا احمد نظام اس سے زیادہ جرأت کرنا بے محل جسارت سمجھا۔ اور خان زادہ عالم خاں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نظام کے تمام کام اس کی آرزو کے مطابق پورے ہو چکے تھے اب فلک شعبدہ باز اپنے کام میں مشغول ہوا سب سے پہلے نصیر الملک نے جو نظام شاہ کا رکن الدولہ تھا وفات پائی اور اس کی جگہ مکمل خاں حبشی مقرر کیا گیا دو یا تین ماہ کے بعد بادشاہ کو لاعلاج مرض لاحق ہوا احمد نظام نے امیروں اور ارکان دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے ہفت سالہ فرزند برہان شاہ کو

اپنا ولی عہد مقرر کرکے امیروں سے اس کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئے شدید قسمیں لیں احمد نظام نے ۹۱۴ ہجری میں دنیا سے رحلت کی۔

اس بادشاہ کے پسندیدہ خصائل و عادات واطوار اور اس کے صفات کے تحریر کرنے کے لیئے ایک دفتر چاہیئے لیکن ناظرین کی اطلاع کے لئے مورخین کی پیروی کرتا ہوں اور مختصر حال عرض کرتا ہوں اس پرہیزگار اور نیک روش فرمانروا کی ایک عادت یہ تھی کہ سواری کے وقت شہر و بازار کے چپ و راست نگاہ نہیں کرتا تھا ایک گستاخ امیر نے اس کا سبب دریافت کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ شہر سے گزرتے وقت ہر قسم کے مرد و عورت نظر آتے ہیں اور سواری کا تماشہ دیکھنے کے لئے سڑک پر استادہ رہتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ میری آنکھ کسی نامحرم عورت پر پڑے اور اس کا وبال میرے اوپر نازل ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنی حکمرانی کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ احمد نظام کا شباب تھا کاویل کو فتح کرنے کے لئے اپنے شہر سے سفر کیا اور قلعہ کا محاصرہ کرکے اس کو سر کرلیا اس قلعہ کے نظر بندوں میں ایک جاریہ تھی جو اپنے حسن و جمال کے اعتبار سے بے نظیر اور بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ وزیر سلطنت ملک نصیر الملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس کے حسن و جمال کو دیکھکر حیران رہ گیا لیکن سوا اس کے کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ اس پری جمال کو بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرے نصیر الملک نے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ قیدیوں کے گروہ میں ایک جوان عورت ہے جو حسن و خوبصورتی میں اپنا جواب نہیں رکھتی میں نے اس عورت کو بادشاہ کے لئے تمام اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا ہے اگر حکم ہو تو اسے شبستان حرم میں بھیجدوں بادشاہ اس خبر کو سنکر بیحد خوش ہوا اور نصیر الملک کی بیحد تعریف کی رات کے وقت نصیر الملک نے اس عورت کو بادشاہ کے پاس روانہ کیا احمد نظام نے بغیر اس کو ہاتھ لگائے اس سے پوچھا کہ وہ کس قوم اور کس قبیلہ کی عورت ہے عورت نے جواب دیا کہ میری جان بادشاہ پر قربان ہو میں فلاں قبیلہ کی لڑکی ہوں اور میرے

والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں داخل ہیں بادشاہ نے عورت کی زبان سے شوہر کا لفظ سنتے ہی تقویٰ و پرہیز گاری سے کام لیا اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی اور کہا کہ تم مطمئن رہو میں تمہارے والدین اور شوہر کو قید سے رہا کر کے تمہیں ان کے سپرد کر دوں گا۔ عورت نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بادشاہ کے حق میں دعا کی صبح کو نصیر الملک نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ تہنیت اور مبارکباد عرض کرے بادشاہ نے تبسم آمیز لہجہ میں کہا کہ عورت اسی طرح محفوظ ہے اور میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ اس کے عزیزوں کے سپرد کر دوں گا۔ احمد نظام نے اسی مجلس میں اس کے والدین اور شوہر کو طلب کیا اور ان کو بعد انعام دیکر عورت کو ان کے حوالہ کیا۔ بادشاہ کے پسندیدہ خصایل میں یہ امر بھی داخل تھا۔ کہ اگر معرکہ کارزار میں کسی لشکری سے کوئی کارنمایاں ظہور پذیر ہوتا اور وہ اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتا اور بادشاہ کو اس کے کارناموں کی خبر ہو جاتی تو احمد نظام فتح کے بعد سب سے پہلے اسی شخص کو خلعت عطا فرماتا اور اس کے بعد دوسروں کی نوبت آتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی گستاخ مصاحب نے بادشاہ سے دریافت کیا کہ فلاں جوان پر جس نے بجائے ثابت قدمی کے راہ فرار اختیار کی اس قدر عنایت کا سبب کیا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس وقت اظہار کا موقع نہیں ہے کسی دوسرے وقت اس کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں احمد نظام نے سلطان محمود بہمنی کی مدد میں یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے نواح میں عادل شاہی فوج بادشاہ کے مقدمۃ لشکر سے خوف زدہ ہوئی شاہی فوج کو شکست ہوئی بہمنی لشکر کے عقب میں نظام شاہی فوج تھی جس نے عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا سب سے پہلے جس شخص نے دشمن پر حملہ کیا وہی جوان تھا۔ نظام شاہ نے اس پر مہربانی کر کے مصاحب سے کہا کہ بادشاہ میر شکار ہیں اور سپاہیوں کو شکار کے لئے دشمن کی طرف چھوڑتے ہیں اسی طرح بکیک کا رواج بھی ملک دکن میں اسی فرمانروا کی یادگار ہے اس کی وجہ یہ ہے

کہ احمد نظام شمشیر بازی میں یکتائے روزگار تھا اور اس فن سے اسے بے انتہا دلچسپی
تھی قاعدہ کی بات ہے کہ رعایا کو بھی بادشاہ کے مرغوب فن کی طرف توجہ ہوتی
ہے شہر کے خورد و بزرگ سب اکثر اوقات اسی مشغلہ میں زندگی بسر کرتے
تھے احمد نگر کی یہ حالت تھی کہ بجائے مدرسوں کے شہر کے ہر محلہ میں شمشیر بازی
کے ورزش خانے قائم تھے اور اس شغل سے زیادہ کسی فن کی قدر نہ تھی
اور ہر مجلس میں اسی فن کے متعلق گفتگو ہوتی اور شمشیر بازی کی پوری رونق
تھی دکن کی آب و ہوا کے موافق ہر شخص اپنے کمال کا مدعی اور دوسرے
کو خاطر میں نہیں لاتا تھا بلکہ اکثر اوقات ان میں نزاع ہو جاتی تھی اور ہر دفعہ بادشاہ
کے سامنے پیش ہوتا تھا احمد نظام مدعی اور مدعی علیہ کو اپنے حضور میں طلب
کر کے شمشیر بازی کا معائنہ کرتا تھا جو شخص حریف پر پہلے پہل شمشیر لگاتا تھا وہ
بہتر سمجھا جاتا تھا ہر روز شمشیر بازوں کی ایک جماعت شاہی دیوان خانہ
میں حاضر ہو کر بادشاہ کے حضور میں اپنا کمال دکھاتی تھی رفتہ رفتہ یہاں تک
نوبت پہونچی کہ روزانہ دو تین آدمیوں کے مردہ جسم دیوان خانہ سے اٹھائے
جانے لگے۔ بادشاہ نے اس خونی منظر کا اپنے سامنے واقع ہونا گوارا نہ کیا
اور حکم دیا کہ یہ کرتب کالا چبوترہ والے میدان میں جو قلعہ کے سامنے واقع ہے
دکھلایا جائے اور دونوں حریفوں کے درمیان عہدہ دار کسی قسم کا دخل نہ دیں
اور رقیبوں کو ان کی مرضی کے مطابق ایک دوسرے پر تلوار کا وار کرنے
دیں یہاں تک کہ غالب و مغلوب میں تمیز ہو جائے جو شخص اس معرکہ
میں قتل کیا جائے اس کا قصاص معاف ہے یہ امر ایسا سلطانان دکن کی
طبیعت کے موافق آیا کہ احمد نگر کے سارے بلاد دکن میں جاری ہو گیا اور
اس قدر اس کا رواج ترقی پذیر ہوا کہ طلبا بادشاہ مشائخ اور امیر زادے سب
ایک ہی رنگ میں رنگ گئے اور اس فن کو بہت بڑی قابلیت اور
عزت جانتے ہیں اگر ان کے فرزند یک نہیں کرتے تو ان کو بہادروں
کے گروہ میں شمار نہیں کرتے۔ مورخ فرشتہ نے سنہ ۱۰۰۱ ہجری میں بلدہ بیجاپور
میں یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سید مرتضیٰ اور سید حسن دو بھائی بوڑھے

اور ابراہیم عادل شاہ کے خاص درباریوں میں سے تھے ہر شخص ان کی ریش سفید کی وجہ سے دونوں بھائیوں کی عزت اور توقیر کرتا تھا اور انھیں معقول منش سمجھتا تھا۔ ان دونوں بزرگوں سے اور تین دوسرے حقیقی بھائیوں سے جو سب کے سب ضعیف العمر تھے کسی معمولی بات پر بازار میں تکرار ہوئی۔ سید مرتضیٰ کا بیست سالہ فرزند باپ کی حمایت میں لڑنے کے لئے آیا اور قتل کیا گیا سید مرتضیٰ نے بیٹے کو مقتول دیکھ کر دوسرے دکنی سے شمشیر بازی کی اور فرزند کے بعد خود بھی راہی عدم ہوا سید حسن نے بھی برادر اور برادر زادہ کو اس طرح بے جان دیکھ کر اسی طرح جان دی۔ ان تینوں مقتولوں کا ابھی جنازہ بھی نہ اٹھا تھا کہ ان کے ہر سہ حریف جو مقتولوں کے وار سے زخمی ہو چکے تھے بری طرح راہی عدم ہوئے اور اس طرح ایک ساعت میں چھ خاندان ماتم زدہ ہو کر برباد ہوئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دکن کے مسلمان شمشیر بازی اور تیغ زنی میں بے نظیر ہیں اور جب تک کہ کوئی شخص اس فن کو نہ جانتا ہو اس سے شمشیر بازی نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ اکثر لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے ہیں اس لئے سواری نیزہ بازی تیر اندازی اور چوگان بازی سے بالکل عاری ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر معرکۂ کارزار میں اگر مد مقابل دکنی نہ ہو تو شکست کھاتے ہیں اور بہر طرح حریف کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں لیکن خانہ جنگی اور کوچہ و بازار کی لڑائی میں شیر درندہ کی طرح کام کرتے ہیں۔ دکن کے تمام سلاطین میں جو حکومت بہمنی کے زوال کے بعد فرمانروا ہوئے کسی نے بھی اس فعل شنیع کے بند کرنے کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اس کے رواج دینے میں اور زیادہ کوشاں رہے ہیں لیکن حضرت سلطان عادل ابراہیم شاہ ثانی کی خاص توجہ سے اس کا رواج بہت کم ہو گیا ہے اور امید ہے کہ یہ تباہ کن بازی گری بادشاہان کامل اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک اور کسی عہد میں بھی نہ پائی جائیگی اور ملک اس خانہ جنگی سے پاک و صاف ہو جائیگا سلطان عادل ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو توجہ اس طرف فرمائی ہے اس کی بنا پر

سلطان محمد قلی قطب شاہ نے بھی تلنگانہ میں اس کی ممانعت کر دی ہے اور امید ہے کہ اب بیگ کا تمام و نشان دکن سے مٹ جائیگا۔ احمد نظام نے انیس سال حکومت کی۔

ذکر شاہی برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری

مروج مذہب اثنا عشری برہان نظام شاہ سات برس کی عمر میں احمد نگر کے تخت حکومت پر متمکن ہوا برہان نظام شاہ کے جلوس کی تاریخ فیض جاوید ہے مکمل خان دکنی جو صاحب فہم و فراست اور مدبر امیر تھا احمد نظام کے عہد کی طرح منصب پیشوائی اور وزیر جنگی پر فائز رہا اور اس کا بیٹا میاں جمال الدین عزیز الملک کے خطاب اور سرنوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا غرضکہ خاندان نظام شاہیہ کی تمام مہمات ملکی و مالی پر یہ دونوں پدر و پسر قابض ہو کر اپنے مراتب میں مستقل ہو گئے تقریباً تین برس یہی حال رہا اور عزیز الملک سرنوبت کا غرور اور اس کی بے اعتدالیاں حد سے گزر گئیں۔ دوسرے صاحب شوکت وزیر رومی خاں کرم خاں اور امیر خاں کو حسد پیدا ہوا اور ہر چند ان لوگوں نے ان دونوں پدر و پسر کے تباہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اس لئے یہ لوگ بیحد مایوس ہوئے اور حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ سے جو برہان نظام شاہ کی دایہ اور بیحد صاحب اعتبار تھی ان وزیروں نے ارتباط پیدا کیا اور یہ طے کیا کہ یہ عورت موقع پا کر راجہ جیو برہان نظام کے برادر خرد کو قلعہ سے باہر لا کر ان کے سپرد کر دے تاکہ یہ وزرا راجہ جیو کو مسند حکومت پر بٹھا کر برہان نظام کو معزول کر دیں اور اس طرح مکمل خاں اور عزیز الملک کے تسلط سے نجات حاصل کریں۔ بی بی عائشہ نے ایک دن موقع پا کر دوپہر کے وقت راجہ جیو کو جو چہار سالہ لڑکا تھا لڑکیوں کا لباس پہنایا اور پالکی میں سوار کر کے شہر کی طرف لے چلی اتفاق سے اس وقت برہان نظام کی والدہ نے اپنے چھوٹے فرزند کو یاد کیا یہ شاہزادہ حرم سرا میں نہ ملا اور شاہی محل میں ہنگامہ عظیم برپا ہو گیا محل کے اندرونی اور بیرونی ملازم سب جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ممکن ہے کہ شاہزادہ محل کے

کسی حوض میں گر پڑا۔ ایک گروہ تمام حوضوں میں اترا اور راجہ جیؤ کو تلاش کرنے لگا بعض ملازم بی بی عائشہ کے عقب میں روانہ ہوئے یہ عورت رومی خاں کے گھر تک پہونچی تھی کہ وسط شہر میں ان لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا اور شہزادہ کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہوئے چونکہ بی بی عائشہ اپنے کو برہان نظام شاہ کی دادی کی جگہ سمجھ کر کبھی کبھی راجہ جیؤ کو اپنے گھر لیجاتی تھی اور دو ایک روز اپنے مکان میں رکھتی تھی اس نے اس روز بھی بہانہ کیا کہ وہ شاہزادہ کو اپنے گھر لیجا رہی تھی لیکن چند روز کے بعد یہ راز فاش ہوا اور ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ یہ کارروائی امیروں کی تحریک اور ان کے توسط سے ہوئی ہے اس واقعہ کے بعد کمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیؤ کی نگہبانی میں حد سے زیادہ کوشش کی اور ایک لمحہ بھی نگہبانی سے غافل نہ ہوتا تھا اور برہان کی تعلیم و تربیت کا ایسا خوب انتظام کیا کہ نوعمر بادشاہ دس برس کے سن میں کافیہ پڑھنے اور خط نسخ نہایت خوب لکھنے لگا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں اس ناچیز مولف نے شاہی کتب خانہ میں ایک رسالہ علم سلوک اور اخلاق میں دیکھا جس کے آخر میں یہ عبارت مرقوم تھی کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ جعفر ثانی بحری۔ چونکہ ان ہر سہ امیروں اور کمل خاں کے درمیان عداوت حد سے بڑھ گئی جس کا کوئی علاج نظر نہ آیا اسلئے یہ لوگ دوسرے پانچ یا چھ وزراء سے موافقت کر کے رات کے وقت احمد نگر سے فراری ہوئے اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شیخ علاؤالدین بن عماد الملک کے پاس چلے گئے اور اس سے زبانی گفتگو کی اور یہ ذہن نشین کرا دیا کہ احمد نگر کی تسخیر نہایت آسانی سے ممکن ہے عماد الملک ان ارباب غرض کی گفتگو سے دھوکے میں آگیا۔ اور فوج جمع کر کے کاویل اپلچپور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہوا اور بہت سے پرگنوں اور قصبوں پر قابض ہو گیا۔ کمل خاں نے یہ اخبار سنے اور ان کے دفعیہ پر مستعد ہوا اپنی فوج جمع کر کے برہان نظام اور خواجہ جہاں حاکم پرنڈہ کے ہمراہ بڑے دبدبہ اور شوکت کے ساتھ عماد الملک سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ۹۱۶ھ ہجری میں قصبہ رالوری کی نواح میں

دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا فریقین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں کمل خاں نے اس روز برہان نظام شاہ کو جو اس کی صغر سنی کے قلب میں استادہ کیا۔ اور اس کے اتابک آذر خاں نامی ایک ترکی غلام کو بادشاہ کا ردیف مقرر کیا اور خود بڑی جواں مردی کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوا۔ طرفین نے بڑی جاں بازی سے کام لیا اور ایک شدید معرکہ آرائی کے بعد نظام شاہیوں کو فتح ہوئی اور عماد الملک اور تمام امیر معرکۂ جنگ سے فرار ہوئے اور انھوں نے ایلچپور تک کہیں دم نہ لیا فراریوں کا مال اور اسباب گھوڑے اور ہاتھی نظام شاہی قبضہ میں آئے اور برار کے اکثر پرگنے اور ملک خراب ہوئے۔ کمل خاں برہان نظام کو ہمراہ لے کر فراریوں کے تعاقب میں روانہ ہو کر برار میں داخل ہوا عماد الملک نے جان کی سلامتی اس میں دیکھی کہ برہان پور کی راہ لے۔ حاکم برہان پور نے شہر کے علماء اور مشائخین کو درمیان میں ڈالا اور اس امر پر صلح ہوئی کہ ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس جائے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ نظام شاہیوں کے اجداد میں ایک شخص کلکرنی پرگنہ پاتری کا باشندہ تھا جو کسی وجہ سے جلا وطن ہو کر بیجانگر چلا گیا تھا۔ جب سلطنت اس خاندان میں قائم ہوئی تو تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے بیجانگر سے احمد نگر چلے آئے ان برہمنوں پر وطن کا اتفاق غالب آیا۔ کمل خاں نے برہان نظام شاہ کی طرف سے عماد الملک کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ ہمیں پرگنہ پاتری سے جو تمہاری مملکت میں داخل اور سرحد پر واقع ہے قدیم تعلق ہے دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ پرگنۂ مذکور ہمارے سپرد کر دو اور اس کے عوض میں ہمارے ملک سے ایک پرگنہ جو باعتبار محاصل کے اس سے بہتر ہو ہم سے لے لو۔ عماد الملک نے یہ امر قبول نہ کیا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ایک روز اس پرگنہ کے لئے صف آرائی کرنی ہوگی تو اس نے احتیاط سے کام لیا اور اس پرگنہ میں ایک قلعہ تعمیر کرانا شروع کیا۔ کمل خاں نے عماد الملک کو لکھا کہ سرحدی جگہ پر قلعہ بنانا یہ معنی رکھتا ہے کہ تمہارے سپاہیوں سے ہم کو ہمیشہ تکلیف اور دقت کا سامنا کرنا پڑے

بہتر یہ ہے کہ قلعہ کی تعمیر بند کر دو عماد الملک نے اس بات پر بھی کچھ توجہ نہ کی اور قلعہ کو تمام کر کے اپنے ملک روانہ ہوا اور گردش روزگار سے غافل رہا۔ کمل خاں نے بالا گھاٹ دولت آباد اور ایلورہ کے مناظر کی سیر کے بہانہ سے لشکر جمع کیا اور ۹۲۲ھ ہجری میں برہان نظام شاہ کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا۔ چند منزل سفر کرنے کے بعد کمل خاں نے اپنی باگ موڑی اور پاتری پر دھاوا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ بہادران لشکر نے کمند اور زینوں کے ذریعے سے مناروں پر چڑھ کر قلعہ کو سر کیا اور پاتری پر نظام شاہیوں کا قبضہ ہو گیا۔ میاں محمد غوری جس نے اس معرکہ میں سب سے زیادہ شجاعت اور بہادری کے آثار دکھائے تھے کامل خاں کے خطاب سے سرفراز ہو کر قلعہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ نظام شاہ اس مرتبہ بھی کامیاب اور بامراد احمد نگر واپس آیا۔ بادشاہ جوانی کے اثر سے ایک شاہد بازاری پر عاشق ہوا اور اس کے ساتھ نکاح کر کے اس کو حرم میں سب پر فوقیت دی اور اسی عورت کے طفیل میں بادہ خواری میں مبتلا ہوا۔ کمل خاں نے جو مرد عاقل اور کامل تھا بادشاہ کے سامنے سر نیاز جھکایا اور عرض کیا کہ انگشتری وزارت اور وکالت حاضر ہے جبتک حضور خرد سال تھے اس بوڑھے غلام نے اپنی طاقت کے موافق خدمت انجام دی اب جبکہ بادشاہ خود مہمات سلطنت انجام دے سکتے ہیں اس پیر غلام کو معذور فرمائیں برہان شاہ نے جب دیکھا کہ کمل خاں بہ اصرار تمام خدمت سے استعفا پیش کرتا ہے تو بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کے فرزند کو امرائے کبار میں داخل کر کے منصب پیشوائی بیٹکا پور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کے سپرد کیا۔ کمل خاں اپنے گھر میں خلوت نشین ہو گیا اور کبھی کبھی اپنے فرزندوں اور قرابت داروں کے اصرار سے عیدین اور متبرک دنوں میں بارگاہ شاہی میں حاضر ہو کر بادشاہ کو سلام کر لیتا اور فوراً اپنے مکان واپس جاتا اور معاملات سلطنت میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا یہاں تک کہ اسی حالت میں فوت ہوا۔

۹۲۶ھ ہجری میں جیساکہ بیان ہوگا شاہ طاہر احمد نگر تشریف لائے۔ اور بادشاہ کے مصاحبوں میں داخل ہوئے۔ مہدوی مذہب شہر میں خوب رواج پا گیا تھا جس کے اثر سے برہان نظام شاہ نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح بھی ایک مہدوی شیخ کے ساتھ کر دیا تھا شاہ طاہر کے آنے سے مذہب مذکور بالکل ہٹ گیا اور مہدویوں کو حکم ہو گیا کہ دربار شاہی میں نہ آئیں بادشاہ مہدوی سے قرابت کرکے نادم اور پشیمان ہوا اور احمد نگر کے عالموں سے سخت باز پرس کرکے ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے اس مذہب کے بطلان کے مضبوط دلائل میرے ذہن نشین کئے تم نے کیوں ایسا نہ کیا۔

۹۳۰ھ ہجری میں شاہ طاہر کی کوشش سے برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعۂ شولاپور کے نواح میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور طرفین کے ارکان دولت کی کوشش سے بی بی مریم سلطان دختر یوسف عادل کا نکاح برہان نظام کے ساتھ کر دیا گیا اس عقد کا بہت بڑا جشن منعقد ہوا۔ اور اسد خاں بلکوانی دغیرہ نے اقرار کیا کہ قلعۂ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دیدیا جائیگا۔ برہان نظام نے اس عقد کے بعد قلعۂ مذکور کا دعوی کیا لیکن اسمٰعیل عادل نے جواب دیا کہ مجھے اس معاہدہ کی کوئی خبر نہیں ہے اگر بعض ملازموں نے نادانستہ اسکی بابتہ کوئی اقرار کیا ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق پھر اس کی بابت کوئی تحریک نہیں کی اور احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام کی زوجہ آدل یعنی حسین نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ برا سلوک کیا اور مدتوں طرفین سے سکوت رہا ایک روز اسمٰعیل عادل نے برہان نظام کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے یہ کہا کہ یا تری کو سلاطین کی اولاد پر ایسا غلبہ دینا اصالت اور احتیاط کے بالکل خلاف ہے۔ برہان نظام شاہ نے بھی یہ کلمہ سنا اور فوراً شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عماد الملک کے پاس روانہ کر کے ان دونوں فرمانرواؤں سے اتحاد کر کے ۹۳۱ھ ہجری میں تیس ہزار سوار اور بہت بڑے توپخانہ کے ساتھ قلعۂ شولاپور کو سر کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

اسمٰعیل عادل نے نو ہزار تیر انداز اور آزمودہ کار سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ سرحد پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور بڑی خونریز لڑائی واقع ہوئی۔ سب سے پہلے عماد الملک اسد خاں بلگوانی کے حملے سے شکست کھا کر کاویل کی جانب فراری ہوا۔ برہان نظام تشنگی اور حرارت آفتاب کی وجہ سے دوران جنگ میں بیہوش ہو گیا۔ پھر رشید نام ترکی غلام نے جو اس کا آبدار تھا بادشاہ کو پانی پلایا۔ برہان نظام کو ہوش آیا اور ترکی اور حبشی غلاموں نے شاہ طاہر کی رائے کے موافق بادشاہ کے جسم پر سے ہتھیار اتار لیے اور اسے پالکی میں سوار کر کے احمد نگر روانہ ہو گئے۔

سنہ ۹۳۴ ہجری میں عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل کی تحریک سے سلطان قطب قلی کی ہمراہی میں قلعہ پاتری پر قبضہ کر لیا۔ برہان شاہ مخدوم خواجہ جہاں دکنی اور امیر برید کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر پاتری روانہ ہوا اور دو مہینہ کے عرصہ میں توپ اور ضرب زن سے قلعہ کو فتح کر لیا اور حصار کو زمین دوز کر کے پاتری پر پھر قابض ہو گیا۔ میں نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی سلطنت سے قبل اس خاندان کے آبا و اجداد پرگنہ پاتری کے برہمن تھے۔ یہ لوگ کسی وجہ سے جلا وطن ہو کر بیجا نگر چلے گئے اور وہاں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب ملک حسن امارت پر فائز ہوا اور ملک احمد نے بیجا نگر پر بسایہ تسلط حاصل کیا یہ برہمن قرابت داری کی بنا پر بجا نگر سے احمد نگر آ گئے اور ہمیشہ بادشاہ سے بھی کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں قریہ قدیم زمانہ سے ہمارے آبا و اجداد کے قبضہ میں ہے۔ ملک احمد نے عماد الملک کو لکھا کہ چونکہ ہم کو پرگنہ پاتری سے قدیم تعلق ہے اس لئے دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم یہ پرگنہ ہمیں دلا دو اور اس کے عوض میں کوئی دوسرا پرگنہ جو محصول میں اس سے زیادہ ہو تم لے لو۔ عماد الملک نے اسے قبول نہ کیا۔ یہ بحث درمیان ہی میں تھی کہ احمد نظام نے اس پرگنہ پر قبضہ کر کے اپنے ہم نسل برہمنوں کو جو رہے عادی غیر مسلم رئیس تھے بطریق انعام کے عطا کیا۔ چنانچہ جلال الدین اکبر بادشاہ کے غلبہ تک یہ پرگنہ نسلاً بعد نسلٍ انھیں برہمنوں کے قبضہ میں رہا۔ غرضکہ بادشاہ نے اس مقام سے قلعہ ماہور کا رخ کیا اور اس حصار کو بھی

فتح کر سکے۔ خداوند خاں حبشی کے سپرد کیا اور ایلچپور پر قبضہ کرنے کے لئے قدم آگے بڑھایا عمادالملک مقابلہ نہ کر سکا اور حسب سابق کے برہانپور چلا گیا سلطان محمد شاہ فاروقی نے اس کی مدد کی اور عمادالملک کے ہمراہ نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خونریز لڑائی واقع ہوئی عمادالملک اور محمد شاہ پریشاں حال برہان پور فراری ہوئے اور نظام شاہ نے تین سو ہاتھیوں اور خیمہ و خرگاہ اور تمام کارخانجات پر قبضہ کیا اور برار کے اکثر ملک اپنی سلطنت میں شامل کر لئے عمادالملک اور محمد شاہ نے یہ حال دیکھ کر سلطان بہادر بادشاہ گجرات کے پاس تحفے روانہ کئے اور مدد کے طلبگار ہوئے سلطان بہادر ان کی امداد کو ایک غیبی نعمت سمجھا اور خزانہ اور لشکر ہمراہ لے کر ۹۳۵ ہجری میں ندربار اور سلطان پور کی راہ سے دکن روانہ ہوا برہان نظام مضطر ہوا اور اس نے پہلے شاہ طاہر سے ایک نامہ بابر بادشاہ کے نام لکھوایا جس میں تہنیت جلوس کی مبارکباد کے بعد بادشاہ کے ساتھ اخلاص اور عقیدت کا اظہار کیا اور یہ پیغام دیا کہ ہم بہی خواہوں کو امید ہے کہ جلد سے جلد بادشاہ کشورستاں کے اس طرف تشریف لائے اور اس نواح کے دشمنوں کے پائمال کرنے کی خبر سے دل شاد ہوں کے اور جاء الحق وزہق الباطل کی بشارت دکن کے ہر اطراف میں عام و خاص کے گوش گذار ہوگی اور ہم امیدوار لطف و کرم بادشاہ کا استقبال کریں گے۔ برہان نظام نے اس کے علاوہ اسمٰعیل عادل اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے سلطان قلی چونکہ اس زمانہ میں کچھ کی مہم میں مصروف تھا اس نے بہانہ کر کے امداد سے انکار کیا اور اسمٰعیل عادل شاہ نے چند ہزار سوار غریب اور غریب زادہ اپنے لشکر سے منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ہمراہ جو اپنے کو امرائے عادل شاہی میں داخل سمجھتا تھا خزانہ اور سامان جنگ کے ساتھ روانہ کیا۔ سلطان بہادر قلعۂ ماہور اور پاتری کی واپسی کے لئے برار میں داخل ہوا اور اس ملک میں اسے کچھ طمع دامنگیر ہوئی اور اس نے

یہاں توقف کیا عماد الملک اپنے زوال سلطنت سے خوف زدہ ہوا اور عرض کیا کہ یہ ملک میرا ہے اور بادشاہ اور آگے قدم بڑھاکر برہان نظام کو تباہ کرکے اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے عنایت فرمائیں تو میں اپنے زن و فرزند کو قلعۂ گاویل روانہ کرکے ولایت مذکور تمام و کمال آپ کے سپرد کردوں گا اور مثل ملازموں کے ہمیشہ ہمراہ رکاب ہوں گا۔ سلطان بہادر نے اس کا معروضہ قبول کیا اور نظام شاہی لشکر کی طرف جو کوہستان میں مقیم تھا روانہ ہوا۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاصہ کے سواروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور قصبۂ پیٹن اور بیڑ کے درمیان اثنائے کوچ میں اہل گجرات پر حملہ کیا اور دو تین ہزار سوار سلطان بہادر کے قتل کئے مال و اسباب بے شمار اور بہتر اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے اس کے قبضہ میں آگئے۔ سلطان بہادر اس واقعہ سے بیحد غضبناک ہوا اور جہاں یہ خبر سنی تھی وہیں قیام کر دیا اور خداوند خاں وزیر کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ انتقام کے لئے نامزد کیا امیر برید نے بلا نظام شاہ کے اتفاق کے اس فوج سے جنگ کرنا اپنے ذمہ لے لیا قبل اس کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے پر وار کریں اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کا خون بہائیں امیر برید اور عادل شاہی امیروں نے فتح کی امید کرکے صفیں درست کیں۔ اسی درمیان میں امیر برید معرکۂ جنگ سے فرار ہوا اور اہل گجرات نے غارتگری اور ظلم و ستم شروع کیا امیر برید نے کمین گاہ سے نکلکر ان پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر میں ان کے لشکر کو زیر و زبر کر دیا سلطان بہادر نے بیس ہزار سواروں کی ایک دوسری فوج عماد الملک اور خداوند خاں کی ماتحتی میں روانہ کی برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں اس لشکر سے مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ جلد سے جلد پرندہ روانہ ہوگئے اہل گجرات نے ان کا تعاقب کیا اور یہ لوگ پرندہ میں چلے آئے اسی زمانہ میں برہان شاہ کی والدہ نے جو ایک استرابادی رئیس کی لڑکی تھی انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئی سلطان بہادر احمد نگر آیا اور اس نے خود باغ نظام میں اور دیگر امیروں اور منصب داروں نے

احمد نگر کے اور مکانوں میں قیام کیا سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو پتھر اور چونا باغ نظام میں عمارت تعمیر کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہے اسے باہر لاؤ اور اس کا ایک اونچا اور وسیع چبوترہ ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کے لئے تیار کر دیا یکدست کاریگروں نے چونکہ مصالحہ اور سامان موجود تھا ایک دن رات میں چبوترہ تیار کر دیا یہ چبوترہ کالا چبوترہ کے نام سے مشہور ہے بادشاہ چالیس روز تک اس چبوترہ پر بیٹھکر ہر خاص و عام سب کا سلام لیتا تھا اور ہاتھی اور اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے تھے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشہ دیکھتا تھا سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ تھوڑے دنوں اور قیام کرے لیکن نظام شاہی امیر غلہ اور دوسرے ضروریات زندگی کو گجراتیوں تک آسانی سے پہونچنے نہیں دیتے تھے اسی دوران میں دکھنیوں کی مزاحمت اور غلہ اور چارہ کے بند ہو جانے سے لشکر میں عظیم الشان قحط نمودار ہوا اور بہت سے آدمی اور ہاتھی اور گھوڑے ہلاک ہو گئے خداوند خاں حبشی اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر بادشاہ کو اس ملک کے فتح کرنے پر اصرار ہے تو صلاح وقت یہ ہے کہ سب سے پہلے قلعۂ دولت آباد کو جو گجرات کی سرحد پر واقع ہے سر کیا جائے اور بعد اس کے احمد نگر واپس آکر دوسرے ممالک اور قلعے فتح کئے جائیں سلطان بہادر نے ان کا معروضہ قبول کیا لیکن کوچ کرنے میں تاخیر کر رہا تھا کہ اسی دوران میں اس نے ایک مہیب خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ بیحد خوفناک اور کریہہ منظر جس میں بعض تو آگ کی انگیٹھیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور بعضوں کے ہاتھ میں پہاڑ اور گراں وزن پتھر ہیں اس کے پلنگ کی طرف آرہے ہیں اور ارادہ ہے کہ یہ چیزیں اوس پر ڈالدیں سلطان بہادر اچک کر خواب سے بیدار ہوا اور جو لوگ اس کے قریب میں تھے ان سے اپنا خواب بیان کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ نظام شاہ کے زمانہ میں اس جگہ بہت بڑی جنگ واقع ہوئی تھی اور مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک گروہ کثیر عین مستی کی حالت میں قتل کیا گیا تھا جو نکہ ان مقتولوں

کی ارواح کو عالم علوی میں عروج نصیب نہیں ہوا اسی جہان اسفل میں خصوصاً اس مقام پر رہ کر متوطن ہو گئیں اور شیاطین کی صورت میں متشکل ہو کر آتی ہیں احتمال قوی یہی ہے کہ یہ خواب انھیں ارواح کے اثرات سے نظر آیا ہو گا سلطان نے اسی شب اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترہ کے قریب خیمہ و خرگاہ میں آرام لیا اور دو تین روز کے بعد دولت آباد روانہ ہو گیا عماد الملک براری اور امرائے گجرات کے پہونچنے کے بعد سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعہ کے محاصرہ پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ہمراہ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کر کے پیغام دیا کہ آپ نے اپنی برادرانہ محبت سے میری امداد کی لیکن جبتک کہ آپ خود اس طرف توجہ نہ کریں گے مجھے اس مصیبت سے نجات نہ ہو گی۔ عادل شاہ نے جواب دیا کہ بیجانگر کے ہندو تاک میں ہیں اگر میں بیجاپور سے کوچ کروں گا تو یہ حریف دریائے کرشنا کو پار کر کے شہر کو تاخت و تاراج اور تباہ و پامال کر دیں گے میں پانچ سو سوار مسلح دو اسپہ حیدر الملک قزوینی کی ماتحتی میں اور روانہ کرتا ہوں اور امید ہے کہ اس مرتبہ تم فتح و نصرت سے ہم آغوش ہو گے۔ برہان نظام شاہ عادل شاہ کے امداد سے مایوس ہوا اور اپنے مآل کار میں بیحد پریشان ہوا چونکہ رعیت اور اہل لشکر شیخ جعفر کی پیشوائی سے دل میں آزردہ تھے برہان نظام نے جعفر کو اس منصب سے معزول کر کے کالو نامی کو جو شیخ کا ملازم اور قوم کا برہمن تھا پیشوا مقرر کیا کالو مذکور عقل و فراست امانت و دیانت سے پورے طور پر متصف تھا برہان نظام نے کالو کی رائے کے موافق احمد نگر کی راہ لی اور اپنی طاقت کے موافق لشکر جمع کر کے اسی زمانہ میں دکنی فوج کے ہمراہ دولت آباد روانہ ہوا۔ اور سلطان بہادر کے حوالی لشکر میں پہونچکر لشکر گجرات سے چار کوس کے فاصلہ پر کوہستان میں مقیم ہوا برہان نظام روز و شب حفاظت کرتا تھا۔ تین مہینے سلطان بہادر کے لشکر کے مقابلہ میں مقیم رہا لیکن چونکہ دکنیوں نے گجرات کے لشکر پر تاخت و تاراج کرنا شروع کیا اسلئے اہل گجرات مجبور ہوئے اور چھوٹے بڑے سب

جنگ پر آمادہ ہو گئے سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ امیر برید جو
شجاعت اور مردانگی میں شہرۂ آفاق تھا برہان نظام شاہ کی اجازت اور اطلاع
کے بغیر اور اذوقہ کے روکنے کے بہانہ سے فوجوں کو آراستہ کر کے صف آرا ہوا
دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوئی برہان نظام شاہ امیر برید کی شجاعت اور بیباکی
سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت جنگ آزمائی کے لئے سوار ہوکر
میدان کارزار میں آیا لڑائی کی آگ روشن ہوئی اور امیر برید اور عادل شاہی
فوج نے گجراتیوں پر فتح پائی سلطان بہادر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور
اس نے خداوند خاں اور عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امرائے نامی
کو ان کے دفعیہ کے لئے روانہ کیا یہ گروہ اپنی فوج کے ساتھ میدان کارزار
میں آیا اور عالم خاں میواتی جو احمد نگر کا ایک بہتر فوجی امیر تھا پہلے ہی حملہ میں
معرکۂ کارزار میں کام آیا برہان نظام اور امیر برید نے اب قیام کرنا مناسب
نہ سمجھا معرکۂ کارزار سے فراری ہوکر کوہستان میں آکر پناہ گزیں ہوئے برہان نظام
اور امیر برید اپنے کو سلطان بہادر کا مدمقابل نہ سمجھتے تھے ان صاحبوں
نے کالوجی کی رائے کے موافق میران محمد شاہ اور عماد الملک کے پاس
قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی اور یہ
وعدہ کیا کہ جو ہاتھی اور قلعے انھوں نے ان سے لئے ہیں پھر واپس کر دیں
گے میران محمد شاہ اور عماد الملک خداوند خاں گجراتی کے پاس جو نیک مزاج
اور خوش اخلاق وزیر تھا گئے اور اس سے کہا کہ بادشاہ کی امداد سے پاتری
اور ماہور کو نظام شاہی قبضہ سے نکال کر برار اور احمد نگر میں سلطان کے
نام کا خطبہ جاری کر کے ہر سال اسے تحفہ اور ہدیئے بھیجتے رہیں اب ہم
یہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ ہمارا ملک ہم سے چھیننا چاہتا ہے خداوند خاں نے
جواب دیا کہ تم خود اس زوال کے باعث ہوئے ہو جس وقت کہ دکن کے
تمام حکام یک دل ہوکر آپس کی مخالفت سے کنارہ کشی اختیار کریں گے
معاملہ خود بخود راہ راست پر آجائیگا۔ یہ لوگ خداوند خاں کا مقصد سمجھکر
اس کے پاس سے چلے آئے اور سب سے پہلے عماد الملک نے

اپنے لشکر سے کثیر مقدار میں غلہ و آذوقہ منجھن خاں کے پاس دولت آباد کے قلعہ میں روانہ کیا اور اسی رات کو اپنے پور روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور ارکان دولت سے واپس جانے کی بابت مشورہ کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ اب جبکہ دریائے تاپتی اور دوسری ندیاں پر آب ہو گئی ہیں گجرات اور خاندیس سے غلہ اور آذوقہ کا پہونچنا محال ہے اور اس بات کا پورا احتمال ہے کہ دکن کے تمام حکام آپس میں اتفاق کر لیں اور اس جھگڑے کو زیادہ طول ہو بہتر یہی ہے کہ یہ ممالک عماد شاہ اور نظام شاہ کو عنایت فرما کر اپنا مطیع اور فرماں بردار بنائے برہان شاہ اور عماد شاہ نے میران محمد شاہ کی رائے کے موافق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور مصاحبوں کو مع تحفوں اور ہدیوں کے اس کے پاس روانہ کیا سلطان بہادر نے مخالفت ترک کی اور گجرات روانہ ہوا برہان شاہ احمد نگر آیا میران محمد شاہ نے اسے پیغام دیا کہ اپنا وعدہ وفا کرے اور قلعہ پاتری اور ماہور مع ہاتھیوں کے عماد شاہ کے سپرد کرے برہان شاہ نے تین ہاتھی جو رانوری کے معرکہ میں میران محمد شاہ سے حاصل کئے تھے اس کے پاس بھجوا دیئے اور عماد الملک کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اس کے سوال کا ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا محمد شاہ کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے عماد الملک کی بابت پھر کوئی گفتگو نہ کی اور پھر بادشاہ کے ساتھ پہلے سے زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا برہان شاہ نے دوسرے سال شاہ طاہر کو نفیس تحفوں اور چند نامی ہاتھیوں کے ہمراہ قاصد بنا کر سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں تاخیر کی اور میران محمد کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ برہان الملک نے صرف ایک مرتبہ ہمارے نام کا خطبہ پڑھا ہے میران محمد شاہ نے خیر خواہی کی اور جواب دیا کہ برہان الملک آپ کا مخلص وفادار ہے اگر دوسرے سلاطین کے خیال سے کوئی بات بظاہر خلاف اس سے سرزد ہو تو آپ اسے معاف فرمائیں اور اس کی التجا کے موافق قاصد سے ملاقات کریں۔ سلطان بہادر نے

شاہ طاہر سے ملاقات کی اور ان کی تعظیم و تکریم اچھی طرح بجا نہ لایا خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور ان کے ارشاد سے آگاہ ہوا اور سلطان بہادر کو حقیقت حال سے اطلاع دی سلطان بہادر نے پہلی ملاقات کی تلافی اور گزشتہ سلوک کے تدارک میں بہت بڑی مجلس منعقد کی اور اپنے ایک مقرب درباری کو شاہ طاہر کی طلب میں روانہ کیا۔ شاہ صاحب بارگاہ شاہی میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے تمام اکابر اور علماء سے بلند اور برتر مقام ان کی نشست کے لئے مقرر کیا اور کہا کہ اگر مجھ سے آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی فرد گذاشت ہو گئی ہو تو معاف فرمائیے اس لئے کہ پہلی مجلس میں جو بے ادبی ہم سے کی تھی اس کے تدارک میں اپنے گزشتہ قصور کی تلافی کر دی ہے گجرات کے تمام علماء اور اکابر جو اس مجلس میں حاضر تھے اپنے کو مذہب شیعہ کا جیّد عالم جانتے تھے شاہ طاہر کی اس برتری پر دل میں جلنے اور حسد اور زیادہ گوئی کرنے لگے اور بیحد غضب میں آئے سلطان بہادر نے خداوند خاں کو حکم دیا کہ اہل علم کو اپنی مجلس میں جمع کر کے شاہ طاہر سے صحبت دالنا ذکرم کیجئے جب یہ مجلس منعقد ہو گئی اور تمام علماء شاہ طاہر کے علم و فضل سے واقف ہوئے۔ ان لوگوں نے شاہ صاحب کا اپنے سے افضل اور بہتر ہونے کا اقرار کیا اور اپنے حرکات پر نادم اور پشیمان ہوئے۔ سلطان بہادر نے یہ خود آپ سنا اور شاہ طاہر کی عزت اور وقعت اور دو بالا ہوئی بادشاہ نے تین مہینے کے بعد شاہ طاہر کو واپس جانے کی اجازت دی۔

۹۳۷ھ ہجری میں سلطان بہادر نے شاہان خلجیہ پر فتح حاصل کر کے منڈو پر قبضہ کیا برہان نظام سلطان بہادر کی اس شوکت اور عظمت سے دل میں خوف زدہ ہوا اور شاہ طاہر کو نوسو بہمن کے ہمراہ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے سلطان بہادر بھی اس شہر میں وارد ہوا امیران محمد نے شاہ طاہر سے ملاقات کرائی اور پرزور دلیلوں سے برہان نظام کے اخلاص اور یک جہتی کا سکہ سلطان بہادر کے دل پر جما دیا اور کہا کہ پھر کارائے

یہ ہے کہ بادشاہ برہان نظام پر نوازش فرما کر اس کو اپنا بہی خواہ بنالیں سلطان بہادر
کے دعوی بلند تھے اور دور دراز کار امور کے خواب دیکھا کرتا تھا اور چاہتا
تھا کہ شاہان دہلی کی برابری کرے اس نے میران محمد کی تقریر پر عمل کیا محمد شاہ
نے شاہ طاہر پر بیحد عنایت اور نوازش کی اور فوراً انھیں احمد نگر روانہ کیا تاکہ
برہان نظام کو اپنے ساتھ لاکر سلطان بہادر سے ملاقات کرائے شاہ طاہر
جلد سے جلد احمد نگر پہونچے اور برہان شاہ کو اپنے ہمراہ چلنے کی دعوت دی
برہان شاہ نے اول تو سفر سے انکار کیا لیکن آخر کار نرسو برہمن کے قول پر
عمل کیا اور اپنے فرزند اکبر شاہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کرکے تمام مہمات
ملکی نرسو کے سپرد کیئے اور ایک قلیل جماعت کے ہمراہ جو مع سوار اور پیادوں
کے سات ہزار سے کم تھی شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور سے روانہ ہوا
برہان نظام نے خواجہ ابراہیم بیر تولی اور ساباجی شب نویس کو بطور قاصد محمد شاہ
کے پاس اپنے سے پیشتر روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ یہ سفر نظام شاہ کے ورود
سے قبل محمد شاہ سے کیفیت ملاقات تعین پیشکش اور دیگر امور ضروری کی
بابت گفتگو کر رکھیں برہان نظام موضع چانکدیوی جو دریائے تاپتی کے کنارہ
واقع ہے پہونچا اور محمد شاہ نے استقبال کرکے اس سے ملاقات کی اثنائے
گفتگو میں محمد شاہ نے کہا کہ یہ طے پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر نشست
کرے اور ہم تخت کے سامنے کھڑے ہوکر سلام و مجرئی کریں برہان شاہ
نے شاہ طاہر کو خلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ یہ شخص تخت
پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر سلام کروں بہتر
یہ ہے کہ ملاقات کا ارادہ فسخ کیا جائے اور معاملہ کو خدا کے سپرد کردیں
شاہ طاہر نے کہا کہ دنیاداری کا مقتضیٰ یہی ہے کہ مصلحت پر لحاظ کرکے ایک
دن فروتنی کی جائے اور پھر تمام عمر مسند حکومت پر آرام اور اطمینان سے زندگی
بسر کریں برہان صاحب عقل و فہم تھا اس نے شاہ طاہر کی نصیحت پر عمل کرنے کا
اقرار کیا دوران تقریر میں شاہ طاہر کے دل میں ایک تدبیر کا خیال پیدا ہوا
اور برہان نظام سے کہا کہ میرے پاس ایک قرآن شریف حضرت امیرالمومنین

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے دست مبارک کا لکھا ہوا موجود ہے اور سلطان بہادر اس مصحف شریف کی زیارت کا بیحد مشتاق ہے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ سے خداوند خاں حبشی کو مطلع کر دیں اور ملاقات کے روز اس قران شریف کو اپنے ساتھ لے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیار اس کی تعظیم کے لئے استقبال کو آئے اور تخت سے قدم نیچے رکھے برہان شاہ اس تدبیر سے بیحد خوش ہوا۔ دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد برہان نظام شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ہمراہ اس جگہ جو کہ ملاقات کے لئے مقرر تھی روانہ ہوا۔ یہ لوگ بہادر شاہ کے مسکن کے قریب پہونچے اور شاہ طاہر نے مصحف شریف اپنے سر پر رکھ لیا اور برہان شاہ کے ساتھ سراپردہ کے اندر داخل ہوا۔ سلطان بہادر نے ان کو دور سے دیکھتے ہی خداوند خاں سے پوچھا کہ شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے۔ خداوند خاں نے جواب دیا کہ قران شریف ہے جو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے سلطان بہادر بے اختیار تخت سے نیچے اترا اور استقبال کے لئے آگے بڑھا سب سے پہلے اس نے مصحف شریف کو ہاتھوں میں لیا اور دو تین مرتبہ بوسہ دیکر اس کو آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے رہ کر برہان شاہ کا سلام لیا اور گجراتی زبان میں پوچھا کہ کیسے ہو اور تمھارا کیا حال ہے برہان نظام نے فارسی میں جواب دیا کہ جناب کا نیازمند ہوں اور بادشاہ کے جاہ و جلال کی وجہ سے خوش اور شادماں ہوں۔ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا اور شاہ طاہر برہان شاہ اور محمد شاہ تخت کے سامنے کھڑے ہوئے سلطان بہادر شاہ طاہر کے اسی طرح استادہ رہنے سے بیحد پریشان ہوا اور ان سے بیٹھ جانے کی درخواست کی شاہ صاحب نے معذرت کی جب بادشاہ نے تین مرتبہ ان سے یہی کہا تو شاہ طاہر نے جواب دیا کہ بادشاہ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن چونکہ برہان نظام کا ملازم ہوں اور وہ میرا آقا ہے پاس ادب سے دور ہے کہ وہ اسی طرح استادہ رہے اور میں بیٹھ جاؤں سلطان نے مجبوراً کہا کہ نہیں وہ بھی آرام سے بیٹھے شاہ طاہر نے برہان شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بٹھا دیا اور خود اس سے فروتر مقام پر فاصلہ سے ادب کے ساتھ بیٹھ گئے سلطان بہادر نے کلمۂ کلام کی ابتداء کی اور دیر تک فارسی زبان میں باتیں کرتا رہا اور برہان شاہ سے کہا کہ اس زمانہ میں تم نے گردش لیل و نہار اور زمانہ کی کج رفتاری سے کیونکر زندگی بسر کی

برہان شاہ نے بیحد تعظیم وتکریم کے ساتھ جواب دیا کہ جس ادبار کا انجام اقبال اور جس فراق کی انتہا وصال ہو اس کا آخر جو با مزا ہے یاد رکھنا چاہیئے اور اس کی ابتدا کو فراموش کر دینا چاہیئے خدا کا شکر ہے کہ جو کلفت عرصہ سے اوٹھائی تھی آج ایک لحظہ میں اس کی تلافی ہو گئی۔ سلطان بہادر نے برہان نظام کا جواب سنکر بیحد تعریف کی اور میراں محمد سے کہا کہ تم نے ان کا جواب سنا میراں محمد نے عرض کیا کہ دوری کی وجہ سے میں ان کی تقریر نہیں سن سکا سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب بلند آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین مجلس اسے سن لیں شاہ طاہر دست بستہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ سب بادشاہ کی نوازش کا نتیجہ ہے اور مجھے امید ہے کہ عنایت شاہی انکے حق میں روز بروز ترقی کرتی جائیگی۔ سلطان بہادر نے کمر و خنجر و مرصع تلوار جو خود باندھے ہوئے تھا کھلوایا اور اپنے ہاتھ سے برہان کی کمر میں باندھ دیا چونکہ ابتک برہان نظام نے شاہ کا لفظ اپنے لئے استعمال نہیں کیا تھا سلطان بہادر نے کہا کہ خطاب نظام شاہی مبارک ہو تھوڑی دیر کے بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے خاصہ کے گھوڑے پر سوار کرایا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم سواری بہت اچھی کرتے ہو اس عربی کمیت پر سوار ہو کر جانور کو سراپردہ کے گرد چکر دو برہان شاہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر دکن کی رسم کے موافق جانور کو پھرایا اور سلطان بہادر نے بیحد تعریف کرنے کے بعد کہا کہ یہ سواری بلا چتر کے بھلی نہیں معلوم ہوتی سلطان بہادر نے اشارہ کیا جو چتر سفید و آفتاب گیر بادشاہ مندو سے ضبط کیا گیا ہے برہان نظام شاہ کے سر پر سایہ فگن ہو اور محمد شاہ اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ برہان شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار سراپردہ کے باہر لیجائیں اور اس کے فرودگاہ پر پہونچکر سلطان محمود خلجی کے سراپردے اس کے لئے نصب کیئے جائیں اور تمام لوگ اسے مبارکباد دیں۔
کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن سلطان بہادر نے چار طلائی کرسیاں اپنے تخت کے جانبین بچھوائیں اور ایک بہت بڑا جشن منعقد کر کے نظام شاہ شاہ طاہر میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیا کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بیٹھنے کا حکم دیا سلطان بہادر نے تکلفات اور رسمی تواضع کے پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ ہون نظام شاہ کو اور دو گھوڑے

اور ایک بہت بڑا فیل جنگی شاہ طاہر کو عنایت فرمایا۔

بادشاہ نے عالم خان میواتی کے فرزند کو جو خود بھی عالم خان کے خطاب سے سرفراز ہو کر باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز ہو چکا تھا خلعت و کمربند اور خنجر اور شمشیر مرصع عطا کیا۔ سلطان بہادر کو معلوم ہو چکا تھا کہ برہان نظام چوگان بازی میں بہت اچھی مہارت رکھتا ہے بادشاہ نے تقریباً دو گھڑی سراپردہ کے اندر برہان نظام کے ساتھ چوگان بازی میں صرف کئے اور دونوں فرمانروا اسی طرح گھوڑوں پر سوار سراپردہ کے باہر نکل آئے خواجہ ابراہیم اور سابا جی پیشکش تیار کر کے سراپردہ کے باہر منتظر کھڑے تھے ان لوگوں نے پیشکش سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر کیا سلطان بہادر نے ان سب کو بہت خوش اور دل شاد کیا ان تحفوں میں سے ایک ہیکل مصحف اور ایک تلوار جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا اور بہا فیل مست اور دو عربی گھوڑے بادشاہ نے خود لے لئے اور نظام شاہ سے کہا کہ بقیہ چیزیں مع مملکت دکن کے میں نے تمہیں بخشدیں اور اسی وقت اسے احمد نگر واپس آنے کی اجازت دی۔

برہان نظام نے واپسی میں بالا گھاٹ دولت آباد میں تھوڑا قیام کیا۔ اور شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کی زیارت سے فارغ ہو کر ان کے روضہ کے مجاوروں کو نذرو صدقات کے نام سے کثیر رقم دیکر خوش کیا چونکہ یہ زمانہ گل چنبہ کی بہار کا تھا بادشاہ نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز یہاں کے دلکش مناظر کی سیر و تفریح میں عیش و عشرت میں بسر کیا برہان نظام کے حکم کے موافق شاہزادہ حسین کالو برہمن اور دیگر اعیان اور امرائے عادل شاہی اور قطب شاہی مع ایلچیوں کے بادشاہ کی خدمت میں مبارکباد کی غرض سے حاضر ہوئے چونکہ برہان نظام اور بادشاہ کے درمیان بالکل صفائی ہو گئی تھی اس نے اطراف و جوانب کے راجاؤں کی طرف توجہ کی اور کالو برہمن کے حسن تدبیر سے مرہٹواری کے راجاؤں کو جو احمد نظام کے عہد سے اس وقت تک مطیع نہ ہوئے تھے اپنا اطاعت گزار بنا کر بیس قلعے بلا کسی معرکہ آرائی کے اپنی حکومت میں داخل کئے برہان نظام نے شاہ طاہر کو عہدہ پر گنے عنایت کر کے اپنا مقرب ہم نشین مقرر کیا اور خواجہ ابراہیم کو لطیف خان اور سابا جی کو پرتاب رائے کے خطاب سے سرفراز فرما کر اپنے درباریوں میں داخل کیا۔ برہان شاہ نے باغ نظام کی عمارتوں کی جو گجراتیوں کے ہنگامہ میں تباہ ہو گئی تھیں اور اس وقت تک اسی خراب حالت پر پڑی ہوئی تھیں مرمت کرائی۔

سنہ ۹۳۸ ہجری میں اسمٰعیل عادل نے قلعۂ کلیان اور قندھار پر دھاوا کیا امیر برید نظام شاہ سے مدد کا خواستگار ہوا نظام شاہ نے متکبرانہ لہجہ میں ایک نامہ عادل شاہ کے نام روانہ کیا اور ان قلعوں پر قبضہ کرنے سے مانع آیا۔ عادل شاہ نے اس کے جواب میں درشت آمیز خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ آج تک تم نے اس قسم کا سلوک نہیں کیا تھا آخر وجہ کیا ہے کہ احمد نگر کے پرانے اور سابق واقعات کو گوشۂ دل سے فراموش کر کے اس طرح کی تحریر مجھے روانہ کی ہے اگر شاہان مندو کے کہنہ چتر اور سراپردہ نے تمھیں مغرور کر دیا ہے تو یہ نشہ بالکل بے کیف ہے اور اگر خطاب شاہی نے دماغ آسمان پر چڑھا دیا ہے تو یہ تعلّی بھی وہم و گمان ہے اس لئے کہ یہ فخر تم سے کہیں زیادہ قابل قدر مجھے حاصل ہے تم نے گجراتیوں کے سردار سے یہ خطاب حاصل کیا اور مجھے ایک سید عالی نسب نبیرۂ شہنشاہ ایران سے شاہی کا مرتبہ عطا کیا ہے لیکن اگر اب بھی تم اپنی حرکتوں سے نادم ہو تو تمھاری سعادت ہے ورنہ میں برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے میدان کارزار میں موجود ہوں باغ نظام کے احاطہ کے باہر قدم رکھو اور عادل شاہی بہادروں کے زور و قوت کا مزا چکھو۔
برہان نظام اپنے ملازمین سے شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردۂ شاہی باہر نکالا جائے اور دوسرے روز خود بھی سفر کے لئے روانہ ہوا اور فتح آباد پور میں جو شاہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا چند روز لشکر جمع ہونے کی وجہ سے قیام کیا اور جب تمام سامان مکمل ہو گیا تو توپخانہ اور آلات حرب کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے سرحد عادل شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خونریز جنگ واقع ہوئی طرفین کے بہادروں نے تلوار اور نیزے سے میدان کارزار کی زمین کو حریف کے خون سے سیراب کر دیا آخر کار لشکر احمد نگر کو شکست ہوئی اس ہولناک معرکہ میں بیجاپور کے خرد سال غریب زادوں نے خوب مردانگی کے جوہر دکھائے اور دشمن کو شکست دی شیخ جعفر معزول دوسرے سلاحداروں کی امداد سے برہان نظام کو معرکۂ کارزار سے سلامت نکال لایا دو تین ہزار باشندگان احمد نگر قتل ہوئے اور توپخانہ اور بے شمار گھوڑے عادل شاہیوں کے قبضہ میں آئے اور برہان نظام کے غرور و تکبر میں بہت کچھ کمی ہو گئی۔
اس واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد سنہ ۹۳۹ ہجری میں عادل شاہی

اور نظام شاہی ارکین دولت نے دونوں بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کرائی اور بڑی گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ نظام شاہ برار کو اور عادل شاہ تلنگانہ کو فتح کر کے دکن کا ملک برابر آپس میں تقسیم کر لیں لیکن اتفاق سے اسمٰعیل عادل نے اسی زمانہ میں وفات پائی اور تمام شرائط کالعدم ہو گئے شاہ طاہر راضی بہ قضائے الٰہی ہوئے اور اپنے اہل و عیال کو وصیت کر کے ان سے رخصت ہوئے اور برہان نظام کی خدمت میں حاضر ہو گئے بادشاہ نے شاہ طاہر کے آنے کی خبر سنی اور خلاف عادت دروازہ تک ان کے استقبال کے لئے آیا۔ بادشاہ نے شاہ طاہر کا ہاتھ پکڑا اور شاہزادہ عبدالقادر کے بالیں پہ لے گیا اور کہا کہ مذہب اثنا عشری کے عقاید کی مجھے تعلیم کر دتا کہ میں اس کی پیروی کروں شاہ طاہر نے اول اس سے گریز کیا اور کہا کہ پہلے حضور حقیقت حال سے مجھے آگاہ فرمائیں اس کے بعد جو کچھ مجھکو معلوم ہے بیان کروں گا برہان شاہ نے جواب دیا کہ مجھ میں صبر کی طاقت نہیں ہے میں پیشتر اس مذہب کو اختیار کر لوں بعد حقیقت حال سے تم کو مطلع کروں شاہ طاہر نے کہا کہ قسم ہے اس خلوص کی جو مجھے بادشاہ کی خدمت میں حاصل ہے جبتک میں اصل واقعہ سے آگاہ نہ ہوں گا محال ہے کہ میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں۔ برہان نظام نے خواب و لحاف کا تمام قصہ شاہ طاہر سے بیان کیا۔ شاہ طاہر نے اطمینان کے ساتھ دوازدہ امام کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے ایک ایک کر کے بیان کئے اور کہا کہ اس مذہب کی خصوصیت اہل بیت کے ساتھ تولا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ تبرا کرنا ہے برہان شاہ نے اسی روز مذہب شیعہ اختیار کیا۔ شاہزادہ حسین اور عبدالقادر اور اس کی والدہ آمنہ بی بی اور دوسرے ذکور و اناث غرض کہ حرم شاہی کے تمام زن و مرد نے مذہب شیعہ اختیار کیا۔ اسی دوران میں آفتاب بلند ہوا اور برہان نظام نے ارادہ کیا کہ ائمۂ اثنا عشر کا خطبہ جاری کر کے خلفائے ثلاثہ کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال ڈالے شاہ طاہر نے اس عجلت سے بادشاہ کو منع کیا اور کہا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ یہ راز فوراً ہی نہ فاش کیا جائے بہتر یہ ہے کہ پہلے ہر مذہب کے علماء جمع کئے جائیں اور بادشاہ ان سے فرمائے کہ میں مذہب حق کا طلبگار ہوں تم سب اتفاق کر کے ایک مذہب اختیار کرو

تاکہ میں بھی اسی عقیدہ کی پابندی کر کے دوسرے مذاہب سے پرہیز کروں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کے قول پر عمل کیا اور ملا پیر محمد استاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی اور دوسرے علمائے مذہب کو جو احمد نگر میں موجود تھے جمع کیا ہر روز قلعہ کے اندر شاہ طاہر کے مدرسہ میں مجمع ہوتا اور علماء ایک دوسرے سے بحث و مباحثہ میں مشغول ہوتے اور ہر ایک کوشش کرتا کہ اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل بیان کر کے حریف کے مذہب کو رد کرے برہان شاہ خود بھی اکثر اس مجلس میں حاضر ہوتا اور چونکہ اکثر مسائل سے بے بہرہ تھا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ چھ مہینے اسی طرح گزرے اور برہان شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے جب کسی مذہب کی بھی حقیقت اور اس کی ترجیح دلایل سے روشن نہیں ہوتی اور ہر شخص اپنے مذہب کو بہترین کہتا ہے تو اب میں کس طریقہ کو اختیار کروں اگر ان کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی ہو تو مجھ سے بیان کرو تاکہ میں حق و باطل میں تمیز کر سکوں شاہ طاہر نے کہا کہ ایک مشرب اور ہے جسے اثنا عشری کہتے ہیں اگر حکم شاہی ہو تو میں اس مذہب کی کتابیں بھی بادشاہ کے سامنے پیش کروں برہان شاہ نے اس کا حکم دیا اور اس مذہب کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بڑی تلاش کے بعد شاہی دربار میں لے آئے یہ شخص چاروں مذہبوں کے علما سے مناظرہ میں مشغول ہوا شاہ طاہر اس کی تائید اور مدد کرتے تھے جب علمائے اہل سنت کو معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو سبھوں نے اتفاق کر کے مخالفانہ بحث شروع کی اکثر ایسا ہوتا کہ شاہ طاہر کے مقابلہ میں لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے تھے برہان شاہ نے جب دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے مقابلہ میں عاجز ہو گئے تو بادشاہ نے شاہزادہ عبدالقادر کی علالت کا واقعہ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اور لحاف کا قصہ مفصل بیان کیا۔ اکثر علمائے مجلس مقربان شاہی ہندی ترکی اور حبشی غلام اور امیر و منصب دار سلحدار اور شاگرد پیشہ و جاروب کش و فراش غرضکہ تقریباً تین ہزار آدمیوں نے مذہب اثنا عشری اختیار کیا بادشاہ نے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے اسمائے مبارک خطبہ سے نکال ڈالے اور ائمہ اہل بیت کا خطبہ ملک میں جاری کیا چھتر سفید جو سلطان بہادر گجراتی سے ملا تھا اسکا رنگ سبز کر دیا گیا اور سب کے سب شیعی ہو گئے۔ ملا پیر محمد استاد اور بعض دیگر علما نے

جب صورت واقعہ کو اس طرح دیکھا تو غصہ ہوئے اور مجلس شاہی سے باہر چلے گئے
شہر میں ایک عجیب شور و غوغا بلند ہوا امیروں اور منصب داروں کا ایک گروہ
رات کے وقت ملا پیر محمد کے مکان پر گیا اور اس سے کہا کہ اس بلائے بے درماں
سید کو تو کہاں سے لے آیا ہے یہ شخص علوم غریبہ سے خبردار ہے اس نے ہمارے
مالک پر سحر کر دیا اور افسوں کے ذریعہ سے ہماری زبان بند کر دی اب اس
بلا سے نجات پانے کی کیا تدبیر ہے بعضوں نے رائے دی کہ شاہ طاہر کو قتل کرنا
چاہیئے ملا پیر محمد نے جواب دیا کہ جب تک برہان شاہ زندہ ہے یہ صورت ممکن نہیں
ہے بہتر یہ ہے کہ ہم پہلے برہان شاہ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہزادہ عبدالقادر
کو بادشاہ بنائیں اس کے بعد شاہ طاہر کو خلقت کی عبرت کے لئے تہ تیغ کریں مختصر یہ کہ احمد نگر
بھی بیجاپور ثانی ہو گیا اور یوسف عادل شاہ کی طرح برہان شاہ پر بھی خلقت کا ہجوم
ہوا ملا پیر محمد کے ساتھ بارہ ہزار سوار اور پیادے دروازۂ قلعہ کے سامنے اور
کالے چبوترے کے نزدیک جمع ہوئے اور محاصرہ کے ارادہ سے صفیں درست کیں
ان لوگوں نے شاہ طاہر اور اس کے فرزندوں کو نگہبانوں کے سپرد کیا اور ایک
عظیم فتنہ برپا ہوا۔ برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ
قلعہ کا دروازہ بند کر دیا جائے اور لوگ برج و بارہ پر چڑھ کر توپ سے دشمنوں کو
دفع کریں جب فتنہ زیادہ برپا ہوا تو بادشاہ نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے
دریافت کیا کہ اس ہنگامہ کا کیا نتیجہ ہو گا شاہ طاہر علم رمل میں ملا شمس الدین جعفری کے
شاگرد تھے فوراً انھوں نے قرعہ ڈالا اور یہ حکم لگایا کہ قلعہ کا دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ
کرنا چاہیئے اسی وقت یہ لوگ پسپا اور پریشان ہو جائینگے اور فتح بادشاہ کو ہوگی۔
برہان شاہ بلا تاخیر امیروں اور چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ پانچ ہاتھی
اور چتر سبز و علم کو ہمراہ لے کر قلعہ سے باہر آیا شاہ طاہر نے ایک مشت خاک پر
آیت قرآن کو دم کر کے دشمن کی طرف پھینکدیا اور تواچیوں کا ایک گروہ روانہ
کیا گیا تاکہ دشمن کے قریب جا کر بلند آواز سے ندا کرے کہ جو شخص بادشاہ کا دولتخواہ ہے
وہ اس چتر و علم کے نیچے آجائے اور جو حرام خوار ہے وہ ملا پیر محمد کا ساتھ دیکر قہر
سلطانی میں گرفتار ہونیکا انتظار کرے۔ تواچیوں نے اس پر عمل کیا اور ایک

لیکن امرا اور افسران فوج نے امان مانگی اور بادشاہ کے ساتھ ہوگئے ملا پیر محمد مع چند ہمراہیوں کے اپنے مکان واپس گیا برہان شاہ نے ملک احمد تبریزی کو جو مقرب امیر تھا مرزا جہاں شاہ کے ایک فرزند خواجگی محمود کے ساتھ ملا پیر محمد کے گرفتار کرنے کے لئے مقرر کیا۔ ملا بادشاہ کے سامنے لایا گیا اور برہان نظام نے اس کے قتل کا حکم دیا شاہ طاہر نے اس کے قدیمی حقوق کا لحاظ کرکے بادشاہ سے پیر محمد کی سفارش کی برہان نظام نے اگرچہ پیر محمد کو قتل نہیں کیا لیکن ایک قلعہ میں قید کر دیا اور پھر شاہ طاہر کی درخواست پر چار سال کے بعد اسے قید سے نجات دی اور مثل سابق کے اسے عہدۂ وزارت عطا کیا جس مقام پر برہان نظام نے خواب دیکھا تھا وہاں ایک عالی شان عمارت تعمیر اور بغداد کے نام سے موسوم کی جس جگہ کہ شاہ طاہر کا مدرسہ تھا وہاں حسین نظام نے اپنے عہد میں ایک پختہ مسجد کی بنا ڈالی جو مرتضیٰ نظام کے ابتدائی عہد میں قاضی بیگ طہرانی کے اہتمام میں تیار ہوئی۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ برہان نظام کا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کرنا بالکل شاہ طہماسپ شاہ کے خواب سے مشابہ ہے شاہ طہماسپ شاہ بادشاہ ایران و توران کے شیعی ہونیکا واقعہ اس طرح مرقوم ہے کہ اس نے اسلام لانیکے بعد حضرت رسالت پناہ کو دو مرتبہ خواب میں دیکھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہر مرتبہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو موجود پایا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ فرمایا کہ میرے اہل بیت سے خلوص اور محبت رکھو اور ان کی پیروی کرکے ان کو عزیز اور بزرگ سمجھو۔ ان خوابوں کی بنا پر شاہ طہماسپ شاہ نے اہل بیت کی محبت دل پر نقش کی اور کربلا و نجف کے سادات و نقبا و دیگر اہل شیعہ کو اپنا مقرب بارگاہ بنا کر ہر ایک کو عہدہ و مناصب پر فائز کیا۔ بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ شاہ طہماسپ شاہ اکثر اوقات کہا کرتا تھا کہ مجھے اصحاب کبار کی بزرگی اور ان کی افضلیت سے انکار نہیں ہے بلکہ میں اس کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں لیکن چونکہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ اور ان کے گیارہ فرزندوں کی محبت کی مجھے تاکید کی ہے اس لئے ان بزرگوں سے ساتھ میں زیادہ خلوص رکھتا ہوں۔ شاہ طہماسپ خاں نے محبت اہل بیت

کی بنا پر مرتے وقت اپنے بھائی الچا ہتو سلطان کو جو سلطان محمد خدا بندہ کے نام سے مشہور ہے محبت اہل بیت کی وصیت کی اس بادشاہ نے بھائی پر بھی سبقت کی اور بالکل مذہب شیعہ اختیار کر لیا اصحاب کبار کے اسمائے گرامی خطبہ سے خارج کر کے دوازدہ امام کے نام کا خطبہ جاری کیا (مولف فرشتہ کو سخت حیرت ہے کہ اگر مذہب امامیہ حق ہے تو دوسرے مذاہب کا کیا حال ہوگا اور اگر یہ مذہب باطل ہے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مذہب کی ترویج کے بارے میں نصیحت فرمانا کن امور پر محمول ہے مجھے امید ہے کہ عالی فہم ناظرین جب اس جگہ پہونچیں تو اس واقعہ کو سرسری طور پر دیکھ کر نظر انداز نہ فرمائیں مورخ کے نزدیک اس پر غور و فکر کرنا ضروری ہے لیکن اس فقیر کے خیال میں اس قسم کے تمام افسانے حقیقت واقعی کے خلاف ہیں جو کتب تاریخ میں غلط مندرج کر دیئے گئے ہیں۔)

مختصر یہ کہ برہان نظام نے اس مذہب کی ترویج میں پوری کوشش کی اور اہل سنت کے تمام وظائف شیعوں کو عطا ہوئے اور قلعۂ احمد نگر کے مقابلہ میں ایک چار دیواری پختہ بنوا کر ایک عمارت مدرسہ کے مانند تعمیر کرائی اور اسے لنگر خانہ دوازدہ امام کے نام سے موسوم کیا اور قصبے جونپور دسنور واسبا پور اور چند دوسرے مواضعات ان کے خرچ کے لئے وقف کئے ہر روز چاشت کے وقت آش پکتی اور شیعوں کو تقسیم کی جاتی تھی شاہ طاہر نے اپنی ساری کوشش نظام شاہی خاندان کی بہبودی اور اس کی بہی خواہی میں صرف کی اور اسباب کی تدبیریں اختیار کیں کہ خاندان رسالت کے محب تمام اطراف عالم سے احمد نگر میں جمع ہو جائیں شاہ طاہر نے خزانۂ شاہی سے روپیہ حاصل کیا اور عراق و خراسان فارس و روم و گجرات اور آگرہ میں رقوم روانہ کیں اور علما اور فضلائے شیعہ سے احمد نگر آنے کی استدعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قلیل زمانہ میں شہر میں علما فضلا کا مجمع ہو گیا۔ اسمٰعیل صفوی خواجہ معین صاعدی کے ہمراہ احمد نگر آئے یہ صاحب عرصہ تک شیراز میں حکومت کر کے گجرات آئے اور نواح گجرات میں مقیم تھے شاہ طاہر نے بارہ ہزار ہون بادشاہ کی طرف سے خرچ راہ ان کے لئے روانہ کئے اور شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں طلب کر کے ان کو بادشاہ کا مقرب بنایا اسی طرح شاہ جعفر برادر شاہ طاہر اور ملا محمد نیشاپوری ملا علی گل استرآبادی۔ ملا رستم جرجانی۔

ملا علی مازندرانی ایوب ابو البرکات ملا عزیز اللہ گیلانی ملا محمد امامی استر آبادی اور دیگر فضلا اور اکابر نے دکن کا رخ کیا اور احمد نگر رشک ارم بن گیا۔
سید حسن مدنی جو مدینہ کے مشہور متقی تھے بادشاہ کے داماد بنائے گئے اور عمدہ پرگنات اُن کو جاگیر میں عطا ہوئے ایک کثیر رقم کربلا اور نجف روانہ کی گئی اور وہاں کے محتاجوں اور فقیروں اور زائروں کو تقسیم کی گئی اس انقلاب مذہبی نے یہ رنگ دکھایا کہ احمد نگر کے جاہل خلفائے راشدین کے حضور میں بے ادبیاں کرنے لگے اور سلطان محمود گجراتی میران مبارک فاروقی۔ ابراہیم عادل شاہ اور عماد الملک نے باہم یہ فیصلہ کیا کہ احمد نگر کو فتح کر کے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ برہان شاہ کو اس لشکر کشی کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک آفاقی مسمی راستی خاں کو بطور قاصد مع ایک عرضداشت کے ہمایوں بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور اس میں اظہار خلوص اور عقیدت کے بعد بادشاہ سے گجرات پر حملہ کرنے کی درخواست کی لیکن چونکہ اُس زمانے میں شیر شاہ کا ہنگامہ برپا ہو گیا اس معروضہ سے کچھ کار برآری نہ ہوئی اور راستی خاں بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا۔ برہان شاہ نے سلطان گجرات و برہان پور کو تحائف و ہدیے ارسال کئے اور بیحد تواضع اور فروتنی کا اظہار کر کے اُن کو اپنا بہی خواہ بنایا۔ اس واقعہ کے بعد برہان نظام نے ابراہیم عادل کے موقوف کردہ غیر ملکی تیر اندازوں کو اپنی سرکار میں ملازمت دی اور اُن کو عمدہ جاگیریں عطا کر کے اُن کی قوت اور مدد سے بیجاپور پر لشکر کشی کی ایک خونریز لڑائی کے بعد برہان شاہ کو غلبہ ہوا اور عادل شاہی توپوں اور بسوہا قصبوں پر قبضہ کر کے کامیاب اور صحیح و سالم احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام اس فتح سے بیحد مشہور و معروف ہوا اور تین یا چار برس کے عرصے میں تین معرکہ آرائیاں ان دونوں فرماں رواؤں میں ہوئیں اگرچہ ان لڑائیوں کی تفصیل میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی لیکن یہ ضرور ہے کہ ان معرکوں میں ہر دفعہ برہان نظام کو فتح ہوئی۔
سنہ ۹۴۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ اور بیجاپور کے ایک نامی امیر اسد خان بلگوانی کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی برہان نظام نے امیر برید کے ساتھ بیجاپور پر حملہ کیا اور یہ مشہور کیا کہ اتحاد مذہب کی وجہ سے نظام شاہ کو اسد خان نے اسی نواح میں طلب کیا ہے تاکہ بلگوان کا قلعہ نظام شاہی فرماں روا کے سپرد کرے۔ ابراہیم عادل

اس شہر سے بیحد پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام حوالی شولاپور میں پہونچا اور رحمن خاں کے پانچ پٹوں پر قبضہ کرکے پرگنات کو خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ برہان نظام نے بلگوان کا رخ کیا اور صرچ، کلہر اور مان و یاس کو تباہ و تاراج کرکے ان شہروں سے آبادی کا نام و نشان تک مٹا دیا اسد خاں جو فلرلا عجمرے کے مشہور ہو جانے سے بلگوان میں مقیم اور ابراہیم عادل کی ملازمت حاصل کرنے سے قاصر تھا چھ ہزار سوار دل کی جمعیت سے برہان نظام سے جا ملا۔ برہان شاہ نے تقدیر کو موافق تدبیر پاکر بیجاپور کا رخ کیا عادل شاہ چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا دریائے بہورا کو عبور کرکے حسن آباد گلبرگہ چلا گیا۔ برہان نظام بیجاپور پہونچا اور چند روز شہر کا محاصرہ کیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ اس محاصرہ سے کار برآری نہ ہوگی تو عادل شاہ کے تعاقب میں گلبرگہ روانہ ہوا۔ اسد خاں جیساکہ اپنی جگہ مذکور ہوا عماد الملک کے وسیلہ سے اہل بیجاپور کی امداد کے لئے آیا تھا۔

برہان شاہ نے مقابلہ میں کوئی خوبی نہ دیکھی اور امیر برید کے ہمراہ اپنے ملک کو واپس گیا اور حریف نے تعاقب کرکے احمد نگر تک اکثر پرگنوں اور قصبوں کو خراب و تباہ کیا۔ برہان اور امیر برید یہاں قیام نہ کرسکے اور دولت آباد روانہ ہوگئے اتفاق سے امیر برید نے اپنی اجل طبعی سے وفات پائی اور نظام شاہ نے پریشان ہوکر شاہ طاہر قاسم بیگ اور مخدوم خواجہ جہاں کے مشورہ سے پانچ پٹے جن پر اس یورش میں قبضہ کرلیا تھا عادل شاہ کو واپس کئے۔

سنہ ۹۵۰ ہجری میں سلطان قطب شاہ تلنگانہ کا بادشاہ ہوا۔ برہان شاہ نے جلوس کی مبارکباد کے لئے شاہ طاہر کو گولکنڈہ روانہ کیا قطب شاہ نے شکار کا بہانہ کیا اور اس تالاب پر جو احمد نگر کے سرراہ اور گولکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے شاہ طاہر سے ملاقات کی قطب شاہ سید طاہر سے اس طرح پیش آیا جیساکہ مرید اپنے مرشد کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور شاہ صاحب کو گولکنڈہ لے گیا اسی دوران میں برہان شاہ نے عہد شکنی کرکے راجہ رام راج و قطب شاہ کو عادل شاہی سرحدی پرگنات پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ شاہ طاہر کے گولکنڈہ سے

واپس آنے کے بعد نظام شاہ خود بھی شولاپور روانہ ہوا۔ عادل شاہ نے دیکھا کہ اس پر
ہر چہار جانب سے یورش ہو رہی ہے ابراہیم عادل نے پانچ پیتے نظام شاہ کو
واپس کیے اور رامراج کو بھی جس طرح ممکن ہوا اپنے سے راضی کیا۔ اسی دوران
میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے سنا کہ برہان شاہ نے مذہب امامیہ اختیار کیا ہے
بادشاہ ایران نے آقا سلیمان طہرانی المشہور بہ مہتر جمال کو جو بادشاہ کا چراغچی باشی تھا
مذہبی مبارکباد کے لئے احمد نگر روانہ کیا۔ شاہ اسمٰعیل نے ایک ترکی غلام شاہ قلی
نام کو ایک عدد زمرد جو ہمایوں بادشاہ سے حاصل ہوا تھا اور ایک قطعۂ زمرد جس پر
مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحائف وپیش کش کے برہان شاہ کی بارگاہ میں
روانہ کیا۔ شاہ اسمٰعیل صفوی نے علاوہ ان ہدیوں کے ایک عدد عقیق کی انگوٹھی
بھی روانہ کی جس پر التوفیق من اللہ کندہ تھا انگشتری عرصہ تک خود بادشاہ ایران
کے ہاتھ میں رہی تھی۔ مہتر جمال احمد نگر پہنچا اور بادشاہ ایران کا نامہ اور تحائف و
ہدیے برہان شاہ کی خدمت میں پیش کیے برہان نظام نے ابتداءً تو مہتر جمال کی
بیحد تعظیم وتکریم کی لیکن آخر میں جب اس قاصد نے محفل شاہی میں بیباکانہ
گفتگو اور نیز شاہ طاہر کے ساتھ بے ادبی شروع کی اور وحشت آمیز باتیں کرنا
شروع کیں تو برہان نظام نے مہتر جمال کی حاضری دربار میں بہت کم کردی اور
ریسا قاصد سے ناراض ہوا کہ شاہ ایران کے مرسولہ تحائف کے جواب میں
کوئی چیز خود نہ روانہ کی۔ شاہ طاہر اس امر سے بیحد پریشان ہوئے اور اپنے
فرزند اکبر شاہ حیدر کو جو صاحب فضل وکمال بزرگ تھے ہندوستان سے خطوط و
تحائف کے ہمراہ ایران روانہ کیا۔

اس زمانہ میں برہان نظام شاہ نے رامراج کی مدد سے قلعۂ گلبرگہ کی
تسخیر کا ارادہ کیا اور آذرجان کے قصبہ کے قریب جو گلبرگہ کے مضافات میں واقع
ہے افواج عادل شاہی کا مقابلہ کیا بڑی خونریز اور شدید لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ
میں پہلے تو عادل شاہی افواج کے میمنہ ومیسرہ کو شکست ہوئی اور سپاہی بدحال
معرکۂ جنگ سے فراری ہوئے لیکن آخر میں جبکہ خود عادل شاہ نے کمین گاہ سے
نکل کر نظام شاہیوں پر جو تاخت وتاراج میں مشغول تھے حملہ کیا تو نظام شاہی فوج

مغلوب ہوئی اور سارا لشکر چتر و علم فیل و توپخانہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی جانب فراری ہو گئے۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس روانہ کیا اور اس کو اپنا بہی خواہ بنانے کا ارادہ کیا علی برید نے اپنے باپ کی روش کے خلاف عادل شاہ سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ علاوہ اس کے علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے ایک مذہبی مسئلہ دریافت کر کے کچھ بے ادبانہ گفتگو بھی کی شاہ طاہر بے نیل مرام احمد نگر واپس آئے اور برہان شاہ بریدیوں کے سلوک سے بیحد آزردہ ہوا اور اس انتقام کی غرض سے سفر کا ساز و سامان درست کرنے لگا نظام شاہ نے علی برید کے مقبوضہ قلعوں کا رخ کیا اور سب سے پہلے قلعۂ اوسہ کا محاصرہ کر کے اہل حصار کو پریشان کیا علی برید نے کلیان کا قلعہ پیش کر کے عادل شاہ کو اپنا مددگار بنایا۔ عادل شاہ نے بیجاپور سے کوچ کیا اور علی برید اس کے ہمراہ ہوا برہان شاہ نے حریف کا مقابلہ کیا اور قلعۂ اوسہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر جنگ ہوئی نظام شاہ نے حریف کو پسپا کر کے میدان سے بھگا دیا اور پھر حصار کو گھیر لیا۔ برہان شاہ نے تھوڑے ہی زمانہ میں عہد و پیمان کے ذریعہ سے قلعہ کو فتح کر لیا۔ اوسہ کے بعد برہان شاہ اودگیر روانہ ہوا اور اس قلعہ کو بھی سر کر کے حصار قندھار کا رخ کیا۔ اس قلعہ کے دوران محاصرہ میں ابراہیم عادل و علی برید نے ایک مرتبہ پھر معرکہ آرائی کی لیکن برہان نظام سے شکست کھائی اور بے شمار اسپ و فیل اہل احمد نگر کے قبضہ میں آئے۔

۹۵۵ھ ہجری میں برہان شاہ قلعۂ قندھار کو بھی فتح کر کے احمد نگر واپس آیا ابراہیم عادل کے ارکین دولت نے نظام شاہ کو لکھا کہ رعایائے بیجانگر بادشاہ کے ظلم و جور سے تنگ آگئی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ عبد اللہ کو جو اس زمانہ میں بندر گووہ میں مقیم ہے شہر میں بلا کر اپنا بادشاہ بنائے لیکن یہ کام بغیر آپ کی مدد کے ممکن نہیں ہے برہان شاہ کو اچھا موقع ملا اور قطب شاہ کے ہمراہ مملکت عادل شاہی کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسد خاں قلعۂ بلگوان میں علیل ہوا اور برہان شاہ نے اپنے اصل مقصد کو التوا میں ڈال کر حصار بلگوان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا اسد خاں نے چند ہی روز میں وفات پائی اور قلعہ پر

ابراہیم عادل کا قبضہ ہو گیا برہان شاہ احمد نگر واپس آیا اور بادشاہ کی واپسی کے بعد فوراً ہی شاہ طاہر نے کچھ دنوں علیل رہکر ۹۵۶ہجری میں وفات پائی اہل احمد نگر نے بیحد غم و اندوہ کے ساتھ شاہ طاہر کو اولاً احمد نگر میں دفن کیا لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد ان کی لاش کربلائے معلی بھیجدی گئی اور شاہ صاحب جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گنبد مبارک میں قبر شریف سے ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر پیوند خاک کئے گئے۔

شاہ طاہر نے تین دختر اور چار فرزند یادگار چھوڑے شاہ صاحب کے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ شاہ حیدر۔ شاہ رفیع الدین حسین۔ شاہ ابوالحسن۔ شاہ ابوطالب۔ ان چہار فرزندوں میں شاہ حیدر عراق میں پیدا ہوئے اور بقیہ فرزند ہندی نژاد ہیں۔ شاہ حیدر جو اپنے باپ کی وفات کے وقت بادشاہ ایران شاہ طہماسپ کے دربار میں موجود تھے شاہ طاہر کی وصیت کے موافق ایران سے ہندوستان آکر باپ کے قائم مقام ہوئے۔

شاہ طاہر کی وفات کے بعد برہان شاہ نے قاسم بیگ حکیم اور دیپال رائو کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ برہان نظام نے عماد شاہ کو بعض وجوہات کی بنا پر عادل شاہ سے برگشتہ کر دیا اور خواجہ جہاں کے ہمراہ قلعۂ کلیان پر لشکر کشی کی۔ برہان نظام نے حصار کے گرد کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو بیحد پریشان کیا۔ ابراہیم عادل نے بیشتر امرائے برکی کو روانہ کیا اور ان کے عقب میں خود بھی روانہ ہوا۔ برکی امیروں نے سر راہ قیام کیا اور حریف کو غلہ اور آذوقہ کی بیحد تکلیف ہونے لگی یہ امیر کبھی کبھی بطریق قزاقی دشمن کے لشکر کو جاتے اور کبھی حریف پر شبخون مارتے اور ان کو آرام سے سونے نہ دیتے تھے برہان نظام نے حکم دیا کہ لشکر کے گرد تین گز اور بعض مقامات پر چار گز کا حصار کھینچا جائے جس کی وجہ سے کلیان کا قلعہ ایک جدید حصار کے اندر آگیا ابراہیم عادل بھی حصار کے قریب پہنچا اور برہان نظام کے پہلو میں مقیم ہوا عادل شاہ نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھنچوایا چونکہ رمضان کا مہینہ آگیا اور غلہ اور آذوقہ اور نیز دیگر احتیاج احمد نگر کے لشکر میں نہ پہنچ سکیں اور لوگ دو تین روز کے فاقہ سے روزہ رکھنے لگے برہان شاہ ان واقعات سے بیحد پریشان ہوا اور اس نے اپنے اراکین دولت سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم واپس جائیں اور بعضوں نے

جواب دیا کہ دیوار کے اندر سے داخل ہو کر حریف سے جنگ آزمائی کرنا چاہیئے اگر ہم کو
فتح ہو تو دوبارہ قلعہ کا محاصرہ کریں اور اسے تھوڑے زمانہ میں فتح کر لیں اور اگر شکست
ہو جائے تو اپنے ملک کو واپس ہوں برہان شاہ نے کہا کہ ہمارے گھوڑے بہت
خستہ ہو گئے ہیں اور ان میں معرکہ آرائی کی طاقت باقی نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم
بساط جنگ کو الٹ کر احمد نگر کی راہ لیں اور پھر کسی موقع سے اس ملک پر لشکر کشی کریں
شاہ طاہر کے بھائی شاہ جعفر اور قاسم بیگ حکیم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا
کہ ہم بار ہا دشمن پر غالب آ چکے ہیں اگر اس مرتبہ ہم کو شکست ہو جائے تو مضائقہ نہیں
ہے برہان شاہ خاموش ہو رہا اور دربار برخاست کر کے گھوڑے پر سوار ہوا اور
تنہا دیوپال برہمن کے پاس گیا اور اس سے مشورہ کیا دیوپال رائے نے جواب دیا
کہ کل عید کا روز ہے میں صبح کو اس کا جواب عرض کروں گا لیکن بادشاہ خزانچی کو حکم
دیدیں کہ جو کچھ میں طلب کروں بلا کسی خیال کے میرے حوالہ کرے اور میرے حکم کی
تعمیل میں پس و پیش نہ کرے برہان شاہ کو دیوپال کے اوپر پورا اعتماد تھا نظام شاہ
نے اس کی رائے کے موافق احکام صادر کئے دیوپال نے اس رات ایک لاکھ ہون
خزانۂ شاہی سے حاصل کئے اور نظام شاہی دربار کے سب سے بڑے امیر عین الملک
کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ صورت حال کی تم کو خود خبر ہے بغیر جنگ آزمائی کے
محاصرہ سے ہاتھ اٹھا کر اپنے ملک کو واپس جانا ہزاروں خرابیوں کا باعث ہے کسی کے
ساتھ اس پریشانی کے عالم میں دل شکستہ لشکر کو ساتھ لے کر بادشاہ کے ہمراہ صف آرائی
کرنا بھی دشوار ہے اب اس معاملہ میں تم نے کیا تدبیر سوچی ہے اور تمہارا کیا ارادہ ہے
عین الملک نے کہا کہ ہم لوگ اہل سیف ہیں سیاست کاردانی سے ہم کو سروکار نہیں
ہے تم جو کچھ مناسب ہو عمل کرو دیوپال رائے نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ عید کے
دن صبح کو اپنا لشکر آراستہ کرو اور حریف پر حملہ آور ہو ظاہر ہے دشمن کی فوج کا ہر فرد سامان
عید میں مشغول اور ہم سے بالکل غافل ہو گا امید ہے کہ اس طرح ہم حریف کو پامال
کر سکیں گے۔ عین الملک نے دیوپال کی رائے سے اتفاق کیا۔ دیوپال رائے نے
رقم مذکور عین الملک کے حوالہ کی اور کہا عید کے اخراجات کے بہانہ سے یہ رقم سپاہیوں کو
تقسیم کر دو۔ عین الملک نے عید کا چاند دیکھتے ہی رقم مذکورہ امیروں اور سپاہیوں میں

تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح تڑکے بادشاہ کے سلام کے لئے مستعد رہیں صبح کو یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہی فوج عید منانے میں مصروف ہے اور کسی کو بھی دشمن کا خیال باقی نہیں ہے عین الملک اپنے لشکر کے حصار میں رخنہ کرکے باہر نکلا اور دشمن کے قریب پہنچکر فیلان کوہ پیکر کے صدمہ سے ان کے لشکر کے گرد کی دیوار چیالیس گز گرادی اور اطمینان کے ساتھ حصار کے اندر داخل ہوکر قتل و غارتگری میں مشغول ہوا۔ عادل شاہی فوج بالکل غافل تھی ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی عادل شاہ اس وقت غسل کر رہا تھا اس ہنگامہ میں ان کو کپڑے بدلنے کا موقع بھی نہ ملا اور جلد سے جلد اس معرکہ سے علیحدہ ہوکر ایک گوشہ میں آیا۔ عادل شاہی چتر و علم اور بے شمار گھوڑے اور ہاتھی نظام شاہی قبضہ میں آگئے اور اذرجان کی شکست کی تلافی ہوئی اسی دوران میں معلوم ہوا کہ ایک گروہ سیف الملک کی طرف سے مبارکباد عرض کرنے کے لئے آیا ہے برہان کو حقیقت حال سے اطلاع نہ تھی اسی وقت سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے کھڑے ہوکر قسم کھائی کہ اہالی قلعہ اگر آج حصار میرے سپرد نہ کرینگے تو قلعہ کو جبر و قہر سے سر کرکے حصار میں آگ لگا دوں گا اور تمام زن و مرد کو جلاکر خاک سیاہ کر ڈالوں گا یہ خبر اہل قلعہ کو معلوم ہوئی اور انھوں نے حصار نظام شاہ کے سپرد کر دیا۔

عادل شاہ نے معرکۂ جنگ سے کوچ کرکے نظام شاہی ممالک کا رخ کیا اور بیڑ و دیگر پرگنات کو تباہ کرکے قلعہ پرندہ پر دھاوا کیا اہل قلعہ بے خبر اور حصار کے دروازہ کشادہ تھے سپاہی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے بلا تکلف قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ خواجہ جہاں کے اکثر سپاہی قتل کئے گئے عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کرکے حصار اپنے ایک معتمد اور دکنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آیا۔ نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور قلعۂ کلیان اپنے ایک امیر کے حوالہ کرکے جلد سے جلد پرندہ پہنچا برہان نظام قلعۂ مذکور سے دو منزل کے فاصلہ پر پہنچا اور رکھا تھا دار رات کے وقت جھیرکی آواز کو صدائے نفیر سمجھا اور پریشان ہوکر پلنگ پر سے اٹھا اور قلعہ کا دروازہ کھول کر فراری ہوگیا باقی سپاہی بھی بد دل ہوکر حصار سے نکل گئے نظام شاہ دو روز کے بعد قلعہ میں پہنچا اور حصار کو خالی پایا۔ برہان نظام نے قلعہ خواجہ جہاں کے سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا۔ برہان نظام نے اسی زمانہ میں راہراج بیجانگر سے

دوستی بڑھائی اور خیل وحشم کے ساتھ عادل شاہی مملکت سے گزرتا ہوا قلعۂ شولاپور کے نواح میں پہنچا اور راجہ سے ملاقات کی۔ برہان شاہ نے راجہ سے یہ طے کیا کہ رامراج قلعۂ رائچور اور مدگل پر اور خود برہان نظام قلعۂ شولاپور پر قبضہ کرے۔ اس قرار داد کے موافق رامراج نے رائچور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولاپور کا محاصرہ کرلیا۔ برہان شاہ نے شولاپور کے حصار کو فتح کرکے راجہ کی امداد کے لئے رائچور کا رخ کیا صحیح روایت یہ ہے کہ چند روز کے بعد برہان نظام نے تنکناوری سے کہا کہ اب موسم برشکال قریب آگیا ہے ہم کو اور رامراج کو اس قلعہ کے محاصرہ میں زمانہ بسر کرنا تضیع اوقات ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میں شولاپور پہنچکر حصار شولاپور کا پھر محاصرہ کرلوں تاکہ دونوں حصار ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں تنکناوری نے رامراج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لی اور برہان نظام رامراج کی فوج کا ایک حصہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوا قلعہ شولاپور پتھر اور چونہ سے سطح زمین پر تعمیر کردیا گیا ہے برہان شاہ نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور رومی خاں کی کوشش سے جو دراصل محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا تین ماہ کے عرصہ میں توپوں کی ضرب سے حصار کو سر کرلیا۔

برہان نظام نے ارادہ کیا کہ گلبرگہ جاکر وہاں کے حصار کو بھی فتح کرے اسی دوران میں توپ کی ضرب سے دیوار حصار میں تین گز سوراخ کرکے اس قلعہ کو بھی فتح کرلیا برہان نظام کو معلوم ہوا کہ رامراج رائچور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کرکے بیجانگر واپس گیا ہے برہان شاہ نے اس سال گلبرگہ کی مہم کو ملتوی رکھا اور احمد نگر واپس آیا۔ رومی خاں نے جو دراصل شاہ طاہر کا دست گرفتہ تھا برق اساضربزن حصار شولاپور کے مقابلہ میں نصب کرکے قلعہ کے برج و بارہ کو زمین کے برابر کردیا۔ ہر روز اس حصار میں رخنہ پیدا ہوتا تھا یہاں تک کہ دیوار میں سپاہیوں کے داخل ہونے کے قابل راستہ ہوگیا۔ برہان شاہ اس خیال سے کہ کہیں راجہ رامراج رائچور پر قبضہ کرکے اپنے ملک کو واپس نہ جائے شولاپور کی تسخیر میں جلدی کر رہا تھا۔ برہان نظام سے ہندوؤں کے ایک گروہ نے جو رومی خاں کا ہم پیشہ تھا عرض کیا کہ حصار کی تسخیر میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کا سبب خود رومی خاں ہے اگر یہ چاہے تو قلعہ جلد سے جلد فتح ہو سکتا ہے۔ برہان نظام کو غصہ آیا اور اس نے ارادہ کیا کہ رومی خاں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے ارکان دولت اور اعیان حضرت نے سفارش کی اور رومی خاں نے اقرار کیا کہ دس روز میں دیوار حصار کو خاک کے

برابر کروں گا رومی خاں نے اپنا کام شروع کیا اور اس میں شبہ نہیں کہ حصار کو فتح کرنے میں اس نے اعجاز سے کام لیا اور اپنے وعدہ سے پیشتر ہی قلعہ کو خاک کے برابر کر دیا نظام شاہی فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور انھوں نے حصار کو فتح کر کے بادشاہ کو خوش کیا برہان نظام نے قلعہ کو از سر نو تعمیر کرایا اور رومی خاں کو شاہانہ نوازش سے سرفراز کر کے اپنے اسپ خاصہ پر سوار کرایا اور شاہزادہ حسین کو حکم دیا کہ بارہ قدم اس کی رکاب کے ساتھ پیادہ پا چلے اور اسی مہربانی کی وجہ سے رامراج کا معرکہ بھی جیسا کہ مذکور ہوگا رومی خاں کی کوشش سے سر ہوا۔

سنہ ۹۶۰ ہجری میں برہان نظام نے دوبارہ عادل شاہی ملک فتح کرنیکا ارادہ کر کے رامراج سے یہ طے کیا کہ قلعۂ ساغر اور راہنکر پر رامراج اور بیجاپور اور گلبرگہ پر نظام شاہ قبضہ کرے۔

سنہ ۹۶۱ ہجری میں برہان شاہ رامراج کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہوا عادل شاہ مقابلہ نہ کر سکا اور پنالہ چلا گیا برہان شاہ نے قلعۂ بیجاپور کا محاصرہ کیا قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو کر برہان شاہ علیل ہوا اور قاسم بیگ حکیم کی رائے سے احمد نگر واپس آیا اور اسی مرض میں دنیا سے کوچ کر گیا برہان شاہ اپنے باپ کے پہلو میں باغ روضہ میں دفن کر دیا گیا تھوڑے زمانہ کے بعد احمد نظام و برہان شاہ کے تابوت کربلائے معلےٰ روانہ کیئے گئے اور حضرت شہید کربلا کے گنبد مبارک سے باہر ایک گز کے فاصلہ پر دفن کر دیئے گئے۔

اسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی نے وفات پائی مورخ فرشتہ کے والد مولانا غلام علی نے ان تینوں فرمانرواؤں کی رحلت کا مادۂ تاریخ زوال خسرواں نکالا۔

برہان نظام شاہ نے جتنی اولاد بہ قید حیات چھوڑی اس کے اسما حسب ذیل ہیں۔
حسین و عبد القادر جو بی بی آمنہ کے بطن سے تھے۔ شاہ علی حسن کی ماں کا نام بی بی مریم دختر یوسف عادل شاہ تھا۔ شاہ حیدر جو مخدوم خواجہ جہاں کا داماد تھا۔ میراں محمد باقر جو بیجاپور میں فوت ہوا اور شاہزادہ محمد خدا بندہ جس نے بنگال میں وفات پائی۔

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر حسین نظام شاہ تیس سال کے سن میں باپ کا جانشین ہوا شاہزادہ عبد القادر نے جو باپ کا بہت پیارا فرزند تھا مخالفت کی اور جشن جلوس کے روز مع اپنے بھائیوں کے قلعہ سے باہر نکل آیا۔ امرائے احمد نگر کے دو گروہ ہوگئے

غریب اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کا ساتھ دیا اور اہل دکن اور ہندو قصبہ بنکاپور کے قریب امیران عبدالقادر کے گرد جمع ہوئے اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ دوسرے شاہزادے یعنی محمد خدا بندہ۔ شاہ علی۔ شاہ حیدر و میران محمد باقر بھی عبدالقادر کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگے۔ قریب تھا کہ بھائیوں میں خونریز معرکہ آرائی ہو۔ کہ قاسم بیگ حکیم کی تدبیر سے چار یا پانچ سو سلحدار اور حوالہ دار شاہزادہ عبدالقادر سے جدا ہو کر حسین نظام شاہ کی خدمت میں پہونچ گئے۔ اہل قلعہ اس واقعہ سے قوی دل ہوئے اور حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر کا سایہ کر دیا گیا۔ اہل قلعہ نے شاہزادہ عبدالقادر کے دفینہ پر کثیر بہت بانٹی اور لوگوں پر درم و دینار کی بوچھار کرنے لگے۔ دکنی امیروں یعنی خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے حسین نظام شاہ کا معاملہ قوی دیکھ کر قاسم بیگ کے وسیلے سے قول نامہ حاصل کیا اور عبدالقادر کی رفاقت ترک کر کے اپنے اپنے مکانوں میں جا بیٹھے۔ شاہزادہ عبدالقادر زمانہ کی نیرنگیوں سے حیران ہوا اور اپنے بھائیوں اور قرابت داروں سے مشورہ کیا۔ سبھوں نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ راہ فرار اختیار کریں۔ عبدالقادر اپنے مخصوص ہم نشینوں کے ساتھ عماد الملک کے پاس برار روانہ ہوا اور وہیں فوت ہو گیا۔ شاہ علی محمد خدا بندہ اور میران محمد باقر بیجاپور اور شاہ حیدر پرندہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ غرضکہ حسین نظام کے لئے ملک موروثی رقیبوں سے پاک ہوا اور ائمۂ اہل بیت کا خطبہ جاری کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرنے لگا۔

حسین نظام نے شورش کے زمانہ کے بعد عبدالقادر کے بہی خواہ امیروں کو قرار واقعی سزا دی۔ سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے بعد احمد نگر آ کر عہدۂ سپہ سالاری پر فائز ہوا تھا بادشاہ سے خوف زدہ ہو کر برار چلا گیا۔ خواجہ جہاں حاکم پرندہ نے جس کی دختر شاہزادہ حیدر کے حبالۂ عقد میں تھی ارادہ کیا کہ ابراہیم عادل کی مدد سے اپنے داماد کو احمد نگر کا بادشاہ بنائے۔ خواجہ جہاں نے تقریب اور تہنیت کے مراسم ادا نہ کئے حسین نظام شاہ یہ اخبار سنکر غضبناک ہوا لیکن اتمام حجت کے لئے ایک نامہ خواجہ جہاں کے نام روانہ کیا خواجہ جہاں حیران ہوا کیونکہ اس کو نہ بادشاہ کی مخالفت کا یارا تھا اور نہ حضوری میں حاضر ہو سکتا تھا۔ حاکم پرندہ نے ایک جواب دور از صواب روانہ کیا اور لکھا کہ چونکہ مجھ سے ایک قصور سرزد ہو گیا ہے اس لئے خوف و ہراس کی وجہ سے آستانہ بوسی سے

معذور ہوں اس وقت میری حاضری معاف فرمائی جائے پھر کسی وقت آستانۂ شاہی پر پہنچ کر جبہ سائی کروں گا۔ حسین نظام کو یقین ہو گیا کہ خواجہ جہاں احمد نگر نہ آئیگا بادشاہ پرندہ روانہ ہوا اور وہاں اس نے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا خواجہ جہاں بیحد پریشان ہوا اور اپنے ایک عزیز کو قلعہ کی محافظت کے لئے حصار کے اندر چھوڑا اور خود فریادرسی کے لئے ابراہیم عادل کے پاس بیجاپور پہنچ گیا۔ نظام شاہیوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ چونکہ عادل شاہ کی امداد پر مغرور تھے انھوں نے شام تک حریف کا مقابلہ کیا لیکن نظام شاہ کے توپچیوں نے حصار میں رخنہ کر دیا اور فوج نے حصار میں داخل ہو کر اہل قلعہ کا قلع قمع کر دیا۔ حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور رخنہ کو مسدود کر کے حصار اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود احمد نگر واپس آیا اکثر شاہزادے اور مخدوم خواجہ جہاں حسین نظام کے خوف سے ابراہیم عادل کے دامن میں پناہ گزیں تھے۔ اس درمیان میں سیف عین الملک بھی برار سے بیجاپور آیا اور بادشاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ عادل شاہ نے اپنے پھوپی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر عطا کیا اور یہ ارادہ کیا کہ احمد نگر کے جو امیر حسین نظام کے قہر و غضب سے ہراساں ہیں ان کو میراں علی شاہ کے گرد جمع کر کے اپنے بھائی کو احمد نگر کے تخت حکومت پر بٹھائے حسین نظام نے یہ اخبار سنے اور داسو پنڈت کو عماد الملک کے پاس روانہ کیا تاکہ عماد الملک نظام شاہ کا رفیق طریق ہو اور یہ دونوں فرمانروا اپنی متفقہ قوت سے عادل شاہ کے فتنہ کو فرو کریں عماد شاہ نے تقریباً سات ہزار سوار یا ساڑھے پراق نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیئے حسین نظام عماد شاہی فوج کو اپنے ہمراہ لے کر شولاپور کی طرف جس کا عادل شاہ محاصرہ کئے ہوئے تھا روانہ ہوا۔ حسین نظام سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے قریب پہنچا۔ عادل شاہ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اپنا انتقام نظام شاہ سے لے اور جو شکست کہ حریف سے کھا چکا ہے اس کا تدارک کرے۔ طرفین نے اپنی فوجیں مرتب کیں اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے سیف عین الملک نے جو عادل شاہ کے ہمراہ تھا عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول لشکر کو درہم و برہم کر دیا۔ نظام شاہی میسرہ بھی پراگندہ ہو گیا اور عین الملک نے حریف کے چتر و علم کا رخ کیا۔ نظام شاہی بہادر حریف کے دفعیے میں مشغول ہوئے اور تقریباً چار سو بہادران روزگار جو ہر معرکہ میں ثابت قدم

رہ چکے تھے تہ تیغ کیے گئے۔ عین الملک کا خواہر زادہ مسمی صلابت خاں بھی زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا۔ عین الملک کا قاعدہ تھا کہ جب معرکۂ جنگ میں پریشان ہوتا تو سواری سے اتر کر اپنے سپاہیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا۔ عین الملک قاعدہ کے موافق اس معرکہ میں بھی گھوڑے سے اترا اور ایسی داد مردانگی دی کہ احمدنگر کی فوج نے راہ فرار اختیار کی اور نظام شاہی علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور سو ہاتھی باقی رہ گئے۔ حسین نظام باوجود اپنے لشکر کی بے ترتیبی اور فرار کے ثابت قدم رہا اور برابر ترکی بہ ترکی جواب دیتا رہا۔ ظاہر ہے کہ دشمن پر فتح پانا محض تائید الٰہی پر منحصر ہے اور اس میں اپنی کوشش اور سعی کو مطلق دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اس موقع پر بھی اسی امر کا ظہور رہوا اور چند کوتاہ اندیش افرادنے عادل شاہ کو یہ خبر دی کہ سیف عین الملک مکر و حیلہ کر کے بیجاپور آیا تھا اب معرکۂ کارزار میں گھوڑے سے اتر کر نظام شاہ کے سامنے سلام و مجرے کے لئے کھڑا ہے عادل شاہ نے اس خبر کی صداقت پر یقین کر لیا اور اپنے امیروں اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر خود بیجاپور روانہ ہوگیا عین الملک جو کہ تقریباً دشمن پر فتح پاچکا تھا یہ خبر سنتے ہی جنگ آزمائی سے دست بردار ہوا اور صلابت خاں کو چادر میں باندھ کر پریشان بدحال بیجاپور روانہ ہوا نظام شاہ کے ساتھ تھوڑی جمعیت رہ گئی تھی اس نے حریف کا تعاقب کرنا مناسب نہ خیال کیا اور جیسا کہ وقائع عادل شاہیہ میں مذکور ہے دو روز کے بعد احمدنگر روانہ ہوگیا سیف عین الملک سرحد عادل شاہی کے باہر نکل گیا اور ان اطراف میں اس کو قیام کرنیکا موقع نہ حاصل ہوا۔ عین الملک مع اپنے گروہ کے سرحد نظام شاہی میں داخل ہوا نظام شاہ اس کے فتنہ سے ابھی مطمئن نہ ہوا تھا اور جو زخم کہ عین الملک سے کھائے تھے وہ ابتک ہرے تھے۔ حسین نظام نے بظاہر عین الملک کے ورود پر اظہار شادمانی کیا اور کہا کہ یہ ہمارے نصیبے کی یاوری ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آرہا ہے یہ امیر حقوق سابقہ کا لحاظ کر کے اپنے کو ہمارے امرا میں داخل کرنا چاہتا ہے حسین نظام نے بلاتامل حکیم قاسم بیگ کو جو بادشاہ کا محرم راز اور خاندان نظام شاہی کا سب سے بڑا امیر تھا عین الملک کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور ایک نامہ اس مضمون کا لکھا کہ ہماری خواہش ودیرینہ آرزو نے بے انتہا اثر دکھایا کہ تم کو کشاں کشاں

اس طرف لے آئی اگر اتفاق سے چندروز تم ہماری ملازمت سے محروم رہے تو اس سے ملول اور خوف زدہ نہ ہو اور ہماری توجہ و نوازش کو سابق سے وہ چند خیال کرکے بالکل مطمئن ہمارے حضور میں حاضر ہو تاکہ ہم تمھارے قدیمی اقطاع و مناصب پر سرفراز کرکے تم کو تمھارے ہم عصروں میں محسود زمانہ بنائیں۔ مزید اطمینان کے لئے قول نامہ وزنگیر اپنے خاصہ کے رومال میں باندھ کر تمھارے پاس روانہ کرتا ہوں تمھیں چاہیئے کہ ہمارے محرم راز امیر حکیم قاسم بیگ کے ہمراہ جلد ہمارے حضور میں حاضر ہو اور اب ہماری مجلس کو اپنی عدم موجودگی سے زیادہ بے لطف نہ بناؤ۔ قاسم بیگ سرحد پر پہنچا اور اس نے عین الملک سے ملاقات کرکے بادشاہ کا نامہ و پیغام پہنچایا عین الملک نے دو شرطوں پر اپنی حاضری کو محول کیا ایک یہ کہ حسین نظام خود اس کے استقبال کو آئے اور دوسرے یہ کہ عین الملک جب بادشاہ سے ملنے جائے تو اس کی واپسی تک قاسم بیگ اسی کے لشکر میں مقیم رہے۔ قاسم بیگ نے کہا کہ مجھکو رخصت کرو تاکہ میں تمھاری ملاقات کا بادشاہ سے ذکر کرکے واپس آؤں اور تمھاری واپسی تک تمھارے لشکر میں مقیم رہوں۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دیدی اور قاسم بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا لیکن رنگ صحبت دگرگوں دیکھکر اپنے مکان گیا اور اس نے روغن بلادر اپنے سر اور منہ پر مل لیا جس کی وجہ سے بدن اور منہ سوج گیا قاسم بیگ بیماری کا بہانہ کرکے صاحب فراش ہوا اور حسین نظام نے اپنے درباریوں کے ایک گروہ کو لذیذ کھانوں اور شربت کے ہمراہ عین الملک کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو۔ بادشاہ نے عین الملک کو پیغام دیا کہ چونکہ قاسم بیگ بیمار ہوگیا ہے وہ تمھارے پاس نہیں آسکتا تم اپنی جگہ سے اٹھو میں تمھارے استقبال کے لئے آتا ہوں۔ عین الملک نے اپنے قاصد قاسم بیگ کے پاس روانہ کیئے قاصدوں نے قاسم بیگ حکیم کو بری حالت میں مبتلا دیکھا اور واپس ہوکر عین الملک کو اس کے حال سے اطلاع دی۔

عین الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کے استقبال کے لئے سوار ہوا ہے عین الملک مجبور ہوا اور صلابت خاں کے ہمراہ ایک گروہ قلیل کو ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ عین الملک کے غلام قبول خاں نے ہر چند اپنے مالک کو روانگی سے منع کیا

اور کہاکہ قاسم بیگ کا علیل ہو جانا محض ایک جعل و فریب ہے لیکن اس کی تقریر کا اثر نہ ہوا۔ قبول خاں اپنے مالک سے جدا ہو گیا اور لشکر میں پہنچکر اس نے سبھوں سے کہاکہ تمام لوگ کوچ کر کے شہر میں آئیں اور جس مقام پر بادشاہ نے ان کو فروکش کرانیکا ارادہ کیا ہے وہیں قیام کریں قبول خاں نے عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا اور خود خیل وحشم کے ساتھ سوار ہوا۔ عین الملک بنکاپور کے نواح میں پہنچا اور دیکھاکہ نظام شاہ ایک مسطح میدان میں گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے سامنے دونوں طرف ہاتھی کھڑے کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہاتھیوں کے قطار کے درمیان ایک کوچہ بن گیا ہے اہل دربار کا ایک گروہ عین الملک کے پاس آیا اور اس کو صلابت خاں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار کوچہ کے اندر لے گیا ایک گروہ دوسرا آیا اور اس نے عین الملک سے پاپیادہ ہونے کی درخواست کی۔ عین الملک کا مدعا تھاکہ اسی طرح سوار بادشاہ سے ملاقات کرے اس گروہ کے اصرار سے دل میں رنجیدہ ہوا لیکن مجبوراً گھوڑے سے اترا اور آگے بڑھا عین الملک نے رکاب بوسی کے ارادہ سے سر جھکایا لیکن ہنوز رکاب پر لب بھی نہ لگائے تھے کہ بادشاہ کے حکم سے عین الملک اور صلابت خان دونوں گرفتار کر کے ہاتھیوں پر سوار کر لئے گئے حسین نظام نے ننگار کو دام میں گرفتار پاکر کوچ کیا شاہی فوج بنکاپور پہنچی اور فیلبان نے بلا کسی کو اطلاع دیئے ہوئے دونوں مجرموں کا گلا گھونٹ کر ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ حسین نظام نے یہ دیکھکر کہاکہ یہ غریب خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے ایک گروہ کو نامزد کیا اور حکم دیاکہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا مال و اسباب شاہی ملاحظہ میں پیش ہو۔ اور بقیہ مال تاخت و تاراج کر دیا جائے قبول خاں اپنی عاقبت اندیشی سے ان واقعات سے باخبر تھا اس نے عین الملک اور صلابت خاں کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو سواروں کے ساتھ جو سب کے سب عین الملک کے ملازم تھے اسپ و فیل ہاتھ میں لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ملک کو روانہ ہوا۔ نظام شاہی ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا اور چند جگہ معرکہ آرائی ہوئی لیکن قبول خاں نے مردانہ وار ایسی جنگ کی کہ زمین و آسمان نے اس کی بہادری کی تعریف کی۔ قبول خاں قصبۂ اندور کے حوالی میں پہنچا نظام شاہی امیر جو

ان حدود میں موجود تھے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی سر راہ مدمقابل ہوئے
قبول خاں شیر غراں کی طرح اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ مقابلہ میں آیا دشمن کے
پاس پانچ ہزار سوار تھے لیکن قبول خاں نے اس مردانگی سے جنگ کی کہ جس کی نظیر
مشکل سے دستیاب ہوسکتی ہے آخر کار قبول خاں نے فتح پائی اور ظریف الملک
چنداخاں دلاور خاں پاکباز خاں وغیرہ نظام شاہی امیروں کو خاک و خون میں ملا دیا اور
بے شمار مال غنیمت حاصل کرکے صحیح وسالم گولکنڈہ پہنچا۔ ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں
کی وفاداری اور اپنے مالک کے وارثوں کے ساتھ اسکا سلوک سن کر اس کو عمدہ جاگیر
عطا کی۔ قبول خاں تاحیات ہر سال ایک گروہ کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک
وصلابت خاں کی قبروں پر جو قصبۂ ہنکاپور میں واقع ہیں آش دان محتاجوں اور
فقیروں کو تقسیم کراتا تھا اور قبر کے مجاوروں کو نقد وانعام دیکر مسرور وخوش کیا کرتا تھا
ان صاحبوں کی شجاعت ومردانگی دکن میں اس قدر مشہور ومعروف ہے کہ جوانمرد وبہادر
لوگ ان کی قبر کی خاک چاٹتے ہیں اور اپنے جسم میں زیادتی قوت وشجاعت کے لئے
ان کی ارواح سے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کا باپ مسمی سیف الملک عراق کا باشندہ تھا اور خود عین الملک کا
مولد ملک گجرات ہے۔ سلاطین گجرات نے عین الملک میں مردانگی وشجاعت کے
آثار دیکھ کر اسے اپنے منصب داروں کے گروہ میں داخل کیا عین الملک نے
شائستہ خدمات انجام دیں اور فرمانروایان گجرات نے اسے امرائے کبار کی صف میں
جگہ دی۔ عین الملک نے جوانمردوں اور بہادران روزگار کو اپنے گرد جمع کرنا شروع
کیا اور دس ہزار مغل عرب افغان گجراتی حبشی اور دکنی وغیرہ سپاہیوں کو دس بارہ سال
کے عرصہ میں فراہم کر لیا عین الملک اپنے سپاہیوں سے برادرانہ سلوک کرتا اور
آقا وملازم کے برتاؤ سے پرہیز کرتا تھا۔ اسپ وخیمہ خاصہ اس کی سرکار میں موجود
نہ تھے جب کبھی سوار ہوتا اپنے ملازمین سے کسی کا گھوڑا طلب کر لیتا اور سفر کی حالت
میں معمولی سواروں میں سے کسی سوار کے خیمہ میں قیام کرتا تھا عین الملک کو جب کبھی کوئی
نیا حصۂ ملک جاگیر میں ملتا تو اپنے سپاہیوں کو بلاتا اور کہتا تھا کہ خدائے بزرگ نے جب
فلاں جاگیر ہم بھائیوں کو عنایت فرمائی ہے سب لوگ آپس میں تقسیم کر لو اور

دفتر و حساب و کتاب کو بالائے طاق رکھو۔ ملازم خود ہی آقا کے اخراجات کے لیئے بھی کوئی حصہ جاگیر کا مخصوص کر دیتے تھے۔ عین الملک نے چالیس سال امارت میں بسر کیئے اور کسی معرکہ میں دشمن سے شکست نہیں کھائی سلطان بہادر کی وفات کے بعد برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر الامراد کے عہدہ پر فائز ہوا۔

اسی دوران میں شاہ حیدر ولد شاہ طاہر ایران سے دکن واپس آئے حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو مع پالکی کے شاہ صاحب کے لیئے روانہ کیا اور ان کو بصد اعزاز و اکرام کے ساتھ احمد نگر میں لایا اور قصبۂ دندراج پوری اور شاہ طاہر کے دیگر مقطعے ان کے فرزند کی جاگیر میں عنایت کیئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ابراہیم عادل نے وفات پائی اور حسین نظام نے عادل شاہی ملک کو فتح کرنے کی نیت سے قلعہ حسن آباد گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا حسین نظام نے لاعنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ روانہ کیا اور ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ یہ وقت غنیمت ہے بہتر ہے کہ ہم اور آپ اتفاق کر کے قلعۂ گلبرگہ پر قبضہ کریں ابراہیم قطب شاہ خود اسی امر کا خواہاں تھا اس نے فوراً ہی خیمہ و خرگاہ باہر نکالا۔ نظام شاہ نے یہ خبر سنی اور احمد نگر سے گلبرگہ روانہ ہوا قطب شاہ بھی اس طرف روانہ ہوا۔ ہر دو فرمانروا گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملے اور یہ قرار پایا کہ اول گلبرگہ کو سر کریں اور اس کے بعد قلعہ اہتکر پر دھاوا کیا جائے حصار گلبرگہ کا محاصرہ کیا گیا اور نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی افسری میں حصار کے برج دبارہ کی بنیاد کو توپ و ضرب زن سے متزلزل کر دیا۔ رومی خاں قریب تھا کہ قلعہ کو سر کرے کہ مصطفےٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کا جملۃ الملک تھا اپنے مالک سے کہا کہ حسین نظام قہار اور عہد شکن ہے خود قلعۂ گلبرگہ کو سر کر کے آپ کو اہتکر پر قابض نہ ہونے دیگا میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ نظام شاہ کو قوت پہنچانے میں آپ کوشش نہ کریں اور وہ تدبیر نہ اختیار کریں۔ جس کی وجہ سے نظام شاہ کو عادل شاہ پر فوقیت حاصل ہو جائے ابراہیم قطب شاہ نے مصطفےٰ خاں کے کلام کی تصدیق کی اور خیمہ و خرگاہ و نیز دیگر سامان سے قطع نظر کر کے آدھی رات کو اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اہل قلعہ کو دشمن کی مدافعت کرنے کی بصد تاکید کر دی۔ عادل شاہی امیر اس واقعہ سے کچھ مطمئن ہوئے۔

اور قطب شاہ کی روانگی کی اطلاع پاتے ہی نظام شاہ کے حوالی لشکر کو تاخت و تاراج کرنے لگے حسین نظام شاہ تنگ آگیا اور بغیر اس کے کہ کچھ کار براری کرسکے بے نیل مرام اپنے ملک کو واپس گیا۔ ملا عنایت اللہ چونکہ نظام شاہ اور قطب شاہ کے درمیان میں اتحاد و اختلاف ہر حالت میں واسطہ بنا ہوا تھا حسین نظام کی جباری و قہاری سے خوف زدہ ہوا اور اثنائے راہ سے فراری ہو کر گولکنڈہ جا پہنچا حسین نظام کے قہر کی آگ مشتعل ہوئی اور ملا عنایت اللہ کے عوض قاسم بیگ حکیم معتوب ہوا حسین نظام نے قاسم بیگ کو قلعہ پرندہ میں قید کیا لیکن دو یا تین مہینے کے بعد بے گناہ قیدی پر نظر عنایت کی اور اسے قید سے رہا کر کے مثل سابق کے معزز و مکرم کیا۔ علی عادل نے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور ہر ممکن تدبیر سے رام راج و قطب شاہ کو اپنا رفیق طریق بنایا حسین نظام نے بھی یہ خبر سنی اور اپنے ایک ندیم ملا علی مازندرانی کو ایلچپور روانہ عماد الملک کی ملاقات کے لئے روانہ کیا اس سفارت کا مقصد یہ تھا کہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں جدید قرابت قائم کر کے اس رشتہ سے فائدہ اٹھایا جائے ملا علی نے عماد شاہ سے نہایت موثر الفاظ میں گفتگو کی۔

۹۶۶ھ ہجری میں نظام شاہ اور عماد شاہ نے قصبہ سون پیت میں دریائے گنگا کے کنارہ ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ یہ قصبہ جشن شادی کے بعد عشرت آباد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دونوں فرماں روا دریا کے ہر دو جانب فروکش ہوئے اور خیمہ و خرگاہ و نیز دیگر شاہانہ آرائش سے دریا کے ہر دو ساحل رشک عدن بن گئے۔ تقریب ضیافت و جشن عشرت سے فراغت حاصل کرنیکے بعد نجومیوں کی اختیار کردہ نیک ساعت میں قاضیوں اور علماء نے دولت شاہ بنت عماد الملک کا عقد حسین نظام سے کر دیا۔ اس عقد کے بعد ہر شخص بیحد خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

اسی سال حسین نظام نے مولانا شاہ محمد نیشاپوری اور رومی خاں کو قلعۂ ریگ دندہ کی مہم پر روانہ کیا۔ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حد سے تجاوز کیا اور مسلمانوں کو پریشان کرنے لگے حسین نظام نے ان کی تنبیہ کے لیئے لشکر روانہ کیا لیکن اہل فرنگ اپنی حرکات پر نادم ہوئے اور انھوں نے آیندہ محتاط رہنے کی شدید قسمیں کھائیں

اور نظام شاہی فوج اپنے ملک کو واپس آئی۔

۹۶۷ھ ہجری میں حسین نظام نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قلعہ کالنہ کو جو ایک ہندو راجہ کے قبضہ میں تھا مع دیگر حصار کے تین یا چار ماہ کے محاصرہ کے بعد سر کیا اور قلعوں کی حکومت اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود احمد نگر واپس آیا۔ اسی درمیان میں معلوم ہوا کہ علی عادل شاہ قلعۂ شولاپور و کلیان کا انتقام لینے اور ان حصاروں پر قبضہ کرنے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے اور رام راج و قطب شاہ کے ہمراہ احمد نگر کی طرف آرہا ہے حسین نظام نے قاسم بیگ کی رائے کے مطابق شاہ حسن انجو کو جو بادشاہ سے زیارت حرمین سے مستفید ہونے کی اجازت لے کر احمد نگر سے روانہ ہوا تھا اور اس زمانہ میں بندر چیول میں مقیم تھا طلب کیا اور اس مہم کے بارے میں اس سے مشورہ کیا۔ شاہ حسن و قاسم بیگ نے جواب دیا کہ ہم ان ہر سہ فرمانرواؤں کے مقابلہ میں صف آرائی نہیں کر سکتے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعۂ کلیان عادل شاہ کے سپرد کر کے صلح کریں حسین نظام نے کہا کہ جس حصار کو میرے باپ نے مردانگی کے ساتھ بزور شمشیر سر کیا ہو میرے لئے یہ شرم و عار ہے کہ اسی حصار کو بلا ہاتھ پاؤں ہلائے محض خوف کی بنا پر دشمن کے سپرد کر دوں۔ شاہ حسن نے جرات کر کے کہا کہ ہر وقت کا ایک مقتضیٰ ہوتا ہے مرحوم بادشاہ کے لئے مناسب تھا کہ وہ قلعہ پر قابض ہوں اور آپ کے لئے یہ بہتر ہے کہ فی الحال حصار سے دستبردار ہو جائیں بادشاہوں اور اہل دنیا کو ان کی زندگی میں اسی قسم کے ہزاروں واقعات پیش آتے ہیں حسین نظام قلعہ کی واپسی پر کسی طرح راضی نہ ہوا اور یہاں تک اپنی رائے پر اصرار کیا کہ دشمن ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ پیادوں کی جمعیت سے احمد نگر کی نواح میں پہنچ گیا۔ نظام شاہ نے احمد نگر کے خام قلعہ کو جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی اذوقہ و آلات آتشباری سے مستحکم کیا اور حصار اپنے معتبر امیروں کے سپرد کر کے خود مع اہل و عیال و خزائن کے پٹن روانہ ہوا تا کہ عماد الملک اور میران مبارک شاہ و علی برید کو اپنا ہی خواہ بنا کر حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہو اتفاق سے خان جہاں امیر برید کا بھائی جو عماد الملک کا مدار المہام تھا علی عادل کی تحریک سے اس شرکت سے مانع آیا اور خود پانچ ہزار سواروں کی جمعیت سے

حسین نظام کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ حسین نظام نے ملا محمد نیشاپوری کو دو یا تین ہزار سواروں کے ساتھ خان جہاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ملا محمد نے حملہ اول ہی میں خان جہاں کو شکست دی اور بریدی امیر چونکہ عماد الملک کو اپنا منہ نہ دکھا سکتا تھا خستہ و بدحال علی عادل کے دامن میں پناہ گزیں ہوا۔ جہانگیر خاں دکنی جملۃ الملک مقرر ہوا اور برار کا لشکر ساتھ لے کر نظام شاہ کی امداد کو آیا۔ علی عادل رامراج و قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہوئے اور مکانات مساجد و منازل تباہ و برباد کئے گئے اور حصار کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اہل قلعہ تنگ ہوئے لیکن قطب شاہ نے عاقبت اندیشی سے کام لیا اور چونکہ اس کا مدعا یہ تھا کہ عادل شاہ کو بھی نظام شاہ پر فوقیت نہ حاصل ہو اس فرمانروا نے اپنے مورچل کی طرف سے اہل قلعہ کے لئے راہ آمد و شد کھول دی اور ان کو تمام ضروریات زندگی پہنچانے لگا۔ ملا عنایت اللہ جو اس زمانہ میں ابراہیم قطب شاہ کا ملازم ہو گیا تھا اور ان معاملات میں بیحد دخیل تھا ہمیشہ اہل قلعہ سے مراسم اتحاد کا اظہار کرتا اور نظام شاہ کی بہی خواہی کا دم بھرتا تھا یہ راز ظاہر ہو گیا اور رامراج و عادل شاہ نے قطب شاہ سے ناراضی کا اظہار کیا اور اس کو دبانے لگے۔ قطب شاہ نے اس مرتبہ بھی خوش طبعی سے کام لیا اور قلعہ گلبرگہ کی طرح احمد نگر کو بھی خیرباد کیا اور شب کے وقت خیمہ و خرگاہ وغیرہ لوازم بادشاہی کو میدان جنگ میں چھوڑ کر اپنے مورچل سے گولکنڈہ روانہ ہو گیا۔ ملا عنایت اللہ نے کوچ کے وقت قطب شاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور احمد نگر آیا اور اس کے بعد نظام شاہ کے پاس پیش حاضر ہو کر معزز و مکرم ہوا۔ خان جہاں کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کر کے اچھی خاصی جمعیت کے اس کو ہمراہ نظام شاہ کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کر کے غلہ و آذوقہ کی تمام راہیں مسدود کر دیں اور رامراج و عادل شاہ کے لشکر میں قحط نمودار ہوا۔ مخلوق خدا پریشان ہوئی اور ان دونوں فرماں رواؤں نے کوچ کر کے قصبہ اشتی میں قیام کیا اور یہ کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی امیروں کی ماتحتی میں روانہ کر کے پیشتر قلعہ پرندہ کو فتح کریں اور اس کے بعد واپس آ کر احمد نگر کو سر کریں نظام شاہ ان واقعات کو سنکر بیحد پریشان ہوا اور اس نے قاسم بیگ حکیم و شاہ حسن انجو کے مشورہ سے رامراج سے

دوستی کی طرح ڈالی اور صلح کا طلبگار ہوا۔ رامراج نے تین شرائط پر صلح کرنا قبول کیا اول یہ کہ قلعہ کلیان علی عادل کے سپرد کر دیا جائے دوسرے یہ کہ جہانگیر خاں جس نے ہماری فوج کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے تہ تیغ کیا جائے تیسرے یہ کہ نظام شاہ ہمارے پاس آکر پان استمالت قبول کرے حسین نظام نے ملک کی خیر اسی میں دیکھی اور راجہ کے شرائط قبول کر لیئے اور اپنے بہی خواہوں پر ظلم ڈھانے لگا حسین نظام نے بلا کسی کے مشورہ واطلاع کئے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو جہانگیر خاں کے قیام گاہ پر روانہ کر کے بغیر سبب جہانگیر کو جو اس کا بہی خواہ مہمان تھا قتل کرا دیا عماد شاہ ترس وخوف کی وجہ ہاں اور نہیں کچھ بھی نہ کہہ سکا اور صرف تغافل کو اپنے لئے بہترین امر سمجھا حسین نظام اس بے مروتی کے بعد کہ ایک غیر مسلم دشمن کے اشارہ سے اپنے ایک بہی خواہ کو قتل کیا عماد الملک کو رخصت کر کے رامراج کے لشکرگاہ کو گیا رامراج نہایت تکبر وغرور کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا اور اسی حالت نشست میں نظام شاہ سے دست بوسی کی حسین نظام کو رامراج کے اس غرور پر بہت غصہ آیا اور راجہ کو روحانی تکلیف پہنچانے کی غرض سے اسی مجلس میں طشت وآفتابہ طلب کر کے اپنے ہاتھ دھوئے رامراج یہ دیکھ کر برآشفتہ ہوا اور کنڑی زبان میں کہا کہ اگر یہ مہمان نہ ہوتا تو ضرب شمشیر سے اس کا بدن قیمہ کرا دیتا راجہ نے یہ کہا اور خود بھی طشت آفتابہ طلب کر کے اپنے ہاتھ دھوئے تلنگنا وری بھراج رامراج کے بھائیوں نے قاسم بیگ و ملا عنایت اللہ سے گفتگو کر کے آتش فساد کو ٹھنڈا کیا اور صلح کا واسطہ بنے حسین نظام نے قلعہ کی کنجی رامراج کو دیکر اس سے کہا کہ میں نے قلعہ کلیان تمہارے سپرد کیا ہے رامراج نے حسین نظام کے سامنے ہی کلید حصار علی عادل کے پاس روانہ کی حسین نظام یہ سمجھا کہ رامراج کے اس غرور وتکبر کا باعث علی عادل ہے نظام شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس واقعہ کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔

حسین نظام احمد نگر پہنچا اور اس نے سمار وخام قلعہ کی تعمیر شروع کرائی حصار کو چونا اور اینٹ سے پختہ کرایا اور اس کے دور کو اور زیادہ وسیع کر کے بالکل پختہ کر دیا۔ نظام شاہ نے اس حصار کی تعمیر پر بڑی توجہ کی اور تھوڑے ہی زمانہ میں قلعہ بالکل

تیار ہوگیا حصار کے گرد ایک وسیع اور عمیق خندق کھودی گئی بادشاہ کی طرح رعایا نے بھی اپنے مکانات درست کر لیئے ۔

۹۶۹ھ ہجری کے اوائل میں حسین نظام نے اپنی بڑی دختر بی بی خدیجہ کو جو غنزہ ہمایوں کے بطن سے تھی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین کے حبالۂ عقد میں دیا۔ اسی دوران میں دریا عماد الملک فوت ہوا اور اس کا پسر بزرگ برہان عماد الملک جو خورد سال تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا حسین نظام نے قطب شاہ کو اس مروت کا لحاظ کر کے جو اس سے محاصرہ کی حالت میں ظاہر ہوئی تھی ۔ اپنا مخلص اور بہی خواہ بنانا چاہا اور ملا عنایت اللہ نے جو اس زمانہ میں نظام شاہ کا ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو رہا تھا درمیان میں قدم رکھا اور نظام شاہ کو مشورہ دیکر ایک قاصد احمد نگر سے دربار قطب شاہی کو روانہ کیا۔ حسین نظام اور قطب شاہ نے باہمی اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ قلعۂ کلیان کے حوالی میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور لوازم ہمدردی طے کرنے کے بعد قلعۂ کلیان کو سر کریں اگر رامراج و علی عادل شاہ ان کے ارادوں میں مزاحم ہوں تو نظام شاہ رامراج سے صف آرائی کرے اور قطب شاہ علی عادل کے مقابلہ میں صف آرا ہو ۔ الغرض حسین نظام شاہ بیباک و قہار فرمانروا تھا اہل دربار میں سے کسی شخص کو بھی یارائے دم زدن نہ ہوا ۔

غرضکہ اوائل ۹۷۰ھ ہجری میں نظام شاہ و قطب شاہ نے حوالی قلعۂ کلیان میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور دلوں کو غبار سے صاف کر کے جشن عروسی مرتب کیا جس میں بی بی جمال بنت حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ کے حبالۂ عقد میں دیدی گئی اس جشن سے فراغت حاصل کر کے ہر دو بادشاہ قلعۂ کلیان کے محاصرہ میں مشغول ہوئے ۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ شکل سابق کے امان طلب کر کے قلعہ حریف کے سپرد کر دیں کہ ناگاہ علی عادل و رامراج نے جرار لشکر کے ہمراہ اس نواح کا رخ کیا برہان عماد الملک جو اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا جہانگیر خاں کے قتل سے بیحد رنجیدہ تھا ۔ برہان عماد الملک نے علی برید سے اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ حسین نظام شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے اہل و عیال و اموال و اثقال کو اپنے فرزند شاہزادہ مرتضیٰ کے ہمراہ اپنے دلدا جمال الدین

حسین انجو کے ہمراہ قلعۂ اوسہ کو روانہ کیا اور خود سات سو ارابہ توپ وضرب زن اور
پانچ سو فیل کو چکر کو ساتھ لے کر ابراہیم قطب شاہ کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ کے لئے
روانہ ہوا اور حریف سے چھ کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا حسین نظام نے دوسرے
دن بیجانگر کے غیر مسلموں سے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو
ہتیار تقسیم کیئے اور راماراج کے لشکر کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی اپنی طاقت
کے موافق فوج آراستہ کی اور علی عادل برہان عماد الملک و علی برید سے مقابلہ کرنے
کے لئے نظام شاہ کے ساتھ روانہ ہوا لیکن اگرچہ برسات کا زمانہ نہ تھا لیکن اتفاق
سے ابر تیرہ و تار آسمان پر محیط ہوا اور اس قدر بارش ہوئی کہ صحرا و جنگل پانی سے
بھر گئے اور خندق و چاہ چھوٹے دریاؤں کا نمونہ بن گئے۔ انسان فیل و اسپ
خستہ و ماندہ ہوئے اہل فوج نے ہتیار اتار کر پھینک دیئے اور ارابے کیچڑ میں پھنس گئے
غرضکہ ایک عجیب ہنگامہ بپا ہوا اور حسین نظام نے اس روز معرکہ آرائی کرنیکا موقع
نہ دیکھا اور بڑی توپوں کے چالیس ارابوں کے ساتھ اپنے قیام گاہ کو واپس آیا۔
مرتضیٰ خاں برادر شاہ ابوالقاسم انجو جو عادل شاہی امیروں میں شطابر کی امرا کے ہمراہ
اس امر کے لیئے نامزد کیا گیا کہ جنگ گاہ میں جاکر اپنی فوج کو حریف کے سامنے
نمایاں کرے تاکہ دشمن کے سپاہی اسلحہ بند ہوکر تیار ہو جائیں مرتضیٰ خاں اتفاق
سے اس جگہ پہنچا جہاں کہ توپ کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔
مرتضیٰ خاں کو حقیقت حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے چند اشخاص کو علی عادل
کے پاس روانہ کیا اور اس مال غنیمت کی بشارت دی علی عادل و راماراج نے
اپنے سپاہیوں کو وہاں روانہ کرکے ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کے
قیام گاہ تک جاکر حریف پر حملہ کیا۔ قطب شاہ اپنے امرا کے ایک گروہ کے ساتھ
فراری ہوکر نظام شاہی فرودگاہ کے عقب میں کھڑا ہوا۔ مصطفیٰ خاں اردستانی نے
جو قطب شاہ کا حملۃ الملک اور غیرت مند سید تھا اپنی فطری بہادری و سیادت
و غیرت کی بنا پر اپنا لشکر آراستہ کیا اور ناقوس جنگ بجوایا۔ مصطفیٰ خاں نے اتنے
عرصہ تک ثابت قدمی کی کہ نظام شاہ اس کی مدد کو پہنچ گیا اور قطب شاہی لشکرگاہ
دشمن کی دستبرد سے بچ گئی۔ نظام شاہ نے اپنے ارکین دولت کو جمع کیا

اوران سے کہاکہ میں ان توپخانوں کے بل پر امراج سے جنگ آزمائی کرنا
چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل کا مدمقابل تجویز کیا تھا اب جبکہ قطب شاہ مرتضیٰ خاں
جیسے ایک عادل شاہی امیر سے بلا جنگ کئے فراری ہوا اور توپخانے دشمن کے قبضہ
میں آگئے تو اس حالت میں معرکہ آرائی کی کون صورت ہے۔ امرا نے کہا کہ اس
حالت میں جنگ آزمائی کرنا جان و مال کو معرض خطر میں ڈالنا ہے مناسب ہے
کہ اس وقت بادشاہ اپنے ملک کو تشریف لے چلیں اور جنگ آزمائی کسی دوسرے
وقت پر محمول کی جائے۔ روز گزشتہ کی طرح علی عادل رامراج و علی برید وغیرہ حوالی
لشکر کے قریب پہنچے اور نظام شاہ و قطب شاہ جنگ کا بہانہ کرکے سوار ہوئے
اور احمد نگر کی راہ لی۔ دشمن نے لشکرگاہ کو تباہ کرکے ان کا تعاقب کیا نظام شاہی فوج
اس قدر منتشر ہوئی کہ بادشاہ کے ساتھ ہزار سواروں سے زیادہ نہ رہے لیکن
نظام شاہ اسی وقار و اطمینان کے ساتھ چتر و علم کو بلند کئے ہوئے چلا جا رہا تھا۔
دشمن کے پانچ یا چھ ہزار سوار ہر طرف سے بادشاہ کو گھیرے ہوئے تھے
لیکن ان کی مجال نہ تھی کہ اس شیر دل فرمانروا کو آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی سکیں حسین نظام
نماز کا بیحد پابند تھا اور ہر صلوٰۃ کو وقت پر ادا کرتا تھا اس اثناء میں ظہر کی نماز کا وقت
آیا اور بادشاہ نے ارادہ کیا کہ گھوڑے سے اترکر نماز ادا کرے ارکان دولت
نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں گھوڑے سے اترنا اور زمین پر نماز ادا کرنا شرع
میں درست نہیں ہے بادشاہ کو اسی طرح سوار اشارہ سے نماز پڑھ لینی چاہیئے
حسین نظام نے جواب دیا کہ خدا نہ کرے کہ میں نماز کو اس طرح ادا کروں۔ بادشاہ
نے یہ کہا اور گھوڑے سے اترکر نماز پڑھی حسین نظام بیحد وقار و تمکنت کے ساتھ
نماز میں مشغول تھا اور دشمن جو تعداد میں چند گنہ زیادہ تھے دور دور کھڑے تماشہ
دیکھ رہے تھے اور بادشاہ کے گرد نہ آسکتے تھے حسین نظام نماز سے فارغ ہوا
چونکہ اس سے پیشتر بادشاہ کی کمر بندھی ہوئی تھی اور اسی حالت میں اس نے
نماز ادا کی تھی اس نے یہ فرمایا کہ مذہب شیعہ میں اس طرح کے لباس میں نماز درست
نہیں ہے نماز کا اعادہ کرنا چاہیئے بادشاہ نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول
ہوا حسین نظام نے نماز سے فراغت حاصل کرکے اپنی کمر باندھی اور گھوڑے پر

سوار ہوا۔ دشمن کے سپاہیوں نے آپس میں کہا کہ جب ہم ایسے وقت میں کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کیا امید ہے۔ اہل تعاقب نے اپنی باگ موڑی اور ایک شخص کو بادشاہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ شجاعت اور مردانگی حضور کی ذات پر ختم ہے، ہم نے تعاقب سے ہاتھ اٹھا یا ہمیں خوف ہے کہ خدانخواستہ کوئی گزند بادشاہ کو نہ پہنچ جائے۔

حسین نظام شاہ اوسہ پہنچا اور شہزادہ مرتضیٰ کو ہمراہ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قطب شاہ کو رخصت کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ رام راج عادل شاہ برہان عماد الملک اور علی برید جلد سفر کی منزلیں طے کر کے اس طرف آرہے ہیں تو اس نے قلعہ کو ذخیرہ اور سپاہیوں اور آلات آتشباری سے مضبوط کیا اور خود جنیر روانہ ہوا۔ دشمن اپنی پوری تعداد میں احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے غیر مسلم باشندوں اور اوباشوں نے مکانات و مساجد کو ویران کیا۔ خانہائے خدا جن کی چھتیں چوب پوش تھیں بالکل غارت و منہدم کر دی گئیں اور مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچا غرضکہ ان کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہ رہی عادل شاہ ان اخبار کو سنکر بے حد رنجیدہ ہوا لیکن چونکہ ہندوؤں کو ان حرکات سے باز نہ رکھ سکتا تھا رام راج سے کہا کہ اس حصار کا محاصرہ کرنا جو پہلے قلعہ سے بھی زیادہ مستحکم ہے مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کر کے حسین نظام کا تعاقب کیا جائے۔ رام راج نے اس رائے کو پسند کیا اور علی برید و عماد شاہ کو رخصت کر کے خود علی عادل کے ہمراہ حسین نظام کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

حسین نظام نے یہ واقعات سنے اور رستم خاں حبشی و سابا جی وغیرہ بارہ امیروں کو دشمن کے لشکر کے پس و پیش روانہ کیا تاکہ غلہ و آذوقہ ان تک نہ پہنچ سکے اور خود مع ساز و سامان کے جنیر سے چل ندی کو جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہوا۔ رستم خاں قصبہ کالو کے نواح میں پہنچا اور شاہی حکم کے مطابق اس نے دشمنوں پر غلہ و آذوقہ کی تمام راہیں بند کر دیں۔ اسی دوران میں ایک روز علی عادل شکار میں مشغول تھا اور اس کا خالو بھی بیجاپوری فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ رستم خاں حبشی نے دشمن پر جو تعداد میں کچھ گنے چنے تھے حملہ کر کے علی عادل کے خالو کو قتل کر دیا لیکن معرکہ کارزار میں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے کام آیا بقیہ نظام شاہی فوج بہ حال پریشاں فراری ہوئی۔ رستم خاں کی جرأت

رامراج اور علی عادل کچھ خوف زدہ ہوئے۔ اسی اثناء میں موسم برشگال آگیا اور رامراج اور عادل شاہ احمد نگر واپس آئے رامراج نے نہر سین کے کنارہ قیام کیا اور علی عادل راجہ سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا احمد نگر کے شمال میں کثرت سے بارش ہوئی اور رات کے وقت عظیم الشان سیلاب آیا۔ بیس امیر اور تین سو ہاتھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رامراج کی سرکار میں ملازم تھے بحر فنا میں غرق ہوئے ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے پیادوں اور اسپ و گاؤ کا اندازہ خود ناظرین کر سکتے ہیں۔ رامراج اس واقعہ کو شگون بد سمجھا اور اپنے ملک کو روانہ ہوا علی عادل نے نلدرک کے قلعہ کی از سر نو تعمیر کرائی اور رامراج نے کہا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اس قلعہ کو پایہ بہ پایہ چونے اور پتھر سے تعمیر کراؤں اور قلعہ کو آپ کے نام سے رام درک موسوم کروں رامراج نے اس تجویز سے اتفاق کیا علی عادل رامراج کے ہمراہ روانہ ہوا اور قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد میں داخل تھا پہنچا۔ رامراج کو طمع دامنگیر ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات پر خود اپنا قبضہ کرے راجہ نے برسات کا بہانہ کر کے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے نلدرک مرتضیٰ خاں انجو کے حوالہ کیا اور خود بھی بیجاپور واپس آیا۔ مرتضیٰ خاں قرب و جوار سے فائدہ اٹھا کر کبھی کبھی ولایت شولاپور کو تاخت و تاراج کیا کرتا تھا۔ حسین نظام مرتضیٰ خاں کی اس جرأت کو علی عادل کا اشارہ سمجھا اور اس نے قلعہ شولاپور کے استحکام کا ارادہ کر کے ذخیرہ کی غرض سے بارہ ہزار گونی غلہ سے معمور شاہ محمد انجو فرہاد خاں اور ادہم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ مرتضیٰ خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور امرائے برکی کے ہمراہ دشمن پر دھاوا کیا اور شولاپور اور پرندہ کے درمیان دشمن سے جا ملا۔ اتفاق سے تقی نام ایک سید کا شمشیر خاں سے مقابلہ ہوا دونوں نے تلوار چلائی لیکن سید تقی گرفتار ہو کر قیدیوں کی طرح ہاتھی پر سوار کرایا گیا۔ اس واقعہ سے فریقین میں جنگ و جدال شروع ہوئی اور نظام شاہی امیر دشمن سے شکست کھا کر ایک سو بیس ہاتھیوں کو معرکہ میں چھوڑ کر فراری ہوئے برکی امرا جیسا کہ ان کا قاعدہ ہے اپنی فتح سمجھ کر تاراج میں مشغول ہوئے۔ اور غلے کے

ظروف میں آگ لگادی اور بعض کو تاراج کیا مرتضیٰ خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجاپور روانہ کیا اسی درمیان میں ایک قیدی حبشی بچہ نے جو غلام اور اسیروں کی طرح فیل پر سوار تھا نوحہ وزاری شروع کی مرتضیٰ خاں نے کہا تو کیوں روتا ہے اگر تجھے اپنی روٹی کی فکر ہے تو میں تیری معاش کا پورا انتظام کردوں گا اور اگر تجھکو اپنے مالک کے پاس جانیکی خواہش ہے تو میں تجھکو آزاد کردوں گا غلام بچہ نے کہا کہ میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں غلام مرتضیٰ خاں کے حکم سے رہا کردیا گیا حبشی بچہ دوڑتا ہوا شاہ محمد وغیرہ فراری امیروں کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تمام عادل شاہی امیر تاراج میں مشغول ہیں اور مرتضیٰ خاں ایک گروہ قلیل اور دو دستہ فوج کے ہمراہ فلاں جگہ مقیم ہے بہتر ہے کہ مرتضیٰ خاں کو گرفتار کرکے اپنے ہاتھیوں کے عوض لے چلو محمد باقر دو یا تین ہزار سواروں کے ہمراہ مرتضیٰ خاں کے سر پر پہنچ گیا اور اسے گرفتار کرکے زندہ قید کرلیا اور احمد نگر روانہ ہوا حسین نظام شاہ نے دو بارہ ہزار گونی غلہ کی مہیا کیں اور ان کو خود اپنے ہمراہ لیا اور برق و باد کی طرح چلکر غلہ جلد سے جلد شولاپور پہنچا دیا نظام شاہ نے آمد و رفت کو دس دن میں ختم کردیا اس واقعہ کے بعد طرفین کا ایک گروہ درمیان میں واسطہ ہوا اور یہ طے پایا کہ جانبین کے اسیروں کو سرحد پر لیجاکر یکبارگی سب کو رہا کردیں مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لے گئے اور انھوں نے ایک دوسرے کو دور سے دیکھا ایک طرف سے شاہ تقی اور دوسری جانب سے مرتضیٰ خاں رہا کئے گئے اور ان میں ایک بیجاپور اور دوسرا احمد نگر روانہ ہوگیا ۔

ان واقعات کے بعد حسین نظام نے جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا بادشاہ نے مہمات سلطنت کو صاحب فہم و فراست امرا کے سپرد کیا اور جیساکہ عادل شاہی وقایع میں مذکور ہے ہر ملک کے بہی خواہوں کی کوشش سے ہر سہ فرمانرواؤں نے عداوت و مخالفت کو ترک کیا اور محبت واخلاص کو اپنا شعار بناکر ایک دوسرے کے مخلص دوست بن گئے ۔ چاند بی بی بنت حسین نظام شاہ علی عادل کے عقد میں آئی اور قلعہ شولاپور جو مابہ النزاع تھا چاند بی بی کے مہر میں علی عادل کو دیدیا گیا اور ہدیہ سلطان بنت ابراہیم عادل شاہ

کا نکاح مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور دونوں ہم مذہب اور شیعی فرمانرواں نے باہمی اتحاد کا اعلان کر کے اسے اپنا شعار بنایا۔

سنہ ۹۷۲ ہجری میں جیسا کہ علی عادل کے حالات میں مرقوم ہوا سوا برہان عماد شاہ کے بقیہ سلاطین دکن نے رامراج کے تباہ کرنے پر جو ملک دکن میں کسی کو اپنا مد مقابل نہ سمجھتا تھا کمر ہمت باندھی نظام شاہ عادل شاہ قطب شاہ و برید شاہ ہر چہار حکام دکن نے سامان جنگ درست کیا اور دریائے کشنا کو عبور کر کے ہیلگری ندی کے کنارہ جو کشنا سے چھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا۔ رامراج ستر ہزار سواروں نو لاکھ پیادوں کے ساتھ جن میں اکثر توپچی اور تیر انداز تھے سلطان بادشاہوں سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا اہل اسلام رامراج کے دبدبہ شوکت و حشمت کو دیکھ کر کچھ خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے یہ طے کیا کہ اگر ہندو راجہ عادل شاہی و قطب شاہی مقبوضات جو اس نے قبضہ کر لیا ہے واپس کر دے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ اس قسم کی مزاحمت نہ کریگا تو اس سے صلح کر لی جائے۔ راجہ ان سلاطین کو ایک جزو ضعیف سمجھتا تھا اس سے ان کی خواہش پر مطلق توجہ نہ کی اور تلنگا دتی کو بیس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ علی عادل کے مقابلہ میں اور اشترا ج کو بیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ہمراہ قطب شاہ و علی برید کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود سینتیس ہزار خاصہ کے سواروں اور دو ہزار راجہا ئے اطراف اور پانچ لاکھ پیادوں اور ایک سو یا دو ہزار فیلان جنگی کو ہمراہ لے کر حسین نظام سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ رامراج نے گردش روزگار سے غافل ہو کر اپنے بھائی کو حکم دیا کہ عادل شاہ و قطب شاہ کو زندہ گرفتار کرے تاکہ ان کو پا بہ زنجیر ساری زندگی قید خانہ میں رکھا جائے اور اپنے میمنہ اور میسرہ کے ہراولوں کو ہدایت کی کہ فوراً نظام شاہ کا سر قلم کر کے راجہ کے حضور میں لے آئے۔ رامراج نے میمنہ پر تمراج کو مقرر کیا اور میسرہ اپنے دیگر نامی امرا کی ماتحتی میں دیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ مسلمان بادشاہ بھی دشمن کی کثرت تعداد سے قطعاً ہراساں نہ ہوئے اور انہوں نے بھی اپنی صفیں درست کیں۔ عادل شاہ نے میمنہ اور قطب شاہ و علی برید نے میسرہ کی کمان کی اور نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔ اور ہر فرماں روا نے

دوازدہ امام کے علم نصب کر کے نقارۂ جنگ بجوایا نظام شاہ نے چھ سو ارابے توپ و ضرب زن
و زنبورک کے تین قطاروں میں اپنے لشکر کے سامنے کھڑے کرائے ان ارابوں کی
ترتیب یہ تھی کہ دو سو عدد ارابے کلاں توپوں کے سب سے آگے لگائے گئے۔ اور اس
قطار کے عقب میں دو سو ارابے ضرب زن کے جو متوسط توپیں ہیں نصب کئے اور
سب کے بعد دو سو دیگر ارابے زنبورک کے کھڑے کئے تھے زنبورک ایک قسم کی
چھوٹی توپ کو کہتے ہیں جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔ بادشاہ
نے یہ انتظام رومی خاں کے جو فن آتشباری میں یکتائے زمانہ تھا سپرد کیا تمام توپیں گولوں
اور بارود سے بھر دی گئیں۔ اسی دوران میں نظام شاہ کے دو ہزار آفاقی تیر انداز فن سپہ گری
کے موافق رامراج کی فوج کو توپ خانہ کے مقابلہ میں لے آئے اور رومی خاں نے کلاں
توپوں کو چھوڑنا شروع کیا ان کے سر ہونے کے بعد ضرب زن کے فیر شروع ہوئے اور
اس کے بعد زنبورک کی باری آئی۔ توپوں کی باڑھ سے رامراج کی فوج کا ایک بہت
بڑا حصہ قتل ہوا اور راجہ نے بھی مسلمانوں کو کچھ سمجھ کر سنگاسن کی سواری کو ترک کیا اور نیچے
اترا۔ رامراج نے حکم دیا کہ زربفت و اطلس کے شامیانے نصب کئے جائیں اور خود
ان کے نیچے مرصع کرسی پر چہار زانو ہو کر بیٹھا۔ رامراج نے اپنے دونوں طرف ہون
و پرتاب کے دو بڑے انبار لگائے اور بغیر وزن کئے سونا اہل لشکر کو تقسیم کرنا اور
مسلمانوں کے مقابلہ میں جان دینے پر ابھارنا شروع کیا راجہ نے وعدہ کیا کہ جو
شخص کامیاب میرے پاس آئیگا مرصع پدک انعام پائیگا اور اس کی جاگیر میں اضافہ
کیا جائیگا۔ رامراج کے تین دستوں نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا اور نظام شاہی
میمنہ و میسرہ یعنی عادل شاہی و قطب شاہی فوج پراگندہ ہو گئی اور ہر شخص یہ
سمجھنے لگا کہ ہندو غالب ہو گئے اسی اثنا میں نظام شاہ نے اپنے ہم مذہب بادشاہوں
کو پیغام دیا کہ خدا کی عنایت سے ہم کو ابھی فتح ہوتی ہے آپ صاحب ثابت قدم رہیں
اور کوشش و تدبیر سے غفلت نہ فرمائیں۔ رومی خاں نے بار دیگر توپوں میں خورده بھر کر
فیر کرنا شروع کیا اور دشمن کی فوج کے پانچ یا چھ ہزار سپاہی اور چند فیل و اسپ
ضائع ہوئے۔ اس وقت نظام شاہ ارابوں کے عقب سے سوار ہو کر کشور خاں
کے ہمراہ سات یا آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کے ساتھ رومی خاں کے قریب

پہنچ گیا۔ عجیب ہنگامہ طوفان برپا تھا اور طرفین دشمن کو ہلاک کر رہے تھے اسی دوران میں نظام شاہی فیل غلام علی نام نے جو رومی خاں کے ساتھ تھا رامراج کے ایک ہاتھی پر حملہ کیا اور اس کو سامنے سے بھگا کر خود اس کے عقب میں دوڑا اور رامراج کے شامیانوں کے پاس پہونچکر حریف کو تلاش کرنے لگا (واقعات تذکرہ علی عادل شاہ کے حالات میں تفصیل سے بیان ہوچکے ہیں) راجہ ہاتھیوں کے خوف سے کرسی پر سے اٹھا چونکہ رامراج بوڑھا ہوچکا تھا اور سواری کی طاقت نہ رکھتا تھا یا یہ کہ اس کا وقت آچکا تھا اس لئے بجائے گھوڑے کے سنگاسن پر سوار ہوا۔ مذکورہ بالا ہاتھی اتفاق سے سنگاسن کے قریب پہنچ گیا۔ حمال جنکو دکن کی اصطلاح میں بھوئی کو کہتے ہیں خوف زدہ ہوئے اور سنگاسن کو زمین پر پھینک کر فراری ہوگئے نظام شاہی فیل بان سنگاسن کی طمع میں آگے بڑھے اور ہاتھی کو اشارہ کیا کہ سنگاسن کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر پیٹھ پر رکھ لے۔ رامراج کا ایک لازم جو وہاں موجود تھا یہ سمجھا کہ فیل بان نے راجہ کو نہیں پہچانا اور ہاتھی کو سنگاسن کے سوار کے قتل کا اشارہ کیا ہے یہ لازم فیلبان کے سامنے آیا اور اظہار عاجزی کرنے لگا فیلبان کچھ سمجھ گیا اور اس نے رامراج کو ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ کر اوپر کھینچ لیا فیلبان کو معلوم ہوگیا کہ اس کا قیدی راجہ رامراج ہے اور وہ اسے رومی خاں کے پاس لے گیا رومی خاں نے راجہ کو نظام شاہ کے حضور میں حاضر کیا اور بادشاہ نے راجہ کا سر قلم کرکے نیزہ پر بلند کیا اور اسی ہاتھی پر سر کو دشمن کو دکھایا۔ بیجانگر کے سپاہی یہ منظر دیکھتے ہی فراری ہوئے رامراج کے بھائی عادل شاہ و قطب شاہ سے کنارہ کشی کرکے راجہ کی مدد کو آگے بڑھے تھے لیکن انھوں نے فوراً ہی یہ خبر سنی کہ راجہ قتل کیا گیا، برادران رامراج نے بھی فراری میں اپنی خیر دیکھی اور بھاگے مسلمان بادشاہوں نے اناگندی تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلہ پر آباد ہے ان کا تعاقب کیا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس معرکہ میں ایک لاکھ ہندو قتل ہوئے اور بے شمار نقد و جنس خاص و عام کے ہاتھ آیا بادشاہوں نے مال غنیمت میں صرف ہاتھی لے لئے بقیہ سپاہیوں کے حصہ میں آیا نظام شاہ نے رامراج کے سر میں بھس بھر کر نقال خاں براری کے پاس بھیجا یہ نقال خاں اندنوں راجہ کا دست گرفتہ ہوکر اس کے اشارہ سے نواح احمدنگر تک تاخت و تاراج کیا کرتا تھا مسلمان بادشاہ اناگندی سے بیجانگر وارد ہوئے

اور انھوں نے ایسا اس شہر کو ویران کیا کہ تالیف کتاب کے زمانہ تک جو سنہ ۱۰۲ ہجری ہے بیجانگر میں آثار معموری کا نام و نشان نہیں ہے۔ تنکناوری چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس نے مسلمانوں کے وہ پرگنات جن پر رامراج نے بجبر قبضہ کیا تھا ان کو واپس کر دیئے اور جس طرح بھی اس سے ممکن ہوا ان سے صلح کر لی اور سلاطین اسلام اپنے اپنے ملک کو واپس آئے حسین نظام شاہ احمد نگر پہونچا اور ورود کے گیارہ روز بعد کثرت عیش کی وجہ سے علیل ہو کر اس نے وفات پائی اس بادشاہ نے گیارہ برس فرمانروائی کی حسین نظام کے محل میں چار بیبیوں کے بطن سے چار دختر چار فرزند پیدا ہوئے جن کو بہ قید حیات چھوڑ کر بادشاہ فوت ہوا۔ خونزہ ہمایوں کے بطن سے مرتضیٰ و برہان دو فرزند اور دو دختر چاند بی بی زوجہ علی عادل و بی بی خدیجہ منکوحہ جمال الدین حسین انجو تھے اور دیگر عورات سے دو فرزند شاہ قاسم و شاہ منصور اور دو دختر آقا بی بی زوجہ میر عبدالوہاب بن سید عبدالعظیم و بی بی جمالی زوجۂ ابراہیم قطب شاہ۔

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور سلطنت کی وسعت میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔ اس بادشاہ نے شیعہ مذہب کو رواج دینے میں اپنے اسلاف سے زیادہ کوشش کی سادات اور علمائے شیعہ اور نیز دیگر اہل استحقاق کے وظائف میں ترقی کی گئی۔ برار فتح ہونے کے بعد بادشاہ کے دماغ میں کچھ خلل آیا اور تقریباً سولہ سال خانہ نشین رہا اس زمانہ میں سوا ایک یا دو خدمتگاروں کے کوئی شخص نظام شاہ کے قریب نہ جاتا تھا مہمات سلطنت کو ارکین دولت انجام دیتے تھے اور جب کبھی کہ امیروں کو کوئی دشوار معاملہ پیش آتا تھا۔ تو ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیتے تھے اور مرتضیٰ نظام اس کا معقول قلمی جواب عطا کر دیتا تھا۔ مورخ نے کسی کتاب میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی فرمانروا اس طرح سولہ سال خلوت نشین رہا ہو اور پھر بھی اس کے ملک میں کسی طرح کا فتنہ و فساد نہ برپا ہوا ہو۔ مورخ فرشتہ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی ملازمین میں داخل ہوا۔ مرتضیٰ نظام نے عین عالم شباب میں تخت حکومت پر قدم رکھا تھا اس لئے بادشاہ کی والدہ نے چھ سال امور سلطنت کو انجام دیا ملکہ نے اپنے بھائیوں عین الملک اور تاج خاں اور ایک خواجہ سرا مسمی اعتبار خاں کو

امرائے کبار میں داخل کیا اور انھیں اس قدر صاحب اختیار کیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے بیگم نے ملا عنایت اللہ کو پیشوا مقرر کیا اور ہر روز پردہ کے عقب میں بیٹھکر قاسم بیگ حکیم کے مشورہ سے مہمات سلطنت کو انجام دیتی تھی مرتضیٰ نظام عربوں اور حبشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہتا اور کار سلطنت میں دخل نہ دیتا تھا۔ بادشاہ کی والدہ مسماۃ خونزہ ہمایوں میانخو بن خواجگی پسرزادہ جہاں شاہ قراقوینلو بادشاہ آذربائیجان کی دختر تھی۔

اسی دوران میں علی عادل نے میدان خالی پاکر بلدہ انی کنڈی اور بیجانگر کے فتح کرنے کے لیئے لشکر کشی کی۔ علی عادل نے ارادہ کیا کہ تمراج ولد رام راج کو ان ممالک سے خارج کرکے راجہ کونوکر نائک کے دارالملک تلنگنڈہ کا فرمانروا بنائے اور خود بیجانگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کرے۔ علی عادل کے اس ارادہ سے تمکنا دری حاکم نلگنڈہ پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد مانگی۔ مرتضیٰ نظام ملا عنایت اللہ کے مشورہ سے بیجانگر روانہ ہوا۔ علی عادل نے مجبور ہو کر ان ممالک سے ہاتھ اٹھایا نظام شاہی فوج بیجاپور کے نواح میں پہنچی اور علی عادل جلد سے جلد انی کنڈی سے بیجاپور آیا اور نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن جانبین کے بہی خواہ درمیان میں آئے اور انھوں نے صلح کی کوشش کی اور کہا کہ دو ہم مذہب فرمانرواؤں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرائی کرنا زیبا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے غرضکہ جنگ موقوف ہوئی اور خونزہ ہمایوں احمد نگر واپس آئی۔

اس واقعہ کے دوسرے سال مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے باہم اتفاق کرکے تقال خاں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس بنا پر کہ تقال خاں نے بیجانگر کی یورش میں ان فرمانرواؤں کا ساتھ نہ دیا تھا برار پر لشکر کشی کی۔ ان بادشاہوں نے ایلچپور تک سارے ملک کو تباہ برباد کرکے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اور تقال خاں سے خاطر خواہ اپنا انتقام لیا۔ اسی دوران میں برسات کا زمانہ آگیا اور تقال خاں نے علی عادل کی خدمت میں نقد و دولت پیش کرکے اس فرمانروا کو اپنے سے راضی کر لیا علی عادل نے موسم برشگال کو بہانہ بنایا اور مرتضیٰ نظام شاہ کے ہمراہ واپس آیا۔

سنہ ۹۵۔ہجری میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی ممالک پر قبضہ کرنا چاہا۔علی عادل نے سب سے پہلے قلعۂ کندالہ کو جو قبضۂ چاکنہ سے بیس کوس کے فاصلہ پر آباد ہے فتح کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ سرحد کی طرف روانہ کیا۔ خونزہ ہمایوں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور ملکہ نے بعض دکنی سرداروں کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا۔نظام شاہی فوج قصبۂ کیج کے نواح میں حریف سے شکست کھا کر پریشان حال احمد نگر واپس آئی۔کشور خاں نے سرحدی رعایا کو دلاسا دیکر ربیع اور خریف کے محاصل جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتے وصول کر لیئے اور میدان فتح میں ایک پختہ قلعہ تعمیر کرا کے پورا اقتدار حاصل کیا چونکہ خونزہ ہمایوں نے تقریباً نصف نظام شاہی سلطنت اپنے بھائیوں اور دیگر اعزہ کی جاگیریں دیدی تھی اور یہ امیر اپنے سپاہیوں کی پوری نگہداشت نہ کرتے تھے اس لئے کشور خاں کی مدافعت نہ ہوسکتی تھی ۔شاہ جمال الدین حسین انجو،قاسم بیگ،شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے پریشان اور رنجیدہ ہوکر خلوت میں بادشاہ سے ملکہ کی شکایت کی۔مرتضیٰ نظام نے جواب دیاکہ نظام شاہی دربار کے تمام ملازم اور نیز شاگردپیشہ ملکہ کے ہی خواہ ہیں اسی حالت میں اس کے تسلط سے کیونکر نجات ہوسکتی ہے۔مصاحبوں نے عرض کیاکہ اگر بادشاہ کا حکم ہو تو ہم فرہاد خاں،اخلاص خاں اور حبشی خاں کو جو امرائے کبار میں داخل ہیں اپنا ہمراز بنا کر اس تسلط سے نجات حاصل کریں۔مرتضیٰ نظام نے ان مصاحبین کی رائے سے اتفاق کیا ان امیروں نے حبشی سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنایا اور سلام کے بہانہ سے قلعہ کے اندر آئے اور بادشاہ کو پیغام دیاکہ فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔اور حکم ہو تو خواجہ سراؤں اور کنیزوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔نظام شاہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔حسن اتفاق سے خونزہ ہمایوں نے کسی ضرورت سے بادشاہ کو حرم سرا کے اندر بلایا۔نظام شاہ یہ سمجھاکہ ملکہ کو اس سازش کی اطلاع ہوگئی ہے اور وہ بادشاہ کو معزول کرنا چاہتی ہے نظام شاہ نے اپنی والدہ کے پاس پہنچتے ہی اپنی خیر منائی اور اس سے کہاکہ فلاں امیر آپ کو گرفتار کرنے کے لئے اتفاق کر چکے ہیں خونزہ ہمایوں کو حقیقت حال سے اطلاع ہوگئی۔اور اس نے حریف کا چراغ گل کر دیا ملکہ نے شام کو پردہ کے عقب میں قیام کیا اور شاہ جمال الدین حسین کو

گرفتار کر کے مقید کر دیا فرہاد خاں وغیرہ جمال الدین کی گرفتاری سے آگاہ ہوئے اور اپنے
ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل آئے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں اپنے پیادوں کے
درمیان میں آگئے اور جلد سے جلد اپنے گھروں کو واپس گئے سید مرتضیٰ سبزواری اور
خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دیگر غریب جو نظام شاہی خاصہ خیل کے ملازم اور
اس سازش میں شریک سمجھے گئے باہم اتفاق کر کے قلعہ سے باہر نکل آئے۔
ملکہ نے ایک گروہ کو مرتضیٰ خاں کی گرفتاری کے لئے مامور کیا مرتضیٰ خاں سید مرتضیٰ سبزواری
دبیر اصفہانی اور دیگر غریب امرا کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ہمراہی
تمام شب کالا چبوترہ کے میدان میں کھڑے رہے اور ان امیروں نے اپنے اہل و
عیال کے پاس قاصد روانہ کر کے ان کو مع مال و متاع کے اپنے پاس طلب کیا تاکہ
گجرات روانہ ہو جائیں۔ خوزہ ہمایوں نے ان امیروں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ
خود اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر اپنے معاملہ میں اس قدر وحشت و دہشت کو کیوں دخل
دیتے ہو تم کو چاہیئے کہ اپنے مکانوں کو واپس جاؤ اور اپنے حال پر قائم رہو۔ یہ امیر
ملکہ کا یہ پیغام مصلحت وقت کا تقاضا سمجھے اور قریب میں نہ آئے خوزہ ہمایوں نے بار دگر
قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا ہم نشین تھا ان امیروں کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ
نے حبشی امرا کے پاس پہنچکر پیغامبری کی۔ ان امیروں نے قاسم بیگ کو جواب دیا کہ
ہم اور تم سب اس رائے میں شریک تھے اور ملکہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے
بیگم کی صرف غرض یہ ہے کہ ہم کو غافل پاکر ہم سے انتقام لے بہتر یہ ہے کہ تم بھی اپنی خیر
مناؤ اور ہمارے رفیق طریق بن جاؤ قاسم بیگ نے حبشیوں سے اتفاق کیا اور اپنے
فرزند کمال الدین حسین کو اپنے ہمراہ لیا۔ قاسم بیگ نے جواہرات کے صندوقچہ کو جو اسکی
تمام عمر کی کمائی تھی خفیہ طور پر شاہ رفیع الدین ولد شاہ طاہر کے پاس امانت کے طور پر
رکھ دیا۔ فرہاد خاں نے ان اشخاص کے ہمراہ اسی شب گجرات کی راہ لی خوزہ ہمایوں
نے چند اشخاص کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا اخلاص خاں اور حبشی خاں احمد نگر
واپس آئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوفزدہ تھے جلد سے جلد سرحد
گجرات پر پہنچ گئے اس مقام پر پہنچکر تعاقب کرنے والوں نے ان پر ہجوم کیا اور
کمال الدین ولد قاسم بیگ کو جو سترہ سال کا نوجوان تھا قید کر لیا نظام شاہی ملازم چونکہ

بیگانہ ملک میں نہ رہ سکتے تھے احمد نگر واپس آئے۔ ملکہ نے حریفوں سے اطمینان حاصل کرکے کمال الدین حسین کو قلعہ دروب میں قید کیا لیکن تھوڑے زمانہ کے بعد پھر اس پر مہربان ہوئی اور قید سے آزاد کرکے عمدہ مناصب اور جاگیر اسے عطا کیا اور اب اور زیادہ اپنے اعوان و انصار کو تقویت دینے میں کوشاں ہوئی۔ خونزہ ہمایوں نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں کو قولنامہ دیکران کو بیجاپور سے طلب کیا اور فرہاد خاں و قاسم بیگ کے لئے بھی قولنامہ روانہ کیا۔

فرہاد خاں واپس آیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات میں قیام کیا اور ایک قاصد شاہ رفیع کی خدمت میں روانہ کرکے اپنی امانت طلب کی شاہ رفیع الدین نے جواہرات کا صندوقچہ اسی طرح سربمہر قاصد کے سپرد کر دیا۔ صندوقچہ قاسم بیگ کے پاس پہنچا اور اس نے اس کو کھولا تمام چیزیں اپنی جگہ پر موجود تھیں لیکن ایک تھیلی جس میں بہترین جواہرات تھے صندوقچہ سے غائب تھی قاسم بیگ نے ایک آہ سرد کھینچی اور اسی وقت علیل ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ میں وفات پائی۔ خونزہ ہمایوں نے دیکھا کہ کشور خاں کا غلبہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے بیگم یہ سمجھی کہ کشور خاں کا تسلط ملا عنایت اللہ کے باہمی اتحاد و موافقت سے روز بروز بڑھ رہا ہے ان وجوہات پر نظر کرکے خونزہ ہمایوں سے ملا عنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔

۹۷۷ہجری میں خونزہ ہمایوں نے لشکر جمع کیا اور سامان سفر درست کرکے اپنے فرزند مرتضیٰ نظام شاہ کے ہمراہ کشور خاں کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ ملکہ کانور کے دامن میں پہنچی اور ملا حسین تبریزی شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ شاہی مصاحبین نے دوبارہ جرأت سے کام لیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کے گرفتار کرنے کی ترغیب دلائی۔ بادشاہ خود اپنی والدہ کے تسلط سے بیحد آزردہ تھا اس مرتبہ خود بھی ملکہ کو گرفتار کرنے میں ثابت قدم ہوا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو کل صبح کو شکار کے لئے جاؤں ملکہ نے اجازت دی اور بادشاہ نے فرہاد خاں اخلاص خاں اور حبشی خاں سے کہا کہ ملکہ کی اجازت کے موافق میں کل صبح شکار کے لئے سوار ہو جاؤں گا اور اکثر امیر میرے ہمراہ جائینگے تم بھی ہمراہ رکاب رہو۔ دوسرے دن صبح کو بادشاہ شکار کے لئے روانہ ہوا اور سوا تاج خاں اور عین الملک کے

تمام امیران بارگاہ بادشاہ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ خونزہ ہمایوں دانا و عاقلہ تھی وہ اس ہجوم کو خلاف مصلحت سمجھی اور کسی بہانہ سے اپنے اعوان و انصار کے ہمراہ خود بھی سوار ہوئی۔ ملکہ کے ادبار کا وقت آچکا تھا اور وہ وقت سے پہلے واپس آئی۔ تمام ملازم اپنے قیام گاہ کو واپس گئے اور بارگاہ میں کوئی باقی نہ رہا۔ نظام شاہ کو حقیقت حال سے آگاہی ہوئی اور اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو سخت گیر امیر تھا۔ اپنی ماں کی گرفتاری کے لئے نامزد کیا اور اس کے عقب میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو بھی اپنے خاصہ خیل کے ہمراہ کیا۔ بعض امیراں کے علاوہ بھی اس کام کے لئے روانہ کئے گئے حبشی خاں سراپردہ کے قریب پہنچا اور ملکہ کو اس کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی۔ بیگم نے ترکش اور خنجر و شمشیر سے اپنے کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہوئی حبشی خاں اسی طرح گھوڑے پر سوار ملکہ کے قریب گیا اور کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ آپ بھی بشکل دیگر عورتوں کے پردہ میں بیٹھیں اور امور سلطنت میں دخل نہ دیں خونزہ ہمایوں نے انکار کیا اور کہا کہ اے غلام تجھکو یہ قدرت کہاں سے حاصل ہوئی کہ مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے حبشی خاں نے ارادہ کیا کہ ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتار لے خونزہ ہمایوں نے نیام سے خنجر کھینچا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر ایسا موڑا کہ خنجر ہاتھ سے گر گیا عین الملک اور تاج خاں نے اپنی خواہر کو آزاد کرانے کی کوشش نہ کی اور راہ فرار اختیار کی حبشی خاں نے اطمینان سے ملکہ کو پالکی میں سوار کرا کے مرتضیٰ نظام کے پاس پہنچا دیا نظام شاہ نے والدہ کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام نے ہر امیر کو نوازش شاہانہ سے سرفراز کیا۔ ملا حسین تبریزی کو جس نے اس روز جاں نثاری سے کام لیا تھا خاں خاناں کے خطاب سے سرفراز کر کے پیشوائی کا منصب عطا فرمایا۔ کمال الدین حسین ولد قاسم بیگ جو گجرات سے واپس آیا تھا باپ کے نام و القاب سے موسوم کیا گیا۔ مرتضیٰ خاں بھی امرائے کبار کے گروہ میں داخل کیا گیا اور شاہ احمد خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد اعتبار خاں کی جاگیر اور اسپ و فیل کا مالک بنایا گیا۔ مرتضیٰ نظام نے ایک گروہ کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحد

گجرات سے گرفتار کرکے احمد نگر لایا گیا لیکن تاج خاں نے جلد سے جلد مسافت طے کرکے اپنے کو ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں پہنچا دیا جو اشخاص اس کے تعاقب میں روانہ کئے گئے تھے بے نیل مرام واپس آئے۔

لکھتے ہیں کہ مرتضیٰ نظام دام کالو سے احمد نگر واپس آیا غریبوں کی ایک جماعت خونریزہ ہمایوں کا قصہ سنکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر اور شاہانہ نوازش سے سرفراز ہوئی۔ بادشاہ نے کشور خاں کے تباہ کرنے پر کمر ہمت باندھی اور فوراً قلعۂ دارور پر دھاوا کیا۔ کشور خاں ابراہیم قطب شاہ سے مدد کا طلبگار ہوا لیکن قبل اس کے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کو آئے کشور خاں قتل کیا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا چونکہ اس قلعہ کی فتح بھی عجائب روزگار میں ہے لہٰذا اس کی تفصیل ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔

مرتضیٰ نظام نے دارور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارہ قیام کیا اور شاہ احمد مرتضیٰ خاں اور دیگر مصاحبوں کے ہمراہ خود کھانا پکانے میں مشغول ہوا۔ اسی درمیان میں ایک جاسوس کشور خاں کے پاس آیا اور ایک سربمہر کاغذ بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کیا نظام شاہ نے کاغذ کھولا اور اس کی بے ادبانہ عبارت سے غصہ میں آیا اور اسی وقت سوار ہو گیا اور کہا کہ جب تک اس قلعہ کو فتح نہ کر لونگا گھوڑے سے نہ اترونگا۔ بادشاہ قلعہ کے قریب پہنچا اور دروازہ کی طرف بڑھا۔

خانخاناں اور مرتضیٰ خاں وغیرہ شاہی مصاحبوں نے عرض کیا کہ قلعہ کشائی کی یہ تدبیر نہیں ہے کہ ابھی بدن سے گرد بھی نہیں جھاڑی اور آپ ایسے مضبوط قلعہ پر حملہ کے لئے تیار ہو گئے نظام شاہ نے چونکہ قلعہ کو فتح کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا تھا امیروں کی بات نہ سنی اور کہا کہ اگر خدائی مدد شامل ہے تو دروازہ کے قریب پہنچکر تیغ و تبر سے اس کو توڑ ڈالوں گا اور قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے نقصان نہ پہونچے گا اور اگر میری موت آگئی ہے تو اس سے علحدہ ہو جانے پر بھی زندہ نہ رہونگا۔ امیروں نے جب دیکھا کہ بادشاہ اسی طرح تیار اور مصر ہے اور کسی طور پر بھی اپنے ارادہ سے باز نہیں آسکتا تو اس سے ہتھیار باندھنے کی استدعا کی مرتضیٰ نظام نے اس بات سے بھی اول انکار کیا درباریوں نے عرض کیا کہ سلاح کا پہننا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بادشاہ نے اپنے بدن پر ہتھیار لگائے اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر

قلعہ کی طرف بڑھا اسی درمیان میں قلعہ کے برج دوبارہ سے آتشباری شروع ہوئی ہر مرتبہ دو یا تین ہزار توپ و تفنگ اور بان سر ہوتے تھے انسان گھوڑے ہاتھی بہت زیادہ ضائع ہوئے اور میدان جنگ نمونۂ قیامت بن گیا باوجود اس کے بھی نظام شاہ نے اپنے گھوڑے کی باگ نہ موڑی یہاں تک کہ قلعہ کی دیوار سے پچاس گز کے فاصلہ پر رہ گیا اس وقت نظام شاہی فوج تیر اندازی میں مصروف ہوئی اور بڑی عظیم الشان لڑائی ہونے لگی۔ اسی طوفان دار و گیر میں دو یا تین گولیاں بادشاہ کے قریب سے گزریں لیکن خیریت گزری کہ نظام شاہ کو نقصان نہیں پہونچا لیکن باوجود اس خوف کے کسی شخص کی یہ قدرت نہ تھی کہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرے عین معرکۂ کارزار میں اہل قلعہ کا شور و غوغا بند ہو گیا حریف کو تعجب ہوا اور چند لوگ کھڑکیاں کھول کر قلعہ کے اندر آئے اور دیکھا کہ کشور خاں ایک تیر کے صدمہ سے فوت ہو گیا ہے اور قلعہ میں کوئی متنفس بھی موجود نہیں ہے ان لوگوں نے کشور خاں کا سر تن سے جدا کر کے کنگرہ پر آویزاں کر دیا نظام شاہ اس واقعہ کو دیکھکر خوش ہوا اور خدا کی بارگاہ میں شکر ادا کیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ کشور خاں کے واقعہ کے بعد عین الملک اور نور خاں جو نامی عادل شاہی امیر تھے دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نظام شاہی ملک میں داخل ہوئے اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے احمد نگر روانہ ہوئے۔ فرہاد خاں اور اخلاص خاں پانچ یا چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے زیر انتظام عادل شاہی فوج کے مقابلہ میں روانہ کئے گئے۔ یہ گروہ حریف کے قریب پہونچ گیا اور دبیر اصفہانی نے امرا کو آگے بڑھایا اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔ فریقین کا مقابلہ ہوا اور جنگ کی صفیں درست کی گئیں معرکۂ کارزار گرم ہوا اور دبیر اصفہانی نے چالیس شاہی ہاتھی اور علم سبز اور چار سو خاصہ خیل کے سواروں کو میدان کارزار میں دوڑایا اور یہ مشہور کیا کہ خود بادشاہ بھی میدان جنگ میں آ گیا ہے عین الملک اور نور خاں اس خبر کو صحیح سمجھے اور میدان سے فراری ہوئے خواجہ میرک نے ان اشخاص کا تعاقب کر کے عین الملک کو قتل کیا اور نور خاں کو زندہ گرفتار کر کے دارور کے نواح میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

اسی دوران میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے اظہار دوستی کیا اور یہ دونوں فرمانروا بیجاپور فتح کرنے کے لئے روانہ ہو کر عادل شاہی دائرہ حکومت میں داخل ہوئے شاہ ابوالحسن نے جو عادل شاہ کا پیرجملہ تھا سید میرتقی سبزواری کو نظام شاہ کی خدمت میں بھیجکر اسے یہ پیغام دیا کہ میں خاندان نظام شاہی کا موروثی بہی خواہ ہوں اور میری ارادت بھی ظاہر و روشن ہے کہ محتاج شہادت و بیان نہیں ہے اگر حکم ہو تو یہ خیر اندیش بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر جو کچھ صلاح دولت ہے اسے عرض کرے بادشاہ کو اس نمک خوار کو شرف آستانہ بوسی کی اجازت دینا بعید از ذرہ نوازی نہ ہوگا نظام شاہ نے جواب دیا کہ شاہ ابوالحسن ہمارے پیرزادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لائیں تو ہم ان کی صلاح کے مطابق اس مہم کو انجام دیں۔ شاہ ابوالحسن کو امید پیدا ہوئی اور انھوں نے خانخانان کے واسطے سے موضع والدری میں نظام شاہ سے ملاقات کی شاہ صاحب نے نفیس اور بیش قیمت تحفے نظام شاہ کے حضور میں پیش کر کے فرصت کے وقت بادشاہ سے عرض کیا کہ حسین نظام شاہ نے اس امر کو بہ خوبی سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہ کی دوستی سے نیک نتیجے نکلیں گے اسی بنا پر مرحوم بادشاہ نے عادل شاہ سے قرابت کر کے رامراج جیسے زبردست فرمانروا کو زیر کیا تھا اگر کچھ کدورت حال میں کوتہ اندیش ملازمین کی ناسمجھی سے پیدا ہو گئی تھی تو خدا کا شکر ہے کہ اب بادشاہ کی بہادری سے زائل ہو گئی ہے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری موافقت پر عادل شاہ سے مخالفت کرنا دور اندیشی سے بعید ہے ابوالحسن نے اس تقریر کے بعد قطب شاہ کا اتفاق آمیز خط جو اس نے عادل شاہ کو لکھا تھا اور جو شاہ ابوالحسن کے پاس تھا نظام شاہ کو دکھلایا اور کہا کہ قطب شاہ اگرچہ بظاہر آپ کے ہمراہ ہے لیکن خفیہ طور پر دوسروں کا دوست ہے شاہ ابوالحسن نے اپنے دعوی پر گواہ بھی پیش کئے اور نیز خانخانان نے بھی اس کی تصدیق کی غرضکہ شاہ ابوالحسن نے اس طرح مرتضیٰ نظام کے کان بھرے کہ بادشاہ نے اسی مجلس میں اپنے امیروں اور افسران فوج کو حکم دیا کہ قطب شاہ کی تنبیہ کی جائے ابراہیم قطب شاہ نے اپنی سلامتی فرار میں دیکھی اور خیمہ و خرگاہ سب ان میں چھوڑ کر گولکنڈہ روانہ ہو گیا نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو تاراج کر کے خود اس کا بھی تعاقب کیا اور تمام راہ غارتگری اور

ایذا رسانی میں مصروف رہے۔ حریف کی دراز دستی دیکھ کر شاہزادہ عبد القادر قطب شاہ کے فرزند اکبر نے جو بیحد بہادر اور مشہور تیغ زن تھا اپنے باپ سے عرض کیا کہ نظام شاہی فوج کی شوخی حد سے بڑھ گئی ہے اور یہ کسی طرح غارتگری سے باز نہیں آتے اگر بادشاہ مجھے حکم دیں تو میں ایک گروہ ہمراہ کمین گاہ میں پوشیدہ ہو جاؤں اور تعاقب کے وقت دشمن پر عقب سے حملہ آور ہوں میرے نزدیک یہ تدبیر قرین صواب ہے قطب شاہ نہایت سرعت کے ساتھ راستہ طے کر رہا تھا اس نے فرزند کی رائے کا کچھ جواب نہ دیا اور گولکنڈہ پہنچکر بیٹے کی شجاعت سے خوف زدہ ہوا اور اسے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا چند روز کے بعد بے مروت بادشاہ نے صرف اس قدر گناہ پر جو بیٹے دولت خواہی تھا فرزند کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

غرضکہ شاہ ابوالحسن نے پیام رسانی کی خدمت کو بخوبی انجام دیا اور علی عادل کی وکالت میں مرتضیٰ نظام سے یکجہتی اور اتحاد کے عہد و پیمان لئے اور مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آیا۔

خانخانان ملا عنایت اللہ سے بیحد خوف زدہ تھا اس کا خیال تھا کہ بادشاہ ملا لئے مذکور سے راضی ہو کر اس کو دوبارہ منصب پیشوائی عطا کریگا اسی خیال کی بنا پر خانخانان نے وحشت آمیز اخبار سے بادشاہ کا دل عنایت اللہ کی طرف سے برگشتہ کر دیا اور اسکے قتل کا فرمان حاصل کرکے بیچارہ کو قید زندان اور قید حیات دونوں سے آزاد کر دیا۔ ملا عنایت اللہ کا قتل قطب شاہ کی بارگاہ کی ناراضگی کا ضمیمہ تھا اور تمام رعایا خانخانان سے بیزار ہو گئی۔ اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے یہ واقعات سنے اور مرتضیٰ نظام کو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ مجھے اپنے مہربان برادر سے یہ امید نہ تھی کہ مفسدہ پرداز اشخاص کی غمازی سے آپ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کریں گے اور میرے ہاتھی گرفتار کر لیں گے ہاتھیوں کا مجھے خیال نہیں ہے میں خود انھیں آپ کے نذر کرتا ہوں اس لئے کہ میرے ملک میں یہ جانور کثرت سے جنگلوں میں پایا جاتا ہے لیکن مجھے حیرت یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کی بارگاہ میں شریف اور عالی نسب امیر موجود ہیں انکے ہوتے ہوئے استاد نوری جراح کے فرزند کو وکیل سلطنت مقرر کرنا کیا معنی رکھتا ہے نظام شاہ کو اس پیغام سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ابراہیم قطب شاہ علی عادل سے اتحاد کر کے اپنے ہاتھیوں کا دعویٰ نہ کرے اس نے خانخانان کو معزول کر کے

شاہ جمال الدین حسین کو عہدۂ وکالت عطا کیا۔

اس دوران میں اہل فرنگ نے سر اٹھایا اور قلعہ ریکندہ کے استحکام پر مغرور ہو کر مسلمانوں کو حقیر سمجھنے اور انھیں نقصان پہنچانے لگے مرتضیٰ نظام نے جمال الدین حسین شاہ احمد مرتضیٰ خاں اور دیگر سادات انجو کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں رکن رکین سلطنت تھے اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چیول کے جوار میں واقع ہے دھاوا کیا اور حصار پر پہنچکر محاصرہ کرلیا۔ عیسائیوں نے بھی مدافعانہ کارروائی شروع کی تقریباً دو سال یہ عالم رہا کہ کبھی کبھی اہل اسلام اور فرنگیوں میں جنگ ہو جاتی تھی۔ اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد توپ و تفنگ سے شہید ہوتی تھی شاہی لشکر میں موت کا بازار گرم تھا اور ہر گوشہ سے فریاد و زاری کی آوازیں سنائی دیتی تھیں پریشانی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین کا بھی موقع نہ ملتا تھا اس لئے کہ دکنی امیر اپنی کج رائی اور جہالت سے قلعہ گشائی کی تدبیر نہ کرتے اور جا کر یز و نقب وسابا ط کے تیار کرنے میں وقت ضائع کرتے تھے ان کی کوشش کا مدعا یہ تھا کہ نردبان لگاکر قلعہ کے اوپر پہونچیں اور اہل قلعہ کو مجبور کر کے حصار فتح کریں۔ اہل فرنگ فن آتشبازی میں کامل تھے مسلمان اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوتے تھے اور ہر روز اس قدر گولیوں کی بوچھار ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے گروہ کے گروہ نذر اجل ہوتے تھے اور لشکر میں فریاد و زاری کی وجہ سے تمام پریشانی پھیلی ہوئی تھی صورت واقعہ کو اس طرح دیکھکر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کردیں۔ اس مشورہ پر عمل درآمد کیا گیا اور اہل فرنگ نے پریشان ہو کر ارادہ کیا کہ اس قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں پناہ گزیں ہوں لیکن بعض فرنگیوں نے اس رائے سے اختلاف کیا کہ قلعہ میں جو سرکاری رقم موجود ہے ہم کیوں نہ اسی کو اپنی اور حصار کی حفاظت میں صرف کریں اگر اس تدبیر سے بھی کار برآری نہ ہوگی تو ہم البتہ حصار کو خالی کر کے کسی اور قلعہ میں پناہ لیں گے۔ اس قرارداد کے موافق اہل فرنگ نے نظام شاہی امیروں کو زرپاشی سے اپنا رفیق کار بنایا اور فرہاد خاں اخلاص خاں وغیرہ حبشی امیروں نے رشوت لے کر شراب اور دیگر ضروریات زندگی کا سامان جنس اہل قلعہ کو پہنچانا شروع کیا۔ ان بے وفا حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ

ہر شب ایک امیر ضروریات زندگی کی چیزیں اہل قلعہ کو پہنچاتا رہے یہ لوگ رات کو
یہ کارروائی کرتے تھے اور دن کو حریف سے معرکہ آرائی کرتے تھے اور لوگوں کو دکھانے
کے لیئے نردبان لگا کر قلعہ کشائی کی تدبیریں کرتے تھے۔ اہل فرنگ اپنے دستور کے
مطابق آلات آتشباری سے حریف کو قتل و غارت کر رہے تھے اور مسلمانوں کے
لشکر میں شور و غوغا بلند تھا نصاریٰ کا یہ عالم تھا کہ اطمینان کے ساتھ دشمن کی مدافعت
کر رہے تھے اور قلعہ کسی تدبیر سے سر نہ ہوتا تھا۔ شاہ جمال الدین جوانی کے نشہ میں
سرشار مہمات سلطنت سے بالکل غافل عیش و عشرت کا متوالا ہو رہا تھا اس نوجوان
امیر نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر خود امور سلطنت سے کنارہ کشی کر لی تھی
مرتضیٰ نظام طول محاصرہ اور محنت سفر سے تنگ آگیا اور کبھی کبھی شاہ جمال الدین
کی غفلت اور بے پروائی کی خواجہ میرک سے شکایت بھی کرتا تھا۔ اسی دوران میں
مسلمانوں کی ایک کشتی بندر جرون سے چیول کے بندرگاہ میں آرہی تھی فرنگیوں نے
سر راہ کشتی کو گرفتار کیا اور تمام مال و اسباب کو غارت و تباہ کر کے مسلمانوں کو قید
کر لیا ان اسیروں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نامی دو جوان تھے جن کو شجاع اور
تنومند دیکھ کر اہل فرنگ نے برج دیارہ کے اوپر متعین کیا تاکہ یہ نوجوان مسلمانوں سے
جنگ کریں۔ رستم و شمشیر مجبور تھے انھوں نے نصاریٰ کے حکم کی تعمیل کی اور کبھی کبھی
تیر و تفنگ لشکر اسلام کی طرف پھینکد یتے تھے تھوڑے زمانہ کے بعد یہ دونوں
نوجوان اپنی اس حرکت سے بیحد رنجیدہ ہوئے امرائے نظام شاہی اہل فرنگ
سے ملے ہوئے تھے ایک روز فرنگیوں نے اپنے مجلس مشورہ میں کہا کہ خواجہ میرک
کے سوا تمام نظام شاہی امیر ہمارے بہی خواہ ہیں صرف دبیر اصفہانی ہمارا بدخواہ اور
باعث محاصرہ ہے رستم خاں اور شمشیر خاں نے یہ تقریر سنی اور باہم یہ طے پایا کہ
کسی طرح اپنے کو حصار سے نیچے گرا لیں اور خواجہ میرک کو ان واقعات سے
مطلع کریں ان لوگوں نے ایک نامہ لکھ کر خط کو پتھر میں باندھا اور نیزہ خواجہ میرک
کے مورچل کی طرف پھینک دیا اور رات کو بندگراں سے اپنے کو آزاد کر کے
خواجہ میرک کے قیام گاہ کے مقابلہ میں رسی کے ذریعہ سے نیچے اترے اور
دبیر اصفہانی کے پاس پہنچکر فرنگیوں کی قید سے آزاد ہوگئے یہ خبر مرتضیٰ نظام نے بھی سنی،

رستم و شمشیر خاں کو خلوت میں بلا کر ان سے اہل قلعہ کا حال دریافت کیا ان ہر دو نوجوانوں نے تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دیئے اور کہا کہ اہل فرنگ بیحد اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں اور یہ لوگ محاصرہ کے خوف سے بالکل آزاد ہیں ان کی جمیعت خاطر کی وجہ یہ ہے کہ ہر رات ان کو ضروریات زندگی کے سامان پہونچتے رہتے ہیں بادشاہ کے دکنی اور حبشی امیر روپے کے صندوق ان سے رشوت میں لیتے ہیں اور اس کے عوض مرغ و گوسفند وغیرہ ہر چیز جس کی نصاریٰ کو ضرورت ہوتی ہے ان کو پہنچا دیتے ہیں اور دن کو بادشاہ اور فوج کے دکھانے کے لئے جنگ کرتے ہیں اور اس طرح غریب مسلمانوں کو تباہ کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ان امیروں میں سوا میرک اصفہانی کے اور کوئی شخص حریف کا دشمن نہیں ہے۔ نظام شاہ کو دوست و دشمن کی شناخت ہو گئی اور اس نے دبیر اصفہانی کو پہلے سے زیادہ معزز و مکرم کیا بادشاہ جمال الدین حسین سے بیحد آزردہ ہوا۔ جمال الدین حسین حقیقت واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے منصب وکالت سے دست بردار ہو کر بے اجازت بادشاہ کے احمد نگر کی راہ لی۔ بادشاہ نے ترک محاصرہ کی بابت میرک اصفہانی سے مشورہ کیا دبیر اصفہانی نے عرض کیا جو بادشاہ کی رائے ہو وہ عین صواب ہے لیکن وقت کا تقاضہ یہی ہے کہ محاصرہ سے دست بردار ہو کر احمد نگر کا رخ کیا جائے دارالملک پہنچکر جو رائے ہو اس پر عمل کرنا مناسب ہے مرتضیٰ نظام نے اسی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کے محاصرہ سے کنارہ کش ہو کر احمد نگر پہنچا اور فرہاد خاں اخلاص خاں وغیرہ امرائے کبار کو نظر بند کر لیا۔ اور جمال الدین حسین کو مع اس کی زوجہ کے برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔ مرتضیٰ نظام نے خواجہ میرک کو وکیل سلطنت مقرر کر کے اسے چنگیز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا مرتبہ بلند کر کے ان کو امیروں کے گروہ میں داخل کیا۔ چنگیز خاں بیحد صائب الرائے تھا اس نے اپنے حسن تدبیر سے ایسا انتظام کیا کہ احمد نگر رشک بوستان ارم بن گیا۔

علی عادل کو چنگیز خاں کے حسن انتظام سے اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ ابراہیم قطب شاہ سے اتحاد پیدا کرے چنگیز خاں کو عادل شاہ کے خیال سے آگاہی ہوئی

اور قبل اس کے عادل شاہ قطب شاہ سے ملاقات کرے چنگیز خاں نظام شاہ کے ہمراہ عادل شاہی ممالک کی طرف روانہ ہوا اور اپنے حسن تدبیر سے عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات نہ ہونے دی۔ عادل شاہ اور نظام شاہ نے سرحد پر ایک دوسرے سے ملاقات کی اور باہم یہ طے پایا کہ عادل شاہ کرناٹک کے ممالک میں ان شہروں پر قبضہ کرے جن کا محصول برار و بیدر کی آمدنی کے مساوی ہو اور مرتضیٰ نظام برار و بیدر کو تفال خاں اور علی برید کے قبضہ سے نکال کر خود ان ممالک پر متصرف ہو اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اسے طرفین میں سے کسی فرمانروا سے کوئی سروکار نہ رہے اس قرارداد کے موافق دونوں فرمانروا ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور فوج و لشکر کی فراہمی اور سامان جنگ کی ترتیب میں مشغول ہوئے قلعہ ریکندہ کے محاصرہ میں جو نقصان ہوا تھا اس کی تلافی ہو گئی اور مرتضیٰ نظام نے تین ہزار سوار ترکش بند سے ملازم رکھے۔

سنہ ۹۸۰ ہجری میں مرتضیٰ نظام نے برار پر دھاوا کیا اور ملا حیدر کاشی کو جو بارگاہ نظام شاہی کا مشہور فاضل تھا تفال خاں کے پاس بطور قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ دریا عماد الملک ہمارا ہم مشرب برادر تھا اس کی وفات کے بعد اس کا فرزند برہان عماد الملک وارث ملک ہے جبتک کہ برہان عماد الملک بچہ تھا تمہیں انتظام ملک کے لئے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا سزاوار تھا اب جب کہ یہ طفل جوان اور قابل حکمرانی ہو گیا ہے تو اصل وارث کو مکان کے اندر قید رکھکر خود حکومت کرنا بالکل نازیبا اور بے معنی ہے تم کو چاہیئے کہ اس خط کے پہونچتے ہی مہمات ملکی اور مالی برہان عماد الملک کے سپرد کر کے خود حکومت سے علیحدہ ہو جاؤ ورنہ جو بلا تم پر نازل ہونے والی ہے اس کے ورود کا انتظار کرو۔ تفال خاں اس خط کا مضمون پڑھ کر بیحد خوفزدہ ہوا اور اپنے پسر بزرگ شمشیر الملک سے جو اپنی شجاعت اور بہادری کے مقابلہ میں رستم و اسفندیار کو بھی طفل نوآموز سمجھتا تھا مشورہ کیا۔ شمشیر الملک نے جواب دیا کہ برہان عماد الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے مرتضیٰ نظام اس ملک پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے اس کا مدعا یہ ہے

کہ اس قسم کی تحریر سے رعیت اور لشکر کو ہم سے برگشتہ کر دے چونکہ ہم اس زمانہ میں ملک ولشکر و نیز دولت میں نظام شاہ سے کم نہیں ہیں ہم کو چاہیئے کہ شجاعت اور مردانگی سے کام لیں اور نامہ کا جواب بجائے قلم کے شمشیر سے ادا کریں۔ تفال خاں کے سر پر ادبار سوار تھا اس نے فرزند کے کہنے پر عمل کیا اور ملا حیدر کو بے نیل مرام واپس کر دیا مرتضیٰ نظام نے پاتری کے نواح میں پڑاؤ ڈالا اور ایلچ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اور شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمۂ لشکر بنکر نظام شاہی لشکر کے مقابلہ میں روانہ ہوا۔ اور نظام شاہ کے شمشیر و لشکر کو غافل پاکر اس پر حملہ آور ہوا اور اسے پسپا کر دیا چنگیز خاں نے دوسرے افسر تدارک کے لئے مقرر کئے شمشیر الملک اپنے باپ سے مدد کا خواستگار ہوا تفال خاں مع اپنی فوج کے فرزند کے پاس پہونچ گیا چنگیز خاں اسکے ورود سے آگاہ ہوا اور اس نے خداوند خاں جمشید خاں بحری خاں رستم خاں وغیرہ نامی سرداروں کو اسی فوج کی مدد کے لئے روانہ کیا چنگیز خاں نے صرف اسی امر پر اکتفا نہ کیا بلکہ عاقبت اندیشی سے کام لے کر خود ہی بارخصت بادشاہ کے تین ہزار غریب ترکش بندوں کے ہمراہ جلد سے جلد امداد کے لئے روانہ ہو گیا۔ طرفین کی صفیں درست ہوئیں اور چنگیز خاں عین معرکہ جنگ میں پہنچکر حریف پر حملہ آور ہوا شدید اور خونریز لڑائی کے بعد چنگیز خاں نے خود جرأت سے کام لیا اور پانچ سو یکدل و یک جہت سواروں کے ساتھ حریف کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوا اور تفال خاں کے علم بردار کے پانوں پر شمشیر کا وار کیا چنگیز کے ہمراہیوں نے حریف کی جماعت کو پراگندہ کر دیا تفال خاں اور شمشیر الملک اب تاب مقابلہ نہ لا سکے اور ایلچپور کی طرف فراری ہو گئے چنگیز خاں نے برار کے بہترین نامی ہاتھی گرفتار کئے اور کامیاب نظام شاہ کی خدمت میں واپس آیا۔ اس فتح سے چنگیز خاں کی شہرت اور عزت و مرتبہ میں اور اضافہ ہوا۔

اس واقعہ کے بعد چنگیز خاں نے بیشتر رعایائے برار کو ہر چہار جانب تسلی آمیز خطوط روانہ کئے۔ رعایا نے اطاعت کا اقرار کیا اور ملک کے زمیندار چودھری اور قانون گو دربار میں آکر عطائے خلعت سے سرفراز کئے گئے۔ یہ اشخاص خوش و خرم اپنے ملک کو واپس گئے اور مرتضیٰ نظام نے اطمینان کے ساتھ

قدم آگے بڑھایا۔ تفال خاں اور شمشیر الملک نے دوبارہ مقابلہ نہ کیا اور جنگل میں پناہ گزیں ہوگئے مرتضیٰ نظام نے ان کا تعاقب کرکے جنگلوں میں آوارہ کر دیا چھ مہینے اس حالت میں گزر گئے اور تفال خاں اور شمشیر الملک اب ایک ایسے جنگل میں پہونچے جہاں سے راہ گریز مسدود تھی مرتضیٰ نظام اس مقام پر پہنچا اور قریب تھا کہ حریف مع تمام اپنے سامان حشمت کے اس کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ ناگاہ میر مومن مازندانی جو ایک مجذوب سید تھے سر راہ نظام شاہ کے پاس پہونچے اور بادشاہ سے کہا کہ تمھیں دوازدہ امام کی قسم ہے کہ جبتک مجھے بارہ ہزار ہون نہ عنایت کرو یہاں سے قدم آگے نہ بڑھاؤ نظام شاہ نے دوازدہ امام کا نام سنکر اپنے ہاتھی کو وہیں کھڑا کر دیا اور سائل کے حسب و نسب کا سوال کیا جب یہ معلوم ہوگیا کہ مجذوب سید صحیح النسب اور محب اہل بیت ہے بادشاہ نے چنگیز خاں اور امین الدین نیشاپوری کو جو مقدمۂ لشکر تھے طلب کیا اور ان کو حکم دیا کہ بارہ ہزار ہون ان سید کو عطا کرو چنگیز خاں نے عرض کیا کہ خزانہ و اسپ و فیل لشکر کے عقب میں ہے بہتر یہ ہے کہ بادشاہ قدم آگے بڑھائیں اس لئے کہ تفال خاں وغیرہ فوراً گرفتار ہوا چاہتے ہیں منزل پر پہنچکر حکم کی تعمیل کردی جائیگی بادشاہ نے کہا کہ اگر تفال خاں سو ملک بھی ہزار کے برابر مجھے دے تو بھی میں دوازدہ امام کے نام پر ان کو قربان کرتا ہوں چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا کہ عرصۂ دراز کے بعد بڑی محنت اور مشقت سے اب یہ مرتبہ ہاتھ آیا ہے کہ ہم حریف کو گرفتار کرکے جھگڑے سے نجات حاصل کریں خدا کے لئے بادشاہ سے کہدو کہ روپیہ مجھے وصول ہوگیا میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچکر تمھیں یہ رقم ادا کردوں گا سید نے جواب دیا کہ زمانۂ دراز کے بعد تو اب یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ میری مراد برآئے باوجود دیوانگی کے میں اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ نقد کو وعدہ پر فروخت نہ کرنا چاہیئے۔ چنگیز خاں نے جلد سے جلد بادشاہ و ارکان دولت کے بیش قیمت گھوڑے جمع کئے اور سید سے کہا کہ ان سب کو بعوض رقم کے رہن رکھ لو ہم منزل پر پہنچکر تمھیں روپیہ ادا کرکے ان جانوروں کو واپس لے لیں گے سید صاحب نے کہا یہ بھی ممکن نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم دو اس لئے کہ اس کے بعد میری تمھاری ملاقات نہ ہوگی چنگیز خاں مجبور ہوا اور اس نے لوگوں سے روپیہ لیکر

معاملہ کو طے کیا لیکن اس عرصہ میں حریف کو موقع مل گیا اور وہ جنگل سے نکل کر برہان پور اس پر روانہ ہو گیا۔

نظام شاہ نے خاندیس کی سرحد پر قیام کر کے میران محمد شاہ حاکم خاندیس کو نامہ لکھا کہ تفال خاں نظام شاہی فوج سے فراری ہو کر اس ملک میں آیا ہے اس کو پناہ نہ ملنی چاہیئے، بہتر ہے کہ آپ اس کو اپنے ملک سے خارج البلد کر دیں مجھے امید ہے کہ جناب اپنی دانائی اور فراست سے اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھیں گے۔ میران محمد نے نظام شاہ کا یہ خط تفال خاں کے پاس بھیجدیا تفال خاں نے نامہ پڑھا اور دوسرے راستہ سے برار پہنچ گیا۔ تفال خاں نے اپنے ملک میں پہنچکر اکبر بادشاہ کو ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ دکن کے حکام اتحاد مذہب کی وجہ سے باہم متفق ہو گئے ہیں اور انھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے چھین لیں میں بادشاہ کی درگاہ کا ادنےٰ خادم ہوں برار جہاں پناہ کے سپرد کرتا ہوں حضور امرائے سرحد کو حکم دیں کہ یہاں آکر ملک پر قبضہ کر لیں تاکہ یہ فدوی خود آستانۂ شاہی پر حاضر ہو کر ان مخالفین سے اپنے کو محفوظ رکھے لیکن قبل اس کے کہ خط کا جواب آئے تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں پدر و پسر پناہ گزیں ہوئے۔ تفال خاں نے قلعہ پرتالہ میں جو پہاڑ پر واقع ہے اور شمشیر الملک نے قلعۂ کاویل میں قیام کیا۔ مرتضیٰ نظام کی امید بر آئی اور اس نے قلعہ پرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا امیروں اور افسران فوج نے بھی حصار کا احاطہ کر کے آپس میں مورچل تقسیم کر کے اس میدان میں قدم جمائے۔ تفال خاں کا خط گجرات میں بادشاہ کی نظر سے گزرا اور اکبر بادشاہ نے مرتضیٰ نظام کو پیغام دیا کہ تفال خاں ہمارا مخلص ہے اور برار کا ملک شاہی دایرۂ حکومت میں داخل ہو چکا ہے تمہیں چاہئے کہ اس ملک کی تسخیر سے ہاتھ اٹھاؤ اور تفال خاں سے بدسلوکی نہ کرو۔ مرتضیٰ نظام نے چنگیز خاں کی رائے کی موافق ایلچی سے سلوک نیک نہ کیا اور شاہی قاصد بے نیل مرام واپس آیا اور آگرہ میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر نظام شاہ کی سرکشی کی داستان سنائی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کو بنگال کی مہم درپیش تھی بادشاہ نے اس طرف توجہ نہ کی اور نظام شاہ اطمینان کے ساتھ قلعہ کے سر کرنے میں مشغول ہوا۔

تفال خاں نے بھی مدافعت میں پوری کوشش کی ادھر فن آتشباری کے ماہرین یعنی اسد خاں شاہ گجرات کا چرکشی غلام اور سکندر خاں بن حبشی رومی خاں نے ہر چند ہاتھ پاؤں مارے کہ قلعہ کی دیوار کو توڑ دیں لیکن کچھ کار براری نہ ہوئی۔ اس دوران میں احمد نگر سے خبر آئی کہ شاہزادہ حسین پیدا ہوا چنگیز خاں نے شاہزادہ کی تاریخ ولادت کا مادہ فیض کامل نکالا اور شاہی حکم کے موافق جشن عشرت منعقد کرنے میں مشغول ہوا۔ بادشاہ پر فرزند کی دیدار کا شوق غالب آیا اور نیز یہ کہ کسل سفر سے خستہ و ماندہ بھی ہوگیا تھا اس نے ارادہ کیا کہ احمد نگر واپس آئے اتفاق سے اسی زمانہ میں صاحب خاں نام ایک امیر بادشاہ پر بیحد حاوی ہوگیا تھا اس شخص نے بھی واپسی پر اصرار کیا اور قریب تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو اور مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آئے کہ حسن اتفاق سے ایک تاجر افغان نام ہندوستان سے آیا اور چند عمدہ گھوڑے اور اسباب اپنے ہمراہ لایا اور چنگیز خاں سے کہا کہ یہ چیزیں میں تفال خاں کے لئے لایا ہوں اگر مجھے اجازت ہو تو میں قلعہ کے اندر جاکر اشیائے مذکور حاکم شہر کے ہاتھ فروخت کردوں چنگیز خاں نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ تمھیں قلعہ میں جانے کی اجازت دی جاتی ہے اور وہ یہ کہ واپسی کے بعد تم نظام شاہ کی ملازمت اختیار کرو تمھارے بشرہ سے عقل و دانائی کے آثار نمایاں ہیں تم تجارت کو ترک کرو اور بادشاہ کی مصاحبت سے اپنے کو معزز بناؤ تاجر نے کہا کہ اگر یہ بات ہو تو میری خوش نصیبی ہے چنگیز خاں نے کہا کہ تمھاری تقدیر میں مرتبۂ امارت پر فائز ہونا ہے تمھیں چاہیئے کہ نظام شاہ کی بہی خواہی کرو تاجر نے قبول کیا اور چنگیز خاں نے اپنے ایک معتمد شخص کو کثیر رقم کے ساتھ تاجر کے ہمراہ کردیا تاکہ یہ شخص بھی تاجروں کے لباس افغان کے ساتھ مع اس رقم کے اندر جائے اور قلعہ کے محافظوں کو نظام شاہ کا بہی خواہ بناکر یہ رقم ان کے حوالہ کرے اور یہ طے کرے کہ محافظین قلعہ حصار کی حفاظت سے دست بردار ہو کر نظام شاہی ملازموں میں داخل ہوں جس کے صلہ میں بادشاہ ان کو مالامال کردیگا۔ یہ شخص اندر گیا اور اس نے قلعہ کے محافظوں سے سازش کرکے رات ہی سبھی تمام پاسبانوں کو چنگیز خاں کے پاس پہنچا دیا قلعہ کے اندر کوئی محافظ نہ رہا اسد خاں اور رومی خاں نے

ایک توپ کلاں سرکی جس نے ایک برج اور دیوار میں رخنہ کر دیا چونکہ حصار کے اندر کوئی شخص اس رخنہ کو بھرنے والا موجود نہ تھا چنگیز خاں کے خاصہ کا ایک گروہ قلعہ کے اندر داخل ہوا اور اس نے نفیری بجائی ۹۸۰ھ ہجری میں تفال خاں اپنے درباریوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ سے فراری ہوا چنگیز خاں نے سید حسین استرآبادی کو غریبوں کی ایک جماعت کے ہمراہ تفال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود قلعہ کے اندر داخل ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا چنگیز خاں نقد و جنس کے عطیہ کے علاوہ فاتح ملک برار کے تاریخی خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا مرتضیٰ نظام نے برہان عماد الملک کو جو قلعہ پرنالہ میں تفال خاں کا قیدی تھا مع تفال خاں اور اس کے فرزندوں کے گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ یہ امیر بھی حصار میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے اور کسی کا نام و نشان باقی نہ رہا مرتضیٰ نظام نے ارادہ کیا کہ برار کو اپنے امرا میں تقسیم کر کے خود احمد نگر روانہ ہو کہ چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ علی عادل سے معاہدہ ہوا تھا کہ بادشاہ برار اور بیدر دونوں ملکوں پر اپنا قبضہ کریں چونکہ اس زمانہ میں علی عادل قلعہ بنکاپور کے محاصرہ میں مشغول ہے بہتر ہے کہ ہم بیدر کو بھی اسی زمانہ میں فتح کر لیں۔ مرتضیٰ نظام نے اس رائے کو پسند کیا اور بیدر کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی نے موقع پا کر برہان عماد الملک کے دایہ زادہ کو خود مرحوم وارث کا فرزند مشہور کیا اور چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے برار روانہ ہو گیا۔ محمد شاہ برار کے نواح میں پہنچا اور سات یا آٹھ ہزار قدیم براری ملازم بھی اس کے ساتھ ہو گئے خداوند خاں اور حبشی خاں اس گروہ کی مدافعت نہ کر سکے اور انھوں نے ایک عریضہ مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا دوسرے دن خداوند خاں اور خورشید خاں کا ایک معروضہ بادشاہ کے حضور میں پہونچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر بادشاہ خود اس طرف توجہ فرما کر محمد شاہ کی تنبیہ فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ امرائے برار نے بھی اسی مضمون کے خطوط نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان خطوط کے مضمون سے واقف ہو کر سید مرتضیٰ سبزواری کو جو حال ہی میں بیجاپور سے آیا تھا سر لشکر مقرر کر کے آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے سے پیشتر مخالفین کے مقابلہ میں روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی اپنے مخصوص

امرا کے ہمراہ برار روانہ ہوا بادشاہ نے چنگیز خاں کو بھی حکم دیا کہ کوچ کر کے جلد سے جلد برار پہنچ جائے چنگیز خاں بھی امرا کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ ہو کر دس کوس کی راہ طے کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا چنگیز خاں نے ہر چند کوشش کی کہ بادشاہ ایک دن اسی جگہہ قیام کرے لیکن ممکن نہ ہوا اور دس کوس سفر کی منزل طے کی گئی۔
بادشاہ کے ورود کے قبل ہی سید مرتضیٰ نے جعلی عماد الملک کو شکست دیکر اس قوم کو پسپا کر دیا۔ نظام شاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو عبور کیا اور محمد شاہ جو اپنی سرحد میں مقیم تھا فراری ہو کر قلعۂ اسیر میں پناہ گزیں ہوا نظام شاہ نے برہان پور تک سارے ملک کو غارت و تباہ کیا چنگیز خاں نے قلعۂ اسیر کی بیحد تعریف سنی تھی۔
نظام شاہ سے اجازت لیکر سیر و تفریح کے لئے دو ہزار غریب سواروں کے ساتھ روانہ ہوا محمد شاہ نے یہ خبر سنی اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ چنگیز خاں کو گھیر کر اسے ہلاک کر ڈالیں۔ خاندیس کے لشکر نے ہتیار بند ہو کر چنگیز خاں پر حملہ کیا چنگیز خاں دشمن کی کثرت سے خوف زدہ نہ ہوا اور مقابلہ میں آیا شدید اور خونریز لڑائی کے بعد برہان پوری فوج کو شکست ہوئی بلکہ اکثر اعیان ملک چنگیز خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے نظام شاہ برہان پور سے یہاں آیا اور صحرا میں خیمہ و خرگاہ برپا کر کے النگ اور موری امیروں میں تقسیم کئے اہل لشکر نے برہان پور کو تباہ و برباد کر ڈالا محمد شاہ نے بڑی گفتگو کے بعد چھ لاکھ مظفری بادشاہ کو اور چار لاکھ چنگیز خاں کو بطور نعل بہا ادا کر کے حریف کو اپنے ملک سے رخصت کر دیا نظام شاہی فوج برار روانہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں شاہ میرزا اصفہانی قطب شاہ کا حاجب مبارکباد کے لئے نظام شاہ کی خدمت میں آیا ہوا تھا اس حاجب کو معلوم ہوا کہ نظام شاہ کا ارادہ ہے کہ بیدر کو فتح کرے میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو طمع کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا کہ قطب شاہ کو تم سے امید ہے کہ تم بادشاہ کو بیدر کی تسخیر سے باز رکھو گے اس وقت میں دو لاکھ ہون تمہیں دیتا ہوں تاکہ اس رقم کو اپنے لشکر کے اخراجات میں صرف کرو چنگیز خاں نے کہا کہ نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضہ میں ہے مجھے کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے میرا مدعا یہ ہے کہ امیر برید کو جو خار راہ ہے درمیان سے دور کر دوں اور ہماری اور تمہاری

مملکت میں فاصلہ اور واسطہ نہ رہے تاکہ ہم مذہب شاہان دکن جو محب اہل بیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں اور بادشاہ دہلی کے خوف اور خطرات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ اور مامون ہو جائیں۔ میرزا اصفہانی چنگیز خاں کے جواب سے مایوس ہوا اور اس نے نظام شاہ کے محبوب صاحب خاں کو اپنا شکار بنایا اور نقد وجواہر کے ذریعہ سے اس کو بالکل ہی خواہ کر لیا ایک روز میرزا اصفہانی نے مجلس شراب نوشی میں صاحب خاں سے کہا کہ چنگیز خاں کا ارادہ ہے کہ برار پر خود مختارانہ قبضہ کرکے اس ملک کا سکہ وخطبہ اپنے نام جاری کرے چونکہ نظام شاہی فوج کا نصف حصہ اس کا شرمندۂ احسان ہے چنگیز خاں اپنے ارادوں میں بہ آسانی کامیاب ہوسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بادشاہ کو جنگل جنگل آوارہ پھراتا ہے تاکہ موقع پاکر اپنا مقصود حاصل کرے صاحب خاں میرزا اصفہانی کو صادق القول سمجھا اور چنگیز خاں کے درپے آزار ہوا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں صاحب خاں نے مے نوشی کرکے بعض امیروں کے ساتھ بے ادبی کی اور چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کے حکم سے صاحب خاں کو قرار واقعی تنبیہ کی اس واقعہ سے یہ بدنصیب اور زیادہ چنگیز خاں کا دشمن بنا صاحب خاں نے اپنا یہ شعار بنایا تھا کہ جب کبھی اس کو موقع ملتا چنگیز خاں کی طرف سے بادشاہ کے کان بھرتا تھا اور وحشت آمیز خبروں سے مرتضیٰ نظام کو چنگیز خاں کی طرف سے برگشتہ کرتا تھا مرتضیٰ نظام صاحب خاں کے اقوال پر اعتبار نہ کرتا تھا اور ہمیشہ اس سے یہی کہتا تھا کہ چونکہ میں نے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے تجھے سزا دلوائی ہے تو محض عداوت کی وجہ سے مجھ کو برانگیختہ کرتا ہے ایک دن بادشاہ نے شراب پی اور صاحب خاں نے خلوت میں پھر وہی گفتگو شروع کی بادشاہ نے اپنی عادت کے موافق صاحب خاں کو ناصواب جواب دیا صاحب خاں نے رونا شروع کیا اور کہا کہ اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں تو بادشاہ شاہ میرزا سے جو چنگیز خاں کا ہم وطن ہے حقیقت حال کو دریافت کریں نظام شاہ نے رات کے وقت جبکہ کسی شخص کو اطلاع نہ ہو شاہ میرزا کو طلب کیا اور اس سے حقیقت حال کی بابت سوال کیا۔ شاہ میرزا نے بڑے آب وتاب کے ساتھ صاحب خاں کے اقوال کی تصدیق کرکے نظام شاہ کو چنگیز خاں سے برگشتہ کر دیا۔ نظام شاہ اب بھی

ان واقعات کو صاحب خاں اور شاہ میرزا کی سازش سمجھا اور چند روز غور و فکر میں مبتلا رہا ایک روز بطور امتحان بادشاہ نے چنگیز خاں سے کہا کہ اب میں سفر سے تنگ آگیا ہوں میرا ارادہ ہے کہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ ہوں چنگیز خاں نے جو دشمن کی سازش سے بے خبر تھا عرض کیا کہ بادشاہ نے حال ہی میں اس ملک کو فتح کیا ہے پانچ چھ مہینہ اور قیام کرنا چاہیئے کہ اس ملک کی رعایا کو بادشاہ کی طرف سے بالکل اطمینان حاصل ہو جائے۔

چنگیز خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اس قیام کے بعد احمد نگر روانہ ہوں اور اس نمک خوار کو اس نواح میں کچھ دنوں قیام کی اجازت عطا فرمائیں۔ تاکہ میں ملک کا انتظام کرکے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ مرتضیٰ نظام یہ جواب سنکر غمازوں کی تقریر کو بالکل صحیح سمجھا اور چنگیز خاں سے بدگمان ہو گیا چنگیز خاں بادشاہ کے انحراف طبیعت سے آگاہ ہوا اور چند روز بیماری کا بہانہ کرکے دیوان خانہ میں حاضر نہ ہوا نظام شاہ اور زیادہ بدگمان ہوا اور حکیم محمد مصری کو معالجہ کے بہانہ سے چنگیز خاں کے پاس روانہ کیا جس کا مدعا یہ تھا کہ حکیم مذکور شربت زہر آلود کے ذریعہ سے چنگیز خاں کو ہلاک کرے چنگیز خاں نے اولاً تو شربت پینے سے انکار کیا لیکن آخر میں وفاداری اور نمک حلالی کو مدنظر رکھکر شربت پی لیا اس امیر نے حالت نزع میں بادشاہ کو اس مضمون کا ایک عریضہ لکھا کہ پروردۂ نعمت میر کے دبیر جو زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کرنے کے بعد ستر برس کا بوڑھا نمک خوار تھا آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ ولی نعمت نے جو شربت آب حیات میں ملا کر اس نمک خوار کے لیئے روانہ فرمایا تھا اسے اس ضعیف العمر خادم نے شوق و ذوق کے ساتھ پی لیا اور بادشاہ کے ساتھ وفاداری اور اخلاص کا نقش اپنے سینے پر جما کر پیوند زمین ہوتا ہوں خدا مالک کو سلامت رکھے اس کمترین کی عرض یہ ہے کہ نمک خوار کو بندۂ درگاہ سمجھکر جو دستور العمل کہ اپنے قلم سے لکھکر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرتا ہوں اس پر عمل درآمد فرمایا جائے اور اس غریب کی لاش کربلائے معلیٰ روانہ کر دی جائے جس قدر غریب ملازم میری سرکار میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے سلحہ داروں میں داخل فرمایا جائے چنگیز خاں نے عریضہ اور دستور العمل

سید حسین کی معرفت مرتضیٰ نظام کی خدمت میں روانہ کیا اور خود پلنگ پر تکیہ لگا کر لیٹ گیا
دوسرے دن صبح صادق کے وقت ۹۷۲ھ ہجری میں امیر نے وفات پائی اور
عماد الدین محمود و خواجہ گاوان کی یادداوں میں پھر تازہ ہوئی مختصر یہ کہ چنگیز خاں نے
وفات پائی اور اس کے ترکہ میں سے تین یا چار خط شاہ میرزا کے برآمد ہوئے جن سے
چنگیز خاں کی برات ثابت ہوئی مرتضیٰ نظام کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ اور
چنگیز خاں جیسا باوفا امیر کے تلف کر دینے سے بیحد رنجیدہ ہوا لیکن چونکہ تیر کمان
سے نکل چکا تھا اس غم واندوہ کا فائدہ نہ ہوا بادشاہ نے انتہائے غصہ میں بغیر اسکے
کہ شاہ میرزا کو اپنے حضور میں طلب کرے یہ حکم دیا کہ یہ شخص شاہی لشکر سے نکل جائے
اور خود بھی احمد نگر روانہ ہو گیا نظام شاہ نے اولاً حکیم محمد مصری کو پیشوا مقرر کیا لیکن چھ ماہ
کے بعد اس کو معزول کر کے اوایل ۹۸۳ھ ہجری میں قاضی بیگ یزدی کو پیشوا اور وکیل
سلطنت کی خدمت پر مامور کر کے میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر مقرر کیا
سید مرتضیٰ شیرازی کو سر لشکر برار مقرر کر کے خداوند خاں مولد وغیرہ سرداران معتبر کو اسکے
ہمراہ برار روانہ کیا۔ بادشاہ نے قاضی بیگ وغیرہ تمام اشراف و اعیان احمد نگر سے
کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مجھکو حکومت کی قابلیت نہیں ہے اور میں عدل اور
ظلم میں تمیز نہیں کر سکتا اکثر اوقات عدل کے خیال و ارادہ سے ظلم کا ارتکاب کرتا ہوں
اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور تمہیں سے قیامت کے دن جو روز حساب
ہے شہادت طلب کرونگا کہ میں نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی قاضی بیگ کو
وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ احکام شریعت و آئین عدالت کے مطابق رعایا سے
سلوک کرے اور کبھی کسی حالت میں بھی زبردستوں سے خائف ہو کر زیر دستوں پر
ظلم نہ کرے۔ اگر کوئی ظالم کسی بیرزال سے ایک سوئی بھی ظلم و تعدی کے ساتھ لیگا
اور قیامت میں مجھ سے اس کا سوال کیا جائیگا تو میں خدا کو یہی جواب دونگا
کہ مجھے اس کی خبر نہیں ہے اور میں اس مواخذہ سے بری سمجھا جاؤں اس کی
بازپرس میرے وکیل مطلق سے کی جائے اگر قاضی بیگ تنہا اس کام کو انجام نہ
دے سکے تو امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو بھی اپنا شریک کار بنائے
میری خود یہ حالت ہے کہ میں عذاب و قہر الٰہی سے بیحد خائف ہوں اور جو سلوک کہ

میں نے چنگیز خاں کے ساتھ کیا ہے اس سے بے خد پشیمان ہوں میں نے یہ عہد کیا ہے کہ تمام عمر گوشہ نشینی اختیار کر دوں اور خلوت میں بیٹھکر خدا کی عبادت کروں۔ بادشاہ نے اس تقریر کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرلی اور قلعۂ احمد نگر کی اس عمارت میں جو بغداد کے نام سے موسوم ہے خلوت گزیں ہو گیا سوا صاحب خاں کے اور کوئی دوسرا شخص بادشاہ کے پاس نہ جا سکتا تھا دو تین ماہ کے بعد مرتضٰی نظام پر تنہا پسندی کا اور زیادہ غلبہ ہوا اور اس نے بدیہ سلطان والدہ میران حسین اور تمام عورات کو قلعہ سے ہٹا کر دوسرے مکان میں مقیم کیا بادشاہ نے قلعہ کی محافظت شاہ قلی کو جسے شاہ طہماسپ بربان نظام کے لئے روانہ کیا تھا سپرد کی مرتضٰی نظام نے شاہ قلی کو صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے اسے امراء کے گروہ میں داخل کیا اور اسے حکم دیا کہ سوا صاحب خاں کے اور کسی شخص کو بادشاہ کے قریب نہ آنے دے۔

سنہ ۹۸۲ ہجری میں بعہد وکالت قاضی بیگ اکبر بادشاہ سیر کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ اخبار رسالوں نے اس امر سے اہل احمد نگر کو آگاہ کیا قاضی بیگ نے ایک عریضہ اسی مضمون کا مرتضٰی نظام کی خدمت میں روانہ کیا۔ نظام شاہ مضمون خط سے واقف ہو کر بلا کسی توقف کے پالکی میں سوار ہوا اور سو سے زیادہ سواروں کے ساتھ جس میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی داخل تھے دولت آباد روانہ ہوا نہر گنگ کے قریب ایک گروہ قلیل بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ بادشاہوں کے دشمن بیحد ہوتے ہیں تنہا سوار ہو کر ایسے قوی دشمن کے مقابلہ میں روانہ ہونا احتیاط سے دور ہے ہماری گزارش یہ ہے کہ حضور اسی مقام پر توقف فرمائیں اور احمد نگر و برار کے لشکر کے ورود کا انتظار فرمائیں بادشاہ نے چند روز قیام کیا اور خاصہ خیل کے پانچ یا چھ ہزار سوار نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ مرتضٰی نظام نے برار کے لشکر کی حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر بادشاہ سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے روانہ ہوا قاضی بیگ میرزا محمد نظیری وغیرہ اعیان ملک نے اپنے گلوں میں چادر ڈالکر سر زمین پر رکھا اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ عرض کیا کہ دہلی کے عظیم الشان فرمانروا کے مقابلہ اسقدر فوج کے ساتھ صف آرا ہونا

مناسب نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ صبر فرمایا جائے کہ توپخانہ اور لشکر برار بھی خدمت شاہی میں پہنچ جائے نظام شاہ نے جواب دیا کہ ان امور میں صبر و تحمل کرنا ممکن نہیں ہے میں خاصہ خیل کے بہادر سپاہیوں کے ہمراہ اکبر بادشاہ کی فوج پر حملہ کروں گا فتح و ظفر خدا کے ہاتھ ہے۔ ارکین دولت بیحد متحیر ہوئے لیکن اسی درمیان میں اخبار رسانوں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ صید افگنی سے فارغ ہو کر اپنے دارالملک کو روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ اس خبر کو سنکر بیحد خوش ہوا اور دولت آباد واپس آیا نظام شاہ نے حوض قتلو کے کنارہ سید مرتضیٰ اور نیز دیگر امراے برار کو خلعت دیکر واپس جانے کی اجازت دی اور خود احمد نگر پہنچکر مثل سابق کے امور سلطنت کو امرائے کبار کے سپرد کیا اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔ اس زمانے میں صاحب خان کے تمام رشتہ دار منصب امارت پر پہنچکر جاگیر دار ہو گئے تھے اور اس کے نصیب کا استقلال حد سے زیادہ بڑھ چکا تھا۔ صاحب خاں بادشاہ پر بالکل حاوی تھا عین موسم برسات میں دولت آباد کی سیر و تفریح کے لئے بادشاہ کے ساتھ تقریباً چار ماہ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ زمانۂ برشگال گزرنے کے بعد بادشاہ نے دولت آباد میں زیارت قبور سے فراغت حاصل کی اور ان بزرگوں کی ارواح کو ثواب رسانی کی غرض سے بیحد زر و مال صدقہ و خیرات کیا۔ اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ نظام نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور پوشیدہ طور پر کہ صاحب خاں کو بھی اطلاع نہ ہوئی فقیرانہ لباس میں سراپردۂ شاہی کے عقب سے پا پیادہ روانہ ہو گیا۔ لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک سپاہی نے بادشاہ کو دیکھا اور اس نے ارکان دولت کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ اراکین ملک پہلے سراپردۂ شاہی میں آئے لیکن بادشاہ کو وہاں نہ پاکر اس کے عقب میں روانہ ہوئے اور بیحد اصرار و زاری کے ساتھ اس کو واپس لائے۔ بادشاہ نے ہر چند کوشش کی کہ ایک ماہ لباس فقیری بدن سے نہ اتارے اور تاج و تخت کے ترک کرنے میں کوشاں رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ قاضی بیگ اور میرزا محمد نظری نے اس نفرت اور کراہت کا سبب دریافت کیا مرتضیٰ نظام نے جواب دیا کہ دنیائے فانی سے نفرت کرنے کی وجہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس سے الفت کرنے کے وجوہات البتہ قابل پرسش ہیں بادشاہ نے اس کے بعد سکوت اختیار کیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ارکان دولت اس کو ترک دنیا نہ کرنے دیں گے مجبوراً احمد نگر واپس آیا

اور باغ بہشت میں جو بلدہ کے شمال میں واقع ہے خلوت گزیں ہو گیا قاضی بیگ وغیرہ ارکین دولت نے باغ کے گرد خیمے نصب کرائے اور وہاں قیام اختیار کر کے بادشاہ کی محافظت و نگرانی کرنے لگے۔

اسی زمانہ میں صاحب خاں نے بے اعتدالیوں پر کمر باندھی اور اکثر مدہوش و مخمور ہو کر فیل مست پر سوار ہوتا اور دو یا تین ہزار دکن کے اوباش ہمراہ لے کر احمد نگر کے کوچہ و بازار میں گشت لگاتا اور رعایا کی بے عزتی کرتا تھا ہر چند اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اس کو سرزنش کرتے تھے لیکن صاحب خاں اپنے اعمال بد سے باز نہ آتا تھا ایک روز صاحب خاں نے اپنے ہم نشینوں کو میر مہدی سلحدار کے مکان پر بھیجا کہ سید صاحب کی دختر کو بہ جبر صاحب خاں کے پاس لے آئیں میر مہدی نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور پشت بام پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے صاحب خاں کے بہی خواہوں کو پراگندہ کر دیا اور اس کے بعد قاضی بیگ وغیرہ ارکین دولت سے مدد کا خواستگار ہوا امرائے بارگاہ صاحب خاں کے اقتدار سے واقف اور اس کے فتنوں تدارک سے مجبور تھے۔ اس درمیان میں صاحب خاں نے دو یا تین ہزار سوار و پیادے میر مہدی کے مکان پر روانہ کئے میر مہدی کو کسی طرف سے مدد نہ پہنچی اور خود اس سید نے تین یا چار دکنیوں کو تیر و تفنگ سے ہلاک کیا آخر کار اوباشوں کا ہجوم زیادہ ہوا اور میر مہدی کے ناخلف فرزندوں نے جو صاحب خاں کے ملازم تھے راہ نمائی کی اور مست ہاتھی مکان کے عقب سے دیواروں کو توڑ کر گھر کے اندر داخل ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر مہدی شہید ہوئے اور ان کی دختر صاحب خاں کے مکان پر پہنچا دی گئی۔

۹۸۵ھ ہجری کے آخر میں سید مرتضیٰ سبزواری مع تمام امرائے برار کے حکم شاہی کے مطابق لشکر کا حساب پیش کرنے کے لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہشت باغ کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ صاحب خاں کا اصلی نام حسین تھا مرتضیٰ نظام اور نیز دیگر امرا اسے حسین خاں کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ صاحب خاں نے ایک براری اور ہمی حسین خاں سخت کمان کو پیغام دیا کہ تم اپنا نام تبدیل کر دو ورنہ سزا کے منتظر رہو حسین خاں نے

اسے قبول نہ کیا اور معاملہ سخت ہو گیا۔ صاحب خاں ایک مست ہاتھی پر سوار ہوا
اور پانچ یا چھ ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت سے اس نے حسین خاں کے
احاطہ پر حملہ کیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کے ہمراہ مقابلہ کیا اور حملہ اول ہی میں
لشکر پراگندہ ہو گیا۔ حسین خاں نے غیرت و شجاعت سے کام لیا اور تنہا صاحب خاں
کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حسین خاں نے ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا تیر صاحب خاں
کے ہاتھی کی پیشانی پر لگا ہاتھی چلایا اور میدان سے بھاگا اور درختوں کے درمیان ہر طرف
دوڑنے لگا تا آنکہ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا اور باہر آ کر اس نے کہا کہ حکم شاہی
یہ ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر کے ان کے مال و اسباب اور زن و فرزند پر قبضہ کر لو۔
دکنی اور حبشی خود اسے چاہتے تھے کہ غریبوں کو تاراج و قتل کریں یہ حکم پاتے ہی ہر
خورد و بزرگ آفاقیوں کے قتل کرنے پر تیار ہو گیا اور احمد نگر سے گروہ کے گروہ
بہشت باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ سید مرتضیٰ میرزا محمد تقی نظیری اور
یمین الملک فیثاپوری نے قضائے الٰہی پر صبر کیا ان کے علاوہ بقیہ غریب سلحدار
تقریباً دو ہزار پانچ سو سواروں نے صفیں درست کیں لیکن صاحب خاں نے
ان کو پسپا کر دیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے اندر جو ہشت بہشت کے کنارہ واقع ہے
چلہ میں بیٹھا ہوا عبادت میں مشغول تھا اس نے جو شور و غوغا سنا تو باغ کے دروازہ سے
باہر آیا اتفاق سے اسی وقت صاحب خاں غصہ میں بھرا ہوا گر دآلود بادشاہ کے
حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ غریبوں نے بلوا کیا ہے اور ان کا مدعا یہ ہے
کہ بادشاہ کا قدم درمیان سے اٹھا کر شہزادہ میراں حسین کو تخت سلطنت پر
بٹھائیں۔ نظام شاہ اس خبر کی تصدیق کے لئے باہر آیا اور غریبوں کو مسلح دیکھ کر
چونکہ اصل واقعہ سے بے خبر تھا صاحب خاں کو صادق القول سمجھا بادشاہ
بلا تامل ہاتھی پر سوار ہوا اور چتر کو سر پر سایہ فگن کر کے دکنی اور حبشی امیروں کو جو
صاحب خاں کے حکم سے حاضر تھے حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ آزمائی کریں۔ سید قاسم
مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کے پاس پیغام بھیجا کہ چونکہ خود بادشاہ
میدان داری کے لئے سوار ہوا ہے اس لئے اب جنگ آزمائی کرنا پاس ادب
سے دور اور عوام خواری ہے امرائے غریب مثل چغتائی خاں اور ترک قال

اور حسین خاں وغیرہ گھوڑوں سے اترے اور دور ہی سے بادشاہ کو سلام کر کے
عادل شاہی اور قطب شاہی ممالک کو روانہ ہو گئے صاحب خاں اپنے بھائیوں اور
مددگاروں کے ہمراہ شہر کے اندر داخل ہوا اور اس نے غریبوں کو جو مکانوں اور
گوشوں میں پنہاں تھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا اور ان کے مال و اسباب اور زن
و فرزند پر قبضہ کیا۔ قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے شاہی محافظ یعنی صلابت خاں
سے کہا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور قریب ہے کہ آفاقیوں کی عزت و حرمت
تباہ و برباد ہو جس طرح بھی ممکن ہو ہمارا عریضہ بادشاہ تک پہنچا دو صلابت خاں
نے عریضہ بغل میں دبایا اور شاہی آستانہ کی طرف چلا صاحب خاں اس وقت
موجود نہ تھا بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانہ سے صلابت خاں باغ کے اندر
گیا اور شاہی قیام گاہ کے قریب پہنچکر اس نے بلند آواز سے بادشاہ کو دعا دی
نظام شاہ نے اس کی آواز پہچانی اور چونکہ صلابت خاں خلاف عادت حاضر
ہوا تھا سمجھا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے مرتضیٰ نظام نے دروازۂ حرم کے عقب
میں کھڑے ہو کر صلابت خاں سے اس کی آمد کا سبب دریافت کیا صلابت خاں
نے ارکان دولت کا عریضہ پیش کیا اور زبانی حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا
نظام شاہ بیحد متحیر ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ صاحب خاں کو شہر سے
واپس لائے اور غریبوں پر زیادہ ظلم نہ ہونے دے صلابت خاں نے شاہی
حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو زجر و توبیخ کر کے واپس لایا۔ اس واقعہ سے
صاحب خاں صلابت خاں کی جان کا دشمن ہو گیا چونکہ صاحب خاں کی قوت
زیادہ تھی صلابت خاں نے اس سے خوف زدہ ہو کر جنگل مانک دوں میں
پناہ لی۔ نظام شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے صلابت خاں کو طلب
کیا اور اسے امارت کلاں اور منصب سرنوبتی پر فائز کر کے خاصہ خیل کو اس کا محکوم
بنایا۔ اس درمیان میں بعض اعیان ملک نے قاضی بیگ پر خیانت کا جرم عاید
کیا بادشاہ نے اسے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ قاضی کے حریفوں نے بادشاہ سے
عرض کیا کہ مجرم نے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ ہون کے جواہرات خزانہ
سے لئے ہیں اس کے علاوہ جو کچھ ملک سے وصول کیا ہے وہ مستزاد ہے۔

اگر حکم ہو تو یہ رقوماتِ قاضی سے وصول کرلیں بادشاہ نے کہا کہ اگرچہ سید صاحب خود
خیانت کے چاہِ ذلت میں گرے ہوں اور دنیا کی حقیر ترین چیزوں کی طمع میں
انھوں نے خزانہ پر دست درازی کی ہے لیکن ان رقوم کو ایک سید سے بہ جبر
واپس لینا میرے لئے زیبا نہیں ہے میں نے یہ رقم بہ خوشی ان کو بخش دی چاہیے کہ
قاضی بیگ کو زندان سے نکال کر مع مال و اسباب و زن و فرزند کے ان کو ان کے
وطن روانہ کردو شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور پیشوائی کا منصب اسد خاں ترک کو مرحمت
ہوا لیکن صلابت خاں نے سوا نام کے اور کوئی طاقت اس مرتبہ کے لئے باقی
نہ چھوڑی۔ صاحب خاں بالکل ذلیل ہو گیا لیکن باوجود اس کے بھی وہ اپنے اوپر
بادشاہ کو ویسا ہی مہربان سمجھتا تھا یہاں تک کہ صلابت خاں کی سخت گیری سے
عاجز ہو کر صاحب خاں غرور و تکبر کے ساتھ اپنے دو یا تین ہزار سپاہی خواہوں
اور بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کے باہر چلا گیا نظام شاہ اس خوف سے
کہ اگر لشکر اس کو واپس لانے کے لئے روانہ ہو اور صاحب خاں ناعاقبت اندیشی
سے جنگ کر کے میدان میں کام آئے خود پردہ دار پالکی میں بیٹھا اور صاحب خاں
کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ صاحب خاں احمد آباد بیدر کے نواح میں پہنچا اور بے
تکلف حصار تک چلا گیا اہل قلعہ نے بیگانہ سواروں کو اپنے قریب دیکھ کر دروازے
بند کر لئے اور چند توپ اور ضرب زن ان لوگوں پر سر کیں جس سے
صاحب خاں کے معتبرین کا ایک گروہ ہلاک ہوا اسی دوران میں نظام شاہ بھی پہنچ
گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ کو پیغام دیا کہ دو شرطوں پر میری حاضری موقوف
ہے اول یہ کہ صلابت خاں آستانۂ شاہی سے دور کیا جائے دوسرے شہر بیدر مع
بیدر سے لیکر میری جاگیر میں دیدیا جائے۔ نظام شاہ صاحب خاں پر بیحد مہربان
تھا اس نے دونوں شرائط قبول کر لئے اور صلابت خاں کو اس کی جاگیر یعنی قصبہ بیڑ
پر روانہ کر دیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا علی برید عادل شاہ سے مدد کا خواستگار
ہوا عادل شاہ نے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے
اسی دوران میں یہ معلوم ہوا کہ شاہزادہ برہان نے جو قلعہ میں قید تھا خروج کر کے
احمد نگر کا رخ کیا ہے۔ نظام نے میرزا یادگار کندی سر لشکر قطب شاہ کو ساتھ

آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گیا چند روز میں عادل شاہی فوج بیدر پہنچ گئی اور قطب شاہی سپاہیوں نے بہانہ کر کے گولکنڈہ کی راہ لی میرزا یادگار محاصرہ میں مشغول ہوا شاہزادہ برہان احمد نگر پہنچ گیا اور گیارہ بارہ ہزار اشخاص جو صاحب خاں سے بیزار تھے شاہزادہ کے گرد جمع ہو گئے نظام شاہ بیحد پریشان ہوا اور صلابت خاں اور دیگر امرائے خاص خیل کو جو صاحب خاں کے سلوک سے آزردہ تھے تسلی بخش فرامین روانہ کر کے اپنے حضور میں طلب کیا یہ امیر حاضر ہوئے صاحب خاں صلابت خاں کے ورود کی خبر سنکر رنجیدہ ہوا اور قبل اس کے کہ صلابت خاں احمد نگر پہنچے صاحب خاں مع اپنے سپاہیوں اور اعوان و انصار کے پیٹن روانہ ہو گیا نظام شاہ نے اس طرف کچھ توجہ نہ کی اور احمد نگر پہونچکر ہاتھی پر سوار ہوا اور شہر کے کوچہ و بازار میں گشت لگائی دوسرے روز شاہزادہ برہان باغ ہشت کے قریب پہونچا اور بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہوا اور اسد خاں اور دیگر سرداروں کو مع توپخانہ کے شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ کیا شاہزادہ شکست کھا کر برہان پور کی طرف فراری ہوا اور نظام شاہ کامیاب شہر میں داخل ہو کر پھر خلوت نشین ہو گیا بادشاہ نے سید مرتضیٰ سرلشکر برار کے نام فرمان روانہ کیا کہ صاحب خاں کو تسلی دیکر بادشاہ کے حضور میں روانہ کرے اور اگر حاضری سے انکار کرے تو اس کو قتل کر کے اسپ و فیل بادشاہ کے پاس روانہ کر دے اتفاق سے صاحب خاں قصبۂ عنبر میں پہونچا چونکہ یہ امر اس کی طبیعت کے خلاف تھا اس نے بحری خاں قزلباش کو جو امرائے برار میں داخل اور قلعۂ رنجنی میں مقیم تھا پیغام دیا کہ بحری خاں اپنی خواہر کا نکاح صاحب خاں کے ساتھ کر دے بحری خاں نے جواب دیا کہ مرغ فروش کے پسر کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ امیروں سے قرابت داری کی آرزو کرے صاحب خاں یہ جواب سنکر آشفتہ ہوا اور قلعۂ رنجنی پر دھاوا کر دیا بحری خاں کے پاس کافی فوج نہ تھی اس نے فراری ہو کر جالنہ میں پناہ لی اور حمید خاں شیرازی کے اتفاق رائے سے ایک عریضہ لکھکر نجات کا طلبگار ہوا چونکہ سید مرتضیٰ کو بادشاہ کا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور

دیگر امیروں کو مامور کیا کہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر روانہ کردیں اور خفیہ طور پر خداوند خاں سے کہا کہ اس بدنصیب کے شر سے ہر شخص نالاں ہے کسی نہ کسی ترکیب سے اس کو قتل کرکے تمام عالم کو مطمئن کر دو خداوند خاں وغیرہ جالنہ پہونچے اور بجری خاں اور حبشیہ خاں بھی ان کے رفیق طریق ہو کر صاحب خاں کے پاس روانہ ہوئے صاحب خاں کا وقت آچکا تھا اس نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ وہاں پہونچ گئے اور سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر ان امیروں نے مزاح سے کہا کہ ہم شاہی حکم کے موافق حاضر ہوئے ہیں اگر حکم ہو تو سلام کے لئے حاضر ہوں صاحب خاں شراب پی رہا تھا اس نے ان امیروں کو اندر بلایا لیکن ان کو مسلح دیکھکر پریشان ہوا اور تعظیم کے لئے کھڑے ہو کر ایک ایک سے بغلگیر ہونے لگا۔ خداوند خاں کی باری آئی اور صاحب خاں کو اس نے آغوش میں لیا اور چلانے لگا کہ صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے حالانکہ اس نے خود صاحب خاں کو اس قدر مضبوط دبایا تھا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا خداوند خاں نے صاحب خاں کو زمین پر گرایا اور خنجر سے اس کا کام تمام کر دیا صاحب خاں کے بھائی اور اس کے اعوان و انصار یہ حال دیکھکر فراری ہوئے۔ خداوند خاں اس موذی کے شر کو دفع کرکے سید مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا سید مرتضیٰ نے بادشاہ کے حضور میں عریضہ روانہ کرکے اطلاع دی کہ چونکہ حسب فرمان میں نے چند امیروں کو صاحب خاں کے پاس روانہ کیا تھا کہ ان کو تسلی دیکر شاہی بارگاہ میں روانہ کریں لیکن وہ ناعاقبت اندیشی سے ان امیروں سے لڑا اور جنگ میں کام آیا چونکہ اہل احمد نگر خود بھی چاہتے تھے انھوں نے ایسا بادشاہ کو سمجھایا کہ نظام شاہ قطعاً برہم نہ ہوا اور کبھی اس کی بازپرس نہ کی۔

اس واقعہ کے بعد صلابت خاں بلا مزاحمت امور سلطنت انجام دینے لگا۔ اور چند سال بجد استقلال کے ساتھ اس نے بسر کئے اس مدت میں دو یا تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

صلابت خاں کے زمانہ میں انتظام اور امن و امان اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا کہ سوداگر بلا کسی دغدغا اور خدشہ کے سفر کرتے تھے سلطان محمد بن علاالدین کے بعد

مرہٹواری میں صلابت خاں سے زیادہ کسی نے فلاح ملک و رفاہ عام کا خیال نہیں کیا
صلابت خاں نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ اور انہیں کے
مثل لوگوں کو حکم دیا کہ ممالک محروسہ میں برابر گشت لگائیں اور جو شخص بھی چور مشہور ہو
اگرچہ اس نے ایک حبہ کا بھی سرقہ کیا ہو اس کو فوراً قتل کریں اور خود ملک کے
آباد کرنے اور شہروں میں عمارات کی تعمیر اور باغات کے نصب کرانے میں مشغول
ہوا۔ صلابت خاں کے آثار میں عمارت فرح بخش مشہور ہے جو دراصل چنگیز خاں
کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کے زیر اہتمام ۹۸۲ھ ہجری
میں تمام ہوئی۔ نظام شاہ اس باغ کی سیر کے لئے آیا اور اس کی شکل پسند
طبیعت نہ آئی عمارت کو اچھی نظر سے نہ دیکھا بادشاہ نے نعمت خاں
سمنانی کو باغ کی نگہبانی سے معزول کیا اور صلابت خاں کو تعمیر کا ذمہ دار بنایا۔
یہ عمارت جس پر کثیر رقم صرف ہو چکی تھی ڈھا دی گئی اور از سر نو تعمیر شروع ہوئی
احمد مرتضیٰ خاں انجو نے باغ کی تعریف میں چند عمدہ اشعار نظم کئے۔

۹۹۱ھ ہجری میں باغ فرح بخش دوبارہ تیار ہوا اور صلابت خاں نے
بہت بڑا جشن منعقد اور اعیان ملک کو مدعو کرکے ہر شخص کو انعام واکرام سے مالا مال
کیا ملا ملک قمی نے تعریف میں ایک قصیدہ نظم کیا جو مشہور زمانہ ہے۔

۹۸۸ھ ہجری میں علی عادل شاہ مقتول ہوا اور اس کے برادر زادہ ابراہیم عادل نے
نو سال کی عمر میں تخت سلطنت پر جلوس کیا صلابت خاں نے نظام شاہ کو مطلع کرکے
عادل شاہی دائرہ حکومت کی تسخیر کو آسان سمجھ کر بادشاہ سے بعض ممالک پر قبضہ
کرنے کی اجازت طلب کی نظام شاہ نے لشکر کی روانگی کا حکم دیا اور اپنے چرکسی
غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کرکے امیر الامرا سید مرتضیٰ کو لشکر جرار کے ساتھ
بہزاد الملک کے ہمراہ کیا اور بہزاد کو بصد شان و شوکت کے ساتھ عادل شاہی
سرحد کی طرف روانہ کیا یہ گروہ شاہ درک کے نواح میں پہنچا اور عادل شاہی
امیر پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر ان کے مقابلہ کے لئے خیمہ زن ہوئے ایک ماہ
کامل ایک دوسرے کے مقابلہ میں فروکش رہے آخر میں عادل شاہی امرا کو معلوم
ہوا کہ مرتضیٰ خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے آزردہ ہے اور جنگ میں

اس کی مدد نہ کریگا عادل شاہی امیروں نے اپنی فوجیں درست کیں ابھی تھوڑی رات باقی تھی کہ روانہ ہوکر وقت صبح جبکہ کچھ بارش ہورہی تھی اور سپاہی کمال غفلت میں مبتلا تھے اپنے قیام گاہ سے باہر نکلے اور نفیر جنگ بجوائی بہزاد الملک نے موسم کو خوشگوار دیکھکر مجلس شراب آراستہ کررکھی تھی اعلان جنگ کی خبر سنتے ہی سراسیمہ پردہ سے باہر نکلا لیکن قبل اس کے کہ فوج اور افسران لشکر اس کے گرد جمع ہوں حریف نے اس پر حملہ کردیا اور بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کرکے دشمن کو بکمال تباہ پسپا کردیا۔ سید مرتضٰی نے جو بہزاد الملک سے کچھ فاصلہ پر مقیم تھا اپنی دوری کو بہانہ بنایا اور صلابت خاں کو لکھا کہ بہزاد الملک نے جنگ کرنے میں تعجیل کی اور اپنے دوستوں کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا اس لئے اس پر مصیبت نازل ہوئی انشاءاللہ اس شکست کا تدارک کردیا جائیگا صلابت خاں نے سید مرتضٰی کو سرلشکر مقرر کیا۔ سید مرتضٰی اس خبر سے بیحد خوش ہوکر خیل وحشم کے جمع کرنے میں مصروف ہوا اسی دوران میں ابراہیم قطب شاہ نے وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر محمد قلی قطب شاہ بادشاہ ہوا۔ قطب شاہی فوج جو نظام شاہیوں کی مدد کے لئے آئی تھی اس واقعہ سے بیدل ہوکر ان سے علیحدہ ہوگئی سید مرتضٰی نے قطب شاہی وکیل سلطنت شاہ میرزا اصفہانی سے معاہدہ کرکے ایسی تدبیر کی کہ محمد قلی قطب شاہ کو طلب کرکے ان کے اتفاق سے قلعہ شاہ درک کا محاصرہ کیا اور چار پانچ ماہ برابر جنگ کرتا رہا۔ خداوند خاں اور بھری خاں قزلباش نے اس زمانہ میں بڑی جاں فشانی کی اور اپنی مردانگی سے مشہور آفاق ہوئے محمد آقا ترکمان قلعہ کے تھانہ دار نے دشمن کی مدافعت کی اور قلعہ کی حفاظت میں جان ودل سے کوشش کرتا رہا ہرچند نظام شاہ اور قطب شاہ نے محمد آقا کو آیندہ کے دلفریب وعدوں سے فریب دینا چاہا لیکن فائدہ نہ ہوا اور ترکانی امیر اسی طرح قلعہ کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت میں مصروف رہا۔ چونکہ ہر روز کثیر تعداد نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں کی قتل ہونے لگی مرتضٰی نظام اور ابراہیم قطب طول محاصرہ سے تنگ آگئے اور یہ طے کیا کہ بجائے شاہ درک کے بیجاپور کے محاصرہ میں کوشش کریں جب دارالملک فتح ہوجائیگا تو دوسرے ممالک کی

تسخیر میں آسانی ہو جائیگی۔ حریفوں نے بیجاپور کا رخ کیا عادل شاہی تخت گاہ میں خود اپنے امیروں کی آپس کی نزاع کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی کوئی شخص بھی دشمن کے شر دفع کرنے پر مستعد نہ ہوا سید مرتضیٰ اور قطب شاہ نے اطمینان کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر اور جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ایک مدت کے بعد بیجاپور کی مہم سے بھی نا امید ہو کر قطب شاہ اپنے ملک کو اور مرتضیٰ سبزواری دبیرا دالملک احمد نگر روانہ ہو گئے۔

سنہ ۹۹۲ ہجری میں صلابت خاں نے نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ معتبر لوگوں کو بیجاپور روانہ کر کے ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی نسبت کا پیغام شاہزادہ حسین کے ساتھ دیا۔ اسی زمانہ میں جمشید خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے لشکر و جمعیت کے ہمراہ قاسم بیگ کے ساتھ بیجاپور روانہ ہو۔ جمشید خاں نے کہا کہ میں سید مرتضیٰ کا ماتحت ہوں اسے مضمون فرمان سے مطلع کر کے سید مرتضیٰ کے حکم کے موافق عمل کروں گا سید مرتضیٰ نے جمشید خاں سے کہا کہ بادشاہ نے مجھ سے کہدیا ہے کہ جو فرمان خود مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو اس پر وہ عمل نہ کرے چونکہ یہ فرمان بادشاہ کا قلمی نوشتہ نہیں ہے اس پر عمل کرنا ضروری نہیں خیال کرتا اور تمہیں بیجاپور روانہ ہونے کی اجازت نہیں دیسکتا جمشید خاں نے اس واقعہ سے صلابت خاں کو اطلاع دی اور فساد کا مواد ایسا جمع کیا کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑی شان و شوکت کے ساتھ صلابت خاں کے دفعیہ کے لئے احمد نگر روانہ ہوا۔ سید مرتضیٰ نے بڑے دبدبہ اور کروفر کے ساتھ احمد نگر کا رخ کیا صلابت خاں نے یہ خبر سنکر اس کی مدافعت کی اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغ ہشت بہشت سے لے آیا اور باغ فرح بخش بادشاہ کے قیام کے لئے مقرر کر دیا۔ مرتضیٰ نظام نے عمارت بغداد میں قیام کیا اور صلابت خاں نے فتح شاہ نام بابری کو جو حسن و جمال سے آراستہ اور چوسر اور شطرنج بازی میں بے نظیر تھا بادشاہ کا ہم نشین مقرر کیا نظام شاہ اس پاتری پر ایسا فریفتہ ہوا کہ اسے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا۔ اسی دوران میں سید مرتضیٰ معظم الشان لشکر کے ہمراہ حوالی احمد نگر میں پہنچا اور چبوترہ کے قریب فرد کش ہوا۔ صلابت خاں نے نظام شاہ کو سمجھا کر مقابلہ کی اجازت لی اور شاہزادہ میراں حسین کے ہمراہ سید مرتضیٰ سے جنگ آزمائی ہوئی سید مرتضیٰ کو شکست ہوئی اور مال و اسباب و اسپ و فیل کو

میدان جنگ میں چھوڑ کر برار کی طرف فراری ہوا لیکن صلابت خاں کے تعاقب کی وجہ سے برار میں بھی نہ قیام کر سکا اور برہان پور کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

اسی سال بعض فتنہ انگیز شاہزادہ برہان کو بہ لباس درویش احمد نگر لائے اور ارادہ کیا کہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شاہزادہ برہان کو اپنا بادشاہ بنائیں۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ پہلے صلابت خاں کو قتل کر کے اس کے بعد کارروائی کریں لیکن چونکہ انھوں نے اپنے ارتکاب جرم کا مقرر کیا تھا اسی دن صبح کو صلابت خاں کو سازش سے اطلاع ہو گئی اور برہان شاہ اسی طرح لباس فقیری میں کوکن کی طرف فراری ہو گیا لیکن چونکہ کوکن میں قیام کرنا بھی ہلاکت کا باعث تھا گجرات کے راستہ سے اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

سید قاسم اور میرزا محمد تقی عادل شاہ کی خواہر کا شاہزادہ میراں حسین کے ساتھ عقد کر کے عروس کو احمد نگر لے آئے اسی سال اکبر بادشاہ نے دکن کی تسخیر کا ارادہ کر کے اپنے کوکہ خان اعظم حاکم مالوہ کے نام فرمان روانہ کیا اور اسے سپہ سالار مقرر کر کے برہان شاہ اور سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے برار کے ہمراہ دکن کی طرف روانہ کیا یہ لشکر ولایت نظام شاہی کی طرف بڑھا اس درمیان میں چاند بی بی سلطان زوجہ علی عادل شاہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام سے ملنے کے لئے احمد نگر وارد ہوئی اور صلابت خاں نے عادل شاہی وکیل سلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولاپور چاند بی بی کے جہیز میں دیا تھا اب جبکہ علی عادل فوت ہو چکا اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی تو آپ اس قلعہ کو ہم کو واپس کر دو۔ دلاور خاں نے اس سے انکار کیا صلابت خاں نے اظہار رنج کیا اور علی عادل شاہ کی خواہر کو مع شاہزادہ میراں حسین کے دولت آباد روانہ کر دیا اور یہ حکم دیا کہ قلعہ شولاپور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ جشن موقوف اور معطل سمجھا جائے۔

اکبر بادشاہ کے لشکر کے ورود کی خبر پہونچی اور صلابت خاں نے مردانگی سے کام لے کر میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کیا اور بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے اسے دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا محمد تقی نے برہان پور پہونچ کر راجہ علی خاں کو

اپنا ہی خواہ بنالیا عزیز کوکہ نے یہ اخبار سنے اور فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس
روانہ کیا اور اسے لشکر دکن کی موافقت سے منع کر کے اپنا مددگار بنانے کی آرزو ظاہر
کی لیکن اس سفارت کا کچھ نتیجہ نہ نکلا اور فتح اللہ شیرازی بے نیل مرام واپس آیا۔ اس
زمانہ میں عزیز کوکہ اور شہاب الدین احمد حاکم مالوہ میں سخت مخالفت تھی میرزا محمد تقی اور
راجہ علی نے خان اعظم کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی اور اکبری دائرۂ حکومت میں داخل
ہو کر ہنڈیہ میں جو مالوہ اور دکن کی سرحد تھی قیام کیا چند روز کسی نے پیش دستی نہیں کی آخرکار
عزیز کوکہ جنگ آزمائی کو خلاف مصلحت سمجھا اور رات کو اپنے قیام گاہ سے کوچ کر کے
غیر معروف راستہ سے بلدۂ ایلچپور اور بالاپور میں داخل ہو کر ان شہروں کو غارت و
تباہ کر دیا میرزا محمد تقی اور راجہ علی نے عزیز کوکہ کا تعاقب کیا خان اعظم کو یہاں قیام
کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور ندربار کے راستہ سے مالوہ واپس آیا۔ راجہ علی خاں برہان پور
اور میرزا محمد تقی احمد نگر روانہ ہوئے اکبر بادشاہ کو دوسرے مہمات درپیش تھے اور
نیز یہ کہ دکن کے فرمانرواؤں کی قوت و شوکت بھی بہت زیادہ تھی عرش آشیانی نے
تغافل سے کام لیا اور خاموشی اختیار کی اسی زمانہ میں فتحی شاہ جو صلابت خاں کا
دست گرفتہ تھا مرتضیٰ نظام پر بالکل حاوی ہو گیا اور چند شہر بطور جاگیر حاصل کر لیے۔
فتحی شاہ کو جس قسم کے جواہرات مرغوب ہوتے بادشاہ کے حکم سے خزانۂ شاہی سے
اس کے پاس پہونچ جاتے تھے اور اس کا اقتدار روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ
فتحی شاہ نے دو تسبیح مرصع جو ہر مروارید و لعل یاقوت کی تھیں اور امراء سے بطور
غنیمت حاصل ہوئی تھیں بادشاہ سے طلب کیں مرتضیٰ نظام نے جس کے نزدیک
دنیا کی دولت ہیچ تھی صلابت خاں کو حکم دیا کہ تسبیح مذکور فتحی شاہ کو عطا کرے
صلابت خاں نے معذرت چاہی اور تسبیح کے دینے سے انکار کیا بادشاہ نے
بہت تاکیدی حکم جاری کیا اور صلابت خاں نے ارکان دولت کے مشورہ سے دوسری
دو تسبیحیں جو ان مرصع تسبیحوں کے مشابہ تھیں فتحی شاہ کو عنایت کر دیں۔ فتحی شاہ کو چند روز
کے بعد اس عطیہ کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ
کو بہت غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ جس قدر جواہرات خزانۂ شاہی میں موجود
ہیں ان کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں بادشاہ کے ملاحظہ کے لیے آراستہ کرے

صلابت خاں بادشاہ کا مقصد سمجھ گیا اور اس نے مذکور الصدر تسبیح اور نفیس جواہرات کو بادشاہ کی نگاہوں سے پنہاں کر دیا اور بقیہ جواہرات کو اسی ایوان میں چنکر بادشاہ کو اطلاع دی نظام شاہ نے تمام اشخاص کو علیحدہ کر دیا اور تنہا شاہ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا بادشاہ نے اشیائے مذکور کو منگایا اور خود تمام جواہرات کو یکجا کر کے نفیس کپڑوں میں ان کو لپیٹ کر فرش میں آگ لگا دی اور محل سے باہر چلا آیا۔ ارکان دولت جو ان چیزوں کی محافظت پر مقرر تھے محل میں گئے اور انھوں نے سوا آتش زدہ فرش کے اور کچھ نہ دیکھا۔ آگ جلد سے جلد بجھائی گئی اور جواہرات و آلات مرصع آگ سے نکال لئے گئے جس کے بعد معلوم ہوا کہ سوا مروارید کے اور تمام اشیا آتش زدگی سے محفوظ تھیں۔ لوگوں نے بادشاہ کی اس حرکت کو اس کی دیوانگی اور جنون پر محمول کیا اور اسی تاریخ سے مرتضیٰ نظام دیوانہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بازاری گروہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ارکان دولت کا ارادہ ہے کہ آپ کو سلطنت سے معزول کر کے شاہزادہ میران حسین کو بادشاہ بنالیں مرتضیٰ نظام اپنے فرزند کے قتل کرنے پر آمادہ ہوا لیکن ہر چند اس نے کوشش کی کہ شاہزادہ کو گرفتار کر کے تہ تیغ کرے لیکن صلابت خاں نے بادشاہ کو اس بات کا موقع نہ دیا۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل دلاور خاں کے مشورہ سے جیساکہ آگے بیان آئیگا لشکر جرار ہمراہ لے کر سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور پیغام دیا کہ شولاپور کی واپسی ممکن نہیں ہے عادل شاہ صلابت خاں کی فتنہ انگیزی سے برہم ہوا اور اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ نظام شاہ ان واقعات کو صلابت خاں کی بداندیشی پر محمول کر کے اس سے آزردہ ہوا اور اس نے کہا کہ تو حرام خوار ہے یا نمک حلال صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ کا خیر اندیش غلام ہوں نظام شاہ نے کہا کہ میں تیری نافرمانی اور شوخی سے آزردہ ہوں لیکن تجھے گرفتار کر کے قید نہیں کر سکتا صلابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ قلعہ کا تعین فرمادیں میں اپنے ہاتھ سے پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر نظر بند ہو جاؤں گا نظام شاہ نے کہا کہ قلعہ دندراج پور تمھارے لیے تجویز کرتا ہوں اس ترک سادہ مزاج نے فوراً تعمیل کی اور اپنے مکان پر پہونچکر پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں اور پالکی میں سوار ہو کر اپنے عزیزوں سے

کہا کہ مجھے قلعۂ دندراج پور میں نظر بند کر دو ہر چند اس کے اعوان اور بہی خواہوں نے جس میں مورخ فرشتہ بھی داخل ہے اس کو اس قید سے منع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ صلابت خاں کے قید ہونے کے بعد نظام شاہ نے عہدۂ وکالت قاسم بیگ حکیم کو اور عہدۂ وزارت میرزا محمد تقی کو عنایت کیا اور ان امیروں سے کہا کہ عادل شاہ سے جس طرح ممکن ہو صلح کر لیں۔ ان امیروں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ سرحد سے روانہ ہو گیا۔ عادل شاہ کی تھوا بہرا تک شہر کے سپرد ہو گئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد جشن عشرت منعقد کیا گیا اور بعد میں شاہزادہ کے حوالہ کی گئی۔ نظام شاہ نے بار دیگر اپنے فرزند کے قتل کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ اور محمد تقی سے کہا کہ مجھ پر دیدار کا اشتیاق غالب ہے شاہزادہ کو میرے حضور میں حاضر کرو۔ یہ امیر بیحد خوش ہوئے اور انھوں نے شاہزادہ کو قلعہ سے باہر نکالا اور پالکی میں بٹھا کر نظام شاہ کے حضور میں پہونچا دیا۔ بادشاہ نے اولاً تو فرزند پر بیحد مہربانی کا اظہار کیا اور عمارت بغداد کے قریب ایک حجرہ میں اسے فروکش کرایا لیکن دوسرے دن شاہزادہ کو توشک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرہ میں آگ لگا دی اور دروازہ باہر سے بند کر لیا۔ میران حسین کسی نہ کسی طرح بالاپوش سے نکلا لیکن جب دیکھا کہ حجرہ میں دھواں بھرا ہوا ہے تو شاہزادہ نے آواز بلند سے فریاد کی اسی دوران میں فتحی شاہ واقعہ سے خبردار ہو گیا اور اس نے رحم کھا کر دروازہ کھول کر شاہزادہ کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے سپرد کر دیا ان امیروں نے شاہزادہ حسین کو ایک پردہ دار پالکی میں بٹھا کر خفیہ دولت آباد روانہ کر دیا نظام شاہ دو تین روز کے بعد حجرہ میں آیا اور شاہزادہ کی ہڈیوں کو وہاں نہ پا کر اس نے فتحی شاہ سے حال دریافت کیا فتحی شاہ نے جواب دیا کہ شاید ہڈیاں جل کر خاک ہو گئیں نظام شاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے فتحی شاہ پر تشدد کیا فتحی شاہ نے کہہ دیا کہ میں نے شاہزادہ کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالہ کر دیا ہے بادشاہ نے ان امیروں کو دروازۂ قلعہ کے نزدیک طلب کیا اور ان سے اس کا استفسار کیا ان امیروں نے مصلحت ملکی کے لحاظ سے انکار کیا اور کہا کہ ہم کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہے نظام شاہ نے برہم ہو کر ان امیروں کو قید کر دیا اور مہمات سلطنت میرزا محمد صادق کے سپرد کر دیئے۔

میرزا محمد صادق نے بھی شاہزادہ کے قتل کے معاملہ میں بادشاہ کی اطاعت نہ کی نظام شاہ نے نوروز کے بعد میرزا محمد صادق کو بھی نظر بند کر کے سلطان حسین شیرازی کو جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا میرزا خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے منصب پیشوائی پر مقرر کیا سلطان حسین بادشاہ کے ارادہ سے واقف تھا اس نے فتحی شاہ وغیرہ کو نقد جواہرات کے عطیہ سے اپنا ہم راز بنایا اور خفیہ طور پر ایک شخص کو دلاور خاں کے پاس بیجاپور روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ یہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا ہے اور اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے فرزند کو قتل کرے اگر تم لوگ میری امداد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں باپ کا قدم درمیان سے اٹھا کر فرزند کو تخت حکومت پر بٹھا دوں دلاور خاں نے اس درخواست کو قبول کیا اور عادل شاہ کے ہمراہ روانہ ہوا میرزا خاں نے فتحی شاہ کے واسطے سے نظام شاہ سے عرض کیا کہ عادل شاہ جرار لشکر ہمراہ لے کر احمد نگر فتح کرنے کی غرض سے آرہا ہے نظام شاہ نے اس مہم کی انجام دہی میرزا خاں کے سپرد کر دی اور میرزا خاں نے امرائے ملک کو اس بہانہ سے کہ عادل شاہی لشکر کشی انھیں امیروں کی سازش کا نتیجہ ہے قید کرا دیا اور ان کی جگہ اپنے ہی خواہوں کو مقرر کیا اور جرار فوج ہمراہ لے کر احمد نگر سے باہر نکلا قصبہ دانورہ کے نواح میں مقیم ہوا نظام شاہ میرزا خاں کے قیام سے متوہم ہوا اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو حقیقت حال سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا میرزا خاں کو معلوم تھا کہ مورخ فرشتہ بادشاہ کا با اخلاص ملازم ہے اور یہ شخص حقیقت حال سے آگاہ ہو کر تمام واقعہ بے کم و کاست بادشاہ سے عرض کر دیگا۔ راقم الحروف کے لشکر میں آنے سے بہت پریشانی ہوئی اور اس نے فتحی شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ سے یہ حکم حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امیروں کو دشمن کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی ترغیب دوں تو میں بارہ ہزار ہون تمہاری خدمت میں پیش کر دوں گا۔ فتحی شاہ نے بارہ ہزار ہون کا نام سنکر فوراً بادشاہ کے قلم سے یہ فرمان لکھوا لیا کہ خود میرزا خاں دشمن کی مدافعت کرے میرزا خاں اس خبر سے بیحد خوش ہوا اور بارہ ہزار ہون فتحی شاہ کے پاس روانہ کر دیئے ہنوز مولف کتاب لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں پہونچ گیا اور چونکہ اس کے خیالات سے خاص و عام مطلع ہو چکے تھے میرزا خاں نے

ارادہ کیا کہ مولف کتاب کو نظر بند کرے تاکہ لشکر کی خبریں بادشاہ تک نہ پہنچ سکیں میرے ایک دوست نے مجھے اطلاع کر دی اور میں شام کے وقت لشکر سے فراری ہو گیا میرزا خاں نے ایک گروہ کو میرے تعاقب میں روانہ کیا چونکہ اثنائے فرار میں میں نے مشعلیں فاموش کر دی تھیں اور روشن رو شنی میں آ رہے تھے میں ان کے شر سے محفوظ رہا اور صبح کے قریب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ مورخ فرشتہ نے سراپردہ کے قریب استادہ ہو کر میرزا خاں کے تمام حالات بادشاہ سے عرض کئے فتح شاہ نے میری تکذیب کی اور کہا تم جو کچھ بیان کرتے ہو خلاف واقعہ ہے ہرگز میرزا خاں سے حرامخواری ممکن نہیں ہے میں نے جواب دیا کہ مجھے میرزا خاں سے عداوت نہیں ہے کہ اس پر تہمت لگاؤں مجھے جو کچھ علم ہے اس کے مطابق میں نے آپ سے عرض کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ عنقریب میرا صدق و کذب سب پر ظاہر ہو جائیگا ہم لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ اخبار رسانوں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امرا کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ شاہزادہ میراں حسین کو قلعہ سے آزاد کر کے بادشاہ بنائے اور بعد اس کے احمد نگر روانہ ہو۔

نظام شاہ اس خبر کو سنکر بیحد حیران ہوا اور مورخ فرشتہ سے مشورہ کیا میں نے عرض کیا اس واقعہ کا علاج دو طرح پر ممکن ہے اول یہ کہ بادشاہ خلوت سے نکل کر سوار ہوں اور انھیں دو یا تین ہزار جلوداروں اور تماشہ خیل کے ہمراہ پٹن کی طرف روانہ ہو جائیں اور میرزا خاں کو سر راہ گرفتار کریں اس خبر کے سنتے ہی تمام امرا اور افسران فوج چتر شاہی کے نیچے جمع ہو جائینگے نظام شاہ نے کہا کہ چند روز گذرے کہ فلاں خواجہ سرا ایک طبق کھانے کا میرے لئے لایا تھا اس کو کھاتے ہی درد شکم اور متلی پیدا ہوئی اور بیشمار خونی دست بھی آ گئے ہنوز میری انتڑیوں میں درد ہو رہا ہے اور میں گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے خواجہ سرا سے سازش کر کے زہر آلود کھانا مجھے کھلایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دوسرا علاج یہ ہے کہ صلابت خاں کو قلعہ دندا راجپوری سے آزاد کر کے جلد سے جلد اس کو مع تمام اسیروں کے اپنے حضور میں طلب فرمائیں

اور خود بھی شکار کے بہانہ سے پالکی میں بیٹھکر بلدہ جنیر کی طرف کوچ فرمائی اور سر راہ صلابت خاں سے ملاقات فرمائی امید ہے کہ صلابت خاں کے صرف قدمبوسی کا واقعہ سنکر تمام امیر افسران لشکر شاہزادہ اور میرزا خاں سے جدا ہوکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائینگے نظام شاہ نے اسی وقت صلابت خاں قاسم بیگ محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلب کے فرامین جاری کئے اور ارادہ کیا کہ خود بھی نیک ساعت میں سوار ہو کہ ناگاہ فتحی شاہ نمک حرام نے بادشاہ کے قدم پر سر رکھکر ہائے ہائے کرنا شروع کیا اور کہا کہ بادشاہ کے احمد نگر سے نکلتے ہی خاصہ خیل کے سپاہی اپنی عزت بڑھانے کے لیئے بادشاہ کو گرفتار کرکے شاہزادہ کے سپرد کر دیں گے۔ نظام شاہ نے فتحی شاہ کے قول کا یقین کر لیا اور راقم الحروف کو جو دربار کی محافظت میں مشغول تھا اپنے حضور میں طلب فرماکر بلاواسطہ گفتگو سے سرفراز کیا میں نے دیکھا کہ بادشاہ قوی ہیکل گندم گوں فراخ چشم اور بلند اندام تھا اور شوکت و دہشت اس کے سراپا سے ظاہر ہوتی تھی نظام شاہ فارسی کا بہت اچھا شاعر تھا۔ بادشاہ نے مجھ سے فرمایا کہ فتحی شاہ ایسا ایسا کہتا ہے بہتر ہے کہ ہم اسی قلعہ میں قیام کرکے صلابت خاں کے ورود کا انتظار کریں مولف کتاب نے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا لیکن جب یہ واقعہ فاش ہو گیا تو تمام اشخاص جو بادشاہ کے پاس تھے بیدل اور مایوس ہو کر گروہ کے گروہ اس سے جدا ہوکر دولت آباد روانہ ہونے لگے میرزا خاں صلابت خاں کے ورود کے خوف سے دو منزل کی راہ ایک منزل کے برابر طے کرتا تھا اور جلد سے جلد احمد نگر پہونچ گیا میرزا خاں نے ارادہ کیا کہ قلعہ کا دروازہ بند کرکے صلابت خاں کے ورود تک حصار کی حفاظت کرے لیکن چونکہ قلعہ کا ہر خرد و بزرگ قلعہ سے نیچے اتر کر میرزا خاں سے جا ملا تھا اور حصار کے اندر سوا فتحی شاہ اور اس کی کنیز سبزہ نام اور تین یا چار پردہ داروں کے اور کوئی فرد قلعہ میں باقی نہ رہا میں بھی محافظت سے کنارہ کش ہو گیا اور سکوت اختیار کر لیا اسی دوران میں شاہزادہ اور میرزا خاں تیس یا چالیس اوباشوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے ہوئے عمارت

بغداد میں جو بادشاہ کا مسکن تھا گھس آئے اور بیدریغ ہر شخص کو قتل کرنے لگے
شاہزادہ نے راقم الحروف کو پہنچانا اور ہم مکتبی کا لحاظ کرکے میرے قتل سے مانع
آیا اور مجھکو اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا اور قولاً و فعلاً جو بے ادبی کہ دنیا میں
ممکن ہے بادشاہ کے ساتھ کرنے لگا نظام شاہ حیرت سے شاہزادہ کو دیکھ رہا تھا
کہ شاہزادہ حسین نے شمشیر بادشاہ کے شکم پر رکھ کر کہا کہ اس سیخ کو ایسا تیرے پیٹ
میں بھونکوں کہ پیٹھ سے نکل آئے نظام شاہ نے آہ سرد بھر کر کہا کہ اے مردود
عاق شدہ پسر تیرا باپ دو تین روز کا مہمان ہے اگر رحم کرے تو بہتر ہے ورنہ
تجھے اختیار ہے شاہزادہ یہ تقریر سنکر عمارت بغداد سے نیچے اترا اور باوجودیکہ
بادشاہ مرض الموت میں گرفتار تھا ناسعادت مند فرزند نے اس کی موت کا
انتظار نہ کیا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جائیں اور حمام کا دروازہ بند کرکے
گلخن میں تیز آگ روشن کریں اور حمام کے تمام سوراخ بند کر دیں۔ اور
نظام شاہ کو پانی نہ دیں شاہزادہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بادشاہ نے
اٹھارھویں رجب سنہ ۹۹۶ ہجری کی صبح کو دنیا سے کوچ کیا علمائے شہر نے شیعہ
مذہب کے مطابق تجہیز و تکفین کی اور برسم امانت لاش کو روضہ باغ میں
مدفون کیا برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو لاش کربلائے معلی روانہ کی تاکہ باپ
دادا کے پہلو میں پیوند زمین کر دی جائے مرتضی نظام نے چوبیس سال پانچ
ماہ حکومت کی۔

میران حسین بن مرتضی نظام شاہ

میران حسین نے میرزا خاں کی رائے سے اپنے باپ کو
حمام میں بند کرکے قتل کیا اور خود تخت حکومت پر بیٹھا
بادشاہ نے میرزا خاں کو مختار کل بنایا اس امیر نے ارادہ
کیا کہ دلاور خاں کی تقلید کرکے میران حسین کو جو سولہ سال کا جوان تھا خانہ نشین
کرکے خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیکن چونکہ میران حسین شوخ
طبیعت کمینہ خصلت اور ناعاقبت اندیش تھا میرزا خاں کا منصوبہ پورا نہ
ہوا میران حسین ہر روز سوار ہوتا تھا بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور نیز
دیگر ہم نشینوں کو امیر بنایا اور شبانہ روز لہو و لعب میں بسر کرنے لگا میران حسین کا

شعار تھا کہ راتوں کو کمینوں اور اوباشوں کے ساتھ احمد نگر کے کوچہ و بازار میں مست و مدہوش چکر لگاتا اور جو شخص کہ سامنے آتا اس کو تیر و تفنگ و شمشیر سے قتل کرتا تھا اسی درمیان میں بدمعاشوں کے ایک گروہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرزا خاں نے شاہزادہ قاسم برادر مرتضیٰ نظام کو قلعہ جنیر سے آزاد کر کے اپنے مکان میں پوشیدہ مقیم کیا ہے تاکہ موقع پاکر بادشاہ کو معزول کر کے شاہ قاسم کو تخت حکومت پر بٹھائے میراں حسین نے خوف زدہ ہو کر میرزا خاں کو قید کر دیا دوسرے دن معلوم ہوا کہ شاہ قاسم کا قصہ غلط ہے اور بادشاہ نے میرزا خاں کو بار دگر اپنا مقرب بنایا اور اس کا مرتبہ پہلے سے اور زیادہ بلند کیا میرزا خاں نے گمان باطل دفع کرنے کے لئے بادشاہ سے عرض کیا کہ وارثان سلطنت کا وجود فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کی آل و اولاد کے تہ تیغ کیا جائے میراں حسین نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی وقت اس گروہ کے قتل کا فرمان صادر کیا پندرہ نفوس خاندان شاہی کے ایک دن میں تہ تیغ کر دیئے گئے میرزا خاں کا استقلال اب حد سے زیادہ بڑھ گیا اور بادشاہ کے برادران رضاعی آنکس خاں اور طاہر خاں مستی اور ہوشیاری ہر حالت میں میرزا خاں کی شکایت بادشاہ سے کرنے لگے میراں حسین کبھی تو ان لوگوں سے کہتا کہ میرزا خاں کو گرفتار کر کے تہ تیغ کروں گا اور کبھی یہ کہتا کہ اس کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پائمال کرونگا میرزا خاں نے بادشاہ کے بد اقوال سنے اور چونکہ جاہ و حشمت سے کنارہ نہ کر سکتا اور پہلے تاج و تخت کی حکومت کو ترک کرنے پر قادر نہ تھا اس نے ارادہ کیا کہ میراں حسین کو حکومت سے معزول کر دے۔ میراں حسین میرزا خاں کا مقصد سمجھ گیا اور بارہ جمادی الاول ۹۹۷ھ ہجری بروز پنجشنبہ ضیافت کے بہانہ سے آنکس خاں کے مکان پر گیا تاکہ میرزا خاں کا کام تمام کر دے میرزا خاں نے بیماری کا عذر کیا اور خود دعوت میں نہ آیا اور آقا میر شیرازی کو جو اس کا بہی خواہ تھا اور جس کو میراں حسین بھی اپنا باوفا میر جانتا تھا آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔ آقا میر اس وقت آنکس خاں کے مکان پر پہنچا جبکہ بادشاہ طعام سے فراغت کر چکا تھا۔ آنکس خاں نے آقا میر کے لئے علیحدہ دستر خوان بچھایا

آقا میر نے تھوڑا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی تعلیم کے مطابق قے کرتا ہوا باہر آیا اور اپنے مکان روانہ ہو گیا میرزا خاں نے میراں حسین کو پیغام دیا کہ آقا میر عالی مرتبہ شاہی امیر ہے بہتر ہے کہ اسے قلعۂ احمد نگر کے باہر کسی عمدہ مکان میں قیام کی اجازت دی جائے اور حکماء کو حکم ہو کہ اس کا علاج کریں شاید بادشاہ کی توجہ سے اس بیماری سے شفا پائے میراں حسین آنکس خاں کے مکان سے باہر آکر بیرون قلعہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ آقا میر کی حالت خراب ہے اگر بادشاہ اس کے حقوق خدمت کا لحاظ فرما کر اس کی عیادت کو تشریف لے چلیں تو بندہ نوازی سے بعید نہ ہوگا میراں حسین نشۂ شراب میں مدہوش تھا فی الفور دو یا تین ہی خواہوں کے ہمراہ میرزا خاں کے ساتھ قلعہ کے اندر گیا۔ قلعہ میں صرف میرزا خاں کے ہی خواہوں کی ایک جماعت موجود تھی میرزا خاں نے قلعہ کا دروازہ بند کر کے میراں حسین کو قید کر لیا اور میر طاہر نیشاپوری کو قلعہ لوہا گر روانہ کیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے خرد سال بیٹوں کو احمد نگر لائے تاکہ جو ان میں بہترین ہو اسے تخت حکومت پر بٹھایا جائے میر طاہر دوسرے روز برہان شاہ کے دو فرزندوں اسمٰعیل و ابراہیم کو احمد نگر لے آیا اور میرزا خاں نے قاسم بیگ و میرزا محمد تقی وغیرہ تمام غریب امرا کو جو اپنے مکانوں میں مقیم اور معاملہ سے بالکل بے خبر تھے جبر و تعدی سے شہر سے قلعہ میں طلب کیا اور ایک مجلس آراستہ کر کے ظہر کے وقت برادر کوچک شاہزادہ اسمٰعیل کو جو بارہ سال کا نو عمر بچہ تھا تخت حکومت پر بٹھایا اور مبارکباد دینے میں مشغول ہوا۔ اسی دوران میں قلعہ کے باہر شور بلند ہوا میرزا خاں نے حقیقت حال سے آگاہی کے لئے چند اشخاص کو روانہ کیا یہ لوگ واپس آئے اور کہا کہ جمال خاں مہدوی جو ایک صدی منصب داروں میں ہے مع دیگر منصب داروں کے آیا ہے ان اشخاص کا بیان ہے کہ چند روز سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا لہٰذا ہمیں بادشاہ کو دکھلایا جائے یا ہمیں خود اس کے حضور میں جانے دو میرزا خاں نے بیحد غرور و نخوت کے ساتھ کہا کہ میراں حسین حکمرانی کے قابل نہیں ہے

اب ہمارا اور تمہارا بادشاہ شاہزادہ اسمٰعیل ہوا ابھی بادشاہ باہر آکر تمہارا اسلام قبول کریگا
جمال خاں کو اور زیادہ عداوت ہوئی اور اس نے احمد نگر میں منادی کرائی
کہ میرزا خاں اور دیگر غریب امرا قلعہ کے اندر جمع ہیں ان اشخاص نے میراں حسین
کو قید کرلیا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنالیں ہم کو چاہیئے
کہ اپنے بادشاہ کی آزادی میں کوشش کریں اور غریبوں اور غریب زادوں کے
تسلط سے نجات حاصل کریں ورنہ یقین جانو کہ اس واقعہ کے بعد دکنیوں
کے زن و فرزند غریبوں کے لونڈی و غلام ہو جائینگے۔ اہل دکن اس منادی
کو سنتے ہی مسلح اور مکمل گروہ کے گروہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے اور دو تین گھنٹے
میں پانچ چھ ہزار آدمیوں کا مجمع ہوگیا بازاریوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے
گرد جمع ہوگیا تمام حبشیوں نے قلعہ پر حملہ کیا چونکہ میرزا خاں پرادبار چھایا ہوا
تھا اور خدا کی مرضی کا ظہور پذیر ہونا ضروری تھا جمال خاں پچیس ہزار کے
ایک گروہ کے ہمراہ قلعہ کے قریب آیا میرزا خاں نے کمال نادانی سے ایک
گروہ کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا جب کہ ہجوم عام ہوگیا اور بے شمار سوار
اور پیادے جمع ہوگئے اس وقت جمال خاں نے ہر شخص کو ایک ہمیانی زرسرخ
کی عنایت کی اور اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں ڈیڑھ سو غریب زادوں
سات غریبوں اور بیس دکنیوں اور ایک فیل غلام علی نامی کو جمال خاں کی
مدافعت کے لئے روانہ کیا کشور خاں ہر چند چاہتا تھا یہ قلیل جماعت لشکر گران
کے مقابلے میں ہیچ ہے لیکن مجبوراً قلعہ سے باہر نکلا اور مردانہ وار حملہ کیا اکثر
غریب زادے قتل ہوئے اور پندرہ نفوس شدید زخم کھا کر قلعہ کے اندر چلے آئے
میرزا خاں نے غریب زادوں کو جن کے بھروسہ پر اس نے اتنا بڑا کام کیا تھا
مضطرب دیکھا تو حیران ہو کر کہا کہ دکنیوں کا تمام شور و غل میراں حسین کے لئے
ہے اس کو قتل کر دینا چاہیئے تاکہ فتنہ فرو ہو جائے میرزا خاں نے اسمٰعیل خاں ایک
غریب زادہ کو حکم دیا اور اس نے میراں حسین کا سر قلم کر کے دروازہ کے اوپر
بالائے برج نصب کر دیا اور بآواز بلند کہا کہ تم لوگوں کا شور و غل حسین شاہ کے
لئے تھا یہ اس کا سر حاضر ہے تمہیں چاہیئے کہ اسمٰعیل بن برہان شاہ کو اپنا

بادشاہ جانو اور اپنے گھروں کو واپس جاؤ بعض دکنی امیروں نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن جمال خاں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ اگر حسین شاہ قتل کر ڈالا گیا ہے تو ہم کو اس کا انتقام غریب زادوں سے لے کر اسمٰعیل شاہ کے عہد حکومت میں زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے ہم کو امور سلطنت خود سرانجام دینے چاہئیں کیا ضرورت ہے کہ غریب حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں ان تمام اشخاص نے جمال خاں کو اپنا سرگروہ بنا کر مملکت کے تمام عہدے آپس میں تقسیم کر لیئے اور عہد و پیمان کے بعد قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ جمال خاں وغیرہ نے عوام الناس کی دلدہی کے لیئے ایک گروہ کو برج دبارہ کے دروازہ کے پاس روانہ کر کے یہ پیغام دیا کہ بلوائی کہتے ہیں کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی مایوس ہو کر اپنے ارادوں سے باز آئیں اور جنگ سے کنارہ کش ہو کر اپنے مکانوں کو واپس جائیں میرزا خاں نے ان کے قول پر یقین کر کے سر کو قلعہ کے نیچے گرا دیا جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اگرچہ جانتے تھے کہ سر مذکور میراں حسین کا ہے لیکن چشم پوشی کر کے کہا کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اور سر کو ایک چادر میں لپیٹ کر ایک گوشہ میں دفن کر دیا ابھی درمیان میں سو بیل چارہ اور گھانس سے لدے ہوئے فروخت کرنے کے لیئے جا رہے تھے جمال خاں نے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے ان میں آگ لگا دو جمال خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور آگ قلعہ کے دروازوں تک پہونچ گئی شام کے وقت دروازے جل گئے لیکن چونکہ ہر چہار طرف انگارے پھیلے ہوئے تھے اندرون و بیرون قلعہ کے اشخاص آمد و رفت نہ کر سکتے تھے۔ دو گھڑی رات گذری اور آگ کی گرمی کم ہوئی اور میرزا خاں بابی خاں امین الملک نیشاپوری وغیرہ اپنے اعوان و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوا اور شمشیر نیام سے نکال کر دروازۂ قلعہ سے باہر نکل آئے ان میں سے بعض شہر میں اور بعض نواح شہر میں قتل کیئے گئے میرزا خاں جنیر روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا نشان نہ ملا۔ دکنی اور حبشی قلعہ میں داخل ہوئے اور سوا قاسم بیگ سید شریف گیلانی اعتماد خاں شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے

تمام غریبوں کو جن کی تعداد تقریباً تین سو تھی تہ تیغ کیا ان مقتولوں میں میرزا محمد تقی نظیری میرزا محمد صادق میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شوستری بھی داخل ہیں ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر فاضل اپنے زمانہ کا بے نظیر شخص تھا میرزا صادق باوجود عقل و دانش کے بہت اچھا منشی تھا اور شعر بھی خوب کہتا تھا۔

مختصر یہ کہ صبح کے وقت غریبوں کے کشتوں کے پشتے نظر آئے اور جمال خاں نے حکم دیا کہ غریبوں کی لاش کو جنگل میں پھینک دو اگر ان کے عزیز تجہیز و تکفین کرنا چاہیں تو ان کو منع کرو۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ روضہ میں دفن کر کے اسمٰعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور دوبارہ غریبوں کے قتل اور انکے مکانات کو تاراج کرنے اور جلانے کا حکم دیا لشکریوں اور غارت گروں نے دست بیداد دراز کیا اور غریبوں کو ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل اور ان کے اہل و عیال کی آبروریزی کرنے لگے۔ غریبوں کے مکانات جلائے گئے اور جو اشخاص کہ سر برآوردہ تھے وہ مجرموں کی طرح ہلاک کئے گئے۔ چوتھے روز میرزا خاں جبنیر کے نواح میں گرفتار کیا گیا جمال خاں کے حکم سے پہلے تو گدھے پر سوار کرا کے اس کی تشہیر کرائی گئی اور بعد ازاں اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے جمشید خاں شیرازی اور اس کے بھائی سید حسین و سید محمد اور اس کا فرزند سید مرتضیٰ اس جرم پر کہ میرزا خاں کے ہم داستان تھے قتل کئے گئے اور ان کے مردہ اجسام توپ کے منہ پر رکھکر اڑا دیئے گئے غرضکہ ایک ہفتہ میں قصبات و شہر میں ایک ہزار غریب قتل کئے گئے اور ان کا مال و اسباب تاراج کر دیا گیا اسی دوران میں فرہاد خاں حبشی اپنی جاگیر سے واپس آیا اور اس نے بعض دکن کے اوباشوں کو سزا دے کر اس فتنہ کو فرد کیا اور غریبوں کی اس جماعت نے جو شناسائی کی وجہ سے دکنیوں اور حبشیوں کے گھر میں پنہاں تھی اس بلا سے نجات پائی میراں حسین نے دو ماہ تین دن حکومت کی کتب سیر میں مرقوم ہے کہ شیرویہ سلطان نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا لیکن ایک سال کے اندر خود بھی اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اسی طرح مستنصر خلیفۂ عباسی نے اپنے پدر متوکل عباسی کے قتل میں ترکوں کے ساتھ کوشش کی

لیکن خود ایک سال بھی فرمانروائی نہ کرسکا۔ میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور صاحب قراں نے بھی اپنے باپ کے ساتھ دغا کی اور الغ بیگ جیسے فاضل زمانہ کو تہ تیغ کیا لیکن چھ مہینے سے زیادہ حکمرانی نہ کرسکا انہیں مثالوں کے مطابق دکن میں یہی واقعہ پیش آیا میراں حسین نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن ایک سال کامل اس پر خیر سے نہ گذرا۔

اسمٰعیل بن برہان نظام شاہ

مرتضٰی نظام شاہ کے حالات میں مذکور ہو چکا ہو کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کھاکر کے قلعہ میں نظر بند تھا برہان نے یہ خیال کرکے کہ اس کا بھائی مرتضٰی نظام یا تو زندہ نہیں ہے اور یا مجنون ہو گیا ہے خروج کرکے جنگ آزمائی کی لیکن شکست کھا کر اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں چلا گیا۔ برہان نظام کے دو فرزند تھے ابراہیم و اسمٰعیل۔ ابراہیم کی ماں حبشن تھی اور اسی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ اور صورت مرغوب نہ تھی بہ خلاف اسمٰعیل کے جو کوکن کے ایک امیر کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور حسن صورت و جمال ظاہری سے آراستہ تھا صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو کھاکر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا تھا۔ میرزا خاں نے میراں حسین کے عزل کا ارادہ کیا اور سوا ان دونوں بھائیوں کے کوئی دوسرا وارث سلطنت نظام شاہی دائرۂ حکومت میں موجود نہ تھا میرزا خاں نے ان دونوں کو کھاکر سے طلب کیا اور باوجود اس کے کہ ابراہیم بڑا تھا لیکن اسمٰعیل کو بادشاہ بنا کر اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا جمال خاں نے بھی اسمٰعیل شاہ کی حکمرانی کو قبول کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی جمال خاں مہدوی تھا اور چونکہ اسمٰعیل شاہ خردسال تھا جمال خاں نے خود بادشاہ کو بھی اسی مذہب میں داخل کر لیا اور ائمہ اثنا عشر کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال ڈالے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ فرقۂ مہدویہ سید محمد جونپوری صاحب کی طرف منسوب ہے سید صاحب حنفی سنی المذہب تھے جنھوں نے آخر سنہ ۹۰۶ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مہدی موعود ہوں چونکہ بعض آثار حضرت امام مہدی آخر الزماں کے سید صاحب میں پائے جاتے تھے اکثر اشخاص ان کے گرویدہ ہو گئے سید صاحب کے حالات مشہور ہیں اس لئے راقم الحروف مورخ فرشتہ اس ذکر کو نظر انداز کرکے اصل مطلب کی طرف

رجوع کرتا ہے۔ اسمٰعیل شاہ کے عہد میں ہندوستان کے اطراف وجوانب سے مہدوی فرقہ کے مقلدین جمع ہوئے اور بادشاہ کی جاں نثاری کا دم بھرنے لگے فرقہ مہدویہ جمال خاں کو اپنا خلیفہ سمجھا اور شمشیر چلانے اور داد جاں نثاری دینے میں کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اسمٰعیل کے ابتدائی عہد حکومت میں صلابت خاں نے جو قلعہ کھڑلہ میں برار کی سرحد پر مقید تھا میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور خروج کیا برار کے امیر فرقۂ مہدویہ کے غلبہ سے آزردہ تھے یہ امرا صلابت خاں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوئے۔ ادھر دلاور خاں نے ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر نظام شاہی مملکت کی تسخیر کا ارادہ کرکے بیجاپور سے احمد نگر کا رخ کیا۔ جمال خاں نے فدائیوں کی قوت پر مطمئن ہوکر دونوں مہم کے سرانجام دینے کا ارادہ کیا جمال خاں بادشاہ کو ساتھ لیکر پیشتر صلابت خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا شدید اور خونریز لڑائی کے بعد حوالی پیٹن میں دشمن پر غالب آیا اور صلابت خاں برہانپور اسیر کی طرف فراری ہوا جمال خاں نے پیٹن سے عادل شاہیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا قصبہ اشٹی کے قریب فریقین کا مقابلہ ہوا لیکن تقریباً پندرہ روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں خیمہ زن رہے اور جنگ کی ابتدا کسی طرف سے نہ ہوئی آخر میں رسل ورسائل کے ذریعہ سے صلح ہوئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں میراں حسین کی پالکی مع ستر ہزار ہون نعل بہا کے ادا کرے جمال خاں رقم مذکور ادا کرکے احمد نگر روانہ ہوگیا۔ عین عیدالفطر کے روز جمال خاں نے تقریباً تین سو غریبوں کو جو فرہاد خاں کی سفارش سے اب تک زندہ تھے پیادہ وبدحال بیجاپور کی طرف خارج البلد کردیا۔ دلاور خاں نے اس جماعت کا حال ابراہیم عادل سے عرض کیا اور یہ آوارہ وطن غریب عادل شاہی ملازمین میں داخل کر لئے گئے چنانچہ اس وقت تک یہ لوگ بادشاہ جہانپناہ کے نمک خوار ہیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی انیس صفر سنہ ۹۹۸ھ ہجری کو احمد نگر سے بیجاپور وارد ہوا اور دلاور خاں کے واسطے سے عدالت پناہ کے شرف قدمبوسی سے مشرف ہوکر بادشاہ عالی جاہ کے ملازمین میں داخل ہوا اور ہنوز اسی بارگاہ عالی کا ادنیٰ خادم ہے۔

اسی زمانہ میں دلاور خاں سے جو ستر برس کا ضعیف العمر ہو چکا تھا۔ اپنے

وقت آخر کا اندازہ کر کے جمال خاں کے واسطے اسمٰعیل نظام سے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر واپس آیا۔ صلابت خاں نے کسی خدمت کو قبول نہ کیا اور خود اپنے معمور کردہ قصبہ مینی پٹکاپور میں قیام اختیار کیا اور ساعت آخرین کا منتظر رہا۔ بالآخر اسی سال یعنی ۹۹۹ھ ہجری میں اس نے وفات پائی اور بالائے کوہ شرقی احمد نگر خود اپنے بنا کردہ گنبد میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں نے ایک فرزند مسمی مرتضیٰ قلی اپنی یادگار چھوڑا یہ شخص فی الحال مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

اسمٰعیل نظام کے جلوس کی خبر اکبر بادشاہ نے سنی اور برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک بنگش سے جو کابل و سندھ کے درمیان واقع ہے طلب کیا عرش آشیانی نے برہان شاہ سے فرمایا کہ احمد نگر کے اصل وارث تم ہو میں یہ ملک تم کو بخشتا ہوں حسب قدر لشکر اس ملک کے فتح کے لیئے درکار ہو اپنے ہمراہ لو اور اپنے فرزند کو معزول کر کے خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لو برہان شاہ نے عرض کیا کہ اہل دکن شاہی لشکر کو میرے ہمراہ دیکھ کر وہم میں گرفتار ہو جائینگے اور سرکشی اور عناد پر آمادہ ہوں گے اگر حکم ہو تو میں تنہا سرحد دکن کا رخ کروں اور اہل دکن کو اپنا بہی خواہ و مطیع بنا کر نرمی و ملائمت سے موروثی ملک پر قبضہ کروں بادشاہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور پرگنہ ہنڈیہ اس کی جاگیر میں عنایت کر کے راجہ علی خاں حاکم اسیر کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ برہان الملک کی مدد میں کوتاہی نہ کرے برہان شاہ سرحد دکن پر پہنچا اور ہنڈیہ میں اس نے قیام کر کے ولایت نظام شاہی کے زمینداروں اور سرداروں کے نام دکن کی رسم کے مطابق قول نامے روانہ کر کے ان کو اپنی اطاعت کی ترغیب دی ان زمینداروں نے یک جہتی کا اقرار کر کے برہان شاہ کے ورود پر خوشنودی کا اظہار کیا برہان شاہ معدودے چند سواروں کے ہمراہ گونڈوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہوا جہانگیر خاں حبشی نے جو سرحدی امیر تھا مدافعت کیا اور نفاق سے کام لے کر جنگ آزمائی کی برہان شاہ کو شکست ہوئی اور چغتائی خاں لنکا ایک امیر معرکہ آرائی میں کام آیا اور خود برہان شاہ خستہ و بدحال ہنڈیہ واپس آیا اور شاہنشاہ روز تک موروثی پر قبضہ کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہا یہاں تک کہ ابراہیم عادل شاہ اور راجہ علی خاں نے اس کی مدد پر کمر باندھی برہان شاہ ہنڈیہ

برار روانہ ہوا اور لشکر فراہم کرنے لگا۔ جمال خاں کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی
اور اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کرکے ان سے مشورہ کیا بیحد قیل و قال
کے بعد یہ طے پایا کہ سید امجد الملک مہدوی میر لشکر براری امیروں کے ہمراہ برہان شاہ
اور راجہ علیخاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہو
اس قرارداد کے موافق جمال خاں اسمٰعیل برہان کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ
میں روانہ ہوا اور قصبۂ دارے سنگ میں حریف سے جنگ آزما ہوکر مہدویوں کی
جان نثاری سے دشمن پر غالب آیا جمال خاں نے تین سو شاہی ہاتھیوں پر قبضہ کیا اس
واقعہ کے چوتھے روز یہ معلوم ہوا کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوشش سے امرائے
برار نے برہان شاہ کی اطاعت قبول کرکے سرحد پر اس سے ملاقات کی جمال خاں
اس خبر کو سنکر بڑی شان و شوکت کے ساتھ برار روانہ ہوا لیکن عادل شاہ نے
حسب مشورہ راجہ علی خاں جمال خاں کا تعاقب کیا اور امرائے بری کو حکم دیا کہ اسمٰعیل شاہ
کے لشکر پر ہر چہار طرف چھاپے مار کر غلہ و آذوقہ دشمن تک نہ پہونچنے دیں اس واقعہ سے
جمال خاں کے اکثر ہمراہی اس کی رفاقت ترک کرکے برہان شاہ سے جاملے
جمال خاں اپنے مہدوی بھائیوں کے قدیم اخلاص اور وفاداری پر مطمئن ہوکر اسی
طرح کے راستے طے کر رہا تھا یہاں تک کہ روہنگیر گھاٹ پر پہونچا برہان شاہ کے
ملازمین نے اس گھاٹ کی راہ مسدود کردی تھی جمال خاں دوسرے دشوار گذار راہ
سے برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راہ میں پانی کم یاب تھا اور اسی وجہ سے ہوا
بیحد گرم تھی جمال خاں کے لشکریوں نے بیحد تکلیف اٹھائی اور منزل متعین کرنے میں
بیحد حیران ہوئے اسی دوران میں معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلہ پر ایک منزل
ہے جس میں پانی کثرت سے موجود ہے جمال خاں نے مجبور ہوکر اس سمت کا رخ کیا
لیکن جمال خاں کے ورود سے پیشتر برہان شاہ اور راجہ علی خاں نے اس مقام پر
بھی قبضہ کرلیا تھا جمال خاں کے اہل لشکر جو پانی کی ہوس میں اس طرف جارہے
تھے پریشان و بدحال وہاں پہونچے لیکن یہ خبر سنکر ایک لق و دق جنگل میں قیام پذیر
ہوئے اہل لشکر سراسیمہ و پریشاں ہر طرف دوڑنے لگے ان کو معلوم ہوا کہ قریب
ایک نخلستان ہے سپاہی اس مقام پر گئے اور حیوانوں اور انسانوں کے

خشک گلے سیراب کرنے کے لیے تھوڑا پانی مل گیا جمال خاں نے حریف سے اسی
دن صف آرائی کرنی مناسب خیال کیا اور اسپ و فیل و اہل فوج کو میدان جنگ
میں آراستہ کر کے قصہ کو ایک دم پاک کرنا چاہا جمال خاں کے اعوان و انصار اسکے
ہم داستاں ہو گئے اور تیرہ رجب سنہ ۹۹۹ ہجری کو یہ لشکر برہان شاہ اور راجہ علی کے
مقابلہ میں روانہ ہوا اگرچہ ان دونوں لشکروں میں بعید فاصلہ تھا لیکن مہدویوں
نے بہ ہزار مشقت راستہ طے کیا جمال خاں اپنے بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر جنگ
کو لڑکوں کا کھیل سمجھا اور دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا برہان شاہ اور راجہ علی
نے بھی مجبوراً صف آرائی کی فریقین میں خونریز جنگ واقع ہوئی مہدویوں نے دشمن کی
فوج کو پسپا کر دیا اور قریب تھا کہ ان کو فتح ہو کہ ناگاہ ایک گولی جمال خاں کی
پیشانی پر لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گرا یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی و سہیل خواجہ سرا
نے توقف میں خیر نہ دیکھی اور اسمٰعیل نظام کو ہمراہ لے کر فراری ہوئے امرائے
برہان شاہ نے ان کا تعاقب کیا اور یاقوت خاں اور خداوند خاں پر غالب
آکر ان کا سر تن سے جدا کر لیا سہیل خاں نے واقعہ کو دیکھا اور اسمٰعیل نظام کو ایک
قصبہ میں چھوڑ کر خود بیجاپور فراری ہوا امرائے برہان شاہ سہیل خاں سے دست بردار
ہو کر اسمٰعیل نظام کو اس کے باپ کے حضور میں لے آئے برہان شاہ بیحد خوش
ہوا اور راجہ علی خاں کو جس نے اس معرکہ میں اس کی کافی مدد کی تھی چند اسپ و فیل
بطور تحفہ کے عنایت کئے اور خود احمد نگر روانہ ہوا اسمٰعیل نظام نے دو سال حکمرانی کی

برہان شاہ بن حسین نظام شاہ

برہان نظام اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں قلعہ لوہاگڑھ
میں قید تھا چونکہ اس کی جاگیر دار فرنگی بیحد اطمینان کے ساتھ
زندگی بسر کرتا تھا مرتضیٰ نظام کے عہد میں صاحب خاں نے
بے اعتدالی سے کام لیا اور اس کی روش سے امرا اور افسران فوج خود بادشاہ
سے بیزار ہو گئے نظام شاہ صاحب خاں کے تعاقب میں بیدر روانہ ہوا اور
امرا کے گروہ نے موقع پا کر برہان شاہ کے نام عرائض روانہ کئے کہ تمہارا بھائی
دیوانہ ہو گیا ہے اور حکمرانی کے قابل نہیں ہے اگر آپ قلعہ سے نکل کر یہاں آئیں
تو ہم سب مخلصانہ پیش آئیں گے برہان شاہ نے حاکم قلعہ سے معاہدہ کر کے قدم باہر نکالا۔

حوالی جنیر میں پانچ چھ ہزار سوار برہان شاہ کے گرد جمع ہوگئے اور اس کے سر پر چتر
شاہی سایہ فگن کیا گیا مرتضیٰ نظام نے یہ اخبار بیدر کے نواح میں سنے اور جلد سے جلد
احمد نگر پہونچ گیا اور برہان شاہ سے ایک روز قبل تیس ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے
قریب پہونچ گیا اسی دن عصر کے وقت برہان شاہ عوام الناس کے اس خیال کو دور
کرنے کے لئے کہ بادشاہ زندہ نہیں ہے ہاتھی پر سوار ہوا اور شہر میں آیا بادشاہ نعمت خاں
چاشنی گیر کے بازار میں آپہونچا اور اس نے زین خاں سمنانی کی دوکان پر جو ادویہ فروش تھا
اپنا ہاتھی کھڑا کیا مرتضیٰ نظام نے زین خاں سے سوال کیا کہ دوکان پر کیا کیا چیزیں
موجود ہیں زین خاں نے جواب دیا کہ معجون دادویہ وغیرہ ہر قسم کی موجود ہیں بادشاہ
نے پوچھا کہ دیوانگی کو دور کرنے والی دوا بھی موجود ہے زین خاں نے جواب دیا کہ ہر قسم
کے جلاب کی دوائیں حاضر ہیں بادشاہ نے کہا کہ خدا جانے میں دیوانہ ہوں جو
فقیروں کی طرح گوشہ نشین ہوکر بادشاہی کرنا چاہتا ہوں یا میرے بھائی کے دماغ
میں خلل ہے کہ اس نے بلا کسی معقول وجہ کے اپنے کو اس مصیبت میں گرفتار کیا ہے
خواجہ زین نے عرض کیا بادشاہ اطمینان کے ساتھ حکمرانی فرمائیں برہان شاہ دیوانہ
ہے جس نے کفران نعمت کر کے حضور جیسے مشفق و مہربان بھائی کے مقابلہ میں یہ حرکت
کی ہے نظام شاہ اس تقریر سے بیحد خوش ہوا اور ایک ہزار ہون کا کیسہ زین خاں
کو عنایت کر کے روانہ ہوا۔ مرتضیٰ نظام نے آٹھ برس کے بعد اپنے کو رعایا کے پیش
نظر کیا تھا اکثر اپنے ملازموں اور خادموں کو پہچانا اور ان سے کلام کیا مرتضیٰ نظام شہر
کے اکثر بازاروں کی سیر کر کے قلعہ میں آیا دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت
میں فروکش ہوا مرتضیٰ نظام کے گشت لگانے کی خبر پھیل گئی تھی برہان شاہ کے اکثر فدائی
اس سے برگشتہ ہوکر احمد نگر چلے گئے۔ دوسرے روز بھی مرتضیٰ نظام ہاتھی پر سوار ہوا۔
اور قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں آیا دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہوگئے
بادشاہ کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سرلشکر مقرر کر کے توپ خانہ
اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان نظام کے مقابلہ میں روانہ کیا باغ ہشت بہشت کے
نواح میں جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور روانہ ہوگیا برہان شاہ
دو سال کے بعد بعض امرا کی طلب پر فقیرانہ لباس میں احمد نگر وارد ہوا اور اپنے

اعوان و انصار سے یہ طے کیا کہ فلاں روز جبکہ صلابت خاں دیوان خانہ میں مہمات
حکومت کا فیصلہ کرتا ہو تو پانچ سو سوار یکبارگی اس پر حملہ کریں صلابت خاں کو قتل کر ڈالیں اور
مرتضیٰ نظام کو جو دیوانہ ہو گیا ہے ایک قلعہ میں قید کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان
کر دیں صلابت خاں اس سازش سے واقف ہو گیا اور جو اشخاص کہ اس سازش میں
شریک تھے ان کو گرفتار کر کے بیحد عقوبت کے ساتھ تہ تیغ کیا اور برہان شاہ کی
تلاش میں مصروف ہوا برہان شاہ فقیرانہ لباس میں شبانہ روز ادھر سے ادھر گشت
لگاتا تھا اس لئے صلابت خاں کے ہاتھ نہ آیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی
کے دامن میں جو ان دنوں گجرات میں مقیم تھا پناہ گزیں ہو گیا اور چند روز کے بعد
اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ برہان اول سہ صدی امیروں میں داخل
ہوا اور بعد اس کے جب کہ خان اعظم کوکہ نے دکن کا سفر کیا اس وقت ایک ہزاری
منصب دار ہو کر خان اعظم کے ساتھ کیا گیا۔ خان اعظم نے بالاپور پہنچ کر ملک کو تباہ
کیا اور بے نیل مرام واپس آیا برہان شاہ صادق محمد خاں کے ہمراہ ان افغانوں کی
تنبیہ کے لئے جو دریائے سندھ اور کابل کے درمیان آباد ہیں متعین کیا گیا اور بنگش کا
جاگیردار مقرر ہوا۔ برہان شاہ کا فرزند احمد نگر کا فرمانروا ہوا اور اکبر بادشاہ نے
اسے بنگش سے طلب کر کے دکن روانہ کیا اور جیسا کہ مذکور ہوا آخر عمر میں صاحب
تخت و تاج بن گیا برہان شاہ نے مہدوی مذہب کو جو اس کے فرزند کے عہد میں رائج ہو گیا
تھا نابود کیا اور حکم دیا کہ فرقۂ مہدوی جہاں کہیں کہ پایا جائے فوراً تہ تیغ کیا جائے
چنانچہ قلیل زمانہ میں اس مذہب کا نام و نشان بھی نہ رہا اور مثل سابق ائمۂ اثنا عشر کے
اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کئے گئے اور مذہب شیعہ کا رواج ہوا امرائے غریب
اور ان کے متوسلین جو میرزا خاں کی شامت اعمال سے ملک سے فرار ہو گئے تھے
بار دگر احمد نگر آئے اور پھر یہ شہر ارباب کمال کا جلوہ گاہ بن گیا۔ دلاور خاں حبشی جو عادل شاہ
کے خوف سے احمد آباد بیدر بھاگ گیا تھا نظام شاہی بارگاہ میں حاضر ہو کر صاحب
منصب و جاگیر ہوا۔ عادل شاہ اس سلوک سے رنجیدہ ہوا اور برہان شاہ کو پیغام
دیا کہ شرط دوستی یہ ہے کہ آپ دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن رہیں اور
نیکی و بدی میں شریک کار نہ ہو کر بیگانگی سے پرہیز فرمائیں بادشاہ کی ذات سے تعجب ہے

کہ میری سرکار کے حرام خوار ملازم کو جناب اپنے دربار میں صاحب عزت و جاہ بنائیں
امید ہے کہ بادشاہ حقوق برادری وحق گزاری کا لحاظ فرما کر اپنے بہی خواہوں کے
قلوب کو آزردہ نہ کریں گے اور ملک و دولت کی خیر و فلاح کا خیال کر کے میری خواہش
و مرضی کا خیال رکھیں گے۔ برہان شاہ اس پیغام سے غصہ میں آیا برہان شاہ نے ہنوز
دوست و دشمن کو نہ پہچانا تھا کہ بے صبری سے کام لیا اور اس پیغام کے جواب میں
وحشت آمیز و فتنہ انگیز کلمات زبان سے نکالے رفتہ رفتہ عادل شاہ بھی عداوت میں
اور شدید ہوا اور دشمنی کے اظہار کے لئے بہانہ ڈھونڈھنے لگا۔ عادل شاہ نے ملّا
عنایت اللہ جہرمی کو احمد نگر روانہ کیا اور برہان نظام کو پیغام دیا کہ تین سو ہاتھی جو دلاور خاں
کی ناتجربہ کاری و ناواقفی کی وجہ سے آپ کے قبضہ میں آ گئے ہیں ان کو براہ عنایت
واپس فرمائے اور اس امر میں تاخیر نہ فرمائیے تاکہ نقصان عظیم نہ برداشت کرنا پڑے۔
برہان شاہ اس پیغام سے اور زیادہ آشفتہ ہوا اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیکر اپنے منافق
امیروں کے ہمراہ جلد سے جلد مملکت عادل شاہی میں داخل ہوا۔ عادل شاہ نے
برہان کا عدم وجود برابر سمجھکر بیجاپور سے حرکت تک نہ کی برہان شاہ دریائے بیورہ
کے کنارہ منگلسرہ پہونچا اور وہاں سے آگے قدم بڑھانا خلاف مصلحت سمجھا اور دلاور خاں
وغیرہ کے مشورہ سے اسی جگہ قیام کیا۔ برہان شاہ نے یہ طے کیا کہ نہر مذکور کے اس
پار ایک قلعہ تعمیر کرائے اور اسی حد تک عادل شاہی ملک پر قبضہ کر کے اس نو تعمیر
قلعہ کو سرحد قرار دے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ درک پر بھی قابض
و متصرف ہو۔ برہان نظام نے ساعت سعید اختیار کر کے عین موسم گرما میں تیز دست
کاریگروں کو دریائے بیورہ سے جو اس زمانہ میں پایاب تھا پار اتارا اور جہاں کہ قدیم
زمانہ میں قلعہ واقع تھا اور امتداد کی وجہ سے شکستہ اور خراب ہو چکا تھا اس مقام پر
جدید قلعہ کی بنیاد ڈالی اور جلد سے جلد ایک پایہ پر دوسرا پایہ رکھنے لگے تاکہ بہ عجلت تمام
قلعہ کو تیار کر لیں۔ بیجاپور سے مصلحتہً کوئی لشکر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ ہوا۔
اور نظام شاہی اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہے۔ موسم برسات
قریب آیا اور اس امر کا اندیشہ ہوا کہ دریائے بیورہ کا پانی بڑھ کر پایاں قلعہ و لشکر
کے درمیان حائل نہ ہو جائے جس کی وجہ سے عادل شاہی فوج زیرین قلعہ پر

قبضہ کرکے نظام شاہ نے ناتمام قلعہ میں دروازے نصب کیئے اور حصار کو توپ وضرب زن وغیرہ سے مستحکم کرکے ارادہ کیا کہ عین موسم برسات میں بہ صرف کثیر اس قلعہ کی تعمیر کو تمام کرے۔

اسی درمیان میں دلاور خاں نے یہ خیال کیا کہ جب تک میرا جیسا مدبر وصاحب فراست امیر بیجاپور میں نہ پہونچ جائیگا عادل شاہ ان مشکلات سے نجات نہ پائیگا دلاور خاں نے اس خیال خام کی بنا پر عادل شاہ سے قول نامہ کی درخواست کی تاکہ مطمئن ہوکر بیجاپور کی راہ لے اور مثل سابق کے مختار کل ہوجائے عادل شاہ خدا سے چاہتا تھا کہ دلاور خاں اس کے قبضہ میں آئے ابراہیم عادل نے قولنامہ روانہ کردیا ہرچند برہان شاہ نے دلاور خاں کو منع کیا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور بیجاپور روانہ ہوگیا۔ دلاور خاں بیجاپور پہونچتے ہی اپنے اعمال کی سزا میں گرفتار ہوا اور ایک قلعہ میں نظر بند کردیا گیا۔ اب عادل شاہ نے حریف کی طرف توجہ کی اور رومی خاں والیاس خاں وغیرہ امرائے کبار کو نظام شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا یہ امیر قلعہ کے مزاحم نہ ہوئے بلکہ برگی امیروں کو ان کی پانچ یا چھ ہزار جمعیت کے ساتھ دریا کے پار اتار ا اور ان کو حکم دیا کہ حوالی لشکرگاہ تک تاخت وتاراج کرکے نظام شاہیوں کو آرام نہ لینے دیں۔ عادل شاہیوں نے حریف کو تنگ کیا اور نظام شاہ ان کی جرات وشوخی سے بیحد غضبناک ہوا۔ برہان نظام کو اپنے امیروں کی وفاداری پر اعتماد نہ تھا رات کے وقت حریف کے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا صبح کو ان کے قریب پہونچ گیا اور حریف نے فوج کی سپاہی دیکھ کر کوچ کیا چونکہ دریا اس وقت پایاب تھا یہ لوگ نہر کو عبور کر گئے اور رومی خاں والیاس خاں کی ہمراہی میں اپنی صفیں درست کیں۔ اتفاق سے اس وقت سیلاب عظیم آیا اور برہان شاہ نہر کو عبور نہ کرسکا اور اس نے دریا کے اس پار سے چند توپیں حریف پر سر کیں لیکن جب معلوم ہوا کہ یہ فعل لاحاصل ہے تو اپنے قیام گاہ کی طرف واپس آیا امرائے برگی نے دوبارہ دریا کو عبور کرکے نظام شاہیوں کو تاخت وتاراج کرنا شروع کیا۔ اس واقعہ کو ایک زمانہ گذر گیا اور نظام شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار نمودار ہوئے برہان نظام نے مجبور ہوکر جدید قلعہ اسد خاں ترک کے

سپرد کر کے قلعہ میں بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت کو چھوڑا اور خود اس مقام سے چند منزل کوچ کر کے اپنی مملکت میں قیام پذیر ہوا تاکہ غلہ و آذوقہ آسانی سے پہونچ سکے اور قحط کی مصیبت سے نجات ہو۔

اب رومی خاں اور الیاس خاں نے موقع پاکر تمام فوج کے ساتھ دریائے بیورہ کو عبور کیا اور حریف کو نقصان پہونچانے میں سرگرم ہوئے برہان شاہ نے پریشان ہو کر نور خاں امیر الامرائے برار کو جو شجاعت و بہادری میں مشہور زمانہ تھا اکثر امیروں کی معیت میں عادل شاہی فوج سے مقابلہ کرنے کے لئے نامزد کیا لشکر سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر فریقین میں شدید لڑائی ہوئی نور خاں عادل شاہی سرنوبت اعتماد خاں شوستری کے نیزہ سے ہلاک ہوا اور نظام شاہیوں کو فاحش شکست ہوئی برہان شاہ کے ڈیڑھ سو ہاتھی عادل شاہیوں کے قبضہ میں آئے۔ برہان شاہ خود اپنے امیروں کی نگاہ میں ذلیل وحقیر ہو گیا اور دکن کے نامی امیروں یعنی کامل خاں اور اس کے ساتھیوں نے ارادہ کیا کہ برہان شاہ کو معزول کر کے اس کے فرزند اسمٰعیل شاہ کو بادشاہ بنائیں برہان شاہ اس ارادہ سے واقف ہو گیا اور اس نے کامل خاں وغیرہ امیروں کو سخت سزا دی۔ اہل دکن اس واقعہ سے اور زیادہ آشفتہ ہوئے اور برہان شاہ کے ایک مقرب خواجہ سرا یوسف نے جو حسن و جمال میں بے نظیر تھا، طے کیا کہ یوسف رات کو بادشاہ کو قتل کر کے اسمٰعیل شاہ کو حکمراں مشہور کر دے برہان شاہ نے یہ خبر بھی سنی لیکن اس کو اس کا یقین نہ آیا ایک شب برہان شاہ نے خواب کا بہانہ کیا اور یوسف خواجہ سرا خنجر ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے خیمہ میں داخل ہوا برہان نے جست لگائی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا چونکہ یوسف برہان شاہ کو بیحد عزیز تھا اس واقعہ سے ایسی چشم پوشی کی کہ گویا اس نے کچھ دیکھا ہی نہ تھا۔ محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے رنگ دگرگوں دیکھا اور معتبر امرا یعنی مصطفٰے خاں استرآبادی اور عبدالسلام تونی کو بیجاپور روانہ کر کے صلح کی درخواست کی تین ماہ عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کیا لیکن قطب شاہ اور علی خاں نے بیحد اصرار کیا اور عادل شاہ نے اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا ساختہ قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے توڑ کر احمد نگر واپس جائے۔ خواجہ عبدالسلام نے اس

شرط کے ایفا کا اقرار کیا اور عادل شاہ سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ بادشاہ اپنے کسی معتبر امیر کو ساتھ کر دیں تاکہ اس کے مواجہہ میں شرط پوری کر دی جائے عادل شاہ نے شاہنواز خاں شیرازی کو جس کا حال وقائع عادل شاہیہ میں مرقوم ہو چکا ہے برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا شاہنواز خاں نظام شاہی لشکر کے نواح میں پہونچا اور برہان شاہ کے ارکان دولت اس کا استقبال کر کے شاہنواز خاں کو بادشاہ کے حضور میں لے گئے برہان نظام نے شاہنواز خاں کے مواجہہ میں قلعہ کو توڑا اور نواح پرینڈہ سے شاہنواز خاں کو عزت و حرمت کے ساتھ رخصت کر کے جلد سے جلد احمد نگر پہونچ گیا۔

سنہ [illegible] ہجری میں برہان نظام نے فرنگیان ریکندہ کے استیصال کا ارادہ کیا اور امیروں کے ایک گروہ کو بندر چیول کی طرف روانہ کیا برہان شاہ کا حکم تھا کہ جو پہاڑ دریا کے کنارہ واقع ہے اس کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے اور جس مقام سے کہ اہل فرنگ کی کشتیاں قلعۂ ریکندہ کو جاتی ہیں قلعہ کا رخ اسی جانب ہو اور قلعہ کے برج و بارہ پر توپ و ضرب زن نصب کی جائیں تاکہ نصاریٰ کو ان کی ضروریات زندگی نہ پہونچ سکیں بادشاہ کے حکم کے موافق قلعہ تیار ہو گیا اور یہ حصار کھوالہ کے نام سے موسوم ہوا۔ اہل فرنگ نے آمد و رفت راستہ کے وقت مقرر کی اور تمام بندرگاہوں سے جو نصاریٰ کے قبضہ میں تھے مدد کے طلبگار ہوئے نصاریٰ نے اپنے ہم مذہب گروہ کی امداد کی اور دو مرتبہ مسلمانوں پر شبخون مارا جس سے ہر مرتبہ دو یا تین ہزار دکنی قتل ہوئے برہان شاہ اگرچہ دل میں تو دکھنیوں کے قتل سے خوش ہوا لیکن بظاہر اس واقعہ پر افسوس کیا برہان نظام نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دیگر امرائے دکن کے ہمراہ جن سے بادشاہ مطمئن نہ تھا دس ہزار سواروں کی جمعیت سے حصار کھوالہ روانہ کیا چونکہ روبسائی اور دمن کے بندرگاہوں سے جو گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں ریکندہ کے باشندوں کو کافی مدد پہونچ رہی تھی اس لئے نظام شاہ نے بہادر خاں گیلانی کو دیگر غریب امرا کے ساتھ سر لشکر مقرر کر کے ان بنادر کی مہم پر متعین کیا۔ بہادر خاں اس مقام پر پہونچا اور ستر و شوال سنہ [illegible] ہجری کو ایک ہزار خونخوار فرنگی

اور زنگیوں کی ایک کثیر تعداد نے اس کا مقابلہ کیا دکنی اور حبشی امیروں نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کئے گئے تھے داد مردانگی دینے میں کوتاہی نہیں کی اور فرنگیوں کو پسپا کر کے تقریباً سو فرنگی اور دو سو نصرانیوں کو قتل کر کے کامیاب ہوئے برہان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جس کو اس نے عمارت بغداد کے پہلو میں تعمیر کرایا تھا ایک بہت بڑا جشن عشرت منعقد کیا اس مجلس میں ہر شخص کو حکم تھا کہ اپنی خواہش کے مطابق جس چیز کا چاہئے سوال کرے۔ شراب اور دیگر لذیذ معجون و حلوے مجلس میں لائے گئے بادہ پرستوں نے مے نوشی شروع کی اور احتیاط پسند گروہ نے دوسرے لذیذ شربتوں اور تنقلات سے اپنے کو مسرور و خوش کیا نغمہ و ساز کی آواز بلند ہوئی اور مجلس نشاط بہشت بریں کا نمونہ بن گئی۔ ماہ ذی قعدہ ۱۰۰۱ھ ہجری میں برہان شاہ کو معلوم ہوا کہ اکبر بادشاہ نے نواب خانخانان ولد بیرم خاں کو جرار لشکر کے ہمراہ مالوہ کی مہم پر اور میرزا شاہرخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور ندربار روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کی بنا پر کہیں خانخانان برار پر بھی حملہ نہ کرے عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس سیلاب کے سدباب کرنے میں مشورہ کیا۔

اسی دوران میں بندرگاہ چیول میں ایک عظیم الشان حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قلعہ کھوالہ کی تعمیر اور اس کے استحکام کے بعد فرہاد خاں اسد خاں تاج خاں اور نصیر الملک وغیرہ امرائے نامدار قلعہ کی حفاظت اور نصاریٰ کی مدافعت میں جان و دل سے کوشاں تھے اور اہل فرنگ پر ہر طرف سے راہ آمد و شد مسدود تھی قریب تھا کہ نصرانی تنگ آ کر آوارہ وطن ہو جائیں کہ ناگاہ برہان خواہش نفسانی کا شکار ہوا اور حکم دیا کہ ہر حسین عورت خواہ صاحب شوہر ہو یا کنواری اس کے محل میں حاضر کی جائے بادشاہ کی اس روش سے خاص و عام سب اس سے برگشتہ ہو گئے۔ برہان نظام کو معلوم ہوا کہ شجاعت خاں کی زوجہ بیحد صاحب حسن و جمال ہے بادشاہ نے اس عورت کو طلب کیا شجاعت خاں نے

زوجہ کے روانہ کرنے سے انکار کیا بادشاہ نے اس امیر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا
اور اس کی زوجہ حرم سرائے شاہی میں پہنچا دی گئی بادشاہ نے اس عورت
کو پسند نہ کیا اور بلا اس کی عصمت دری کئے ہوئے عورت کو واپس کر دیا
شجاعت خاں نے اپنے شکم پر خنجر مار کر خودکشی کر لی اس واقعہ سے اہل دکن اور
زیادہ آزردہ ہوئے اور جو امیر کہ قلعۂ کھوالہ کی محافظت پر متعین تھے انھوں نے
کبھی خاطر خواہ حصار کی حفاظت نہ کی ان امیروں نے ارادہ کیا کہ موقع پا کر احمد نگر
روانہ ہوں اور نظام شاہ کے دفعیہ کی کوشش کریں اہل فرنگ کو یہ امر معلوم
ہو گیا اور انھوں نے ساٹھ کشتیاں سپاہیوں سے معمور مختلف بندرگاہوں سے
طلب کیں اور اندھیری رات میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے سولہ
ذی الحجہ کی صبح کو تقریباً چار ہزار فرنگی حصار کھوالہ کی طرف بڑھے تاج خاں اور
الغ رائے قلیل جماعت کے ساتھ بیرون حصار فروکش تھے بدحواس خواب سے
بیدار ہوئے اور قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہوئے فرنگیوں نے ان کو قتل کرنا
شروع کیا چونکہ فرہاد خاں رنج کی وجہ سے مثل سابق کے محافظت نہ کرتا تھا
دروازہ کے نگہبانوں نے تاریکی کی وجہ سے ابتک دروازے کھلے رکھے تھے اہل فرنگ
مسلمانوں کے تعاقب میں آرہے تھے انھوں نے دربانوں کو دروازے بند
کرنے کا موقع نہ دیا تاج خاں اور الغ رائے کے عقب میں حصار کے اندر چلے
آئے اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل
قلعہ کی فریاد سنی اور خواب سے بیدار ہو کر اٹھے باوجودیکہ حصار میں مسلمانوں کی تعداد
فرنگیوں سے دوچند تھی لیکن سب کے سب حیران و پریشان کھڑے تھے
فرنگیوں نے بکریوں کی طرح مسلمانوں کو ذبح کرنا شروع کیا اور چشم زدن میں دس
یا بارہ ہزار مسلمان قتل ہو گئے اہل فرنگ نے قلعہ کھوالہ کو توڑ کر تمام مال و اسباب
پر قبضہ کر لیا اور سوا فرہاد خاں کے جو زخم خوردہ تھا بقیہ تمام مسلمان فرنگیوں کے
ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اہل فرنگ نے تمام مسلمان امیروں کو قتل کر ڈالا برہان شاہ
نے بے پرواہی کی اور اس شکست کو عین فتح سمجھا بادشاہ نے اب غریبوں پر
توجہ کی اور [illegible] خاں انجو عبد السلام عرب احمد بیگ قزلباش خاں خلیفہ

عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو مرتبۂ امارت عطا کیا۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ان جدید امیروں کو بندر چیول روانہ کرکے نصاری کو پامال کرے کہ ناگاہ عادل شاہ کے برادر نے جو قلعۂ بلگوان میں قید تھا خروج کرکے برہان شاہ سے مدد طلب کی اور یہ وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نو لاکھ ہون دو سو ہاتھی اور قلعۂ شولاپور برہان شاہ کے نذر کریگا برہان شاہ طمع کے دام میں گرفتار ہوا اور ارادہ کیا کہ پہلے اس مہم کو انجام دیکر نصاری کی خبر لے۔ برہان نظام ربیع الاول ۱۰۰۳ھ ہجری میں احمد نگر سے بلگوان روانہ ہوا لیکن پرندہ کے نواح میں اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی معرکۂ جنگ میں کام آیا برہان نظام حیران و پشیمان واپس آیا بادشاہ کو جدید رنج ہوا اور کلفت دیرینہ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ برہان نظام علیل ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ عادل شاہ کو معلوم تھا کہ برہان نظام نے اس کے برادر شہزادہ اسمٰعیل کی امداد کا ارادہ کیا تھا۔ عادل شاہ نے کدورت کی وجہ سے اپنے سرحدی امیروں کو حکم دیا کہ مملکت نظام شاہی میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کریں۔ برہان شاہ نے تنکنا دری راجہ کرناٹک سے عہد و پیماں کیا اور طے پایا کہ ایک طرف سے راجہ کرناٹک حملہ کرکے قلعہ بینکاپور پر قبضہ کرے اور دوسری طرف سے نظام شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور اپنے قبضہ میں لائے راجہ کرناٹک نے یہ شرط قبول کر لی اور برہان نظام نے یکم جمادی الاول ۱۰۰۳ھ کو مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کرکے اخلاص خاں مولد شیخ عرب اور تمام غریب امیروں کے ہمراہ دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے امرائے برگی کے مقابلہ اور عادل شاہی ملک کو تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا کہ میں بھی صحت یاب ہو کر لشکر جرار کے ہمراہ اسی طرف آتا ہوں مرتضیٰ انجو حوالی حصار میں پہونچا اور اس نے اوزبک بہادر کو پیشرو مقرر کرکے امرائے برگی کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ نظام شاہیوں کو شکست ہوئی اور اوزبک بہادر قتل ہوا بادشاہ اس خبر کو سنکر اور زیادہ رنجیدہ ہوا اور اب مرض اس قدر بڑھ گیا کہ حکما لا علاج ہو گئے برہان نظام اسہال خونی اور تپ محرقہ کا شکار ہوا اور بالکل صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے فرزند اکبر شاہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان نظام اپنے فرزند کو چونکہ

شاہزادہ اسمٰعیل سے اس بناء پر ناراض تھا کہ یہ شاہزادہ مہدوی مذہب اور آفاقیوں
کا دشمن ہے اخلاص خاں یہ چاہتا تھا کہ شاہزادہ اسمٰعیل حکمراں ہو ابراہیم کی
ولی عہدی کی خبر سنکر بہت رنجیدہ ہوا اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ مشہور
کر دیا کہ برہان شاہ فوت ہو گیا ہے اخلاص خاں نے جمال خاں کی تقلید کی اور
حکم دیا کہ غریبوں کا مال و اسباب تاراج کیا جائے مرتضیٰ خاں کو اس واقعہ کی
خبر ہوئی اور وہ بھی مسلح ہو کر آمادہ بہ قتال ہوا بعض امرائے غریب نے احمد نگر
کی راہ لی اور چند بے جلد برہان شاہ کے پاس پہونچ گئے بہادر خاں گیلانی
کو برہان شاہ کی موت کا یقین آ گیا یہ امیر چند غریب امیروں کو ہمراہ لے کر بیجاپور
روانہ ہو گیا شیخ عبدالسلام عرب جس کو دکھنیوں کی دوستی پر پورا اعتماد تھا لشکر ہی
میں مقیم رہا لیکن اہل دکن اس کے دشمن جانی ثابت ہوئے اور دکنی و حبشی
امیروں نے غریب عرب اور اس کے تمام متعلقین کو قتل کیا۔ اخلاص خاں نے
غریبوں پر ظلم و ستم کر کے اس فتنہ کو فرو کرنا چاہا اور خود برہان شاہ کے تباہ کرنے
کے لئے تمام دکنی اور حبشی امیروں کے ہمراہ احمد نگر کی راہ لی۔ برہان شاہ نے ایک گروہ کو
اخلاص خاں کے پاس روانہ کیا اور جہاں تک ممکن تھا اس کو نصیحت کی لیکن چونکہ
اس کی سرکشی انتہا کو پہونچ چکی تھی اور اس کے دل و دماغ ارتکاب جرم کے
گناہ سے تاریک ہو رہے تھے راہ راست پر نہ آیا بادشاہ باوجود ضعف و ناتوانی
کے پالکی میں سوار ہوا اور قلعہ سے نکل کر چتر و آفتاب گیر اور نیز دیگر لوازم سلطنت
شاہزادہ ابراہیم کو عنایت کئے۔ برہان نظام نے اسی دن اپنی والدہ کے بنا کردہ
محل ہمایوں پور میں قیام کیا۔ دوسرے دن صبح کو اخلاص خاں نے اپنے ولی
نعمت کے مقابلہ میں داد لشکر آرائی دی اور صفیں آراستہ کر کے بادشاہ کے مقابلہ
میں آیا کفران نعمت کا وبال اس بے وفا امیر پر نازل ہوا اور شاہی فوج سے
شکست کھا کر [illegible] بھاگ گیا برہان شاہ کامیاب ہو کر احمد نگر کے قلعہ میں واپس
آیا چونکہ اس معرکہ میں بادشاہ کو بہت زحمت اٹھانی پڑی تھی اس کا مرض اور زیادہ
ترقی کر گیا اس معرکہ کے دوسرے ہی دن یعنی اٹھارہ شعبان سنہ ۱۰۰۳ ہجری کو
برہان شاہ نے وفات پائی اس بادشاہ نے چار سال سولہ دن حکمرانی کی۔

مولانا ظہوری نے اپنی مشہور نظم ساقی نامہ کو جس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں برہان شاہ ثانی کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم بہت خوب اور عام طور پر شعراء و عقلا کے طبقہ میں مقبول ہے۔

ابراہیم نظام بن برہان نظام

ابراہیم نظام اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا میاں منجو دکنی جو برہان شاہ کے اتالیق تھے بادشاہ کی وصیت کے مطابق وکیل سلطنت مقرر ہوئے میاں منجو نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو امیروں کے گروہ میں داخل کیا اخلاص خاں مولد نے باوجود اس نمک حرامی کے کہ مرحوم بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تھا ابراہیم نظام کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور اپنے قصور کی معافی اور قول نامہ کا خواستگار ہوا ابراہیم نظام اور میاں منجو اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے بادشاہ و وکیل نے قول نامہ ارسال کیا اور اخلاص خاں مولد نے احمد نگر پہونچکر حبشیوں اور مولدوں کے ایک گروہ کو اپنا دست گرفتہ بنایا۔ اس زمانہ میں احمد نگر میں دو فریق تھے ایک گروہ میاں منجو کا حاشیہ نشین تھا اور دوسرا اخلاص خاں کا دم بھرتا تھا ہر فریق دوسرے سے بے نیاز اور صاحب دعوے تھا۔ اس طایف الملوکی سے سلطنت بالکل بے رونق ہوگئی ہر شخص کے سر میں نیا سودا سمایا اور اپنی اپنی مجلسوں میں دون کی لینے لگا کبھی تو یہ گروہ اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے اور کبھی ابراہیم عادل سے برسرپیکار ہونیکا دعوی کرتا۔ نظام شاہیوں نے عادل شاہ کے ایلچی میر صفدی سے جو عالی نسب سید تھا بدسلوکی کی اور وحشت انگیز تقریریں کیں۔ عادل شاہ نے یہ تمام اخبار سنے اور نظام شاہی خاندان کی بہبودی کا خیال کرکے ان بے ادبوں کو تنبیہ کرنا ضروری سمجھا بادشاہ بیجاپور سے شاہ درک روانہ ہوا۔ اخلاص خاں اور اس کے گروہ کا خیال تھا کہ لشکر جمع کرکے سرحد پر عادل شاہ سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ میاں منجو نے اس رائے کو پسند نہ کیا اور کہا کہ ہمارا لشکر بے سروسامان ہے اور امیر بادشاہ کے پورے مطیع نہیں ہیں بہتر ہے کہ قاصد تحفے ہدیئے لیکر عادل شاہ کی خدمت میں روانہ ہوں اور اس وقت اس سے صلح کرلی جائے اور اطمینان کے ساتھ ملکی و مالی

امور کو انجام دیکر اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لیئے تیار ہوں اخلاص خاں جو کم فہم اور ناسمجھ تھا اس نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور شاہ درگ کی طرف لشکر کشی کرنے میں اصرار کیا۔ نظام شاہ بھی دل سے اخلاص خاں کا طرفدار تھا میاں منجو نے سکوت اختیار کیا اور بادشاہ وغیرہ نے شاہ درگ کا سفر کیا۔ لشکر سرحد پر پہونچا اور میاں منجو نے حجت تمام کرنے کے لیئے پھر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور امیروں سے کہا کہ عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہے بادشاہ اور اس کی فوج نے ہم کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہونچایا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم اپنی طرف سے جنگ کی تحریک کریں اب بھی صلح کا دروازہ کھلا ہے بہتر ہے کہ ملائمت و دوستی کو اپنا شعار بنا کر جنگ وجدل کو موقوف رکھو۔ ابراہیم نظام شراب کا متوالا ہو رہا تھا اور ایک لحظہ بھی اپنے ہوش وحواس میں نہ آتا تھا اس نے اخلاص خاں اور اس کے مددگاروں کو جنگ آزمائی کا شایق پاکر میاں منجو کی تجویز کو دوبارہ رد کیا۔

ابراہیم نظام نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کی حفاظت پر مقرر تھا اپنی فوج آراستہ کر کے مدافعت کا ارادہ کیا میاں منجو جہاں دیدہ و تجربہ کار امیر تھا اس نے رنگ بے ڈھنگ دیکھکر حمید خاں کو پیغام دیا کہ ہمارا بادشاہ جوان ناتجربہ کار ہے اور حاشیہ نشین شریر اور انسانیت سے خالی ہیں اس پر ستم یہ ہے کہ بادشاہ ساقی و شراب کا متوالا ہو کر ہوش وحواس سب کھو بیٹھا ہے میری التجا بھی یہ ہے کہ اب آج کے دن جو ماہ ذی الحجہ کا ایک روز ہے جنگ وجدال سے کنارہ کش رہیں اور قتال کو حرام سمجھیں شاید ہم فرصت پاکر بادشاہ کو زمانہ کا نشیب وفراز سمجھا کر راہ راست پر لا سکیں میاں منجو نے اپنی استدعا قبول کرنے کے لیئے حمید خاں کو عادل شاہ کی قسم بھی دی حمید خاں نے اس تجویز کو قبول کیا اور نظام شاہ کے مقابلہ سے کنارہ کش ہو کر اس کے دست راست کی طرف ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا ابراہیم نظام موقع پر پہونچا اور اس نے حمید خاں کو نہ پایا نوجوان بادشاہ نے اس واقعہ کو حریف کی کمزوری پر محمول کیا اور جس طرح ممکن ہوا اس روز اس میدان میں مقیم رہا۔ رات کو میاں منجو اور اس کے بہی خواہوں نے مجھ[illegible] شاہ کو صلح کے بارے میں نصیحت کی لیکن چونکہ

بادشاہ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اس نے مے خواری کے نشہ میں اس گروہ کی نہ سنی اور دوسرے روز جنگ کی صفیں درست کیں حبشی خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے بھی اپنی فوج آراستہ کی اور جلد سے جلد میدان میں آگیا تقریباً پچاس ہزار سوار ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے اور طرفین میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ اتفاق سے نظام شاہ کے میمنہ نے عادل شاہ کے میسرہ کو شکست دی اور تین کوس ان کا تعاقب کیا طرفین میں ہر فریق اپنے کو فاتح سمجھتا تھا دونوں گروہ ایک دوسرے کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے ابراہیم نظام اپنے چند ہم نشینوں کے ہمراہ جو تعداد میں سو سے زاید تھے میدان میں رہ گیا ابراہیم کے ہمراہ چند ہاتھی بھی تھے سہیل خاں خواجہ سرا مقصود خاں ترک شحنہ پیل ایک ہزار سواروں اور ستر جنگی ہاتھیوں کے ہمراہ ابراہیم نظام کے قریب پہونچے ہر چند ابراہیم نظام کے ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ حریف کی فوج ہم سے بہت زیادہ ہے میدان سے کنارہ کش ہو جانا ضروری ہے لیکن ابراہیم نے شراب کے نشہ میں ایک نہ سنی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر تلوار نیام سے کھینچی اور حریف پر حملہ آور ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں ایک عادل شاہی سوار کے نیزہ سے زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا سہیل خاں نے اس کی لاش پالکی میں احمد نگر روانہ کرائی اور اسکے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا سہیل خاں نے رات کو اس جنگل کو طے کیا۔ نظام شاہی امیر جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے بے شمار مال غنیمت لیکر واپس ہوئے ان امیروں نے ابراہیم نظام کے قتل کی خبر سنی اور ہر شخص کسی نہ کسی طرف فراری ہو گیا سہیل خاں نے دوسرے روز نظام شاہی توپخانہ پر قبضہ کرکے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ میاں منجو سب سے پہلے قلعۂ احمد نگر میں پہونچا احمد نام ایک دوازدہ سالہ لڑکے کو محض اس گمان پر کہ یہ نظام شاہی نسل سے ہے دولت آباد سے طلب کرکے اس کو فرمانروا بنایا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار فرزند کو جیبر کے قلعۂ جوند میں نظر بند کر دیا ابراہیم نظام نے دو روز کم چار ماہ حکومت کی۔

احمد شاہ بن شاہ طاہر

اخلاص خاں اور دیگر اعیان ملک کی خانہ جنگی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کا نوعمر بچہ کم سنی کی حالت میں قید کیا گیا میاں منجو دکنی جلد سے جلد احمد نگر پہونچا اور قلعہ و خزانہ پر اپنا قبضہ کر لیا اخلاص خاں و دیگر ارکین دربار نے ایک جلسۂ مشورہ مقرر کیا۔ اور تخت نشینی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ افسران فوج نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی طرف مائل پایا لیکن میاں منجو اور بعض دکنی امیروں نے بہادر شاہ کو بوجہ صغر سنی کے جو اس وقت ایک سال سات ماہ کا تھا بادشاہ نہ قبول کیا افسران فوج بھی میاں منجو وغیرہ کے ہم زبان ہوئے اور چاند سلطان کی رائے سے مخالفت کی۔ ان امیروں نے باہم عہد و پیمان کر کے خواجہ نظام استرآبادی کو جو خاندان نظام شاہی سے خطاب میر سامانی پر سرفراز تھا ایک گروہ کے ساتھ قلعہ جنیر روانہ کیا اور احمد شاہ بن شاہ طاہر کو احمد نگر لا کر عین عید قربان کے دن ۱۰۰۴ ہجری میں تخت حکومت پر بٹھا کر دوازدہ امام کا خطبہ ملک میں جاری کیا۔ امیروں نے مناصب اور عہدے آپس میں تقسیم کر لیئے اور بہادر شاہ کو جو ہمیشہ سے چاند سلطان کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا ملکہ سے زبردستی لے کر قلعہ جوند جنیر میں نظر بند کر دیا۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں ہے اخلاص خاں و دیگر افسران فوج اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوئے اور یہ کوشش شروع کی کہ احمد شاہ کو معزول کریں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد حسین نظام شاہ فرمانروا ہوا حسین نظام کے برادران حقیقی یعنی سلطان خدا بندہ و شاہ علی محمد باقر عبدالقادر و شاہ حیدر نے ملک سوء دکن میں قیام کرنا موجب ہلاکت سمجھا اور ہر ایک ہندوستان کے کسی نہ کسی گوشہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ایک زمانہ کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں ایک شخص مسمی شاہ طاہر حیدرآباد کے نواح میں وارد ہوا اور اس نے دعوی کیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ الک لنگانہ میں وفات پائی اور یہ شخص خدا بندہ کا صلبی فرزند ہے

اور حوادث روزگار سے پریشان ہو کر ملک موروثی میں پناہ لے کر آیا ہے مرتضیٰ نظام شاہ کے ارکان دولت اور خصوصاً صلابت خاں نے تحقیق حال کی طرف توجہ کی لیکن طول زمانہ کی وجہ سے حق و باطل میں تمیز نہ کر سکے۔ ان امیروں نے احتیاط و دوراندیشی سے کام لیا۔ اور شاہ طاہر کو رفع فساد کے خیال سے ایک قلعہ میں قید کر دیا اور ایک معتمد گروہ کو جو سلطان محمد خدا بندہ اور اس کے متعلقین کو بخوبی جانتا تھا برہان شاہ ثانی کے پاس جو اس زمانہ میں اکبر بادشاہ کا ملازم تھا آگرہ روانہ کیا۔ امرائے نظام شاہی نے برہان شاہ کو پیغام دیا کہ اس شکل و صورت کا ایک شخص مسمی شاہ طاہر یہاں آیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ محمد خدا بندہ کا فرزند ہے چونکہ محمد خدا بندہ کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی نواح میں صرف ہوا ہے یقین ہے کہ مرحوم شاہزادہ کے تمام حالات سے حضور کو اطلاع ہوگی ہم امیدوار ہیں کہ حضرت اپنے علم سے ہم کو اس تردد سے نجات دیں۔ برہان شاہ ثانی نے جواب دیا کہ سلطان محمد خدا بندہ نے میرے ہی مکان میں وفات پائی اور ان کے تمام متعلقین مرد و عورت میرے پاس زندگی بسر کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی غرض کی بناء پر اپنے کو محمد خدا بندہ کا فرزند مشہور کرتا ہے تو وہ شخص کاذب ہے۔ صلابت خاں وغیرہ نے حقیقت حال سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد خیال کیا کہ یہ شخص عوام میں خدا بندہ کا فرزند مشہور ہو چکا ہے اب رعایا کو اس کے خلاف یقین کرانا دشوار ہے بہتر ہے کہ اسی قلعہ میں قید رہے اور بحالت اسیری قید حیات سے نجات پائے۔ چنانچہ طاہر نے زندان میں وفات پائی اور ایک فرزند احمد نام اپنی یادگار چھوڑا یہی وہ شخص ہے جس کی بابت میاں منجو نے دھوکہ کھایا اور اور اسے خاندان نظام شاہی کا رکن سمجھ کر تخت حکومت پر بٹھایا۔

مختصر یہ کہ اخلاص خاں وغیرہ حبشی امیر اسی معاملہ میں میاں منجو سے برگشتہ ہو گئے اور آخر ماہ ذی الحجہ میں کالا چبوترہ کے قریب معرکہ کارزار گرم ہوا میاں منجو نے احمد شاہ کو بالائے برج بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کیا۔ میاں منجو نے میاں حسن کو سات سو سواروں کے ساتھ حبشی گروہ کے مقابلہ میں روانہ کیا فریقین میں شدید و خونریز لڑائی ہوئی انتہائے جنگ میں

توپ کا گولہ احمد شاہ کے چتر پر پڑا اور تمام فوج میں تلاطم برپا ہوگیا میاں حسن نے حبشیوں کا غلبہ دیکھکر میدان سے منہ موڑا اور قلعہ میں واپس آیا۔ رفتہ رفتہ حبشیوں کی شوکت اور زیادہ ہوئی اور انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور باہم مورچل تقسیم کرکے اہل قلعہ پر آمد و شد کی تمام راہیں بند کردیں۔ اخلاص خاں وغیرہ نے ایک شخص کو حاکم دولت آباد کے پاس روانہ کیا تاکہ حاکم مذکور اہنگ خاں و حبشی خاں مولد کو جو برہان شاہ کے زمانہ سے نظر بند ہیں احمد نگر روانہ کرے دولت آباد کے تھانہ دار نے امداد کرکے ان امیروں کو احمد نگر روانہ کردیا جوند کا تھانہ دار بھی نصیر میاں منجو کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد نہ کرتا تھا ان امیروں نے بھی اتفاق کرکے ایک مجہول النسب لڑکے کو احمد نگر کے بازار سے گرفتار کرکے اسے خاندان نظام شاہی کا رکن قرار دیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اس تقریب سے حبشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کرلئے میاں منجو نے حیرت زدہ ہوکر ایک عریضہ سلطان مراد ولد اکبر بادشاہ کے حضور میں گجرات روانہ کرکے شاہزادہ کو احمد نگر آنے کی دعوت دی سلطان مراد اپنے باپ کی طرف سے فتح دکن کی اجازت حاصل کرچکا تھا شاہزادہ نے موقع کو غنیمت جانا اور لشکر جمع کرکے احمد نگر روانہ ہوا لیکن میاں منجو کا خط گجرات پہونچا بھی نہ تھا کہ خود حبشی امیروں میں مناصب وعہدے کے بابت جھگڑا ہوا دکنی امیر یہ فساد دیکھکر حبشیوں سے جدا ہوگئے اور اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ کے اندر جاکر میاں منجو سے مل گئے۔ میاں منجو کے جسم میں اس غیبی مدد سے جان آگئی اور قلعہ سے برآمد ہوکر پچیس محرم سنہ ۱۰۰۴ھ ہجری کو نمازگاہ کے حوالی میں حبشیوں سے جنگ آزمائی کرکے ان کو شکست دی اور حریف کے بادشاہ کو چند ہمراہیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا میاں منجو اب سلطان مراد کو دعوت دیکر شرمندہ ہوا میاں منجو اسی اندیشہ میں تھا کہ مرزا عبدالرحیم خاں خانخاناں اور راجہ علی خاں حاکم خاندیس بھی شاہزادہ مراد سے آملے اور تیس ہزار مغل افغان اور راجپوت سواروں کے ساتھ نواح احمد نگر میں پہونچ گئے۔ میاں منجو نے جو ان سرداروں کے ورود سے نادم

وپشیمان تنہا قلعہ کو غلہ داذوقہ وخیل وحشم سے مستحکم کیا اور اپنے ایک ہی خواہ انصار خاں کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا چونکہ چاند بی بی سلطان اسکی رفیق کار نہ ہوئی میاں منجوی نے ملکہ کو بھی مع نقد وجواہرات کے قلعہ میں چھوڑا اور خود لشکر جمع کرنے اور عادل شاہ و قطب شاہ سے مدد طلب کرنے پر متوجہ ہوا اور احمد شاہ کو ہمراہ لے کر قلعہ اوسہ روانہ ہوگیا۔ چاند بی بی سلطان نے اس خیال کی بنا پر کہ انصار خاں میاں منجوی کا ہی خواہ ہے ممکن ہے کہ دغا سے کام لے اور حصار دشمن کے سپرد کردے خود کمال دلیری سے دشمن کے دفعیہ پر کمر باندھی چاند سلطان نے محمد خاں بن میاں محب اللہ داماد زادہ مرتضٰی نظام شاہ کو انصار خاں کے قتل کرنے پر مامور کیا محمد خاں نے بڑی مردانگی سے کام لیا اور اسی روز انصار خاں کو تہ تیغ کر کے شہر میں بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کا غایبانہ خطبہ پڑھوادیا اور شمشیر خاں حبشی کو جس کے فرزند اپنے زمانہ کے بے مثل بہادر تھے افضل خاں وغیرہ کے ہمراہ قلعہ کے اندر لایا۔

تیئیس جمادی الآخر ۱۰۰۴ھ ہجری کو سلطان مراد لشکر مواج کو ساتھ لے کر احمد نگر کے نواح میں نمودار ہوا اور نمازگاہ کے حوالی میں قیام پذیر ہوا بہادروں کے ایک گروہ نے میدان داری کے لئے قدم آگے بڑھایا اور کالا چبوترہ کے قریب پہونچے اور اہل حصار نے بھی چاند سلطان کے حکم کے موافق حریف کا مقابلہ کیا اور چند توپیں سر کر کے ان کی جماعت کو پراگندہ کردیا اسی حالت میں دن تمام ہوا اور شاہزادہ مراد و دیگر مغل امیروں نے باغ ہشت بہشت میں جو برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ کا تعمیر کردہ ہے قیام کیا اور شب بیداری کر کے حفاظت کرتے رہے۔

شاہزادہ مراد نے ایک گروہ کو شہر برہان آباد کی جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے حفاظت کے لئے روانہ کر کے اہل شہر کی بڑی دلجوئی کی اور شہر کے تمام کوچہ و بازار میں امان کی ندا کی گئی۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے مغلوں کے قول پر پورا اعتماد کر لیا دوسرے دن شاہزادہ اور میرزا شاہرخ خانخاناں شہباز خاں محمد صادق۔ سید مرتضٰی سبزواری راجہ علی خاں وغیرہ نے قلعہ کے گرد قیام کیا اور

حصار کا محاصرہ کر کے باہم مورچل تقسیم کر لئے۔ ماہ مذکور کی ستائیس تاریخ کو شہباز خاں کنبوجو لشکر ہی میں مشہور تھا سیر و شکار کے بہانہ سے سوار ہوا اور اس بے درد نے امیر و فقیر سبھوں کو تاراج کرنے کا حکم دیا غرضکہ ایک ہی لمحہ میں احمد نگر کے تمام مکان غارت و تباہ ہو گئے چونکہ شہباز خاں سنی المذہب تھا اس نے شیعوں کے مقدس عمارت کو جو لنگر دوازدہ امام کے نام سے مشہور تھا غارت و تباہ کر کے اہل عمارت کو قتل کیا شاہزادہ مراد اور خانخاناں اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور انھوں نے شہباز خاں کو بہت سخت و سست کہا بلکہ خلائق کی عبرت کے لئے تاراجیوں کے ایک گروہ کو تہ تیغ کیا لیکن احمد نگر کے باشندے چونکہ بالکل تباہ حال ہو چکے تھے شہر میں قیام نہ کر سکے اور شب کے وقت وطن کو خیرباد کہا اور جلا وطن ہو کر کسی نہ کسی طرف روانہ ہو گئے اس زمانہ میں نظام شاہی امیروں کے تین گروہ تھے اور ہر ایک دوسرے سے بالکل بے نیاز تھا۔ ایک گروہ میاں منجھو کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرتا تھا اور عادل شاہی سرحد کی طرف مقیم تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں حبشی کا تھا جو حوالی دولت آباد میں موتی نام ایک مجہول النسب کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔ تیسرا فرقہ اہنگ خاں حبشی کا ہم نوا تھا یہ گروہ بھی سرحد عادل شاہی میں مقیم تھا اس گروہ نے ستر برس کے بوڑھے شاہزادہ یعنی شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بیجاپور سے طلب کر کے اسے صاحب چتر و خطبہ کیا تھا۔

اخلاص خاں نے جرات سے کام لیا اور اطراف دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ خانخاناں نے دولت خاں لودی کو پانچ یا چھ ہزار منتخب و آزمودہ کار سواروں کے ساتھ جن کی شجاعت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے دفعیہ کے لئے نامزد کیا۔ دولت خاں نے نہر گنگا کے ساحل پر اخلاص خاں سے جنگ آزمائی کی اہل دکن کو شکست ہوئی اور مغلوں نے حریف کا تعاقب کر کے ان کو غارت و تباہ کیا۔ اکبری فوج اس مقام سے پٹن روانہ ہوئی اور اس آباد و معمور ملک کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اہل پٹن کے تن پر ستر پوشی کے لئے بھی لباس نہ باقی رہا۔ چاند سلطان

بہادر شاہ کی قید اور احمد شاہ کی تخت نشینی سے میاں منجھو سے آزردہ تھی اس بیگم نے اہنگ خاں کو پیغام دیا کہ بہادر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ جلد سے جلد قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیئے آئے۔ اہنگ خاں سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔ یہ امیر احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر پہونچا اور ایک جاسوس روانہ کیا تاکہ قلعہ میں داخل ہونے کی تدبیر معلوم کرے اور اس کے اطراف و جوانب بہ نظر غور دیکھ کر واپس آئے جاسوس نے پوری احتیاط سے کام لیا اور واپس آکر بیان کیا کہ حصار کی شرقی جانب مغلوں کے خیمے وخرگاہ سے خالی ہے اور مشغل ایسر حصار کی اس سمت سے فی الجملہ غافل ہیں اس خیال کی بنا پر رات کے وقت جاسوس کو ہمراہ لے کر شاہ علی اور اس کے فرزند کی ملازمت کے لیئے حصار کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اسی دن شاہزادہ مراد حصار کو دیکھنے اور مورچل والشگ وغیرہ کا معائنہ کرنے کے لیئے قلعہ کے شرقی جانب آیا تھا اور اس سمت کو اہل لشکر سے خالی پاکر خانخاناں کو اس کی محافظت کا حکم دے چکا تھا خانخاناں نے اسی روز باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اس مقام پر قیام کر لیا تھا۔ اہنگ خاں اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا یہ امیر تین ہزار منتخب سواروں اور ایک ہزار تفنگچیوں کے ہمراہ تاریک رات میں اس جگہ پہونچا اور حریف کی غفلت کو غنیمت سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوا۔ خانخاناں دو سو سواروں کے ساتھ عبادت خانے کے کوٹھے پر چڑھا اور تیر اندازی کرنے لگا دوست خاں لودی جو اس کا میر شمشیر تھا ہوشیار ہوا اور چار سو افغانی بہادر سواروں کے ہمراہ خانخاناں کی خدمت میں پہونچ گیا۔ طرفین کے بہادر داد مردانگی دینے لگے دولت خاں کا فرزند پیر خاں بھی چھ سو سواروں کو ہمراہ لے کر میدان میں پہونچا اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔ اہنگ خاں اب معرکہ کارزار میں قیام کرنا ہلاکت کا سبب سمجھا اور شاہ علی کے فرزند و نیز دیگر کچھی بہادروں کے ساتھ جو تعداد میں چار سو تھے خانخاناں کے خیمے وخرگاہ سے باہر نکل کر حصار احمد نگر کی طرف روانہ ہوا شاہ علی نے جو ضعیف و کمزور تھا قلعہ میں داخل ہونے سے انکار کیا اور بقیہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر بقیہ لشکر کے ہمراہ جس طرف سے آیا تھا اسی جانب روانہ ہو گیا۔

دولت خاں نے شاہ علی کا تعاقب کر کے تقریباً نو سو آدمیوں کو تہ تیغ کیا۔

احمد نگر کی ویرانی اور مغلوں کے غلبہ کے اخبار بیجاپور بھی پہونچے ادھر چاند سلطان کے خطوط طلب امداد میں عادل شاہ کی خدمت میں پیش ہوئے بادشاہ نے امداد کا ارادہ کر کے سہیل خاں خواجہ سرا کو جو بہادری و مردانگی میں شہرۂ آفاق تھا پچیس ہزار سواروں کے ہمراہ شاہ درک روانہ کیا میاں منجھو احمد شاہ و دیگر امیروں کے ہمراہ کوچ کر کے سہیل خاں سے جا ملا مہدی قلی سلطان ترکان بھی لشکر تلنگ کا افسر ہو کر پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ساتھ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے آیا اور سہیل خاں کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لشکر دکن کے جمع ہونے کی خبر شاہزادہ مراد نے بھی سنی۔ شاہزادہ اور خانخاناں میں صفائی نہ تھی شاہزادہ نے میاں صادق محمد و دیگر امرائے کبار سے اس بارے میں مشورہ کیا بڑی قیل و قال کے بعد تمام امیروں نے متفق ہو کر شاہزادہ سے عرض کیا کہ لشکر دکن کے ورود تک ہم کو اسی جگہ قیام کر کے نقبوں کے کھودنے اور حصار کی دیوار کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جس طرح ہو سکے قلعہ کو سر کر لینا چاہیئے شاہزادہ نے اس رائے کو پسند کیا اور اس کام کو انجام دینے کا حکم صادر فرمایا مغل امیروں نے نقب کے مقامات کی کمال احتیاط اور پوشیدگی کے ساتھ متعین کیئے اور اہل قلعہ کی آمد و رفت کے تمام راستے اس دانائی کے ساتھ مسدود کر دیئے کہ خیال بھی وہاں تک نہ پہونچ سکا۔ کامل و ہنرمند استادوں نے قلیل زمانہ میں شاہزادہ وغیرہ کے مورچل سے حصار تک پانچ نقب تیار کر دیں اور نقب قلعہ کی دیواروں تک پہنچا دی گئیں۔ قلعہ کی دیواریں کھوکھلی کر دی گئیں اور غرۂ رجب شب جمعہ کو تمام نقب بارود و توپ و تفنگ سے بھر دی گئیں۔ مغلوں نے ارادہ کیا کہ دوسرے روز بارود میں آگ لگائیں اور نماز جمعہ پڑھ کر دشمن پر آگ کا مینہ برسائیں خواجہ محمد خاں شیرازی کو جو شاہزادہ کے لشکر میں تھا اہل قلعہ کی حالت پر رحم آیا اور اسی اندھیری رات میں حصار کے رہنے والوں کے پاس جا کر ان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا خواجہ محمد نے نظام شاہیوں کو نقب کے مقامات بھی بتلا دیئے اور اہل حصار نے شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور قلعہ کے خرد و بزرگ

چاند سلطان کے حکم سے زمین کھودنے اور محمد خاں کے نشان دادہ حصۂ دیوار میں شگاف کرنے میں مشغول ہوئے اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کو دریافت کر کے ان کی بارود نکال لی اور دیگر نقبوں کی تلاش کرنے لگے۔ شاہزادہ اور صادق محمد خاں ہمیشہ سے اس امر کے کوشاں تھے جیسا کہ پیشتر بھی مذکور ہو چکا کہ یہ فتح خانخاناں کے نام نہ ہو اس لئے بغیر اطلاع خانخاناں کے مسلح ہو کر حصار کے گرد فوجیں آراستہ کیں مغلوں کا ارادہ تھا کہ دیوار میں رخنہ پیدا ہوتے ہی قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں۔ اکبری امیروں میں سوا خانخاناں کے تمام فوجی سردار شاہزادہ کے حکم سے مسلح ہو کر قلعہ کے قریب پہونچ گئے شاہزادہ نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا اہل حصار پیشتر ہی نقب کو جو سب میں بڑی تھی کھود کر اس کی بارود نکال رہے تھے کہ ناگاہ دھواں بلند ہوا اور دھواں اٹھتے ہی قلعہ کی دیوار اڑنے لگی میدان جنگ نمونۂ محشر بن گیا اور پچاس گز دیوار بارود سے اڑ گئی۔ پتھر اڑ اڑ کر ادھر ادھر گرنے لگے۔ جو اشخاص کہ نقب کے قریب کام کر رہے تھے وہ پتھر اور مٹی سے دب کر ہلاک ہوے۔ مرتضیٰ خاں ولد شاہ علی آہنگ خاں شمشیر خاں محمد خاں وغیرہ دور کھڑے تھے بدحواس و پریشان ہو کر گوشوں میں جا چھپے اور قلعہ کی حفاظت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا۔ شیر دل بیگم یعنی چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اس بہادر ملکہ نے جسم پر ہتھیار باندھے اور پردہ سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور رخنۂ دیوار کے پاس جا پہونچی مرتضیٰ خاں و آہنگ خاں و شمشیر خاں وغیرہ بھی ناچار گوشوں سے باہر نکلے اور ملکہ کی خدمت میں پہونچ گئے۔ شاہزادہ و محمد صادق وغیرہ دوسری نقبوں کی آتش زدگی کا انتظار کر رہے تھے اہل قلعہ نے موقع پا کر توپ بندوق ضربزن و دیگر آلات آتشباری سے رخنہ کو مستحکم کر دیا۔ مغل امیر دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے مایوس ہوئے اور فوج نے شاہزادہ کے حکم سے رخنۂ اول پر حملہ کیا اہل قلعہ اور مغلوں میں شدید خونریز لڑائی ہوئی۔ شیر دل بیگم کے ڈھارس دینے سے اہل قلعہ دشمن پر آگ برسا رہے تھے اور دو دو تین تین ہزار توپ و ضربزن ایک وقت میں سر کرتے تھے۔ اکبری فوج کے اکثر بہادر ہلاک ہوئے اور ان کے

مردوں سے خندق پٹ گئی۔ ہرچند مغل سرداروں نے دو بجے دن سے شام تک معرکۂ کارزار گرم رکھا لیکن قلعہ کے فتح ہونے کی کوئی صورت نہ ہوئی شاہزادہ اور صادق محمد خاں و دیگر امیر اپنے اپنے خیموں کو واپس ہوئے اور مغلوں کا ہر خرد و بزرگ ملکہ چاند بی بی کی تعریف میں نغمہ سرائی کرنے لگا کہ دراصل شجاعت اس کا نام ہے جو اس شیر دل بیگم نے دکھائی ہے اسی تاریخ سے ملکہ بجائے چاند بی بی کے چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔ چونکہ رات کا وقت تھا چاند سلطان نے اسی طرح گھوڑے پر سوار چابکدست معماروں کو حکم دیا کہ رخنۂ دیوار کو دو یا تین گز بند کر دیں اس کام سے فارغ ہو کر ملکہ نے سرداران دکن کے نام خطوط روانہ کئے جو بہادر سہیل خاں کے ہمراہ بیڑ کے نواح تک پہونچ چکے تھے چاند سلطان نے سہیل خاں وغیرہ کو حریف کے غلبہ اور اہل حصار کی کمزوری و گرانی غلہ وغیرہ سے آگاہ کیا۔ اتفاق سے ان خطوط کا نامہ بر مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر خانخاناں اور صادق محمد کے حضور میں پیش کیا گیا۔ ان امیروں نے ایک خط سہیل خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ ہم مدت سے تمہارا انتظار دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ فساد رفع ہو جس قدر جلد ممکن ہو اس طرف آؤ۔ ان امیروں نے یہ نامہ بھی چاند سلطان کے خطوط کے ہمراہ قاصد کو دیدیا سہیل خاں نے خطوط کے مضمون سے اطلاع پاتے ہی اسی وقت کوچ کیا اور برق کی طرح مسافت طے کرتا ہوا کوہستان مانک دون کے راستہ سے احمد نگر روانہ ہوا مغلوں کے لشکر میں بہت بڑا قحط تھا اور چارہ نہ ملنے سے گھوڑے بیحد کمزور ہو گئے تھے سہیل خاں کی آمد کی خبر سنکر شاہزادہ دنیز تمام امرائے اکبری نے اس بارے میں مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ طے ہوا کہ اس وقت اہل دکن سے جنگ آزمائی موقوف کی جائے اور چاند سلطان سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ ملک برار اکبری دائرۂ حکومت میں دیدیا جائے اور بقیہ ملک پر نظام شاہی خاندان عملدار رہے۔ سید مرتضیٰ جو قدیم زمانہ سے نظام شاہی دربار کا خادم تھا شاہزادہ کی طرف سے صلح کی گفتگو پر مامور کیا گیا۔ چاند سلطان نے حریف کی پریشانیوں کا اندازہ کر کے پہلے تو صلح سے انکار کیا لیکن آخر میں خود بھی فریق مخالف کی

طرح جنگ آزمائی کو قرین مصلحت نہ سمجھی۔ ملکہ دنیز اہل قلعہ محاصرہ کی تکالیف سے تنگ آچکے تھے چاند سلطان نے مذکورہ بالا شرائط پر شاہزادہ سے صلح کر لی۔ شاہزادہ اور خانخاناں دولت آباد اور کوتل چیتوڑ کی راہ سے اوایل شعبان میں برار روانہ ہوگئے سہیل خاں عادل شاہی سرلشکر اور محمد قلی سلطان قطب شاہی امیر میاں منجو کے ہمراہ دو تین روز کے بعد احمد نگر پہونچے میاں منجو نے ارادہ کیا کہ احمد شاہ کو بدستور سابق احمد نگر کا بادشاہ بنلئے اہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعہ کے باہر کردیا اور حصار کا دروازہ میاں منجو کے لیئے بند کردیا اہنگ خاں نے قلعہ چوند کے تھانہ دار کے پاس ایک گروہ کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کرکے حصار کے اندر اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ میاں منجو نے مخالفت پر کمر باندھی اور قریب تھا کہ پھر فساد کی آگ بھڑکے کہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے دربار کے نامی امیر مرتضیٰ خاں دکنی کو چار ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد احمد نگر روانہ کیا اور میاں منجو کو پیغام دیا کہ اس پر آشوب زمانہ میں جنگ آزمائی کی سلسلہ جنبانی کرنا بقیہ ملک کو بھی برباد و تباہ کرنا ہے اس وقت تمام قصوں کو بالائے طاق رکھ کر سہیل خاں کے ہمراہ جلد سے جلد بیجاپور پہونچو تاکہ تمام معاملات پر غور و فکر کرکے تحقیق حال کے بعد جو کچھ مناسب ہو اس پر عمل کیا جائے میاں منجو عاقل و صاحب فہم تھا اس امیر نے عادل شاہ کے حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ہمراہ بیجاپور میں حاضر ہوا۔ عادل شاہ کو یقین ہوگیا کہ احمد شاہ خاندان نظام شاہی سے نہیں ہے ابراہیم عادل نے احمد شاہ کو اپنے امراء میں داخل کرکے ایک عمدہ حصۂ ملک کا جاگیر دار مقرر کیا اس طرح میاں منجو اور اس کے فرزند میاں حسین کو بھی گروہ امراء میں شامل کرکے ان کو بھی جاگیریں عطا کیں۔ احمد شاہ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

ناظرین کو معلوم ہو کہ چاند سلطان نے اپنی کوشش سے بہادر شاہ کو بادشاہ بنایا اور محمد خاں دایہ زادہ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔ محمد خاں نے رسم زمانہ کے موافق قلیل زمانہ میں اپنے اعوان و انصار کی ایک جماعت کو عمدہ عہدوں پر سرفراز کرکے

ان کو قوی و طاقت ور بنایا اور ان کی امداد سے خودمختاری و استقلال کا دم بھرنے لگا محمد خاں نے اہنگ خاں اور شمشیر خاں کو جو بیحد معتبر امیر تھے حسن تدبیر سے گرفتار کرکے نظر بند کردیا دوسرے امرا یہ حال دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور ہر ایک کسی نہ کسی ملک کو فراری ہوا۔ چاند سلطان پریشان ہوکر عادل شاہ سے مدد کی خواستگار ہوئی اور یہ پیغام دیا کہ اس زمانہ میں جبکہ ایک قوی دشمن درپئے آزار ہے اور خود ملک کے ملازم ہر لحظہ نیا فتنہ برپا کررہے ہیں اگر بادشاہ ان بے وفا امیروں کی تنبیہ کی طرف توجہ نہ فرمائینگے تو عنقریب بقیہ حصہ سلطنت کا بھی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ عادل شاہ نے بار دیگر مدد کا ارادہ کیا اور سہیل خاں کو سرلشکر مقرر کرکے حکم دیا کہ احمد نگر پہونچکر چاند سلطان کی خواہش کے مطابق کاربند ہو۔

۱۰۰۸ ہجری میں سہیل خاں احمد نگر پہونچا اور محمد خاں قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا سہیل خاں نے چاند سلطان کے مشورہ کے موافق قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور چار ماہ کامل حریف کو گھیرے رہا۔ محمد خاں خانخاناں کو ایک عریضہ لکھکر اس سے مدد کا طلبگار ہوا۔ اہل قلعہ محمد خاں کے اس فعل سے آگاہ ہوگئے اور اس سے بیزار ہوکر محمد خاں کو قید کرلیا۔ یہ قیدی چاند سلطان کے سپرد کیا گیا۔ چاند سلطان نے اہنگ خاں حبشی کو جو نظام شاہی خاندان کا غلام تھا پیشوا مقرر کیا اور سہیل خاں کو خلعت عطا کرکے واپسی کی اجازت دی۔

سہیل خاں راجہ پور کے نواح میں جو دریائے گنگا کے کنارہ واقع ہے پہونچا اور اس کو معلوم ہوا کہ امرائے اکبری نے قصبۂ پاتری وغیرہ کو بھی جو ملک برار میں داخل نہیں ہے نقض عہد کرکے اپنے قبضہ میں کرلیا ہے سہیل خاں اس مقام پر قیام پذیر ہوگیا اور ایک عریضہ حقیقت حال سے آگاہی کے لئے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے ساتھ چاند سلطان اور اہنگ خاں نے بھی مغلوں کے نقض عہد کا حال سنا اور جلد سے جلد قاصد بیجاپور روانہ کرکے عادل شاہ سے مغلوں کے اخراج کے بارے میں حد سے زیادہ اصرار کیا۔ عادل شاہ نے اس مرتبہ بھی سہیل خاں کو سپہ سالار مقرر کرکے مغلوں کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور مہدی قلی سلطان کو تلنگانہ کے

لشکر کے ہمراہ سہیل خاں کے پاس روانہ کیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا لشکر برار روانہ ہوا سہیل خاں قصبۂ سون پت پہونچا اور یہاں قیام کرکے لشکر کی درستی میں مشغول ہوا۔ مغلوں کے سپہ سالار خانخانان نے بھی جو جالنہ میں مقیم تھا۔ اہل دکن کی کثرت کا خیال کرکے اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خود شاہزادہ کے پاس بلدۂ شاہ پور کو روانہ ہو گیا خانخانان نے شاہزادہ سے حقیقت حال بیان کی چونکہ خانخاناں کا مدعا یہ تھا کہ یہ فتح اس کے نام ہو خانخاناں نے شاہزادہ اور اس کے اتالیق محمد صادق کو شاہ پور میں چھوڑا اور خود تمام امرائے اکبری اور راجہ علی خاں برہان پوری کے ہمراہ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر اہل دکن کے مقابلہ میں روانہ ہوا خانخاناں نے دریائے گنگا کے کنارہ دکھنیوں کے مقابلہ میں اپنے خیمے بھی نصب کئے اور لشکر کے گرد خندق کھدوائی۔ خانخاناں تقریباً پندرہ روز ساکت رہا لیکن جب اس کو سپاہ دکن کی حقیقت معلوم ہوئی اور چند مرتبہ جنگ میں ان کے طلایہ و قراولوں اور ان کے برامد و درآمد کے تمام قواعد دیکھ لئے تو اٹھارھویں جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ ہجری کو چاشت کے وقت صفیں درست کیں لیکن عصر کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ سہیل خاں نے آلات آتشبازی سے راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت کو مع چار ہزار سواروں کے جو اس کے سامنے آئے تھے ہلاک کیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی فوج خانخاناں کا مقابلہ نہ کرسکی اور میدان جنگ سے فراری ہوئی۔ سہیل خاں نے حریف کی دوسری فوج سے مقابلہ کرنا اپنا فریضہ سمجھا اور شام کے قریب دشمن کے میمنہ و میسرہ پر حملہ آور ہوا اور ایسا ان کو حواس باختہ کیا کہ انھوں نے میدان جنگ سے فرار ہو کر شاہ پور میں شاہزادہ کے پاس پناہ لی صادق محمد خاں نے اس امر کا ارادہ کیا کہ شاہزادہ کو ملک دکن کے باہر لے جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خانخاناں باوجود لشکر کی پراگندگی کے بعد جوانمردی کے ساتھ قلیل فوج کے ہمراہ مقیم رہا۔ اہل دکن معرکہ کو اپنی فتح سمجھ کر غارتگری میں مشغول ہوئے اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرکے نقد و اسباب کو ادھر ادھر محفوظ مقام پر رکھنے کے لئے پراگندہ ہو گئے غرضکہ سوا سہیل خاں اور خاصہ خیل کے ایک گروہ کے اور کوئی شخص

میدان میں بھر با حسن اتفاق سے خانخاناں اور سہیل خاں ایک تیر کے فاصلہ سے مقیم تھے لیکن ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی ایک پہر رات اسی بے خبری میں گزر گئی اور جب ان کو معلوم ہوا کہ ہر ایک حریف کے مقابلہ میں ہے تو دونوں سرداروں نے اپنی حفاظت میں کوشش کرنی شروع کی اور خیل و لشکر فراہم کیا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کو فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے خانخاناں کا مقصود یہ تھا کہ سہیل خاں صلح کا پیغام دے اور جنگ تائیں کے ساتھ خود روانہ ہو جائے لیکن سہیل خاں بعض اشخاص کے خیال سے جنگ آزمائی پر تلا رہا اور خانخاناں کی طرف روانہ ہوا خانخاناں بھی مجبور ہو کر آمادہ پیکار ہوا شدید خونریز لڑائی کے بعد خانخاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ درک کی طرف فراری ہوا قطب شاہی و نظام شاہی امیر ابتر و پریشان احمد نگر و حیدرآباد کی طرف روانہ ہو گئے خانخاناں اسی عظیم الشان فتح کے بعد قصبۂ جالنہ میں مقیم ہوا اور ایک گروہ کو ملک برار کے بزرگ ترین قلعوں یعنی کاویل و پرنالہ کے محاصرہ پر متعین کیا۔
شاہزادہ سلطان مراد نے صادق محمد کی تحریک سے جو پنج ہزاری امیر تھا خانخاناں کو پیغام دیا کہ یہ وقت غنیمت ہے بہت بہتر ہے کہ ہم احمد نگر پر دھاوا کر کے اس کو بھی فتح کر لیں اور نظام شاہی مملکت پر ہمارا پورا قبضہ ہو جائے۔ خانخاناں نے جواب دیا کہ وقت کا مقتضے یہ ہے کہ امسال برار میں قیام کر کے اس نواح کے مضبوط اور بہترین قلعوں کو سر کر لیا جائے اور جب یہ ملک پورے طور پر ہمارے قبضہ میں آجائے تو دوسرے ممالک کا رخ کیا جائے۔ خانخاناں کا یہ جواب شاہزادہ کو پسند نہ آیا اور جیسا کہ اکبر بادشاہ کے واقعات میں مذکور ہے شاہزادہ اور صادق محمد نے اس قدر شکایت آمیز عریضے اکبر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیئے کہ بادشاہ نے خانخاناں کو اپنے حضور میں طلب کر کے شیخ ابوالفضل کو سپہ سالار دکن مقرر کیا غرضکہ خانخاناں ۱۰۰۵ھ ہجری میں دکن سے روانہ ہو گیا۔
اسی دوران میں ہنگ خاں نے چاند سلطان کے ساتھ اور زیادہ اظہار عداوت کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضہ میں کر کے چاند سلطان کو کسی قلعہ میں نظر بند کرے اور خود مختاری کا دم بھرے۔ چاند سلطان کو اسکے

ارادہ سے آگہی ہوگئی اور بیگم نے بہادر شاہ کی حفاظت میں اور زیادہ کوشش کی
چاند سلطان نے اہنگ خاں کی آمد و رفت قلعہ میں بند کردی اور حکم دیا کہ بیرون
قلعہ دیوان داری کیا کرے۔ اہنگ خاں نے چند روز تو اطاعت کی لیکن آخرکار
مخالفت پر اور زیادہ مصر ہوا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا اکثر اوقات فریقین میں جنگ ہوا کرتی
تھی۔ عادل شاہ نے امیروں کو روانہ کرکے ہرچند کوشش کی کہ خانہ جنگی موقوف ہو
لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور اہنگ خاں کا استقلال روز افزوں ترقی کرتا رہا اہنگ خاں
نے میدان خالی پایا اور خانخاناں کی عدم موجودگی میں جبکہ نہر گنگ پر آب اور
شاہزادہ کی طرف سے مدد کا پہونچنا دشوار تھا قصبہ بیڑ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس
شہر کو اکبر شاہی امیروں کے قبضۂ اقتدار سے نکال لے۔ حاکم قصبہ بیڑ شیر خواجہ نے
چھ کوس کے فاصلہ پر اہنگ خاں کا مقابلہ کیا لیکن سخت جنگ کے بعد زخمی ہوکر
پس پا ہوا۔ شیر خواجہ بیحد مشکل و تکلیف کے بعد بیڑ پہونچکر قلعہ بند ہوگیا اور عریضہ بادشاہ
کی خدمت میں روانہ کیا جس میں اہل دکن کے غلبہ اور شیخ ابوالفضل کی غفلت
وغیرہ طرح طرح کی شکایات بادشاہ سے کیں۔ اکبر بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ سوا
خانخاناں کے کوئی دوسرا امیر دکن کی سپہ سالاری کے لئے موزوں نہیں ہے بادشاہ
نے خانخاناں کا قصور معاف کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ صاحب اختیار کرے
اتفاق سے اسی زمانہ میں شاہزادہ مراد نے کثرت شراب خواری و دیگر مشاغل جوانی کی وجہ
سے طرح طرح کے امراض میں گرفتار ہوکر اپنے آباد کئے ہوئے شہر بلدۂ شاہ پور میں وفات پائی
اکبر بادشاہ نے شاہزادہ دانیال کو جو بادشاہ کی اصغر اولاد تھا خانخاناں کے ہمراہ دکن روانہ کیا۔
شاہزادہ سرحد دکن پہونچا ہی نہ تھا کہ خود عرش آشیانی بھی شیخ ابوالفضل و سید یوسف خاں کی
استدعا کے موافق سنہ ہجری میں آگرہ سے دکن روانہ ہوئے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ چاند
سلطان اور اہنگ خاں میں خانہ جنگی ہو رہی ہے اکبر بادشاہ نے خود قلعۂ اسیر کا محاصرہ کرلیا
اور شاہزادہ دانیال و خانخاناں کو احمد نگر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اہنگ خاں حبشی
پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ بیرون قلعہ مقیم تھا اس امیر نے ارادہ کیا کہ دھنہ گھاٹ جیتو پر
قبضہ کرکے مغلوں سے جنگ آزمائی کرے شاہزادہ دانیال و دیگر امرائے اکبری اسکے
ارادہ سے واقف ہوگئے اور ایک قریۂ معمورہ کی طرف جو وسیع جنگل ہی روانہ ہوئے

اہنگ خاں پریشان و بدحواس ہوا اور بلا اس کے کہ جنگ آزمائی کرے یا یہ کہ احمد نگر پہونچکر بہادر شاہ و چاند سلطان سے مدد کا طلبگار ہو اپنے مال و اسباب میں آگ لگادی اور خود جنیر روانہ ہو گیا۔ شاہزادہ و دیگر اکبری امیروں نے بلا کسی خرخشہ کے قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا امیروں نے مورچل تقسیم کئے شاہزادہ دانیال و خانخاناں و سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھدنے لگی جب قلعہ قریب فتح کے ہوا تو چاند سلطان نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا کہ اہنگ خاں و دیگر امرا نے اس قدر سرکشی کی کہ ان کی شامت اعمال سے خود اکبر بادشاہ دکن فتح کرنے کے لئے آیا ہے ظاہر ہے کہ یہ قلعہ بھی چند روز میں سر ہو جائیگا جیتہ خاں نے جواب دیا کہ گزشتہ کا کیا ذکر ہے اب جو حکم ہو اس کے موافق عمل کیا جائے چاند سلطان نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم یہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت و جان کو بچائیں اور جنیر روانہ ہو جائیں اور وہاں قیام کر کے خدائی مدد کا انتظار کریں۔ جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کر کے بہ آواز بلند کہا کہ چاند سلطان نے اکبری امیروں سے سازش کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ قلعہ شاہزادہ دانیال کے سپرد کر دے اہل دکن یہ خبر سنتے ہی حرم سرا میں گھس آئے اور انھوں نے بڑی تکلیف و ظلم کے ساتھ چاند سلطان کو قتل کر ڈالا۔ اکبری لشکر میں نقب تیار ہوئی اور قلعہ کی دیوار اڑادی گئی مغل فوج قلعہ کے اندر داخل ہوئی اور جوان بوڑھے بچے سب قید کر لیئے گئے جیتہ خاں اور تمام اہل قلعہ سوا بہادر شاہ کے تہ تیغ کیئے گئے شاہزادہ دانیال نے تمام خزانہ و جواہرات پر قبضہ کیا اور قلعہ اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور روانہ کر دیا۔ اسی درمیان میں اسیر کا قلعہ بھی سر ہوا عرش آشیانی خاندیس و دکن شاہزادہ دانیال کو عطا کر کے جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے خود آگرہ روانہ ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد نظام شاہی امیروں نے مرتضیٰ ولد شاہ علی کو تخت حکومت پر بٹھایا اور چند روز کے لئے پرندہ کو پائے تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ نے جو اس وقت تک قلعہ گوالیار میں قید ہے تین سال چند ماہ حکومت کی۔

مرتضیٰ نظام بن شاہ علی برہان شاہ اوّل

اکبر بادشاہ نے برہان پور سے آگرہ کا سفر کیا اور نظام شاہی نمک خواروں میں دو ملازم باوجود اس کے کہ ان میں کوئی شخص بھی صاحب جاہ و حشم نہ تھا اپنی بلند ہمت کی وجہ سے امیر کبیر بنکر صاحب قوت و شوکت ہوگئے انھیں ہر دو امرا کی وجہ سے اس وقت تک سلطنت نظام شاہی مغلوں کے سیلاب فتوحات سے محفوظ تھی۔ ان امرا میں ایک شخص تو عنبر حبشی تھا جس نے سرحد تلنگانہ سے لے کر بیڑ سے ایک کوس تک اور احمد نگر کے جنوب میں چار کوس شہر سے لیکر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلہ تک مع بندر جنول کے کل حصّہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسرا امیر راجو دکنی تھا اس امیر نے دولت آباد اور اس کے شمال کو سرحد گجرات تک اور جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ تک اپنے زیر حکم بنایا تھا۔ ہر دو امیر ضرورت کے لحاظ سے مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے اور قلعۂ اوسہ کو مع چند قریوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لئے علٰحدہ کر دیا تھا۔ چونکہ ان میں سے ہر شخص اپنے رقیب کو مغلوب کر کے اس کے ملک پر بھی قبضہ کرنیکا دلدادہ تھا اس لئے ہر دو امیر ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس میں صفائی نہ رکھتے تھے۔ خانخاناں کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے اس حصہ ملک میں سے جو تلنگانہ میں واقع ہے چند قریوں پر قبضہ کر لیں عنبر کو اس حکم کی خبر ہوئی اور وہ بھی سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں سات یا آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا۔ عنبر نے مغلوں کی فوجی چوکیاں تباہ کر کے اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خانخاناں نے اپنے مشہور بہادر فرزند میرزا ایرج کو پانچ ہزار منتخب سپاہیوں کے ہمراہ عنبر کے مقابلہ میں روانہ کیا قصبۂ ناندیڑ کے نواح میں فریقین کا مقابلہ ہوا اور ایک امیر نے اپنی بلند نامی اور دوسرے نے اپنی حفاظت کے خیال سے فوج مرتب کی اور بڑی مردانگی کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ طرفین سے گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا لیکن آخر کار اقبال اکبری نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کاری زخم کھا کر معرکۂ جنگ میں گھوڑے سے گرا حبشیوں اور دکھنیوں کا ایک گروہ جو عنبر کا

بہی خواہ تھا زخم خوردہ امیر کو بہ وقت معرکہ جنگ سے اٹھا کر لے گئے عنبر حبشی نے صحت پاکر فوج جمع کرنا شروع کیا اور اپنے ملک کی حفاظت میں سعی و کوشش کرنے لگا۔ خانخاناں عنبر کی شجاعت و مردانگی کو آزما چکا تھا اور اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شکست خوردہ حریف نے پھر تازہ دم لیا ہے خانخاناں نے صلح کرنا مناسب خیال کیا اور عنبر کو اسی کا پیغام دیا عنبر نے بھی صلح ہی میں خیر دیکھی اس لئے کہ اسے معلوم تھا کہ نظام شاہی خاندان کا دوسرا امیر یعنی راجو دکھنی اسکا بدخواہ ہے بلکہ وہ اس حملہ کو راجو ہی کی تحریک کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ عنبر نے خانخاناں سے ملاقات کی اور حدود ممالک مقرر کئے گئے۔ عہد و پیمان کے بعد دونوں امیر اپنے قیام گاہ کو واپس آ گئے۔ اس تاریخ سے آج تک کسی فریق نے عہد شکنی نہیں کی اور عنبر ہمیشہ خانخاناں کے ساتھ خلوص و عقیدت کے ساتھ پیش آتا رہا۔

اسی زمانہ میں پتنگ رائے کول فرہاد خاں مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ سرداران ملک نے عنبر کی رفاقت ترک کی اور مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے۔ ان امیروں نے بادشاہ کو عنبر کی مخالفت پر ابھارا اور قلعہ اوسہ کے نواح میں میدان داری کا انتظام کیا گیا۔ عنبر بھی اپنے مددگاروں کے ہمراہ اوسہ روانہ ہوا اور بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر نظام شاہ پر غالب آیا۔ عنبر نے پتنگ رائے کو اسیر کر کے قلعہ میں قید کر دیا نظام شاہ اور اس کے بہی خواہ امیروں یعنی فرہاد خاں اور ملک صندل نے پریشان ہو کر عنبر سے صلح کر لی۔ عنبر کی خواہش تھی کہ قلعہ پرندہ پر اپنا قبضہ کرے عنبر حبشی امیر نظام شاہ کے ہمراہ ۱۰۱۲ھ ہجری میں پرندہ روانہ ہوا۔ قلعہ کے حاکم منجھن خاں نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا کہ میں آپ کو اپنا مالک سمجھ کر قلعہ میں جگہ دوں گا لیکن عنبر پر جس نے خانخاناں سے ملاقات کر کے اکبری طوق ارادت گردن میں پہن لیا ہے مجھکو اعتبار نہیں ہے اور میں اس کو حصار میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔ عنبر نے جواب دیا کہ چونکہ مجھکو پتنگ رائے فرہاد خاں اور ملک صندل کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لئے میں

مجبوراً خانخاناں سے ملا اور گو ظاہر میں اکبری بہی خواہ ہوں لیکن دل سے نظام شاہ کا غلام ہوں میرا یقین مدعا یہ ہے کہ بادشاہ کی بہی خواہی کر کے ملک کو دشمنوں سے بچاؤں منجھن خاں نے یہ عذر قبول نہ کیا اور سلسلۂ گفتگو قطعاً بند کر دیا عنبر نے اس خوف سے کہ کہیں نظام شاہ موقع پاکر قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے اور بادشاہ کے پہونچنے سے منجھن خاں کی قوت میں اور اضافہ ہو جائے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔ فرہاد خاں و ملک صندل بادشاہ کے نظر بند ہو جانے سے رنجیدہ ہوئے اور قلعہ کے قریب پہونچ گئے منجھن خاں اس واقعہ سے کچھ نرم ہوا اور اس نے ایک ماہ کامل حریف کی مدافعت کی منجھن خاں کے فرزند مسمی سونا خاں نے بے اعتدالی شروع کی اور اہل لشکر کے زن و فرزند کی عصمت دری کرنے لگا۔ فوجیوں نے سونا خاں پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا منجھن خاں نے اب قیام کرنے میں خیر نہ دیکھی اور تنہا قلعہ سے فراری ہو گیا اور فرہاد خاں و ملک صندل وغیرہ کے ہمراہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہو کر مع اپنے ہمراہیوں کے عادل شاہ کا ملازم ہو گیا۔ اہل قلعہ نے چند ماہ تو منجھن خاں کی تقلید کر کے دشمن کی مدافعت کی لیکن آخر عنبر کے دام میں گرفتار ہو گئے۔ عنبر حبشی نے حسن تدبیر سے قلعہ پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو قید سے آزاد کیا اور اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر کے بادشاہ کو پرندہ میں چھوڑا اور خود نہایت جشم کے ساتھ آگے بڑھا۔

محرم سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں شاہزادہ دانیال نے دختر عادل شاہ کی پالکی کے استقبال کے لئے برہان پور سے روانہ ہو کر کرناٹک اور دولت آباد کے راستہ سے احمد نگر کا رخ کیا۔ شاہزادہ نے ایک گروہ کو راجو دکنی کے پاس روانہ کر کے اسے پیغام دیا کہ راجو بھی عنبر کی طرح اطاعت کا اقرار کر کے شاہزادہ کے حضور میں حاضر ہو تاکہ اس کا ملک بادشاہ کی طرف سے اسے بطور جاگیر عطا کیا جائے۔ راجو نے شاہزادہ کے قول پر اعتبار نہ کیا شاہزادہ نے غضبناک ہو کر راجو کے تباہ کرنے کا ارادہ کیا راجو نے بھی جرات سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ ہوا راجو نے اگرچہ حریف کے مقابلہ میں

صف آرائی نہیں کی لیکن ایسا مغل فوج کو تاراج کیا اور چاروں طرف سے اس قدر نقصان پہونچایا کہ شاہزادہ دانیال نے مجبور ہو کر خانخاناں سے جو جالنہ میں مقیم تھا مدد طلب کی۔ خانخاناں پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ جلد سے جلد شاہزادہ کی خدمت میں پہونچ گیا راجو نے خانخاناں کی آمد کی خبر سنکر غارت گری سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں جا چھپا شاہزادہ دانیال اور خانخاناں عروس کی پالکی ہمراہ لے کر احمد نگر سے واپس ہوئے اور نہر گنگ کے کنارہ پیٹن کے نواح میں جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اختتام جشن کے بعد خانخاناں نے اس جگہ قیام کیا اور شاہزادہ برہان پور روانہ ہوا۔

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی سخت گیری کی شکایت کی۔ راجو نے قلعہ پرندہ پہونچکر بادشاہ سے عنبر کے دفعیہ کا اقرار کیا۔ عنبر و راجو میں کئی معرکے ہوئے اور ہر مرتبہ راجو کو فتح ہوئی عنبر نے پریشان ہو کر خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں نے دو یا تین ہزار سوار میرزا ایرج بیگ جاگیر دار پیٹر کی ماتحتی میں امداد کے لئے روانہ کئے عنبر نے اس فوج کی مدد سے راجو کو پسپا کر کے دولت آباد کی طرف بھگا دیا۔ دکن کی حکومت شاہزادہ دانیال کو بھی راست نہ آئی اور شاہزادہ نے برہان پور میں وفات پائی۔ شاہزادہ کی وفات کی وجہ سے خانخاناں برہان پور پہونچا اور عنبر نے موقع پاکر لشکر جمع کیا اور دولت آباد روانہ ہو کر راجو پر حملہ آور ہوا۔ راجو اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور اس نے خانخاناں سے مدد طلب کی۔ خانخاناں بعض مصلحتوں کی بناء پر اپنا قیام برہان پور میں مناسب نہ خیال کرتا تھا اس نے راجو کے پیغام کو بہانہ بناکر دولت آباد کا رخ کیا اور راجو و عنبر کے درمیان خود مقیم ہو کر چھ ماہ کامل ایک کو دوسرے پر حملہ آور ہونیکا موقع نہ دیا۔ عنبر نے مجبوراً راجو سے صلح کر کے قلعہ پرندہ کی راہ لی اور خانخاناں جالنہ روانہ ہوا۔ ملک عنبر راجو کی لشکر کشی کا باعث مرتضیٰ نظام شاہ کو جانتا تھا عنبر نے ارادہ کیا کہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے کسی دوسرے شاہزادہ کو بادشاہ بنائے۔ چونکہ ابراہیم عادل شاہ نے عنبر سے اتفاق نہ کیا حبشی امیر اپنے ارادہ میں ناکام رہا۔

۱۰۱۶ہجری کے اوایل میں عنبر نے عادل شاہ کے حکم کے موافق نظام شاہ کے سامنے سر جھکایا اور بادشاہ اور عنبر میں پوری صفائی ہو گئی اس صلح کے بعد نظام شاہ وغیرہ دس یا بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جنیر روانہ ہوئے نظام شاہ نے چند روز اپنے آبا واجداد کے وطن کو اپنا مسکن بنایا۔ نظام شاہ نے چند ہندو مسلمان امیر راجو کی تنبیہہ کے لئے جو عنبر کے خوف سے بے خبر رہا آیا تھا روانہ کئے راجو بعد دقتوں کے بعد گرفتار ہوا اور اس کا ملک بھی نظام شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ عنبر اب بالکل صاحب اختیار ہوا۔

اس تاریخ کی تحریر کے وقت نظام شاہی حکومت مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کے قبضہ میں ہے اور عنبر حبشی سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ یہ حسب ظاہر خاندان نظام شاہی زوال پذیر ہو رہا ہے اور شاہان دہلی بقیہ ملک پر بھی قبضہ کرنے کی تاک میں ہیں آیندہ جو خدا کی مرضی ہو گی اس کا ظہور ہو گا۔

روضہ چہارم سلاطین تلنگانہ کے حالات میں

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شاہ خور نام ایک شخص نے جو ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں عراق سے آیا تھا تاریخ میں ایک بسوط کتاب لکھی ہے اور وقایع قطب شاہی تمام وکمال اس کتاب میں درج کئے ہیں یہ کتاب مورخ فرشتہ کے پیش نظر نہ تھی اس لئے اس خاندان کے تفصیلی حالات مرقوم نہ ہوسکے اور صرف فرمانرواؤں کے اسما اور ان کے مختصر حالات پر اکتفا کی گئی۔

سلطنت سلطان قلی

سلطان قلی میر علی شکر کا ہم خاندان اور بہارلو قبیلہ کا ترک ہے۔ اس خاندان کے بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ سلطان قلی میرزا جہاں شاہ مقتول کی اولاد میں ہے لیکن روایت اول زیادہ صحیح ہے بہر حال یہ امر مسلم ہے کہ سلطان قلی کا مولد ومنشا شہر ہمدان ہے۔ یہ امیر سلطان محمد شاہ لشکری کے آخر زمانہ میں عین عالم شباب میں دکن آیا اور چونکہ محمد شاہ ترکی غلاموں کو بیحد عزیز رکھتا تھا اس شخص نے بھی اپنے کو اس گروہ میں داخل کیا۔ سلطان قلی علم حساب میں ماہر وخوش خط تھا۔ محلات شاہی کا حساب نویس مقرر کیا گیا خواتین محل اس کے حسن سلوک

اور امانت سے بیحد راضی ہوئیں اس زمانہ میں تلنگانہ کا ملک بیگمات کی جاگیر
تھا یہاں سے متعدد عرضیاں اس مضمون کی پہونچیں کہ ملک میں چوروں اور
لٹیروں نے اپنا گھر کر لیا ہے اور رعایا روز بروز سرکشی کر رہی ہے اور مال اور
مقررہ محصول کے ادا کرنے میں پس وپیش کرتی ہے اگر بارگاہ شاہی سے عمدہ فوج
ان کی تنبیہ کے لیئے روانہ کی جائے تو بہتر ہے اور امید ہے کہ اس طرح محصول
وصول کرنے میں بیحد آسانی ہوگی سلطان محمد شاہ نے اپنے کسی نامی امیر کو اس مہم
پر روانہ کرنیکا ارادہ کیا سلطان قلی نے ایک بیگم کے ذریعہ سے بادشاہ سے عرض
کیا کہ یہ خدمت اس کے سپرد کی جائے اور وعدہ کیا کہ بلا فوجی امداد کے وہ اس
صوبہ کا انتظام کرکے بادشاہ کے اقبال سے سرکشوں کو تباہ وبرباد کر دیگا۔
سلطان محمد شاہ نے اس کو اپنی عنایتوں سے سرفراز کرکے مذکورہ خدمت پر
مامور کیا۔ سلطان قلی اپنے حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کے ہمراہ پرگنات پر گیا۔
اور اپنے حسن تدبیر سے سرکشوں کی ایک جماعت کو اپنا بنالیا اور ان کی امداد
سے چوروں اور لٹیروں کا بالکل قلع قمع کر دیا۔ سلطان قلی نے دیگر امراکے پرگنات
سے بھی جو اس نواح میں واقع تھے شورہ پشتوں کا خاتمہ کر دیا اور اپنی شجاعت
ومردانگی میں شہرۂ آفاق ہوا سلطان قلی جیسا کہ مرقوم ہوا امارت کے مرتبہ پر
فائز ہوکر قطب الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور گولکنڈہ مع اس کے
مضافات کے اس کی جاگیر میں دیا گیا۔ اس کے بعد چند روز اس نواح کا
سپہ سالار مقرر ہوا اور فرامین میں صاحب السیف والقلم کے لقب سے یاد کیا
جانے لگا یوسف عادل شاہ احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے دعوی سلطنت
کرکے چترا اپنے سروں پر سایہ فگن کیا۔ یوسف عادل چونکہ خاندان صفویہ کا
عقیدت مند تھا اس نے دوازدہ امام کے اسمائے گرامی خطبہ میں داخل کیئے
سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سالاری کے زمانہ میں ائمۂ اہلبیت کے
نام کا خطبہ جاری کیا سلطان محمود بہمنی کی سلطنت میں ضعف پیدا ہوا اور
سلطان قلی نے بھی ۹۱۸ھ ہجری میں مرتبہ فرمانروائی حاصل کرکے اپنے کو
قطب شاہ کے خطاب سے موسوم کیا اور شاہانہ روش اختیار کی قطب شاہ نے

باوجود مختصر سلطنت کے کارفرمائی میں رونق پیدا کرنے کے سامان فراہم کئے اور عادل شاہ عماد شاہ برید شاہ وغیرہ کے خلاف دروازہ پر پانچ وقت نوبت نوازی کا حکم دیا قطب شاہ نے اپنی قوم کو منصب و جاگیریں عطا کیں اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال عہدہ عنایت کیا سلطان قلی نے سلطان محمود شاہ کے حقوق کا ہمیشہ لحاظ کیا اور ہمیشہ تحفے اور ہدیے نقد و جنس بادشاہ کی خدمت میں ماہ بماہ بھیجا کرتا رہا۔ اسی دو سال میں معلوم ہوا کہ ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے تخت حکومت پر جلوس کیا چونکہ سلطان قلی شاہ اسمٰعیل کو اپنا مرشدزادہ جانتا تھا خطبہ میں شاہ مذکور کا نام اپنے نام سے مقدم جاری کیا اور رفتہ رفتہ حضرات خلفائے ثلثہ کے اسمائے گرامی خطبہ سے نکال دیئے برہان شاہ نے شاہ طاہر کی نصیحت کے موافق احمد نگر میں شیعہ مذہب کا خطبہ جاری کیا سلطان قلی نے بھی برہان شاہ کی تقلید کی اور اس کی امداد سے اپنے ملک میں بھی بلا کسی خطرہ کے مذہب شیعہ کو رواج دیا۔ بے ادب اشخاص نے تبرہ بازی شروع کی غرضکہ اس زمانہ تک جو سلطان محمد قلی قطب شاہ کا زمانہ ہے تلنگانہ ہیں دوازدہ امام کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور منبروں پر بیشتر شاہ عباس صفوی بادشاہ ایران کی دعا مانگی جاتی ہے شکر ہے کہ ہنوز ان فرمانرواؤں کے اعتقاد و اخلاص میں جو ان کو مشائخ صفویہ کے ساتھ تھا خلل نہیں پیدا ہوا۔ سلطان قلی قطب شاہ اپنی حکومت کے زمانہ میں سلاطین دکن کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا تھا البتہ جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کی استدعا کے موافق نظام شاہ پر لشکر کشی کی اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کیا اس وقت سلطان قلی نے خلاف مروت سلطان بہادر کے پاس نامہ و قاصد روانہ کر کے یکدلی کا اظہار کیا۔ سلطان بہادر کے معاملات سے فراغت حاصل کر کے برہان شاہ کی ترغیب سے اسمٰعیل عادل نے قطب شاہی ممالک پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے ہر چند کوشش کی کہ برہان شاہ کے غصہ کو فرو کرے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

سنہ ۹۴۰ھ ہجری میں اسمٰعیل عادل نے ایک سرحدی قلعہ پر حملہ کیا قطب شاہ چونکہ مقابلہ نہ کر سکتا تھا اپنی جگہ سے نہ ہلا بلکہ سوار و پیادوں کی ایک فوج

اس طرف روانہ کی تاکہ یہ لشکر عادل شاہیوں کے لشکر کا سدراہ ہو کر انکو نقصان پہونچاتا رہے۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں اسمٰعیل عادل نے وفات پائی اور قطب شاہ نے بلا کسی واسطے کے اس دھدغہ سے نجات حاصل کرلی۔ اس واقعہ کے بعد قطب شاہ نے اپنے امرا کا ایک گروہ برہان شاہ کی خدمت میں روانہ کیا ان امیروں نے اپنی حسن تدبیر سے شاہ طاہر کو وسیلہ بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قطب شاہ و نظام شاہ میں صفائی ہوگئی اور اس کے بعد ہمیشہ سلسلۂ اتحاد قائم رہا

قطب شاہ نے عمر طویل پائی تھی اور اپنی طبعی موت سے اس دنیا کو خالی نہ کرتا تھا اس کا فرزند اکبر جمشید شاہ حکمرانی کی تمنا میں سفید ریش ہوچکا تھا اپنے باپ کی درازی عمر سے تنگ آگیا۔ شاہزادہ جمشید نے ایک ترکی غلام کو اپنا ہمراز بنایا اور یہ سازش کی کہ غلام موقع پاکر بادشاہ کو قتل کر ڈالے۔

سنہ ۹۵۰ہجری کے کسی ماہ میں بادشاہ ایک روز دریا کے کنارہ بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کے صندوقچے سامنے رکھے ہوئے تھے بادشاہ جواہرات کے دیکھنے میں مشغول تھا کہ یہ ترکی غلام بلائے ناگہانی کی طرح بادشاہ کے عقب سے آیا اور تلوار کا وار کرکے قطب شاہ کو قتل کیا۔ جمشید شاہ خود بھی اس مجلس میں موجود تھا غلام اس کی طرف دوڑا جمشید نے اس خیال سے کہ راز فاش نہ ہو قاتل کو بھی مقتول کے ساتھ ہی ٹھنڈا کر دیا۔ جمشید شاہ چونکہ سلطان قلی کا فرزند اکبر تھا اس نے تخت حکومت پر جلوس کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی سلطان قلی نے پینتیس سال حکومت کی اور تین فرزند جمشید حیدر اور ابراہیم اپنی یادگار چھوڑے۔

جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی

جمشید قطب شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور اپنے باپ کی روش کے مطابق مذہب شیعہ کے رواج دینے میں کوشاں ہوا برہان نظام نے تقریب تہنیت کے لئے شاہ طاہر کو احمد نگر سے گولکنڈہ روانہ کیا شاہ طاہر گولکنڈہ کے قریب پہونچے اور بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلہ سے ان کا استقبال کیا اور بعد اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو شہر میں لے آیا اور ان کی بیحد تعظیم و تکریم کی شاہ طاہر نے

زمانہ کی روش کے مطابق گفتگو کر کے قطب شاہ سے نظام شاہ کے ساتھ اتحاد قائم رکھنے پر شدید قسمیں لیں اور صحیح وسالم احمد نگر واپس آ گئے۔ اس زمانہ میں نظام شاہ و عادل شاہ میں بعض وجوہ کی بناء پر مخالفت ہو گئی جمشید قطب شاہ نے نظام شاہ کی ترغیب سے خزانہ کا دروازہ کھولا اور سوار و پیادوں کا مزید اضافہ کر کے عادل شاہی ملک میں داخل ہوا۔ قطب شاہ نے کاکنی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا ابراہیم عادل چونکہ نظام شاہ اور رامراج کے فتنوں میں مبتلا تھا جمشید قطب شاہ نے قلعہ اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے دیگر پرگنوں اور حصاروں پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے سب سے پیشتر قلعہ اہنکر کا جو ساغر سے قریب واقع ہے رخ کیا اور حصار کا محاصرہ کر کے النگ و مورچل تقسیم کئے عادل شاہ نے نظام شاہ و رامراج سے صلح کر کے اسد خاں لاری کو خاصہ کے سواروں کے ساتھ تلنگانے کی فوج کے مقابلہ میں روانہ کیا قطب شاہ نے پریشان ہو کر نظام شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ میں نے آپ کے قول پر بھروسہ کر کے یہ سفر اختیار کیا ہے آپ کے کریمانہ اخلاق سے بعید ہے کہ بلا مجھ سے مشورہ کئے ہوئے آپ احمد نگر واپس جا رہے ہیں برہان شاہ نے جواب دیا کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے آپ کو چاہئے کہ قلعہ کاکنی کی پوری حفاظت کریں میں موسم برسات کے بعد اس طرف آؤں گا اور قلعۂ گلبرگہ اہنکر و ساغر وغیرہ دریائے بھورہ کے ایک جانب تمہارا اور شولاپور و نلدرگ یعنی دریا کے دوسرے سمت میرا قبضہ ہو جائیگا۔ قطب شاہ با وجود یکہ جانتا تھا کہ برہان شاہ حیلہ ساز و فریبی ہے اس کی باتوں میں آ گیا اور قلعہ کی حفاظت میں کوشاں ہوا اسد خاں بلگوانی نے سب سے پہلے قلعۂ کاکنی کا محاصرہ کر کے تین ماہ کے عرصہ میں حصار مذکور کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور اہالیان حصار کو قتل کر کے اہنکر کا رخ کیا۔ قطب شاہ نے مقابلہ کرنے میں مصلحت نہ دیکھی اور اپنی سرحد کی طرف روانہ ہوا اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا اور چند مرتبہ فریقین میں جنگ واقع ہوئی لیکن ہر معرکہ میں اسد خاں کو فتح ہوئی آخری جنگ میں قطب شاہ

اور اسد خاں کا مقابلہ ہوگیا اور ایک نے دوسرے پر تلوار کے گیارہ وار کئے
قطب شاہ کے چہرہ پر زخم لگا اور اس کی ناک اور ایک لب مجروح ہوگیا
چنانچہ تمام عمر بادشاہ کو اس زخم سے تکلیف رہی اور قطب شاہ کو کھانے اور
پینے میں بیحد دقت ہوتی تھی اور کبھی کسی شخص غیر کے سامنے خورد و نوش نہ کرتا تھا
کہتے ہیں کہ اس سفر کے وقت بادشاہ نے اپنے ستارہ شناس ملا محمود گیلانی سے
نتیجہ سفر کی بابت سوال کیا ملا محمود نے قرعہ ڈالا اور عرض کیا کہ سفر مبارک
نہیں ہے قطب شاہ نے سفر کی خرابیوں کی تفصیل دریافت کی اور سوال
میں بیحد اصرار کیا ملا محمود نے جواب دیا کہ اگرچہ اس کی تصریح میں اندیشہ ہے
لیکن چونکہ بادشاہ بیحد مصر ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ اس سفر میں اگرچہ ابتدا
میں تو کامیابی ہوگی لیکن آخرکار دشمن کو غلبہ ہوگا اور علاوہ مال و اسباب
تاراج ہونے کے بادشاہ کی ناک کو بھی کچھ نقصان پہنچیگا قطب شاہ اس
جواب سے بیحد غضبناک ہوا اور ملا محمود کی ناک کٹوا کر اس کو شہر بدر کر دیا
آخر میں جب ملا کی پیشینگوئی صحیح نکلی تو بادشاہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور اپنے ایک
معتمد امیر کو جنیر روانہ کرکے ملا کو اپنے دربار میں طلب کیا ملا محمود نے جواب
دیا کہ مجھے ہنوز دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی انشاء اللہ جدید ناک چہرہ پر
لگالوں گا تو بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوکر اس ناک کو بھی آپ پر سے
تصدق کردوں گا۔ قطب شاہ نے ان واقعات کے بعد عادل شاہ سے
صلح کرلی اور تلنگانہ کے اکثر ممالک فتح کئے۔ بادشاہ اس واقعہ کے بعد بیمار
ہوا اور تقریباً دو سال علیل رہا۔ اسی دوران میں قطب شاہ بیحد بدمزاج
ہوگیا اور خفیف جرم پر بھی رعایا کو قتل و نظر بند کردیتا تھا۔ بادشاہ کی بدمزاجی
سے امیروں کے ایک گروہ نے اس کے بھائیوں کی صلاح سے یہ ارادہ
کیا کہ جمشید شاہ کو معزول کرکے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنائیں
قطب شاہ اس ارادہ سے واقف ہوگیا اور اس کے دونوں بھائی گھوڑوں
پر سوار ہوکر گولکنڈہ سے فراری ہوئے اور بیدر جا پہونچے حیدر خاں نے
اس درمیان میں وفات پائی اور ابراہیم نے بیجانگر میں پناہ لی جمشید شاہ کا

مرض ترقی کرتا گیا اور بادشاہ تپ دق کا شکار ہوا۔
۹۵۷ہجری میں جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور اس بادشاہ نے سات سال چند ماہ حکومت کی۔

ابراہیم قطب شاہ

یہ بادشاہ شیعہ مذہب بیحد منتظم و ہوشیار تھا اس کے علاوہ حد درجہ کا سخی اور مدبر بھی تھا لیکن ایسا تند مزاج اور غصہ ور تھا کہ خفیف جرم پر بھی بندگان خدا کو عجیب عجیب طرح کی سزائیں دیتا تھا اس بادشاہ کا حکم تھا کہ ظالموں کے پاؤں کے ناخن انگلیوں سے جدا کر کے برتن میں رکھے اور بادشاہ کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ اسے اطمینان ہو۔ ابراہیم قطب شاہ بیحد تکلیف کے ساتھ کھانا کھاتا تھا اور اکثر خاصہ کے ملازم شاہی حکم کے مطابق شریک دستر خوان ہوتے تھے۔ بادشاہ نے تلنگانہ کے ملک کو چوروں اور لٹیروں سے بالکل معمور تھا ایسا صاف و آباد کیا کہ سوداگروں اور مالداروں کا قافلہ بلا کسی خوف و خطر کے تنہا شبانہ روز سفر کرتا تھا اور چوروں کے دغدغہ سے بالکل محفوظ و مطمئن رہتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں بیحد قابل امرا داخل دربار ہوئے اور خاندان قطب شاہی اس کے دم سے شہرۂ آفاق ہوا۔ ابراہیم قطب شاہ اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں اپنے بھائی کے خوف سے بیجانگر میں پناہ گزین ہوا اور رامراج راجہ بیجانگر نے اس کی بیحد خاطر و مدارات کی اور ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر ابراہیم قطب شاہ کو عنایت کی۔ اہل دکن کا قاعدہ ہے کہ ایسے معاملات میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں عنبر بھی جنگ آزمائی پر مستعد ہوا ایک روز ابراہیم قطب شاہ راجہ کے دربار کو جا رہا تھا عنبر نے سر راہ مقابلہ کیا اور کہا کہ ہم تم دونوں جنگ حریفانہ کریں جو زندہ رہے وہ جاگیر کا مالک ہے ابراہیم قطب شاہ نے اس سے کہا کہ بادشاہوں کو اپنے ملک پر اختیار ہے جو حصہ زمین جس کو چاہیں عطا کریں ان معاملات میں جنگ و جدال سے کام لینا فضول ہے عنبر خاں ناسمجھ تھا اس نے قطب شاہ کی نصیحت نہ سنی اور سخت و سست الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ ابراہیم گھوڑے سے اترا اور دکن کی رسم کے موافق شمشیر بازی میں مصروف ہوا۔ ابراہیم قطب نے ایک ہاتھ تلوار حریف کے شکم پر

لگایا جس سے دشمن ٹھنڈا ہو گیا عنبر خاں کے بھائی نے انتقام کا ارادہ کیا اور قطب شاہ سے یکیکی کرنے پر مستعد ہوا ایک آفاقی جو قطب شاہ کا ملازم اور فن جنگ میں مشاق تھا اس کے مقابلہ میں آیا اور دشمن کو قتل کر دیا قطب شاہ نے عنبر کے نشان فوج پر جس کو دکن میں بیرق نشان کہتے ہیں قبضہ کیا اور اپنے مکان روانہ ہوا۔ ابراہیم نے اپنے بھائی کی زندگی میں بیجانگر میں قیام کیا جمشید قطب شاہ نے وفات پائی اور مصطفٰے خاں اردستانی اور صلابت خاں ترک و دیگر اعیان دولت نے جمشید کے دو سالہ فرزند کو بادشاہ بنایا اہل دکن نے ہجوم کر کے خاندان قطب شاہی کو بے رونق کر دیا مصطفٰے خاں و صلابت خاں نے باہم یہ طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجانگر سے طلب کر کے تخت حکومت پر بٹھائیں اہل دکن ان کے ارادہ سے آگاہ ہوئے اور اپنے استقلال کی کوشش کرنے لگے مصطفٰے خاں و صلابت خاں اپنے ارادہ میں مستحکم تھے ان امیروں نے رامراج کو ایک عریضہ لکھکر ابراہیم قطب شاہ کو اس سے طلب کیا اور رامراج نے ابراہیم کو گولکنڈہ روانہ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ تلنگانہ کی سرحد میں داخل ہوا اور سب سے بیشتر مصطفٰے خاں اردستانی گولکنڈہ سے روانہ ہو کر قطب شاہ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے مصطفٰے خاں کو میر جملگی کا عہدہ عنایت کیا۔ مصطفٰے خاں نے ایک ہندو سوداگر سے دو لاکھ ہون قرض لیئے اور سامان سلطنت کی درستی میں مشغول ہوا۔ مصطفٰے خاں کے میر جملہ ہونے کی خبر گول کنڈہ پہونچی اور تمام باشندہ اس خبر کو سنکر بیحد خوش اور ابراہیم قطب شاہ کی فرمانروائی کی طرف راغب ہوئے۔ صلابت خاں بھی دو یا تین ہزار سواروں کے ہمراہ جن میں اکثر سپاہی غریب تھے دن کے وقت شمشیر بازی کرتا ہوا گولکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کے ساتھ دیگر امرا نے بھی کم عمر بادشاہ کی رفاقت ترک کی اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح چھ یا سات ہزار سواروں کا مجمع ہو گیا اور بادشاہ نے گول کنڈہ کا رخ کیا۔ ابراہیم قطب شاہ تلنگانہ کے نواح میں پہنچا اور بقیہ اشخاص بھی جان و مال کی امان لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بادشاہ نے نیک ساعت میں باپ کے تخت پر جلوس کیا اور

بہی خواہوں نے بادشاہ پر درم و دینار نچھاور کئے۔ قطب شاہ نے بھی اس روز بارہ ہزار طلائی ہون فقیروں والِ استحقاق کو تقسیم کر کے ان کو شاد کیا۔ قطب شاہ عنبر خاں کے کبود نشان کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اپنی فرمانروائی کا نشان خاصہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنی بہن کا مصطفےٰ خاں کے ساتھ نکاح کر کے اسکو صاحب اختیار بنایا اور حسن نظام شاہ سے اتحاد کر کے یہ طے کیا کہ دونوں فرمانروا باہم اتفاق کر کے گلبرگہ اور اہتکر کے قلعوں پر قبضہ کریں جس میں سے قلعۂ گلبرگہ پر قطب شاہ اور حصار اہتکر پر نظام شاہ قابض ہو۔

۹۶۵ھ ہجری میں ہر دو فرمانروا علی عادل شاہ کی سلطنت میں داخل ہوئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعہ قریب فتح کے ہو گیا تو قطب شاہ نظام نظام شاہ کے رعب و داب سے خوف زدہ ہوا اور یہ امر خلاف مصلحت سمجھا کہ نظام شاہ کا اقتدار زیادہ ہو قطب شاہ نے خیمہ و خرگاہ اور تمام مال و اسباب میدان جنگ میں چھوڑا اور جیسا کہ وقایع نظام شاہیہ میں مرقوم ہے آدھی رات کو گولکنڈہ روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ تنہا اس مہم کو سر نہ کر سکتا تھا وہ بھی مجبوراً احمد نگر واپس گیا۔ چند روز کے بعد رامراج عادل شاہ اور برید شاہ نے نظام پر حملہ کیا قطب شاہ نے بھی مصلحت اس میں دیکھی کہ زبردست جماعت کا ساتھ دے اور یہ بھی حملہ آوروں میں داخل ہو کر احمد نگر روانہ ہوا اور دیگر حکمرانوں کے ہمراہ قلعۂ احمد نگر کے محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ یہ قلعہ بھی قریب تھا کہ سر ہو جائے۔ لیکن قطب شاہ نے پھر ستم ظریفی سے کام لیا اور جیسا کہ بیشتر مرقوم ہو چکا ہے۔ خیمہ و اسباب میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر سے فراری ہوا۔ قطب شاہ جلد سے جلد گولکنڈہ پہنچ گیا۔ اور اس کی اس حرکت نے رامراج و عادل شاہ کے ارادوں میں خلل پیدا کیا۔ رامراج اور عادل شاہ احمد نگر سے واپس آئے اور قطب شاہ نے دوبارہ نظام شاہ سے رابطہ اتحاد کیا۔ قطب شاہ نے بی بی جمال دختر نظام شاہ سے عقد کرنے کی درخواست کی نظام شاہ نے یہ استدعا اس شرط پر قبول کی کہ قطب شاہ اس کے ہمراہ عادل شاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر قلعۂ کلیان عادل شاہی قبضہ سے نکال لے قطب شاہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

۹۷۱ھ ہجری میں حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا اور قطب شاہ نے گولکنڈہ سے کوچ کیا۔ قلعہ کلیان کے نواح میں دونوں فرمانروا ایک دوسرے سے ملے اور پہلے جشن عقد منعقد کر کے بیاہ کی رسوم ادا کی گئی اور اس کے بعد ہر دو حکمرانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ رامراج و عادل شاہ و تغال خاں و امیر برید نے باہم اتفاق کر کے ان کا مقابلہ کیا اور جیسا کہ حسین نظام کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے قطب شاہ نے گولکنڈہ کی راہ لی اور حسین شاہ بے نیل مرام احمد نگر واپس آیا عادل شاہ اور رامراج نے احمد نگر تک حسین نظام کا تعاقب کر کے نظام شاہی ملک کو دوبارہ تاخت و تاراج کیا۔ عادل شاہیوں نے تقریباً چھ ماہ قصبۂ اوکی میں قیام کر کے تلنگانہ میں بھی رعایا کو بیحد نقصان پہونچایا لیکن آخر میں قطب شاہ کی حسن تدبیر سے صلح ہو گئی اور ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔

۹۷۲ھ ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ و نظام شاہ کے ساتھ رامراج سے معرکہ آرائی کی اور کامیاب و بامراد واپس آیا۔ قطب شاہ گولکنڈہ پہنچا ہی نہ تھا کہ مصطفےٰ خاں اردستانی جو ہمیشہ بادشاہ سے خائف رہتا تھا زیارت و طواف حرمین شریفین کا بہانہ کر کے راستہ ہی سے اس سے جدا ہو کر عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں نظام شاہ کی والدہ خونزہ ہمایوں کی حکومت سے ملک میں خلل پیدا ہوا عادل شاہی سپہ سالار مسمی کشور خاں سرحد نظام شاہی پر وارد ہوا اور قلعہ دارور پر پہونچکر اس نے متعدد پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعہ میں نظر بند کیا اور ملا حسن تبریزی کو خانخاناں کا خطاب دیکر پیشوا مقرر کیا اور قلعہ دارور کی طرف اُسے روانہ کیا۔ مرتضیٰ نظام نے نامہ و حاجب کے ذریعہ سے قطب شاہ سے بھی مدد طلب کی۔ قطب شاہ تلنگانہ کا لشکر ساتھ لے کر جلد سے جلد روانہ ہوا لیکن قطب شاہ کے ورود سے قبل ہی نظام شاہ نے قلعہ کو سر کر کے کشور خاں کو قتل کیا اور عادل شاہی سرحد میں داخل ہو گیا قطب شاہ نے عادل شاہی ملک میں نظام شاہ کے پہلو میں اپنے خیمے نصب کرائے۔ علی عادل نے جیسا کہ بیشتر مرقوم ہو چکا ہے شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو

نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور قطب شاہ کا وہ خط جو عادل شاہ کی یک جہتی واتحاد کے بارے میں آیا تھا نظام شاہ کو دکھلایا خانخاناں نے اس نامہ کی تائید کی اور نظام شاہ خانخانان کے اغوا و نوشتہ سے قطب شاہ سے ناخوش ہوگیا اور اپنے امیروں کو حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو تاراج کریں قطب شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ تنہا گولکنڈہ روانہ ہوگیا نظام شاہیوں نے اس کی بارگاہ کو تاراج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک اس کا تعاقب کرتے گئے اور تقریباً ڈیڑھ سو ہاتھی گرفتار کیئے ابراہیم قطب شاہ کے فرزند اکبر شاہزادہ عبدالقادر نے جو نوشخط اور بہادر تھا باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ نظام شاہیوں نے بڑی جرات سے کام لیا ہے اور ہمارے لشکر کو بیحد نقصان پہونچایا ہے۔ اگر حکم ہو تو میں بعض امیروں کے ہمراہ کمین گاہ میں روپوش ہو کر عقب سے ان پر حملہ آور ہوں قطب شاہ فرزند کو صاحب دعوی اور اس تحریک میں امرائے کبار کو شامل سمجھا قطب شاہ نے راہ میں فرزند کی بات کا جواب نہ دیا بادشاہ گولکنڈہ پہونچا اور عبدالقادر کو ایک قلعہ میں قید کر دیا چند روز کے بعد شاہزادہ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ بادشاہ اس حادثہ کا اصل سبب ملا حسین خانخاناں کو سمجھا تھا اس سے بیحد آزردہ ہوا اور حکم دیا کہ اس کے ملک میں ہر شخص عبارت لکھ رکھے کہ استاد نوری جراح دنداں کن تبریز کے ایک محلہ مکالہ کا ساکن ہے یہ شخص در بدر پھرتا اور ہر شخص کے ہلتے ہوئے دانت کو اکھیڑتا اور دو پول اسکی اجرت لیتا ہے لیکن زمانہ کی خوبی سے اس کے فرزند حسین جراح کو ہمارے برادر بزرگ مرتضیٰ نظام شاہ سکندر رائے و ارسطو تدبیر کے خطاب سے یاد فرماتے ہیں۔

اسی دوران میں چنگیز خاں جو مدبر و عقلمند امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور اس نے ارادہ کیا قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے ارادہ کیا کہ عادل شاہ کی مدد سے تغال خاں کی اعانت کرے چنگیز خاں اس ارادہ سے واقف ہوا اور جس وقت قطب شاہ و عادل شاہ اپنے اپنے مقام سے روانہ ہوئے چنگیز خاں نے نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور عادل شاہی ملک میں پہونچکر بادشاہ کو پیغام دیا کہ نظام شاہ کی دوستی پر قطب شاہ و تغال خاں کے اتحاد کو ترجیح دینا بے معنی ہے عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورہ کے مطابق بجائے قطب شاہ کے نظام شاہ

سے ملاقات کی۔ اس جلسہ میں یہ طے پایا کہ نظام شاہ برار اور بیدر کو فتح کرکے اور عادل شاہ کرناٹک کے اس حصۂ زمین پر جسکا محصول برار و بیدر کے مساوی ہو قبضہ کرے اور قطب شاہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس جانب سے اسے کچھ سروکار نہ ہو۔ قطب شاہ نے ایک لشکر تغال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا نظام شاہ نے برار کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرہ میں مشغول ہوا قطب شاہ کو اپنے زوال کا اندیشہ ہوا اور اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو بطور حاجب نظام شاہ کے حضور میں روانہ کیا اور اس قدر کوشش کی کہ چنگیز خاں وکیل سلطنت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا۔ ۹۸۸ھ ہجری میں علی عادل بھی قتل کیا گیا اور مرتضیٰ نظام شاہ نے اس کے بعض شہروں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا قطب شاہ نے مجبوراً اپنے چند امیر بھی نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ ہنوز یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ ۹۸۸ھ ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے بھی وفات پائی اس بادشاہ نے تیس ۳۲ سال چند ماہ حکومت کی۔

محمد قلی قطب شاہ

ابراہیم قطب شاہ کی وفات کے بعد اس کے تین فرزند بقید حیات تھے یعنی محمد قلی۔ خدابندہ اور سلیمان قلی۔ ان ہرسہ فرزندوں میں محمد قلی قطب شاہ اولاد اکبر ہونے کی وجہ سے باپ کا جانشین ہوا محمد قلی نے نیک ساعت میں بارہ برس کے سن میں تخت حکومت پر جلوس کیا اور شاہ میرزا اصفہانی کی دختر سے جو خاندان طباطبائی کا مستند سید تھا نکاح کیا۔ میرزا اصفہانی عرصہ تک ابراہیم قطب شاہ کی میر جملگی کا کام انجام دے چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے میرزا اصفہانی کی نصیحت اور مشورہ سے نظام شاہی خاندان کے ساتھ اتحاد پیدا کیا اور سرلشکر احمد نگر سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی ملک کو روانہ ہوا اور قلعہ شولاپور شاہ درک کے قلعوں کو فتح کرکے نظام شاہی امیروں کے سپرد کیا۔ اور اسکے بعد نظام شاہ کے لشکر کی مدد سے آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور اہتکر کے حصاروں پر خود قبضہ کرے۔ بادشاہ نے لشکر کی مدد سے ہیچ کے کیں اور سید مرتضیٰ سے جا ملا۔ بیجاپور میں امرا کی شامت اعمال سے خانہ جنگی ہو رہی تھی قطب شاہ نے نظام شاہی امیروں کے ہمراہ شاہ درک کا محاصرہ کر لیا۔

اس حصار کے تھانہ دار محمد آقا ترکمان نے دشمن کی مدافعت کی اور بیحد شجاعت و مردانگی سے کام لیا اور قطب شاہیوں اور نظام شاہیوں کی ایک کثیر تعداد کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ حریف اپنے ارادے پر پشیمان ہوئے اور انھوں نے مجلس مشورہ منعقد کی جس میں یہ قرار پایا کہ بجائے شاہ ورگ میں زحمت اٹھانے کے مناسب یہ ہے کہ ہم بیجاپور کا رخ کریں اور تختگاہ پر قابض ہو جائیں۔ اس قرارداد کے مطابق قطب شاہی و نظام شاہی فوج بیجاپور پہونچی اور تختگاہ کا محاصرہ کرلیا اس لشکر نے شہر سر کرنے میں پوری کوشش کی لیکن کچھ کاربراری نہ ہوئی اور قطب شاہ طول محاصرہ سے پریشان خاطر ہوگیا۔ جو امیر کہ موقع کے منتظر تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ زمانۂ قدیم سے دکن کے فرمانرواؤں کا یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب کبھی کوئی بادشاہ کسی غنیم پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس مہم میں اسے امداد کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرا فرمانروا خود سفر کی زحمتیں گوارا کرتا ہے چنانچہ نظام شاہی قطب شاہی و عادل شاہی حکمراں ہمیشہ اس دستورالعمل پر کاربند رہے بادشاہ کے وقار و تمکنت کے یہ امر بالکل خلاف تھا کہ شاہ میرزا کی نصیحت پر عمل کر کے محض نظام شاہی امیروں کی امداد کے لیے سفر اختیار کرتے۔ امیروں کی اس تقریر نے قطب شاہ پر پورا اثر کیا اور اس نے گولکنڈہ واپس جانے کا مصمم ارادہ کرلیا سید مرتضیٰ اس ارادے سے مطلع ہوگیا اور اس نے خود تحریک کی ابتدا کی اور قطب شاہ سے عرض کیا کہ مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے ملک کو واپس جائیں۔ میں عادل شاہی سرحدی پرگنات کو نظام شاہی ملک میں داخل کروں اور حضور حسن آباد گلبرگہ پر اپنا قبضہ کریں۔ قطب شاہ کی عین تمنا یہی تھی بادشاہ نے سید مرتضیٰ کے ہمراہ بیجاپور کے نواح سے کوچ کیا اور حسن آباد کے قریب پہونچکر سید امیر رسل استرآبادی کو جو مصطفیٰ خاں کے خطاب سے مشہور تھا سرلشکر مقرر کیا اور سات ہزار سواروں اور بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ اسے تسخیر گلبرگہ کے لیے اس مقام پر چھوڑا اور خود اپنے مخصوص درباریوں کے ہمراہ جلد سے جلد گولکنڈہ پہونچ گیا۔ قطب شاہ نے شاہ میرزا کو قید کر کے نظر بند کر دیا لیکن چند روز کے بعد اس کا قصور معاف کیا اور حکم دیا کہ

شاہ میرزا خاں ضروری اسباب کے ہمراہ کشتی میں سوار کرا کے اصفہان روانہ
کر دیا جائے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن شاہ میرزا نے اصفہان پہونچنے سے
قبل راستہ میں وفات پائی۔ مصطفٰے خاں نے حوالی حسناباد میں قیام کر کے اس
نواح کے اکثر پرگنوں پر قبضہ کیا یہ خبر بیجاپور پہونچی اور دلاور خاں حبشی ایک
ہزار لشکر ساتھ لیکر اس کے مقابلہ کے لیئے آیا فریقین میں خونریز جنگ ہوئی
اور مصطفٰے خاں پریشان حال معرکہ جنگ سے بھاگا اور بڑی مشقت کے بعد
تلنگانہ پہونچا۔ تقریباً ایک سو تیس ہاتھی اور بے شمار مال غنیمت عادل شاہیوں کے
ہاتھ آیا اس معرکہ کے بعد سے آجکل تاریخ تک جو اٹھائیس سال کا زمانہ ہے عادل
شاہی و قطب شاہی خاندانوں میں رنجش دور ہو گئی اور اخلاص و محبت کے مراسم
جاری ہیں۔

سنہ ۹۹۵ ہجری میں خواجہ علی شیرازی المخاطب بہ ملک التجار بیجاپور
کے امرا کے ایک گروہ کے ہمراہ گولکنڈہ آیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کا
قطب شاہ کی حقیقی بہن کے ساتھ پیغام دیا قطب شاہ نے منظور کیا اور جشن
شادی منعقد کر کے نیک ساعت میں شاہزادی کا ڈولہ بیجاپور روانہ کر دیا۔

محمد علی قطب شاہ اپنی حکومت کے اوائل زمانہ میں ایک بازاری
عورت بھاگ متی پر عاشق ہوا اور ہزار سوار اس کے مکان پر ملازم کر دیئے
تاکہ امرا کی طرح دربار میں آمد و رفت کرے۔ اتفاق سے اس زمانہ میں گولکنڈہ کی
آب و ہوا سے لوگوں کو نفرت ہو گئی بادشاہ نے تختگاہ سے چار کوس کے
فاصلہ پر ایک نیا شہر جو اپنے ہر چہار سمت کے اعتبار سے ہندوستان
میں بے نظیر ہے بسایا اور اسے اپنا پائے تخت قرار دیکر شہر کو بھاگ نگر کے نام
موسوم کیا لیکن آخر میں بادشاہ اس نام سے شرمندہ ہوا اور بلدہ حیدرآباد نام رکھا
لیکن عام طور پر یہ شہر بھاگ نگر ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے اس شہر کا دور
پانچ کوس کا ہے اور اس کے بازار دیگر بلاد ہندوستان کے خلاف بہت صاف
و معمور ہیں اس شہر کی آب و ہوا اچھی ہے اور مسافر و اہل شہر سب کے مزاج
کے موافق ہے۔ بلدہ کے اکثر بازار ندی کے کنارہ آباد ہیں بازاروں کے دونوں طرف ندی بہتی

اور اس ندی کے کنارے دو رویہ سایہ دار درخت ہیں۔ شہر کے بازار چونہ اور پتھر سے پختہ بنائے گئے ہیں، بادشاہی محل اپنی ساخت کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔

اہل ہند کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ تین مملکتیں ایک دوسرے کے محاذ میں واقع ہیں جو باعتبار خواص و آب و ہوا ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہیں ان ممالک کے نام تلنگ و دنگ و بنگ ہیں۔ تلنگانہ کا ملک یہی حصہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقع اور قطب شاہیوں کے زیر حکم ہے۔ بنگ سے مراد ملک بنگال ہے اور دنگ اس حصہ ملک کو کہتے ہیں جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقع ہے اس حصہ ملک کو آجتک کوئی مسلمان فرمانروا سر نہیں کرسکا اب یہ بادشاہ اس مملکت کو فتح کرنا چاہتا ہے اور بیشتر ممالک پر اپنا قبضہ کرچکا ہے۔ اس ملک کا حاکم (یا بلندرا) اپنے ملک کے دور دراز حصہ میں پناہ گزین ہوگیا ہے۔

سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کی نظیر خاندان قطب شاہی میں نہیں ملتی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک بلند مقام پر جس کو نہات گھاٹ کہتے ہیں شاہی عمارت ہے جب کبھی بادشاہ اس قصر میں تشریف لاتا ہے تو قصر کا دروازہ کھلتا ہے ورنہ قفل پڑا رہتا ہے۔ اتفاق سے غریب سوداگروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں ادھر سے گزرا اور مردوں اور عورتوں کا ایک گروہ اس خیال سے کہ قصر میں بیٹھ کر آرام سے بادہ نوشی کریں مکان میں آیا اور قفل توڑ کر ان لوگوں نے مجلس نشاط گرم کی۔ شاہی محافظوں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور انھوں نے نرمی سے ان کو منع کیا قافلہ نے پاسبانوں کی بات نہ سنی اور قصر شاہی میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کرلیئے آخر کار طرفین نے سختی اور شدت سے کام لیا۔ صبح کو چوکیدار شہر میں آئے اور انھوں نے کچھ اس طرح بادشاہ سے شکایت کی کہ محمد قلی قطب شاہ کو بیحد غصہ آیا بادشاہ نے حکم دیا کہ مجرم فوراً قتل کیئے جائیں۔ اہل دکن کو بہانہ ہاتھ آگیا اور انھوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی تلواریں نیام سے نکالیں اور عام طور پر غریبوں کو قتل اور ان کا مال و اسباب تاراج کرنے لگے قطب شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کوتوال شہر سے

سخت بازپرس کرکے اپنے مقرب درباریوں کو روانہ کیا جنھوں نے اہل دکن کے فتنہ کو فرو کیا کہتے ہیں کہ نیم ساعت میں تقریباً سو غریب بیگناہ تہ تیغ کردیئے گئے اور ان کا مکان تاراج کیا گیا۔ بھاگ نگر میں عجیب ہنگامہ برپا تھا اور غریبوں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کے قہر و غضب کا سبب کیا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی جمع تھیں جو بہت کم بادشاہوں کو نصیب ہوئی ہونگی اوّل یہ کہ اس بادشاہ نے اپنے بھائیوں کو بیحد عزیز رکھا اور ان کو اپنا مصاحب و ہم نشیں بنا کر بے خوف و خطر ان سے ملتا اور باتیں کرتا تھا بادشاہ کے بھائی بھی محمد قلی کی یہ عنایت دیکھ کر بیحد اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے تیس سال کے عہد حکومت میں بادشاہ کبھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا یہ امر خدا کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر فرمانروا کو نصیب نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ میر محمد مومن استرآبادی جن کے اسلاف شاہان ایران کے دربار میں ہمیشہ معزز و مکرم رہے اور جو خود بھی شاہ طہماسپ کے عہد میں میرزا حیدر کے نام سے موسوم تھے پچیس سال اس بادشاہ کے عہد میں وکیل سلطنت رہے۔ سید موصوف بڑے جیّد عالم اور دینی و دنیاوی اعزاز کا مجموعہ تھے۔ سید صاحب خوشگو شاعر بھی تھے جن کے اشعار معروف و مشہور ہیں بادشاہ ان سے بیحد عقیدت کے ساتھ پیش آتا ہے اور سلطنت کے تمام اہم معاملات کو سید موصوف کے سپرد کرکے خود اپنے بھائیوں اور ندیموں کے ساتھ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس بادشاہ عالی جاہ کو اہل بیت کی محبت کا پورا صلہ ملگیا ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ جس زمانہ سے کہ ہندوستان میں اسلام رائج ہوا ہند کے کسی فرمانروا کو شاہان ایران سے قرابت کی عزت نہیں حاصل ہوئی لیکن اس زمانہ میں شاہ عباس والی ایران نے اپنے ایک فرزند کی زوجیت کے لیے قطب شاہ کی دختر کی خواستگاری کی ہے محمد قلی اس نسبت کو سعادت دارین خیال کرکے سامان عقد میں مصروف ہے تاکہ شہزادی کو شاہانہ روش کے مطابق ایران روانہ کرے۔

پانچواں فرقہ عماد الملک کے حالات میں جس نے برار میں حکومت کی

سلاطین دکن کے حالات کی تفتیش کرنے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فتح اللہ عماد الملک بیجانگر کے کسی غیر مسلم کا فرزند ہے یہ شخص بچپن میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوکر سپہ سالار ملک برار خان جہاں کے غلاموں کے گروہ میں داخل ہوگیا۔ شباب کے زمانہ میں آثار قابلیت اس کے چہرہ سے نمایاں تھے جس کی وجہ سے خان جہاں کے مقرب درباریوں میں شامل ہوا۔ خان جہاں کی وفات کے بعد سلاطین بہمنیہ کے گروہ غلاموں میں اپنا نام درج کرایا اور سلطان محمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں خواجہ گاوان کی مہربانی و نوازش سے عماد الملک کا خطاب حاصل کرکے سرلشکر برار مقرر ہوا۔ عماد الملک نے سنہ ۸۹۲ھ میں خود مختاری حاصل کرکے خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ اس کی وفات کے بعد عماد الملک کا بڑا فرزند علاؤ الدین اس کا قائم مقام ہوکر فرمانروائے برار کہلایا۔

علاء الدین عماد الملک کی حکومت کا بیان

یہ شخص بھی مثل اسمعیل عادل اور برہان نظام کے اس سلسلہ میں پہلا فرمانروا ہے جس نے شاہ کا خطاب اپنے لئے اختیار کیا۔ اور قلعہ گاویل کو اپنا دارالخلافت بنایا۔ سلطان محمود بہمنی امیر برید کے موکل کی قید سے بھاگ کر اس کے پاس پناہ گزین ہوا اور علاء الدین بادشاہ کے ہمراہ محمد آباد بیدر پر حملہ آور ہوا تاکہ امیر برید کو تباہ کرکے وارث سلطنت کو تخت حکومت پر بٹھائے۔ نظام شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ امیر برید کا ساتھ دے اور جیسا کہ قبل مذکور ہوا سلطان محمود بہمنی معرکہ جنگ میں امیر برید سے جا ملا اور عماد الملک بے نیل مرام گاویل واپس آیا۔

سنہ ۹۲۳ھ میں امیر برید نے قلعہ ماہور پر لشکر کشی کی اور خداوند خاں حبشی کو قتل کرکے قلعہ پر قابض ہوگیا عماد الملک نے خداوند خاں کے بیٹوں کی حمایت پر کمر باندھی اور خیل و حشم کے جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کا لحاظ کیا اور دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس دیکر انھیں عماد الملک کا مطیع بنایا۔ عماد الملک نے رفتہ رفتہ ان قلعوں پر قبضہ کرکے اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیا۔ حبشی کے فرزند برہان شاہ کے پاس گئے اور طالب دادرسی کی اس وجہ سے برہان نظام

اور عماد الملک کی دوستی دشمنی سے بدل گئی اور دونوں فریق کے درمیان خون ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں ان لڑائیوں میں عماد الملک کو ہر دفعہ شکست ہوئی اور فراری ہو کر اس نے قلعہ کاویل میں پناہ لی۔ اس درمیان میں عماد الملک نے اسمٰعیل عادل کی خواہر سے عقد کیا چونکہ اس زمانہ میں عادل شاہ راجہ بیجانگر کے محاربات میں مشغول تھا عماد الملک نے حصار ماہور اور راکر پر قبضہ کر لیا۔

سنہ ۹۳۳ھ میں عماد الملک نے میران محمد شاہ حاکم برہانپور کے ہمراہ نظام شاہ سے اپنا انتقام لینے کا ارادہ کیا اور جنگ و جدال کی طرف توجہ کی۔ ایک شدید معرکہ کے بعد نظام شاہ کو پھر فتح ہوئی اور برہان نظام دونوں فرمانرواؤں کے اسپ و فیل و توپخانہ پر قابض ہو گیا۔ عماد الملک اور حاکم برہانپور دونوں فراری ہوئے۔ عادل شاہ رائے بیجانگر کے فتنوں میں گرفتار تھا۔ اس لیئے یہ اشخاص سلطان بہادر گجراتی کے دامن میں پناہ گزین ہوئے سلطان بہادر اس فکر میں تھا کہ دکن کو فتح کرے وہ موقع پا کر ایک عظیم الشان فوج کے ہمراہ برہان پور کے راستہ سے برار آیا۔ اور عماد شاہ سلطان بہادر کے تیور دیکھ کر اپنے ارادہ سے شرمندہ ہوا لیکن چونکہ چارۂ کار نہ تھا اسکی اطاعت کی اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ عماد الملک نے حاکم برہانپور کی مدد سے جو کارروائی اس موقع پر کی وہ اپنی جگہ مذکور ہو چکی ہے۔ عماد شاہ نے دولت آباد سے برار کی راہ لی اور سلطان بہادر اپنے ملک کو واپس آیا۔ علاء الدین عماد شاہ نے بھی باپ کی طرح سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اسکا فرزند اکبر دریا عماد الملک بادشاہ ہوا۔

دریا عماد شاہ کی حکومت کا بیان

دریا عماد شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور اپنی دختر دولت شاہ کو حسین نظام شاہ کے عقد میں دیکر حکام دکن کے ساتھ دوستی اور مروت کا طریقہ اختیار کیا اس فرمانروا نے بلا کسی دغدغہ اور تکلیف کے حکومت کی اور آخر کار اس جہان سے سفر کیا۔ اس کی وفات کے بعد دریا عماد کا کمسن فرزند صاحب چتر و حکومت ہو کر فرمانروا کہلایا۔

برہان عماد شاہ ابن دریا عماد شاہ کی حکومت

تفال خاں دکنی جو خاندان بہمنی کا غلام تھا برہان عماد پر غالب آیا اور ابراہیم قطب شاہ اور برہان پور کے حکام

فاروقیہ کی امداد سے اس نے پوری طاقت شوکت حاصل کرکے برہان عماد کو قلعہ پرنالہ میں نظر بند کیا اور ملک میں خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔ تفال خاں بہادر اور صاحب بخشش حاکم تھا۔

عماد الملک پر تفال خاں کا غلبہ اور دولت عماد شاہی کا نظام شاہی خاندان میں منتقل ہونا۔

تفال خاں برہان عماد کا قدم درمیان سے اٹھاکر صاحب استقلال ہوا۔ اس نے مخالفت کو اس حد تک پہونچایا کہ مرتضیٰ نظام برار کے فتح کرنے کے لیے اس کے ملک میں داخل ہوا۔ تفال خاں لاچار ہوکر علی عادل شاہ سے طالب امداد اور مقصد میں کامیاب ہوا۔ نظام شاہ اس واقعہ سے خبردار ہوا۔ اور اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کی رائے کے موافق عماد شاہ کے ہمراہ برار سے واپس آیا لیکن ۹۸۰ھ کے آخر میں نظام شاہ نے برار کو فتح کرنے کا پھر ارادہ کیا اور عماد شاہ کی آزادی کو بہانہ بناکر تفال خاں پر حملہ آور ہوا۔ تفال خاں نے پریشان ہوکر ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی اور تلنگانہ کی فوج سے قوی دل ہوکر نظام شاہی لشکر کے سرگروہ چنگیز خاں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تفال خاں نے حریف سے شکست کھائی اور ایک مدت درازتک جنگلوں میں آوارہ پھرنے کے بعد آخر خود قلعۂ پرنالہ میں اور اس کا فرزند شمشیر الملک قلعۂ کاویل میں پناہ گزین ہوا۔ نظام شاہ نے حصار پرنالہ کا جو پہاڑ پر واقع اور جسکی تسخیر توپ منجنیق خاکریز سے محال ہے محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ کو ایک زمانہ گزر گیا اور نظام شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا نظام شاہی میر جملہ چنگیز خاں نے بادشاہ کو اس ارادہ سے روکا اور اپنی حسن تدبیر اور روپیہ اور اشرفی کی بوچھار سے اکثر اہل قلعہ کو جو حصار کی محافظت پر مقرر تھے اپنا رازدار بنایا۔ اہل قلعہ محاصرہ کی تکلیفوں سے بیحد تنگ آچکے تھے۔ راتوں کو اپنے کو برج و بارہ سے بذریعہ کمند نیچے گرانے اور چنگیز خاں کے پاس جمع ہونے لگے یہ اشخاص اس طرح بڑے منصبوں اور عمدہ جاگیروں کے مالک ہوگئے جو لوگ قلعہ میں مقیم تھے انھوں نے اپنے ہمراہیوں کا حال سنکر ہر ممکن طریقہ سے اپنے کو قلعہ سے باہر نکالا اور چنگیز خاں کے وسیلہ سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور مناصب پاکر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے لگے۔ قلعہ کے اندر باہر توپ انداز اور آتشبازوں میں بارہ آدمیوں سے زیادہ

ذریعے نظام شاہی فوج نے موقع پایا اور قلعہ کی دیوار کے سامنے مورچل کو لیجا کر بڑی
توپوں سے دیوار میں تھوڑا رخنہ پیدا کر دیا چونکہ بیشتر سپاہی قلعہ میں نہ تھے چنگیز خاں
کے خاصہ کے اٹھائیس سپاہی اور ایک نفیری قلعہ سے نیچے گئے اور زینہ لگا کر قلعہ
کے برج پر چڑھ گئے اور نفیر سے بیچ جو چنگیز خاں کا مخصوص باجہ تھا بجایا تفال خاں
سمجھا کہ چنگیز خاں خود قلعہ میں داخل ہو گیا اور پریشان و بدحواس ہو کر قلعہ کے
عقب کا دروازہ کھول کر اپنے ایک مخصوص گروہ کے ساتھ سنہ ۹۸۲ھ میں کوہ و
جنگل کی راہ لی۔ مرتضیٰ نظام قلعہ میں داخل ہوا اور خزانہ اور عمدہ بیش قیمت
مال و اسباب پر اس نے قبضہ کر لیا اور بقیہ سامان کو شاہی حکم سے لشکر سے
تاراج کیا۔ سید حسن استرآبادی تفال خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا اور تیسرے
روز اسے گرفتار کر کے فتح پور سے نظام شاہ کے پاس لے آیا اس دوران
میں کاویل کا قلعہ بھی امان دینے کے بعد فتح ہوا اور تفال خاں کا شمشیر الملک
بھی گرفتار ہوا نظام شاہ نے تفال خاں شمشیر الملک اور برہان الملک کو
مع اسکی اولاد کے جو اس قلعہ میں قید تھے اپنی مملکت کے ایک حصار میں
روانہ کرایا ان تمام قیدیوں نے ایک ہی شب کو دنیا سے رحلت کی۔

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ حصار کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے
موافق قیدیوں کا گلا گھونٹ دیا اور بعضوں کی رائے ہے کہ پاسبان ان قیدیوں کو
رات کے وقت ایک تنگ کوٹھڑی میں بند کر کے دروازہ کو مقفل کر دیتے تھے
تاکہ یہ لوگ پریشان ہو کر محافظوں کو روپیہ دیکر اپنا بہی خواہ بنالیں قیدی نان شبینہ
کو محتاج تھے اور پاسبانوں کی خواہش کے مطابق عمل نہ کر سکتے تھے پاسبان
ان پر سختی کا روز بروز اضافہ کرنے لگے چونکہ ہوا میں گرمی زیادہ تھی ایک رات
چھوٹے اور بڑے تمام قیدی جو چالیس تھے حجرہ میں بند کر دیے گئے گرمی
اور ہوا کی قلت کی وجہ سے ان کا دم گھٹ گیا اور سب کے سب نذر اجل
ہوئے صبح کو پاسبانوں نے حجرہ کا دروازہ کھولا اور قیدیوں کو مردہ پایا۔
غرض کہ اس سال عماد شاہی اور تفال خانی حکومتوں کا خاتمہ ہوا اور دونوں
خاندان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہا۔

چھٹا روضہ بریدشاہیہ کے حالات میں جو بیدر میں حکمراں رہے

تاریخ ہند کی تالیف کے وقت تک اس خاندان کے سات فرمانروا یکے بعد دیگرے حکمرانی کر چکے ہیں اور بیدر میں ان کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو چکا ہے انھیں باقی خاندان جو بلدۂ بیدر کا حکمراں تھا قاسم برید کے نام سے مشہور ہے۔

قاسم برید کی حکومت کا بیان

قاسم برید ترک گرجی غلاموں میں داخل تھا خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ ولایت سے دکن وارد ہوا۔ خواجہ شہاب الدین نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے ہاتھ فروخت کیا۔ قاسم برید صاحب بہت بہادر تھا خوشخطی کے علاوہ اکثر ساز بھی بجاتا تھا۔ اس بادشاہ کے عہد میں گروہ امراء میں شامل ہوا اور ولایت پاٹھری اور جالنہ کے درمیانی حصۂ ملک کی آبادی کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے مامور ہوا۔ یہ باغی قوم کے مرہٹے اور بڑے سرکش تھے۔ اس مہم میں قاسم کو فتح ہوئی جس نے اسکی شہرت اور نام و نمود کو دوبالا کر دیا مرہٹوں کا سردار ساباجی اس معرکہ میں کام آیا اور قاسم برید نے اس کی دختر کا نکاح اپنے فرزند امیر برید کے ساتھ کر دیا۔ قاسم برید کو بادشاہ نے ساباجی کے تمام مقبوضات کا جاگیردار بنایا اور اسکی بیٹی کے تمام عزیز و اقارب جو تقریباً چار سو تھے قاسم برید کے ملازم ہوئے جن میں سے اکثر رفتہ رفتہ مسلمان ہو گئے قاسم برید نے اس گروہ کی اعانت سے سلطان محمود بہمنی کے عہد میں پورا استقلال حاصل کر لیا اور دوسرے امیروں کی طرح قاسم برید کو بھی خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی آخر کار عادل شاہ نظام شاہ اور عماد شاہ کی رائے کے موافق قاسم برید نے اوسہ قندھار اور اودگیر کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور اصل دارالسلطنت محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔ قاسم برید نے بارہ برس حکمرانی کی اور سلطان محمود کی حیات میں فوت ہوا۔ قاسم برید نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی اور اس کا فرزند اکبر امیر برید باپ کا قائم مقام ہوا۔

امیر علی برید کی حکومت کا ذکر

امیر علی برید اپنے باپ کا جانشین اس کا قائم مقام ہوا اس کے عہد میں سلطان محمود نے وفات پائی اور سلطان کلیم اللہ خاندانِ بہمنی کا آخری فرمانروا احمد نگر میں پناہ گزین ہوا۔

امیر برید کے عہد میں بیدر پر اسمٰعیل عادل نے قبضہ کر لیا لیکن آخر میں یہ شہر پھر برید کے زیر حکومت آگیا۔ جس زمانہ میں کہ سلطان بہادر عماد الملک اور محمد شاہ حاکم برہان پور کی استدعا کے موافق مملکت دکن میں داخل ہوا امیر برید اسمٰعیل عادل کے حکم سے اپنی جمعیت کے ساتھ بیجاپور وارد ہوا عادل شاہ نے چار ہزار سوار تاجپوش جو تمام ترغیب تھے امیر برید کے ماتحت کئے اور برید کو نظام شاہ کی مدد کے لئے روانہ کیا امیر برید نے اس معرکہ میں جیسا کہ اپنی جگہ شرح و بسط سے مذکور ہے رستم اور اسفندیار کے کارناموں کو زندہ کیا۔ اور اس کے بعد عرصہ تک مسند حکومت پر متمکن رہا۔ آخر عہد میں ایک مرتبہ برہان نظام شاہ کی مدد کے لئے احمد نگر گیا اور حوالئی دولت آباد میں فوت ہوا۔

امیر برید کا بھائی اسکا جنازہ احمد آباد بیدر میں لایا اور قاسم برید کے مقبرہ میں دفن کیا۔ امیر برید نے چالیس سال حکمرانی کی امیر برید کی یہ حکایت دکن میں بہت مشہور ہے کہ ایام سرما میں ایک رات باغ کمتانہ میں مے خواری میں مشغول تھا۔ کہ چراگاہ میں گیدڑوں کا ایک گروہ آیا اور اپنی فطرت کے مطابق شور و غوغا کرنے لگا امیر برید نے پوچھا کہ یہ گیدڑ کیوں شور مچاتے ہیں ایک درباری نے عرض کیا کہ جاڑے کی شدت کی بادشاہ سے فریاد کرتے ہیں۔ صبح کو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کرا کے باغ اور جنگل میں ڈال دیے جائیں تاکہ گیدڑ رات کو ان کے نیچے آرام کریں اور سرما کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔

علی برید شاہ کی حکومت کا تذکرہ

یہ شخص خاندان برید شاہیہ کا پہلا فرمانروا ہے جس نے اپنے لئے بادشاہ کا خطاب اختیار کیا۔ شاہ طاہر اس کی تہنیت جلوس میں احمد آباد بیدر گئے اور برید شاہ کی بدسلوکی سے بیحد ملول واپس ہوئے۔

برہان شاہ اس واقعہ سے برید شاہ سے رنجیدہ ہوا اور اس پر حملہ کر دیا برید شاہ نے کمال پریشانی میں قلعہ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کر کے اسے مدد کے لئے طلب کیا لیکن اس کارروائی سے کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اس یورش میں اوسہ اودگیر اور قندھار پر اپنا قبضہ کر لیا اور برید شاہ کے پاس

صرف اس قدر ملک باقی رہا کہ اس کا سالانہ محصول چار لاکھ طلائی ہون کے برابر تھا مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی التماس کے موافق اپنے عہد میں پھر اس طرف توجہ کی اور ۹۸۰ھ میں بیدر پر حملہ آور ہو کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر سختیاں کرنے لگا۔ برید شاہ نے عادل شاہ سے مدد طلب کی علی عادل نے جواب دیا کہ فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہاری سرکار میں ہیں انھیں میرے پاس روانہ کرو تو میں تمہاری مدد کرونگا برید شاہ نے چارہ کار نہ دیکھا اور عادل شاہ کی شرط قبول کی علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لئے روانہ کئے مرتضیٰ نظام نے یہ خبر سنی اور چونکہ برہان پور کا فتنہ بھی احمد نگر میں برپا ہوا نظام شاہ نے میرزا یادگار کو تلنگانہ کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر روانہ ہو گیا۔

۹۸۰ھ میں برید شاہ نے اپنا وعدہ وفا کیا اور دونوں خواجہ سراؤں کو علی عادل کے پاس روانہ کر دیا۔ ان خواجہ سراؤں نے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کو مد نظر رکھ کر علی عادل کو قتل کیا۔

برید شاہ نے بھی اسی زمانہ میں ۲۵ سال حکومت کرنے کے بعد رحلت کی اور اس کا فرزند اکبر ابراہیم برید باپ کا قائم مقام ہوا۔ ابراہیم نے سات سال حکومت کی اور اسکی وفات کے بعد قاسم برید حکمراں ہوا قاسم نے تین سال حکومت کرنے کے بعد دنیا کو خیر باد کہا اور اسکا چار سالہ فرزند باپ کا جانشین ہوا۔ اسی دوران میں امیر برید نام ایک شخص نے جو فرمانروا کا ہم خاندان تھا حاکم پر خروج کر کے بادشاہ کو ۱۰۰۱ھ میں شہر بدر کر دیا فرمانروا نے محمد قلی قطب شاہ کے پائے تخت بھاگ نگر میں پناہ لی تالیف کتاب کے وقت تک جو ۱۰۱۸ھ کا زمانہ ہے یہی شخص بیدر کا فرمانروا ہے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرمانرواؤں کے حالات کسی معتبر کتاب میں مرقوم نہیں ہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں لکھا ہے وہ محض سماعت پر مبنی ہے پرانہ سال بزرگوں سے جو ان سلاطین کے ہم عصر یا ان کے قریب العہد تھے جو واقعات معلوم کئے انھیں درج کتاب کر دیا۔ اگر ناظرین کو ان فرمانرواؤں کے سال جلوس روز وفات کے سنین معلوم ہوں

اور واقعات کا دوسری نوعیت پر انکشاف ہو تو ان خاندانوں کے مندرجہ واقعات کی اصلاح فرماکر مولف کتاب کو اسکی حیات اور مماات دونوں زمانوں میں اپنے کرم و مہربانی سے ممنون فرمائیں۔

چوتھا مقالہ سلاطین گجرات کے بیان میں

تاریخ مبارک شاہی وغیرہ کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے فرحت الملک جس کو مفرح بھی کہتے ہیں گجرات کا سپہ سالار مقرر کرکے اس ملک کا صاحب اختیار حاکم بنایا۔ سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمد شاہ نے بھی اس تقرر کو بحال رکھا۔ فرحت الملک چونکہ مخالفت کا ارادہ رکھتا تھا اس نواح کے غیر مسلموں اور زمینداروں سے عمدہ سلوک کرتا اور ان کے خوش کرنے کے لئے مخالف اسلام رسوم کو رواج دیتا تھا۔ فرحت الملک کے اس طریقہ سے گجرات کے علماء و فضلا بیحد ناراض ہوئے اور ۷۹۳ھ میں انہوں نے ایک عریضہ سلطان محمد شاہ کے حضور میں اس مضمون کا روانہ کیا کہ فرحت الملک حیوانی خواہشات و نفسانی اغراض کا بندہ ہو رہا ہے اور غیر مسلموں اور ان کے دین و عقائد کا اسقدر حامی ہے کہ سومنات کا مندر تمام اصنام پرستوں کا ملجا اور ماویٰ بن گیا ہے اسلامی رسوم اور احکام کی پابندی روز بروز کم ہوتی جاتی ہے ہر مقام پر منبر بے امام اور مسجد بے نمازیوں کے نظر آتی ہے اس پر آشوب زمانہ میں اگر اسلام کی تقویت اور احکام شرعی کے رواج کے لیے کافی انتظام فرمایا جائے تو بہتر ہے ورنہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر بیحد رنجیدہ ہوا اور شریعت اسلام کی بقا اور احکام دین کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بہت غور کے بعد محمد شاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک نامی امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہ الملک کو دی۔ اور تیسری ربیع الثانی ۷۹۳ھ کو اعظم ہمایوں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور اس کی عزت اور توقیر دوبالا کرنے کے لئے چتر سفید و بارگاہ سرخ جو بادشاہوں کے لئے مخصوص تھیں اسے عطا کیں۔

اعظم ہمایوں اسی روز بادشاہ سے اجازت لیکر شہر کے باہر نکلا اور حوض خاص کے کنارہ مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے

روز سلطان محمد شاہ خود اعظم ہمایوں کی مشایعت کے لئے گیا اور اسے عمدہ نصایح کرنے کے بعد دوبارہ خلعت خاص عطا کر کے گجرات روانہ ہونے کی اجازت دی

سلطان مظفر گجراتی کی حکومت اور ظفر خاں المشہور بہ مظفر شاہ کی پیدائش کا حال

مظفر شاہ ۲۵ محرم ۷۴۳ھ کو یکشنبہ کے دن دہلی میں پیدا ہوا اور اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شرابدار تھا اس عہدہ سے ترقی کرتا ہوا گروہ امرا میں داخل ہوا اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے زمانۂ حکومت میں فرمانرواؤں کا معتمد علیہ رہا۔

ظفر خاں سلطان محمد شاہ کے عہد میں حسن سلوک، پرہیزگاری اور پابندی شریعت میں سربرآوردہ ہو کر امین و دیانت دار مشہور رہا۔ علمائے گجرات کا عریضہ محمد شاہ کے حضور میں پیش ہوا اور بادشاہ نے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ظفر خاں کو گجرات کا صوبیدار مقرر کیا۔ وزرا نے فرمان تقرر لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی سلطان محمد شاہ نے اپنے قلم سے فرمان میں یہ القاب تحریر کیے۔ برادرم مجلس عالی خاں معظم عادل باذل مجاہد سعید الملتہ والدین ظہیر الاسلام والمسلمین عضد السلطنت عین المملکت قامع الکفرۃ والکین قاطع الفجرۃ والمتمردین قطب سماء المعالی نجم فلک الاعالی صفدر روز وغا تہمتن قلعہ کشا وکشور گیر و آصف تمیز ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیامن والسعادات صاحب الرائی والکفایات ناشر العدل والاحسان دستور صاحبقران الغ قتلق اعظم ہمایوں ظفر خاں۔

غرض کہ ظفر خاں منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا گجرات روانہ ہوا۔ راہ میں اسے معلوم ہوا کہ تاتار خاں بن ظفر خاں کے محل میں جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہوا تھا فرزند پیدا ہوا ہے ظفر خاں اس خبر کو فال نیک سمجھا اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا ظفر خاں نے امیروں اور اہل لشکر کو خلعت عطا کیا۔ یہ امیر ناگور پہنچا کنبایت کے باشندے نظام مفرح کے مظالم سے تنگ آ کر ظفر خاں کے پاس دادخواہی کے لئے حاضر ہوئے۔ ظفر خاں نے اس گروہ کو دلاسا دیا اور ایک خط ملک نظام مفرح کو اس مضمون کا لکھا کہ سلطان محمد شاہ کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ تم نے چند سال کا سلطانی محصول اپنے مصارف کے

نذر کر دیا ہے اور ایک دینار بھی خزانۂ شاہی میں داخل نہیں کیا اس کے علاوہ رعایا اور ساکنان ملک پر ظلم و ستم کر رہے ہو اور بندگان خدا بارہا بادشاہ سے فریاد رسی کی درخواست کر چکے ہیں۔ اب اس ملک کا انتظام اور یہاں کی حکومت میرے سپرد ہوئی ہے مناسب یہ ہے کہ خالصہ کا محصول جسقدر تمہارے پاس موجود ہے اسے جلد سے جلد دہلی روانہ کر دو اور مظلوموں کی داد خواہی کر کے خود بھی دارالملک کو روانہ ہو جاؤ۔

نظام مفرح نے جواب میں لکھا کہ تم جہاں پہنچ گئے ہو وہاں سے قدم بڑھانے کی تکلیف گوارا نہ کرو میں دہلی آکر تم کو حساب سمجھا دونگا بشرطیکہ تم مجھے شاہی موکلوں کے سپرد کر دو۔ اس جواب سے ظفر خاں کو نظام مفرح کی بغاوت اور سرکشی کا یقین ہو گیا اور وہ باساول کو جو آجکل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے چلا گیا نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس نواح کے غیر مسلموں سے اتحاد پیدا کر کے دس یا بارہ ہزار کی جمعیت بہم پہونچالی تھی اور آمادہ بہ پیکار تھا ظفر خاں نے پیشتر ایک قاصد نظام مفرح کو نہروالہ میں جو آجکل پٹن کہلاتا ہے روانہ کیا اور بہ طریق نصیحت اسے پیغام دیا کہ اپنی حالت پر مغرور ہو کر مالک سے دور نہ ہو اور غیر مسلموں اور گجراتیوں کے بل پر جو بہادران روزگار کے مقابلہ میں میدان جنگ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے ناز کر کے فریب میں مت آؤ اور دو صورتوں میں سے ایک صورت اختیار کرو یا تو دہلی جاؤ اور بادشاہ کے حضور میں زندگی بسر کرو اور یا میرے پاس آکر گروہ امرا میں عزت حاصل کرو اس کے علاوہ دوسرا خیال دل میں نہ لاؤ جو دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہو۔ نظام الملک کا زمانہ اقبال ختم ہو چکا تھا اور وہ اپنے دل میں خود مختاری حاصل کرنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا اس بنا پر قاصد کے ساتھ سختی سے پیش آیا اور جواب میں نازیبا باتیں زبان پر لایا۔

ظفر خاں بھی مجبور ہوا اور اس نے اپنا لشکر درست کیا ۷۹۴ھ میں چار ہزار تجربہ کار اور بہادر سپاہیوں کے ایک جرار لشکر کے ساتھ رعد و برق کی طرح نہروالہ روانہ ہوا نظام مفرح نے یہ خبر سنی اور دس یا بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نہروالہ سے آگے بڑھا موضع کانتھو میں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے۔

ظفر خاں سے مقابلہ ہوا۔ شدید معرکہ آرائی کے بعد ظفر خاں کو فتح ہوئی اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے نہر والہ کی طرف فراری ہوا۔ ظفر خاں اپنی فاتح فوج کے ہمراہ بڑی عظمت و شان کے ساتھ نہر والہ پہونچا اور اپنے عدل و انصاف سے شہر کو معمور و آباد اور رعایا کو خوش حال بنایا۔

۷۹۵ھ میں ظفر خاں نے کنپایت کا سفر کیا۔ یہ شہر مسافروں اور تاجروں کا قیام گاہ تھا ظفر خاں نے یہاں کی رعایا کی خبر گیری کی اور حکام اور قاضی مقرر کر کے بساول واپس آیا۔

۷۹۶ھ ہجری میں معلوم ہوا کہ غیر مسلم بدطینت راجہ جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع اور فرمانبردار تھا اس زمانہ میں سرکشی کر رہا ہے۔ راجہ چونکہ غیر مسلم ہے اس لئے کمزور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہا ہے ظفر خاں نے اس کی تنبیہ کے لئے ایک جرار لشکر کے ساتھ اس نواح کا رخ کیا اور راجہ کے ملک میں پہونچکر قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا۔ طرفین میں چند خونریز لڑائیاں ہوئیں اور ہر مرتبہ اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو اور زیادہ تنگ و پریشان کیا اور ایدر کے اطراف تمام حصہ ملک پر قبضہ کر کے قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا اس ہنگامہ دار و گیر میں بتخانے منہدم کر دیئے گئے اور غیر مسلموں کے فرزند اور انکی لڑکیاں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں۔ اسی دوران میں قلعہ میں ایسا قحط نمودار ہوا کہ گھٹتے بلیوں سے اور انسان ہر دو جانوروں سے شکم سیر ہونے لگے ان واقعات کی بناء پر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی سرکشی پر بیحد شرمندہ ہوا اور سوا اطاعت اور فرمانبرداری کے اسے چارہ کار نظر نہ آیا راجہ نے اپنے فرزند اکبر کو مقرب درباریوں کے ہمراہ بیش قیمت تحفوں کے ہمراہ قلعہ سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس روانہ کر کے بیحد عاجزی کے ساتھ پیغام دیا کہ اگر چند روز مجھ سے خلاف مرضی امور صادر ہو گئے اور کلید حصار کے روانہ کرنے میں میں نے سستی سے کام لیا تو اسکی وجہ محض اپنے ناموس و دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے اعزہ و اقربا کے سامنے شرمندہ نہ ہوں اب خدمت عالی میں حاضر ہوا ہوں اگر میرے

قصور پر نظر ہو تو لایق سزا ہوں اور اگر اپنے کرم پر نظر فرمائیے تو میرے جرم قابل عفو ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اب بھی اطاعت و فرمانبرداری سے باہر نہ ہوں گا۔

ظفر خاں نے مصلحت اس میں دیکھی کہ راجہ کی خطا معاف کرے چنانچہ راجہ کے تمام پیش کردہ تحفہ قبول کئے اور قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوا۔ ظفر خاں کا ارادہ تھا کہ سومنات پر حملہ آور ہو لیکن اسے معلوم ہوا کہ ملک راجا المخاطب بہ عادل خاں نے جو سلاطین فاروقیہ برہان پور کا جد اعلیٰ ہے استقلال تمام بہم پہونچایا ہے اور اپنی جاگیر کے حدود کے باہر تھالینر نام قلعہ کو سر کرکے تمام ملک خاندیس پر قبضہ کرلیا ہے۔ ملک عادل نے صرف اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کا ارادہ ہے کہ گجرات کے بعض پرگنے یعنی سلطان پور و ندربار وغیرہ کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں داخل کرے۔

ظفر خاں اس فتنہ کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور عادل خاں کی جانب روانہ ہوا۔ ملک راجہ عقلمند و صاحب فہم و فراست تھا وہ اپنے کو ظفر خاں کا مرد مقابل نہ سمجھا اور قلعہ میں پناہ گزین ہوگیا۔

ملک راجہ نے علما اور فضلا کے ایک گروہ کو واسطہ بنایا اور ظفر خاں کے ساتھ اتحاد و موافقت کرنا اپنے لئے مناسب خیال کیا۔ ملک راجہ علما کو ظفر خاں کے پاس روانہ کرکے صلح کا طلبگار ہوا۔ ظفر خاں خود صاحب علم و فضل تھا اور نیز گجرات پر حکومت کرنیکا بھی خواہاں تھا اس لئے ان علما کی بیحد عزت و وقعت کی اور جو شرائط صلح کہ اس زمانہ میں رائج تھے اس پر آپس میں اتحاد کا عہدنامہ تحریر کیا گیا۔ طرفین سے تحفے اور تحائف ایک دوسرے کو پیش کئے گئے اور ظفر خاں اساول واپس آیا اور گجراتیوں اور اہل برہان پور کے درمیان ابواب دوستی کشادہ ہوگئے۔

چونکہ ملک راجہ فاروقی النسل ہونے کا مدعی تھا ظفر خاں کتابت و مراسلت میں ملک راجہ سے نیازمندانہ پیش آتا اور معززانہ القاب سے اسے یاد کرتا تھا ۸۰۰ھ ہجری میں ظفر خاں نے جھرند کے نواح پر جو غربی پٹن میں واقع ہے لشکر کشی

کی اور ایک عرصہ تک اس نواح کے غیر مسلموں کے تباہ کرنے میں جو بے حد سرکش و شوریدہ پشت تھے مشغول رہا اس یورش میں لاتعداد خوبرو قیدیوں کے علاوہ بے شمار مال و دولت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

رائے جہرند نے عاجز ہو کر امان کی درخواست کی اور بیش قیمت تحفے اور ہدیے پیش کئے ظفر خاں نے جہرند سے دست بردار ہو کر سومنات پر لشکر کشی کی اور بت پرستوں کو عاجز کرنے اور اصنام کو منہدم کرنے میں پوری کوشش کی۔ ظفر خاں نے سومنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی اور شرعی عہدہ داروں کا تقرر کر کے تھانے مقرر کئے اور پٹن واپس آیا۔ ۷۹۸ھ ہجری میں اخبار نویسوں نے اطلاع دی کہ منڈل گور کے راجپوت مسلمانوں پر غالب آ گئے ہیں اور اس نواح کی اسلامی آبادی ان کے ظلم و ستم سے بیحد پریشان ہے اور اکثر ان میں سے جلاوطن ہو گئے ہیں فرقہ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مالگزاری ادا کرنے سے منحرف ہو گئے ہیں۔

ظفر خاں باد صرصر کے مانند روانہ ہوا اور جلد سے جلد اس نواح میں پہونچ گیا۔ مسلمانوں کے پہونچنے کے بعد راجہ قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خاں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا مسلمان منجنیق نصب کر کے روزانہ راجپوتوں کے ایک گروہ کو سنگسار کرتے تھے لیکن قلعہ کا استحکام ایسا نہ تھا کہ منجنیق سے کار براری ہو جائے ظفر خاں نے حکم دیا کہ چاروں طرف ساباط تیار کی جائے اس سے بھی مطالب حاصل نہ ہوا اور ظفر خاں محاصرہ کی طوالت سے بیحد رنجیدہ اور مغموم تھا کہ تائید غیبی نے اپنا کام کیا اور قلعہ میں طاعون پھیلا جس سے گروہ کثیر نذر اجل ہوا اس بے درنگا نے اہل قلعہ کو پریشان و بدحواس دیکھ کر اپنے مقرب درباریوں کے ایک گروہ کی گردن میں تیغ و کفن آویزاں کیا اور ظفر خاں کے پاس انھیں روانہ کیا۔ عورتیں اور لڑکے سر برہنہ و نالاں حصار کے اوپر آ گئے اور وہیں سے عجز و زاری کے ساتھ طالب امان ہوئے۔

ظفر خاں اس واقعہ کو تائید آسمانی سمجھا اور فوراً انکی درخواست قبول کر لی اور پیشکش وصول کر کے حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ

کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے غیر مسلموں پر فتح پانے کی مدد طلب کی۔
ظفرخاں کا مصمم ارادہ یہ تھا کہ غیر مسلموں سے معرکہ آرائی جاری رکھے یہ امیر اجمیر سے جلوارہ اور بلوارہ کی جانب روانہ ہوا ان شہروں میں بھی ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا کامل رواج تھا ظفرخاں نے اہالیان شہر کو قتل و غارت اور ان کے کنیسے اور بتخانوں کو منہدم کر دیا اور اس نواح کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد درباریوں کے سپرد کیئے ظفرخاں نے تین سال اس سفر میں بسر کیئے اور اس کے بعد پٹن واپس آیا۔ تاریخ الفی کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر سے واپس ہو کر ظفرخاں نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے کو مظفر شاہ کے نام سے مشہور کیا۔
۷۹۹ھ ہجری میں تاتارخاں ولد مظفر شاہ نے جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے عہد میں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مفصل مرقوم ہو چکا ہے سارنگ خاں نے معرکہ آرائی کی اور اسے ملتان کی جانب بھگا دیا۔ تاتارخاں کے شور سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کرنیکا مدعی ہے ملو اقبال جو محمود شاہ کا مطلق العنان وکیل تھا اس کے دفعیہ پر متوجہ ہوا اور اس نے پانی پت کا رخ کیا۔
تاتارخاں نے ملو اقبال سے مقابلہ کرنے میں صلاح نہ دیکھی اور جریدہ دوسرے راستہ سے دہلی پہونچا۔ تاتارخاں کا ارادہ تھا کہ شہر کا محاصرہ کرے لیکن اقبال خاں نے پانی پت پر قبضہ کر کے بیحد شان و شوکت کے ساتھ دہلی کا رخ کیا تاتارخاں نے بھی اس وقت اس کا مقابلہ نہ کیا اور ۸۰۰ھ ہجری میں گجرات کی راہ لی اور اپنے باپ مظفر شاہ کے پاس پہونچ گیا۔
تاتارخاں نے مظفر شاہ کو بھی دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی اور مظفر شاہ نے اس امر کو قبول کر کے، فوج و لشکر جمع کرنا شروع کیا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ میرزا پیر محمد نبیرہ صاحب قران امیر تیمور ہندوستان کی سرحدیں داخل ہو چکا ہے اور اس نے ملتان پر قبضہ کر لیا ہے مظفر شاہ نے اپنی فہم و فراست سے سمجھ لیا کہ میرزا پیر محمد کا ہندوستان آنا صاحب قران کی آمد کا مقدمہ ہے اور اس

نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

۸۰۰ھ ہجری میں مظفر شاہ نے اپنے فرزند کے ہمراہ قلعۂ ایدر پر دھاوا کیا اور قتل و غارتگری سے پورا کام لے کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچانے لگا ایدر کا راجہ مسمی رنمل بیحد عاجزی سے پیش آیا اور اس نے قاصد بھیجکر پیشکش ادا کرنیکا وعدہ کیا چونکہ دہلی کا شہر پر آشوب ہو رہا تھا مظفر شاہ نے بھی پیش کش پر اکتفا کیا۔ اور ماہ رمضان ۸۰۱ھ ہجری میں پٹن واپس آیا۔

اسی دوران میں ایک گروہ کثیر صاحبقران کے دارو گیر سے پریشان و آوارہ وطن ہو کر پٹن وارد ہوا مظفر شاہ نے ان کی خبر گیری کو اہم مصلحت سمجھ کر ہر شخص پر اس کے مرتبہ کے موافق نوازش کی ان کی پناہ گیروں کے ورود کے بعد سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ بن سلطان فیروز شاہ بھی صاحب قرآن کے مقابلہ سے فراری ہو کر گجرات وارد ہوا۔ مظفر شاہ نے سلطان کے ورود کو اپنے مصالح کے خلاف خیال کیا اور اس سے اس بری طرح پیش آیا کہ سلطان محمود تنگ و دل شکستہ ہو کر گجرات سے مالوہ چلا گیا۔

۸۰۳ھ میں مظفر شاہ نے قلعہ ایدر پر دوبارہ حملہ کیا رنمل رائے نے فراہی اپنی خیریت دیکھی اور اسی شب قلعہ خالی کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔ صبح کو مظفر شاہ نعرۂ تکبیر لگاتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ اور اس فتح کے شکرانہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ مظفر شاہ نے حصار اپنے ایک صاحب اعتبار افسر کے سپرد کیا اور خود پٹن واپس آیا۔

۸۰۴ھ ہجری میں مظفر شاہ کو معلوم ہوا کہ سومنات کی غیر مسلم آبادی نے فساد برپا کر کے مسلمانوں کے تھانے تباہ کر دیئے ہیں اور مثل سابق کے اپنے عقاید کے موافق بتخانہ میں پرستش شروع کر دی ہے مظفر شاہ نے ایک عظیم الشان لشکر اس جانب روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی عقب میں روانہ ہوا جس روز کہ رائے سومنات اور اس نواح کے ہندوؤں نے ہجوم کر کے دریا کی راہ سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا اور میدان میں صف آرا ہوئے تھے اسی دن مظفر شاہ بھی حریف

کے سر پر پہونچ گیا اور خون کی ندیاں بہادیں ہندوؤں میں مقابلہ کی طاقت نہ رہی اور راجہ کے ہمراہ قلعہ ویب میں پناہ گزین ہوگئے۔ مظفر شاہ نے قلعہ کو گھیر لیا مسلمانوں کے تکبیر و درود کی آواز دمامہ کی گرج و کرنا کے شور نے قلعہ کی بنیاد ہلادی اور ایک ہی دن میں قلعہ سر ہوگیا مظفر شاہ نے جوانوں کو تہ تیغ کیا اور راجہ اور اس کے بقیہ امیروں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پائمال کرایا ان کے زن و فرزند مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور ہندوؤں کا سارا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سلطان مظفر شاہ نے خدا کا شکر ادا کیا اور بت خانہ کو ڈھا کر اس کے بجائے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی اور اس نواح کا انتظام اپنے ایک ناجی امیر کے سپرد کر کے خود بیشمار مال غنیمت ساتھ لے کر پٹن واپس آیا۔

ایدر کی فتح نے مظفر شاہ کے استقلال میں ہزار گونہ اضافہ کر دیا اور اب اسے خیال آیا کہ دہلی پر لشکر کشی کر کے دار الحکومت کو بھی سر کرے مظفر شاہ نے اپنے فرزند تاتار خاں کو غیاث الدولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔ تاتار خاں نے اساول سے کوچ کیا اور قصبہ سنور پہونچکر علیل ہوا چونکہ اس کا پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا علاج نے کچھ فائدہ نہ کیا اور تاتار خاں نے وفات پائی مظفر شاہ نے حملہ کا ارادہ ترک کیا اور اساول واپس آیا۔

تاتار خاں کے واقعۂ موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اسی سال اپنے باپ پر خروج کیا اور مظفر شاہ کو جو اب بوڑھا اور کمزور ہو گیا تھا اساول کے قلعہ میں قید کر دیا۔ تاتار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور اپنے کو سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے گجرات میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اور دہلی سر کرنے کے لئے آگے بڑھا سلطان مظفر شاہ نے اپنے ایک معتمد امیر کو اپنے بھائی کے پاس روانہ کیا اور فرزند کے ظلم سے فریادی ہو کر اس سے مدد طلب کی اور اپنی رہائی اور محمد شاہ کی ہلاکت میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا شمس خاں نے جواب دیا کہ محمد شاہ تمہارا خلف رشید ہے اور تمہارے بیٹے کا رتبہ رکھتا ہے اگر میں اس کے ہلاک کرنے میں کوشش کروں اور مقصد میں کامیاب ہو جاؤں

تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اس حرکت سے پشیمان ہو کر مجھے نشانہ ملامت بناؤ مناسب یہ ہے کہ اس معاملہ میں پوری احتیاط سے کام لو اور غور و فکر کے بعد اس کا جواب ادا کرو۔ مظفر شاہ نے جواب دیا کہ تمہارے اس خیال کی کوئی حقیقت نہیں ہے جب ایسا فرزند باپ کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرے تو وہ عاق ہو جاتا ہے اور فطری مہر و محبت پدری و فرزندی کے تمام تعلقات قطع ہو جاتے ہیں اس لحاظ سے تمہیں چاہیئے کہ میرے بڑھاپے پر رحم کرو اور اس عاق کردہ فرزند کو پوری سزا دو اور میری طرف سے کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ میرا حال ایسا تباہ ہو گیا ہے کہ اگر فریاد کروں تو شام ہونے سے پہلے شب موت کا منہ دیکھ لونگا شمس خاں مجبور ہوا اور اس نے بھائی کے حال زار پر رحم کھا کر سلطان محمد شاہ کو قصبہ سور کہہ میں جو دہلی کے سر راہ واقع ہے زہر دیکر ہلاک کیا اور جلد سے جلد اپنے بھائی کو محفل شاہی میں لا کر تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ جو خیل و حشم کہ خود مظفر شاہ کا پروردہ اور محمد شاہ کے اعمال ناشائستہ سے اس سے آزردہ تھا اس نے اپنے قدیم مالک کی رفاقت کر کے گویا دوبارہ زندگی پائی محمد شاہ کے قدیم ملازم جنہوں نے محمد شاہ کو اس حرکت ناشائستہ سے روکا تھا اپنے مال کار میں بیحد پریشان اور اپنی طرف سے بہت خوف زدہ تھے مظفر شاہ نے رحم و شفقت کی نگاہ کی اور ان اشخاص کا قصور معاف کر دیا اور اس گروہ کو احمد شاہ کے ملازمین کی فہرست میں شامل کر لیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں حاکم مالوہ فوت ہوا اور ہوشنگ شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہوئی کہ ہوشنگ نے دنیاوی طمع میں گرفتار ہو کر اپنے باپ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کر دیا ہے۔ مظفر شاہ اس خبر کو سن کر ۸۱۰ھ میں بیحد ساز و سامان کے ساتھ حسن آباد اور دھار روانہ ہوا۔ ہوشنگ شاہ چونکہ بے باک نوجوان تھا اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اہل گجرات سے مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ بہ پیکار ہوا لیکن شکست کھا کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور شہر کی حکومت اپنے برادر نصرت خاں کے سپرد کر کے خود اساول واپس آیا۔

مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے فرزند زادہ احمد شاہ کے سپرد کیا اور اسے

حکم دیا کہ حریف کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دے احمد شاہ نے مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ایک عریضہ ہوشنگ کے قلم سے لکھا ہوا مظفر شاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس خط میں ہوشنگ نے بیحد عاجزی اور ندامت کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی طلب کر کے اپنی رہائی کی درخواست کی تھی۔ احمد شاہ نے بھی مجرم کی سفارش کی ادھر مالوہ سے بغاوت کی خبر آئی اور معلوم ہوا کہ اہل شہر نے نصرت خاں کو وہاں سے خارج البلد کر دیا ہے احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا لحاظ کر کے مظفر شاہ نے ہوشنگ کا قصور معاف فرمایا ہوشنگ کو پہلے قید سے رہائی دی اور اس کے بعد اسے چتر سفید اور سراپردۂ سرخ اور نیز دیگر لوازم بادشاہی عنایت فرمائے اور مالوہ اور منڈو کے تمام حصۂ ملک پر حکمراں بنایا مظفر شاہ نے ہوشنگ کو احمد شاہ کے ہمراہ مالوے روانہ کیا اور آخر الذکر ہوشنگ کو مالوہ کے تخت حکومت پر بٹھا کر خود کامیاب و دل شاد گجرات واپس آیا۔ آخر ماہ صفر ۸۱۴ھ ہجری میں مظفر شاہ علیل ہوا۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ عارضہ مرض الموت ہے بادشاہ وصیت کے تمام مراسم بجا لایا اور چونکہ بہ نسبت اپنے صلبی فرزندوں کے وہ احمد شاہ کو کہیں زیادہ قابل فرمانروائی جانتا تھا اسی کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے اپنی بقیہ اولاد کو احمد شاہ کی اطاعت کا حکم دیا۔ مظفر شاہ نے ربیع الثانی ۸۱۴ھ میں اکہتر ۷۱ سال کے سن میں دنیا سے رحلت کی اس بادشاہ نے بیس سال سے کچھ زاید حکومت کی اور مرنے کے بعد خدائیگان کبیر کے لقب سے یاد کیا گیا۔

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد شاہ گجراتی

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد شاہ نے اپنے جد مرحوم کی وصیت کے مطابق گجرات کی عنان حکومت ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف کے ساتھ فرمانروائی کر کے رعایا نوازی اور فریادرسی کا حق پورے طور پر ادا کیا۔

یہ بادشاہ ۷۹۳ ہجری میں پیدا ہوا اہل نجوم نے اس کے زائچہ ولادت کو دیکھ کر یہ حکم لگایا تھا کہ یہ لڑکا ایک ایسا کار خیر کریگا جس سے اسکا نام نیک ہمیشہ کے لئے دنیا میں زندہ رہیگا۔ مورخ عرض کرتا ہے کہ قرینہ یہ ہے کہ اس کار خیر سے

مراد شہر احمد آباد گجرات کی بنا ہے جو آجتک احمد شاہ کی یاد دلوں میں تازہ کرتی ہے
۸۱۵ھ ہجری میں فیروز خاں پسر سلطان مظفر شاہ نے احمد شاہ کے جلوس
کی خبر سنی اور علم بغاوت بلند کیا حسام الملک و ملک شیر و ملک کریم خسرو و جیون
دیو و بیاگداس کھتری جو مظفر شاہی نامی امیر اور شرارت و فتنہ انگیزی میں مشہور
آفاق ہے فیروز خاں کے بہی خواہ بنے اور لشکر و فوج کی درستی و ترتیب میں مشغول
ہوئے - ان فتنہ پردازوں نے امیر محمود ترک حاکم کنبایت کو بھی اپنا رفیق کار بنایا۔
ان کے علاوہ ہیبت خاں بن سلطان مظفر بھی اپنی فوج ہمراہ لے کر فیروز خاں کے
پاس سورت کے نواح میں آگیا۔ سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر
نے ہیبت خاں کا حال سنتے ہی جلد سے جلد اپنے کو کنبایت پہونچا دیا
اور پورا گروہ دریائے نربدہ کے کنارے خیمہ زن ہوا اور مشورہ باہمی
کے تمام رفیق کار سات یا آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروچ
روانہ ہوا۔

فیروز خاں نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور بارگاہ سرخ استادہ
کرائی اور اپنی شان و شوکت میں صد چند اضافہ کر کے سلطان ہوشنگ کو
اپنی امداد و اعانت کے لیئے خط روانہ کیا۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد کا
وعدہ کیا کہ کامیابی حاصل ہونے کے بعد فیروز خاں اس کو ہر منزل کے معاوضہ
میں ایک کرور تنگے ادا کرے ۔

فیروز خاں نے بیاگداس اور جیو بدیو کی ہدایت کے موافق زمینداروں
کے لئے بھی خلعت اور گھوڑے روانہ کیئے اور ایک فرمان ان کے نام
روانہ کر کے ان سب کو اپنی اطاعت پر آمادہ کیا۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود جوان اور ناتجربہ کار ہونے کے تعجیل
سے کام نہ لیا اور پیشتر ایک نصیحت آمیز خط فیروز خاں کے نام اپنے ملازمین
کے ایک گروہ کی معرفت روانہ کیا لیکن جیو بدیو اور بیاگداس کی شورش پسند
و فتنہ انگیز طبائع نے اس نامہ کو بیکار ثابت کر دیا۔

ادھر بھکداس مہم پر نامزد کیا گیا شدید خونریز معرکہ کے بعد

اوم بھکر شکستہ و پریشان حال میدان جنگ سے فراری ہوا۔ یہ فتح بیاگداس کے نام ہوئی اور دماغ غرور کے نشہ سے آسمان پر چڑھ گیا۔ دیگر امیر اس کے تسلط سے پریشان ہوئے اور اتفاق کرکے اس کے قتل پر کمر سخت باندھی۔ اکثر امیر فیروز خاں سے جدا ہو کر احمد شاہ سے جا ملے اور بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بروچ روانہ ہوا۔ سلطان احمد شاہ حریف کے جوار میں پہونچ گیا اور فیروز خاں مع اپنے سپاہیوں کے قلعہ بروچ میں پناہ گزین ہوا۔ بادشاہ نے بار دگر ایک قاصد فیروز خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ خدائیگاں کبیر نے مجکو ملک کا انتظام میرے سپرد فرمایا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ بنیاد سلطنت مستحکم اور امراء اور رعایا میری تابعدار ہے تم اراذل و اوباش کے مجمع پر فریفتہ نہ ہو اور اپنے اعمال بد پر پریشان ہو کر عفو تقصیر کی درخواست کرو اور یقین جانو کہ بغاوت کا انجام برا ہوتا ہے جو جاگیریں خدائیگاں کبیر نے تم کو مرحمت کی ہیں ان پر قناعت کرکے دوسرے الطاف سلطانی کے امیدوار رہو۔ فیروز خاں کے بھائی اس خیر انجام پیغام کو سنکر راہ راست پر آسکے اور ہیبت خاں کو جو سلطان احمد شاہ کا حقیقی چچا تھا بادشاہ کے پاس روانہ کرکے اظہار ندامت کیا۔ احمد شاہ نے ہیبت خاں کو طرح طرح کی عنایتوں سے سرفراز کیا اور مجرموں کے قصور یک قلم معاف کر دیئے۔ ہیبت خاں بادشاہ کی عنایتوں سے مطمئن ہو کر قلعہ بروچ کے اندر گیا اور فیروز خاں سعادت خاں اور شیر خاں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ احمد شاہ نے ہر ایک پر نوازش فرما کر ان کو جاگیروں پر واپس ہونیکی اجازت دی۔

احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ پٹن واپس جائے کہ اسے معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جو فیروز خاں کی امداد کے لئے روانہ ہوا تھا اپنے ملک سے گجرات کی طرف آرہا ہے۔ احمد شاہ نے عماد الملک کو جرار فوج کے ہمراہ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کرکے خود بھی آزمودہ کار لشکر اور دیندار مصاحبوں کے ہمراہ عماد الملک کے عقب میں کوچ کیا اور سلطان ہوشنگ کے جوار میں پہونچ گیا۔ سلطان ہوشنگ بیحد نادم و پشیمان ہوا اور جلد سے جلد کوچ کرتا ہوا اپنے ملک کو واپس گیا۔ سلطان احمد شاہ عماد الملک کے پہونچنے کے بعد راستہ سے واپس ہوا اور اساول پہونچ گیا۔

سنہ ۸۱۵ ہجری کے آخر میں بادشاہ نے حقایق پناہ شیخ احمد کنبھو رحمتہ اللہ علیہ کے مشورہ سے دریائے سابرمتی کے کنارے ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور اسے احمد آباد کے نام سے موسوم کیا۔ یہ شہر قلیل مدت میں آباد ہوکر سلاطین گجرات کا پائے تخت قرار پایا قصبہ اساول اس شہر کا ایک محلہ بنا دیا گیا۔

احمد آباد میں بادشاہوں اور نامور باشندوں کی عمارتیں پختہ ہیں لیکن اکثر مکانات سفال پوش ہیں۔ اس شہر کے کنارہ جو حصہ کہ دربار شاہی سے متصل ہے تین بڑے طاق پختہ تیار کیے گئے ہیں اور انھیں گچ اور چونہ سے مستحکم کرکے ترپولیہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ احمد آباد کا بازار اسقدر وسیع ہے کہ دس چھکڑے آسانی کے ساتھ پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں۔ دکانیں پختہ اور گچ کردہ ہیں شہر میں ایک قلعہ اور مسجد جامع بھی موجود ہے۔ بیرون بلدہ تین سو سات پورے آباد ہیں اور ہر پورے میں دیوار بند مسجد اور بازار واقع ہیں اگر احمد آباد کی آبادی اور دوسرے خصوصیات کے لحاظ سے کہا جائے کہ سارے ہندوستان بلکہ تمام روئے زمین پر ایسا آباد اور خوشنما شہر موجود نہیں ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

سنہ ۸۱۵ ہجری کے اختتام پر فیروز خاں اور اس کے ہمراہیوں نے اپنی جاگیروں پہ پہنچنے کے بعد پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علائی بدرجہ ایک نامی امیر اور سلطان مظفر شاہ کا عزیز قریب تھا اس فتنہ کا سب سے بڑا شریک کار تھا۔ ان باغیوں نے رنمل راجہ ایدر کو جو پانچ یا چھ ہزار سواروں کا مالک تھا قلعہ ایدر کے عطا کرنے کا وعدہ کرکے اپنا رفیق بنایا۔ سید ابراہیم المخاطب بہ رکن خان جاگیردار مہراسہ بھی ان کا ہم خیال بنا اور اس طرح فیروز خاں کے گرد ایک خاصی جمعیت ہوگئی۔ سلطان احمد شاہ نے لشکر شاہی جمع کرکے مہراسہ کا رخ کیا اثنائے سفر میں فتح خاں بھی رکن خاں کے اغوا سے احمد شاہ سے جدا ہوکر فیروز خاں سے جا ملا۔ فیروز خاں نے ملک علائی بدر اور رکن خاں کو مہراسہ کے قلعہ میں چھوڑا اور خود رائے رنمل کے ہمراہ موضع تنگپور میں جو مہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر آباد ہے قیام کیا۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے قدیم طریقہ پر عمل کیا اور باغیوں کے
قریب پہونچ کر علماء کے ایک گروہ کو ملک بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ
ان بزرگوں کی نصیحت ان کی آنکھوں پر سے غفلت کا پردہ اٹھا کر انھیں انجام کار
سے باخبر کرے چونکہ قاصد خلاف امید جواب پاکر رنجیدہ واپس ہوئے احمد شاہ نے
اپنی فوجیں درست کیں اور قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنی فوج
کے منتخب حصہ کو ملک بدر کی امداد کے لئے روانہ کیا اور اس کو معرکہ آرائی
کرنے کی ترغیب دی ملک بدر رکن خاں سیف خاں اور رانکس خاں نے ظاہر
حصار کو اپنی فوجوں سے آراستہ کیا اور سلطان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوئے
لیکن ابھی شمشیر و نیزہ کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ شاہی ہیبت نے اپنا کام کیا اور
باغی پریشان ہو کر قلعہ کی جانب بھاگے اور جلد سے جلد پناہ گزین
ہو گئے ۔

احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کر کے چند مرتبہ قاصد روانہ کئے
اور ان کو صلح کرنے کی نصیحت کی۔ ملک بدر اور رانکس خاں نے از راہ مکر یہ
جواب دیا کہ اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر عہد و پیمان کریں اور ہم مطمئن ہو
جائیں تو ہم لوگ قلعہ سے باہر نکلکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے
سلطان احمد نے ان کے حیلہ اور مکر سے تغافل ہو کر خان اعظم اژدر خاں ملک اشرف
عزیز الملک تور بیگ میمنہ اور نظام الملک اور سعد الملک قو بیگ میسرہ کو جو اسکے
نامی امرا تھے قلعہ کے قریب روانہ کیا اور ان امیروں سے کہدیا کہ ملک بدر کے
حیلہ و مکر سے غافل نہ ہوں اور قلعہ کے اندر قدم نہ رکھیں۔ ملک بدر اور رانکس خاں نے
بالائے حصار سے فیروز خاں کی وکالت کی اور نرم و شیریں الفاظ میں گفتگو شروع
کی لیکن جب دیکھا کہ ان کے گرفتار کرنے سے کار برآری نہ ہو گی تو قلعہ کا دروازہ
کھول دیا اور صلح کی گفتگو کرنے کے لئے باہر نکلے احمد شاہی امیر بھی ان کے قریب پہونچے
اور اس طرح گھوڑوں پر سوار صلح کی گفت و شنید میں مشغول ہوئے جو اشخاص کہ
خندق کی کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے یکبارگی باہر نکلے اور ان امیروں
پر حملہ آور ہوئے اژدر خاں اور عزیز الملک نے گھوڑے کو مہمیز دی اور جلد

جلد سے جلد احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے لیکن نظام الملک اور سعد الملک دونوں امیر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے ان امیروں نے قلعہ میں داخل ہوتے ہوئے باآواز بلند کہا کہ اگرچہ ہم حریف کے گرفتار ہوگئے ہیں لیکن بادشاہ ہمارا خیال نہ کرے اور جلد سے جلد قلعہ پر دھاوا کرے۔ یقین ہے کہ اقبال شاہی سے حصار بہ آسانی فتح ہوسکے گا۔

سلطان احمد شاہ نے فوراً حملہ کیا اور اختلاف روایات کے مطابق ایک ہی یا تین روز میں حصار فتح کرلیا۔ ملک بدر اور ملک انکس تیغ سلطانی کے نذر ہوئے اور نظام الملک اور سعد الملک صحیح و سلامت بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے فیروز خاں اور رنمل جنگل و کوہستان میں آوارہ ہوئے۔

بعض تاریخوں میں اس فتح کا قصہ دوسرے عنوان سے مرقوم ہے لیکن طوالت کے خیال سے اسے نظر انداز کردیا گیا۔

رنمل نے فیروز خاں پر غلبہ حاصل کرلیا اور اس سے مخالفت کرکے اسپ و فیل اور دیگر لوازم شاہی پر قابض ہوگیا اور اظہار اخلاص کے لئے تمام مال و اسباب احمد شاہ کے پاس روانہ کردیا۔ فیروز خاں ناگور فراری ہوا اور حاکم ناگور کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔

سنہ ۸۱۶ ہجری میں احمد شاہ نے راجہ جلوارہ پر فوج کشی کی اور راجہ سلطان ہوشنگ سے مدد کا خواستگار ہوا۔ احمد سرکھی اور ملک شہ بن شیخ ملک آدم جو نامی مظفر شاہی امیر تھے ان دیگر اراکین دربار کے حاسد بنے جو صاحب اقتدار ہوکر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے۔ ان امیروں نے اب موقع پایا اور احمد شاہ کے جلوارہ پر لشکر کشی کرتے ہی بغاوت کردی فتنہ پردازوں اور شورش پسند اشخاص کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہوگیا اور ان بدمعاشوں نے گجرات کے اکثر شہر تباہ و برباد کردیئے۔

ہوشنگ شاہ نے راجہ جلوارہ کا معروضہ دیکھا اور احمد شاہی امیروں کی مخالفت کا حال معلوم کرکے احمد شاہ کے تمام سابقہ احسان فراموش کئے اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر ایک جرار لشکر کے ہمراہ گجرات روانہ ہوا اور اس نے شہر کے

تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

سلطان احمد شاہ نے جلوارہ کی مہم کو ملتوی کیا اور بعید شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوا بادشاہ نے چینا کے حوالی میں قیام کیا اور عادالملک سمرقندی کو جرار لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے نامزد کیا اور اپنے چھوٹے بھائی لطیف خان کو نظام الملک کی تالیقی میں شہ ملک اور احمد سرگنجی و دیگر امرا کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے اس طرف روانہ کیا۔ ہوشنگ شاہ مظفر شاہ کے عہد میں گجراتیوں کے ہاتھ زخم کھا چکا تھا اس نے اپنا رخ پھیر دیا اور دھار پہنچکر دم لیا۔ ملک شہ اور احمد سرگنجی جو شیطانی وسوسوں اور اپنے نفسانی خطرات کی وجہ سے باغی ہوئے تھے معرکۂ جنگ سے فراری ہوئے شہزادۂ لطیف خان اور نظام الملک نے انکا تعاقب کیا اور پہلی ہی منزل میں ان کے اموال اور اثقال پر قابض ہو گئے آخرکار ملک شہ اور احمد سرگنجی نے لاچار ہو کر انکا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر سامنے سے فراری ہو گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ملک شہ حریف کے تعاقب سے بعید پریشان ہوا اور اس نے لشکر مخالف پر شبخون مارا لیکن چونکہ اپنے مقصد میں ناکام رہا اس لئے مقابلہ سے فراری ہو کر راجہ کرنال کے دامن میں پناہ لی۔ احمد شاہ کامیاب بامراد پایۂ تخت کو واپس آیا۔

بادشاہ نے کوہ کرنال کی بیحد تعریف سنی اور چونکہ اس نواح کا راجہ غیر مسلم تھا جو کبھی مسلمان فرمانرواؤں کا مطیع نہ ہوا تھا احمد شاہ نے ۸۱۶ھ میں سیر و تفریح کا بہانہ کیا اور کرنال کی جانب روانہ ہوا بادشاہ کوہ کرنال میں داخل ہوا اور راجہ نے چند مرتبہ سرراہ مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ مسلمانوں سے شکست کھا کر میدان سے فراری ہوا آخرکار قلعۂ اول میں جو اس زمانہ میں جوناگڈھ کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کے نیچے پہنچکر حصار کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ بیحد پریشان ہوئے اور راجہ نے سالانہ باج و خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے بادشاہ کو اپنے سے راضی کر لیا۔

احمد شاہ نے سید ابوالخیر اور سید ابوالقاسم دونوں برادران حقیقی کو جو اسکے نامی امیر تھے رقم وصول کرنے کے لئے راجہ کے ملک میں چھوڑا اور خود احمدآباد واپس آیا

بادشاہ نے راستہ میں سیدپور کے بتخانہ کو جو ہر طرح سے زیورات اور نقوش سے آراستہ تھا۔ منہدم کیا اور گجرات کے اہل حاجت اور غربا کو دولت سے مالامال کیا۔

بادشاہ نے اسی سال ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے سرفراز ہو چکا تھا۔ نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تاج الملک نے ان باغیوں کی تنبیہ اور سرکشوں کی پامالی اور فتنہ پردازوں کی تباہی میں پوری کوشش کی اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کر کے ایک گروہ کثیر کو اسلام میں داخل کیا۔

۸۱۹ھ ہجری میں سلطان احمد شاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لئے ناگور تک سفر کیا بادشاہ اثنائے سفر میں ان کے معبدوں اور کنیسوں کو دریافت کرتا جاتا تھا اور جس مقام پر کہ بادشاہ کو اس عمارت کا علم ہوتا اس مقام پر جاتا اور عمارت کو بالکل منہدم کر دیتا تھا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا تھا۔ بادشاہ ناگور پہنچا اور اس کے شہر کا محاصرہ کر لیا احمد شاہ نے شہر کو فتح کرنے کی کوشش کی نصرت خاں والی دہلی نے بھی ادھر کا رخ کیا اور جس وقت کہ ایک تنگ مقام پر پہنچا احمد شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور مالوہ کے نواح سے سفر کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ملک نصیر والی اسیر اور سلطان ہوشنگ حاکم مالوہ دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندربار کو تباہ کرتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے سلطان احمد نے ۸۲۱ھ ہجری میں اس جانب توجہ کی۔ بادشاہ ابھی منزل مقصود تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اس نے ایک جرار فوج قلعہ تنبول پر جو گجرات دکن اور خاندیس کی سرحد پر واقع ہے متعین کی۔

احمد شاہ حوالی ندربار میں پہنچ گیا اور ملک نصیر نے فراری ہو کر اسیر کی راہ لی۔ جو گروہ کہ قلعہ تنبول کی تسخیر پر متعین ہوا تھا وہ حصار کے راجہ کو دلاسا دیکر تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ احمد شاہ کے پاس لے آیا۔

اس زمانہ میں برسات کا زمانہ بھی آ گیا تھا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ احمد آباد واپس جائے کہ اس دوران میں خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ راجہ چینانیر سنبھل اور نادوت نے یکے بعد دیگرے عرائض بھیجکر سلطان ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے ابھی سلسلہ ایک شتر سوار نوروز میں راہ طے کر کے ناگور سے ندربار آیا

اور فیروز خاں بن شمس خاں دندانی کا ایک عریضہ بادشاہ کے ملاحظہ میں اس مضمون کا پیش کیا کہ سلطان ہوشنگ بادشاہ کو ملک سے دور دیکھ کر گجرات فتح کرنے کے لئے آرہا ہے چونکہ اس کا گمان فاسد یہ ہے کہ مجھے بادشاہ کے ساتھ عقیدت نہیں ہے ہوشنگ نے مجھکو اس مضمون کا خط روانہ کیا ہے کہ گجرات کے زمین داروں نے عرائض کے ذریعہ سے مجھے یہاں بلایا ہے میں سفر کے لئے تیار ہوں تم بھی مستعد رہو اور میری مدد کرو میں گجرات کو فتح کرکے نہروالہ کی حکومت تمھیں دوں گا چونکہ بادشاہ میرے قبلہ و کعبہ ہیں مجھ پر لازم ہے کہ قبل اسکی اطلاع حضرت کو دوں۔

سلطان احمد شاہ نے باوجود موسم برسات کے اس نواح کا رخ کیا اور دریائے نربدہ کو عبور کرکے مہندری میں مقیم ہوا احمد شاہ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو علیحدہ کرکے اپنے ہمراہ لیا اور دھاوا کردیا اور ایک ہفتہ کے عرصہ میں مہاسہ کے نواح میں پہنچگیا سلطان ہوشنگ بادشاہ کی مستعدی سے پریشان ہوا اور بے سروپا اپنے ملک کو روانہ ہوا سلطان احمد شاہ نے لشکر کو جمع کرنے کے لئے چند روز مہاسہ میں قیام کیا۔

سورت کے راجہ نے یہ اخبار سنے اور اطاعت سے انکار کرکے مقررہ مال کے ادا کرنے میں سستی کرنے لگا راجہ نے اپنی بساط سے قدم آگے بڑھایا ملک نصیر نے بھی موقع پاکر ارادہ کیا کہ تھالنیر کا قلعہ اپنے برادر ملک افتخار کے قبضہ سے نکال لے۔

سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خاں کو ایک گروہ کے ساتھ ملک نصیر کی مدد کے لئے روانہ کیا اور سلطان پور کے باشندوں کو سخت تکلیف پہنچانے لگا۔ ملک احمد صاحب صوبہ سلطان پور نے قلعہ میں پناہ لی اور شکایت آمیز خطوط احمد شاہ کو روانہ کئے سلطان احمد شاہ نے مہاسہ سے ملک محمود ترک کو ایک لشکر جرار کے ساتھ سورت کے سرکش راجہ کی مہم پر نامزد کیا تاکہ سورت پہنچ کر قتل غارتگری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے اور راجہ سے مقررہ مال وصول کرے بادشاہ نے محمود ترک اور مخلص الملک جو اس کے نامور امیر تھے ملک نصیر اور غزنین خان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے روانہ کیا ان امیروں نے اثناء راہ میں نادوت پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ سے پیشکش حاصل کیا یہ امیر سلطان پور کے نواح میں پہنچے ملک نصیر نے تھالنیر میں پناہ لی اور غزنین خاں کو اپنا حریف دیکھکر ایک گروہ کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ غرضکہ بار بار کی آمد و رفت اور گفت و شنید کے

بعد بادشاہ نے اس کا قصور معاف فرما کر نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

۸۲۲ھ ہجری میں احمد شاہ نے نظام الملک کو گجرات میں اپنا قائم مقام بنایا اور راجہ مندل کی تادیب کی مہم اس کے سپرد کرکے خود مہراسہ سے مالوہ روانہ ہوا سلطان ہوشنگ نے بھی قدم آگے بڑھایا ہوشنگ نے کالیادہ میں قیام کیا اور پشت پر دیوار کرکے ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے نصب کئے اور بڑے بڑے درخت کٹوا کر ان کو نصب کراکے اپنے سامنے کا راستہ خاربند کر دیا۔

سلطان احمد شاہ نے ایک کشادہ جنگل میں قیام کیا اور فوج کو اس طرح ترتیب دی کہ میمنہ احمد ترک اور میسرہ ملک فرید و عماد الملک سمرقندی اور بنگاہ عضد الدولہ کے سپرد کیا۔ احمد شاہ نے میدان جنگ کا راستہ لیا اور ملک فرید کے دائرہ کی طرف سے ہو گذرا۔ بادشاہ نے ایک خدمت گار کو دیکھا اور ملازم کو ملک فرید کی طلب میں روانہ کیا بادشاہ نے اس وقت ملک فرید کو اس کے باپ کا خطاب عماد الملک بھی عطا فرمایا احمد شاہ کا ارادہ تھا کہ ملک فرید کو اپنے ہمراہ لے چلے خدمتگار واپس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ ملک فرید اپنے بدن پر تیل کی مالش کر رہا ہے اور چند ساعت میں حاضر ہو گا بادشاہ نے کہا کہ آج کا روز میدان داری کا دن ہے ملک فرید تاخیر کی وجہ سے نادم ہو گا ملک فرید نے بلا توقف میدان کارزار کی راہ لی۔

غرض کہ ہر دو بادشاہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں استادہ ہوئے اور سپاہیوں میں جوش پیدا ہوا اسی دوران میں ایک ہاتھی سلطان احمد شاہ کی فوج سے سلطان ہوشنگ کے لشکر کی جانب بھاگا اس درمیان میں ملک فرید نے بھی میدان جنگ کا رخ کیا۔ ملک فرید نے ہر چند کوشش کی لیکن چونکہ راستہ تنگ و خاربند تھا اسے دشمن پر حملہ آور ہونے کی راہ نہ ملی آخر کار ایک شخص نے کہا کہ میں راستہ جانتا ہوں اور تمکو دشمن کے عقب سے غنیم تک پہنچا سکتا ہوں ملک فرید بیحد خوش ہوا اور بلا تاخیر اس طرف روانہ ہوا جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے سے ملے اور غالب و مغلوب میں کچھ تمیز باقی نہ رہی تو ملک فرید نے سلطان ہوشنگ کے عقب سے

حملہ کیا سلطان ہوشنگ نے بھی بہت سخت معرکہ آرائی کی لیکن چونکہ تقدیر سے یاوری نہ کی اور خیریہ کہ تیر کمان سے نکل چکا تھا ۔ اس نے رخ پھیر دیا اور مندو کی راہ کی ۔

سلطان احمد شاہ نے کامیابی کے ساتھ حریف کا تعاقب کیا اہل گجرات نے مندو سے ایک کوس کے فاصلہ تک حریف کا تعاقب کیا چونکہ سلطان ہوشنگ بے تحاشا فراری ہو رہا تھا بے شمار مال غنیمت گجراتیوں کے ہاتھ آیا اور گجرات کا ہر خرد و بزرگ دولت مند ہو گیا ۔ فاتح قوم نے ہر قسم کے درخت جو حوالی مندو میں پائے جاتے تھے زمین سے اکھیڑ کر پھینک دئے اور تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ۔

اس زمانہ میں موسم برسات بھی آگیا اور احمد شاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور جھالاوار و ناودوت کی ریاستوں کو جو برسر راہ واقع تھیں تنبیہ کرتا ہوا احمد آباد پہنچا ۔

بادشاہ نے ایک جشن منعقد کیا اور علماء و فقراء اور سادات کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے ہر اس امیر یا فوجی کو جس نے اس معرکہ میں کوئی کارنمایاں کیا تھا اپنی نوازش سے دلشاد کیا اور خطاب و القاب سے سرفراز کر کے قدر افزائی کی ۔

اسی سال کے آخر میں احمد شاہ نے حصار سونگرہ کی تعمیر کی اور مسجد کی بنیاد ڈالی احمد شاہ اندرون کی سمت روانہ ہوا اور مالوہ کو تاراج کرنے کا حکم دیا سلطان ہوشنگ کے قاصد حاضر ہوئے اور انھوں نے صلح کی گفتگو شروع کی سلطان احمد نے ان کی درخواست قبول کی اور واپسی کے وقت جھانیر کو دوبارہ تاخت و تاراج کیا ۔

سنہ ۸۲۳ھ ہجری میں بادشاہ نے چانپانیر کی تسخیر کا ارادہ کر کے اپنے ملک سے سفر کیا بادشاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور راجہ چانپانیر نے عاجزی کے ساتھ ہر سال پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا بادشاہ نے راجہ پر خراج مقرر کر کے اپنے ملک کی راہ لی ۔

سلطان ہوشنگ نے اسی دوران میں اپنی ہرزہ سرائی سے بادشاہ کو اپنی طرف رنجیدہ کر دیا تھا احمد شاہ نے سنہ ۸۲۵ھ ہجری میں ایک جرار فوج کے ساتھ مالوہ پر حملہ کیا اور مندو کے قلعہ کے نیچے پہنچ گیا ۔ احمد شاہ نے دروازہ سارنگپور کے رخ پر

قیام کیا اور محاصرہ میں پوری اختیار سے کام لے کر مورچل اپنے امیروں میں تقسیم کئے سلطان ہوشنگ قلعہ کے استحکام سے مطمئن تھا اس نے ارادہ کیا کہ اس زمانہ میں ایسا کار مردانہ انجام دے جسکی وجہ سے عرصۂ دراز تک اسکی یاد دلوں میں تازہ رہے۔

سلطان ہوشنگ نے پائے تخت کو اپنے ایک مدبر عقلمند صاحب ہمت امیر کے سپرد کیا اور خود چھ ہزار آزمودہ کار آور جری سپاہیوں کی فوج کے ساتھ ناگوری دروازہ سے قلعہ سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کے گرفتار کرنیکے لئے جاجنگر روانہ ہوگیا۔ ہوشنگ اپنی جوانمردی سے جاجنگر پہنچا اور جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مذکور ہے قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے چھ ماہ کے بعد اپنے دارالملک مندہ کو واپس آیا۔ سلطان ہوشنگ نے حصار کے کنگروں پر علم نصب کئے اور شادیانے بجوائے۔

سلطان احمد شاہ کو ہوشنگ کے اس سفر کی اطلاع نہ تھی اور اس نے کنگروں پر علم نصب کرائے اور طبل شادی بجوانے کی حقیقت دریافت کی۔ گجراتی ملازم نے واقعہ کی نوعیت دریافت کر کے حقیقت حال سے بادشاہ کو اطلاع دی۔ احمد شاہ بیحد متعجب ہوا اور اس نے کہا کہ اس حصار کی طرف کون آنکھ اٹھا کر دیکھ سکتا ہے ظاہر ہے کہ میری جرار فوج نے قلعہ کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا ہے لیکن باوجود اس کے مالک حصار کو قلعہ کی طرف سے اسقدر اطمینان ہے کہ محاصرہ کے دوران میں اپنے ملک سے اسقدر دور و دراز مقام پر گیا وہ چھ ماہ کے بعد واپس آیا۔

احمد شاہ نے حصار کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا ولایت مالوہ کے درمیانی حصہ ملک میں داخل ہوکر ملک کو تباہ و تاراج کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ چند مرتبہ احمد شاہ اور سلطان ہوشنگ کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی لیکن ہر جنگ میں احمد شاہ نے فتح پر فتح پائی اور اس کے بعد احمد آباد واپس آیا۔

ہمارے استاد ملا احمد تاریخ الفی میں اس حکایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ۸۲۵ھ ہجری میں سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کے لباس میں جاجنگر کا سفر کیا اور سلطان احمد شاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ عرصہ سے مالوہ میں نہیں ہے اور امیروں اور افسران فوج نے اس کے ملک کو آپس میں تقسیم کرلیا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے ان اخبار کی بنا پر گجرات پر دھاوا کیا اور قلعۂ نہیر کو جو مالک مالوہ

میں داخل ہے صلح کے ذریعہ سے فتح کرکے حصار مندو کے پائیں مقیم ہوا امیران مندو نے بادشاہ کی مزاحمت کی اور احمد شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور اپنے لشکر کو مالوہ کے اطراف و جوانب میں ملک کو تباہ و تاراج کرنے کے لئے روانہ کیا اور آبادی اور معموری کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔

اس دوران میں برسات کا موسم آگیا اور احمد شاہ نے سمجھ لیا کہ حصار آسانی سے فتح نہیں ہوسکتا بادشاہ فتح حصار سے دست بردار ہوا اور خود اجین روانہ ہوگیا احمد شاہ نے اپنے امیروں کو اپنے لشکر میں تقسیم کیا اور گجرات سے قلعہ کشائی کے اسباب یعنی منجنیق اور ارابہ وغیرہ طلب کئے۔ ملک محبوب کوتوال احمد آباد یہ تمام اشیاء احمد آباد سے اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور احمد شاہ نے دوبارہ قلعۂ مندو کا محاصرہ کرلیا اور ملک محبوب کو تارہ پور کے راستہ کے انتظام پر مقرر کیا اور محاصرہ کو بڑی احتیاط سے جاری رکھا۔ اس دوران میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ جاجنگر سے مندو واپس آگیا ہے احمد شاہ نے اپنے تمام امیروں کو جمع کیا اور یہ طے پایا کہ مثل سابق کے غنیم کے ملک میں قیام کرکے راہ کو ہر چہار طرف سے مسدود کردیں۔

احمد شاہ نے یہ انتظام کرکے خود سارنگ پور کی راہ لی سلطان ہوشنگ کو احمد شاہ کے ارادہ سے اطلاع ہوئی اور خود بھی دوسری راہ سے سارنگ پور روانہ ہوا ہوشنگ نے احمد شاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کرکے اس قدر عاجزی و مکاری کی کہ سارنگ پور کے قریب پہنچ کر احمد شاہ خندق و غار بندہ شب بیداری کرنے سے غافل ہوگیا۔

بارویں محرم ۸۲۶ھ ہجری کی رات کو سلطان ہوشنگ نے احمد شاہ کے لشکر پر شبخون مارا اور کثیر التعداد گجراتیوں کو جو قطعاً غافل تھے قتل کیا۔ بقیہ سپاہی جابجا منتشر ہوگئے۔

سلطان احمد شاہ بیدار ہوا اور اس نے دولت خانہ میں سوائے ملک جونا کے کہ اور کسی شخص کو موجود نہ پایا۔ چونکہ گھوڑے حاضر تھے بادشاہ انھیں میں سے ایک پر سوار ہوا اور دوسرے گھوڑے پر ملک جونا کو بٹھایا اور جنگل کی راہ لی۔ احمد شاہ خود جنگل کے ایک گوشہ میں کھڑا ہوگیا اس نے ملک جونا کو حقیقت حال معلوم کرنے

کے لئے اپنے لشکرگاہ کو روانہ کیا۔ ملک جونا شاہی لشکرگاہ میں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ملک مقرب اور ملک فریا اپنے اپنے دستہ فوج کے ہمراہ دولت خانۂ شاہی کی طرف آرہے ہیں ان امیروں نے ملک جونا سے بادشاہ کا حال دریافت کیا ملک جونا نے حقیقت حال بیان کی اور ہر دو امیروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ کے جسم پر ہتھیار نہ تھے ملک مقرب نے اپنے اسلحہ بادشاہ کو پہنائے اور اس جنگ کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے جواب دیا سپیدۂ صبح ظاہر ہونے تک توقف کرو احمد شاہ نے ملک جونا کو۔ دوبارہ لشکرگاہ کے طرف روانہ کیا تاکہ یہ معلوم کرے کہ سلطان ہوشنگ کس شغل میں مصروف اور کس جگہ قیام پذیر ہے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اہل مالوہ تاخت و تاراج میں مشغول ہیں اور سلطان ہوشنگ خاصہ کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ہمراہ مع چند سپاہیوں کے ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تماشہ دیکھ رہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے طلوع صبح کے قریب جس کو درحقیقت صبح اقبال کہنا چاہئے ایک ہزار سواروں کے ساتھ سلطان ہوشنگ پر حملہ کیا۔ احمد شاہ حریف کے قریب پہنچا قریب سے اسکو پہچان کر اسکی طرف بڑھا دونوں فرمانرواؤں میں عظیم الشان لڑائی ہوئی ہر دو سلاطین نے بذات خاص اسقدر کوشش کی کہ زخمی ہوگئے

اس دوران میں گجراتی فیلبان جو ہاتھیوں پر سوار دشمن کے پنجہ میں گرفتار تھے قریب پہنچے انھوں نے اپنے مالک کو پہچانا اور یکبارگی سلطان ہوشنگ کی فوج پر حملہ کردیا سلطان ہوشنگ اس حملہ کی تاب نہ لایا اور سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا۔ اہل گجرات نے جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا وہ پھر ان کے قبضہ میں آیا اس کے علاوہ سات نامی ہاتھی بھی احمد شاہ کے قبضہ میں آگئے۔

احمد شاہ سارنگ پور کے محاصرہ سے تنگ آگیا اور واپسی کے خیال سے اس نے کوچ کیا سلطان ہوشنگ موقع پاکر حصار کے باہر نکلا اور احمد شاہ کا تعاقب کیا۔ اس مرتبہ بھی احمد شاہ کو فتح ہوئی اور چند جانگیر کے ہاتھی جنکو ہوشنگ بے حد عزیز رکھتا تھا اہل گجرات کے ہاتھ آئے احمد شاہ کامیاب اور بامراد احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کینو رحمۃ اللہ علیہ کی جنھوں نے اس فتح کی بشارت دی تھی بے حد عزت و توقیر کی اہل گجرات پیشتر سے زیادہ حضرت شیخ کے معتقد ہوئے چونکہ اس سفر میں اہل گجرات

نے حد سے زیادہ محنت برداشت کی تھی احمد شاہ نے چند سال قیام میں بسر کیے۔

۸۲۹ھ ہجری میں احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا رخ کیا اور نہر سابرمتی کے کنارے ایک نیا شہر آباد کر کے اسے احمد نگر کے نام سے موسوم کیا بادشاہ نے اس شہر کے پہلو میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس نواح کے دور دراز شہروں میں جرار فوجیں روانہ کر کے وہاں تر و خشک ہر طرح کے سامان کو تباہ و برباد کیا اور رعایا میں جو ہاتھ آیا اسکو تلوار کے گھاٹ اتارا احمد شاہ نے قلعۂ احمد نگر سے کوچ کیا اور اسباب شوکت کے ساتھ ایدر کے ملک میں پہنچ گیا بادشاہ نے اس قلعہ کے علاوہ جسکو سلطان مظفر شاہ نے فتح کیا تھا ایک روز میں تین دیگر حصار اس مملکت کے فتح کیے راجہ ایدر نے بیجانگر کے کوہستان میں پناہ لی اور سلطان احمد کامیاب احمد آباد واپس آیا۔

۸۳۰ھ ہجری میں شہر و قلعہ تعمیر و آباد ہو گئے اور احمد شاہ نے بار دگر ولایت ایدر کا رخ کیا پونجا رائے راجہ ایدر نے اپنے آباؤ اجداد کا اندوختہ صرف کیا اور فوج میں بیحد اضافہ کر کے حد سے زیادہ لاحاصل کوششیں کیں لیکن آخر کار مجبور ہو کر موروثی ملک کے باہر چلا گیا اور ملک کے گرد قیام کر کے رہزنانہ حرکت نہ بوجھی کرتا تھا یہانتک کہ پانچویں جمادی الاول ۸۳۱ھ ہجری کو گجراتیوں کا ایک گروہ ان اشخاص کی حمایت میں جو چارہ بہم پہنچانے کے لئے گئے ہوئے تھے لشکر سے باہر نکلا اور راجہ نے موقع پاکر اس گروہ پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھا کر واپس ہوا اور گجراتیوں کا ایک نامی ہاتھی گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے چلا۔

اہل گجرات کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور انھوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور پہاڑ کے ایک تنگ مقام پر اس سے جا ملے چونکہ راستہ ایک ہی تھا راجہ نے بھی لڑائی کا بازار گرم کیا اور اہل گجرات کا مانع ہوا۔ گرفتار ہاتھی کا فیل بان بیحد بہادر تھا اس نے دیکھا کہ عقب سے فوج آ رہی ہے فیلبان نے موقع پا کر ہاتھی کو پونجا پر دوڑایا راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گرا۔ اور اسپ و مرکب دونوں ہلاک ہوئے فیلبان نے بلا حقیقت حال سے کسی کو مطلع کیے ہوئے ہاتھی کو لشکر گجرات میں پہنچا دیا۔ ایدر کے سپاہی شکست کھا کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے اور راجہ کی لاش کے طرف کسی نے توجہ نہ کی۔

ایک روز کسی شخص کا پوجا کے قریب گزر ہوا اور اس نے راجہ کو پہچان کر اسکا سر تن سے جدا کر دیا اور احمد شاہ کے پاس لے آیا بادشاہ نے حقیقت حال تحقیق کے لئے چند اشخاص کو بریدہ سر کے قریب طلب کیا کسی شخص نے بھی اس کی شناخت نہ کی آخرکار ایک نوکر جو پیشتر پوجا کا ملازم تھا اب لشکر گجرات میں خدمتگار تھا ادھر سے گذرا اور اس نے راجہ کا سر دیکھا چونکہ یہ شخص مقتول کا نمک کھا چکا تھا اس نے پہلے سر کو سجدہ کیا اور پھر بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ سر پوجا کا ہے بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری بھی پسند آئی اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

احمد شاہ دوسرے روز ایدر روانہ ہوا اور ایدر اور بیسل نگر میں جرار لشکر روانہ کر کے ان شہروں کے قریے اور قصبے تباہ و ویران کئے۔ پوجا کا فرزند ویراؤ جو اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر قبیلہ کا حاکم ہوا تھا عاجزی کے ساتھ پیش آیا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ویراؤ نے وعدہ کیا کہ ہر سال تین لاکھ نقری تنگے خزانہ میں داخل کریگا احمد شاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت گنگوارہ کو تاراج کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

سنہ ۸۳۲ ہجری میں احمد شاہ نے بار دگر ایدر پر لشکر کشی کی اور چھبیس صفر کو ایدر کا ایک مشہور قلعہ سر کر کے حصار میں داخل ہوا اور خدا کی بارگاہ میں شکریہ ادا کیا اور ایک جامع مسجد تعمیر کرا کے احمد آباد واپس آیا۔

سنہ ۸۳۳ ہجری میں کانہا رائے حاکم جھالاوڑہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ایدر کے تمام مراحل طے کر کے دوسرے زمینداروں کی خبر لینی شروع کی ہے اس راجہ نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ جلا وطن ہو جائے راجہ مال و اسباب ہمراہ لیکر جھالاوڑہ سے روانہ ہوا یہ خبر احمد آباد پہنچی اور احمد شاہ نے ایک فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی راجہ کانہا رائے بے وقت کے ساتھ برہان پور اسیر پہنچا اور دو فیل نصیر خاں کو پیش کئے حاکم برہان پور بادشاہان دکن کی قرابت سے بیحد مغرور ہو رہا تھا اس نے بادشاہ کے تمام حقوق احسان فراموش کر دیئے اور راجہ کو اپنے ملک میں جگہ دی۔

چند روز کے بعد کانہا رائے نصیر خاں کے مشورہ اور اس کے سفارش نامہ کے ہمراہ سلطان احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور امداد کی درخواست کی سلطان دکن نے

ایک لشکر راجہ کی اعانت کے لئے مقرر کیا تاکہ یہ فوج سلطان پور نندربار تک تمام حصۂ ملک کو تاراج کرے۔

احمد شاہ گجراتی نے اپنے فرزند محمد شاہ کو اس مہم پر نامزد کیا اور مقرب الملک سرلشکر و دیگر افسرانِ فوج مثل سید ابو الخیر سید ابو القاسم سید عالم اور افتخار الملک کو شاہزادہ کے ہمراہ کیا فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی اور اہل گجرات نے حریف کو شکست دی بے شمار اہل دکن قتل ہوئے اور بقیہ نے میدان جنگ سے فراری ہو کر دولت آباد میں پناہ لی۔

سلطان احمد شاہ بہمنی نے یہ خبر سنی اور اپنے فرزند اکبر شاہزادہ علاء الدین اور اسکے برادر خورد المشہور بہ خان جہاں کو گجراتی شاہزادہ کے مقابلہ میں روانہ کیا۔

بادشاہ نے لشکر فوج کے تمام صوبہ دار کو اپنے ایک معتبر امیر قدر خان دکنی کے سپرد کرکے اس امیر کو بھی شاہزادہ علاء الدین کے ہمراہ روانہ کیا۔

شاہزادہ علاء الدین قدر خاں کی رائے کے موافق سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا نواح دولت آباد میں مقیم ہوا۔

اس مقام پر شاہزادہ کا خسر نصیر خاں حاکم برہان پور مع کانہا رائے راجہ جاجوہ کے شاہزادہ سے آملا۔ اہل دکن کو اس تازہ امداد سے مزید تقویت حاصل ہوئی اور حریف سے مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے دکنی فوج نے سفر کی چند منزلیں طے کیں اور درۂ مانک پونج پر شاہزادہ محمد خاں سے مقابلہ ہوا۔ فریقین میں خونریز لڑائی واقع ہوئی اور اثنائے جنگ آزمائی میں اتفاق سے ملک مقرب و قدر خاں ہر دو سپہ سالار ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے گجراتی امیر اپنے حریف پر غالب آیا اور قدر خاں دشمن کے ضرب سے راہی عدم ہوا۔

اس کے علاوہ ملک افتخار الملک نے شاہزادہ علاء الدین کے سپاہ خاصہ پر حملہ کرکے حریف کی جماعت کو پراگندہ اور چند نامی ہاتھیوں کو گرفتار کیا۔

اس واقعہ کے بعد دکنی شاہزادہ میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔

شاہزادہ علاء الدین نے دولت آباد میں قیام کیا اور کنہرائے اور نصیر خاں فاروقی کوہستان خاندیس میں پناہ گزیں ہوئے۔

شاہزادہ محمد خاں نے اس فتح پر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔

اسی سال قطب نام ایک امیر نے جو سلطنت گجرات کی طرف سے جزیرۂ مہائم کا حاکم تھا وفات پائی۔ احمد شاہ بہمنی سابقہ شکست کی تلافی و تدارک میں منہمک تھا۔ بادشاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے بہترین امیر ملک التجار کو مہائم کی مہم پر روانہ کیا۔
ملک التجار کی حسن تدبیر سے یہ مہم سر ہوئی اور مہائم پر اہل دکن کا قبضہ ہو گیا۔
سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ مہائم پر بار دیگر قابض ہو۔ بادشاہ نے اپنے چھوٹے فرزند شاہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی اتالیقی میں اس مہم پر نامزد کیا اور مخلص الملک کوتوال بندر دیو کے نام ایک فرمان اس مضمون کا روانہ کیا کہ ممالک محروسہ کے تمام بندرگاہوں کے جہازوں کو درست و تیار کر کے ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔
مخلص الملک نے جلد سے جلد فرمان کی تعمیل کی اور بندر روپ و بندر کھوکبہ و کنبائت وغیرہ سے سترہ ۱۷ جہاز بہم پہنچائے اور ولایت مہائم کے قریب ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔
ظفر خاں نے امیران دربار کے مشورہ سے جہازوں کو دریا کی راہ سے روانہ کیا اور خود خشکی کے راستے سے آگے بڑھا۔
اہل گجرات نے دکنی چوکی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کیا۔ شاہزادہ نے افتخار الملک سر لشکر کو ملک سہراب سلطانی کے ہمراہ پیشتر روانہ کیا۔
بلدہ تھانہ کا کوتوال مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ بند ہو گیا۔
گجراتی امیروں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں جہاز بھی پہنچ گئے اور دکنی امیر کے لئے تمام راہیں مسدود ہو گئیں۔
دو یا تین روز جنگ قائم رہی لیکن ظفر خان کے ورود کے بعد حاکم تھانہ قلعے سے باہر نکلا اور بیحد جرأت و مردانگی کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہوا۔
چونکہ حاکم تھانہ کو کسی جانب سے مدد نہ ملی اس نے مجبور ہو کر راہ فرار اختیار کی۔
شاہزادہ ظفر خاں نے تھانہ پر قبضہ کیا اور ایک دستہ فوج کا تھانہ کی محافظت کے لئے متعین کر کے خود مہائم کی طرف روانہ ہوا۔
ملک التجار نے تناور و بزرگ درختوں کو کاٹ کر ساحل کو خاربند کر دیا۔
گجراتی فوج ساحل پر پہنچی اور خاربست سے نکل کر میدان میں صف آرا ہوئی۔

طرفین میں شدید و خونریز جنگ ہوئی اور صبح سے تا شام معرکہ کارزار جاری رہا۔ ہر فریق نے حریف کے سپاہیوں کو خاک و خون میں ملایا اور دشمن پر فتح پانے کے لئے انتہائی کوشش کی آخرکار فتح و ظفر نے ظفر خاں کا ساتھ دیا اور ملک التجار شکست خوردہ ایک جزیرہ میں پناہ گزین ہوا گجراتی جہاز بھی دریا کی راہ سے پہنچ گئے اور خشکی کی طرح تری پر بھی اہل گجرات کا قبضہ ہو گیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے امداد طلب کی۔ بادشاہ نے اپنے فرزند کو چک محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خواجہ جہاں وزیر کو مختار کل مقرر کیا۔

دکنی لشکر مہائم کے قریب پہنچا اور ملک التجار نے محاصرہ کی مصیبت سے نجات پا کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی۔

اہل دکن نے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ پیشتر تھانہ پر قبضہ کرنا ناگزیر ہے دکنی لشکر تھانہ کی طرف بڑھا اور شاہزادہ ظفر خاں بھی تیار ہو کر اہل تھانہ کی امداد کے لئے پہنچ گیا۔

طرفین کا مقابلہ ہوا اور پہلے ہی روز صبح سے غروب آفتاب تک معرکہ کارزار گرم رہا لیکن آخرکار اہل گجرات نے فتح پائی اور ملک التجار نے چاکنہ اور محمد خاں نے دولت آباد کی راہ لی ظفر خاں کامیاب بامراد مہائم میں داخل ہوا اور عمال دکن کو جو مہائم سے فراری ہو گئے تھے جہاز کے ذریعہ گرفتار کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کر کے ہر قسم کے اسباب و زر و سرخ چند کشتیوں میں بار کر کے اپنے پدر عالی قدر کی خدمت میں روانہ کیا۔

شاہزادہ ظفر خاں نے تمام ولایت مہائم تھانہ پر قبضہ کر لیا اور ملک کو اپنے امیروں اور افسران فوج میں تقسیم کیا۔

اسی سال یہ معلوم ہوا کہ فتح خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا ملازم تھا امیر شیخ علی والی کابل کے معرکہ جنگ میں کام آیا۔

سلطان احمد شاہ لوازم عزاداری بجا لایا اور غائبانہ زیارات کی مجلس ترتیب دیکر مرحوم کے نام پر روپے اور اشرفیاں خیرات کیں۔

سنہ ۸۲۵ ہجری میں سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہزادہ محمد خاں کو سرحد گجرات کی حفاظت پر بحال رکھا اور خود ملک جھینا کا رخ کیا۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر درست

کرکے بگلانہ روانہ ہوا۔ راجہ بگلانہ جو سلطنت گجرات کا باج گزار تھا قلعہ میں پناہ گزیں ہوا
احمد شاہ نے تمام ملک تاراج و برباد کردیا۔

شاہزادہ محمد خاں نے سلطان احمد گجراتی کو اس مضمون کا ایک معروضہ روانہ
کیا کہ فدوی عرصہ سے سعادت ملازمت سے محروم ہے اور طول سفر کے باعث امرائے دولت
و افسران فوج اپنی اپنی جاگیروں کو روانہ ہوگئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ سلطان احمد شاہ بہمنی
نے بگلانہ کو تاراج کیا ہے اور اب اسکا ارادہ ہے کہ اس نواح کا رخ کرے۔ فدوی کے
پاس اس وقت اسقدر فوج و لشکر موجود نہیں ہے جسکی تقویت سے حریف کا مقابلہ کرے۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس خط کا مضمون معلوم کرکے چینا کے محاصرہ سے
فی الحال دست کشی اختیار کی اور نادوت روانہ ہوا بادشاہ نے اس ملک کو تاخت و تاراج
کیا اور جلد سے جلد ندربار پہنچ گیا۔

شاہزادہ محمد خاں اور امرائے سرحد شرف قدمبوسی سے فیضیاب ہوئے اور
بادشاہ کے ورود پر شادیانے بجائے گئے۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ احمد شاہ بہمنی قلعہ
تھنبول کے نواح میں مقیم تھا لیکن شاہ گجرات کے ورود کی خبر سنکر اپنے ملک کو واپس گیا۔

احمد شاہ گجراتی جو اہل دکن سے معرکہ آرائی کرنیکا دل سے خواہاں نہ تھا اس خبر کو
سنکر بیحد خوش ہوا اور احمد آباد واپس ہوا بادشاہ نے دریائے تاپتی کو عبور کیا تھا کہ اسکو معلوم
ہوا کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے سفر کا رخ بدل دیا اور اپنے دارالحکومت جانے کے بجائے
یارو گر قلعہ تھنبول کا محاصرہ کرلیا۔

ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ جاں سپاری میں کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ احمد شاہ
گجراتی نے شاہ دکن کے دربار میں ایک قاصد مسمی اسمعیل ایلچی کو روانہ کیا اور اسکو پیغام دیا کہ
اگر بادشاہ اس قلعہ کے محاصرہ سے دست بردار ہوں اور اہل حصار کو تکلیف نہ پہنچا کر اپنے
ملک کو واپس جائیں تو مناسب ہے ایسی صورت میں قواعد دوستی میں خلل نہ واقع ہوگا
اور گجرات اور دکن کے مراسم اتحاد و اتفاق اس طرح قائم و برقرار رہیں گے۔

سلطان احمد شاہ دکنی نے مجلس مشورہ منعقد کی اور امرائے دربار سے مشورہ کیا۔
اہل دکن نے اپنی فطری فتنہ انگیزی کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ قلعہ میں غلہ و آذوقہ بیحد کم
ہے امداد پہنچنے کے قبل ہی ہم حصار کو سر کرلیں گے اس حالت میں محاصرہ سے دست بردار ہونا

معلت سے بعید ہے۔

قاصد نے اہل دکن کے مشورہ سے آگاہی حاصل کر کے اپنے مالک کو حقیقت واقعہ سے آگاہ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے ساحل دریا سے رخ بدلا اور جلد سے جلد تھنبول روانہ ہوا۔

احمد شاہ بہمنی نے پائیکوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اگر آج کی شب تم کوئی ایسی تدبیر کرو جس سے تمکو پوری کامیابی ہو جائے تو میں تمکو دولت دنیا سے بے نیاز کر دونگا۔

رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد پائیکوں کا ایک گروہ دیوار قلعہ کے قریب گیا اور آہستہ آہستہ دیوار قلعہ کے پتھروں کی آڑ میں چھپتا ہوا اوپر چڑھ گیا اور نیچے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اہل دکن قلعہ کے اندر داخل ہو گئے لیکن ملک سعادت سلطانی حاکم قلعہ فوراً اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اسنے پائیکوں کو قتل کرنا شروع کیا جو گروہ دیوار قلعہ سے اندر اتر گیا تھا وہ تو تہ تیغ کیا گیا اور جو اشخاص دیوار پر باقی تھے وہ نیچے گر کر ہلاک کئے گئے۔

لیکن باوجود اس کے قلعہ کا دروازہ کھل گیا اور ملک سعادت نے اسی مورچل پر جو قلعہ کے محاذ میں واقعہ تھا شبخون مارا اور چونکہ اس مورچل پر کے سپاہی بے خبر تھے اکثر اشخاص مجروح و پریشان ہوئے۔

اسی دوران میں سلطان گجرات بھی قریب پہنچ گیا اور احمد شاہ بہمنی پائین قلعہ سے آگے بڑھا بادشاہ دکن نے اپنے امرا و افسران فوج کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ چند مرتبہ لشکر گجرات دکن کی فوج پر غالب آچکا ہے اور مہائم پر حریف نے قبضہ کر لیا ہے اگر اس مرتبہ بھی ہمکو شکست ہوئی تو دکن کا ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا احمد شاہ نے جنگ کے لئے صفیں آراستہ کیں اور سلطان گجرات نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا دکن کا ایک نامی امیر مسمی اژدر خاں میدان میں آیا اور مد مقابل کا خواستگار ہوا عضد الملک اس کے مقابل میں آیا ہر دو جوان ایک دوسرے سے لڑنے لگے آخر کار اژدر خاں مغلوب ہو کر دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوا۔

بعد اسکے جنگ مغلوبہ ہوئی اور طرفین سے بہادران روزگار داد مردانگی دینے لگے صبح سے تاغروب آفتاب کارزار قائم رہا اور شام کو طبل بازگشت کی آواز پر ہر فریق اپنے قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس معرکہ میں بے شمار اہل دکن ضائع ہوئے اور احمد شاہ بہمنی نے

پریشان ہو کر جنگ آزمائی سے کنارہ کشی کی اور اپنے ملک کو واپس آیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ تھنبول میں داخل ہوا اور حاکم قلعہ ملک سعادت پر بیحد نوازش فرمائی بادشاہ نے اپنے دربار کے ایک گروہ کو قلعہ کی حفاظت پر مامور کیا اور خود تانسیر روانہ ہوا اور یہاں ایک حصار تعمیر کیا بادشاہ نے تانسیر سے نادوت کا رخ کیا اور اس ملک کو تاخت و تاراج کر کے عین الملک کو اس نواح کے انتظام پر مامور کیا اور خود سلطان پور نندر بار کی راہ سے احمد آباد واپس آیا۔

چند روز کے بعد احمد شاہ گجراتی نے راجہ جہانگیر کی دختر کو شاہزادہ فتح خان کے حبالۂ عقد میں دیا اور اس طرح اس مہم کو پایۂ تکمیل پر پہونچایا۔

سراج التواریخ دکن میں محاصرہ کی روایت مذکورۂ بالا بیان سے مختلف ہے لیکن مولف کا خیال ہے کہ دکنی مورخ کی روایت ضعیف و صداقت سے دور ہے مورخین گجرات نے جو واقعات اس مہم کے درج کئے ہیں وہی صحیح ہیں اور انھیں واقعات کو مورخ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں ہدیۂ ناظرین کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب سنہ ۸۳۶ ہجری میں سلطان احمد شاہ گجراتی نے میوات و ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ وادنگر پور پہونچا اور اس نواح کے زمینداروں سے پیشکش وصول کر کے کیلوارہ و دیلوارہ کے ممالک میں داخل ہوا کیلوارہ و دیلوارہ سے مراد کولیوں اور بھیلوں کے ممالک ہیں جو قلعہ چتوڑ کے راجہ مسمی رانا موکل کے ماتحت تھے احمد شاہ نے ان ریاستوں کو تباہ و ویران کیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے حدود میوات میں قدم آگے بڑھایا اور کوٹہ۔ بوندی اور ٹونک کی ریاستوں سے بھی باج و خراج وصول کیا۔

اسی دوران میں برادر زادہ سلطان مظفر شاہ گجراتی مسمی فیروز خاں بن شمس خاں دندانی حاکم ناگور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے کئی لاکھ کی رقم بطور پیشکش بادشاہ کے ملاحظہ میں گزرانی بادشاہ نے کل رقم فیروز خاں کو عطا فرما کر اس پر بیحد نوازش فرمائی اور خود گجرات واپس آیا۔

بادشاہ نے احمد آباد پہونچکر ایک کثیر رقم گجرات کے مسکین و محتاج طبقے میں تقسیم کی۔

سنہ ۸۳۹ ہجری میں سلطان محمود خلجی نے جو سلطان ہوشنگ کا ملازم تھا مالوہ پر قبضہ کر لیا اور مسعود خاں بن محمود شاہ گجرات میں پناہ گزیں ہوا۔

احمد شاہ گجراتی نے مسعود خاں کی امداد پر کمر ہمت باندھی اور مفرور شاہزادہ کو شاہ بنانے کے لیئے مالوہ کا رخ کیا۔

بادشاہ نے حوض جکلنک پور (یہ مقام اس زمانہ میں باسودہ کے نام سے مشہور ہے مترجم) پہنچا اور اس نے ایک جرار لشکر خاں جہاں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خاں جہاں چندیری سے مندو جارہا تھا اس امیر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور جلد سے جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے فرزند محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ احمد شاہ بھی مندو پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ہر روز ایک گروہ اہل قلعہ کا باہر آکر معرکہ آرائی کرتا اور قلعہ کو واپس جاتا تھا۔

سلطان محمود نے شبخون کا ارادہ کیا اور اہل قلعہ نے احمد شاہ کو اس کی خبر دی۔

سلطان محمود کو یہ خبر نہ تھی کہ احمد شاہ اس کے ارادہ سے آگاہ ہوچکا ہے اور اسکے قلعہ سے باہر آتے ہی معلوم ہوا کہ گجراتیوں کا لشکر آمادۂ پیکار ہے۔

غرضکہ فریقین میں خونریز جنگ ہوئی اور بے شمار انسان ضائع ہوئے۔

صبح کو سلطان محمود قلعہ میں پناہ گزیں ہوا اور احمد شاہ نے شاہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ہمراہ سارنگ پور روانہ کیا شاہزادہ سارنگ پور پہنچا اور اس نے شہر پر قبضہ کرلیا۔

اسی زمانہ میں عمر خاں بن سلطان ہوشنگ نے بھی چندیری میں خروج کیا اور ایک عمدہ جماعت اپنے گرد فراہم کرلی۔ سلطان محمود نے باوجود ان واقعات کے مردانگی و تجربہ کاری سے کام لیا۔ اور مطلقاً پریشان نہ ہوا اور ایسا قلعہ کو معمور و آباد کیا کہ اہل حصار کو غلہ و آذوقہ کی تکلیف نہ ہوئی۔

سلطان احمد شاہ کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور انسان و حیوان پریشان و ضائع ہونے لگے۔ سلطان محمود خلجی نے خیال کیا کہ حصاری ہونا مطلق کاربراری نہیں کرسکتا خلجی نے اپنے پدر خاں جہاں کو قلعہ میں چھوڑا اور خود دروازۂ تارا پور سے نیچے اترا اور سارنگ پور روانہ ہوگیا۔

اثنائے راہ میں حاجی علی گجراتی حاکم حصار کنبل محمود خلجی کا سدراہ ہوا لیکن حریف سے شکست کھاکر احمد شاہ کے دامن میں پناہ گزیں ہوا اور بادشاہ کو اطلاع دی کہ محمود خلجی فلاں راہ سے سارنگ پور جارہا ہے۔

سلطان احمد شاہ نے اپنے فرزند کو سارنگ پور سے اپنے دربار میں طلب کر لیا اور محمود خلجی نے عمر خاں سے معرکہ آرائی کر کے حریف کو تہہ تیغ کیا۔

اسی دوران میں ہندوستان میں وبائے طاعون نے قدم رکھا۔ یہ مرض گجراتیوں کے لشکر میں اس شدّت کے ساتھ نمودار ہوا کہ مردہ اجسام کی تجہیز و تکفین دشوار ہو گئی۔

سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کا ستارۂ اقبال اوج پر ہے اور نوشتۂ تقدیر سے جنگ کرنا بیکار ہے۔

اس کے علاوہ سلطان احمد شاہ خود ہی مرض الموت کا شکار ہوا اور بادشاہ عین عالم بیماری میں احمد آباد واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ اپنے تخت گاہ میں پہنچا اور چوتھی ربیع الآخر ۸۴۶ھ ہجری کو اس نے دنیا سے رحلت کی اور وفات کے بعد خدایگان مغفور کے نام سے یاد کیا گیا۔

احمد شاہ نے چھتیس (۳۶) سال چھ ماہ بیس یوم حکومت کی۔

احمد شاہ تمام عمدہ صفات و خصائل کا مجموعہ تھا اسکا عہد ظالموں کے لئے عہد چنگیزی اور مظلوم رعایا کے لئے عہد نوشیروانی تھا۔

مرحوم بادشاہ بید بامروّت و صاحب ہمت و جرأت تھا اور تمام عمر صاحب اخلاق رہا۔

محمد شاہ ابن احمد شاہ گجراتی

سلطان احمد کی وفات کے بعد اسکا بڑا فرزند محمد شاہ بادشاہ گجرات ہوا نوعمر فرمانروا نے انعام و اکرام سے رعایا کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ محمد شاہ نے سال جلوس میں ایدر پر حملہ کیا۔ راجہ ایدر نے بادشاہ کی اطاعت کی اور اپنی بیٹی اسکو بیاہ دی محمد شاہ نے زوجہ کی سفارش سے ملک کا بقیہ حصہ بھی راجہ ایدر کو عطا کیا۔ بادشاہ نے ایدر سے ڈونگر پور کا سفر کیا یہاں کے چودھری نے اطاعت کا اقرار کیا اور پیش کش گزران کر اپنے ملک کی حفاظت کی محمد شاہ احمد آباد واپس آیا اور پھر اس نے ۸۴۸ھ ہجری تک کسی طرف رخ نہیں کیا۔

۸۴۸ھ ہجری میں محمد شاہ قلعۂ چینپا گیا اس حصار کے راجہ مسمی گنگداس نے معرکہ آرائی کی اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ محاصرہ نے طوالت پکڑی۔ راجہ نے

سلطان محمود خلجی کے پاس قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کی درخواست کر کے ہر منزل پر ایک لاکھ تنگہ دینا قبول کیا۔

سلطان محمود نے مال کی طمع اور گجراتیوں سے انتقام لینے کے جذبہ سے متاثر ہو کر اس کی التماس کو قبول کیا اور سال مذکور کے آخری حصہ میں اس نواح کا سفر کیا۔

سلطان محمود شاہ کے لشکر کے اکثر جانوران باربرداری تلف ہوئے احمد خلجی کے درود کی خبر سن کر حواس باختہ ہو گیا اور اپنے خیمے اور اسباب جلا کر جنگ سے کنارہ کش ہوا ہر چند امیران دربار نے اس کو معرکہ آرائی کرنے کی ترغیب دی لیکن اس نے قبول نہ کیا اور جلد سے جلد احمد آباد روانہ ہو گیا۔

جب دوبارہ سلطان مالوہ نے ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام امیروں نے بالاتفاق بادشاہ سے کہا کہ سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہونچاتا ہے مناسب یہ ہے کہ ہم بھی اپنی فوجیں درست کر کے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوں لیکن محمد بادشاہ نے یہ درخواست قبول نہ کی اور دیپ کی طرف فرار ہو گیا۔

اُمرا اور وزرا پریشان ہو کر سلطان محمود شاہ کی زوجہ کے پاس گئے یہ بیگم اپنے زمانہ کی بہترین عورت تھی امیروں نے اس سے کہا کہ تم اپنے شوہر کو عزیز رکھتی ہو یا یہ چاہتی ہو کہ بادشاہت اس خاندان میں باقی نہ رہے بیگم نے امیروں سے پوچھا کہ تمھاری تقریر کا مطلب کیا ہے۔ ارکان دولت نے جواب دیا کہ تمھارا شوہر سلطان محمود سے معرکہ آرائی کرنا قبول نہیں کرتا اور گجرات کا ملک مفت ہاتھ سے جاتا ہے تمھیں چاہیئے کہ اس امر پر راضی ہو جاؤ کہ ہم جس طرح مناسب سمجھیں اسکا قدم درمیان سے اٹھا دیں اور تمھارے بڑے فرزند قطب خاں کو جو بیس سال کا جوان ہے تخت حکومت پر بٹھائیں۔

بیگم نے مجبوراً امیروں سے اتفاق کیا اور اس گروہ نے ساتویں محرم ۸۵۵ھ کو زہر کے ذریعہ سے محمد شاہ کو ہلاک کیا اور اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے چودہ دن حکومت کی اور مرنے کے بعد خدائیگان کریم کے لقب سے مشہور رہا۔

قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی

قطب الدین آٹھویں جمادی الثانی شب دوشنبہ ۸۲۵ھ ہجری کو ندربار میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد فوراً تخت حکومت پر بیٹھا سلطان محمود خلجی نے ملک غلام سہراب ترک کو جس سے حال ہی میں قلعہ سلطان پور امان کے ذریعہ سے حاصل کیا تھا مقدمۃ لشکر بنایا اور جلد سے جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد روانہ ہوا۔

سلطان قطب الدین حاکم مالوہ کی شوکت وحشمت کا دل میں اندازہ کر کے ایک بقال سے جو اس کا پارسوخ درباری تھا جنگ کے معاملہ میں مشورہ کیا بقال نے جواب دیا کہ مناسب یہ ہے کہ بادشاہ سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جب سلطان محمود تھانہ اور لشکر گجرات میں چھوڑ کر مندو واپس جائے اس وقت بادشاہ اپنے ملک کو واپس آکر حریف کے گماشتوں کو اس ملک سے باہر کر دیں۔

بادشاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور قریب تھا کہ اس پر عمل کرے لیکن امرا اور وزرا بادشاہ کی نیت سے واقف ہو گئے اور انھوں نے قطب الدین کو اس ارادہ سے باز رکھا اور اس کو ملامت کی۔

قطب الدین کو غیرت آئی اور اس نے حریف سے مقابلہ کرنے اور صف آرائی کرنے میں کوشش کی اور ایک لشکر آراستہ کر کے سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

ملک علائی سہراب نے موقع پایا اور اپنے لشکر کے ساتھ مالویوں کے گروہ سے نکل کر اپنے مالک کے پاس حاضر ہو گیا ملک علائی کو ایک ہی مجلس میں سات خلعت عطا ہوئے اور علاء الملک کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ گجرات کا ہر صغیر وکبیر ملک علائی کے آنے سے بیحد خوش ہوا اور ہر شخص نے خوشی کے نقارے بجوائے۔

ہر دو فریق میں تین کوس کا فاصلہ رہ گیا اور سلطان محمود نے ایک شعر لکھکر قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مطلب یہ تھا اگر مرد ہے تو میدان جنگ میں نمودار ہو قطب الدین نے صدر جہاں سے کہا کہ اس کا جواب لکھو صدر جہاں نے دوسرا شعر موزوں کر کے سلطان محمود کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہم مرد میدان ہیں اور دشمن کے سروں سے چوگان بازی کرتے ہیں لیکن اپنے قیدی سے ہم کو یہ سلوک کرتے شرم آتی ہے

اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کو سلطان محمود کبیر نے نظر بند کر لیا تھا اور پھر اسپر مہربانی کر کے آزاد کیا اور مالوہ کی حکومت اسے عطا کی۔

مختصر یہ کہ صفر کی پہلی تاریخ سلطان محمود نے شبخون کا ارادہ کیا لیکن راستہ بھول گیا اور ایک ایسی جگہ پہونچا جو چاروں طرف سے زقوم کے درختوں سے گھری ہوئی تھی صبح تک منزل مقصود کو نہ پہونچا اور اسی طرح گھوڑے پر سوار رہا۔

سلطان قطب الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس روز صبح کو اپنی صفیں آراستہ کر کے حریف کے مقابلہ میں آیا اہل گجرات کا میسرہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور اس نے احمدآباد کی راہ لی لیکن انکا میمنہ اہل مالوہ کے میسرہ پر غالب آیا اور اہل مالوہ نے اپنے ملک کی راہ لی لیکن دونوں فرمانروا نہایت استقلال کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول رہے اہل مالوہ کی غالب فوج نے اپنے کو فتح مند خیال کر کے اہل گجرات کے لشکر کو تاخت وتاراج کرنا شروع کیا۔ سلطان قطب الدین کے قول کے سپاہی جو قلب لشکر میں ثابت قدم تھے سلطان محمود کے قلب لشکر پر حملہ آور ہوئے اور دشمن کو پریشان کر دیا سلطان محمود نے اپنی بے انتہا بہادری سے اسقدر جنگ کی کہ نہ کوئی سپاہی اس کے پاس باقی رہا اور نہ اس کے ترکش میں تیر رہ گیا لیکن مجبور ہو کر میدان جنگ سے فراری ہوا اور سلطان قطب الدین کے لشکر میں پہونچکر سراپردۂ شاہی کے گرد گھومنے لگا آخر کار دو تاج مرصع و کمر بند اور بے شمار گران بہا جواہر ساتھ لیکر اپنے لشکر سے جو عقب میں تھا جا ملا اس کے فراری سپاہی بھی بادشاہ سے آملے۔

سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر مشہور کرائی کہ اسی شب اہل گجرات پر شبخون ماریگا۔ حریف اس خبر کو سنکر بیحد پریشان ہوئے اور اہل لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی محافظت کرنے لگے۔ رات کا ایک حصہ گزر گیا اور سلطان محمود نے اطمینان کے ساتھ مالوہ کی راہ لی اور صبح تک اتنی مسافت طے کر لی کہ دشمن سے بے خوف ہو گیا۔

سلطان قطب الدین اس فتح کو خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھا اور اسی ہاتھیوں اور دیگر نفیس مال غنیمت کے ہمراہ اپنے ملک واپس آکر ایک بزم عشرت آراستہ کی بادشاہ نے ایک جرار لشکر سلطان پور روانہ کیا اور قلعہ دشمن کے قبضہ سے نکال لیا اس واقعہ کے بعد طرفین کے بہی خواہان ملک کے توسط سے دونوں فرمانرواؤں میں اس

شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں سے جو حصۂ ملک جو بادشاہ فتح کرے وہ اس کا حق ہے اور نیز یہ کہ ہندوؤں کی حمایت میں دونوں فرمانروا ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں اس کے ساتھ یہہ بھی طے پایا کہ راجہ رانا کا دفع کرنا جو سرکش کافر ہے دونوں بادشاہوں کا فرض منصبی ہے۔

۸۶۰ھ ہجری میں یہہ معلوم ہوا کہ فیروز خاں وندانی حاکم ناگور نے وفات پائی اور مرحوم فرمانروا کے بھائی مجاہد خاں نے فیروز خاں کے فرزند شمس خاں پر غلبہ حاصل کر کے ناگور کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور شمس خاں اپنے چچا کے خوف سے بھاگ کر چیتور کے چودھری مسمی رانا کنبھو کے دامن میں پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ راجہ کنبھو اور ناگور کے زمینداروں میں قدیمی دشمنی ہے اور اسی خیال سے رانا نے شمس خاں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اسکی مدد کر کے اسکو باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دیگا لیکن شرط یہ ہے کہ فتح کے بعد شمس خاں حصار ناگور کے تین کنگرے تباہ اور ویران کر دے اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ رانا کنبھو کے آباؤ اجداد عرصے سے ناگور کی تسخیر کے خواہاں تھے لیکن یہ امر انھیں میسر نہ آیا تھا چنانچہ رانا کے پدر مسمی راجہ موکل نے فیروز خاں وندانی کے مقابلہ میں صف آرائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا اور عین حالت فرار میں تین ہزار آدمی اس کے لشکر کے کام آئے۔

مختصر یہ کہ شمس خاں نے رانا کی شرط قبول کر لی اور اسکے ہمراہ ناگور پر حملہ آور ہوا مجاہد خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے گجرات میں پناہ لی شمس خاں قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ شرط کے موافق حصار کو ویران کرے کہ اہل ناگور نے یہہ کہنا شروع کیا کہ کاش ایسے فرزند کے بجائے فیروز خاں کے محل میں دختر پیدا ہوتی اور وہ بیٹی اپنی عزت کا خیال کر کے اس حصار کو دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ نہ ہونے دیتی۔

شمس خاں پر اس طعنہ زنی نے پورا اثر کیا اور اس نے اسی وقت حصار کو مضبوط کر کے رانا سے کہلا بھیجا کہ تم نے مجھے پوری طرح پر مدد دی اور میں اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اس حصار کو ویران کرنا میرے امکان سے خارج ہے کیونکہ اگر ایسا کروں تو اس شہر کے باشندے خود میرے ہی خون کے پیاسے ہو جائینگے تمھیں اب مناسب ہے کہ اپنے ملک کو واپس

جاؤ یا جنگ آزمائی کے لیے تیار ہو رانا اپنی حرکت پر نادم ہوا اور افسوس کرتا ہوا چتوڑ واپس گیا۔

رانا نے بار دگر فوج ولشکر جمع کر کے ناگور پر دھاوا کیا اور شمس خاں نے حصار کی مرمت کر کے عقیر افسرانِ فوج کے سپرد کیا اور خود امداد طلب کرنے کیلئے احمد آباد پہونچا۔

سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی بیحد خاطر داری کی اور اس کی دختر کو اپنے حبالۂ عقد میں لے آیا۔

بادشاہ نے شمس خاں کو اپنے دربار میں روک لیا اور رائے رام چند و ملک گدا وغیرہ امرا کو اہل ناگور کی امداد کے لئے روانہ کیا۔

ان امیروں نے رانا سے جنگ کی لیکن گجراتیوں کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا اور امرا فراری ہوئے۔

سلطان قطب الدین ان واقعات کو سنکر بیحد غضبناک ہوا اور خود ناگور کا رخ کیا لیکن قلعۂ ایور کے نواح میں پہونچکر بادشاہ نے عماد الملک کو حریف کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود راہ میں قیام پذیر ہوا۔

عماد الملک بھی دشمن سے شکست کھا کر کثیر نقصان کے بعد پسپا ہوا۔ عماد الملک کی شکست کے بعد بادشاہ نے اپنے سفر کا رخ بدل دیا اور بجائے قلعۂ چتوڑ کے سروہی پر حملہ آور ہوا۔

سروہی کا راجہ رانا چتوڑ کا عزیز قریب تھا بادشاہ نے سروہی کے راجپوتوں سے معرکہ آرائی کی اور ان کو پسپا کر کے کونبلمیر پہونچا

سلطان قطب الدین نے کونبلمیر کو تاخت وتاراج کیا اور بے شمار قیدی گرفتار کیئے اور قلعہ کے قریب پہونچکر حصار کا محاصرہ کر لیا۔

متعدد بار جنگ آزمائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی اور اس کی فوج کا ایک گروہ کثیر میدان جنگ میں کام آیا آخر کار رانا نے قلعہ سے نکل کر خود جنگ آزمائی کی اور شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا۔

رانا نے قطب الدین سے صلح کی درخواست کی اور بادشاہ رانا سے بیش بہا رقم وجواہرات وسامان وصول کر کے احمد آباد واپس آیا۔

اسی زمانہ میں تاج خاں سلطان محمود خلجی کا سفیر گجرات وارد ہوا اور اس نے خلجی فرمانروا کی جانب سے قطب الدین کو پیغام دیا کہ زمانۂ ماضی میں جو واقعات پیش آئے انکو نظر انداز کرنا چاہیئے اور اب جدید صلح و عہد کرکے جس طرح ممکن ہو رانا کا قدم درمیان سے اٹھایا جائے۔

اس قرارداد کی صورت یہہ ہے کہ رانا کا جو حصہ ملک گجرات سے ملحق ہے وہ عساکر قطبی کا تاراج گاہ ہو اور میواڑ اہیر واڑہ کے شہر لشکر مندو فتح کرے اور اگر ضرورت ہو تو طرفین ایک دوسرے کی اعانت و مدد میں کوتاہی نہ کریں۔

غرضکہ چنپانیر میں طرفین سے علماء و فضلا جمع ہوئے اور عہد و پیمان کے بعد شرائط صلح کی تکمیل کی گئی۔

سنہ ۸۶۱ ہجری میں سلطان قطب الدین ایک جرار لشکر کے ہمراہ رانا کے ملک کو روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ نے قلعۂ دیو پر قبضہ کرکے حصار اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ اسی زمانہ میں سلطان محمود خلجی نے دوسری جانب سے رانا کے ملک پر حملہ کیا۔ رانا نے ارادہ کیا کہ محمود خلجی کا مقابلہ کرے لیکن چونکہ سلطان قطب الدین نے سروہی سے گزر کر بہ تعجیل تمام کنبھایت کی راہ لی رانا نے بھی مصلحت وقت کے لحاظ سے اہل مالوہ سے معرکہ آرائی ملتوی کی اور گجراتیوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن فاحش شکست کھا کر اپنے ملک کے درمیانی حصہ میں جو چیتور سے قریب واقع تھا قیام پذیر ہوا۔

سلطان قطب الدین رانا کے فرودگاہ پر پہنچا اور بار دگر فریقین میں جنگ آزمائی ہوئی لیکن غروب آفتاب کے بعد طرفین بغیر کسی نتیجہ کے اپنے اپنے خیموں کو واپس آئے۔

دوسرے روز صبح کو پھر معرکہ آرائی ہوئی اور سلطان قطب الدین نے بذات خود انتہائے مردانگی کے جوہر دکھائے۔ اس معرکہ میں بھی رانا کو شکست ہوئی اور مغرور راجہ پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا۔

رانا نے اپنے قاصد صلح کے لئے قطب الدین کی بارگاہ میں روانہ کئے اور چودہ من سونا و فیل بزرگ و دیگر بیش قیمت تحائف پیش کرکے صلح نامہ کی تکمیل کرائی اور یہ عہد کیا کہ اب بار دگر ناگور پر حملہ نہ کریگا۔

چونکہ سلطان محمود و اہل گجرات سے پیشتر ہی راناکے ملک میں پہنچ چکا تھا سلطان قطب الدین نے اپنے حلیف کی اس حرکت پر اظہار رنج کیا اور احمد آباد واپس آیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان قطب الدین و سلطان محمود کے درمیان جو پتا ڈرپاوہ سلطان محمود کے حالات میں بیان کیا جائیگا ۸۶۰ھ ہجری میں رانا نے نقض عہد کرکے پچاس ہزار سواروں کے ہمراہ ناگور پر حملہ کیا حاکم ناگور نے ایک عریضہ جس میں مفصل حالات مرقوم تھے سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

جس رات قاصد عریضہ لیکر حاضر ہوا اسی شب سلطان قطب الدین مجلس نشاط ترتیب دیکر بادہ خواری میں مشغول تھا قاصد نامہ لے کر عماد الملک وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا وزیر اسی وقت عریضہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر نے بادشاہ کو نشہ شراب میں مدہوش پایا لیکن اسکے ہوشیار کرنے کا انتظار نہ کیا اور اسی عالم میں بادشاہ کو محافہ میں سوار کراکے شہر کے باہر لے گیا۔

دوسرے روز ایک منزل راہ طے کی اور ایک ماہ تک لشکر کے جمع ہونے کے لئے اسی مقام پر قیام کیا۔

جاسوسوں نے بادشاہ کی روانگی کی خبر رانا کو پہنچائی رانا یہ خبر سنکر ناگور سے اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔ راناکے فرار کی خبر سنکر سلطان قطب الدین شہر کو واپس آیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

اسی سال سلطان قطب الدین نے سروہی پر حملہ کیا۔ سروہی کا راجہ جو رانا سے قرابت قریبہ رکھتا تھا بھاگ کر کوہستان کنبل میں پناہ گزیں ہوا اور اہل گجرات نے ملک کو تاراج و تباہ کیا۔

اسی زمانہ میں سلطان محمود کی فوج نے بھی قلعہ چتوڑ پر حملہ کیا تھا سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے اسکو جا بجا بھگاتا رہا یہاں تک کہ رانا قلعہ کنبل میں آکر پناہ گزیں ہوا بادشاہ نے چندروز قلعہ کا محاصرہ کیا لیکن یہ معلوم کرکے کہ محاصرہ سے فائدہ نہ ہوگا حصار سے دست کش ہوا اور چتوڑ و دیگر ممالک کو خراب و ویران کر کے بے قیاس مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ ہوا۔

بادشاہ چند ماہ کے بعد حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ سید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہی تھا کہ اس کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کیا اچھا ہوتا کہ حضرت قطب عالم کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ انکو فرزند عطا فرماتا جو بادشاہ کے بعد اسکا جانشین ہوتا۔

حضرت سید اپنے صفائے باطن سے بادشاہ کے خطرہ سے واقف ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ تمہارا برادر خرد بمنزلہ تمہارے فرزند کے ہے اور یہی شخص خاندان مظفر شاہی کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے گا۔

بادشاہ حضرت سید کے جواب سے مایوس ہوا اور آپ کی خدمت سے اٹھکر واپس آیا۔

اسی دوران میں بادشاہ علیل ہوا اور تیسری رجب ۸۶۳ھ ہجری کو اس نے وفات پائی اور سلطان محمود کے حظیرہ میں دفن کیا گیا۔

یہ بادشاہ وفات کے بعد سلطان غازی کے نام سے یاد کیا گیا۔

شمس خاں بن فیروز خاں جن کی دختر بادشاہ کے حبالہ عقد میں دی گئی تھی اس جرم میں ماخوذ ہوا کہ اس نے بادشاہ کو زہر کے ذریعہ سے ہلاک کیا۔ دولت خانۂ شاہی کے تمام اراکین نے اتفاق کر کے شمس خاں کو قتل کیا۔ حرم سرا کے اندر سلطان غازی کی والدہ نے شمس خاں کی دختر پر زہر خوردنی کے الزام میں شدید ترین سختیاں کیں اور آخر کار اسے بادشاہ کی بیگمات و کنیزوں کے سپرد کیا۔ ان سب نے جو اس بیگم سے بیحد بد دل تھیں اپنی سوکن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مورخین کہتے ہیں کہ قہر و غضب بادشاہ کی سرشت میں داخل تھے خصوصاً نشہ شراب سے متوالا ہوتا تو معائب خون کی طرح اسکی رگوں میں دورہ کرتے تھے عفو و رحم اس کے گرد ہی نہ آسکتے تھے۔ اور مجرم و عاصی افراد شمشیر و خنجر کے حوالے کئے جاتے تھے۔

سلطان قطب الدین نے سات سال سات ماہ حکومت کی اور تمام عہد حکومت مستی و نزاع میں گزارا اور شراب کا پیالہ کسی وقت بھی اس کے لبوں سے دور نہ ہوا۔

سلطان قطب الدین کی وفات کے بعد	سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی

اس کا چچا داود خاں عماد الملک وزیر و بقیہ امرا و ارکان دولت کے اتفاق سے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

اس شخص نے بدمعاشی کا پیشہ اختیار کیا اور ایک فراش کو جو اس کا ہمسایہ تھا عماد الملک کا خطاب دیکر اس کو اپنا مقرب امیر و درباری مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اس بادشاہ کی روش ایسی ناپسندیدہ تھی جو کسی طرح بھی شایان فرمانروائی نہ سمجھی گئی۔

اراکین دولت نے عماد الملک وزیر کے اتفاق سے سلطان قطب الدین کو حکومت سے معزول کیا اور وزیر مذکور کی رائے کے مطابق شاہزادہ محمود خاں برادر کوچک سلطان قطب الدین کو چودہ برس کے سن میں تخت حکومت پر بٹھا دیا۔

بادشاہ کے جلوس کے روز خلایق کو ان کے مراتب کے مطابق انعام واکرام تقسیم کئے گئے۔

اسپان تازی و عراقی و ترکی بیش قیمت خلعت و کمربند و شمشیر مرصع و زرفشاں خنجر کے علاوہ ایک کروڑ تنکہ نقد سادات، و علما و صلحا کو تقسیم کیے گئے۔

سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگرہ

مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان محمود شاہ کے جلوس کے بعد مہمات سلطنت کی باگ عماد الملک وزیر کے ہاتھ آئی اور کارخانہ شاہی میں رونق پیدا ہوئی کہ تمام خلایق شریف و رذیل ہر طبقے کے اشخاص نے سلطان محمود کو اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور ملک میں کسی قسم کا ہنگامہ و فساد برپا نہ ہوا۔

ملک کے نامی امیر عضد الملک و صفی الملک و حسام الملک جو بیحد مقتدر سردار اور گجرات کے بہترین حصہ ملک کے جاگیردار تھے عماد الملک کے غلبہ سے رنجیدہ ہوئے اور وزیر مذکور کے تباہ کرنے پر آمادہ و تیار ہو گئے۔

ان حسد پیشہ امیروں نے جلوس کے چند ماہ بعد باہم اتفاق کر کے یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کو عہدۂ وزارت سے معزول نہ کرے تو ہم خود بادشاہ کو پابہ زنجیر کر کے اس کے برادر خورد حسن خاں کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں۔

نظام الدین حسن کی روایت کے مطابق ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند شہاب الدین کو بادشاہ بنائے اور ملک مغیث

کی تقلید کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی خاندان شاہی حکومت سے محروم ہوا اور مظفر شاہی اراکین کے بجائے عماد الملک کا خاندان فرماں روا بادشاہ ہو۔

عماد الملک کے اس دوراز کار منصوبہ کے عمل میں آنے کے قبل اس بے وفا امیر کا قدم درمیان سے اٹھا دینا ضروری و ناگزیر ہے سلطان محمود شاہ نے باوجودیکہ کم سن و نشیب و فراز زمانہ سے آگاہ نہ تھا لیکن اپنے خداداد فہم و فراست سے دریافت کر لیا کہ یہ تمام تقریر سراسر کذب و بہتان ہے جو ان حسد پیشہ امیروں نے اپنے دماغ سے پیدا کی ہے۔

بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ اس مجلس میں ان امیروں کے خیال کے مطابق عماد الملک پر عتاب نہیں کرتا تو خود اس کو تخت حکومت سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے۔

سلطان محمود شاہ نے ان امیروں کو جواب دیا کہ میں خود اس امر کو محسوس کر رہا ہوں کہ عماد الملک کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور اس کے قول و فعل سے بغاوت و فتنہ کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں لیکن محض اس خیال پر کہ اگر میں اس امیر کو سزا دونگا تو تم جیسے ہی خواہان ملک مجھکو بے مروّت و بے وفا سمجھو گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ تمہارے ایسے دولت خواہ بھی حقیقت واقعی سے آگاہ ہو گئے اب اگر میں عماد الملک کو مقید کرونگا تو خاص و عام کے نزدیک ناحق شناس و بے وفا نہ سمجھا جاونگا۔

اب تم صاحبوں کی رائے میں جو مناسب ہو اس پر عمل کرو

ان امیروں کی رائے کے مطابق عماد الملک پا بہ زنجیر کیا گیا اور پانچ سو معتبر افراد کے سپرد کر کے قلعہ احمد آباد میں نظر بند کیا گیا۔

بادشاہ نے اس طرح اس روز غدار امیروں سے اپنی جان بچائی اور اس کے بعد عماد الملک کی رہائی اور ان امیروں کے دفعیہ کی تدابیر سوچتا رہا۔

بادشاہ کو معلوم تھا کہ تمام سرداران فوج و اراکین ان امرا کے تابع ہیں محمود شاہ نے اس سے کسی شخص کو بھی آگاہ نہ کیا۔ خلوت و جلوت کے ہر موقع پر یہی کہتا تھا کہ عماد الملک میرا دشمن جانی ہے ایسے شخص کو زندہ رکھنا احتیاط سے دور ہے اس غدار امیر کو میں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا دیگر امرا اس کی سفارش کریں گے تو مجھ کو سخت رنج ہو گا بادشاہ کی یہ تقریر امرائے غدار نے سنی اور بیحد خوش ہوئے اور یہ طے کیا کہ اگر بادشاہ عماد الملک کے قتل کا ارادہ کرے تو ہم کو قطعاً سفارش نہ کرنی چاہیئے۔

سلطان محمود ایک شب انہیں خیالات کی بنا پر نہ سویا اور صبح کے وقت جب کہ نوبت سلطانی بجائی گئی بادشاہ چاندنی میں کلفت دفع کرنے کے لئے قصر پر آ رہا ہوا اور دریچہ میں بیٹھ گیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

سلطان محمود ابھی کے خیال میں تھا کہ ناگاہ اس کی نظر ملک عبداللہ نگاہ شتہ فیل خانہ پر پڑی جو قصر کے نیچے مودب کھڑا ہوا تھا۔ ملک عبداللہ کچھ عرض کرنا چاہتا تھا لیکن جرأت نہ ہوتی تھی کہ زبان ہلائے بادشاہ اس امر کو سمجھ گیا اور اس نے کہا کہ جو کچھ تم کو کہنا ہے بلا کسی خوف کے عرض کرو۔

ملک عبداللہ نے یہ معلوم کر کے کہ اس وقت صحبت اغیار سے خالی ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ عماد الملک کا ایسا ہی خواہ امیر اس ملک میں نہیں ہے۔ امرا نے اس کے خلاف جو کچھ بادشاہ سے عرض کیا ہے سراسر بہتان افترا پردازی ہے یہ حسد پیشہ امیر خود بادشاہ کے بدخواہ ہیں اور انکا ارادہ ہے کہ شاہزادہ حسن خاں کو فرمانروائے گجرات تسلیم کریں۔

بادشاہ نے ملک عبداللہ کی بیحد تعریف کی اور کہا کہ تم نے خوب کہا جو مجھکو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا ورنہ میرا تو یہ ارادہ تھا کہ آج صبح کو میں عماد الملک کا کام تمام کر دوں۔ بہر نوع اب اس راز سے کسی غیر کو آگاہ نہ کرو صبح صادق ہوتے ہی تمام ہاتھیوں کو مستعد و مکمل کر کے آستانۂ دربار پر حاضر کر دینا

غرضکہ آفتاب بلند ہوا اور ملک شرف و ملک حاجی و ملک بہاء الدین و ملک کالو و ملک عین الدین جو بادشاہ کے معتمد امیر تھے حضور میں حاضر ہوئے۔

بادشاہ نے ملک شرف سے کہا کہ عماد الملک کے واقعہ نے ایسا مجھکو مضطر کیا ہے کہ آج کی رات میں قطعاً نہیں سویا اسکو جلد میرے حضور میں حاضر کرو تاکہ میں خود اسکو تشہیر تیغ کروں۔

ملک شرف عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں لانے کے لئے گیا لیکن نگہبانوں نے کہا کہ ہم مجرم کو بغیر عضد الملک کی اجازت کے تمھارے سپرد نہیں کر سکتے۔

ملک شرف واپس آیا اور اس نے حقیقت حال سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔

بادشاہ خود برج کے اوپر آیا اور اس نے بہ آواز بلند کہا کہ عماد الملک کو جلد میرے حضور میں حاضر کرو تاکہ میں اس مجرم کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے پامال کروں۔

دربانوں نے بادشاہ کی آواز سنی اور انکو حجاب مانع آیا اور مجبوراً عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا بادشاہ نے عماد الملک کو دیکھا اور سلطان محمود کے حکم سے یہ امیر قید سے آزاد کر دیا۔

امرائے حاسد کے متعلقین جو عماد الملک کے نگہبان تھے یہہ واقعہ دیکھکر بیحد خوف زدہ ہوئے بعض اشخاص نے اپنے کو کوٹھے سے نیچے گرا یا اور بعض نے فریاد و الامان کی آواز سے قصر کو سر پر اٹھالیا۔

بادشاہ صبح صادق کے بعد جھروکہ میں نمودار ہوا اور امرا تسلیم مجرئی بجالائے سلطان محمود نے اپنا رومال عماد الملک کو دیا اور اسکو مگس رانی کے لئے اپنے پہلو میں کھڑا کیا۔

امرائے غدار نے یہ خبر سنی اور حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق تیس ہزار سواروں اور پیادوں کے ہمراہ جنگ آزمائی کے ارادہ سے دارالامارہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ان امیروں نے طبل و کرنا کی آوازوں سے آسمان کو ہلا دیا اور بیحد شان و شوکت کے ساتھ جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو گئے۔

غلام و آزاد و ہر دو قسم کے افراد میں صرف تین سو اشخاص بادشاہ کے قریب موجود تھے۔ شاہی جماعت حریف کے غلبہ سے بیحد پریشان ہوئی ان میں سے بعض اشخاص نے کہا کہ ہمکو فلاں قصر میں پناہ گزیں ہو کر دروازوں کو مضبوط و مستحکم بند کر دینا چاہیئے اور بعض کی یہ رائے ہوئی کہ نقود و جواہر جسقدر ہم اپنے ہمراہ لے جا سکیں اٹھائیں اور اس وقت اس قصر کو چھوڑ کر کسی طرف نکل چلیں۔

سلطان محمود نے انمیں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا اور ہتھیار لگا کر ترکش کمر سے باندھا اور تین سو سواروں اور دو سو ہاتھیوں کے ہمراہ باغیوں سے جنگ کرنے کے لئے نیچے اترا۔

ظاہر ہے کہ جو افراد دولت فرمانروائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جنکو دست قضا و قدر تخت حکومت پر متمکن کرتا ہے وہ مخالفین و اعدا کی قلت و کثرت کو وسیلہ فتح و شکست نہیں خیال کرتے۔

غرضکہ بادشاہ کے سوار و عماد الملک کے ہمرکاب ہونے کی خبر منتشر ہوتے ہی تمام افسران ملک و ارکین دولت و امرائے خاص محل نے باغیوں کی رفاقت ترک کی اور بعض تو فوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بعض نے گوشۂ عافیت میں پناہ گزین ہو کر اپنی جان بچائی۔

غرضکہ ہنگامہ دار و گیر نمونۂ قیامت بن گیا اور احمد آباد کے اکثر محلات تباہ و برباد ہو گئے۔

بادشاہ کی ہیبت و وقار سے بلا شمشیر و خنجر شہر کے کوچہ و بازار میں جوش و مفرد اسباب و شتر و گاؤ کے اسقدر انبار لگ گئے کہ آمد و شد کی راہیں بند ہو گئیں۔

امرائے ارکبہ نے اپنے شیرازہ قوت کو پریشان دیکھ کر خاک مذلت سے اپنے کو غبار آلودہ کیا اور شہر سے فراری ہو گئے۔

برہان الملک کا جسم چونکہ کمزور و فربہ تھا اس کی سانس پھولنے لگی اور قدم آگے نہ بڑھا سکا قصبہ سرکھیج کے قریب ٹوٹے پلوں اور نہر جارستی کے گندہ نالوں میں پہنچا ہو گیا۔ ایک خواجہ سرا حضرت شیخ گنجو رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کو جا رہا تھا اس نے برہان الملک کو پہچانا اور گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں لے آیا سلطان محمود کے حکم سے ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پامال کرایا گیا۔

عضد الملک اپنے ایک ملازم کے کراسیاں کے گروہ میں پہنچا چونکہ اپنی امارت کے زمانہ میں انہیں سے اکثر کو قتل کیا تھا مقتول افراد کے وارثوں نے اسکو پہچانا اور سر کاٹ کر بریدہ سر تحفہ کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں لے آئے حسام الملک اپنے برادر رکن الدین کوتوال کے پاس پٹن روانہ ہو گیا اور پٹن سے ہر دو برادر راہ کر فراری ہو گئے۔ صفی الملک گرفتار ہوا چونکہ اسکا گناہ زیادہ نہ تھا سزائے موت سے بری کیا گیا اور تمام عمر کے لئے قلعۂ دیپ میں قید کر دیا گیا۔

اس فتح و نصرت کے بعد عماد الملک نے زمانہ ناہنجار کی بے وفائی پر غور کر کے خود اپنی خواہش سے ترک خدمت کا ارادہ کیا اور بقیہ عمر طاعت الٰہی میں بسر کرنے کے لئے خلوت نشینی اختیار کی۔

سلطان محمود نے بھی اس کے حقوق و خدمات سابقہ کا لحاظ کر کے عماد الملک

کی درخواست قبول کی اور اُس کو بار وزارت سے سبکدوش کر کے عماد الملک کے فرزند کلان شہاب الدین احمد کو ملک الشرف کا خطاب عطا کیا اور امرائے کبار میں داخل کر کے خود حکمرانی میں مشغول ہوا۔

۸۶۶ھ ہجری میں نظام شاہ بہمنی والی محمدآباد بیدر کا ایک خط اس مضمون کا پہنچا کہ سلطان محمود خلجی نے ظلم و ستم سے دکن و اہل دکن کو پامال و تباہ کر رکھا ہے بادشاہ کی ہمت شاہانہ سے امید ہے کہ اہل مالوہ کے مقابلہ میں دکن کے باشندوں کی امداد و اعانت فرمائینگے۔

سلطان محمود گجراتی نے اُسی وقت حکم دیا کہ سراپردۂ سرخ و بارگاہ سفر کے لئے باہر نکالے جائیں۔ اعیان ملک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ داؤد خان جو ایک سفیہ حکومت کر چکا ہے وقت و موقعہ کا منتظر ہے اور ہنوز ممالک محروسہ کے تمام اضلاع و بلاد حقیقی معنوں میں زیر نگین نہیں ہوئے ایسے نازک وقت میں بادشاہ کا اغیار کی امداد کے لئے پائے تخت کو چھوڑ کر دور دراز ممالک کا سفر کرنا مصلحت سے بعید ہے۔

نوجوان بادشاہ نے باوجود عنفوان شباب کے جواب دیا کہ اگر افلاک و عناصر باہم ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط و موافقت نہ کریں تو عالم کون و فساد کے انتظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے اسی طرح اگر بنی نوع انسان سلسلہ ارتباط و محبت کو قطع کر دیں تو قانون طبعی دنیا سے نیست و نابود ہو جائیگا میں محض خیر کے ارادہ سے مسلمانان دکن کی اعانت کے لئے سفر کرتا ہوں مجھ کو یقین کامل ہے کہ خدا کی مہربانی و بندہ پروری سے مجھ کو خود اس مہم میں ضرر نہ پہنچیگا۔

ارکان دولت نے عرض کیا کہ اگر بادشاہ کو نظام شاہ کی امداد کرنے پر اصرار ہے تو مناسب یہ ہے کہ جرار لشکر مالوہ کو روانہ کیا جائے یقین ہے کہ اس حملہ سے سلطان محمود خلجی پریشان و بدحواس ہو کر دکن سے دست کش ہو کر اپنے ملک کو روانہ ہو جائیگا۔

بادشاہ نے اس رائے سے بھی اتفاق نہ کیا اور اپنے لشکر و پانچ سو فیلان کوہ پیکر کے ہمراہ روانہ ہوا۔ بادشاہ نے دوگنی مسافت طے کرنی شروع کی اور ندربار پہنچا خواجہ جہان گاوان دکن کا بہترین امیر جلد سے جلد تنہا بادشاہ کے حضور میں پہنچا اور

اُس سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود خلجی سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے خوف زدہ ہو کر بیدر سے کوچ کیا اور ارادہ کیا کہ دولت آباد کی راہ سے اپنے ملک کو روانہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ راہ اہل گجرات نے مسدود کر رکھی تھی سلطان محمود برار کی سمت روانہ ہوا اور مجبور ہوتا ہوا جنگل و بیابان کی راہ سے مالوہ پہنچا۔

نظام شاہ بہمنی کا حاجب بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور امداد کا شکریہ و تکلیف دہی کی معافی کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ کامیاب و بامراد مالوہ واپس آیا۔

۸۶۷ھ ہجری میں سلطان محمود خلجی نے بار دیگر دکن پر حملہ کیا اور بہمنی فرمانروا کی درخواست کے مطابق سلطان محمود نے بار دیگر دکن کا رخ کیا سلطان محمود نے یہ خبر سنکر دولت آباد تک تاراج و تباہ کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس گیا۔

بادشاہ گجرات نے بھی نظام شاہ بہمنی کے تحائف و ہدیے قبول کرنے کے بعد اپنے ملک کی راہ لی محمود شاہ گجراتی نے اپنے وطن پہنچکر فرمانروائے مالوہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ بلا وجہ مسلمانوں کے ممالک و بلاد کو تباہ و تاراج کرنا آئین اسلام و مروت سے بعید ہے لیکن اگر مذہب و اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی ہمت کی بھی جائے تو بلا جنگ و جدال کئے ہوئے معرکہ کارزار سے واپس آنا مردانگی و جرأت سے خارج ہے۔

سلطان خلجی نے اس نامہ کا یہ جواب دیا کہ اگر بادشاہ نے اہل دکن کی امداد کا ارادہ کر لیا ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ آیندہ سے دکن کا رخ نہ کروں گا۔

۸۶۹ھ ہجری میں سلطان محمود نے ایک جرار لشکر کے ہمراہ قلعہ باور و بندر دول پر جو گجرات و مالوہ کے درمیان واقع ہیں یورش کیا۔

حاکم قلعہ نے چند مرتبہ جنگ آزمائی کی لیکن ہر معرکہ میں شکست کھا کر مغلوب و لاچار ہوا اور بادشاہ سے امان طلب کی۔

سلطان نے حریف کا قصور معاف کیا اور راجہ نے قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیا۔

قلعہ مذکور ہندوستان کی نادر الوجود عمارت ہے جو بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے اور استحکام میں سد سکندری کے مثل ہے۔

حصار مذکور اس تاریخ تک مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آیا تھا اور ولایت دون کا راجہ جو ایک ہزار مواضع کا مالک تھا اس حصار کے استحکام و محل وقوع پر ایسا نازاں تھا کہ زبردست حریف کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ راجہ نے قزاقوں کی ایک دلیر و جانباز گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر دیا تھا اور یہ سرفروش جماعت مسافروں کو جانی و مالی نقصان پہنچایا کرتی تھی۔

غرضکہ سلطان محمود نے قلعہ کے تمام اسباب و خزائن پر قبضہ کیا۔ راجہ کو خلعت عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت راجا کو بار دیگر عنایت کر کے بے شمار مال غنیمت اپنے ہمراہ لے کر گجرات واپس آیا اور رعایا کی خبرگیری اور آبادی ملک کے بڑھانے و عمارت تعمیر کرنے میں مشغول ہوا۔

۸۶۶ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے لیئے احمد نگر کا رخ کیا۔ اثنائے راہ میں بہاء الملک بن الف خاں نے ایک سلحدار کو بلا قصور قتل کیا اور قصاص کے خوف سے ایدر کی طرف فراری ہوا۔

بادشاہ نے اس واقعہ سے اطلاع پاتے ہی ملک حاجی و عضد الملک کو قاتل کے تعاقب میں روانہ کیا ان امیروں نے بہاء الملک کی رعایت کی اور اس کی جان بچانے کے لیئے مکر کا یہ جال بچھایا کہ قاتل کے دو ملازموں کو مال و زر دیکر ان کو اس امر پر راضی کیا کہ بادشاہ کے حضور میں بجائے بہاء الملک کے وہ اپنے کو سلحدار کا قاتل بیان کریں۔

ان امیروں نے قاتل کے ملازمین کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ بادشاہ کے مزاج میں رحم غالب ہے وہ خود گناہ معاف کر دیگا اور نیز یہ کہ مشورہ کے وقت امراء بھی جان بخشی کی سفارش کرینگے اور ان کا بال بیکا نہ ہوگا۔

اجل گرفتہ ملازمین نے امیروں کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ نے علما کے فتوی کے مطابق خود ساختہ ملزمین کو قتل کیا۔

بادشاہ شکار سے اپنے ملک کو واپس آیا اور اس کو اس واقعہ کے پوست کندہ حالات سے اطلاع ہوئی۔ سلطان محمود بیحد غضبناک ہوا اور باوجودیکہ عماد الملک و عضد الملک دولت گجرات کے بہترین امیر تھے بادشاہ نے خلایق کی عبرت کے لیئے

ان ہر دو امرا کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا دیا۔

۸۷۳ ہجری میں بادشاہ خواب میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور سردار دو جہاں روحی فداہ نے بادشاہ کو اپنے خوان کرم سے دو طبق مرحمت فرمائے۔ اس مبارک خواب کی یہ تعبیر سمجھی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان نعمتیں حاصل ہوں گی چنانچہ فتح ولایت دون و تسخیر ملک کرنال نے اس تعبیر کو عملی جامہ پہنایا۔

واضح ہو کہ حصار کرنال ایک پہاڑ پر واقع ہے جو بلندی میں آسمان کے برابر ہے تمام سلاطین دہلی و راجایان ہندوستان نے اس حصار کے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے پروردگار نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ نعمت سلطان محمود شاہ گجراتی کو عطا فرمائی اس پہاڑ کو بطور محیط دوسرے سر بہ فلک پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ ہر پہاڑ میں بے شمار درے ہیں اور ہر درہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے۔

ان دروں میں ایک کا نام درہ موذری ہے جس کے مقابلہ کا مضبوط و مستحکم حصار اس زمانہ میں جونا گڑھ کے نام سے مشہور ہے۔

ایک دوسرا درہ بھی بیحد مشہور و معروف ہے جس کو درہ مہابلہ کہتے ہیں اس ملک پر راے منڈلک اور اس کے آبا و اجداد قابض تھے اور سوا سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے کسی حکمران نے ولایت کرنال پر حملہ نہ کیا تھا۔

سلطان محمود شاہ نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کیا اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ کی تعبیر سے مطمئن و قوی دل ہو کر کرنال کا رخ کیا۔

بادشاہ ملک کرنال سے چالیس کوس کے فاصلہ پر پہنچا اور اس نے تغلق خان اپنے خالو کے مشورہ سے جو ملک کا ایک نامی امیر تھا سترہ سو جوان آزمودہ کار اپنے لشکر سے منتخب کئے اور اسی قدر عربی عراقی و ترکی گھوڑے اور ساتھ سو طلائی و نقرئی غلاف خنجر اس جماعت کو تقسیم کر کے روانہ کیا اور درہ مہابلہ پر پہنچ گیا۔

راجپوتوں کی ایک جماعت جو درہ کی محافظ اور بہادران سے نام سے مشہور تھی برسر مقابلہ آئی۔ ان راجپوتوں نے حفاظت میں بیجا کوشش کی لیکن چونکہ حریف کے ارادہ سے غافل تھے اور عجلت میں سامان جنگ سے مسلح نہ ہو سکے تھے باوجود

شدید جانبازی کے میدان جنگ میں کام آئے سلطان محمود اور اس کے اہل لشکر تکبیر کہتے ہوئے درہ میں داخل ہوئے۔

رائے کرنال کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور وہ شکار کے بہانہ سے قلعہ کرنال سے سپاہ و لشکر کے ہمراہ نیچے اترا اور درۂ مہابلہ کی طرف روانہ ہوا۔

راجپوتوں نے مسلمان سپاہیوں کی کمی تعداد سے دھوکا کھایا اور جنگ و جدال میں مشغول ہوئے لیکن مسلمانوں کو پے در پے امداد ملتی گئی اور بے شمار غیر مسلم معرکہ کارزار میں کام آئے۔

رائے منڈلک تباہ و پریشان حال میدان جنگ سے فراری ہو کر قلعہ کرنال میں پناہ گزین ہوا مسلمانوں نے درۂ مہابلہ سے بے شمار قیدی گرفتار کر کے حوالی کرنال کے بتخانوں کا رخ کیا۔ برہمنوں اور راجپوتوں کے وہ جماعت جو بتخانوں کی محافظ تھی برسر مقابلہ ہوئی لیکن مسلمانوں نے اپنی جانبازی سے اس گروہ کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

بادشاہ نے اس روز اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلموں کو تہہ تیغ کیا۔

بادشاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرنال کی طرف لشکر روانہ کرے لیکن رائے منڈلک نے اپنے اعزہ کی ایک جماعت کو بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے امان طلب کی۔

بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ بے شمار قیدی اور مال غنیمت مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکا ہے اور نیز یہ کہ موسم گرما کی حدت کی وجہ سے اس ملک میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں ہے اس سال صرف پیشکش کو کافی سمجھا اور احمد آباد واپس آیا۔

۸۷۱ہجری میں محمود شاہ نے جو منڈلک پر حملہ آور ہونے کا بہانہ ڈھونڈھا کرتا تھا سنا کہ راجہ چتر و دور باش وغیرہ لوازم بادشاہی کے ہمراہ سواری کرتا ہے اور نیز یہ کہ تاج مرصع سر پر رکھ کر شکل فرمانروا کے تخت حکومت پر جلوس کرتا ہے۔

بادشاہ کو راجہ کی یہ ادا بیحد ناگوار ہوئی اور اس نے چالیس ہزار سواروں کا ایک لشکر نامزد کیا اور ان کو حکم دیا کہ اگر راجہ تمام لوازم سلطنت سے دست بردار ہو کر

پاتشیا تمہارے سپرد کر دئے تو اُس سے باز پرس نہ کرنا ورنہ ملک کے فتح کرنے میں سعی و کوشش کا کوئی پہلو فرو گذاشت نہ ہو۔

راجہ مسلمانوں کے مقابلہ میں معرکہ آرائی نہ کر سکا اور حریف نے جو سامان طلب کیا وہ اُس کے حوالہ کر کے اپنی عزت و ناموس کو محفوظ رکھا۔

نظام الدین احمد کی تاریخ میں مرقوم ہے کہ سلطان محمود نے جس قدر مال غنیمت رائے منڈلک سے حاصل کیا تھا وہ تمام و کمال ایک ہی مجلس عشرت میں ارباب نشاط کو بطور انعام عطا کیا۔

سنہ ۸۷۴ ہجری میں سلطان محمود شاہ غازی نے رسم شکار کو بہانہ بنایا اور سفر کر کے اپنے ملک کے اکثر شہروں کا خود معائنہ کیا۔

بادشاہ نے اس سال جنگل وغیرآباد حصہ ملک کی آبادی و معموری میں بے انتہا کوشش کی اور ملک کے کسی حصہ کو بھی غیر آباد و تباہ نہ رہنے دیا۔

سنہ ۸۷۶ ہجری کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم جا رہا تھا اثنائے راہ میں ایک دوسرا ہاتھی مست ہوا اور زنجیر تڑا کر فوج کی جانب دوڑا اس مست ہاتھی کی دوڑ سے فوج کے دوسرے ہاتھی بھی قابو سے جاتے رہے۔

یہ مست فیل بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اُس کو دو یا تین ٹکریں دیکر بھگا دیا اور بھی مفرور جانور کے تعاقب میں خود بھی دوڑا۔

فیل مست نے بادشاہ کے ہاتھی کے قریب پہنچکر اُس کو ایک ٹکر ایسی ماری کہ بادشاہ کے پاؤں میں ضرب آئی اور خون جاری ہو گیا۔

سلطان نے اپنی شجاعت فطری کے لحاظ سے اس ضرب پر مطلق توجہ نہ کی اور ایک نیزہ ایسا فیل مست کی پیشانی پر مارا کہ زخم سے خون جاری ہو گیا۔

فیل مست نے دوسری ٹکر دی اور اس مرتبہ بھی ایک نیزہ کھایا۔

جانور اب بھی باز نہ آیا اور تیسری ٹکر ہاتھی کو لگائی بادشاہ نے اس مرتبہ ایسی شدید ضرب نیزہ کی لگائی کہ جانور بیتاب ہو کر فراری ہوا اور بادشاہ بہ خیر و عافیت مکان پہنچا اور صدقات و خیرات کے مراسم بجا لایا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد بادشاہ نے امرائے دربار کو طلب کیا اور قلعہ جوناگڑھ و کرنال کی مہم کی تیاریاں شروع ہوئیں۔

سلطان محمود شاہ نے ایک شاہانہ روز میں پانچ کروڑ روپیہ سپاہ کو تقسیم کیا ان کے علاوہ دو ہزار پانچ سو عربی و ترکی گھوڑے بھی لشکر کو عطا کئے ان گھوڑوں میں بعض کی قیمت دس ہزار تنگہ تک آنکی گئی۔

بادشاہ نے اسپ و زر کے علاوہ پانچ ہزار تلواریں سات سو مرصع کمربند اور ایک ہزار سات سو طلائی دستہ کے خنجر بھی فوج کو مرحمت فرمائے۔

ان عطیات کے بعد بادشاہ مہم پر روانہ ہوا اور کرنال سے ملحق ملک یعنی ولایت سورت میں پہنچا۔

رائے مندلک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ نے تمام عمر اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اور کبھی کوئی امر خلاف مرضی عمل میں نہیں لایا اس وقت بھی جس قدر پیشکش کی ضرورت ہو بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ ہمارا مصمم ارادہ یہ ہے کہ اس ملک کو فتح کر کے اسلام آباد کریں اس لئے ہم پیشکش و باج و خراج وغیرہ مراسم اطاعت پر توجہ نہ فرمائینگے۔

رائے مندلک نے بادشاہ کی رائے اور نیز مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر کے شب کو راہ فرار اختیار کی اور قلعہ جوناگڑھ میں جو سر راہ واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔

بادشاہ نے دوسرے روز اس مقام سے کوچ کر کے حصار جوناگڑھ کے نواح میں قیام کیا دوسرے روز مسلمانوں کی ایک جماعت قلعہ کے قریب پہنچی اور راجپوتوں نے حصار سے نکل کر جنگ آزمائی کی لیکن حریف سے شکست کھا کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ دوسرے روز پھر معرکہ آرائی ہوئی اور اس جنگ میں بھی مسلمان غالب آئے۔

تیسرے روز خود بادشاہ نے حملہ کیا اور صبح سے شام تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ دروازہ قلعہ کے قریب استادہ کرائی گئی

اور مسلمانوں نے اسباب قلعہ کشائی بخوبی درست کیئے۔
راجپوت قلعہ سے نکل کر جنگ آزمائی کرتے اور عاجز ہو کر پھر حصار میں پناہ گزیں ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک روز اہل حصار نے عالم خاں فاروقی کے مورچہ پر حملہ کر کے اس امیر کو شہید کیا۔
محاصرہ آٹھ سال تک برابر جاری رہا اور رائے مندلک نے پریشان ہو کر قاصد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیئے اور صلح کا خواستگار ہوا لیکن راجہ کی درخواست منظور نہ ہوئی ۸۷۳ھ ہجری کے اوائل میں رانا نے عاجز ہو کر امان طلب کی اور قلعہ جوناگڑھ بادشاہ کے سپرد کر کے خود حصار کرنال میں پناہ گزیں ہوا۔
اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے چوری اور راہ زنی اختیار کی اور بادشاہ نے غضبناک ہو کر ایک ہزار لشکر جوناگڑھ میں متعین کیا اور خود کرنال روانہ ہوا۔
سلطان محمود نے جنگ آزمائی شروع کی اور اس مرتبہ بھی رائے مندلک کو عاجز و پریشان کر کے کرنال پر بھی قبضہ کر لیا۔
مختصر یہ کہ حصار کرنال جو ایک ہزار نو سو[19] سال سے مندلک کے خاندان کے زیر حکومت تھا محمود شاہ کے قلمرو میں داخل ہوا۔
بادشاہ نے بھی اپنے ہم نام بادشاہ بت شکن کی تقلید کی اور محمود غزنوی کی طرح بے شمار بت و بتخانہ توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا۔
رائے مندلک ان واقعات کے بعد حکمرانی سے بیزار ہو گیا اور اپنی اور اپنے متعلقین کی جان کی امان طلب کر کے ملازمت کے قصد سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔
رائے مندلک نے سلطان محمود کے عمدہ و بہترین خصائل کا معائنہ کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ پنجاب کے مشہور و معروف ولی کامل حضرت شمس الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ کی برکت صحبت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی ہے اب میرا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ بادشاہ راجہ کی اس تقریر سے بیحد خوش ہوا اور اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کر کے راجہ کو زمرہ اسلام میں داخل کیا۔

سلطان محمود نے تو مسلم راجہ کو خان جہاں کا خطاب عطا کر کے اس کو اپنے نامی امرا کے گروہ میں شامل کیا رائے مندلک کی اولاد حکومت گجرات کے اختتام تک معزز و مکرم و صاحب منصب و جاگیر رہی۔

شیخ سکندر مصنف تاریخ گجرات رقم طراز ہے کہ بعض اشخاص نے رائے مندلک کے اسلام کی اس طرح روایت کی ہے کہ سلطان رائے مندلک کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل کر کے احمد آباد روانہ ہوا بادشاہ کا حضرت شاہ عالم کے وطن و خوابگاہ رسول آباد سے گزر ہوا۔

رائے مندلک نے دیکھا کہ حضرت شاہ عالم قدس سرہ کے آستانہ پر اسپ و فیل و خلقت خدا کا ہجوم ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بارگاہ کس امیر کی ہے۔ اہل اسلام نے جواب دیا کہ یہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ ہے راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرمانروا کے حلقہ بگوش ہیں۔

اہل خطاب نے جواب دیا کہ ان کو کسی دنیاوی حکمرانی سے تعلق نہیں ہے یہ بزرگ خدا کے مقرب بندہ اور اسی کے نوکر و اطاعت گزار ہیں۔

رائے مندلک نے کہا کہ میں ان بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔

راجہ سواری سے اترا اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت شاہ عالم کے مبارک و مقدس چہرہ پر نظر پڑتے ہی اس راجہ کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور حضرت شیخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو کر حضرت کے مریدوں میں داخل ہوا۔

بادشاہ دین پناہ نے اس خیال سے کہ اس نواح میں اسلام کا بول بالا ہو۔ بلدہ مصطفیٰ آباد کی بنیاد ڈالی اور بلند عمارات و مساجد تعمیر کرا کے امرا کو بھی حکم دیا کہ اپنے محل و مکانات اسی شہر میں بنائیں۔

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور شہر جلد سے جلد آباد و معمور ہو گیا۔

سلطان و امرا کے ترک سکونت سے احمد آباد کے نواح میں رہزنوں اور چوروں نے سر اٹھایا اور مسافروں کو راہ سفر طے کرنا دشوار ہو گیا۔

بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے کوتوال لشکر و محافظ سلاح خا

یعنی ملک جمال الدین بن شیخ ملک کو محافظ خاں کا خطاب و علم و کرنا عطا کر کے احمد آباد کا کوتوال مقرر کیا۔
محافظ خاں نے قلیل زمانہ میں اس نواح کے تمام راہزنوں اور چوروں کا قلع قمع کر کے ملک کو ان کے خس و جود سے پاک و صاف کر دیا۔
محافظ خاں کی یہ خدمت بادشاہ کو بہت پسند آئی اور یہ امیر علاوہ کوتوال کے شہر کا صدر محاسب بھی مقرر کیا گیا اس امیر کے مرتبہ میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے اصطبل میں سترہ سو گھوڑے بندھنے لگے اور اس کے فرزند ملک خضر نے راجہ سروہی وغیرہ دیگر ارباب نواح سے پیش کش وصول کئے۔
جس زمانہ میں کہ بادشاہ مصطفٰے آباد میں مقیم تھا اسے معلوم ہوا کہ ماہی گیروں کا ایک گروہ جو سرحد سندھ یعنی ملک کچھ میں آباد ہے علاوہ ملحد ہونے کے راہزنی کا پیشہ اختیار کر کے خلقت خدا کو تکلیف و آزار پہنچا رہا ہے۔
۸۸۰ہجری بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور ایک مقام موسوم شور پر پہنچا بادشاہ نے ایک شبانہ روز میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کی اور چھ سو سواروں کے ہمراہ بے خبر ان کے سر پر پہنچا۔ حریف چار ہزار تیس کمانداروں کی ایک جماعت کے ہمراہ مقابلہ میں آیا۔
حریف کے گروہ کے آثار نمودار ہوئے اور مسلمانوں نے ہتھیار بند ہو کر حلقہ باندھا اور جنگ آزمائی کے لئے روانہ ہوئے ملحدین شور پر باوجود قلت کے بادشاہ اور اس کے سپاہ کا ایسا رعب غالب ہوا کہ اس جماعت کے سرداروں گردن میں تیغ و کفن آویزاں کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی راہزنی پر نادم و پشیمان ہو کر بادشاہ سے معافی کے طلبگار ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں گے۔
بادشاہ نے اس گروہ کا قصور معاف کر کے ان سے ان کے دین و عقائد کے بابت سوال کیا اس جماعت کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم صحرا نشین و بیابان نورد قوم کے اشخاص ہیں ہماری جماعت میں کوئی دانشمند و عالم نہیں ہے اس وقت تک ہم صرف آسمان و عناصر اربعہ کو پہچانتے ہیں اور ہم کو سوا خورد و نوش کے اور کسی امر سے سروکار

نہیں ہے لیکن اب چونکہ ہم کو بادشاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ہے امید ہے کہ مالک مجازی کے طفیل اور اُس کی توجہ سے خداوند حقیقی تک بھی رسائی ہو جائیگی۔

بادشاہ نے اس قوم کا قصور معاف کیا اور ان کے سرداروں میں سے بعض اشخاص کو اپنے ہمراہ احمد آباد لے آیا۔

بادشاہ نے سرداران شور کو مسلمانوں کے سپرد کر کے حکم دیا کہ اُن کو حنفی مذہب کے مطابق عقاید و احکام اسلام کی تعلیم دی جائے۔

ان سرداروں کی سکونت کی وجہ سے اس قوم کے اکثر افراد کی آمد و رفت مصطفےٰ آباد میں ہونے لگی اور انھیں کے ذریعہ سے سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ ولایت شور کے عقب میں ایک دوسرا ملک بھی آباد ہے جو سندھیہ کے نام سے مشہور ہے اور ایک فرمانروا کے تحت میں ہے جو عام طور پر بادشاہ سندھیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھیہ میں چار ہزار بلوچیوں کے گھر آباد ہیں اور اس قبیلے کے چار ہزار مرد جو کمانداری میں ید طولے رکھتے ہیں تیر اندازی کی وجہ سے مخلوقت خدا کو نقصان و آزار پہنچاتے ہیں۔

اہل شور نے یہ بھی بیان کیا بلوچی امامیہ مذہب کے پابند ہیں اور انھیں کی وجہ سے ماہی گیروں نے بھی اثناء عشری مذہب اختیار کر لیا ہے۔

یہ گروہ جنگل میں راہ زنی کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔

سنہ ہجری میں بادشاہ نے اس قوم کے تباہ کرنے کے ارادہ سے سندھیہ کا سفر کیا۔ محمود شاہ ولایت شور میں پہنچا اور حکم دیا کہ ایک ہزار سوار دو اسپہ ہمراہ لئے جائیں اور ایک ہفتہ کا سامان خوراک ساتھ رہے اور ایک شبانہ روز میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کر کے حریف کے سر پر پہنچ جائیں بادشاہ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کا لشکر سندھیہ پہنچا اور ایک جنگل میں مقیم ہوا تاکہ انسان و جانور آرام کر کے دوسرے روز اہل سندھیہ پر حملہ کریں۔

اتفاق سے بلوچیوں کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو چرانے کے لئے جنگل میں آئی تھی۔ یہ گروہ مسلمانوں کے ارادہ سے واقف ہو گیا اور ایک شتر سوار کے ذریعہ سے اپنی قوم کو حقیقت حال سے مطلع کر دیا۔

اس گروہ نے بادشاہ کا نام سنتے ہی اپنے مکانوں کو خیر باد کہا اور ہر شخص غاروں اور پہاڑوں کے کھوہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے اس قوم کے مکانوں پر دھاوا کیا لیکن کسی انسان کا نشان نظر نہ آیا۔

اتفاق سے چند سوار بلوچیوں کے گرفتار ہوئے اور سلطان نے ان سے حقیقت حال دریافت کر کے بلوچیوں کے جائے پناہ کا نشان معلوم کیا اور پناہ گزینوں کو گرفتار کر کے ان کو تہہ تیغ کیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے واپسی کا ارادہ کیا۔

بادشاہ پا بہ رکاب تھا کہ چند اعیان ملک نے اس سے عرض کیا ہم نے بیحد مشقت کے بعد اس ملک میں پہنچکر دشمن پر غلبہ حاصل کیا ہے مناسب یہ ہے کہ اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم و داروغہ مقرر کر کے وطن کی راہ لیں۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ چونکہ مخدومہ جہاں سلاطین سندھیہ کی نسل سے ہے اس لئے مجھ پر صلۂ رحم کی رعایت واجب ہے میں ہرگز اس ملک پر قبضہ مالکانہ نہ کرونگا۔

غرضکہ بادشاہ بلوچیوں سے جنگ آزمائی کر کے مصطفےٰ آباد واپس آیا۔

قلیل عرصہ کے بعد سلطان محمود کو معلوم ہوا کہ بندر جگت میں بت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے تمام باشندے اور خاص کر برہمن بیحد متعصب ہیں۔

بادشاہ کا ارادہ یہی تھا کہ اس ملک پر حملہ آور ہوں کہ اسی زمانہ میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانہ کے عالم فاضل اور سلاطین بہمنیہ کے دربار میں ایک عرصہ تک مقرب و مکرم رہ چکے تھے ضعیفی کے عالم میں مع متعلقین و اسباب و زر دکن سے اپنے وطن ہر موز روانہ ہوئے۔

مولانا کی کشتی بندر جگت کے ساحل پر پہنچی اہل جگت نے برہمنوں کے حکم سے اس کشتی پر حملہ کیا اور تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔

مولانا محمد معہ دلسپیر خرد سال کے بہ حال تباہ مصطفےٰ آباد پہنچے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں اپنا مختصر مال ہمراہ لے کر اپنے وطن سمرقند جا رہا تھا اور میرے ہمراہ میرے متعلقین و اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ میری کشتی بندر جگت پر پہنچی

اور اس مقام کے ہندو راجہ مسمی بھیم نے برہمنوں کی ہدایت کے موافق ہم مسلمانوں کی عداوت پر کمر ہمت باندھی اور چند کشتیوں پر غیر مسلم سواروں کو ہمارے تباہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ہندوؤں نے ہم پر حملہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے تمام مال و اسباب پر قابض ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں بچوں کی والدہ بھی انہیں کے قید میں نظر بند ہے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت سلطان ایسے دیندار و متقی فرمانروا کے جوار میں کلمہ گو افراد پر اس قسم کے مظالم ہوں اور بادشاہ دین پناہ ان کے انتقام پر توجہ نہ فرمائیں بادشاہ نے مولانا کو احمد آباد روانہ کر دیا اور اسی وقت دربار منعقد کیا اور اپنے وزرا و امراء سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا یہ امر ذرا بھی جائز ہے کہ سنگدل غیر مسلم سلاطین اسلام کے عہد و جوار میں مسلمانوں پر اس اس طرح کے مظالم روا رکھیں اگر قیامت کے روز خدا ہم سے یہ سوال کریگا کہ باوجود علم کے تم نے اس طرح کے ظلم و ستم کے دفعیہ پر کیوں توجہ نہ کی تو ہم کیا جواب دیں گے۔

امرا اگرچہ سفر کی تکالیف سے بہت پریشان ہو چکے تھے لیکن بادشاہ کا ارادہ دیکھ کر مجبوراً تمام امیروں نے عرض کیا کہ ہم تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اسکو بجا لائیں ظاہر ہے کہ صورت موجودہ میں ایسے سنگدل گروہ کو دفع کرنا ہمارا فریضہ ہے مناسب یہی ہے کہ ہم کمر ہمت باندھیں اور دشمنان اسلام کو تباہ و برباد کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔

بادشاہ نے اس تقریر کے بعد سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پہنچکر تکبیر کی آواز سے برہمنوں کو پریشان و حواس باختہ کر دیا۔

ہندوؤں نے خوف زدہ ہو کر جگت کو خیرباد کہا اور جزیرہ بیت روانہ ہو گئے۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کیا اور ہندوؤں سے انتقام لینے پر متوجہ ہوا۔

چونکہ اس جزیرہ میں جانوران موذیہ بکثرت پائے جاتے تھے بادشاہ نے بے شمار درندوں اور گزندہ جانوروں کو ہلاک و تباہ کیا چنانچہ صرف بادشاہ کے سراپردہ کے قریب ایک پہر میں سات سو سانپ ہلاک کئے گئے اسی طرح دوسرے

جانور بھی لاتعداد مارے گئے۔

بادشاہ نے جزیرہ جگت کے بتخانہ کو مسمار کر کے وہاں مسجد تعمیر کرائی اور اس نواح میں قیام پذیر رہا۔

اس دوران میں بے شمار کشتیاں تیار ہوئیں اور بادشاہ ان پر سواروں اور نیز سامان جنگ کو لاد کر جزیرہ تبت روانہ ہوا۔

اہل گجرات دغیر مسلم افراد میں بائیس معرکہ ہوئے لیکن آخر کار مسلمانوں نے جہازوں کو بندرگاہ پر لنگر انداز کیا اور جزیرہ میں داخل ہو کر بے شمار ہندوؤں کو قتل کیا۔

راجہ بھیم موقعہ پاکر ایک کشتی میں سوار ہوا اور کسی طرف آوارۂ وطن ہو گیا۔

بادشاہ نے مسلمان قیدیوں کو آزاد کیا اور ایک جماعت کو راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا اور شہر تبت میں داخل ہوا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

سلطان محمود نے اپنے ایک نامی امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر کیا اس درمیان میں مسلمانوں کی جماعت راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔

سلطان محمود نے خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور مصطفےٰ آباد واپس آیا۔

بادشاہ نے فرمان کے ذریعہ سے ملا محمدؒ کو احمد آباد سے طلب کیا۔ مولانا بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور سلطان محمود نے ان بچوں کی ماں اور راجہ کو ان کے سپرد کر کے حکم دیا کہ مجرم کو جس طرح مناسب خیال کریں سزا دیں۔

مولانا چونکہ راجہ سے بے حد آزردہ خاطر تھے انھوں نے یہ تجویز کیا کہ راجہ محافظ خاں کے پاس روانہ کر دیا جائے اور وہ اس مجرم کو تمام شہر میں گشت کرا کے قتل کرے بادشاہ نے راجہ کو محافظ خاں کے پاس روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کو اس طرح قتل کرے کہ دوسروں کو عبرت ہو۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں کہ سلطان محمود مصطفےٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا اہل گجرات ہر سال کی کشمکش اور احمد آباد سے علٰحدہ ہونے کے رنج و غم میں اپنی

زندگی سے بیزار ہو گئے اور ہر شریف و رذیل صغیر و کبیر نے فریاد و فغاں سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا سلطان محمود اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اس نے ممالک محروسہ کا انتظام امرا کے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے ضبط و استحکام میں مصروف ہوا۔

بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو حاکم سونگھر اور فرحت الملک کو حاکم تبت و جگت اور نظام الملک کو والی مانیر مقرر کیا۔

سلطان محمود نے خداوند خان کو جو وزیر الممالک تھا شاہزادہ مظفر کا اتالیق مقرر کر کے اس کو احمد آباد میں چھوڑا اور خود امرا کے ایک گروہ کے ہمراہ مصطفیٰ آباد پہنچا اور باغات کے نصب کرنے و عمارات کی تعمیر میں مصروف ہوا۔

چند ہی روز گزرے تھے کہ امرائے احمد آباد نے سازش شروع کی اور خداوند خان اور رائے رایاں وغیرہ نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود کو تخت حکومت سے معزول کر کے شاہزادہ احمد کو اس کا جانشین بنائیں۔ ان سازشی امرا نے عید الفطر کے بہانہ سے عماد الملک و دیگر اعیان ملک کو احمد آباد میں طلب کیا اور خلوت میں عماد الملک سے راز افشا نہ کرنے کے بابت شدید قسم لی اور اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔

چونکہ اس زمانہ میں عماد الملک کا لشکر تھانہ میں تھا اس نے انکی درخواست قبول کی اور جلوس کی تاریخ کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر کے اپنے لشکر کو احمد آباد میں طلب کیا۔

عماد الملک کے تمام ہمراہی عید سے پیشتر ہی حاضر ہو گئے۔ عماد الملک نے عید کے روز اپنی فوج آراستہ کی اور شاہزادہ کے دربار میں حاضر ہوا اور مظفر شاہ کو رسم قدیم کے موافق نماز کے لئے محل سے باہر لایا اور فراغت نماز کے بعد پھر قصر شاہی میں واپس لے آیا۔

خداوند خان اور اس کے ہمراہی عماد الملک کی رائے سے آگاہ ہو گئے اور ایک حرف بھی اپنے ارادہ کے اظہار میں زبان پر نہ لائے۔

قیصر خان بادشاہ کے ایک مقرب امیر نے ان کینہ طبیعت امرا کے ارادہ سے بادشاہ کو اطلاع دی اور سلطان محمود نے دوست و دشمن کے امتحان کے لئے

امرا سے کہا کہ میرا ارادہ ہے حج بیت اللہ کے لئے سفر کروں بادشاہ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ جو شخص اس امر کی تصدیق کرے اس کی دشمنی کا حال کھل جائے گا۔ بادشاہ نے چند لاکھ تنگے عمال کو مرحمت کئے اور حکم دیا کہ اس رقم سے سامان سفر کی ضروری اشیا خرید کی جائیں خود مصطفےٰ آباد سے کعبہ کعبہ روانہ ہوا اور کشتی میں سوار ہو کر بندرگاہ کنبایت میں وارد ہوا۔

بادشاہ کے ورود سے اہل احمد آباد آگاہ ہوئے اور تمام امرامع شاہزادہ کے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔

سلطان محمود نے ایک روز جب کہ تمام امرا حاضر تھے دربار میں فرمایا کہ اب شاہزادہ بفضل خدا جوان و تجربہ کار ہو چکا ہے اور امرا شاہزادہ کی مرضی کے مطابق اس کی خدمت کیلئے تیار ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ مہمات ملکی شاہزادہ اور اس کے تربیت کردہ امیروں کے سپرد کروں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں

عماد الملک نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ اور بادشاہ احمد آباد تشریف لے چلیں اس کے بعد سفر و حضر کا اختیار ہے جب مناسب خیال فرمائیں حج کی سعادت سے فیضیاب ہوں۔

سلطان محمود سمجھ گیا کہ امرا کی سازش کی ضرور کچھ نہ کچھ اصلیت ہے بادشاہ احمد آباد روانہ ہوا اور شہر میں پہنچکر اس نے ایک روز امرا کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے کہا کہ جب تک تم مجھ کو حج کی اجازت نہ دو گے میں کھانا نہ کھاؤنگا۔

امرا چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ کی یہ تقریر محض امتحان کے لئے ہے تمام امیر قطعی خاموش رہے عماد الملک نے عرض کیا کہ بندہ زادہ اب جوان ہو گیا ہے میرے عہدہ پر اس کا تقرر فرمایا جائے مجھ کو ہمرکابی کی عزت مرحمت ہو۔

بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہو تو بیحد مناسب و مبارک ہے لیکن مہمات ملکی تمہاری عدم موجودگی میں طے و فیصل نہ ہو سکینگے۔

آفتاب وسط سما پر پہنچا اور نظام الملک نے جو امرا کا سرگروہ تھا عماد الملک کی تلقین کے مطابق بادشاہ سے عرض کیا کہ اولاً جہاں پناہ

اہل حرم و خزانہ کی حفاظت کے لئے جنا پیر کا قلعہ فتح فرمالیں اس کے بعد سعادت حج سے فیضیاب ہوں۔

بادشاہ نے فرمایا کہ انشا اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس تقریر کے بعد سلطان محمود نے کھانا طلب کیا اور خاصہ تناول فرمایا۔

بادشاہ نے دیدہ و دانستہ چند روز تک عماد الملک سے تخاطب نہ کیا۔ عماد الملک نے خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ بندۂ بے گناہ پر عتاب و غصہ کی کیا وجہ ہے بادشاہ نے فرمایا کہ جب تک تم حقیقت حال سے مجھکو مطلع نہ کروگے میں تم سے صاف نہ ہونگا۔

عماد الملک نے عرض کیا کہ اگرچہ افشائے راز کی بابت میں نے شدید قسم کھائی ہے لیکن چونکہ اب چارۂ کار نہیں ہے جو امر ہے اس کو صاف صاف عرض کرتا ہوں حقیقت واقعی وہی ہے جو بادشاہ نے مصطفےٰ آباد میں سنی ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سن کر تحمل و ضبط سے کام لیا اور خداوند خاں کو صرف یہ ایک اذیت پہنچائی کہ اپنے خاصہ کے ایک کبوتر کو اس نام سے موسوم کیا۔

اس واقعہ کے بعد بادشاہ ایک عرصے کے بعد پٹن روانہ ہوا اور پٹن سے عماد الملک و قیصر خاں کو جالور و ساجور کی تسخیر کے لئے نامزد کیا۔

یہ امرا بادشاہ سے رخصت ہو کر شیخ حاجی رجب کی تربت کے قریب قیام پذیر ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے ادبار کا وقت قریب آچکا تھا اس کا فرزند مجاہد خاں اپنے خالہ زاد برادر صاحب خاں کی موافقت میں شبکو قیصر خان کے سراپردہ کے قریب آیا اور چغلخوری کے انتقام میں اس کو قتل کر دیا۔

بادشاہ نے یہ خیال کیا کہ قیصر خاں کو اس کے قدیمی دشمن اژدر خاں نے تہ تیغ کیا ہے اور اس کو پابہ زنجیر کر کے قید خانہ میں داخل کر دیا۔

اتفاق سے مجاہد خاں و صاحب خاں خود بہ خود خوف زدہ ہو کر فراری ہوئے اور اژدر خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اژدر خاں کو رہا کر کے اس کے بجائے خداوند خاں کو قید کیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

اسی دوران میں عماد الملک نے علیل ہو کر وفات پائی اور اسکا فرزند

اختیار الملک باپ کا جانشین ہو کر وزیر مقرر کیا گیا۔ اختیار الملک اس قدر صاحب اقتدار ہوا کہ قلیل زمانہ میں مرجع خاص و عام بن گیا۔

بادشاہ ان واقعات کے بعد مصطفیٰ آباد واپس آیا اور ایک مدت تک یہیں مقیم رہا۔

ماہ رجب ۸۸۸ھ ہجری میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ امرا کے ایک گروہ کو احمد آباد میں چھوڑ کر خود جنا نیر کی تسخیر کے لئے سفر کرے بادشاہ پابہ رکاب ہی تھا کہ اس کو معلوم ہوا کہ اہل ملا بار نے بے شمار کشتیاں فراہم کی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسافروں دریا کو آزار و نقصان پہنچائیں بادشاہ نے جنا نیر کی مہم کو ملتوی کیا اور جہاز میں سوار ہو کر اس جماعت کو قتل و غارت کرنے کیلئے روانہ ہوا۔

سلطان محمود نے چند جہاز آراستہ اور چند جہاز جنگ جو سپاہیوں اور تیر و تفنگ و دیگر آلات حرب سے بھرے ہوئے مہیا کئے اور اہل ملا بار کے تعاقب میں داخل ہوا۔

بادشاہ حریف کے جہازوں کے قریب پہنچا اور اہل ملا بار مقابلے سے عاجز ہو کر فراری ہوئے۔ اہل گجرات نے حریف کا تعاقب کیا اور ان کی چند کشتیاں گرفتار کر کے بندر کنبایت کو واپس آئے۔ بادشاہ گجرات واپس آیا اور اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے عظیم الشان قحط نمودار ہوا بے شمار مخلوق قحط کی وجہ سے ہلاک ہوئی اور رعایا بیحد پریشان و تباہ ہوئی۔

غرہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے جنا نیر پر حملہ کی تیاری کی۔ یہ حصار بالائے کوہ واقع ہے قلعہ بیحد مستحکم و بلند ہے جو آسمان سے باتیں کرتا ہے اس کے علاوہ اسی پہاڑ کی سطح پر ایک دوسرا پہاڑ واقع ہے جو بلندی میں فلک ہفتم سے بھی بلند ہے اس دوسرے پہاڑ پر بھی چونہ اور پتھر کی ایک دیوار بطور فصیل کھنچی ہوئی ہے اور اس دیوار میں مضبوط و خوبصورت برج تعمیر کئے گئے ہیں۔

اس زمانہ میں حصار کا حاکم رائے بنا ہی نام ایک راجپوت راجہ تھا جس کے آبا و اجداد عرصۂ دراز سے اس حصار پر حکمرانی کر رہے تھے۔ چونکہ ساٹھ ہزار راجپوت سوار و پیادہ سے اس نواح کے راجاؤں کے ملازم تھے یہ ہندو حکمران کسی بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے اور تکبر و غرور کیساتھ ملک پر فرمانروائی کرتے تھے۔

ایک عرصہ کے بعد راجہ نباہی اپنے اسلاف کا جانشین ہوا اور اس راجہ نے اہالی رسول آباد کو جو گجرات کے طبقات میں داخل ہے آزار و نقصان پہنچانا شروع کیا اور بے شمار مسلمانوں کو ظلم و جور سے تہہ تیغ کیا۔

بادشاہ قصبہ برودہ میں پہنچا اور راجہ نے اپنے افعال پر نادم ہو کر بادشاہ کی خدمت میں قاصد روانہ کئے اور بصد عاجزی وزاری کے ساتھ صلح کے بعد پیشکش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

بادشاہ نے راجہ کی درخواست قبول نہ کی۔ عضدالملک و تاج خاں پیشتر روانہ ہوئے اور ۷ صفر ۸۸۸ھ کو پہاڑ کے دامن میں فروکش ہوئے۔

ہر روز راجپوتوں کا ایک گروہ قلعہ سے باہر نکل کر معرکہ آرائی کرتا تھا اور پھر حصار میں پناہ گزیں ہو جاتا تھا۔ اسی دوران میں بادشاہ خود بھی قصبہ برودہ سے روانہ ہو کر جلد سے جلد چانپانیر پہنچا اور وہاں سے موضع کریاری میں جو مالوہ کے سرراہ واقع ہے فروکش ہوا۔

رائے نباہی نے بار دگر قاصد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے اور دو فیل طلا اور دیگر بیش قیمت تحائف و ہدیے پیش کر کے اپنے قصور کی معافی کی درخواست کی۔

بادشاہ نے اس درخواست کو بھی قبول نہ کیا اور راجہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور دیگر راجایان اطراف سے مدد لے کر قلعہ سے نیچے اترا ساٹھ ہزار سواروں اور بہادروں کے ہمراہ بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ شدید خونریز لڑائی کے بعد راجہ کو شکست ہوئی اور دس یا بارہ ہزار جنگجو راجپوتوں کے ہمراہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

سلطان محمود قلعہ کے پاس فروکش ہوا بادشاہ نے حصار کی نوعیت و دیگر لوازم جنگ کو بہ غور معائنہ کر کے ہر سردار کو مناسب مقام پر متعین کیا اور خود بشکل سابق کے موضع کریاری واپس آیا۔

سلطان محمود نے سید بدر کو حفاظت راہ اور رسد رسانی کے لیے یہیں چھوڑ دیا۔

ایک روز سید بدر رسد لئے جا رہا تھا راجپوتوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کیا اور رسد چھین کر لے گئے بادشاہ کو اس واقعہ

سے اطلاع ہوئی اور اب اور زیادہ حصار کو فتح کرنے پر مصر ہوا۔

چونکہ تمام مورچل تیار ہو چکے تھے اب محاصرہ بہ خوبی کیا گیا بادشاہ نے خود قلعہ کے پاس ہی قیام کیا اور حکم دیا کہ ہر چہار جانب ساباط تیار کی جائیں۔

راجہ بناہی نے عاجز ہو کر اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین خلجی کی بارگاہ میں روانہ کرکے امداد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ تنگہ سفید ادا کرنے قبول کئے سلطان غیاث الدین لشکر کو جمع کرکے قصبہ نعلچہ میں فروکش ہوا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ اور اس نے امرا کو جا بجا مقرر کرکے خود خلجی سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے قصبہ دبور تک سفر کیا دبور پہنچکر بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے ایک روز علما سے دریافت کیا کہ اگر کوئی اسلامی فرمانروا کسی غیر مسلم حکمراں پر حملہ کرے تو ہمکو حملہ آور کے مقابلہ میں ہندو کی امداد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

علما نے جواب دیا کہ اس قسم کی امداد مذہباً ناجائز ہے۔ سلطان غیاث الدین نے علما کے احکام کے مطابق حملہ سے ہاتھ اٹھایا اور اپنے ملک کو واپس گیا۔

سلطان محمود اس واقعہ کو سنکر بیحد خوش ہوا اور جنانیر واپس آیا ابھی قلعہ فتح بھی نہیں ہوا تھا کہ بادشاہ نے جنانیر میں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی بادشاہ کے اس فعل سے ہر خرد و بزرگ کو اس امر کا یقین آگیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہوگا بادشاہ اس ملک سے واپسی کا ارادہ نہ کریگا اہل لشکر نے ساباط کے درست کرنے اور اہل قلعہ کو تکالیف پہنچانے میں کوشش شروع کی۔

سب سے پیشتر بادشاہ اور اس کے غلام خاص ایاز سلطانی کی ساباطیں تیار ہو گئیں۔

ایک روز ملازمین شاہی نے ان ساباطوں سے دیکھا کہ صبح کے وقت اکثر ہندو مسواک و غسل کرنے کے لئے باہر چلے جاتے ہیں اور مورچل میں قلیل تعداد سپاہیوں کی رہجاتی ہے

بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ صبح کے وقت اسلامی فوج کا ایک حصہ ساباط کے ذریعہ سے قلعہ میں داخل ہو جائے شاید کہ یہ تدبیر کارگر ہو

اور حصار فتح ہو جائے۔

اہل لشکر نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور قوام الملک سرجاندار کے ہمراہ قلعہ میں داخل ہو کر ہندوؤں کے ایک گروہ کثیر کو قتل کیا۔

راجپوت اس واقعہ سے آگاہ ہوگئے اور انھوں نے بھی ہجوم کرکے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مسلمان غالب آئے اور ہندوؤں کو حصار کے دروازہ دوم تک پسپا کر دیا۔

اتفاق سے اس واقعہ کے چند روز قبل ہندوؤں نے مغرب کی جانب ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں شگاف ہو گیا اور ملک ایاز سلطانی موقعہ پاکر سواروں کے ایک گروہ کے ہمراہ اس رخنہ کے قریب آیا اور یہاں سے رخنہ دیوار تک پہنچ گیا اور رخنہ سے حصار بزرگ تک پہنچکر برج وبارہ کی راہ سے بام حصار پر پہنچا۔

بادشاہ نے نہایت عاجزی و آزادی کے ساتھ فتح و نصرت کی خدا کی بارگاہ میں دعا مانگی اور سواروں کو ایاز اور اسکے ہمراہیوں کی امداد کیلئے ابھارا۔

راجپوتوں نے بھی حیران و پریشان ہو کر حقہ بارود حصار کے بام پر پھینکا اتفاق سے توفیق و تائید الٰہی نے مسلمانوں کا ساتھ دیا اور دست قضا نے وہی حقہ رائے پناہی کے صحن سرا میں پھینک دیا۔

راجہ اور راجپوتوں نے صورت واقعہ کو اس طرح دیکھکر سمجھ لیا کہ ادبار ان کے سر پر سوار ہو گیا ہندوؤں نے آگ روشن کی اور اپنی قدیم رسم کے مطابق اپنے جورو بچوں کو آگ کی نذر کیا اور اپنی جان سے ہاتھ دھو کر آلات حرب اٹھائے اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کے لیئے تیار ہوئے۔

۸۸۹ ہجری دویم ذیقعدہ کی صبح کو ہندوؤں کو شکست ہوئی اور مسلمان حصار بزرگ کا دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہوئے اور ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔

سلطان محمود بھی اس دروازہ کے قریب پہنچ گیا اور شاہی علم بلند ہوا۔

تمام راجپوت بالائے حصار حوض کے کنارہ جمع ہوئے اور غسل کر کے شمشیر و نیزہ کو ہاتھ میں لیا اور جنگ کے لیئے آمادہ ہو گئے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ اُن کے مقابلہ میں آیا اور شدید خونریز معرکہ آرائی ہوئی طرفین سے بے شمار انسان قتل ہوئے اور ہندوؤں کو کامل شکست ہوئی۔

رائے بنا ہی اور اُس کا وزیر بسمی دو نکرسی زندہ و زخمی گرفتار ہوئے اور بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے بادشاہ نے خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر کیا اور راجہ سے سوال کیا کہ تو نے ہمارے مقابلہ میں اسقدر جانبازی و معرکہ آرائی کیوں کی۔

راجہ نے جواب دیا کہ اسے بادشاہ یہ سلطنت میرا موروثی ملک ہے میری غیرت نے تقاضہ نہ کیا کہ میں آباد اجداد کی میراث کو مفت ضایع کروں اور اپنے کو دنیا میں بے غیرت و بے ہمت مشہور کروں بادشاہ نے راجہ کی غیرتمندی کی تعریف کی اور اسکی تعظیم و تکریم بجا لایا۔

سلطان محمود نے پائین قلعہ ایک شہر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر آباد کیا اور مصطفیٰ آباد کی حکومت اپنے پسر خرد خلیل خاں کے سپرد کر کے خود بلدہ محمد آباد کی تعمیر و معموری میں مصروف ہوا۔

بادشاہ نے ایک جامع مسجد کی جس میں بے شمار ستون تھے فتح حصار سے قبل بنا ڈالی اور اُس کے اہتمام میں جان و دل سے کوشاں ہوا۔

بادشاہ نے ۹۱۱ھ میں ایک منبر نہایت تکلف کے ساتھ اس مسجد کی محراب کے سامنے تعمیر کیا۔

فتح جنانیر کے بعد راجہ بنا ہی کے زخم اچھے ہو گئے اور بادشاہ نے راجہ اور دونکرسی کو جو اس کا وزیر تھا قبول اسلام کی دعوت دی ان دونوں نے اس کو قبول نہ کیا علمائے اسلام کے فتویٰ کے مطابق پانچ ماہ تک دونوں مقید رہے ہر روز ان کو قتل کی دھمکی دیجاتی تھی کہ شاید مسلمان ہو جائیں لیکن راجہ و وزیر کسی نے بھی نصیحت پر عمل نہ کیا اور علمائے شریعت کے قول کی بنا پر بنا ہی اور دونکرسی کو پھانسی دیدی گئی۔

اسی سال بادشاہ نے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس شہر میں حصار اور قلعہ اور برج تعمیر کئے جائیں تمام ارکین سلطنت نے حصار اور قلعے اس شہر میں تعمیر کرائے ایک فاضل شخص نے آیہ کریمہ سن وقلہ کان امناً سے

اس تسخیر کی تاریخ نکالی چونکہ سلطان محمود گجراتی کے اعمال خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو چکے تھے سنہ ۸۷۲ھ میں سوداگروں کی ایک جماعت نے دارالملک محمد آباد میں قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت پیش کی کہ چار سو گھوڑے ہم لوگ اپنے ہمراہ لا رہے تھے راجہ نے تمام جانور ظلم سے چھین لیے اور جو اسباب ہمارے ساتھ تھا وہ بھی لوٹ لیا بادشاہ اس خبر سے بیحد متاثر ہوا اور فرمایا کہ گھوڑوں اور اسباب کی قیمت ان سوداگروں کو ہمارے خزانہ سے دیدیجائے اور خود سامان سفر درست کر کے قلعہ ابو کیطرف روانہ ہو گیا اور دوسری منزل میں مقام کر کے ایک فرمان راجہ ابو کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے سوداگروں کا اسباب اور انکے گھوڑوں کو جو ہمارے سرکار کے خاصہ کے لیے لا رہے تھے جبر کے ساتھ لوٹ لیا ہے تم پر لازم ہے کہ جس وقت یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے اسی وقت جسقدر اسباب تم نے سوداگروں سے لیا ہے بجنسہ تمام و کمال اس کو واپس کر دو ورنہ الاقہر سلطانی کے تحمل کیلئے جو خدا کے قہر کا نمونہ ہے آمادہ ہو جاؤ۔

بادشاہ نے اس فرمان کو سوداگروں کی ایک جماعت کو دیکر راجہ کے پاس بھیجا راجہ حقیقت حال سے مطلع ہوا اور سوداگروں کی تعظیم کی تین سو ستر گھوڑے اور تمام اسباب جو بجنسہ موجود تھا سوداگروں کے حوالے کیا باقی جو تلف ہو گیا تھا اسکی قیمت پر اسباب کے بدلے میں سوداگروں کو روپیہ دیا اور سوداگروں کے ہمراہ ایلچی اور پیشکش بھیجکر خود بادشاہ کے اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا بادشاہ نے ایلچی اور پیشکش جو سوداگروں کے ہمراہ آئے تھے اور نیز راجہ کے عریضہ پر غور کیا اور محمد آباد جنا نیر واپس آکر اس شہر کے گرد برج و قلعہ کی نہایت استحکام کے ساتھ بنا ڈالی اور اس کو اتمام کو پہنچایا۔

سنہ ۹۰۰ھ میں بہادر گیلانی نے جو سلطان محمود بہمنی کا امیر تھا بغاوت کی اور بندر گووہ و دابل و نیز دوسرے دکن کے ملکوں پر قبضہ کر لیا بہادر گیلانی کے گرد بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے دریا کے راستہ سے کشتیوں میں بیشمار فوج گجرات کیطرف بھیجی اور شہر پر نقصان پہنچایا بہادر گیلانی سلطان محمود گجراتی کے چند خاصہ کے جہازوں پر قابض ہو گیا اور بندر مہایم کو جلا کر لوٹ لیا اور اسکی

فتح کے درپے ہوا سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ اس مہم پر مامور فرمایا اور قوام الملک سرکردہ خاصہ خیل کو بھی ایک لشکر کے ساتھ خشکی کی راہ سے مہایم روانہ کیا جہاز جو صفدر جنگ کے ہمراہ تھے وہ مہایم کے نواح میں پہنچ گئے اس درمیان میں باد مخالف چلی اور جہاز متفرق ہو گئے اہل جہاز نے دریا کے طوفان سے مضطرب ہو کر بہادر گیلانی کے ملازمین سے جو دریا کے کنارے مقیم تھے امان طلب کی اور نجات کے لئے ساحل دریا کیطرف متوجہ ہوئے دریا کے کنارے پہنچکر انھوں نے بہادر گیلانی کے ملازمین کے چہرہ پر دغا کے آثار نمایاں پائے اور لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے فریقین میں شدید خونریز معرکہ آرائی ہوئی لیکن آخرکار گجرات کا لشکر مغلوب ہو گیا اور صفدر الملک کو چند معتبر اشخاص کے ہمراہ دشمنوں نے گرفتار کر لیا اور تمام کشتیاں حریف کے قبضہ میں آگئیں قوام الملک اس وقت مہایم پہنچا جبکہ بہادر کے سپاہی اپنا کام تمام کر کے اپنے آقا کے پاس چلے گئے تھے۔

قوام الملک اس مقام پر ٹھہر گئے اور سلطان محمود کو عریضہ لکھا کہ جہاں پناہ کی رائے ہے کہ بہادر سے انتقام لیں لیکن بلا اسکے کہ جبتک کچھ ملک بادشاہ دکن کے خراب نہوں ہمیں بہادر کے مسکن تک نہیں پہنچ سکتا اب اس بارے میں حکم عالی کیا ہے۔

سلطان محمود نے بعینہ ایلچی اور نامہ کو بادشاہ دکن کے پاس بھیجا بادشاہ دکن نے حق جوار کو مدنظر رکھ کر باوجود امراء و ارکان سلطنت کے تسلط کے خود لشکر کشی کی اور بہادر کو قتل کیا دکنی فرمانروا نے صفدر الملک اور جہازوں کو مع بیشمار تحایف و ہدایا کے بادشاہ گجرات کے پاس بھیجدیا فرمانروائے دکن کی آرزو یہ تھی کہ اس مہم کے صلہ میں سلطان گجرات اس کو ان کمینہ افراد سے جو اس پر مسلط ہو گئے ہیں نجات دلائیگا لیکن چونکہ معاملہ حد اصلاح سے گذر چکا تھا بادشاہ گجرات غفلت کے عالم میں اس کو ٹال گیا۔

۹۰۱ھ میں جب سلطان محمود باگڑی سے رائے ایدر کیطرف گیا بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا اور رائے ایدر بلا تامل اس کی خدمت میں حاضر ہوا راجہ نے چار سو گھوڑے چار لاکھ روپیہ نفیس تحفے اور بیشمار اسلحہ بادشاہ کے نذر کرکے

جزیہ دینا قبول کیا اور اس طرح بجد خوشامد کے ساتھ اپنا ملک بچا لیا سلطان محمود صحیح وسالم مع مال غنیمت محمد آباد واپس آیا۔
۹۰۳ھ ہجری میں سلطان محمود اپنی رعایا و ملک کے حالات کی جستجو کی غرض سے سیاحت میں مصروف ہوا اور اکثر حصۂ ممالک کو کافی طور پر ضبط کر کے عدل و انصاف میں نوشیرواں پر سبقت لے گیا بادشاہ اس کے بعد دارالسلطنت واپس آیا۔
۹۰۴ھ ہجری میں الف خاں بن الف خاں جو اس خاندان کا غلام زادہ تھا باغی ہوا قاضی بہر جو بہمنی امیر اور گجرات میں مقیم و برسر اقتدار تھا الف خاں کی مدافعت کیلئے مامور کیا گیا قاضی الف خاں کا تعاقب کر کے اس کو جنگل جنگل بھگاتا پھرتا تھا یہاں تک کہ الف خاں سلطان پور کے راستہ سے مالوہ کیطرف بھاگا اور اسی اثناء میں زہر یا اجل طبعی سے اس نے وفات پائی۔ اسی دوران میں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی خراج ادا کرنے میں سستی و غفلت سے کام لینے لگا ۹۰۵ھ میں قاضی بہر چند امیروں کے ہمراہ عادل خاں کی تادیب کیلئے روانہ ہوا اور خاندیس میں داخل ہو کر غارتگری میں مشغول ہوا عادل خاں نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور عماد الملک حاکم برار سے مدد طلب کی عادل خاں کو مدد نہ ملی اور اس نے مجبور ہو کر چند سال کا مال اپنے ہمراہ لیا اور محمد آباد جنانیر پہنچکر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔
ایک روایت یہ ہے کہ سلطان محمود خود عادل خاں کی تادیب پر متوجہ ہوا اور اپنے ملک سے روانہ ہو کر ابٹیٹی کے قریب پہنچا عادل خاں نے پیشکش روانہ کیا اور معذرت چاہی سلطان محمود نے حقوق وامادی کو مدنظر رکھکر اسکا قصور معاف فرمایا۔ اسی زمانہ میں تھانہ دار و کوتوال دولت آباد ملک اشرف اور ملک وجیہ نے فرصت پاکر اس مضمون کا ایک عریضہ سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا کہ یہ قلعہ ہم بندگان دولت کے قبضہ میں ہے چونکہ سلطان بیدر پر امیر برید مسلط ہے۔ احمد نظام الملک ہر وقت اس قلعہ کے فتح کرنے کی فکر میں ہے اور ہر سال لشکر کشی کرتا ہے اب اس نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ ہماری امداد فرما کر قلعہ اپنے تصرف میں

ہے لیں تو ہم مخلصان بارگاہ ملازمت والا میں پہنچکر اپنی حیثیت کے مطابق بے شمار تحائف نذر کریں گے۔

سلطان محمود نے پیشخانہ دکن کی جانب روانہ کیا اور دو تین منزل آگے بڑھکر راہ میں مقیم ہوگیا۔ احمد نظام الملک بحری نے کوئی صورت اپنے قیام کی نہ دیکھی اور مفطرب ہو کر بدحواس جنیر واپس گیا۔ اہالیان دولت آباد لشکرگاہ میں حاضر ہوئے اور پیشکش گزرانا۔

سلطان محمود گجراتی نے ایک جنبش میں دو کام کیئے اور محمد آباد جنیر واپس آیا اسی دوران میں رفیع الدین محمد بن مرشد الدین صفوی نے جو زہد و تقوے سے متصف تھے اپنے والد کی سنت پر عمل کر کے گجرات میں تشریف لائے اور محمد آباد میں مقیم ہوئے۔

چونکہ بہمنی خاندان کے سر نفتذر امیر و غلام نے دکن میں اپنے ولی النعمت سے مخالفت کر کے حکومت حاصل کر لی تھی سلطان محمود کے دل میں بھی بہمنی امرا کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا۔

۹۱۰ھ ہجری میں سلطان محمود نے احمد آباد کا سفر کیا اور اپنی تدبیر و حکمت سے اکثر امرا کو جو صاحب اقتدار تھے معزول و قتل کر کے ایک دوسری جماعت کو بجائے ان کے مامور کیا اس تغیر و تبدل کا منشا یہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امرا خود بادشاہ یا اس کی اولاد کے ساتھ سرکشی کریں ۹۱۳ھ ہجری میں سلطان محمود کے قلب میں پھر محمد آباد کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور محمد آباد کے طرف روانہ ہوا دو تین مہینے ابھی نہ گذرے تھے کہ خبر آئی کہ اس سال کفار فرنگ نے ساحل پر ہجوم کیا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ قلعے بنا کر سکونت اختیار کریں سلطان روم نے جو ان کا دشمن ہے اس خبر کو سنکر بے شمار جہازوں کو ساحل ہند کی جانب جنگ آزمائی و ممانعت کے لیئے روانہ کیئے ہیں سلطان محمود نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا اور دیسی دمن و مہایم کی طرف روانہ ہوا۔

جب سلطان محمود خطۂ دمن میں پہنچا اپنے غلام خاص ایاز سلطانی کو جو امیر الامرا اور سپہ سالار تھا بندر دیپ سے چند خاص کشتیوں کے ہمراہ جو دلیر و شجاع افراد و آلات جنگ سے معمور تھیں فرنگیوں کے اخراج کیلئے نامزد فرمایا اور

دس بڑے رومی جہاز بھی جو سلطان روم کی جانب سے جنگ کے لیئے آئے تھے
ایاز کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ایاز بندر چیول تک عیسائیوں سے مقابلہ کرتا رہا اور ایک بڑا جہاز
فرنگیوں کا جو ایک کروڑ کی مالیت رکھتا تھا مسلمانوں کے توپ کی ضرب سے
ٹوٹ کر دریا میں غرق ہو گیا ایاز نے فتح پائی اور بیشمار فرنگیوں کو قتل کر کے
واپس آیا اگرچہ ان معرکہ آرائیوں میں رومیوں کے چار سو آدمی مارے گئے لیکن
انھوں نے کفار فرنگ کو بھی جو قریب دو تین ہزار کے تھے قتل کیا۔

سلطان محمود گجراتی ضبط انتظام بنادر کی طرف سے مطمئن ہو کر محمد آباد
میں آیا اس دوران میں داؤد شاہ فاروقی اسیر میں فوت ہوا اور ملک میں بہت
فساد برپا ہوا۔ عادل خاں ولد حسن خاں نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسہ تھا
چند اشخاص کو سلطان محمود گجراتی کے دربار میں جو اسکا جد مادری تھا روانہ کیا اور امداد طلب کی

سلطان محمود شعبان ۹۱۴ھ میں قلیل لشکر کیساتھ اسیر آیا اور ماہ صیام کو
نربدا کے کنارے موضع سیلے میں تمام کیا اور شوال میں ندربار روانہ ہوا سلطان
ندربار پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغلزادہ نے عالم خاں کو احمد
نظام الملک بحری اور عماد الملک کاویلی کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھلا دیا ہے
اور نظام الملک اب بھی برہانپور میں موجود ہے۔

سلطان محمود نے اس خبر کو سنا اور تھالنیر چلا گیا اس زمانہ میں بادشاہ کو
ضعف جسمانی محسوس ہوا اور اس نے چند روز کے لیئے قیام اختیار کیا سلطان
محمود نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک جرار لشکر کے ساتھ نظام الملک اور
حسام الملک اور عالم خاں کی تادیب کے لیئے روانہ کیا نظام الملک نے قلیل
لشکر سے عالم خاں کی مدد کی اور خود کاویل چلا گیا ملک لادن نے آصف خاں
کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی آصف خاں نے ملک لادن کو سلطان
محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر کیا ملک حسام الدین بھی چند روز کے بعد
اپنے فعل پر نادم ہوا اور سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان
محمود نے ملک لادن اور ملک حسام پر بیحد التفات و نوازش فرمائی۔

عید الضحیٰ کے بعد سلطان محمود گجراتی نے ساعت سعید میں عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیا اور چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیے بطور مدد خرچ کے عطا کر کے اُس کو اسیر و برہانپور کی حکومت عنایت کی بادشاہ نے ملک لادن کو خطاب اور موضع نباس بطور جاگیر مرحمت کیا اور ملک مالہا ولد عماد الملک خانہ بیسی کو غازی خاں اور عالم شہ تھانہ دار تھانیسر کو قطب خاں ملک حافظ کو محافظ خاں اور اسکے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات عطا کیئے اور ان امیروں کو اعظم ہمایوں کی ہمراہی کیلیئے مقرر فرمایا ان کے علاوہ اپنے امرا میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو داؤد خاں فاروقی الملقب بہ اعظم ہمایوں کی اطاعت کا حکم دیا اور سترھویں ذالحجہ کو خود اپنے دار السلطنت کی جانب روانہ ہوا بادشاہ نے منزل اول میں ملک حسام الدین کو شہریار کا خطاب دیکر موضع دہنورہ میں جو سلطان پور کے مضافات میں ہے اور دو ہاتھی عنایت فرما کر اسکو واپس جانیکی اجازت دی اور خود بہ تعجیل روانہ ہوا اسی زمانہ میں شہزادہ مظفر ولد شہزادہ بہادر کو جو اس یورش میں سلطان کے ہمراہ تھا عمدہ ہاتھیوں اور عربی اور عراقی گھوڑے مع دیگر تحائف کے خلاف عادت عطا فرمائے۔

سلطان محمد آباد کے اطراف میں پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا اور سلطان مظفر کو برودرہ جو اس کی جاگیر میں تھا جانیکا حکم دیا سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہمایوں نے ملک حسام الدین شہریار کو تتبع کیا اور اور اس کے اعوان اور انصار کے قتل عام کا حکم دیا۔

ربیع الاول ۹۱۴ھ میں یہ خبر سلطان محمود گجراتی تک پہنچی بادشاہ نے فرمایا کہ جو شخص حق نمک کا لحاظ نہیں رکھتا آخر کار وہ خود ہلاک ہوتا ہے اسی دوران میں اسیر اور برہانپور سے اعظم ہمایوں کا ایک خط آیا کہ شیر خاں اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں باہم متفق ہو کر ایک خط نظام الملک کے نام روانہ کیا اور نظام الملک جسکے ہمراہ عالم خاں اور راجہ کا لینہ بھی ہیں اپنی سرحد کے قریب آکر قیام پذیر ہے اگر وہ قدم آگے بڑھائیگا تو میں بھی اس سے معرکہ آرائی کرونگا سلطان محمود نے پانچ لاکھ تنکہ سفید اسکے پاس بھیجے اور دلاور خاں قدر خاں اور صفدر خاں و دیگر امرا کو اسکی مدد

کیلئے روانہ کیا بادشاہ نے اعظم ہمایوں کو عریضہ کے جواب میں لکھا کہ اے فرزند خاطر جمع رکھو اگر ضرورت ہوئی تو میں بذات خود اس جانب متوجہ ہونگا نظام الملک کو جو سلاطین دکن کا غلام ہے یہ طاقت کہاں کہ تمھاری مملکت کو نقصان پہنچا سکے یہ امیر خود شہر کے باہر مقیم تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جسکے حالات عنقریب لکھے جائینگے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور سات لاکھ تنگہ اور طلب کئے اور انکو اپنے بھائی اعظم ہمایوں کے پاس روانہ کیا چند دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا حاجب محمد آباد آیا اور ایک خط اس نے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ شہزادہ عالم خاں نے اینجانب سے التجا کی ہے اور متوقع ہے کہ کچھ حصہ ولایت اسیر اور برہانپور کا آپ اسکو مرحمت فرمائیں سلطان کو خط کا مضمون معلوم ہوتے ہی غصہ آگیا اور اسی عالم غیظ میں اس نے جواب دیا کہ ایک غلام کو یہ قدرت اور منزلت حاصل ہوئی کہ وہ بادشاہوں کو بجائے عریضہ کے خط لکھے اوس پر لازم ہے کہ اپنی حد سے قدم آگے نہ بڑھائے اور اپنی جگہ پر قائم رہے والا کمال گوشمالی دیجائیگی۔

نظام الملک نے اس خبر کو سنا اور احمد نگر واپس گیا گجراتی امیر قصبہ ندربار میں پہنچے اور شیر خاں و سیف خاں نے اماں طلب کی اور دکن چلے گئے عالم خاں کو جب لشکر گجرات کے آنے کا حال معلوم ہوا اور وہ لایت کالول کو تاخت و تاراج کرنے میں مصروف ہوا عالم خاں نے چند مواضعات و قریات کو لوٹا ہوگا کہ یہاں کے راجہ نے پیشکش بھیجا اور معذرت چاہی عادل خاں اسیر میں آیا اور دلاور خاں کو نہایت تعظیم کیساتھ گجرات رخصت کیا۔

۹۱۶ھ میں سلطان سکندر لودہی نے محبت و خصوصیت و اخلاص کی بناء پر تحفے سلطان محمود کے لئے روانہ کئے قبل اس کے کسی بادشاہ دہلی نے فرمانروائے گجرات کو تحائف نہ بھیجے تھے۔

اسی سال ذالحجہ کے مہینہ میں سلطان محمود نہروالہ گیا اور اہالی نہروالہ کو جو سب علما و اکابر تھے انعام و التفات سے خوشدل فرمایا اور اُن سے کہا کہ میرے یہاں آنے کی غرض یہ تھی کہ میں آپ حضرات سے رخصت ہولوں ممکن ہے کہ اب اجل مہلت نہ دے اور دوبارہ آپ صاحبوں کو نہ دیکھ سکوں علما و اکابر نے سلطان کے حق میں دعا کی۔

سلطان محمود اس مجلس سے اٹھ کر سوار ہوا اور مزارات مشائخ پٹن رحمتہ اللہ علیہم کی زیارت کیلئے روانہ ہوا اور وہاں سے احمد آباد آیا اور شیخ احمد کھٹو قدس سرہ کے روضہ مقدسہ کے طواف سے فراغت حاصل کی اور محمد آباد چناپنیر واپس ہوا۔

اسی زمانے میں جب سلطان محمود کو اپنے جسم میں ضعف و بیماری محسوس ہونے لگی بادشاہ نے شاہزادہ مظفر کو برودرہ سے طلب کر لیا اور اعلیٰ تربیت نصیحتیں کیں چار دن گذر جانے کے بعد جب سلطان محمود نے آثار صحت کے دیکھے اور شاہزادہ کو برودرہ کیجانب رخصت فرمایا چند روز کے بعد مرض نے عود کیا اور سلطان محمود بیحد ضعیف و لاغر ہو گیا بادشاہ نے شاہزادہ مظفر خاں کو دوبارہ طلب کیا اسی اثناء میں فرحت الملک نے معروضہ پیش کیا کہ شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران نے یادگار بیگ کو قزلباش کو ایک جماعت کے ہمراہ بطریق رسالت بادشاہ کے حضور میں بھیجا ہے اور تحائف نفیس انکے ہمراہ روانہ کئے ہیں سلطان نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ قزلباش کی صورت جو اصحاب ثلٰثہ کے دشمن اور بانی ظلم ہیں مجھے نہ دکھلائے چنانچہ ایسا ہی اتفاق پیش آیا کہ یادگار بیگ قزلباش ہنوز پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ عصر کے وقت دوشنبہ کے دن دوسری رمضان المبارک کو بادشاہ نے رحلت کی

سلطان محمود کا زمانہ حیات ساٹھ سال گیارہ مہینے تھے منجملہ اسکے چپن سال ایک مہینہ اس نے حکومت کی فرامین میں اسکو خدائیگان حلیم کے لقب سے یاد کرتے ہیں سلطان محمود کو بیگرا بھی کہتے ہیں بیگرا اس گائے سے مراد ہے جسکی سینگیں اوپر کے جانب گھومی ہوئی اور حلقہ دار ہوتی ہیں چونکہ سلطان محمود کی مونچھ کے بال بھی یہی شکل تھی اس لیے اسکو بیگرا کہتے ہیں شاہ جمال الدین حسین انجو اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ سلطان محمود نے دو نامی و گرامی قلعے ایک گرنال دوسرا چناپنیر فتح کیے اس لیے خواص و عوام اسکو بیگرا کہنے لگے یعنی صاحب دو قلعہ اور یہ امر زیادہ قرین صحت ہے سلطان محمود گجراتی شجاعت سخاوت مہربانی بردباری حیا ادب عقل راست گوئی و فراست سے متصف تھا کبھی کوئی جملہ خلاف اسکی زبان سے نہیں نکلا بادشاہ بیحد پابند شرع و خدا ترس تھا تیر اندازی خوب کرتا اور شکار سے اسکو بیحد رغبت تھی اپنی انتہائے شرم کیوجہ سے خلوت میں کبھی اپنے پاؤں کو ننگا ہونے سے چھپاتا تھا اور گالی کبھی زبان پر نہ لاتا تھا۔

صاحب طبقات محمود شاہی لکھتا ہے کہ سلطان محمود باوجود ضعف ظاہری اور جسمانی کمزوری کے سن طفولیت سے تا زمان وفات ایام سفر اور جنگ کے معرکوں میں جوشن آہنی جسکو بیل تن شخص بھی بہزار وقت اٹھا سکتا ہے پہنتا تھا اور ترکش ایک سو ساٹھ تیر کا کمر میں لگاتا اور تلوار و نیزہ بھی ہمیشہ اسکے جسم سے لگا رہتا تھا۔

ذکر سلطنت سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی

سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ کی رحلت کے بعد شاہزادہ مظفر نے سہ شنبہ کے دن دو ساعت گزرنے کے بعد تیسری رمضان المبارک کو بڑودرہ سے محمد آباد پہنچکر تخت آبائی پر جلوس کیا امرا اور اکابر شہر نے جو تھا بجالائے سلطان مظفر نے اسی شب اپنے باپ کی لاش کو مزار فایض الانوار قدوۃ السالکین والمشائخین شیخ کھٹو قدس سرہ کو روانہ کیا اور دس لاکھ تنکہ عزیز الملک کے حوالہ فرماکر حکم دیا کہ قصبہ سرکھیج کے اہل استحقاق کو تقسیم کر دئے امرا اور ارکین دولت کو خلعت مرحمت فرماکر بعض افراد کو خطاب مناسب بھی عطا فرمائے اسی دن منبر دل پر سلطان مظفر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا پنجشنبہ بیسویں شوال ۹۱۷ھ کو مظفر شاہ پیدا ہوا سلطان مظفر نے اپنے ابتدائے عہد حکومت میں اپنے گروہ خاصہ خیل سے ملک خوش قدم کو عماد الملک اور ملک رشید الملک کو خداوند خاں کا خطاب دیکر وزارت کی باگ ڈور انکے قبضۂ اقتدار میں دیدی اسی سال شوال کے مہینہ میں یادگار بیگ ایلچی بادشاہ ایران شاہ اسمعیل نواح محمد آباد میں آیا سلطان مظفر نے تمام امرا کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا سلطان مظفر اس سے بے انتہا لطف واحسان سے پیش آیا یادگار بیگ نے وہ تحائف جو محمود شاہ کیلئے لایا تھا بعد سلیقہ کے ساتھ سلطان مظفر کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اسکو اور اسکے ہمراہیوں کو خلعت انعامات مناسب مرحمت فرمائے اور ایک مناسب مقام اس کی سکونت کی غرض سے معین فرمایا اور ان کی تعظیم اور تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

چند روز کے بعد سلطان مظفر قصبہ بڑودرہ میں گیا اور اس مقام کو دولت آباد کے نام سے موسوم کیا اسی دن صاحب خاں فرزند بادشاہ شادی آباد مندو اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کر بڑودرہ میں آیا بادشاہ نے مظفر خاں کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا تاکہ اسکو بعد عزت کیساتھ شہر میں لے آئے سلطان مظفر صاحب خاں کی ملاقات کے بعد

چند روز لوازم ضیافت ادا کرنے کی غرض سے بہدودہ میں ٹھہر کر محمد آباد واپس آیا۔

بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دہود میں اس غرض سے بھیجا تاکہ صحیح خبریں سلطان محمود خلجی کی اور احوال مملکت مالوہ اور امرائے ملک کی مفصل کیفیت کو دریافت کرکے بادشاہ کے حضور میں عرض کرے چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا اسلئے لوگ جابجا مقیم ہوگئے ایک دن صاحب خاں نے سلطان مظفر کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ اس فقیر کو آئے ہوئے ایک مدت گزر گئی اور اب تک میں اپنی مہم کو روبراہ نہیں پاتا سلطان مظفر نے جواب دیا کہ انشاء اللہ برسات کے بعد میں نصف مملکت مالوہ کو سلطان محمود خلجی کے تصرف سے نکال کر تمھارے سپرد کردونگا لیکن چونکہ صاحبخاں کے طالع کی نحوست ہنوز زایل نہ ہوئی تھی اتفاق سے یادگار بیگ و دیگر قزلباش جو گجراتیوں میں سرخ کلاہ کے لقب سے مشہور تھے اور اہل گجرات کے قریب آباد ہوئے ایک روز ان کے ملازمین کے درمیاں نزاع واقع ہوئی اور اس میں جنگ آزمائی ہوئی یادگار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا قزلباشوں نے بھی تیر و کمان کو ہاتھ میں اٹھالیا اور چند ملازمین مجروح ہوگئے۔

لشکر گجرات میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں کو مقید کرلیا شہزادہ مالوہ نے حقارت آمیز طعنے کو سنا اور بغیر سلطان مظفر کی اجازت و اطلاع کے اسیر چلا گیا اور ربط اسیر حاکم برہان پور اور عماد الملک کی تحریک کے بنا پر طلب امداد کی غرض سے کاویل آیا جس کی تفصیل سلاطین مالوہ کے حالات میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی تفصیل حالات میں صاحب خاں کے جانے کے بعد جب راجپوتوں کے غلبہ اور سلطان محمود خلجی کے ابتر حالات کی خبریں سلطان مظفر تک پہنچیں سلطان مظفر کو غیرت نے اس امر پر آمادہ کیا کہ اس گروہ کی تادیب کے لئے متوجہ ہو۔

سلطان مظفر نے احمد آباد کا ارادہ کیا تاکہ ٹھاٹھ جانے کی طرف سے مطمئن ہو جائے بادشاہ نے بزرگان زندہ و مردہ سے امداد طلب کرکے مالوہ کا رخ کیا مظفر شاہ احمد آباد پہنچا اور ایک ہفتہ اس جگہ قیام کرکے دھرہ کی طرف روانہ ہوا کو دھرہ میں افواج جمع کرنے کی غرض سے چند روز

چلا تھا کہ راستہ میں اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ رائے بھیم ایدر کا راجہ فرصت کو غنیمت جان کر حدود سانبر متی تک حملہ آور ہوا ہے اس خبر کو سنکر عین الملک از روئے دولت خواہی ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کو گوشمالی دے کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن راجہ مع اپنی تمام فوج کے مقابلہ میں آیا اور دونوں لشکروں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔

اسی حالت میں ایک سردار جس کا نام عبدالملک تھا معہ دوسو آدمیوں کے قتل ہوا اور ہاتھی جو عین الملک کے ہمراہ تھا پارہ پارہ ہوگیا عین الملک نے یہ حالت دیکھی اور بے اختیار معرکہ سے بھاگا۔ سلطان مظفر ایدر کیطرف چلا جب بادشاہ قصبہ ہراسہ پہنچا اور ایک جمعیت کو ایدر پر حملہ آور ہونے اور غارتگری کے لئے بھیجا راجہ ایدر نے قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجانگر کی پہاڑیوں میں مخفی ہوگیا۔

سلطان مظفر ایدر پہنچا اور دس راجپوت جو قصداً اپنی جان دینے کے ارادہ سے یہاں کھڑے تھے بے انتہا ذلت وخواری کے ساتھ مارے گئے عمارات وباغ وبتخانہ کی کوئی علامت واثر تک ایدر میں باقی نہ رہا راجہ ایدر نے عاجز ہوکر ملک گوپال زناردار کو سلطان کی خدمت میں بھیجا اور معذرت چاہی اور یہ پیام دیا کہ عین الملک بندۂ درگاہ کا قوی دشمن تھا اس نے میری مملکت کو غارت کیا لہذا بوجہ اضطرار وپریشانی کے مجھ سے یہ حرکت سخت وقوع میں آئی اگر ابتداءً یہ تقصیر اس بندہ کی جانب سے ہوتی تو البتہ میں سلطانی قہر وغضب کا مستحق تھا اب میں مبلغ بیس لاکھ تنکے جو دو ہزار تومان کے برابر ہے اور ایک سو گھوڑے بطریق پیشکش وکلائے سلطنت کے حوالہ کر کے اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوتا ہوں۔

سلطان مظفر کا ارادہ مالوہ فتح کرنے کا تھا راجہ کا عذر قبول کر کے بادشاہ کودہرہ میں آیا اور بیس لاکھ تنکہ اور سو گھوڑے عین الملک کو مرحمت فرمائے تاکہ لشکر وسامان کی فراہمی کا انتظام کرے اور موضع کودہرہ میں شاہزادہ سکندر خاں کو محمد آباد کی حکومت پر مامور فرما کر وہاں جانیکی اجازت عنایت فرمائی سلطان مظفر قصبۂ دہودرہ میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ موضع دیولہ پر جو سلطان محمود خلجی کے

ملازمین کے تصرف میں ہے قابض ہو بادشاہ دھار کی جانب متوجہ ہوا اہالی دھار سلطان کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور امان طلب کی سلطان نے ان کو امان دیکر قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو رعایائے دھار کی حفاظت کی غرض سے پیشتر روانہ فرمایا۔

اسی دوران میں یہ خبر آئی کہ سلطان محمود چندیری کے باغی امرا کی گوشمالی کے لئے حملہ آور ہوا ہے سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے اس سفر کی اصل غرض یہ تھی کہ پوربیہ کے غیر مسلم افراد کو تادیب و تنبیہ کروں اور مملکت مالوہ سلطان محمود خلجی اور صاحب خاں و لد سلطان ناصر الدین کے درمیان میں تقسیم کردوں اب چونکہ سلطان محمود خلجی امرائے چندیری کی مدافعت کے لئے ظالم راجپوتوں کو اپنے ہمراہ لے گیا ہے اس وقت اس کی مملکت میں مداخلت کرنا آئین مروت و مردانگی سے بعید جانتا ہوں۔

اسی زمانہ میں قوام الملک سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور دھار کے آہو خانہ کی بے انتہا تعریف کی سلطان مظفر ان حدود کے سیر و شکار پر مائل ہوا اور قوام الملک کو لشکر کی حفاظت کے لئے مقرر فرما کر خود دو ہزار سوار اور ایکسو پچاس ہاتھیوں کی جمعیت سے دھار کی جانب روانہ ہوا سلطان دھار پہنچا اور اسی دن عصر کے وقت میرزا شیخ عبداللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوہی کے مزارات کی زیارت کے لئے گیا۔

منقول ہے کہ شیخ عبداللہ راجہ بھوج پانڈی کے زمانہ میں وزیر تھے ایک خاص تقریب کی وجہ سے آپ اسلام لائے اور ریاضت و مجاہدہ کر کے کمالات نفسانی حاصل کئے القصہ نواح ولاورہ میں شکار باقی نہ رہ گیا اور نظام الملک ولاورہ سے نکل کر قصبۂ نعلچہ میں آیا واپسی کے وقت راجپوتان پوربیہ کی ایک جماعت نے آکر پسماندگان لشکر کو نقصان پہنچایا۔

سلطان مظفر کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نظام الملک پر بیحد عتاب فرما کر چنانیر واپس آیا۔

اسی زمانہ میں ایدر کا راجہ فوت ہوا اور اس کا بیٹا راجہ بہارمل گدی نشین ہوا

اور رانا سنگا نے اپنے داماد رائے مل بن سورجمل کی حمایت کی اور ولایت ایدر و قلعہ بہارمل کے قبضہ سے نکالکر رائے مل کے سپرد کر دیا بہارمل نے سلطان مظفر سے امداد طلب کی سلطان مظفر نے غرۂ شوال ۹۲۱ھ کو نظام الملک کو متعین فرمایا تاکہ ولایت ایدر و قلعہ کو رائے مل کے قبضہ سے نکالکر بہارمل کے حوالہ کر دے اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اثنائے راہ میں سلطان مظفر نے خداوندخاں کو لشکر کی حفاظت کے لیئے چھوڑا اور خود پٹن کی سیر کیلیئے روانہ ہوا۔ مظفر شاہ نے اہالی پٹن پر عموماً اور علما و فضلا پر خصوصاً نوازشات فرمائیں اور واپس آکر اپنے لشکرگاہ میں داخل ہو گیا نظام الملک نے ایدر پر قبضہ کر کے بہارمل کے حوالہ کیا چونکہ رائے مل نے بیجانگر میں پناہ لی تھی نظام الملک بیجانگر پہنچا اور فیصلہ معرکۂ کارزار پر ٹھہرا فریقین کی بے انتہا فوج اس لڑائی میں کام آئی۔

یہ خبر سلطان مظفر تک پہنچی اور بادشاہ مظفر نے حکم دیا کہ جب ولایت ایدر ہمارے قبضہ میں آچکی ہے تو بیجانگر جانا اور لڑائی کرنا بلاوجہ سپاہ کو ضائع کرنا ہے مناسب ہے کہ بہت جلد واپس آجاؤ نظام الملک حسب الحکم احمد نگر میں حاضر ہوا سلطان مظفر نے نظام الملک کو احمد نگر میں معین فرمایا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

احمد آباد پہنچکر سلطان مظفر نے ایک جشن عظیم برپا کر کے شاہزادہ سکندر کی شادی کی اور امرا و اراکین شہر کو خلعت و اسپ مرحمت فرمائے۔

موسم برسات کے ختم ہونے کے بعد سلطان مظفر سیر و شکار کی غرض سے ایدر کیطرف روانہ ہوا چونکہ نظام الملک حاکم احمد نگر علیل ہو گیا تھا اس لیئے سلطان مظفر نے اطبا کو اس کے معالجہ کے لیئے مقرر فرمایا۔

بادشاہ اوایل ۹۲۳ھ میں محمد آباد جنپانیر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے نصرت الملک کو ایدر کیطرف روانہ کیا اور نظام الملک کو جو اب صحت پاچکا تھا اپنے حضور میں طلب فرمایا لیکن قبل اس کے کہ نصرت الملک ایدر میں آئے نظام الملک نے تعجیل کی اور ظہیر الملک کو سو سواروں کے ساتھ ایدر میں چھوڑ دیا اور خود بہ تعجیل احمد نگر کی طرف روانہ ہوا نصرت الملک ہنوز نواح احمد نگر میں تھا کہ

رائے مل نے موقع پاکر ایدر پر حملہ کر دیا ظہیر الملک باوجود دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے رائے مل سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور مع ستائیس سپاہیوں کے مارا گیا سلطان مظفر نے یہ خبر سنی اور نصرت الملک کے نام فرمان بھیجا کہ بیجا نگر تک جو مفسدوں اور سرکشوں کا ماوے و ملجا ہے حملہ آور ہو۔

اسی زمانہ میں شیخ حامد جو مقتدائے عصر تھے اور حبیب خاں مقطع کفار پوربیہ کے غلبہ سے پریشان ہوکر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ورود کی وجہ بیان کی چند روز گزرنیکے بعد دھور کا داروغہ سلطان مظفر کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی کفار پوربیہ کے تسلط سے متوہم ہوا اور مندو سے بھاگ کر جلد سے جلد گجرات کی سرحد میں داخل ہو گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی موضع بھکور پہنچا تو یہ خدمت گزار بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور حتی الامکان اوسکی خدمت گزاری میں کمی نہ کی سلطان مظفر ان واقعات کو سنکر بیحد مسرور ہوا اور سراپردہ و بارگاہ سرخ اور جس قدر اسباب بادشاہوں کیلئے مخصوص تھے مع کل کارخانہ و تحائف ہدایائے بے شمار قیصر خاں کے ہمراہ روانہ کیے۔

قیصر خاں کے روانہ ہونے کے بعد سلطان مظفر بھی استقبال کیلئے چلا دونوں بادشاہ نواح دیوالہ میں باہم ملے سلطان مظفر نے بادشاہ مندو کی بیحد دلجوئی کی اور کہا کہ مفارقت اولاد و سلطنت کا رنج نہ فرمائیے عنقریب خدا کی مدد سے میں ان کفار پوربیہ کو ہلاک اور مملکت مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے آپ کے ملازمین کے سپرد کئے دیتا ہوں۔

سلطان مظفر نے اسی منزل میں قیام کر کے افواج کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑی مدت میں ایک جرار لشکر کے ساتھ مالوہ کا رخ کیا۔

جب رائے مندلی کو سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ہوئی راجہ نے رائے پتھورا کو راجپوتوں کی ایک جماعت کیساتھ قلعہ مندو میں چھوڑا اور خود دس ہزار سوار راجپوت اور فیلان محمودی کے ساتھ دھار کیطرف چلا اور وہاں سے رانا سنگا کے

پاس گیا تاکہ اس کو اپنی امداد پر آمادہ کرے۔ سلطان مظفر موجودہ افواج کیساتھ مندو کی طرف چلا بادشاہ شہر کے قریب پہنچا اور راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر جوانمردی کی داد دی لیکن آخر کار پسپا ہو کر پھر قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے دوسرے دن پھر حصار کے باہر آئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی قوام الملک نے سپاہ کو ابھار کر بے شمار راجپوت قتل کیئے اسی دن سلطان مظفر نے اطراف قلعہ کو تقسیم کر کے اپنے امیروں کے سپرد کر دیا اور سختی سے محاصرہ کیا۔

اسی درمیان میں مندلی رائے نے ایک خط رائے نتھو کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میں رانا کے پاس گیا تھا اور اس کو مع تمام راجپوتوں اور نواح مارواڑ کے اپنے ساتھ لیکر مدد کے لیئے آتا ہوں تو ایک مہینہ تک سلطان مظفر کو حرف و حکایات اور حیلہ و مکر سے روک رکھ رائے نتھو نے مکر کا جال بچھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ چونکہ ایک مدت گزر گئی کہ مندو کا قلعہ راجپوتوں کے قبضہ میں آگیا ہے اور ان کے اہل و عیال اسی قلعہ میں ہیں اگر سلطان ایک منزل قلعہ سے ہٹکر قیام کریں تو ہم لوگ اپنے اہل و عیال کو قلعہ سے باہر نکال کر حصار خالی کر کے اس کو آپ کے سپرد کر دیں اور میں خود بہت جلد حاضر ہو کر آپ کے دولت خواہوں میں داخل ہو جاؤں۔

سلطان مظفر اگرچہ واقف تھا کہ حریف کمک کا منتظر ہے لیکن چونکہ سلطان محمود خلجی کے اہل و عیال اسی قلعہ میں تھے لہذا بضرورت ان کی التماس کو قبول کر لیا اور تین کوس پیچھے فروکش ہوا۔ بادشاہ کو گمان تھا کہ نتھو حصار سے نکل کر حاضر ہوگا اور بلا لڑے ہوئے کام نکل جائے گا۔

قریب بیس دن کے گزر گئے اور سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ بیشک یہ تمام کاروائی فریب دہی کے لیئے تھی مندلی رائے نے بھی چند ہاتھی اور بے شمار روپے رانا سنگا کو دے کر اپنی امداد کے لیئے نواح اجین کی طرف بلایا۔

سلطان مظفر کی رگ حمیت حرکت میں آئی اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیر و برہانپور کو جو دو تین دن گزرے تھے کہ ایک جرار لشکر کے ساتھ یہاں آچکا تھا سپہ سالار بنا کر قوام الملک سلطانی کے ہمراہ رانا سانگا سے جنگ کرنے کی غرض سے

روانہ فرمایا بعد اس کے امرا اور سرداران لشکر کو جا بجا مقرر کر کے اسی جانب سے قلعہ پر ہجوم کیا اور لڑائی شروع کر دی اور چار روز تک اہل قلعہ کو آرام نہ لینے دیا اور پے در پے حملہ کرتا رہا پانچویں شب کو پہلے سلطان مظفر نے اپنے ہاتھیوں کو لڑائی سے روک کر راجپوتوں کو غافل کر دیا جب دو پہر رات گزر گئی ایک جماعت حصار کے پیچھے پہنچی اور اہل حصار کو سوتا ہوا پایا اسوقت سیڑھیاں لگا کر یہ لوگ قلعہ کے اوپر چڑھ گئے اور دروازہ کے نگہبانوں کو قتل کر ڈالا بعد اس کے قلعہ کے دروازہ کو کھولدیا اور بیشمار لشکر قلعہ کے اندر داخل ہو گیا راجپوت امیر اس وقت ہوشیار ہوئے جب کام اختیار سے باہر ہو چکا تھا مجبوراً ان لوگوں نے اپنی رسوم د قواعد پر عمل کیا اور قسم کھائی اور اپنے زن و فرزند اور اشیائے نفیس کو جلا کر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے سلطان مظفر نے علے الصباح چودہ صفر ۹۲۴ھ کو انیس ہزار راجپوت قتل کئے اور ان کی اولاد کو گرفتار کر لیا۔

سلطان مظفر راجپوتان پوربیہ کے قتل سے فارغ ہو گیا اور سلطان محمود نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارکباد تہنیت ادا کی اور عرض کیا کہ اب میرے حق میں کیا ارشاد ہوتا ہے سلطان مظفر نے اپنی اس خلقی مروت سے جو دوسرے بادشاہوں سے بہت کم وقوع میں آئی تھی سلطان محمود کو دلاسا دیا اور کہا کہ میری غرض اس مشقت سے یہ تھی کہ تجھ کو تخت حکومت پر بٹھاؤں اب مندو کی حکومت و ولایت مالوہ خدا تجکو مبارک کرے اور وہاں سے اپنی لشکر گاہ میں آیا بادشاہ دوسرے دن رانا سنگا سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے روانہ ہوا اسی دوران میں ایک نامی راجپوت قلعہ مندو سے بھاگ کر رانا سنگا کے پاس پہنچا اور سلطان مظفر کے قتل عام کی خوفناک حالت کا اظہار کر کے اسی مجلس میں اس نے اپنی جان دے دی یہ حال سن کر رانا کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور اس کا کلیجہ دہل گیا اسی دوران میں رانا نے سلطان مظفر کے آنے کی خبر سنی اور بدحواس ہو کر چے پور بھاگا عادل خان فاروقی نے اس کا تعقب کیا اور پسماندگان کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی سلطان مظفر نے ایک شخص کو بھیجکر عادل خاں فاروقی کو اپنے حضور میں طلب کر لیا۔
اسی روز سلطان محمود خلجی نے مندو سے دھار آکر سلطان مظفر سے استدعا کی

کہ سلطان بجائے میرے باپ اور چچا کے ہیں امیدوار ہوں کہ بادشاہ غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر مجھ کو عزت بخشیں گے۔ سلطان مظفر نے اس کی استدعا قبول کی اور شاہزادہ بہادر خاں اور لطیف خاں اور عادل خاں حاکم اسیر اور برہانپور کو اپنے ہمراہ لیکر مندو روانہ ہوا بادشاہ نے رات کے وقت قصبۂ نعلچہ میں قیام کیا صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہوا اور سلطان محمود کی محلسرا میں فروکش ہوا۔

سلطان محمود نے لوازم مہانداری کے ادا کرنے میں نہایت جانفشانی کی اور ایک پاؤں سے استادہ ہو کر تمام خدمات بجالایا طعام سے فارغ ہونے کے بعد سلطان محمود نے پیشکش مناسب جس میں جملہ اقسام کی اشیا شامل تھیں سلطان اور شاہزدہ کے نذر کر کے معذرت چاہی سلطان مظفر نے سلاطین سابق کی عمارات ومنازل کی سیر کی اور دھار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے دھار میں سلطان محمود خلجی کو رخصت کر کے اصفہان کو دو ہزار سواروں کی جمعیت سے اسکی مدد کے لئے مقرر فرمایا اور خود گجرات کے طرف روانہ ہوا سلطان محمود اپنے نہایت خلوص اور محبت کی وجہ سے باوجود اس کے کہ رخصت ہو چکا تھا لیکن بطریق مشایعت موضع دیولہ تک سلطان مظفر کے ہمراہ آیا اور دیولہ سے دوبارہ رخصت حاصل کر کے مندو واپس ہوا۔

سلطان مظفر نے چند روز محمد آباد جینانیر میں قیام کیا اکابر واشراف گجرات تہنیت ومبارکباد کی غرض سے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور الطاف وانعام سے کامیاب ودلشاد ہوئے۔

اسی اثنا میں ایک ندیم نے سلطان مظفر کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ جن ایام میں بادشاہ نے مالوہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیجانگر سے باہر آ کر ولایت پٹن کو مع اس کے قصبات حدود کے تباہ ویران کیا اس خبر کو سن کر نصرت الملک ایدر سے لڑائی کے ارادہ سے چلا لیکن رائے مل بھاگ کر بیجانگر کے غاروں میں جا چھپا سلطان مظفر نے فرمایا کہ انشاءاللہ برسات کے بعد اس معاملہ میں کاروائی کی جائیگی۔

سلطان مظفر ۹۲۵ھ میں رائے مل اور دیگر فساد پیشہ افراد کی تادیب کے

گوشمالی کے ارادہ سے ایدر کی طرف روانہ ہوا چونکہ راجہ مل رائے مل کا جائے پناہ تھا سلطان مظفر نے اس کی تادیب و گوشمالی کو مقدم سمجھکر اس کی مملکت کو خاک کے برابر کر دیا اور چند روز ایدر میں توقف کر کے محمد آباد میں قیام اختیار کیا۔

اس واقعہ کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان محمود خلجی نے باتفاق آصف خاں رانا سنگا اور مندلی رائے کے ساتھ سخت معرکہ آرائی کی اور اکثر امرا مالوہ کے مارے گئے آصف خاں کا بیٹا بھی معہ دیگر بہادروں کے کام آیا اور سلطان محمود خلجی زخمی ہوکر گرفتار ہوگیا اور رانا سنگا نے اس کے حال پر مہربانی کر کے کچھ فوج اس کے ہمراہ کی اور اس کو مندو بھیجدیا۔

سلطان مظفر اس خبر کو سن کر بیحد رنجیدہ ہوا اور دیگر سرداروں کو اس کی مدد کے لئے بھیجکر محبت آمیز مکتوب سے اس کو مطمئن کیا اور خود بھی بعد روانہ ہو کے ملک کے سیر و شکار کے ارادہ سے ایدر وارد ہوا اور عمارات کے بنا ڈالی بادشاہ نے نصرت الملک کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد واپس آیا سلطان مظفر نے ایدر کی حکومت ملک مبارز الملک کے سپرد کی اور قوام الملک کو اپنے ہمراہ لیکر جینانیر کا سفر کیا۔

اتفاق سے ایک دن ایک بھاٹ نے ملک مبارز الملک سے رانا سنگا کی مردانگی و بہادری کا تذکرہ کیا ملک مبارز الملک نے اپنی نخوت اور غرور کی وجہ سے کلمات نامناسب کہے اور ایک کتے کو راجہ کے نام پر موسوم کر کے ایدر کے دروازہ کے سامنے بندھوا دیا اس باد فروش نے رانا کے پاس جاکر راجہ سے اس تمام قصہ کو بیان کیا رانا سنگا اپنی حمیت و جہالت کیوجہ سے ایدر کی طرف چلا اور تمام ملک ایدر و جاگیرات کو لوٹ کر برباد کر دیا اور باگرو میں آیا۔

راجہ باگرو اگرچہ سلطان مظفر کا مطیع و فرمانبردار تھا لیکن اپنے اضطراب و پریشانی کی وجہ سے رانا سنگا سے مل گیا اور باگرد سے ڈونگرپور وارد ہوا ملک مبارز الملک نے تمام واقعات سے سلطان مظفر کو اطلاع دی۔

سلطان مظفر کے وزرا مبارز الملک سے صاف نہ تھے ان امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مبارز الملک کو مناسب نہ تھا کہ ایک کتے کو راجہ کے نام سے موسوم کر کے راجہ کو جوش و غیرت میں لاتا اس امیر نے خود ہی نادانی کی اب خوف زدہ ہو کر بادشاہ سے مدد طلب کرتا ہے۔

سلطان مظفر نے مدد کے بھیجنے میں سستی سے کام لیا اور جو لشکر ایدر کی کمک کے لئے فراہم ہوا تھا اس کے اکثر سوار اور پیادے برسات کی وجہ سے احمد آباد اور نیز اپنے مکانوں کو چلے گئے تھے اور چند سپاہی ان میں سے مبارز الملک کے پاس رہ گئے تھے مدد کے نہ پہنچنے سے مبارز الملک کو تشویش ہوئی ادھر رانا سنکا کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایدر کا رخ کیا راجہ ایدر کے نزدیک پہنچا اور مبارز الملک بھی دیگر سرداروں کے اتفاق سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور جنگ کا سامان کر کے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کے لئے آگے بڑھا لیکن بلا اس امر کے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوں واپس ہو کر ایدر میں چلا آیا سرداران لشکر نے کہا کہ دوستوں کی قلت اور دشمنوں کی کثرت کا اظہار ہو چکا ہے اب ہماری صلاح یہ ہے کہ جب تک مدد نہ پہنچے ہم لوگ احمد نگر چل کر قلعہ میں محصور رہو جائیں اس قرار داد کی بنا پر سرداران لشکر مبارز الملک کو بھی جبراً و قہراً اپنے ہمراہ لیکر احمد نگر پہونچے

دوسرے دن صبح کو رانا سنکا ایدر میں آیا اور مبارز الملک کے حالات کی جستجو کی اہل گجرات نے جو قوام الملک کے پاس سے بھاگ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے راجہ نے کہا کہ مبارز الملک ایسا آدمی نہیں ہے جو معرکہ جنگ سے منہ موڑے لیکن امرا اس کو بھی اپنے ہمراہ قلعہ احمد نگر میں لے گئے ہیں اور کمک کا انتظار کر رہے ہیں۔

رانا سنگا جلد سے جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے وہی بھاٹ جس نے مبارز الملک کے سامنے رانا کی تعریف کی تھی پھر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رانا بیشمار لشکر لیکر آگیا ہے افسوس کی بات ہے کہ آپ ایسے اشخاص بلا وجہ مارے جائیں مناسب یہ ہے کہ آپ حضرات قلعۂ احمد نگر میں محصور ہو جائیں رانا اپنے گھوڑے کو قلعہ کے نیچے پانی پلا کر واپس ہو جائیگا اور یہی امر کافی ہوگا مبارز الملک

نے جواب دیا کہ محال ہے کہ راجہ اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے اور اسی وقت بوجہ اپنی شجاعت کے قلیل فوج کے ساتھ جو رانا کے لشکر کا دسواں حصہ بھی نہ تھی میدان میں آکر کھڑا ہوگیا رانا بھی یہاں پہنچا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی ایک امیر مسمی اسد خاں مع دیگر امرا کے کام آیا مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی مرتبہ رانا کی فوج پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے گجراتی فوج بہت زیادہ قتل ہوئی اور یہ دونوں امیر میدان سے نکل کر احمد آباد روانہ ہو گئے رانا نے احمد نگر کو لوٹ کر برباد کر دیا اور ایک روز شہر میں قیام کر کے دوسرے دن صبح کو کوچ کر کے بڈنگر روانہ ہوا۔

رانا بڈنگر پہنچا اور یہاں کے عام باشندوں نے آکر راجہ سے کہا کہ ہم لوگ زناردار ہیں تمہارے آباؤ اجداد ہمیشہ ہماری عزت کرتے تھے رانا نے بڈنگر کی تاخت وتاراج سے ہاتھ اٹھایا اور بیل نگر وارد ہوا ملک حاتم تھانہ دار حصول شہادت کے ارادہ سے باہر آیا اور جنگ کر کے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔

اس واقعہ کے بعد رانا بیل نگر کی راہ سے اپنی مملکت میں واپس آیا۔

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ کیا ان امیروں نے احمد نگر پہنچکر اپنے مقتولین لشکر کو دفن کیا اسی اثناء میں کولی اور کراسس جو نواح ایدر میں آباد تھے مبارز الملک کو قلیل لشکر کے ساتھ دیکھکر احمد نگر پر حملہ آور ہوئے مبارز الملک نے قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کی اور اکٹھ نفر کراس کو قتل کر کے مظفر و منصور احمد نگر واپس آیا چونکہ احمد نگر ویران ہوچکا تھا لہذا غلہ اور مایحتاج کے لئے بیحد دقتیں پیش آئیں اور اہل گجرات یہاں سے کوچ کر کے قصبۂ ہیج میں قیام پذیر ہوئے۔

یہ خبریں سلطان مظفر تک پہنچیں اور بادشاہ نے عماد الملک اور قیصر خاں کو ایک جرار لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ساتھ رانا سنگا کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا عماد الملک اور قیصر خاں احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کے ہمراہ قصبۂ سرکچھ میں آئے ان امیروں نے سلطان مظفر کو رانا سنگا کی واپسی سے اطلاع دی اور چیپور جانیکے لئے اجازت طلب کی سلطان مظفر نے جواب میں لکھا کہ برسات گذرنے پر چیپور جانے کا ارادہ کریں

امراحسب الحکم احمد نگر میں ٹھہر گئے سلطان مظفر نے چند روز کے بعد لشکر میں ایک سال کی تنخواہ نقد اپنے خزانہ سے تقسیم کر کے احمد آباد آیا اور راناسنگا کی گوشمالی کے لئے چپور جانے کا ارادہ کیا۔

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی جو سلطان مظفر کے باپ کا غلام اور بلاد بندر سورت اور کنارہ دریا کے تمام مقامات کا جاگیردار تھا بیس ہزار سوار و پیادہ اور بے شمار سامان آتشبازی ہمراہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ایاز سلطانی نے عرض کیا کہ جلال سلطانی اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے کہ حضرت خود راناسنگا کی گوشمالی کے لئے توجہ فرمائیں ہم بندگان دولت کی پرورش وتربیت اسی دن کے لئے کیجاتی ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی ضرورت پیش آئے تو بادشاہ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

سلطان مظفر نے کچھ جواب نہ دیا اور محرم ۹۲۷ھ کو بادشاہ احمد نگر آیا۔

تمام لشکر جمع ہو گیا اور ملک ایاز نے دوبارہ راناسنگا کی گوشمالی کے لئے عرض کیا سلطان مظفر نے ایک لاکھ سوار اور ایک سو ہاتھی اس کے ہمراہ کر کے راناسنگا کی مہم پر روانہ ہونیکی اجازت دی ملک ایاز اور قوام الملک مہراسہ کی منزل میں فروکش ہوئے اور سلطان مظفر نے اپنی بیدار مغزی و دوراندیشی سے تاج خاں و نظام الملک شاہی کو بھی بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے اسی جانب روانہ کیا۔

ملک ایاز نے عریضہ سلطان کی خدمت میں بھیجا کہ راناسنگا کی تادیب کے لئے بادشاہ کا اسقدر امراء معتبر کو بھیجنا اس کے افتخار و اعتبار کا باعث ہے بلکہ اسقدر ہاتھیوں کی بھی ضرورت نہیں ہے فدوی اس مہم کے جملہ امور کو پسندیدہ طریق سے بجا لائیگا ملک ایاز نے اکثر ہاتھیوں کو واپس کر کے صفدر خاں کو لکھا کرت کے راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔

صفدر خاں نے یہاں پہنچ کر لکھا کرت پر جو ایک تنگ جگہ تھی حملہ کر کے بیشمار راجپوتوں کو قتل کیا اور بقیہ کو مثل لونڈی غلاموں کے گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس واپس آیا ملک ایاز نے اس مقام سے کوچ کیا اور ڈونگر پور و بانسوالہ کو جلا کر خاک کے برابر کر دیا۔

ایاز سلطانی اب جیپور کی طرف روانہ ہوا اتفاق سے اس منزل میں ایک شخص نے آکر اشجع الملک اور صفدر خاں کو خبر دی کہ اودیسنگھ راجہ مال رانا سنگا کے راجپوتوں اور آکرسین پوربیہ کے ہمراہ ایک پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا بیٹھا ہے ان اشخاص کا ارادہ ہے کہ آپ کے لشکر پر شبخوں ماریں اشجع الملک اور صفدر خاں بلا لحاظ اس امر کے کہ ملک ایاز کو اس خبر کی اطلاع دیں قریب دو سو سواروں کی اپنے ہمراہ لے کر بہ تعجیل اس طرف روانہ ہوئے فریقین میں سخت لڑائی ہوئی آکرسین مجروح ہوا اور اسی راجپوت قتل ہوئے اور باقی میدان جنگ سے فرار ہوئے۔

ہنوز فتح کی خبر بھی نہ آئی تھی کہ ملک ایاز سلطانی ایک جرار لشکر کے ساتھ اشجع الملک اور صفدر خاں کی امداد کے لیے چلا ایاز میدان پہنچا اور حالات سے واقف ہو کر اشجع الملک اور صفدر خاں کی شجاعت سے متحیر رہ گیا اور ان کے ساتھ بالتفات پیش آیا۔

دوسرے دن صبح کو ملک قوام الملک سلطانی اس گروہ کی جستجو میں کوہ پالوالہ میں داخل ہوا اور اس امیر نے اس نواح میں آبادی کا کوئی اثر و علامت باقی نہ چھوڑا آکرسین زخمی ہو کر رانا کے پاس گیا اور اس سے تمام حال بیان کیا اسی زمانے میں ملک ایاز سلطانی نے مندسور پہنچکر شہر کا محاصرہ کر لیا رانا سنگا اپنے تھانہ دار کی امداد کے لیے آیا اور بارہ کوس مندسور سے ہٹ کر فروکش ہوا راجہ نے ملک ایاز کے پاس پیام کہلا بھیجا کہ میں ایلچیوں کو سلطان کے حضور میں روانہ کر کے دولت خواہوں کے گروہ میں داخل ہوا چاہتا ہوں تم قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھالو ملک ایاز نے چند شرائط ایسے کیے جن کا ظہور میں آنا محال تھا ملک ایاز نے یہ شرائط راجہ کے قاصدوں سے بیان کیے اور قلعہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا اور نقب ایسی جگہ پر پہنچا دی کہ گویا آج ہی کل میں قلعہ فتح ہوا چاہتا ہے۔

اسی دوران میں شرزہ خاں شروانی سلطان محمود خلجی کے پاس سے آیا اور ملک ایاز کو سلطان محمود خلجی کا یہ پیام دیا کہ اگر مدد کی ضرورت ہو تو اپنا سبب بھی تمہارے پاس پہنچ جائیں ملک ایاز نے سلطان خلجی کو آنے کی دعوت دی اور ان کی آمد کا منتظر رہا۔

سلطان محمود خلجی سلطان مظفر کا ممنون احسان تھا سلہدی پوربیہ کو اپنے ہمراہ لے کر مندسور روانہ ہوا۔

رانا سنگا سلطان محمود خلجی کے آنے سے پریشان ہوا اور مندلی رائے کو سلہدی کے پاس بھیجا کہ تمہارے اخلاق دوستانہ سے امید ہے کہ قدیم حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو گے بالفعل تم اپنی ذاتی توجہ سے صلح کے لئے کوشاں ہو سلہدی نے ہرچند کوشش کی مگر صلح کی کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی۔

چند روز کے بعد قوام الملک اپنے مورچال کو آگے بڑھا کر لے گیا قریب تھا کہ یہ امیر قلعہ میں داخل ہو جائے لیکن ملک ایاز نے اس رشک وحسد میں کہیں ایسا نہ ہو کہ فتح کا سہرہ قوام الملک کے سر ہو قوام الملک کو اس روز جنگ سے باز رکھا۔ امرائے گجرات ملک ایاز کے اس ارادہ سے واقف ہو کر اس سے آزردہ خاطر ہو گئے۔

دوسرے دن صبح کو مبارک الملک اور چند دیگر امرا بلا اجازت ملک ایاز کے رانا سنگا سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے ملک تغلق شہ فولادی اثنائے راہ سے مبارز الملک کو واپس لایا غرض کہ اصل مقصد ملک ایاز کا یہ تھا کہ سب سے پیشتر اس کے نقب و مورچال تیار ہو کر قلعہ میں آگ لگائیں اور اس طرح قلعہ پر قابض ہو تاکہ فتح اس قلعہ کی اسی کے نام سے ہو۔

ان وجوہ سے ایاز اور امرا کے درمیان نفاق پیدا ہو گیا لیکن سلطانی سیاست کے لحاظ سے بلا اجازت ملک ایاز کے کوئی امیر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ملک ایاز نے باوجود امرا کی مخالفت کے اپنے لشکر کو آمادہ کر کے نقب میں آگ دیدی جس سے برج اڑ گیا اور اس وقت ظاہر ہوا کہ راجپوتوں نے اصل واقعات سے مطلع ہو کر ایک دوسری دیوار برج کے مقابل میں تیار کر دی تھی۔

دوسرے روز راجہ کے ایلچیوں نے ملک ایاز کی خدمت میں حاضر ہو کر راناکا یہ پیام دیا کہ میرا منشا صرف اس قدر ہے کہ آئندہ سے میں بندگان سلطانی کے گروہ میں داخل ہوں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ ہاتھیوں کو جن پر میں نے احمد نگر کی لڑائی میں قبضہ کر لیا ہے ان کو اپنے فرزند کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دونگا

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود میری اطاعت کے آپ کی سخت گیری کا کیا سبب ہے ملک ایاز نے قوام الملک کی مخالفت کی وجہ سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔

ان واقعات کو سن کر دوسرے امرا نے صلح سے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور سلطان محمود خلجی کے دربار میں حاضر ہوئے ان امیروں نے بادشاہ کو جنگ کی ترغیب دی آخر کار یہ طے پایا کہ چہارشنبہ کے روز لڑائی شروع کی جائے ایک شخص اس مجلس سے اٹھ کر ایاز خاص کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ بیان کیا۔

ملک ایاز نے اسی وقت ایک قاصد سلطان محمود خلجی کی بارگاہ میں روانہ کر کے اس سے عرض کیا کہ اعلیحضرت نے اس لشکر کے جملہ اختیارات اس بندہ کو عطا فرمائے ہیں تاکہ ہر امر میں جو امر مناسب خیال کرے اس کو فوراً عمل میں لائے بادشاہ کا منشا امراء گجرات کی ترغیب سے جنگ آزمائی کا ہے لیکن یہ بندہ اس مسئلہ سے متفق نہیں ہو سکتا کیونکہ گمان غالب یہ ہے کہ شومی نفاق کی وجہ سے ہماری آرزو پوری نہ ہوگی۔

ملک ایاز چہارشنبہ کی صبح کو جس کو امرا نے جنگ کے لئے مقرر کیا تھا اس منزل سے کوچ کر کے موضع خلجی پور میں فروکش ہوا اور رانا سنگا کے ایلچیوں کو خلعت دیکر رخصت کیا سلطان محمود خلجی نے بھی کوچ کر کے مندو کا رخ کیا ملک ایاز چاپانیر میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس کو مخاطب فرما کر بندرد یو جانے کی اجازت دی تاکہ از سر نو سپاہ کا انتظام کر کے برسات کے بعد خدمت میں حاضر ہو امراء بادشاہ کے مابین یہ قرار پایا کہ برسات کے بعد سلطان بنفس نفیس راناکی گوشمالی کے لیئے متوجہ ہو ملک ایاز نے اپنے ایک معتمد کو رانا سنگا کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ چونکہ جانبین میں محبت پیدا ہو چکی ہے اس لحاظ سے ایک کو دوسرے کی نیک اندیشی و خیر خواہی میں کوشاں ہونا لازمی ہے چونکہ امراء کا بلا حصول مقصد واپس جانا بادشاہ کی گرانی خاطر کا باعث ہوا ہے اور بادشاہ کا ارادہ ہے کہ خود تمہارے ملک میں پہنچکر سرکشوں کی تادیب فرمائے لہذا مناسب یہ ہے کہ اپنے فرزند کو پیشکش و تحائف کے ہمراہ جلد سے جلد روانہ کرو

تاکہ سلطانی غضب سے تمہاری رعایا محفوظ رہے سلطان مظفر محرم ۹۲۵ھ میں جانپانیر سے احمد آباد آیا تاکہ لشکر کو فراہم کر کے چلتیور کا سفر کرے بادشاہ نے چند روز احمد آباد میں توقف کر کے سامان سفر درست فرمایا اور کانکرہ میں فروکش ہوا اور تین دن تک اجتماع لشکر کے غرض سے اسی جگہ مقیم رہا اور اس عرصہ میں معلوم ہوا کہ رانا سنکا نے اپنے فرزند کو لاتعداد پیشکش کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا راجہ کا فرزند قصبہ مہراسہ تک پہنچ چکا ہے اس واقعہ کے چند روز کے بعد رانا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جملہ تحائف بادشاہ کے حضور میں پیش کئے سلطان مظفر نے اس کے باپ کی خطا معاف کی اور فرزند کو خلعت شاہانہ مرحمت فرما کر لشکر کشی کا ارادہ ملتوی فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار میں مصروف ہوا اور احمد آباد وارد ہوا بادشاہ نے احمد آباد میں رانا کے فرزند کو دوبارہ خلعت عطا فرما کے اس کو وطن جانے کی اجازت مرحمت فرمائی اور خود سرکیج کے جانب روانہ ہوا۔

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کا بہی خواہ تھا وفات پائی بادشاہ اس خبر کو سن کر بیحد غمگین ہوا اور اس کی جاگیر پر اس کے فرزند کو مقرر فرمایا۔

۹۳۰ھ میں سلطان مظفر مفسد اور سرکش افراد کی گوشمالی کے لئے جنپانیر سے روانہ ہوا اور قصبۂ مہراسہ اور مہرسول کے درمیان چند روز قیام فرمایا اور حصار مہراسہ کی از سر نو تعمیر کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کی محبوبہ نے وفات پائی شاہ و شاہزادہ ہر دو پدر و فرزند ملکہ کی وفات سے بیحد رنجیدہ ہوئے اس کی قبر پر گئے اور مراسم تعزیت بجالائے زمانۂ تعزیت گزرنے کے بعد بادشاہ بادل غمگین احمد آباد واپس آیا اس رنج کے عالم میں بادشاہ اکثر اوقات صبر کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا خداوند خاں جو عقل و علم میں تمام امراء و وزرا میں ممتاز تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صبر کے فوائد بادشاہ کے سامنے عرض کئے اس امیر کی تقریر سے بادشاہ کی کلفت و کدورت قدرے زائل ہوگئی۔

چونکہ برسات کا موسم تھا خداوند خاں نے بادشاہ کو محمد آباد جنپانیر کی سیر پر

مائل کیا اور بادشاہ محمد آباد کی سیر و تفریح کے لیے روانہ ہوا ایک دن عالم خاں بن سکندر خاں لودھی فرمانروائے دہلی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر بادشاہ دہلی نے بلا کسی جنگ و جدال کے اپنی خون آشام تلوار سے اکثر مقتدر امرا کو قتل کر ڈالا ہے بقیہ امیر جو قتل سے محفوظ ہیں انھوں نے مکرر خطوط و عرائض میرے نام لکھے ہیں اور مجھکو بلا رہے ہیں چونکہ خاکسار نے ایک مدت تک محض اس امید پر کہ اس خاندان عالیشان کے ذریعہ سے قدر و منزلت حاصل کرے خدمت کی ہے اب وہ وقت آگیا ہے کہ میری قسمت کا ستارہ ادبار کی پستی سے نکل کر بلند ہو لہذا امیدوار ہوں کہ میرے حال پر کرم عنایت کر کے ایسی توجہ فرمائیں کہ ملک موروثی میرے قبضہ میں آجائے۔

سلطان مظفر نے ایک جماعت کو عالم خاں کے ساتھ روانہ کیا اور زر نقد دیکر اسے رخصت فرمایا عالم خاں ابراہیم شاہ سے لڑنے کے لیئے دہلی کیطرف روانہ ہوا عالم خاں کے واقعات شاہان دہلی کے حالات میں معرض تحریر میں آچکے ہیں۔

۹۲۱ھ میں سلطان مظفر چنپانیر سے ایدر آیا اثنا راہ میں شاہزادہ بہادر خاں نے اپنی قلت آمدنی و کثرت مصارف کی شکایت کی جس کا یہ منشا تھا کہ اس کا ماہانہ مواجب اس کے برادر اکبر شاہزادہ سکندر کے برابر ہو جائے سلطان مظفر نے اس کی التجا کو تاخیر میں ڈال کر وعدہ فردا پر ٹال دیا شاہزادہ بہادر خاں بے حد رنجیدہ ہوا اور بغیر اپنے باپ کی اجازت کے احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کی مملکت میں داخل ہوا راجہ مال شہزادہ کے ورود کو بیحد غنیمت سمجھا اور انواع و اقسام کی خدمات بجا لایا شاہزادہ وہاں سے ولایت چیتور میں آیا رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا اور لیے حد نذر پیشکش کر کے عرض کیا کہ یہ مملکت شاہزادہ کے خدمت گزاروں سے متعلق ہے جس کو چاہئیں عطا فرمائیں شاہزادہ نے عالی ہمتی سے راجہ کی بہت دلجوئی کی اور اس کے معروضہ کو قبول نفرما کر خواجہ معین الدین حسن سنجری کے مزار کی زیارت کے لئے روانہ ہوا حضرت خواجہؒ کے آستانہ سے فیضیاب ہو کر شاہزادہ بہادر خاں میوات میں آیا حسن میواتی چند منزل اس کا استقبال کر کے لوازم ضیافت اور مہمانداری بجالایا میوات سے شہزادہ بہادر خاں دہلی پہنچا اتفاق سے اس زمانہ میں

حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ بغرض تسخیر ہندوستان دہلی کے نواح میں فروکش تھے ابراہیم شاہ شاہزادہ بہادر خاں کے آنے سے مطلع ہوا اور کمال اعزاز و احترام سے پیش آیا ایکدن شاہزادۂ بہادر خاں نے جوانانِ گجرات کو اپنے ہمراہ لیا اور سوار ہوکر میدان میں آیا اور مغل بہادروں کی لڑائی میں بیحد شجاعت کے ساتھ لڑتا رہا افغانی امیروں نے جو سلطان ابراہیم سے متنفر تھے ارادہ کیا کہ سلطان ابراہیم کو معزول کرکے شاہزادۂ بہادر خاں کو تخت حکومت پر بٹھائیں اس واقعہ کی سلطان ابراہیم لودھی کو خبر ہوئی اس وقت غدارانہ خیالات نے اس کے قلب و دماغ میں جگہ لی لودھی نے شاہزادۂ بہادر خاں کو امراء کے روبرو پیش کیا اور خود جونپور روانہ ہوا۔

یہ خبر سلطان مظفر نے بھی سنی کہ شاہزادۂ بہادر خاں دہلی میں ہے اور فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ مع فوج کے دہلی کے نواح میں فروکش ہیں بادشاہ اپنے فرزند کی مفارقت سے بیحد رنجیدہ ہوا اور خداوند خاں کو حکم دیا کہ خطوط و عرائض بھیجکر شاہزادۂ بہادر خاں کو گجرات بلائے۔

اسی زمانہ میں گجرات میں عظیم الشان قحط پڑا سلطان مظفر نے اپنی کمال شفقت سے ختم قرآن مجید کو شروع کردیا اور حق تعالےٰ نے اسکی نیت صادق کی برکت سے ان بلیات کو انسانی گروہ سے دفع فرمایا اسی دوران میں سلطان مظفر علیل ہوا اور روز بروز اس کا مرض ترقی کرنے لگا ایک دن سلطان مظفر بہت رویا اور بہادر خاں کو یاد کیا ایک شخص نے وقت پاکر عرض کیا کہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے ایک فریق شاہزادۂ سکندر کو چاہتا ہے اور دوسرا شاہزادہ لطیف خاں پر مائل ہے سلطان مظفر نے دریافت فرمایا کہ شاہزادۂ بہادر خاں کے پاس سے کوئی خبر آئی یا نہیں ارکین دربار سمجھ گئے کہ سلطان بہادر خاں کو اپنا ولی عہد کرنا چاہتا ہے چونکہ بہادر خاں موجود نہ تھا اور شدید ضرورت پیش تھی بادشاہ نے جمعہ کے دن دوسری جمادی الاول ۹۳۲ھ میں شاہزادۂ سکندر کو اپنے حضور میں طلب فرماکر اسکے بھائیوں کے حق میں شاہزادہ کو وصیت فرمائی سکندر کو رخصت کرکے خود حرم سرا میں داخل ہوا اور پھر باہر آکر تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ گیا ایک لمحہ کے بعد نماز جمعہ کی اذان کی آواز آئی بادشاہ نے اذان

سنکر ارشاد فرمایا کہ میں اپنے جسم میں مسجد جانیکے لئے طاقت نہیں پاتا سلطان مظفر نے دیگر حاضرین کو مسجد جانے کی اجازت دیکر خود نماز ظہر ادا کی اور نماز سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر آرام لیا تھا کہ اُس کا انتقال ہوگیا اُس کی مدّت حکومت چودہ سال نو ماہ ہے اور پینتالیس سال کی عمر میں اسکا انتقال ہوا۔

کہتے ہیں کہ سلطان مظفر نہایت پابند شرع و پارسا تھا احادیث نبوی کی پیروی کرتا اور خط نسخ و ثلث و رقاع خوب لکھتا تھا اور ہمیشہ کتابت قرآن مجید کیا کرتا تھا جب ایک قرآن ختم ہو جاتا تو حرمین شریفین میں بھیجدیا کرتا تھا ایران و توران روم و عربستان کے اشراف و اکابر اس کے عہد حکومت میں گجرات آئے اور سلطان نے ان پر اعلیٰ قدر مراتب نوازش فرمائی ملا محمود سیاوش جو عہد مظفری کے تمام خوشنویسوں میں ممتاز تھا اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بہت عزت پائی۔

ذکر سلطنت سلطان سکندر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

سلطان مظفر کی علالت کو عرصہ گذر گیا اور اس کے بیٹوں یعنی سکندر خاں اور لطیف خاں کے درمیان باہم مخالفت پیدا ہوئی بعض امرا نے سکندر خاں کا ساتھ دیا اور بعض لطیف خاں پر مائل ہوئے۔

چونکہ سلطان مظفر سکندر خاں کے حق میں وصیت کر چکا تھا اس لئے اکثر مقتدر امرا یعنی عماد الملک خداوند خاں اور فتح خاں سکندر خاں کے ہی خواہ بنے اور لطیف خاں مجبوراً اپنی جاگیر یعنی ندربار سلطانپور چلا گیا۔

سلطان مظفر نے وفات پائی اور شاہزادہ سکندر خاں نے تخت حکومت پر جلوس کیا سکندر خاں اپنے باپ کی لاش سرکھیج بھیجکر خود لوازمات تعزیت بجالایا۔

بادشاہ تیسرے دن تعزیت سے فارغ ہوا اور محمد آباد چینانیر کیطرف روانہ ہوا سکندر خاں قصبہ نتوہ پہنچا اور بزرگان دین کی زیارت کی یہاں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ جیو جو قطب عالم سید برہان الدین کے فرزندوں میں ہیں اُن کا مقولہ ہے کہ سلطنت بہادر خاں کو ملیگی بادشاہ نے شیخ کو برا بھلا کہا اور ان کی مذمت کی اس واقعہ کے بعد بادشاہ چینانیر واپس آیا اور اپنے خاص خدمت گزاروں کی جو

ایام شاہزادگی سے اسکے ملازم تھے بیجا رعایتیں کر کے ان کو بڑے بڑے ممالک جاگیر میں دیدئے بادشاہ ان امراء کے حال پر جو اسکے باپ اور دادا کے وقت سے ملازم و نمک خوار تھے کسی قسم کی کوئی شفقت و رعایت نہ کی ان وجوہ کی بنا پر امراء دل گیر اور شکستہ خاطر ہوگئے اور احکام قضا و قدر کے منتظر رہے۔

عماد الملک حبشی جو سلطان مظفر کا دست گرفتہ اور بادشاہ کی والدہ کا غلام تھا خاص کر بادشاہ سے بیحد آزردہ خاطر ہوا اور ان اشخاص نے بھی جو سلطان سکندر کے رعایت یافتہ تھے حرکات بیہودہ ظہور میں آئے ان اسباب و حالات کی وجہ سے سپاہ اور رعیت کے قلوب یک بارگی بادشاہ کی طرف سے برگشتہ ہوگئے اور خدا کی بارگاہ میں بادشاہ کے زوال دولت کی دعا کرنے لگے۔ ایک دن بادشاہ نے مجلس آراستہ کی اور امراء و اعیان دولت کو خلعت اور ایک ہزار سات سو گھوڑے انعام میں دئے چونکہ یہ فعل بادشاہ کا قطعاً بے محل تھا خلائق کو بادشاہ کے اس فعل سے بہت زیادہ رنج پہنچا اور شاہزادہ بہادر خاں کی آمد کا انتظار کرنی لگی۔

سلطان سکندر اپنے افعال سے پشیمان ہو کر اپنے مآل کار سے خوف زدہ ہوا اسی دوران میں معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں جو دربار سلطانپور میں ہے سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے اور وقت فرصت کا منتظر ہے ان وجوہات کی بنا پر سلطان سکندر نے ملک لطیف بار بدار کو شرزہ خانی کا خطاب دیکر شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کیلئے روانہ کیا ملک لطیف ندربار آیا یہاں پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ لطیف خاں کوہستان مونگا میں جو جیپور کے جنگل میں ہے مقیم ہے ملک لطیف بلا توقف جیپور کے جنگل میں گیا راجہ جیپور نے جنگل اور راستہ کی تنگی پر اعتماد کر کے جنگ آزمائی شروع کی اور ملک لطیف کو مع نامی امرا کی ایک جماعت کے اسی جگہ قتل کر ڈالا چونکہ راہ فرار بند ہو چکی تھی راجپوتوں نے عقب سے آکر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا

اہل گجرات اس شکست کو سلطان کے حق میں اس کے زوال کیلئے فال بد

سمجھے اور نتیجہ کے منتظر ہوئے سلطان سکندر نے قیصر خان کو ایک جرار لشکر کے ساتھ اس گروہ کی تادیب کے لئے نامزد فرمایا اسی درمیان میں امرائے مظفری کی ایک فتنہ انگیز جماعت نے عماد الملک شاہی سے کہا کہ سلطان سکندر کا ارادہ ہے کہ تمکو قتل کرے چونکہ ہم تمہارے خالص ہی خواہ ہیں اس لئے ہم تم کو آگاہ کرتے ہیں

عماد الملک نے اس گروہ کے اقوال پر اعتماد کرکے یہ قرار دیا کہ جس صورت سے ممکن ہو سلطان سکندر کو قتل کر کے مظفر شاہ کے کسی اور فرزند کو بادشاہ بنائے اور مہمات ملکی و مالی کو خود انجام دے ایک دن سلطان سکندر سیر کے لئے سوار ہوا تھا کہ عماد الملک اپنی فوج کو مکمل کر کے سلطان سکندر کے قتل کے ارادہ سے اس کے عقب میں روانہ ہوا لیکن وقت اور موقع نہ ملا اثناء راہ میں ایک شخص نے سلطان سکندر سے تمام واقعہ بیان کیا سلطان سکندر نے اپنی سادہ لوحی سے جواب دیا کہ بدخواہ چاہتے ہیں کہ میں امراء غلامان مظفر شاہی کو مضرت پہنچاؤں عماد الملک میرا موروثی نمکخوار ہے وہ کیونکر ایسے جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن اس خبر سے متاثر و رنجیدہ ہو کر سلطان سکندر نے اپنے ایک خاص محرم راز سے کہا کہ کبھی کبھی جب عوام میں یہ بات مشہور رہوتی ہے کہ شاہزادہ بہادر خاں گجرات کو فتح کرنے کے لئے دہلی سے آرہا ہے یہ امر میری پریشانی خاطر کا باعث ہوتا ہے اتفاق سے اسی شب کو سلطان سکندر نے سید جلال بخاری اور شاہ عالم اور شیخ جیو کو معہ مشائخین کی ایک جماعت کے خواب میں دیکھا سلطان مظفر بھی ان لوگوں کی خدمت میں حاضر تھا سلطان مظفر نے کہا کہ میرا بیٹا سکندر تخت سے معزول کیا جائے شیخ جیو نے سکندر خاں سے بھی کہا کہ اٹھو یہ تمھاری جگہ نہیں ہے وارث تخت کا بہادر شاہ ہے بادشاہ صبح خواب سے بیدار ہوا اور ایک شخص کو بلا کر اس سے اپنا خواب بیان کیا سلطان سکندر اس خواب سے پریشان خاطر ہوا اور اپنی طبیعت کو بہلانے کے لئے چوگان بازی میں مشغول ہوا۔

سلطان سکندر کے اس خواب کی بعض اشخاص کو اطلاع ہو گئی چوتھائی حصہ دن گزرا اور بادشاہ محلسرا میں آیا اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگا امراء و مقربین

اپنے مکان چلے گئے۔ انتیس شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک بہاء الملک اور داور الملک اور سیف خان اور دوتر کی مظفر شاہی اور ایک حبشی غلام کے اتفاق سے سلطان سکندر کی مجلس میں آیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ اس محل کی عمارت کی سیر کرو یہ عجائب روزگار سے ہے۔

عماد الملک اور اس کے ہمراہی حوض کے قریب پہنچے نصرت الملک اور ابراہیم بن جو بہر وہاں موجود تھے عماد الملک وغیرہ نے تلواروں کو نیام سے نکالا اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دوڑے نصرت الملک اور ابراہیم بھی دست بہ قبضہ ہوئے لیکن ان دونوں کی ضرب کارگر نہ ہوئی اور مارے گئے۔

عماد الملک وغیرہ سلطان سکندر کی خواب گاہ میں آئے سید علیم الدین جو سلطان کے پلنگ کے سامنے بیٹھا ہوا بادشاہ کی حفاظت کر رہا تھا اس حالت کو دیکھکر بدحواس ہوا علیم الدین نے تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر دو آدمیوں کو زخمی کیا اور خود بھی مارا گیا عماد الملک وغیرہ نے عین پلنگ پر سلطان کے جسم کو دو تین جگہ زخمی کیا مظلوم سلطان پلنگ سے جست کر کے زمین پر آیا اسی درمیان میں ایک شخص نے تلوار مار کر بادشاہ کو قتل کر دیا اس بادشاہ نے تین ماہ سترہ یوم حکومت کی۔

ذکر شاہی سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

سکندر شاہ شہید ہوا عماد الملک نے بہاء الملک کے اتفاق سے فی الحال نصیر خاں کو حرم سرا سے لاکر محمود شاہ کے لقب سے تخت شاہی پر بٹھلا دیا سلطان سکندر کے امرا خوف کی وجہ سے بھاگ کر اطراف میں آوارہ وطن ہوئے اور ان کے گھر لوٹ کر تباہ و برباد کر دئے گئے اور سکندر شاہ کی لاش موضع ہالول میں جو چینا نیر کا ایک ضلع ہے پیوند خاک کی گئی امرا اور اکابر گجرات نے بضرورت حاضر ہو کر مبارکباد دی۔

عماد الملک آئین قدیم کے مطابق امرا کو خلعت دیکر ان کی تسلی کرتا اور ان کو خطابات دیتا تھا۔

عماد الملک نے ایک سو اسی [۱۸۰] امیروں کو خطابات دئے لیکن تنخواہ و

مواجب میں اضافہ نہ کیا اکثر امیر سلطان بہادر کی امداد کے منتظر اور اس کے بلانے کیلئے خطوط روانہ کر کے سلطان بہادر کے آنے کی کوشش کر رہے تھے خصوصاً تاج خان اور خداوند خاں اس بارے میں دوسرے امیروں سے کہیں زیادہ کوشاں ہے۔

شاہزادہ بہادر نے جانی پور میں سلطان مظفر کے فوت ہونے کی خبر سنی تھی اور بہ تعجیل گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا عماد الملک نے مضطرب ہو کر برہان نظام الملک بحری کو خط لکھا اور بے شمار روپیہ دے کر اس کو سرحد سلطان پور اور ندربار کی طرف بلایا اسی طریقہ سے عماد الملک نے راجہ پالپور کو بھی خط بھیجکر اس کو سرحد محمود آباد چینانیر میں طلب کیا۔

عماد الملک نے اپنی ہوشیاری و دوراندیشی سے حضرت فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ اگر بابری فوج کا ایک حصہ بندر دیو میں آ جائے تو میں حضرت کے ملازمین کے مدد خرچ میں ایک کرور تنکہ نقد پیش کروں گا برہان نظام شاہ بحری نے عماد الملک کے تحائف اور اشیاء مرسولہ کو قبول کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا راجہ پالپور لوجہ قرب جوار کے آمادہ ہوا اور نواح چینانیر میں آیا تھانہ دار دونگرپور عماد الملک کے اس عریضہ سے جسکو اس نے بابر بادشاہ کے نام لکھا تھا واقف ہوا اور تاج خاں اور خداوند خاں کو لکھ کر بھیجا کہ عماد الملک نے ایک عریضہ بابر بادشاہ کے نام لکھ کر ان کو گجرات آنے کی دعوت دی ہے۔

امرائے گجرات نے ایک شخص کو شاہزادہ بہادر خان کے پاس بھیجکر اس کو بہ تعجیل بلایا امرائے گجرات کا قاصد دہلی کے نواح میں شاہزادہ بہادر خان کے پاس پہنچا اور امیروں کے عرائض پیش کیے پایندخان بھی اس وقت افغانان جونپور کی طرف سے بہادر شاہ کی طلب میں آیا تھا تاکہ اس کو واپس لیجاکر جونپور کا بادشاہ بنائے چونکہ بہادر شاہ کا میلان خاطر گجرات کی جانب زیادہ تھا شاہزادہ بہادر خان نے پایندخان کو رخصت کر دیا اور خود احمد آباد کی طرف چلا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت گجرات اور جونپور کے قاصد شاہزادہ بہادر خاں کی طلب میں آئے اور ہر ایک نے شاہزادہ کو اپنے ہمراہ لیجانے کی کوشش کی شاہزادہ بہادر خاں نے کہا کہ میں جنگل میں جا کر گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں اور گھوڑے کی باگڈور چھوڑ دیتا ہوں تاکہ جس طرف جانور کا جی چاہے چلا جائے بہادر خاں نے ایسے ہی کیا اور گھوڑا گجرات کی طرف چلا۔

غرضکہ شاہزادہ بہادر خاں دہلی سے گجرات روانہ ہوا شاہزادہ چیتور میں آیا اور گجرات سے متواتر سپاہی آئے اور شاہ سکندر کے قتل کی خبر دی شاہزادہ چاند خاں اور شاہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا کے پاس تھے شاہزادہ بہادر خاں کی ملاقات سے بیحد مسرور ہوئے شاہزادہ چاند خاں رخصت ہو کر اسی مقام پر سکونت پذیر ہوا اور شاہزادہ ابراہیم بن سلطان مظفر نے رفاقت اختیار کی

شاہزادہ بہادر خاں تھوڑی مدت میں چیتور سے گزر گیا اور اودے سنگھ راجہ مالپور اور سلطان سکندر کے دیگر دست گرفتہ اشخاص سلطان بہادر سے مل گئے سلطان نے بہادر الملک اور تاج الدین کو مع ایک فرمان استمالت تاج خاں اور دوسرے امرا کے پاس روانہ کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی تاج خاں جو عماد الملک سے خائف تھا مع افواج اور قوم اور قبیلہ کے سرراہ سلطان بہادر کا منتظر دندوقہ میں مقیم تھا تاج خاں دندوقہ سے بیحد سامان و انتظام کیساتھ سلطان بہادر کی طرف چلا شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر تاج خاں کے ہمراہ تھا تاج خاں نے کچھ اس کو روپیہ مدد خرچ کیلئے دیکر اپنے پاس سے رخصت کیا اور شاہزادہ لطیف خاں سے کہا کہ اب وارث مظفری اور محمودی آپہنچا اسوقت تمہارا میرے ساتھ رہنا قرین مصلحت نہیں ہے لطیف خاں بادل سوختہ شاہزادہ فتح خاں کے پاس جو سلطان بہادر خاں کا چچا زاد بھائی تھا پناہ گزین ہوا۔

شاہزادہ بہادر خاں دونگر میں پہنچا خرم خاں دیگر اعیان ملک استقبال کے لئے آئے امرا اور سردار ہر جانب سے شاہزادہ بہادر خاں کی طرف متوجہ ہوئے عماد الملک کی روح جسم سے نکلگئی اور لشکر کے جمع کرنے میں مصروف ہوا

اور خزانوں کو خالی کرنے لگا۔
عماد الملک نے سرداروں کی ایک کثیر جماعت کو مع ایک جرار لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے عضد الملک کے ہمراہ قصبۂ مہرایہ روانہ کیا تاکہ مخلوق کی گزرگاہ کو روک لیا جائے اور کسی شخص کی سلطان بہادر خاں کی خدمت میں رسائی نہ ہو۔
سلطان بہادر خاں قصبۂ محمود پور میں آیا بعض امرائے سکندری جو جان کے خوف سے بھاگے ہوئے تھے سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے عضد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو محمد آباد میں عماد الملک کے پاس گیا سلطان بہادر خاں قصبۂ مہرایہ میں آیا اور تاج خاں مع چتر و امارت بادشاہی شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا شہزادہ بہادر خاں قوی دل ہو کر بتاریخ ۲۶ ماہ رمضان المبارک ۹۳۲ھ شہر نہروالہ پٹن میں فروکش ہوا اور نہروالہ سے احمد آباد روانہ ہوا شاہزادہ بہادر خاں نے قصبۂ سرکیج میں مشائخین عظام و آبائے کرام کے مزارات کی زیارت کی اور احمد آباد میں داخل ہوا عماد الملک نے اپنی پریشانی کی وجہ سے سپاہیوں کو ایکسال کی تنخواہ ادا کی اور ایک شخص کو شاہزادہ لطیف خاں کی طلب میں اس خیال سے بھیجا کہ ممکن ہے کہ لطیف خاں کی مدد پاکر وہ شاہزادہ بہادر سے جنگ کر سکے لیکن شاہزادہ لطیف خاں کے آتے تک سلطان بہادر خاں کوچ پر کوچ کر کے محمد آباد پہنچا امرا جو عماد الملک سے رنجیدہ اور شاہزادہ بہادر خاں سے لڑنے کے لئے جا رہے تھے راہ میں شاہزادہ بہادر خاں سے مل گئے بہاء الملک اور داور الملک جو سلطان سکندر کے قاتل تھے یہ لوگ بھی عماد الملک سے مخالفت کر کے شاہزادہ بہادر خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے شاہزادہ بہادر خاں مصلحت وقت کے اعتبار سے ان کی دلجوئی اور تالیف قلوب کرنے لگا سلطان بہادر نے عماد الملک پر غلبہ پاکر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس بادشاہ نے صرف چار ماہ حکومت کی۔

ذکر شاہی سلطان بہادر بن مظفر شاہ گجراتی

عید الفطر ۹۳۲ھ کا روز منجمین کی تجویز سے ساعت جلوس قرار پایا تھا چنانچہ سلطان بہادر نے اسی تاریخ امراو اعیان مملکت کی سعی سے بلدۂ احمد آباد میں تخت شاہی پر جلوس کیا لوازم ایثار و نثار عمل میں آئے بادشاہ نے امرا و سرداران لشکر کو معاش کی زیادتی و انعام و اسپ و خلعت سے خوشدل کیا۔

سلطان بہادر نے اوائل شوال میں محمد آباد جینانیر کا ارادہ کیا اول منزل میں معظم خاں مع سرداروں کی ایک جماعت کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس کے حال پر عنایت و نوازش فرمائی بادشاہ نے جب اس منزل سے کوچ کیا اور اس کو معلوم ہوا کہ اب باترک میں طغیانی آگئی ہے اس وجہ سے لشکر کا عبور کرنا محال ہے بادشاہ نے قصبہ سوبح میں منزل کی اور تاج خاں کو دریا کے کنارے متعین فرمایا تاکہ لشکر کو بآہستگی دریا کے پار اتار دے دوسرے دن تمام امرائے محمد آباد جنھوں نے خزانے سے مال چرایا تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے مسروقہ دولت سارقوں کو بخش دی۔

بادشاہ جب اب مهندری کے کنارے چاند پور کے سر راہ پہنچا اور اس کی فوجیں گذرنا شروع ہوئیں عماد الملک اور عضد الملک نے ایک جماعت کو بردوده و دیگر اطراف میں آمادہ کر رکھا تھا کہ فساد کر کے بادشاہ کو اپنی جانب مشغول کرلیں بادشاہ اس جماعت کی طرف متوجہ نہ ہوا اور دریا سے گذر گیا اور بہ تعجیل تمام محمد آباد جینانیر کی طرف روانہ ہوا بادشاہ جب شہر کے قریب پہنچا ضیاء الملک بن نصیر خاں حاضر ہوا بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ آگے جاکر اپنے باپ سے کہہ کہ عماد الملک کے گھر کو محصور کر کے اس کو گرفتار کرے بعد اس کے بادشاہ

خود بھی روانہ ہوا۔

تاج خاں نے بسرعت پہنچکر عماد الملک کے مکان کو گھیر لیا عماد الملک اپنے گھر کی دیوار سے نیچے اترا اور شاہ چنو صدیقی کے گھر میں پناہ لی شیخ چنو کا تمام گھر لوٹ لیا گیا اور اُن کے فرزند گرفتار کئے گئے اتفاق سے بادشاہ خداوند خاں کے مکان کے سامنے سے گذرا خداوند خاں اس زمانہ میں گوشہ نشین ہو چکا تھا لیکن مکان سے باہر اس نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی ایک لمحہ کے بعد خداوند خاں کے غلام عماد الملک کو شیخ چنو صدیقی کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے بادشاہ نے حکم دیا کہ عماد الملک اور سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو دار پر لٹکائیں۔

بادشاہ نے رفیع الملک بن توکل کو جو سلطان مظفر کا غلام تھا عماد الملک کا خطاب دیکر عارض الممالک کے عہدہ پر مامور فرمایا عضد الملک نے ان اخبارات کو سنا اور بروده سے ایکطرف فراری ہوا لیکن کولیان نے راہ میں اس کو غارت و تباہ کیا۔

سلطان بہادر نے شمشیر الملک کو عضد الملک اور نظام الملک کو محافظ خاں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا مجرم فراری ہو کر راے سنگھ کے دامن میں پناہ گزین ہوے لشکر بہادر شاہی نے ان کے مال و اسباب کو مال غنیمت سمجھکر تباہ کیا اور واپس آئے اسی زمانہ میں عضد الملک کا فرزند اور شاہ جیو صدیقی شاہ سکندر کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ہمراہ قدر خاں کے مکان میں قتل کئے گئے بہاء الملک باوجود بادشاہ کے اغماض کے متوہم ہو کر محمد آباد چینانیر سے بھاگا لیکن وہی کولال اس کو راہ میں گرفتار کر کے لے آیا۔

چونکہ اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور خود سید علیم الدین کے ہاتھ سے زخمی ہوا مفتادہ زخم اب تک تازہ تھے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کی کھال کھینچکر اس کو دار پر لٹکا دو تین دیگر اشخاص

جو سلطان سکندر کے قاتل تھے اور دکن کی جانب جا رہے تھے راہ میں گرفتار ہوئے اور بادشاہ کے حکم سے توپ پر اڑا دیے گئے بادشاہ نے قلیل مدت میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

کہتے ہیں کہ سلطان بہادر محمد آباد جینانیز میں آیا اور شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر اسی دن عماد الملک اور دیگر امرا کے بلانے سے شہر میں وارد ہو کر ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا تھا قیصر خاں اور الغ خاں و دیگر امرا نے لطیف خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اب اس سے زیادہ توقف مناسب نہیں ہے اب گوشہ نشین ہو جاؤ لطیف خاں مایوس ہو گیا اور بہانہ کر کے پالن پور چلا گیا عضد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت سونگا کو راہی ہوئے سلطان بہادر اطمینان کیساتھ رعیت پروری و انتظام لشکر کی طرف مشغول ہوا تمام رعایا کو اس نے انعامات عطا فرمائے اور سپاہ کی تنخواہ علی العموم دوگنی و سہ گنی وچہار گنی مقرر فرمائی اور ایکسال کی تنخواہ خزانہ سے دلوا کر ان کو خوشدل کیا فقرائے قصبہ سرکھیج اور نتوہ اور رسول آباد کو وافر وظائف عطا فرما کر ان کو بھی راضی و مسرور فرمایا۔

چونکہ اس زمانہ میں گجرات کا دار السلطنت قلعۂ محمد آباد جینانیز تھا اور شاہان گجرات اسی مقام میں تخت حکومت پر جلوس کیا کرتے تھے گیارہ ذیقعدہ کو منجمین کی ساعت کے مطابق دوبارہ دریائے شہرتی کے قریب تخت مرصع وجواہر نگار کو رکھ کر آئین سلاطین سلف کے مطابق جشن منعقد کیا گیا تاریخ مذکورہ ۹۳۲ھ میں اسلام کی رسم کے مطابق تخت حکومت پر جلوس کیا اکابر ومشائخ و امرا تہنیت گویان لوازم ثنا و ایثار بجا لائے اس روز ایک ہزار اہل دربار کو خلعت مرحمت ہوئے اور تمام امیروں کو خطابات عطا کیے گئے غازی خاں کی معاش میں بروز جلوس احمد آباد دہ بیست کا اضافہ ہوا تھا بیست

دیگر کا جدید اضافہ مرحمت ہوا اور یہ امیر حکومت نذر بار سلطانپور پر فائز ہوا اسی دوران میں عضد الملک محافظ خاں کے اغوا سے کوہ اواسن نواح نذربار سلطانپور رہیں جاکر فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے سلطان بہادر نے ایک فوج غازی خاں کی ماتحتی میں مقرر فرمائی تاکہ شاہزادہ لطیف خاں کی مدافعت کے لئے کوہ اواسن میں قیام کرے چونکہ اسی زمانہ میں عید الضحیٰ کے جلوس کا وقت آگیا تھا سلطان بہادر نے جشن عظیم ترتیب دیکر اکثر امرا کو بار دگر خلعت و کمر بند و خنجر و شمشیر مرصع عطا فرما کر خوشدل فرمایا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں قحط واقع ہوا اور بادشاہ نے ہشیار الملک کو جو خازن رکاب تھا حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اس کو ایک مظفری عطا کرے سلطان بہادر اس مدت میں دو مرتبہ چوگان بازی کے لئے سوار ہوتا تھا بادشاہ نے ہر شہر میں فقرا و مساکین کے لئے متعدد لنگر خانے مقرر فرمائے بادشاہ نے اپنی رعایا کی رفاہ کے لئے بے انتہا توجہ و کوشش فرمائی یہاں تک کہ اسی زمانہ میں بلاد گجرات نے تازہ رونق پائی اور شہر آباد و معمور ہوئے ہنوز تھوڑی مدت نہ گذری تھی کہ ارباب فتنہ و فساد نے سر اٹھایا شجاع الملک بھاگ کر لطیف خاں سے مل گیا امرا اس حال سے واقف ہوئے اور بادشاہ سے عرض کیا سلطان بہادر نے الغ خاں کو بہی خواہ سمجھکر اس کو لطیف خاں کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا لیکن واقعہ یہ ہے کہ قیصر خاں و الغ خاں سلطان سکندر کے قتل میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی لطیف خاں کو ہر قسم کی مدد پہنچاتے تھے سلطان بہادر اس مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ تاج خاں نے یہ حلف عرض کیا کہ قیصر خاں و الغ خاں نے راہ غیر معروف سے لطیف خاں کو نادوت میں بلایا ہے دوسرے دن امرا سلام کو حاضر ہوئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ قیصر خاں و الغ خاں قید کئے جائیں اسی زمانہ میں داور الملک کسی بہانہ سے شہر کے باہر گیا اور گرفتار کیا گیا

ضیاء الملک اور خواجہ بابو جو اس جماعت کی ہم نشینی کے متہم تھے ہاتھ باندھکر پا برہنہ دربار عام میں لائے گئے اہل شہر نے ہجوم کرکے ان کے مکانات لوٹ لئے ضیاء الملک رسی گلے میں ڈالکر عاجزی سے رویا اور بابو نے پچاس لاکھ تنکہ خون بہا دیکر معافی چاہی سلطان بہادر نے ان کی خطا معاف فرمائی اور ان کی رہائی کا حکم دیا غرض کہ ملک فتنہ و فساد سے پاک ہوا اور کسی قسم کا دغدغہ نہ رہگیا۔

۹۳۳ھ میں سلاحداران خاصہ کی ایک جماعت جن کی تعداد دو ہزار تھی جامعہ مسجد میں دادخواہ ہوئی کہ ہم کو ہماری وجہ معاش نہیں ملی اور خطیب کو خطبہ پڑھنے سے مانع ہوئے سلطان بہادر باوجود اس کے کہ یہ جانتا تھا کہ ان اشخاص کا ارادہ لطیف خاں کے پاس جانے کا ہے ان کے علوفہ کو جاری کرنے کا حکم دیا۔

اسی دوران میں غازی خاں کی عرضداشت اسی مضمون کی پہنچی کہ لطیف خاں ایک جرار لشکر کیساتھ سلطانپور میں وارد ہوا اور مخالفت شروع کردی غازی خاں نے مقابلہ کیا معرکۂ کارزار برپا ہوا اور عضد الملک و محافظ خاں فراری ہوئے اور رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مارا گیا شہزادہ لطیف خاں زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔

سلطان بہادر نے جس وقت اس خبر کو سنا اور محب الملک کو مع امرا کی ایک جماعت کے بھیجا تاکہ لطیف خاں کے حال پر جیسی کہ ہونی چاہئے مہربانی کرکے اس کے زخموں کا علاج کریں اور بعزت تمام بادشاہ کی حضور میں لے آئیں چونکہ لطیف خاں کے زخم کاری لگ چکے تھے شاہزادہ نے راہ میں وفات پائی اور موضع ہالول توابع جیناپنیر میں سلطان سکندر کے پہلو میں مدفون ہوا۔

اسی سال بادشاہ کے دوسرے بھائی نصیر خاں المدعو بہ سلطان محمود نے بھی وفات پائی بادشاہ نے ان کے مزارات پر ایک جماعت کو وظیفہ دیکر متعین فرمایا اور طعام پختہ و خام خیرات کے لئے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

اسی سال یہ بھی خبر آئی کہ رائے سنگھ راجہ سال قیصر خاں کے قتل سے واقف ہوا اور اس نے فرصت وموقع دیکھ کر قصبۂ دھور کو برباد کر دیا اور بے شمار مال ضیاء الملک قیصر خاں کے فرزند سے جبراً لے کر ملک کے خراب کرنے کے درپے ہے ۔

سلطان بہادر اس خبر سے مضطرب ہوا بادشاہ نے ارادہ کیا کہ خود اس نواح کا سفر کرے لیکن تاج خاں نے عرض کیا کہ ابتدائے سلطنت میں اس قسم کے امور پیش آتے ہیں بادشاہ کو ملول و مکدر نہ ہونا چاہئے اگر جاں نثار اس خدمت پر مامور ہو تو امید ہے کہ خدا کی عنایت وحضور کے اقبال سے مفسدوں کو قرار واقعی گوشمالی وسزا دے گا ۔

سلطان بہادر نے فوراً اس کو خلعت عطا کیا اور ایک لاکھ سوار کے ہمراہ رائے سنگھ کی تادیب پر مامور فرمایا تاج خاں ولایت پال میں داخل ہوا اور غارتگری شروع کی رائے سنگھ نے عجز وانکسار کے ساتھ ایک نامہ شرف الملک کے پاس جو مظفری امیر تھا روانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی راجہ کے قصور معاف نہ ہوئے اور تاج خاں نے اس کی مملکت کی خرابی میں زیادہ کوشش کی راجہ رائے سنگھ نے تنگ مقام میدان داری کے لئے اختیار کیا اور تاج خاں سے معرکہ آرائی کی ایک کثیر جماعت راے سنگھ کی کام آئی اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی قتل ہوا تاج خاں تھوڑے عرصہ تک ولایت پال میں مقیم رہا آخر کار حسب الحکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔

سلطان بہادر ربیع الاول سنہ مذکور میں شکار کی غرض سے دارالسلطنت سے باہر نکلا اور بندر کنبایت کی رعایا کی ایک جماعت عامل کے ظلم کی دادخواہ ہوئی سلطان بہادر نے تاج خاں کو اس خدمت پر نامزد فرمایا اور رواروغہ کنبایت کے عزل کا حکم دیا اور خود محمد آباد چنپانیر واپس آیا ۔ رانا سنکا کا فرزند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز کے بعد بخوشی رخصت کی اجازت پائی ۔

۹۴۳ھ میں بادشاہ ولایت اید ر اور باکر کی تسخیر کے لئے
روانہ ہوا اور قلیل مدت میں فتح کر کے پھر جینا نیر واپس آیا سلطان بہادر نے
چند ماہ کے بعد قلعۂ بھروچ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کو فتح کر کے
کنبایت وارد ہوا اتفاق سے بادشاہ ایکدن دریا کی سیر کر رہا تھا کہ دفعتاً
ایک جہاز بندر دیب سے آیا اور اہل جہاز نے یہ خبر بیان کی کہ فرنگیوں کا
باد مخالف سے ایک جہاز تباہ ہو کر بندر دیب میں آگیا تھا قوام الملک نے جہاز کو
گرفتار کر کے فرنگیوں کو حلقۂ غلامی میں داخل کر لیا بادشاہ اس خبر کو سنکر
بہت خوش ہوا اور خشکی کے راستہ سے بندر دیب کا سفر کیا قوام الملک
استقبال کے لئے آیا اور فرنگیوں کو بادشاہ کی حضور میں حاضر کیا بادشاہ
نے فرنگیوں کی ایک کثیر جماعت کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

اسی سال میران محمد شاہ حاکم آسیر کا جو سلطان بہادر کا بھانجا
تھا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ چونکہ علاء الدین عماد شاہ نے عاجزی
کے ساتھ اس امر کی درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بحری اور قاسم
ترک بیدری کے مقابلہ میں جو ملک برار میں زبردستی مداخلت کر رہے
ہیں آپ میری امداد فرمائیں اس لئے خاکسار عماد شاہ کی امداد کے لئے گیا فریقین میں سخت
لڑائی ہوئی خاکسار نے ایک جماعت کو جو میرے مقابلہ میں تھی شکست دی۔

اسی دوران میں نظام شاہ بحری ایک مقام پر پوشیدہ تھا علاء الدین عماد
پر حملہ آور ہوا اور اس کو شکست دیکر خاکسار کے چند ہاتھی بھی بطور
مال غنیمت لے گیا نظام الملک حصار ماہور پر جو ممالکت برار کا بہترین قلعہ
ہے بجبر قابض ہو گیا ہے اس صورت میں جو حکم عالی صادر ہو اس پر عمل کیا
جائے بادشاہ نے اس عریضہ کے جواب میں اس مضمون کا فرمان صادر کیا
کہ سال گذشتہ ایک عریضہ علاء الدین عماد کا اسی مضمون کا آیا تھا اور
حسب الحکم ملک عین الملک حاکم نہروالہ نے جا کر فریقین میں صلح کرا دی
تھی چونکہ ابتدا میں پیشدستی نظام الملک کی جانب سے ہوئی ہے اس لئے
مظلوم کی اعانت نہ کرنا اخلاق کریمانہ سے بعید ہے۔

محرم ۹۳۵ھ میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ نظام شاہ کا ملک فتح
اور ایک جرار لشکر کو ہمراہ لے کر دکن روانہ ہوا بادشاہ کچھ عرصہ تک
برودہ میں سامان و اسباب سپاہ کی فراہمی و انتظام کی غرض سے فروکش ہوا
اسی سال جام فیروز حاکم ٹھٹھہ مغلوں کے غلبہ سے پریشان ہو کر جلاوطن
ہوا اور سلطان بہادر کے دامن میں پناہ لی سلطان نے جام فیروز کے حال پر
مہربانی کی اور بارہ لاکھ تنگہ اس کو مدد خرچ کے لئے عطا کئے سلطان بہادر
نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ اس کا ملک موروثی مغلوں کے قبضہ سے نکال کر
جام فیروز کو عنایت کرے گا سلطان بہادر کے جلال اور شوکت کا آوازہ
تمام عالم میں پھیل چکا تھا اس سفر میں رایان نزدیک و دور بادشاہ
کی حضور میں حاضر ہوئے۔
راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنی جماعت کے پوربیہ سے آیا اور
بادشاہ کے ملازمان خاص میں داخل ہو گیا بھرون بن پرتھی راج رانا سنکا
کا بھتیجا بھی چند راجپوتوں کے ساتھ آکر بادشاہ کا ملازم ہوا اور بعض سرداران
دکن نے بھی آکر ملازمت حاصل کی اور تمام جدید بندگان درگاہ اپنی
حالت کے مناسب انعامات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔
بادشاہ کو ایک عرصہ دراز تک محمد آباد چنپانیر میں توقف کرنا
پڑا اور عماد شاہ نے بیتاب ہو کر اپنے فرزند خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت
میں روانہ کر کے عرض کیا برہان نظام شاہ بحری غرور و تکبر کی وجہ سے
صلح کا خیال ہی نہیں کرتا اگر بادشاہ ایک مرتبہ دکن تشریف لے آئیں
خاکسار کا مقصد حاصل ہو جائے سلطان بہادر نے اس کی التماس کو
قبول فرمایا اور دکن کی طرف روانہ ہوا
سلطان اب نربدہ کے کنارے پر پہنچا اور میران محمد فاروقی استقبال
کے لئے آیا اور بادشاہ کو ضیافت کے لئے برہان پور میں لے گیا میران محمد
فاروقی بادشاہ کی ضیافت سے فارغ ہوا اور عماد الملک بھی جریدہ کاویل سے بادشاہ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور راس قدر گھوڑے اور تحایف بادشاہ کی حضور میں پیش کئے

کہ سلطان بہادر جو برہان نظام شاہ بحری کی تادیب کے ارادہ سے جونیر اور ماہور میں مقیم تھا اب برار کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان بہادر جالنہ پور پہنچا اور چند روز کے قیام میں شہر پر قابض ہونے کی تمنا کی عماد الملک مضطرب ہوا اور برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اس واقعہ کے بعد عماد الملک نے میراں محمد فاروقی کو اپنا وسیلہ بنایا اور ایسی کوشش کی کہ سلطان بہادر برار سے کوچ کر کے آگے روانہ ہوا جیسا کہ وقایع نظام شاہیہ میں معرض تحریر میں آچکا ہے بادشاہ احمد نگر پہنچا اور ایک ہیبت خواب دیکھکر دولت آباد آیا اور حوض تھلو کے کنارے فروکش ہوا بادشاہ نے عماد الملک کو امرا کے ایک گروہ کے ساتھ اس قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا لیکن چند روز کے بعد علاء الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کر لی اور سلطان بہادر کو دعوت دیکر پشیمان ہوا عماد شاہ رات کے وقت خیمہ و خرگاہ سے قطع نظر کر کے فراری ہوا۔

چونکہ دکنیوں نے گجرات کا راستہ روک کر غلہ و آذوقہ کا راستہ بند کر دیا تھا برہان نظام شاہ بھی مقابلہ میں آیا اور تھوڑے فاصلہ پر مقیم ہوا اور کسی قدر آثار قحط کے لشکر میں پیدا ہوئے اس وقت برہان نظام شاہ نے سلطان بہادر سے وعدہ کیا کہ میران محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کرونگا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا جائیگا۔

سلطان بہادر نے ان شرایط کو قبول کیا اور ۹۳۶ھ میں گجرات واپس آیا اور برسات کا موسم محمد آباد میں بسر کیا۔

۹۳۷ھ میں بادشاہ ایدر روانہ ہوا بادشاہ نے موضع جانپور میں خداوند خاں اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو ایک جرار لشکر و بے شمار ہاتھیوں کے ہمراہ باگر کی مہم پر روانہ کیا اور خود بندر کنبایت میں آیا بادشاہ نے ایک روز یہاں قیام کیا اور جہاز پر بیٹھکر

بندر دیپ کا ارادہ کیا چونکہ چند جہاز مختلف بندرگاہوں سے روانہ ہوکر بندر دیپ میں لنگر انداز ہوئے تھے بادشاہ نے جملہ اقسام کی اشیاء جوان جہازوں میں موجود تھیں خرید فرماکر ان کو اپنے کارخانوں میں داخل کرنے کا حکم صادر فرمایا منجملہ ان اشیاء کے ایک ہزار چھ سو من پستہ اور مویز بھی تھے۔

بادشاہ نے رومیوں کی جماعت پر جو مصطفیٰ خاں رومی کے ہمراہ آئی تھی بے حد نوازش فرماکر ایک مکان مناسب اس کے قیام کے لئے تجویز فرمایا ان واقعات کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غربا کی سفارش فرمائی اور خود ولایت بانسوالہ دونگرپور روانہ ہوا اور ان ممالک کو تباہ کرکے رایان اطراف سے پیشکش لیا اور محمدآباد جنپانیر واپس آیا اسی دوران میں عمر خاں اور قطب خاں جو سلطان ابراہیم لودھی کے امیر مع دیگر امرا کے فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر گجرات میں پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر نے روز اول تین سو قبائے زربفت اور پچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنگہ نقد ان کو مرحمت فرمائے بادشاہ ان کی دلجوئی سے فارغ ہوا اور بھرابہ کا ارادہ کیا بادشاہ بھرابہ پہنچا اور خداوند خاں و دیگر امرا بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے سلطان بہادر بھرابہ سے کوچ کرکے پاکر آیا اور اس ملک کا بخوبی انتظام کرکے ہر جگہ تھانہ دار مقرر فرمائے۔

پرسرام راجہ پاکر مجبور ہوکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے فرزند نے بادشاہ کی حضور میں اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوکر بادشاہ کے ملازمت میں داخل ہوا پرسرام کا بڑا اور جو پہاڑ اور جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا اپنی جان کے خوف سے پرتھی بن راناسنگا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی حصول ملازمت کا وسیلہ بنایا اتفاق سے سلطان بہادر شکار کے ارادہ سے بانسوالہ آیا پرتھی بن راناسنگا نے نرمی اور عاجزی کے ساتھ بادشاہ کی بارگاہ میں قاصد بھیجکر چکا کے لئے عفو تقصیر کی درخواست کی سلطان بہادر نے اس کی التماس کو قبول فرمایا اور چکا کو اپنی حضور میں طلب کرکے اس کا

قصور معاف فرمایا۔
بادشاہ نے موضع گھاٹ کرجی میں عالی شان مسجد تعمیر کی اور اس موضع کو پرتھی راج کی جاگیر میں دیکر بقیہ مملکت پاکر کو پرتھی راج و چکا کے درمیان بہ حصہ مساوی تقسیم فرمایا۔
سلطان بہادر نے چند روز بغرض شکار اس مقام پر قیام فرمایا جاسوس خبر لائے کہ سلطان محمود خلجی نے جو سلطان مظفر کا مرہون احسان و ممنون منت ہے شرزہ خاں حاکم مندو کو بھیجکر جیتور کے بعض قصبات تباہ و برباد کرا دیئے لیکن اب شرزہ خاں اجین میں مقیم اور خود سلطان محمود خلجی سے برسر مقابلہ ہے اسی زمانہ میں بکرما جیت بن رانا سنگا کے قاصد بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ بادشاہ سلطان محمود خلجی کو منع فرمائیں کہ بیوجہ آپس میں عداوت نہ پیدا کرے۔ قاصدوں کے ورود کے بعد یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی اجین سے سارنگپور سلہدی پوربیہ کو قتل کرنے روانہ ہوا تھا سلہدی جو محمود خلجی کے ہمراہ تھا بادشاہ کے ارادہ سے واقف ہو گیا سکندر خاں میواتی کے فرزند کے ہمراہ ولایت جیتور وارد ہوا اور بکرما جیت بن رانا سنگا پر حملہ آور ہوا ہے چند روز نہ گذرے تھے کہ سکندر خاں اور بھوپت بن سلہدی سلطان بہادر کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور انھوں نے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی بادشاہ نے سات سو خلعت زربفت اور ستر گھوڑے ان کو انعام میں عطا فرمائے اور ان کی دلجوئی کی اسی زمانہ میں ایک تحریر سلطان محمود خلجی کی بھی آئی جس میں مرقوم تھا کہ نیاز مند بھی عرصے سے شرف حضوری کا ارادہ رکھتا ہے لیکن سوانحات کے پیش آجانے سے اب تک اس میں تاخیر ہوئی انشاءاللہ جلد جناب کی ملاقات سے مسرت حاصل کرنے گا
سلطان بہادر نے دریا خاں سے کہا کہ چند مرتبہ ایسا اتفاق ہو چکا ہے کہ سلطان محمود خلجی کی ملاقات کا مژدہ میرے گوش زد ہوا ہے اگر ایسا ہو تو میں اس کے فراری متعلقین کو اپنے دامن میں پناہ نہ دوں گا۔ بادشاہ نے سلطان محمود خلجی کے قاصدوں پر مہربانیاں فرمائیں اور ان کو واپس جانے کی

اجازت دی اور خود بانسوالہ کی طرف روانہ ہوا۔
بادشاہ اب کرہی کے کنارے پہنچا اور پرتھسی رانا اور سلہدی بارگاہ شاہی میں حاضر ہوئے سلطان بہادر نے روز اول اس کو تیس ہاتھی اور پچاس گھوڑے اور ایک ہزار پانسو خلعت زربفت مرحمت فرمائے چند روز کے بعد پرتھسی رانا نے جیتور جانے کی اجازت پائی اور سلہدی پوربیہ بادشاہ کا ملازم ہو کر لشکر گاہ میں رہ گیا۔
سلطان بہادر محمود خلجی سے وعدہ کی بنا پر سنبلہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ طے کیا کہ اگر محمود خلجی اس کی ملاقات کو آئے تو اس کی ضیافت و مہمانداری سے فارغ ہو کر خود بھی گھاٹ دیولہ تک جائے اور مہمان کو رخصت کر کے اپنے دار الملک واپس آئے۔
اسی منزل میں محمد خاں اسیری بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان بہادر موضع سنبلہ میں پہنچا اور دس روز تک سلطان محمود خلجی کے آنے کا منتظر رہا لیکن دریا خاں سلطان محمود خلجی کا قاصد حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی شکار گاہ میں گھوڑے سے گر پڑا ہے اور اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے ایسی حالت و وضع سے اس کا آنا مناسب نہیں ہے سلطان بہادر نے جواب دیا کہ سلطان محمود خلجی چند بار وعدہ خلافی کر چکا ہے اور میری ملاقات کو نہیں آیا اگر اس کی مرضی ہو تو میں خود اس کے ملک میں آؤں دریا خاں نے بار دگر بادشاہ سے عرض کیا کہ محمود خلجی کی عدم حاضری کی وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن سلطان مظفر شاہ مرحوم اس کے دربار میں پناہ گزیں ہے اگر بادشاہ یہاں آئے اور اعلیحضرت چاند خاں کو سلطان محمود خلجی سے طلب فرمائیں تو چاند خاں کو حضور کے حوالہ کرنا بے حد مشکل اور اس کو حضرت سے بچا لینا دشوار ہو جائے گا سلطان بہادر نے جواب دیا کہ میں نے چاند خاں کی طلب سے ہاتھ اٹھایا تو سلطان محمود خلجی سے جا کر کہدے کہ جلد میری ملاقات کو آئے۔
محمود خلجی کا قاصد رخصت ہوا اور سلطان بہادر پے در پے منازل

طے کرتا ہوا سلطان محمود خلجی کے ورود کا منتظر رہا بادشاہ دیپال پور پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ ہے کہ فرزند اکبر کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دیکر قلعۂ منڈو میں مقیم رکھے اور خود حصار سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور بادشاہ کی ملاقات کو نہ آئے۔

اسی اثنا میں بعض امراء نے جو سلطان محمود خلجی کی بدسلوکی سے آزردہ خاطر تھے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان محمود خلجی وعدۂ ملاقات کو حیلہ اور بہانہ سے ٹال رہا ہے اور جب تک مجبور نہ کیا جائے گا کبھی حاضر نہ ہوگا سلطان بہادر کوچ پر کوچ کرتا ہوا شادی آباد منڈو کی طرف چلا بادشاہ نعلچہ پہنچا اور لشکر کو شادی آباد منڈو کے محاصرہ کے لئے متعین فرمایا محمد خاں آسیری کو بجانب غرب مورچل شاہ پول پر اور رلقمان کو بھل پول اور جماعت پوربیہ کو سہلوانہ پر مقرر فرما کر خود بادشاہ محمود پول میں قیام فرما ہوا۔

سلطان بہادر انتیس شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو بہادروں کی ایک جماعت کیساتھ دو منڈوی جاسوسوں کی راہ نمائی سے قلعہ میں داخل ہوا اور فصیل پر اتنا توقف کیا کہ فوج کا کثیر حصہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔

بادشاہ نماز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی کے محلسرا کی طرف چلا اور سلطان محمود خلجی کے لشکر کے آدمیوں کو پیام دیا چونکہ مالوہ کے لوگ قلعہ کے اس جانب سے جو بے حد بلند تھا مطمئن تھے غنیم کی آمد سے اس وقت واقف ہوئے جب قلعہ بیگانہ اشخاص سے معمور ہو گیا اہل قلعہ مجبوراً ادھر ادھر بھاگنے لگے اسی حال میں چاند خاں بن سلطان مظفر بھی قلعہ سے نیچے اتر کر فراری ہوا سلطان محمود خلجی قلیل لشکر کے ہمراہ مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے آیا لیکن اپنے میں لڑنے کی طاقت نہ پائی اور شہر کے باہر چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے اراکین دربار کی صلاح سے اہل و عیال کی حفاظت کی غرض سے پھر راہ سے واپس ہو کر محل کی طرف چلا سلطان بہادر کی فوجیں اطراف محل کو محصور کر کے کھڑی ہو گئیں اور سپاہیوں سے

کہا کہ شاہی محل و حرم و نیز امرا کو امان حاصل ہے کوئی شخص ان کے مال و ناموس سے معترض نہ ہو گا اس بنا پر سلطان محمود خلجی کے بعض ہوا خواہوں نے کہا کہ بادشاہ گجرات کتنی ہی بیمروتی کیوں نہ کرے لیکن اس کی مروت دوستی کی پہلو کی سے بہتر ہو گی ہم کو بہر حال ناموس سلطانی کی حفاظت میں کوشش کرنا ضروری ہے۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ بادشاہ گجرات اپنے پدر کے طریقہ پر عمل کرے گا اور ولایت مالوہ حضرت کے سپرد کردے گا۔

اسی اثنا میں سلطان بہادر لعل محل کے بام پر داخل ہوا اور ایک شخص کو سلطان محمود خلجی کے پاس بھیجکر اس کو اپنے پاس طلب کیا سلطان محمود خلجی سات امیروں کو ہمراہ لے کر آیا سلطان بہادر محمود خلجی کا قصور معاف کرنے پر مائل تھا۔ بادشاہ گجرات نے محمود خلجی سے دریافت کیا کہ تمہارے نہ آنے کا کیا سبب تھا لیکن بدبخت محمود خلجی نے سخت جواب دیا سلطان بہادر اس کے جواب سے بیحد ملول رہا اور تمام وقت خاموشی میں گذر گیا۔

سلطان بہادر نے انتہائے غضب کے عالم میں سلطان محمود خلجی کو مع اس کے بیٹوں کے قید کر کے آصف خاں کے ہمراہ محمد آباد جمپانیر روانہ کیا اور خود مندو میں قیام پذیر ہوا۔

بادشاہ نے امرائے مالوہ کو گجرات میں اور امرائے گجرات کو مالوہ میں جاگیریں عطا فرمائیں اور میراں محمد شاہ فاروقی کو معزز و مکرم برہانپور کی طرف روانہ فرمایا۔

برسات کے بعد ۹۳۶ھ میں سلطان بہادر آسیر اور برہانپور کی سیر کے لئے گیا چونکہ برہان نظام شاہ بحری نے بخلاف اسمعیل عادل شاہ لفظ شاہی کو اپنے اسم کا جزو بنا لیا تھا اس لئے نظام شاہ فاروقی کی رہنمائی سے برہانپور آیا اور شاہ طاہر جنیدی کی سعی و کوشش سے سلطان بہادر نے برہان نظام شاہ کو چتر سفید و آفتاب گیر اور سراپردہ سرخ جو سلطان محمود خلجی سے ضبط کیا تھا عطا فرمایا اور کہا کہ میں نے نظام شاہ بحری کا خطاب دیا یعنی دشمنوں کو

بادشاہی سے معزول اور دوستوں کو مرتبۂ شاہی پر فائز کیا سلطان بہادر نے جو نظام شاہ بحری کی تربیت کی اس کی غرض یہ تھی کہ والی احمد نگر و برہانپور بادشاہ دہلی کی جنگ میں جس کا بہادر شاہ نے اندازہ کر لیا تھا اس کی موافقت کریں لیکن واقعہ یہ ہے کہ معاملہ اس کے خلاف وقوع میں آیا اور برہان نظام شاہ بحری نے نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا ساتھ دیا بلکہ چند سال پہلے اپنے حاجب کو ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور گجرات فتح کرنے کی تاکید ترغیب دی۔ کہتے ہیں کہ سلطان بہادر شاہ طاہر جنیدی کی جن کو علمائے گجرات و برہانپور و منڈو و دہلی نے علم و فضل میں مقتدی تسلیم کر لیا تھا بے حد عزت کرتا تھا یہاں تک کہ شاہ طاہر جنیدی کے روبرو تخت پر نہیں بیٹھتا تھا اور اگر بیٹھتا تو شاہ طاہر کو کرسی مرصع پر بٹھلاتا تھا سلطان بہادر نے اپنے قیام برہانپور میں بیحد کوششیں کیں کہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے لیکر اپنا وکیل السلطنت بنائے لیکن شاہ طاہر نے اس بہانہ سے کہ میں مکۂ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس خدمت کو قبول نہ کیا اور احمد نگر پہنچکر قلیل مدت میں برہان نظام شاہ کو شیعہ بنا کر اس مذہب کی بنیاد ڈالی اور چتر و سراپردۂ سرخ کو بارہ اماموں کے نشان یعنی رنگ سبز سے تبدیل کر دیا جس کے مفصل جزئی و کلی حالات تذکرۂ نظام شاہیہ میں معرض تحریر میں آچکے ہیں ناظرین ان واقعات کا اس جگہ مطالعہ فرمالیں۔

سلطان بہادر نظام شاہ بحری کی ملاقات اور اس کی مراجعت احمد نگر کے بعد کامیاب و خوشدل شادی آباد منڈو سے دھار آیا بادشاہ کو اسی زمانہ میں معلوم ہوا کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں اکثر مسلم عورات و نیز سلطان ناصر الدین کے بعض حرم کو اپنے محل میں داخل کر لیا تھا چنانچہ یہ خواتین پوربیہ کے حرم میں داخل ہیں یہی وجہ ہے کہ سلہدی اب بھی اس وجہ سے بادشاہ کی حضور میں حاضر نہیں ہوتا سلطان بہادر نے کہا کہ خواہ سلہدی میرے دربار میں آئے یا نہ آئے اب یہ امر میرے ذمہ فرض عین ہو چکا کہ عورات مسلمہ کو ذلت کفر و غلامی سے نجات دلوا کر

پوربیہ کی کامل تادیب کروں۔

سلطان بہادر نے مقبل خاں کو محمد آباد جینانیر جانے کی اجازت دی کہ وہاں جاکر قلعہ کی نگہبانی کرے اور اختیار خاں کو مع لشکر و توپخانہ و خزانہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے مقبل خاں نے حسب الحکم اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کر دیا اختیار خاں بے شمار لشکر کے ساتھ اکیس[21] ربیع الآخر سنہ مذکور میں قصبۂ دھار میں پہنچکر سلطان بہادر کے لشکر سے آملا سلطان بہادر اپنے گجرات جانے کی خبر مشہور کر کے شادی آباد مندو میں گیا اور اختیار خاں کو یہاں کی حکومت پر نامزد فرمایا۔

بادشاہ خود پچیس[25] جمادی الاولیٰ کو قصبۂ نعلچہ میں فروکش ہوا اسی اثناء میں بھوپت ولد سلہدی پوربیہ نے جو بادشاہ کے ہمراہ تھا عرض کیا کہ جب بادشاہ دار الملک گجرات کی طرف توجہ فرمائیں اس وقت اگر بندہ کو اجین جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تو سلہدی کو خوشدل اور مطمئن بادشاہ کے حضور میں حاضر کردوں سلطان بہادر نے اپنی انتہائی ہوشیاری کی وجہ سے پوربیہ کے فرزند کو سفر کی اجازت دی اور خود بھی متواتر کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان بہادر بیندرہ ماہ مذکور کو قصبۂ دھار میں آیا اور لشکر کو یہاں چھوڑ کے خود برسم شکار دیپالپور اور سعد لپور کی طرف روانہ ہوا۔

سلہدی پوربیہ نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی اور اپنے فرزند بھوپت کو اجین میں چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیر نصیر نے جو سلہدی کو بلانے کے لئے گیا تھا خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ سلہدی کا ارادہ بادشاہ کی اطاعت کا نہیں ہے کنبایت اور ایک کرور تنکہ نقد دینے کے وعدہ سے فریب دیکر اس کو یہاں لایا ہوں ورنہ اس کا ارادہ تھا کہ قلعہ کو چھوڑ کر میوات چلا جائے اب اگر اس نے فرصت پائی تو دوبارہ اس کا دستیاب ہونا دشوار ہو جائے گا۔

سلطان بہادر سعد لپور سے دھار کی جانب چلا اور امرائے دربار سے سلہدی کی گرفتاری کے لئے گفتگو کرنے لگا بادشاہ لشکرگاہ کے قریب پہنچا

لشکر کو باہر چھوڑ کر خود قلعہ دھار میں قیام فرما ہوا لیکن سلہدی پوربیہ کو بھی
اپنے ہمراہ لیتا گیا۔

سلطان بہادر جس وقت قلعہ کے اندر داخل ہوا مغلوں نے سلہدی
پوربیہ کو مع دو شخصوں کے گرفتار کر لیا اسی اثناء میں سلہدی پوربیہ کے ایک
خادم خاص نے فریاد کی اور خنجر ہاتھ میں لیا سلہدی پوربیہ نے اس شخص
سے سوال کیا کہ تو چاہتا ہے کہ میں مارا جاؤں گا اس شخص نے جواب دیا
کہ میں تمھاری ہی خاطر ایسا کرنا چاہتا ہوں اگر تم کو میرے اس فعل سے
مضرت پہنچتی ہے تو میں خود اپنے ہاتھ سے خنجر اپنے جسم پر مارتا ہوں
تاکہ میں تم کو مقتول نہ دیکھوں ملازم نے یہ کہا اور خنجر اپنے شکم پر مار کے
مر گئے۔

سلہدی پوربیہ کی گرفتاری کی خبر تمام شہر میں منتشر ہوئی اور
ساکنان شہر نے کسی قدر مال سلہدی کا لوٹ لیا اور ایک جماعت کثیر کو
قتل کیا باقی لوگ بھاگ کر سلہدی کے فرزند بھوپت کے پاس چلے گئے
سلہدی کا تمام اسباب اور ہاتھی سرکار بادشاہی میں ضبط ہو گئے۔

بادشاہ نے رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو بھوپت کی مہم
پر نامزد فرمایا سلطان بہادر نے خداوند خاں کو لشکر کے ساتھ قلعہ میں چھوڑا
اور خود دوسرے دن صبح کو اجین کا ارادہ کیا اجین پہنچکر بادشاہ نے شہر
کی حکومت دریا خاں مالوہی کو عطا کی اور خود سارنگپور کی طرف چلا سلطان بہادر
سارنگپور پہنچا اور اس شہر کی حکومت ملو خاں بن ملو خاں کے حوالہ کی یہ
شخص سلطان مظفر کے زمانہ میں مندو سے آکر بادشاہ کا ملازم ہوا تھا
اور نیز اس نے شیر شاہ سور کے عہد حکومت میں قادر شاہ کے خطاب
سے سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا تھا ملو خاں کے مختصر حالات بعد کو
معرض بیان میں آئیں گے۔

سلطان بہادر نے حبیب خاں والی آشتہ کو اس کے وطن رخصت
کیا اور خود بھیلسہ اور رائسین کا ارادہ کیا حبیب خاں نے آشتہ پہنچکر

پوربیہ کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور آشتہ پر قابض ہو گیا سلطان بہادر بھیلسہ پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ اٹھارہ سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ اسلام کے آثار اس مقام سے ناپید ہو چکے ہیں اور بے دینی کے علامات شائع ہو رہے ہیں

اسی منزل میں جاسوسوں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ سلہدی کا فرزند اپنے باپ کی گرفتاری اور رفیع الملک کے تعین کی خبر سنکر راجہ کو اپنی کمک پر لانے کے لئے جیتور گیا ہے اور لچھمن برادر سلہدی قلعہ رائسین کو مستحکم کر کے جنگ کے لئے کوشاں اور جیتوری کمک کا منتظر ہے سلطان بہادر دو تین روز تعمیر مساجد و عمارات کی غرض سے اس قصبہ میں قیام فرمارہا ساتویں جمادی الاول سنہ مذکور کو نقارۂ کوچ بجوا کر رائسین پہنچا ہنوز سلطانی لشکر پہنچا بھی نہ تھا کہ راجپوت دو حصوں میں تقسیم ہو کر قلعہ کے نیچے اتر آئے سلطان بہادر نے معدودے چند افراد کے ساتھ حملہ کر کے دو تین آدمیوں کو قتل کیا۔

اسی اثناء میں سپاہ گجرات پے در پے عقب سے پہنچے اور لشکر کفار کو ہلاک کر ڈالا راجپوتان پوربیہ نے سلطان بہادر کی چستی و شجاعت کی وجہ سے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی سلطان بہادر نے اس دن معرکہ آرائی موقوف کی اور جنگ کو روز فردا پر ملتوی فرمایا۔

بادشاہ نے دوسرے دن اس منزل سے کوچ کر کے قلعہ کو سرگرد وار گھیر لیا اور مورچل تقسیم کر کے ساباط کی بنا ڈالی قلیل مدت میں ساباط تیار ہو کر قلعے کے برابر پہنچ گئی بادشاہ رومی خاں کو مع توپخانہ کے ساباط پر مقرر کر کے خود لشکر گاہ کو واپس آیا رومی خاں نے توپ کی ضرب سے قلعہ کے دو برج گرا دئے اور دوسری جانب سے نقب میں آگ لگا دی جس کی وجہ سے قلعہ کی دیوار چند گز گر گئی۔

سلہدی نے قلعہ کی حالت اور راجپوتان پوربیہ کی ابتری اور دشمن کے اصرار پر لحاظ کیا اور بادشاہ کے پاس پیام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ اول مسلمان ہو جاؤں اور بعد اس کے اگر اجازت ہو تو قلعہ کو خالی کر کے

ملازمان شاہی کے حوالہ کروں۔

سلطان بہادر اس خبر سے بیحد مسرور رہوا اور سلہدی کو اپنے حضور میں طلب کر کے کلمۂ توحید کی تلقین کی پوربیہ کو حلقۂ اسلام میں داخل کر کے بادشاہ نے اس کو خلعت خاص عطا کیا اور اپنے مطبخ سے گونہ گوں طعام طلب کر کے اس کو کھانا کھلایا اور قلعہ کے نیچے گیا۔

سلہدی نے اپنے بھائی لکھمن کو طلب کر کے اس سے کہا کہ چوں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں سلطان بہادر اپنی عالی ہمتی سے مجھ کو اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچائے گا مناسب یہ ہے کہ میں اس قلعہ کو ملازمان بادشاہی کے سپرد کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہوں لکھمن نے پوشیدہ سلہدی سے کہا کہ اب تیرا خون بہانا ان کے مذہب میں جائز نہیں ہے تیرا فرزند بھوپت راجہ چیتور کو مع چالیس ہزار فوج کے اپنے ہمراہ لے کر مدد کے لئے یہاں آتا ہے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ چند روز قلعہ کے فتح ہونے سے کچھ توقف واقع ہو جائے۔

سلہدی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج کی مہلت عطا ہو کل میں دوپہر کے بعد قلعہ خالی کر کے ملازمان بادشا کے سپرد کر دوں گا سلطان بہادر قلعہ سے اپنی فرودگاہ کو واپس آیا۔

بادشاہ دوسرے روز دوپہر تک منتظر رہا جب ایک گھڑی میعاد سے زیادہ گذر گئی تو سلہدی نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں خود قلعہ کے نزدیک جاؤں اور واقعات کا انکشاف کر کے صورت حالات بادشاہ کی حضور میں عرض کروں سلطان بہادر نے سلہدی کو اپنے معتمد امیروں کے سپرد کر کے قلعہ کے قریب روانہ کیا سلہدی شکستہ و افتادہ برج کے قریب آیا اور اپنی قوم کو نصیحت شروع کی کہ "اے غافل و جاہل راجپوتو مسلمانوں سے ڈرو اور یہ سمجھ لو کہ سلطان بہادر اسی مورچل سے قلعہ میں داخل ہو کر تم کو قتل کر ڈالے گا"

اس نصیحت سے سلہدی کی یہ غرض تھی کہ اہل قلعہ حقیقت واقعی سے

آگاہ ہو کر فوراً برج کو تیار کر لیں لکھمن نے کچھ جواب نہ دیا لیکن سلہدی کا مطلب بخوبی سمجھ گیا۔ سلہدی بظاہر واپس آیا اور لکھمن نے قلعہ کو مضبوط کرنے کی کوشش کی اور رات کے وقت دو ہزار پوربیہ کو سلہدی کے پسر کوچک کے ہمراہ کر کے بھوپت کو بلانے کے لئے روانہ کیا پسر سلہدی باہر گیا اور چونکہ اس کی موت آگئی تھی شاہی فوج سے اس کا مقابلہ ہو گیا اور یہ ان سے لڑنے لگا سپاہ گجرات نے حریف کو زیر کرنے میں انتہائی کوشش کی اور بے شمار راجپوت قتل کئے سلہدی کا فرزند بھی کام آیا اور اہل گجرات نے ان کے اور دوسرے راجپوتوں کے سر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیئے سلہدی کو اپنے فرزند کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی اور اس کے حواس جاتے رہے سلطان بہادر اس راز سے آگاہ ہوا اور سلہدی کو برہان الملک کے حوالہ فرمایا تاکہ قلعہ شادی آباد مندو میں قید کر دے۔

اسی اثناء میں خبر آئی کہ بھوپت چونکہ جانتا ہے کہ سلطان تنہا ہے اس لئے رانا کو ہمراہ لے کر جرأت کے ساتھ متواتر کوچ کر کے اس جانب آرہا ہے سلطان بہادر اس خبر کو سن کر بے حد غضبناک ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ اگرچہ میں تنہا ہوں لیکن آیات قرآنی کے مطابق ایک مسلمان دس کافروں کے لئے کافی ہے بادشاہ نے فی الفور میراں محمد شاہ و رفیع الملک المخاطب بعماد الملک کو ان کی تادیب کے لئے روانگی کی اجازت دی میراں محمد شاہ اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک استعداد جنگ کے لئے فوج کو ترتیب دیکر روانہ ہوئے ہر دو امیر کھرار کے قریب پہنچے اور پورنمل پسر سلہدی مع دو ہزار راجپوتوں کے یہاں آیا میراں محمد فاروقی و عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی ایک عرضداشت لکھی کہ پورنمل سلہدی کا فرزند راجہ سے مل گیا ہے اور راجہ بھی قریب آپہنچا ہے اگرچہ اس کی جمعیت اندازہ سے باہر ہے لیکن تائید خدا و اقبال سلطانی پر اعتماد کر کے کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے

بادشاہ نے عرضداشت پڑھکر اختیار خاں اور دیگر امرا کو محاصرہ پر چھوڑا خود شبانہ روز کوچ کر کے ستر کوس راہ طے کی اور برق کی طرح کھیرار پہنچ گیا میراں محمد فاروقی والی برہانپور استقبال کے لئے آیا اور بادشاہ کو اپنی منزل میں لے گیا۔

اسی اثناء میں راجہ اور بھوپت کے جاسوس خبر لائے کہ رات کو بادشاہ لشکر میں آگیا اور عقب سے فوجیں مور و ملخ کے مانند آرہی ہیں راجہ اس خبر کو سن کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فروکش ہوا اور سلطان بہادر کھیرار سے کوچ کر کے ایک منزل آگے گیا اس منزل میں دو راجپوت بہ طور قاصد تحقیق حالات کے لئے لشکر بادشاہ کے پاس آئے اور راجہ کی طرف سے زبانی یہ پیام دیا کہ راجہ بارگاہ سلطانی کا ایک ملازم ہے اس کی غرض یہاں آنے سے صرف اسی قدر ہے کہ وہ شفاعت کر کے سلہدی کے عفو تقصیر کی درخواست کرے سلطان نے جواب دیا کہ چونکہ اس وقت اس کی شوکت و قوت ہم سے زیادہ ہے اگر پیشتر سے لڑائی کا ارادہ نہ کر کے معروضہ روانہ کرتا تو البتہ اس کی التجا قبول فرمائی جاتی اب یہ امر دشوار ہے۔ ہر دو راجپوت قاصد راجہ کے پاس پہنچے اور انھوں نے اپنا عینی مشاہدہ بیان کیا راجہ اور بھوپت باوجود اس شوکت و جمعیت کے تین چار منزل کو ایک کر کے میدان سے فرار ہوئے

اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ الغ خاں مع تیس ہزار سوار و توپخانہ گجرات کے قریب آپہنچا ہے سلطان بہادر نے اپنی غایت شجاعت سے الغ خاں کے ورود کا انتظار نہ کیا اور اپنے موجودہ لشکر کے ہمراہ ستر کوس راجہ کا تعاقب کیا راجہ نے جیتور میں پناہ لی اور بادشاہ نے اس کے تادیب و گوشمالی کو دوسرے سال پر محمول کر کے خود قلعہ رائسین واپس آیا اور محاصرہ میں سختی کی۔

لکھمن اپنی کمک سے مایوس ہوگیا اور آخرکار آخر ماہ رمضان سنہ مذکور میں اپنی صورت ہلاکت کا معائنہ کر کے ازراہ عجز و انکسار بادشاہ کی

خدمت میں ایک عرضداشت اس مضمون کی روانہ کی کہ اگر بادشاہ سلہدی کو طلب کر کے اس کی تقصیرات کو معاف فرمائیں، تو میں قلعۂ رائسین کو خالی کر کے ملازمان سلطانی کے سپرد کردوں بادشاہ نے خیال کیا کہ غرض اس یورش سے یہ تھی کہ عورات مسلمہ کو ذلت کفر سے نجات دلائی جائے اگر میں ان کی التماس کو قبول نہیں کرتا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ جوہر کریں اور یہ تمام ضعیفہ ہلاک ہوجائیں اس خیال کی بنا پر اس لئے اس نے لکھمن کی التماس کو قبول کیا اور سلہدی پوربیہ کو شادی آباد مندو سے اپنے حضور میں طلب کیا برہان الملک سلہدی پوربیہ کو اپنے ہمراہ لے کر حاضر ہوا سلہدی نے فرمان امان حاصل کیا اور قلعہ پر گیا لکھمن تمام راجپوتوں کو مع اہل وعیال کے قلعہ کے نیچے لایا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ تقریباً چار سو عورتیں سلہدی پوربیہ کے متعلقین میں داخل ہیں۔

رانی درگاوتی مادر بھوپت یہ عرض کرتی ہے کہ سلہدی پوربیہ بادشاہ کے بندگان خاص میں داخل ہوچکا ہے اگر وہ خود قلعہ میں آکر اپنے اہل وعیال کو نہ اتارے گا تو اس صورت میں طعنہ اغیار سے محفوظ نہ رہے گا سلطان بہادر نے ملک علی شیر کے ہمراہ سلہدی کو قلعہ میں بھیجا سلہدی پوربیہ حصار میں پہنچا اور لکھمن اور تاج خاں نے سلہدی سے دریافت کیا کہ بادشاہ کی غرض قلعۂ رائسین پر قبضہ کرنے سے کیا ہے سلہدی نے جواب دیا کہ بالفعل قصبہ بروده مع مضافات کے میری جاگیر میں مقرر ہوا ہے عنقریب سلطان اپنی علو ہمتی سے اور نعمتیں بھی مجھکو مرحمت فرمائے گا۔

رانی درگاوتی و لکھمن و تاج خاں نے کہا اگرچہ سلطان ہمارے حال پر مہربانی کرے گا لیکن ایک مدت گذری کہ ہم نے اس سرزمین پر فرمانروائی کر کے عیش وعشرت کی ہے اور اب جو گردش روزگار سے ہم سب ایک جگہ پر فراہم ہوگئے ہیں طریق مردانگی یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو جوہر کر کے جلا دیں اور خود لڑ کر مارے جائیں۔

القصہ سلہدی پوربیہ رانی درگاوتی کے اغوا سے باغی ہوگیا

ملک علی شیر نے ہر چند دوستانہ نصیحتیں کیں لیکن اصلا مفید نہ ہوئیں ملک علی شیر کے جواب میں سلہدی نے کہا کہ ہر روز ایک کرور پان اور چند سیر کافور میرے حرم میں صرف ہوتا ہے اور تین سو عورتیں ہر روز نئے کپڑے بدلتی ہیں کیا خبر کہ دوبارہ یہ عیش و سامان نشاط میسر ہو یا نہیں اگر میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مارا جاؤں اور عزت کے ساتھ مروں تو یہ ہے عزت و شرف۔

غرض کہ اس تقریر کے بعد سلہدی پوربیہ نے جوہر کیا اور رانی درگاوتی دختر رانا سنگا دو لڑکوں کو ہمراہ لے کر جو ہر میں آئی اور سات سو پری پیکر عورتوں کے ساتھ جل کر خاک ہو گئی سلہدی پوربیہ اور تاج خاں اور لکھن اور دوسرے اعزا جو سب مجموعاً ایکسو افراد تھے ہتھیار لیکر باہر نکل آئے اور کچھ پیادہ مسلمان جو قلعہ کے اوپر گئے تھے ان سے جنگ آزمائی کرنے لگے۔

یہ خبر لشکر میں پہنچی سپاہ گجرات نے بہ تعجیل قلعہ پر چڑھکر حریف کو قتل کیا سلطان بہادر کے چند سپاہی بھی شہید ہوئے۔

اسی زمانہ میں سلطان عالم حاکم کالپی جنت آشیانی محمد ہمایوں بادشاہ کی افواج سے شکست پا کر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین ہوا اور سلطان بہادر نے سلطان عالم حاکم کالپی کو قلعہ رائسین اور چندیری مع ان کے مضافات کے جاگیر میں عطا کئے سلطان بہادر شاہ نے میراں محمد فاروقی کو قلعۂ کاکرون کی فتح کے لئے جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ سے راجہ کے قبضہ میں تھا متعین فرمایا اور بادشاہ خود ہاتھیوں کے شکار میں مشغول ہوا سلطان بہادر نے سرکشان کوہ کالو کو گوشمالی کی سزا دیکر الغ خاں کے سپرد فرمایا۔

بادشاہ اسلام آباد و ہوشنگ آباد و تمام بلاد مالوہ پر جو زمینداروں کے قبضہ میں جا چکے تھے خود قابض ہوا اور ان ممالک کو اپنے امرا و معتمدین کی جاگیر میں دیا میراں محمد شاہ فاروقی کاکرون کی طرف روانہ ہی ہوا تھا کہ بادشاہ خود بھی بہ تعجیل اسی نواح میں آیا کاکرون کے راجہ کی جانب سے ایک شخص

مسمی رام جی نام اس قلعہ کا حاکم تھا بادشاہ کے پہنچتے ہی رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا سلطان بہادر نے چار روز تک اس قلعہ میں جشن عشرت منعقد کیا اور اپنے تمام مقربین کو خلعت و انعام سے خوشدل فرمایا۔

سلطان بہادر نے رفیع الملک المخاطب بعماد الملک اور اختیار خاں کو جو مقتدر امیر تھے قلعۂ رسور کی فتح کے لئے نامزد فرمایا اور بادشاہ خود شادی آباد مندو روانہ ہوا۔

حاکم رسور بھی راجہ کا گماشتہ تھا یہ شخص بھی قلعہ خالی کر کے فراری ہوا اور اس طرح صرف ایک ماہ میں قلعۂ کاکرون و رسور سلطان بہادر کے قبضہ میں آ گئے سلطان بہادر شادی آباد مندو سے فرنگیوں کی مدافعت کے لئے متوجہ ہوا بادشاہ بندر دیپ کے قریب پہنچا فرنگی بادشاہ کی آمد سے بھاگ گئے اہل فرنگ کی ایک عظیم الجثہ توپ جس کے برابر کوئی توپ ہندوستان میں نہ تھی بادشاہ کے قبضہ میں آئی اور بادشاہ نے جر ثقیل سے اس کو محمد آباد چینانیر روانہ کیا۔

بادشاہ چیتور کی فتح کے ارادہ سے بندر دیپ سے کنبایت وارد ہوا اور اپنے اسلاف و مشایخ کرام کے مزارات کی زیارت سے فیض یاب ہوا اس واقعہ کے بعد سلطان بہادر نے لشکروں کو فراہم کیا اور مع توپخانہ کے بندر دیپ و گجرات کی راہ سے چیتور روانہ ہوا۔

سنہ ۹۴۱ھ میں محمد زماں میرزا جو اب تک قلعۂ بیانہ میں مقید تھا جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا جنت آشیانی نے ایک قاصد سلطان بہادر کے پاس بھیجکر محمد زماں میرزا کو طلب کیا سلطان بہادر نے اپنے غرور کی وجہ سے جواب نہ دیا ہمایوں بادشاہ نے بار دیگر ایک نامہ اس مضمون کا بہادر کے نام روانہ کیا کہ اگر تم محمد زماں میرزا کو میرے پاس نہیں بھیجتے تو اس کو اپنی مملکت سے باہر نکالدو سلطان بہادر نے جس پر ادبار آچکا تھا اپنی بے توجہی سے کوئی توجہ ادائے جواب کی طرف

نہ کی اور وہ کلمات جو اس کے شایان شان نہ تھے زبان پر لایا۔

الغرض سلطان بہادر جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے برعکس محمد زمان مرزا کی بیحد تعظیم کرتا تھا اور یہی اس کا فعل اس کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا۔ اسی دوران میں سلطان بہادر چتوڑ پہنچا اور رانا قلعہ میں محصور ہو گیا اور محاصرہ میں تین ماہ کی مدت گذر گئی اس درمیان میں طرفین سے بہادر میدان میں آتے اور شجاعت کا حق ادا کرتے تھے ان معرکوں میں اکثر اوقات گجراتیوں کو فتح ہوتی تھی آخرالامر راجہ نے مجبور ہو کر عاجزی و انکساری کے ساتھ پیشکش قبول کیا اور تاج و کمر بند مرصع جو اس نے سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ سے لیا تھا مع چند اسپ و فیل و دیگر بیش قیمت تحائف کے شاہ گجرات کو دیکر بادشاہ کو اپنے ملک سے واپس کر دیا فتح چتوڑ و محمد زمان میرزا کی آمد اور بہلول لودھی کی اولاد کا اس کی خدمت میں جمع ہو جانا سلطان بہادر کے غرور کا باعث ہوا سلطان بہادر نے غرور کے نشہ میں سرشار ہو کر جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ سے جنگ کی سلسلہ جنبانی کی اور دہلی پر قابض ہونے کا آرزومند ہوا۔

سلطان بہادر نے بہلول لودھی کے ایک فرزند مسمی علاء الدین کی بیحد عزت کی اور اس کے پسر تاتار خاں کو گروہ امرا میں داخل کیا اور ہنوز دہلی فتح بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کو اپنے امرا میں تقسیم کر دیا سلطان بہادر نے اپنے اس ارادہ پر عمل کرنے کی غرض سے تاتار خاں کی جو شجاعت کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا اس طرح امداد کی کہ تین کرور مظفری برہان الملک حاکم اسیر کو عنایت کیں تاکہ برہان الملک تاتار خاں کے اتفاق رائے سے لشکر جمع کرے چند روز میں چالیس ہزار سوار تاتار خاں کے گرد جمع ہو گئے اور تاتار خاں جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے اطراف سلطنت میں دخل و راندازی کرنے لگا اور تاتار خاں قلعۂ بیانہ پر جو آگرے کے نواح میں ہے سنہ ۹۴۱ھ میں قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی ہندال میرزا کو تاتار خاں کی مدافعت کے لیئے روانہ کیا ہندال میرزا حدود بیانہ کے قریب پہنچا اور تیس ہزار افغان جو تاتار خاں کے گرد جمع ہو گئے تھے پراگندہ ہوئے اور دو ہزار سوار سے زیادہ کی جمعیت اس کے پاس نہ رہ گئی۔

تاتار خاں بیشمار روپیہ ان افغانوں کے لشکر پر صرف کر چکا تھا۔ ان بے وفاؤں کی اس حرکت پر اس قدر نادم ہوا کہ نہ تو سلطان بہادر کی خدمت میں جا سکا اور نہ اس سے مدد طلب کر سکا یہ امیر مجبوراً جنگ کے لئے آمادہ ہوا دونوں لشکر باہم ملے اور تاتار خاں نے ہندال میرزا کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور مع تین سو نامی افغانوں کے میدان جنگ میں کام آیا اور قلعہ بیانہ پر ہندال میرزا قابض ہو گیا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے اس کو فال نیک سمجھا اور بہادر شاہ کی مدافعت کے لیئے متوجہ ہو کر لشکر کشی کی سلطان بہادر نے اس وقت راجہ پر لشکر کشی کی تھی اور قلعہ کا محاصرہ کیئے ہوئے تھا تاتار خاں کے مارے جانے اور جنت آشیانی کی لشکر کشی سے مضطرب ہوا اور امراء سے مشورت کرنے لگا اکثر امراء کی رائے اس پر قرار پائی کہ محاصرہ کو ترک کر کے بادشاہ کو دہلی کے مقابلہ کے لیئے جانا چاہیئے حیدر خاں نے جو معتقد امیر تھا عرض کیا کہ ہم نے کفار کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر اس وقت کوئی سلطان بادشاہ ہماری لڑائی کے لئے آیا تو گویا اس نے کافروں کی امداد کی اور یہ کلمہ قیامت تک اہل اسلام کے گروہ میں کہا جائیگا مناسب وقت یہ ہے کہ ہم محاصرہ سے ہاتھ نہ اٹھائیں اور خیال غالب ہے کہ جنت آشیانی بھی ہمارے مقابلہ کے لیئے نہ آئینگے۔

کہتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ سارنگ پور تک آئے اور یہ صلاح آپ کے کانوں تک پہنچی جنت آشیانی نے اپنی کمال مروت اور مردانگی سے سلطان بہادر کی مملکت میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی اور چند روز تک سارنگپور میں قیام فرمایا سلطان بہادر نے ساباط تیار کر کے جبراً و قہراً

قلعہ کو فتح کیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے اور ان مہمات سے مطمئن ہو کر دفعتاً جنت آشیانی سے مقابلہ کے لئے متوجہ ہوا اور بیشمار روپیہ لشکریوں پر تقسیم کیا جنت آشیانی نے بھی سلطان بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور قلعہ مندسور کے نواح میں فریقین میں مقابلہ ہوا سلطان بہادر کا ہراول سید علی خراسانی گجرات کے لشکر سے بھاگ کر جنت آشیانی کے لشکر سے مل گیا گجراتی اس واقعہ کو دیکھکر شکستہ خاطر ہو گئے۔

بادشاہ نے اپنے امرا اور تجربہ کار سرداروں سے جنگ کے لئے مشورہ کیا حیدر خاں نے کہا کہ ہم کو کل جنگ کرنا چاہیئے کیونکہ ہمارا لشکر جیپور کی فتح سے قوی دل ہو گیا ہے اور ہنوز ہماری فوج سپاہ مغل کے رعب سے خوفزدہ نہیں ہوئی رومی خاں افسر توپخانہ نے سلطان بہادر سے عرض کیا کہ اس قدر بیشمار توپ و تفنگ کا ذخیرہ سرکار شاہی میں جمع ہو گیا ہے کہ شاید قیصر روم کے علاوہ کسی فرمانروا کے پاس نہ ہو مصلاح یہ ہے کہ لشکر کے گرد خندق کھود کے روزانہ جنگ آزمائی کریں تاکہ مغل سپاہی توپ و تفنگ کی ضرب سے ہلاک ہوں۔

سلطان بہادر نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکر کے گرد خندق کھدوادی انھیں ایام میں سلطان عالم کالپی کہ جس کو سلطان بہادر نے رائسین وچندیری کے صوبے جاگیر میں دئے تھے لشکر جرار کے ساتھ شاہی لشکر میں آملا دو ماہ تک ہر دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں جمے رہے اکثر اوقات بہادر سپاہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے لیکن سپاہ مغل اپنے بادشاہ کے حکم سے توپ و تفنگ کے مقابلہ میں بہت کم جاتی تھی۔

تین چار ہزار مغل تیر انداز لشکر گاہ کے اطراف پر حملہ آور ہوئے جس کی وجہ سے غلہ ورسد کی راہ بالکل مسدود ہو گئی تھی چند روز اسی طریقہ سے گذرے گجراتیوں کے لشکر میں قحط نمودار ہوا اور قرب و جوار میں جس قدر غلہ تھا ختم ہو گیا مغل تیر اندازوں کے غلبہ کی وجہ سے کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ لشکر سے دور جا کر غلہ اور گھاس لاسکے۔

سلطان بہادر نے دیکھا کہ اب توقف کرنا گرفتاری کا باعث ہے
شب کو اپنے پانچ معتبر امیروں کے ہمراہ جن میں سے حاکم برہان پور حاکم مالوہ
بھی شامل تھے سراپردۂ شاہی کے عقب سے باہر آکر شادی آباد مندو
کی طرف بھاگا۔

جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے قلعہ شادی آباد مندو
تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راہ میں بیشمار سپاہیوں کو قتل کیا حیدر خاں
بے شمار لشکر کے ساتھ عقب میں جارہا تھا اس سے اور سپاہ مغل
سے مڈبھیڑ ہوگئی اور سخت جنگ آزمائی کے بعد یہ بھی زخمی ہو کر
فراری ہوا۔

سلطان بہادر شادی آباد مندو میں محصور ہوگیا لیکن قلیل مدت کے
بعد بندو بیگ و دیگر مغل امیر سات سو سپاہیوں کے ہمراہ قلعہ میں داخل
ہو گئے سلطان بہادر سو رہا تھا بدحواس اٹھا گجراتیوں کو مضطرب اور
بھاگتا ہوا پایا سلطان بہادر خود بھی فراری ہوا اور پانچ یا چھ سواروں کے
ساتھ محمد آباد جینا نیر روانہ ہوا حیدر خان اور سلطان عالم حاکم رائسین نے
قلعۂ سونگڑھ میں پناہ لی اور دو روز کے بعد امان طلب کر کے جنت آشیانی
کی خدمت میں حاضر ہوئے حیدر خاں بھی زخم خوردہ جنت آشیانی کے
ملازمون میں داخل ہوگیا سلطان عالم حاکم رائسین سے چونکہ افعال ناشائستہ
ظہور میں آئے جنت آشیانی کے حکم سے قتل کیا گیا سلطان بہادر کو یہ
اخبارات معلوم ہوئے اور اس نے خزانہ اور جواہرات کو جو قلعۂ محمد آباد
جینا نیر میں سے بندر دیب میں روانہ کر کے خود کنبایت کی راہ لی جنت آشیانی
نے مندو کو اپنے معتبر آدمیوں کے سپرد کیا اور قلعۂ محمد آباد جینا نیر کے
کی طرف روانہ ہوئے بلدۂ محمد آباد لوٹ لیا گیا اور بیشمار غنیمت سپاہ مغل
کے ہاتھ آئی جنت آشیانی نے یہاں سے بہ تعجیل کنبایت کا رخ کیا سلطان
بہادر نے تازہ دم گھوڑے ساتھ لئے اور بندر دیب روانہ ہوا۔

جنت آشیانی کنبایت پہنچے اور سلطان بہادر کو وہاں نہ پاکر

محمد آباد جیناپنیر واپس آئے جنت آشیانی نے محمد آباد کا محاصرہ کیا اور اسی تدبیر و طریق سے جیسا کہ مفصل جنت آشیانی کے حالات میں ہدیۂ ناظرین کی گئی قلعہ پر قابض ہوئے اختیار خاں گجراتی حاکم محمد آباد جیناپنیر نے فرار ہو کر قلعۂ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے پناہ لی لیکن آخر کار امان طلب کر کے جنت آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

چونکہ اختیار خاں اپنے مزید فضائل و کمالات کی وجہ سے گجرات کے امیروں میں ممتاز تھا جنت آشیانی نے اس کو اپنے خاص امرا کے گروہ میں داخل فرمایا سلاطین گجرات کے خزائن جن کو ان فرمانرواؤں نے ایک عرصۂ دراز میں جمع کیا تھا جنت آشیانی کے قبضہ میں آئے اور روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

سنہ ۹۴۲ھ میں باوجودیکہ جنت آشیانی محمد آباد جیناپنیر میں قیام فرما تھے رعایائے گجرات کے خطوط متواتر سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچے کہ اگر بادشاہ اپنے کسی ملازم کو تحصیل مالگزاری کے لئے متعین فرمائیں تو مالگزاری بطریق مناسب خزانہ میں داخل ہو جائے گی۔

سلطان بہادر نے اپنے ایک غلام موسوم بہ عماد الملک کو جو مزید شجاعت و حسن تدبیر سے متصف تھا جرار لشکر کے ساتھ تحصیل مالگزاری کے لئے روانہ فرمایا عماد الملک نے فوجیں فراہم کرنا شروع کیں اور پچاس ہزار سپاہ سے احمد آباد میں آیا اور احمد آباد سے اپنے عمال کو اطراف و نواح میں بھیجکر تحصیل مالگزاری شروع کر دی۔

یہ خبر جنت آشیانی تک پہنچی اور جنت آشیانی نے خزائن کی محافظت اپنے ایک مقتدر معتمد امیر نیروئے بیگ خاں کے سپرد کی اور محمد آباد جیناپنیر سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے ہمایوں بادشاہ نے عسکری میرزا کو مع یادگار ناصر میرزا اور میرزا ہندو بیگ کے ایک منزل پیشتر روانہ کیا عسکری میرزا اور عماد الملک کے درمیان محمود آباد میں جو احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ہے سخت جنگ ہوئی عماد الملک کو

شکست ہوئی اور بیشمار لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا

اس واقعہ کے بعد جنت آشیانی احمد آباد میں تشریف لائے اور یہاں کی حکومت عسکری میرزا کو اور پٹن گجرات کی حکومت یادگار ناصر میرزا کو اور بھروچ کی قاسم حسین میرزا کو اور فوجیں محمد آباد جیناپیر کی نیردے بیگ خاں کو عطا فرماکر خود برہان پور تشریف لائے جنت آشیانی نے مصلحتاً یہاں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور شادی آباد مندو کی طرف رخ کیا۔

اسی اثناء میں سلطان بہادر کا ایک امیر خان جہاں شیرازی نے ایک لشکر جمع کرکے قصبۂ نوساری پر قابض ہوگیا رومی خاں بندر سورت سے آکر خان جہاں سے مل گیا۔ ہر دو امیر باہم بھروچ کی طرف متوجہ ہوئے قاسم حسین میرزا نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور محمد آباد جیناپیر میں نیردے بیگ خاں کے پاس آیا اور تمام ممالک گجرات میں خلل وضعف رونما ہوا اس صوبہ سے مغلیہ تھانے اٹھ گئے اور عسکری میرزا کا ایک امیر موسوم بہ غضنفر بیگ فراری ہوکر سلطان بہادر کے پاس پہنچا اور اس کو احمد آباد آنے کی ترغیب دی جیسا کہ اپنے مقام پر معرض تحریر میں آچکا ہے۔

تمام مغل امیر بجز نیردے بیگ کے احمد آباد میں یکجا ہوئے اور سلطان بہادر نے گجرات کا رخ کیا عسکری میرزا اور تمام امرا نے باہم یہ صلاح کی کہ چونکہ سلطان بہادر سے مقابلہ کرنا دشوار ہے اور جنت آشیانی شادی آباد مندو میں مقیم ہیں اور شیر خاں افغان نے بنگالہ میں بغاوت برپا کردی ہے مناسب ہے کہ محمد آباد جیناپیر کا خزانہ اپنے ہمراہ لیکر آگرہ کا سفر کیا جائے اور ان حدود پر قابض ہوکر خطبہ میرزا عسکری کے نام کا پڑھا جائے۔ اور وزارت ہندو بیگ کو دی جائے۔

ان باغی امیروں میں باہم بندلی طے پایا کہ وزارت ہندو بیگ کو دیجائے اور دیگر مغل امرا میں بھی اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر

قبضہ کریں۔ اس قرارداد کے مطابق عسکری خاں کہ ہی خواہ صوبۂ گجرات کو جو اس قدر مشقت کوشش سے فتح ہوا تھا مفت اپنے ہاتھوں سے برباد کر کے محمد آباد چنپانیر میں آئے۔

نیروے بیگ خاں ان کے ارادہ سے مطلع ہوا اور قلعہ کو مستحکم کرنے لگا اور مغل امیر مجبوراً ذلت و بے عزتی کے ساتھ آگرہ کی جانب روانہ ہوئے سلطان بہادر نے گجرات کو خالی پایا اور نیروے بیگ خاں کی مدافعت کے لئے محمد آباد چنپانیر کا رخ کیا نیروے بیگ خاں جس قدر خزانہ اپنے ہمراہ لے جاسکا اسکو لیکر آگرہ کی طرف روانہ ہوا سلطان بہادر نے چند روز محمد آباد چنپانیر میں قیام کیا اور انتظامات سلطنت میں مشغول ہوا۔

جنت آشیانی کے غلبہ کے زمانہ میں سلطان بہادر نے عاجزی بیچارگی کے ساتھ فرنگیاں بندر گوہ اور بندر چیول اور بیگ اور بندہ سے امداد طلب کی تھی لیکن اب اس کو یقین ہو گیا کہ فرنگی گجرات پر جو حریف کی فوج سے خالی ہو چکا ہے قابض ہو جائیں گے اس بناء پر سلطان بہادر نے محمد آباد چنپانیر سے بہ تعجیل ولایت سورت و جوناگڈھ کا رخ کیا تاکہ فرنگیوں کے آنے کے بعد جس طرح پر ممکن ہو سکے ان کو واپس کر دے سلطان بہادر چند روز ان حدود میں سیر و شکار میں مشغول تھا کہ پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں میں سوار بندر دیپ میں وارد ہوئے۔

فرنگیوں نے سلطان بہادر کے استقلال و غلبہ اور جنت آشیانی کی مراجعت کی خبر سنی اور اپنے ورود پر نادم و پشیمان ہوئے اور باہم یہ صلاح قرار پائی کہ جس حیلہ سے بھی ممکن ہو بندر دیپ پر قبضہ کریں اہل فرنگ کے سردار نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اپنے کو بیمار بنا کر اپنی علالت کی خبر مشہور کر دی سلطان بہادر نے مکرر قاصد اس کی طلب میں روانہ کیا لیکن سردار فرنگ سے یہی جواب سنا کہ بیمار ہوں اور قوت رفتار نہیں ہے جو حاضر دربار ہوں سلطان بہادر نے محض اس خیال سے کہ فرنگی اس کا لحاظ و ادب کرتے ہیں خود چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر ان کی تسلی کے لئے کشتی پر سوار ہوا اور اس مقام پر جہاں کہ فرنگیوں کی

کشتیاں لنگرانداز تھیں پہنچا۔

بادشاہ فرنگیوں کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہوگیا چونکہ بادشاہ کو آثار مکر کے معلوم ہوئے اس نے ارادہ کیا کہ واپس ہو بادشاہ فرنگیوں کی کشتی سے اپنی کشتی میں جانے کا ارادہ رکھتا ہی تھا کہ اہل فرنگ نے بجالاکی اپنی کشتی ہٹالی بادشاہ اپنی کشتی میں نہ آسکا اور دریا میں گرا اور ایک غوطہ کھاکر پھر ابھرا ایک فرنگی نے جہاز پر سے ایک نیزہ مار کر اس کے سر کو زخمی کر دیا اور اس مرتبہ بادشاہ ایسا ڈوبا کہ پھر نہ ابھر سکا گجراتی لشکر یہ حالت دیکھ کر احمد آباد واپس آیا اور بندر دیپ ماہ رمضان المبارک ۹۴۳ھ میں فرنگیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

سلطان بہادر کی مدت حکومت پندرہ سال تین ماہ ہیں مؤلف تاریخ بہادر شاہی نے اپنی کتاب کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے چونکہ مؤلف کو کتاب کی اصلاح کا موقع نہ ملا اس لئے بیشمار غلطیاں کتاب مذکور میں موجود ہیں جن کی وجہ سے کتاب پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ذکر حکومت محمد شاہ فاروقی

سلطان بہادر فوت ہوا امیران گجرات مع مخدومۂ جہاں والدۂ سلطان بہادر کے بندر دیپ سے احمد آباد میں آئے اثناء راہ میں مخدومۂ جہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا جس کو سلطان بہادر نے ضعف و انتشار سلطنت کے عالم میں دہلی و لاہور کی جانب روانہ کیا تھا کہ سلطنت ہندوستان میں خلل پیدا کرکے مغلوں کو پریشان خاطر کرے اب لاہور سے واپس ہو کر احمد آباد میں وارد ہوا ہے محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر کے فوت کی خبر معلوم ہوئی اور بعد گریہ وزاری کی اور اظہار افسوس کے بعد لباس ماتم پہنکر اب بغرض ادائے تعزیت آتا ہے۔

چند روز کے بعد محمد زمان میرزا لشکر گاہ میں آیا مخدومۂ جہاں نے جو کچھ کہ اس وقت ممکن ہو سکتا تھا اسباب بھائی محمد زمان میرزا کے پاس بھیجا اور لباس تعزیت کو تبدیل کرا دیا محمد زمان میرزا نے اپنی سعادت مندی

مخدومہ جہاں کی یہ فرمانبرداری کی کہ کوچ کے وقت مع اپنے ملازمین کی جمعیت کے گجرات کے خزانہ پر حملہ آور ہوا اور سات سو صندوق طلا خزانہ سے نکالکر خود ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا اس کے بعد بارہ ہزار مغل و ہندوستانی سپاہ اس نے جمع کی۔

گجراتی امیر اس جدید فتنہ سے مضطرب ہوئے اور شاہ کے معین کرنے میں باہم مشورت کرنے لگے میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجہ تھا اور سلطان بہادر نے اپنی مدت حیات میں بارہا اس کی ولیعہدی کی جانب اشارہ بھی کیا تھا تمام امیروں نے حسب تجویز مخدومہ جہاں اس کی فرمانروائی کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کی اور غائبانہ ملک میں اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری ہوا امیران گجرات نے ایک شخص کو میراں محمد شاہ فاروقی کی طلب میں قاصد روانہ کیا اور عماد الملک کو بیشمار لشکر کے ساتھ محمد زماں میرزا کی مدافعت کے لئے نامزد کیا محمد زماں میرزا جو عیش دوست و فراغت طلب تھا قدرے جنگ کے بعد میدان جنگ سے فراری ہو کر ولایت سندھ میں داخل ہو گیا اس واقعہ کے بعد محمد زماں میرزا نے کوئی حصہ جنگ وجدال میں نہیں لیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی جس کو سلطان بہادر نے لشکر چغتائی کے تعاقب میں مالوہ بھیجا تھا خطبہ سلطنت کے ڈیرھ ماہ گذرنے کے بعد مالوہ میں اجل طبعی سے فوت ہوا۔

ذکر سلطنت سلطان محمود بن لطیف خاں بن سلطان مظفر گجراتی

میراں محمد شاہ فوت ہوا اور کوئی وارث تخت و تاج بجز محمود خاں بن شاہزادہ لطیف خاں بن سلطان مظفر کے باقی نہ رہ گیا محمود خاں چونکہ مدعی سلطنت تھا اس لئے حسب الحکم سلطان بہادر وطن سے دور برہانپور میں میراں محمد شاہ کے پاس مقید تھا امرا نے اختیار خاں کو محمود خاں کی طلب میں روانہ کیا میراں مبارک برادر میراں محمد شاہ نے محمود خاں کے روانہ کرنے میں تامل کیا امیران گجرات نے لشکر ترتیب دیکر برہانپور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا میراں مبارک شاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی اور

اس نے محمود خاں کو گجرات روانہ کیا چنانچہ ارکان دولت نے دس ذی الحجہ ۹۴۴ھ میں محمود خاں کو تخت سلطنت پر بٹھا کر سلطان محمود کے خطاب سے مشہور کیا اختیار خاں صاحب اقتدار ہوا اور مہات مملکت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔

چند ماہ گذرنے کے بعد ۹۴۵ھ میں امرا میں باہم خانہ جنگی ہوئی دریا خاں و عماد الملک نے اتفاق کر کے اختیار خاں کو قتل کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عماد الملک امیر الامرا اور دریا خاں وزیر مقرر ہوئے آخر سال ان ہر دو امرا میں خود بھی مخالفت پیدا ہوگئی دریا خاں سلطان محمود کو شکار کے بہانہ سے شہر کے باہر لے گیا اور محمد آباد چینا نیر کی طرف روانہ ہوا عماد الملک نے بیشمار لشکر جمع کیا اور محمد آباد چینا نیر کی طرف متوجہ ہوا۔ دو تین منزل کوچ کرنے کے بعد سپاہان گجرات باوجود اس کے کہ عماد الملک سے معقول رقمیں حاصل کر چکے تھے اس سے علیحدہ ہو کر بادشاہ سے مل گئے عماد الملک اضطراب کے عالم میں صلح پر راضی ہوگیا اور یہ امر قرار پایا کہ عماد الملک اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت جائے اور بادشاہ احمد آباد کی طرف مراجعت کرے۔

۹۴۷ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کے استیصال کی غرض سے سلطان محمود کو مع ایک جرار لشکر کے اپنے ہمراہ لیا اور سورت روانہ ہوا عماد الملک جنگ کے بعد میدان سے فراری ہوا اور میراں مبارک حاکم اسیر کے پاس پناہ لی میراں مبارک از روئے حمیت اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور لشکر گجرات سے جنگ کرنے کے بعد شکست پاکر اسیر واپس آیا عماد الملک نے اب ملو خاں المخاطب قادر شاہ حاکم مالوہ کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود شاہ نے خاندیس میں قیام کیا اور غارتگری میں مشغول ہوا میراں مبارک شاہ نے اکا بر وقت کو درمیان میں ڈالا اور صلح کے بعد سلطان محمود کی ملازمت حاصل کی۔

دریا خاں عماد الملک کے جانے کے بعد قوت پاکر قوی دل ہوا اور تمام مہات ملکی و مالی کو اپنے قبضہ میں لیکر کسی امیر کو امور سلطنت

میں مداخلت نہ کرنے دیتا تھا۔ دریا کا اقتدار رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ اس نے سلطان محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنا دیا اور خود حکمرانی کرنے لگا۔
سلطان محمود ایک شب کو جبر جیو کبوتر باز کے ہمراہ قلعۂ ارک احمد آباد سے باہر آکر عالم خاں لودھی جس کی جاگیر میں دولقہ اور دندوقہ تھا پاس آیا عالم خاں لودھی نے بادشاہ کی بے حد تعظیم کی اور اپنے لشکر کو جمع کیا چار ہزار سوار اس کے گرد فراہم ہو گئے دریا خاں غوری نے محافظ خاں اور دیگر امرا کے اغوا سے ایک طفل مجہول النسب کو مظفر شاہ کے نام سے موسوم کرکے بادشاہ بنا دیا اور تمام امرا کو جاگیر و خطاب کے اضافہ سے مطمئن کرکے اپنا ہم خیال بنایا عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں چھوڑا اور خود حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔
لودھی امیر نے حملۂ اول ہی میں دریا خاں غوری کو شکست دیکر اس کی فوج خاصہ پر دھاوا کیا اور اس حملہ میں بھی جرات و مردانگی سے کام لیکر معرکۂ جنگ سے صحیح و سالم نکل آیا۔
عالم خاں کے ہمراہ پانچ سوار باقی رہ گئے اور وہ اپنے مآل کار میں پریشان تھا لیکن دفعتاً اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ حملۂ اول میں دریا خاں غوری کے مقدمۂ لشکر کے سپاہی احمد آباد فراری ہو گئے ہیں گمان غالب یہ ہے کہ دریا خاں کی شکست کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی ہو گی جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد شہر پہنچنا چاہیے۔
عالم خاں شہر میں داخل ہوا اور قصر شاہی میں پہنچکر اس نے اپنے کو فتحمند ظاہر کیا۔ اہالی احمد آباد اس واقعہ سے ایک لحظ پیشتر ہی دریا خاں کے مقدمۂ لشکر کو پریشان و فراری دیکھ چکے تھے اس کو غوری امیر کی شکست کا یقین آگیا اور گجراتیوں کی ایک جماعت عالم خاں کے گرد جمع ہو گئی۔ لودھی امیر نے حکم دیا کہ دریا خاں غوری کا مکان لوٹ لیں اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کر دیں۔ عالم خاں نے قاصد

سلطان محمود کی خدمت میں روانہ کرکے اس کو طلب کیا۔

دریا خاں غوری فتح کے بعد اپنی منزل ہی میں مقیم تھا کہ قاصدوں نے احمد آباد سے آکر دریا خاں کو ان واقعات سے مطلع کیا دریا خاں نے بہ تعجیل احمد آباد کا رخ کیا چونکہ امیروں کے اہل و عیال شہر میں تھے اکثر امیر دریا خاں سے جدا ہو کر عالم خاں لودھی کے گرد جمع ہو گئے اور اس وقت سلطان محمود بھی شہر میں داخل ہوا دریا خاں غوری نے اس خبر کو سنا اور فراری ہو کر برہانپور کی راہ لی دریا خاں غوری برہانپور میں بھی قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔

شیر شاہ نے اس کے ساتھ بیحد رعایت کی دریا خاں غوری کے جانے کے بعد عالم خاں خدمت وزارت پر فائز ہوا عالم خاں بھی اپنے کمال غرور کی وجہ سے چاہتا تھا کہ دریا خاں غوری کی طرح بادشاہ کے ساتھ سلوک کرے سلطان محمود نے امیروں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور عالم خاں کی گرفتاری کا ارادہ کیا عالم خاں بھی ہوشیار ہو گیا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا شیر شاہ نے اس پر بیحد ہی نوازش و عنایت کی۔

سلطان محمود باغی امیروں کی طرف سے مطمئن ہوا اور بادشاہ نے انتظام سلطنت اور کثرت زراعت اور تربیت و تسلی سپاہ کی جانب توجہ فرمائی بادشاہ کی توجہ سے قلیل مدت میں ولایت گجرات دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آگئی بادشاہ نے امرا و اکابر و اعیان شہر کے ساتھ عمدہ سلوک کئے اور احمد آباد سے بارہ کوس کی مسافت پر ایک شہر محمود آباد کے نام سے آباد کیا لیکن یہ شہر اتمام کو نہ پہنچا تھا کہ بادشاہ نے وفات پائی۔

سلطان محمود کے عہد میں ساحل بحر عمان پر ۹۴۹ھ میں زیر انتظام غضنفر آقا غلام ترک الخاطب بہ خداوند خاں کے اہتمام میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا۔ قبل اس کے کہ قلعہ تیار نہ ہوا تھا فرنگی ہر طرح کی تکلیف سورت کے مسلمانوں کو پہنچاتے تھے سلطان محمود نے

خداوند خاں کو یہاں کی حکومت عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ سورت میں قلعہ تیار کیا جائے خداوند خاں حسب الحکم قلعہ کے تعمیر کرانے میں مشغول ہوگیا اس زمانہ میں چند مرتبہ فرنگی کشتیوں پر سوار ہو کر بقصد مانعت سورت میں آئے اور سخت جنگ کے بعد ہر مرتبہ فرنگیوں کو شکست ہوئی۔

قلعۂ سورت ایک مستحکم حصار ہے جو دو طرف خشکی سے متصل ہے جہاں خندق بنی ہوئی ہے خندق کا عرض بیس گز ہے خندق ہر وقت پانی سے ہر دو جانب بھری رہتی ہے خندق کی دیواروں کو پتھر اور چونہ سے بنایا گیا ہے عرض ان دیواروں کا پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے سب سے زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ پتھروں کو فولادی کڑوں سے مستحکم کر کے سیسہ گلا کر اس کے سوراخوں اور درزوں میں بھر دیا ہے سنگ اندازی اس طریقہ سے کی ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا جب لڑائی سے مقصد حاصل نہ ہوا نرمی اور صلح سے پیش آنے لگے اور خداوند خاں کو ایک رقم ادا کرنے لگے تا کہ رشوت ستانی سے حصار کی تعمیر میں خلل اندازی کریں یہ کاروائی بھی موثر نہ ہوئی اور فرنگیوں نے کہا کہ اگر تم اس امر کو قبول نہیں کرتے ہو تو چند کندی کو بطریق پرتگال نہ تعمیر کرو جو رقم ہم نے قلعہ نہ تعمیر کرنے کے لئے تم کو دی تھی وہی رقم اس التماس کے قبول کرنے کے بعد بھی تمہاری خدمت میں پیش کریں گے خداوند خاں نے جواب دیا کہ بادشاہ کی عنایت سے مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے میرا یہ عین منشا ہے کہ میں تمہاری خواہش کے برعکس چو کندی بنا کر اپنے لئے ثواب جمیل حاصل کروں خداوند خاں نے بیشمار توپ و ضرب زن جو رومیوں کا اندوختہ جونا گڈھ میں تھیں اور جن کو سلیمانی کہتے تھے طلب کیا اور قلعۂ سورت میں جابجا نصب کر کے قلعہ کو مستحکم کر دیا۔

۹۹۱ھ کے ابتدائی زمانہ تک سلطان محمود استقلال کے ساتھ حکومت کرتا رہا اور کسی جانب اس کا کوئی مخالف دشمن نہ رہا اسی سال سلطان محمود کا

ایک خادم برہان نام جس نے اپنے کو صفات حسنہ سے متصف کر کے مخلوقات پر ظاہر کر دیا تھا اور اکثر اوقات عبادات میں مشغول رہتا تھا اور شکار کے وقت سلطان کے ہمراہ نماز میں امامت بھی کرتا تھا سلطان کے قتل پر مستعد ہوا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود ثانی نے ایک تقصیر کی بناء پر اس کو دیوار میں چنوا دیا تھا لیکن اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا قلیل مدت کے بعد بادشاہ اس طرف سے گذرا برہان ہنوز زندہ تھا بادشاہ کی جانب اس نے نگاہ کی اور چشم و ابرو کی حرکت سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آگیا اور اس کی تقصیر معاف کر دی اور اس عذاب سے نجات دلوائی چونکہ اس کے اعضاء نے زخموں سے بیحد تکلیف پائی تھی ایک عرصہ تک اس کے جسم پر مرہم لگا کر اس کو روئی کے گالے میں باحتیاط رکھتے تھے برہان نے صحت پائی اور بادشاہ کا بار دگر مقرب ہوگیا لیکن بادشاہ کی جانب سے کینہ اس کے دل میں باقی رہا اتفاق سے شکارگاہ میں اس سے دوبارہ گناہ و غلطی سرزد ہوئی

سلطان محمود نے اس دفعہ بھی اس کو گالیاں دیں اور نہایت شدت سے تہدید کی بادشاہ شکارگاہ سے واپس ہوا اور قریب شام غسل کر کے مسکرات کا استعمال اپنی خواہش سے زیادہ کیا اور پلنگ پر استراحت کے لئے دراز ہوا سلطان محمود نے بیس آدمیوں کو جو شیر سے جنگ کر کے اس پر غالب آئے تھے اور شیرکش کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے برہان کے سپرد کر دیا تھا تاکہ شکارگاہ و نازک مقامات پر بادشاہ کے ہمراہ رہیں برہان نے ان کو امارت و مناصب بزرگ کے وعدے پر اپنے ساتھ متفق کر لیا اور وقت فرصت کا منتظر رہا برہان اس روز بادشاہ کی بے اعتدالی سے واقف ہوا اور اپنے بھانجے دولت نام کو جو بادشاہ کے قریب خدمت پر مامور تھا اس سے بادشاہ کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا دولت راضی ہوگیا اور بادشاہ کے سر کے بالوں کو

خشک کرنے کے بہانہ سے جو بے انتہا بڑے تھے آگے بڑھا اور بادشاہ کے بالوں کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا دولت نے بادشاہ کو کمال بے خبری کے عالم میں پایا دولت نے اس کے سر کے بالوں کو پلنگ کی لکڑی سے خوب مضبوط باندھ دیا اور بادشاہ کی شمشیر خاصہ کو غلاف سے نکال کر اس کے حلقوم پر رکھا بادشاہ ہوشیار ہوا اور اٹھنے کا قصد کیا چونکہ بادشاہ کے سر کے بال پلنگ کی لکڑی سے مضبوط بندھے ہوئے تھے اس لئے بادشاہ اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکا بادشاہ نے دفع مضرت کے لحاظ سے اپنے دونوں ہاتھوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ دیا بادشاہ کے دونوں ہاتھ بھی گلے کے ساتھ کٹ گئے جس وقت دولت اپنے کام سے فارغ ہو گیا برہان جو دروازہ کے قریب کھڑا ہوا تھا شعبدہ بازی و مکاری کے ساتھ اندر داخل ہوا برہان نے خیال کیا کہ اگر بعض امیروں کو بھی قتل کر ڈالے گا تو یقیناً سلطنت اس کے ہاتھ آجائے گی برہان لحظہ بہ لحظہ باہر آکر بادشاہ کا حکم پہنچانے لگا اول حکم جو اس نے بادشاہ کی جانب سے دیا یہ تھا کہ مغنیان باواز بلند گائیں دوسرا حکم یہ تھا کہ دس آدمی شیر کشش بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

برہان نے شیر کشش چوکیداروں کو اس بہانہ سے اندر بلا لیا اور ہتیاران کو دیگر مناسب مقام پر کھڑا کر دیا چنانچہ نصف شب گذری تھی کہ غضنفر آقا ترک المخاطب بخداوند خاں اور آصف خاں وزیر حاضر ہوئے برہان ہر دو کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر ڈالا اور اسی طرح دو دیگر مقتدر امرا کو بھی طلب کر کے ان کو بھی قتل کر ڈالا برہان نے اپنے قاصدوں کو اعتماد خاں کے پاس بھیجکر اس کو طلب کیا اعتماد خاں نے دل میں سوچا کہ بادشاہ ہرگز ایسے وقت میں ہمارے ایسے ارکین سلطنت کو نہیں طلب کرتا ہے اس میں شاید کوئی راز نہ ہو اسی اثناء میں ایک دوسرا آدمی اعتماد خاں کو بلانے کے لئے آیا اعتماد خاں کا خدشہ اور زیادہ بڑھ گیا اعتماد خاں نہ گیا۔

برہان نے عبدالصمد شیرازی المخاطب بہ افضل خاں کو بلا کر کہا کہ بادشاہ غضنفر آقا ترک المخاطب بہ افضل خاں سے رنجیدہ ہو گیا ہے

اور تجھ کو طلب کیا ہے تاکہ تجھ کو خداوند خاں کا قائم مقام بنائے یہ خلعت وزارت تیرے لئے بادشاہ نے بھیجا ہے عبدالصمد شیرازی المخاطب بہ افضل خاں نے کہا کہ جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھ لوں گا خلعت ایسے جلیل القدر عہدے کا نہ پہنوں گا برہان نے بے حد مبالغہ کے ساتھ اصرار کیا عبدالصمد شیرازی المخاطب بہ افضل خاں نے ایک ہاتھ آستین میں ڈالا اور بادشاہ کے سر کی قسم کھا کر کہا کہ دوسرا ہاتھ آستین میں نہ ڈالوں گا جب تک کہ بادشاہ کی صورت نہ دیکھ لوں گا عبدالصمد کو اس مقام پر جہاں بادشاہ کی لاش پڑی ہوی تھی لے آیا اور کہا کہ بادشاہ و وزیر و امیر سب کا میں نے کام تمام کیا اور تجھ کو وزیر کر کے اختیارات کلی و جزوی تیرے سپرد کرتا ہوں عبدالصمد نے گالیاں دینی شروع کیں اور آوارہ دلبند کی اس ناپاک نے عبدالصمد کو بھی جو پیر ہفتاد سالہ تھا شہید کر ڈالا برہان نے سرکش سپاہی اور اوباشوں کو جو اس شب میں وہاں حاضر تھے خطاب دیکر امارت کا امیدوار کیا اور تخت پر بیٹھکر صبح تک زر بخشی میں مشغول رہا برہان شاہی طویلہ کے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو اوباش لوگوں پر تقسیم کر کے قوی دل ہو گیا۔

لیکن بادشاہ کی شہادت کی خبر منتشر ہو گئی عماد الملک ترک پدر چنگیز خاں اور الغ خاں حبشی اور دیگر امیر اتفاق کے ساتھ ایکجا ہو کر برہان پر حملہ آور ہوئے اور برہان کا فرنعمت چتر سر پر رکھ کر مع اپنی جمعیت کے ان امیروں کے مقابلہ میں آیا اور پہلے ہی حملہ میں تباہ ہو گیا برہان کو شیروان خاں نے قتل کیا اس کے بعد رسی اس کے پاؤں میں باندھ کر محلات اور بازار میں تشہیر کرایا گیا مدت سلطنت سلطان محمود شاہ ثانی کی اٹھارہ سال دو ماہ چند روز ہیں اتفاق سے اسی زمانہ میں سلیم شاہ بن شیر شاہ حاکم دہلی و نظام الملک بحری حاکم احمد نگر بھی سنہ ۹۶۱ ھ میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہوئے ۔

سلطان محمود ثانی نیک نیت و پسندیدہ اطوار فرمانروا تھا۔

اکثر اوقات علما و فضلا کی صحبت میں بسر کرتا تھا اور متبرک ایام مانند روز مولود و وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے آبا و اجداد کے ایام وفات اور دوسرے متبرک ایام میں فقرا و مساکین و مستحقین کو طعام تقسیم کراتا تھا اور خود طشت و آفتابہ ہاتھ میں لیکر تمام حاضرین کے ہاتھ دھلاتا تھا اور پارچہ وغیرہ جو اس کے لباس کے لئے مقرر تھا پہلے ان اشیا میں سے فقرا کے لئے دستار و جامہ بنا دیتا تھا۔

سلطان محمود ثانی نے اپ کہار ندی کے کنارے ایک آہو خانہ بنایا جس کی دیوار طول میں سات کوس تھی اس آہو خانہ کے عمارات عمدہ بنوائے اور فرحت افزا باغات نصب کرائے اور باغبانی کی خدمت پر صاحب جمال عورتیں مقرر کی گئیں بادشاہ نے جملہ اقسام کے جانور اس آہو خانہ میں چھوڑ دئے تھے جو توالد اور تناسل کیوجہ سے بکثرت ہو گئے تھے۔

سلطان محمود ثانی صحبت عورات کا بے حد حریص تھا اکثر اوقات اپنے تمام حرم کے ساتھ اس شکار گاہ میں شکار کھیلتا اور چوگان بازی کرتا تھا اور درخت جو اس چہار دیواری کے اندر تھے ان کو سبز اور سرخ مخمل سے لپٹوا دیتا تھا کہتے ہیں کہ سلطان محمود ثانی کے کوئی فرزند نہ تھا اگر اس کی حرم میں کوئی عورت حاملہ ہوتی تو بادشاہ اس کے اسقاط حمل کا حکم دیتا تھا اعتماد خاں سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا اور سلطان کو اس پر پورا اعتماد تھا اعتماد خاں کو اپنے حرم سرا میں داخل ہونے کی اجازت دیکر آرایش محلات کے انتظام کو اس کے حوالہ فرما دیا تھا اعتماد خاں نے بنظر احتیاط کافور کھا کر اپنی قوت رجولیت کو زائل کر دیا تھا چونکہ گجرات میں عورات کا مزارات پر جانا اور ہر بہانہ سے لوگوں کے گھروں پر جمع ہونے کا بہت رواج ہو گیا تھا اور فسق و فجور بمنزلہ رسم و عادت کے ہو گیا جس کی قباحت معرض بیان میں نہیں لائی جا سکتی سلطان محمود نے ان مراسم کو ادا کرنے کی ممانعت کی اور ان اشخاص کے امتحان کی غرض سے بادشاہ مجہول لوگوں کو ان کے

بلانے کے لئے روانہ کرتا تھا جس وقت یہ لوگ آتے تھے اس وقت ان کو سزا دیتا تھا بادشاہ کی اس سیاست سے ان امور کا قطعی سدباب ہو گیا۔

ذکر سلطنت سلطان احمد شاہ ثانی گجراتی

سلطان محمود شاہ ثانی نے وفات پائی اس کا کوئی فرزند موجود نہ تھا اعتماد خاں نے آتش فساد کی تسکین کی غرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کمسن لڑکے کو جس کا رضی الملک نام تھا میراں سید مبارک بخاری اور دیگر امرا کے اتفاق سے تخت حکومت پر بٹھا دیا اور سلطان احمد شاہ کے خطاب سے موسوم کیا۔

اعتماد خاں نے مہمات سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور احمد شاہ کو شاہ شطرنج بنا دیا۔ پانچ سال اسی حالت میں گذر گئے احمد شاہ کو تاب نہ رہی اور احمد آباد سے سید مبارک بخاری کے پاس جو ایک مقتدر امیر تھا گیا اسی بنا پر موسیٰ خاں فولادی اور سادات خاں اور عالم خاں لودھی و دیگر امرا اس کے گرد جمع ہو گئے۔

اعتماد خاں عماد الملک پسر جھنگر خاں و الغ خاں و جہانہ خاں حبشی اور اختیار الملک اور دیگر امیران گجرات کے اتفاق سے مع توپخانہ سید مبارک خاں کی طرف چلا سید مبارک کے پاس بہ نسبت اعتماد خاں کے فوج بہت کم تھی لیکن سید مبارک خاں جنگ کے لئے میدان میں آیا اسی اثنا میں توپ کا ایک گولہ سید مبارک خاں کے لگا جس کی وجہ سے یہ فوت ہو گیا سلطان احمد ثانی شکست کھا کر بھاگا اور چند روز جنگل میں سرگرداں پھرتا رہا آخر کار اعتماد خاں کے پاس آیا اور اعتماد خاں نے وہی قدیم سلوک اس کے ساتھ کیا اور کسی شخص کو اس کے پاس جانے نہیں دیتا تھا۔

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری اعتماد خاں کے گھر پر آئے اور توپیں لگا کر محاصرہ کرنا شروع کر دیا اعتماد خاں

تاب نہ لایا اور پال کی طرف جو محمد آباد چینانیر کے نواح میں ہے فرار ہی ہو گیا اعتماد خاں نے لشکر فراہم کیا اور قریب تھا کہ فریقین میں جنگ ہو جائے لیکن بعض اشخاص نے درمیان میں آکر صلح کرا دی اور امر وکالت کو بدستور قدیم اعتماد خاں پر بحال رکھا ولایت بھروچ اور محمد آباد چینانیر اور نادوت اور دیگر پرگنات کو جواب جھند رنی اور تربدا کے درمیان میں واقع ہیں عماد الملک کی جاگیر میں دئے گئے اور ایک ہزار پانچ سو سوار کے مقابل جاگیر خاصہ سلطان احمد شاہ ثانی کے لئے مقرر کی گئی سلطان احمد اس مرتبہ بھی اپنی کم عقلی کی وجہ سے علانیہ اپنے ہم نشینوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا کرتا تھا اور اپنی کم سنی کی وجہ سے درخت کیلہ کو تلوار سے دو ٹکڑے کرتا اور کہتا تھا کہ اعتماد خاں کو اسی صورت سے دو پارہ کروں گا اعتماد خاں ان حالات سے واقف ہو گیا اور پیشدستی کر کے ایک دن شب میں سلطان احمد شاہ ثانی کو قتل کر ڈالا اور اس کے جسم کو قلعہ کی دیوار سے وجیہ الملک کے گھر کے مقابل دریا کی جانب پھینکا دیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ سلطان احمد ایک لونڈی کے لئے وجیہ الملک کے گھر گھس گیا تھا ناواقفی سے قتل ہو گیا مدت حکومت اس کی آٹھ سال ہے

ذکر شاہی سلطان مظفر شاہ ثانی بن محمود شاہ ثانی گجراتی

۹۲۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں ایک لڑکے کو لے کر امرائے گجرات کی مجلس میں آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ یہ لڑکا سلطان محمود ثانی کا فرزند ہے جس وقت اس کی ماں حاملہ تھی بادشاہ نے میرے سپرد کر دیا تاکہ اسقاط حمل کرا دوں چونکہ زمانۂ حمل کو پانچ ماہ گذر چکے تھے میں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی امرا مجبور ہو چکے تھے انھوں نے اس لڑکے کو بادشاہ تسلیم کیا اور تمام مملکت کو اپنے گروہ میں تقسیم کر کے کمال استقلال پیدا کر لیا ولایت پٹن تا پرگنۂ کڑی موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے قبضہ میں آئی اور رادھن پور اور تروارہ اور مورچپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ قابض ہو گیا

اور وہ پرگنے جو ابسا بر متی اور مہندری کے درمیان میں ہیں یہ اعتماد خاں کی جاگیر میں آئے بندر سورت اور نادوت اور محمد آباد جینا نیر پر ترکی غلام چنگیز خاں بن عماد الملک قابض ہو گیا چنگیز خاں کے بھانجے رستم خاں کو بھروچ جاگیر میں ملا اور ردوقہ اور وندو قہ سید میراں ولد سید بخاری کی جاگیر میں مقرر ہوئے اور سورت امین خاں غوری کی جاگیر میں دیا گیا امین خاں غوری گجراتی امیروں کے اتفاق سے کنارہ کش ہو گیا اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنا قیدی جانتا تھا اور اس کو دربار کے روز محض برائے بیت تخت پر بٹھلا کر خود اس کے عقب میں بیٹھتا تھا امرا سلام کو حاضر ہوتے تھے چند روز اسی طریق سے گذر گئے چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی تہنیت و مبارک باد سلطنت کے لئے احمد آباد آئے اس واقعہ کے ایک سال کے بعد فتح خاں شیر خاں فولادی میں جن کی جاگیریں کی سرحدیں ملی ہوئی تھیں باہم مخالفت پیدا ہوئی فتح خاں شکست کھا کر اعتماد خاں کے پاس آیا اعتماد خاں اس امر سے بیحد غصہ ہوا اور لشکر جمع کر کے غلبہ کے ساتھ فولادیوں پر حملہ آور ہوا فولادیوں نے قلعۂ پٹن میں محصور ہو کر عجز و ندامت کا اظہار کیا اعتماد خاں نے قبول نہ کیا اور محاصرہ میں کوشش کرنے لگا چونکہ افغانان فولادی بیحد عاجز اور تنگ آ گئے تھے کمسن نوجوانوں کی ایک جماعت موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ جب حریف ہمارے عجز و انکسار کو قبول نہیں کرتے تو اب بجز جنگ کرنے اور جان دینے کے اور کیا چارہ کار ہے پس تقریباً پانچ سو اشخاص یکبارگی قلعہ کے باہر نکل آئے موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ جو تعداد میں تین ہزار سوار تھے مجبوراً قلعہ کے باہر نکل آئے اعتماد خاں مع لشکر گجرات کے جو تیس ہزار سے زاید تھا مقابلہ میں آیا اور صفیں درست کیں فولادیوں نے اعتماد خاں کی فوج خاصہ پر حملہ کر کے ان کو شکست دی سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام حاجی خاں جو اعتماد خاں کے لشکر کا بہترین فرد تھا فراری ہو کر فولادیوں کے پاس چلا گیا فولادیوں نے اعتماد خاں کو پیام دیا کہ

حاجی خاں ہمارے پاس چلا آیا ہے مناسب یہ ہے اس کی جاگیر اس کو دیدو اعتماد خاں نے اس پیام کو قبول نہ کیا اور کہا کہ وہ میرا نوکر تھا جب میرے پاس سے بھاگ کر چلا گیا تو میں اس کی جاگیر کیونکر دے سکتا ہوں موسیٰ خاں اور شیر خاں نے جمعیت فراہم کی اور حاجی خاں کی جاگیر میں داخل ہوکر قصبہ جو تھانہ میں مقیم ہوئے اعتماد خاں نے بھی لشکر فراہم کیا اور مقابلہ میں آیا فریقین چار ماہ تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں مقیم رہے آخر کار معرکہ آرائی ہوئی اعتماد خاں اس مرتبہ بھی شکست کھا کر بھروچ میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا اور اس کو اپنی امداد کے لئے لے کر میدان میں آیا لیکن جنگ آزمائی کو بے کار سمجھ کر صلح کر لی اعتماد خاں حاجی خاں کی جاگیر کو واپس دیکر احمد آباد میں آیا۔

چنگیز خاں نے بھی مشتقل ہو کر اعتماد خاں کو پیام دیا کہ میں بھی خانہ زاد اس خاندان کا ہوں اور حرم سلطانی کے جمیع امور سے واقف ہوں محمود شاہ ثالث کے کوئی فرزند نہ تھا اب اسی لڑکے کو تو نے مرحوم بادشاہ کا فرزند کہکر تخت نشینی کی کارروائی کی ہے اس کے کیا معنی ہیں کہ تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے ملازمین اس کی نگہبانی کرتے ہیں اور جب تک تو حاضر نہیں ہوتا کوئی شخص اس کے سلام کے لئے جا نہیں سکتا اگر وہ فی الحقیقت سلطان محمود کا فرزند ہے تو تجھ کو بھی لازم ہے کہ مثل تمام امرا و خاصہ خیل تو بھی اس کی خدمت کرے اور جس وقت تمام امرا دربار میں بیٹھیں اس وقت تو بھی ان کی اتباع کرے۔

اعتماد خاں نے جواب دیا کہ میں نے جلوس کے دن امرا و اکابر شہر کے روبرو قسم کھائی ہے کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا فرزند ہے اور اکابر نے میرے قول پر اعتماد کرکے تاج شاہی اس کے سر پر رکھا اور بیعت کی تو بھی عوام کی طرح مجھ سے لایعنی سوالات کرتا ہے تجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ بہ نسبت دیگر امرا کے میری عزت و وقعت جنت آشیانی کی حضور میں زائد تھی تو اس زمانہ میں بچہ تھا ہاں اگر تیرا باپ عماد الملک شاہی

زندہ ہوتا تو میرے قول کی تصدیق کرتا یہ جوان جس نے حال میں تخت سلطنت پر جلوس کیا ہے میرا اور تیرا ولی نعمت ہے تیری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی خدمت گذاری میں کوتاہی نکر اور جس طرح سے کہ تیرا باپ اس کے باپ کی خدمت کرتا تھا تو بھی اس کی خدمت کرتا کہ دین و دنیا میں سرخرو ہو۔

شیر خاں فولادی اس سوال و جواب سے واقف ہوا اور چنگیز خاں کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم چند روز تک صبر کرو اور طریق صلح کو ہاتھ سے ندو مسند عالی سے بلا وجہ اظہار مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے چونکہ چنگیز خاں قصبہ بروورہ کو اپنی جاگیر میں لینے کا خواہاں تھا اس نے شیر خاں کے خط کے مضمون پر عمل نہ کیا اور اعتماد خاں کو یہ پیام دیا کہ اگرچہ میرے پاس سپاہی بیحد ہو گئے ہیں لیکن حقیر و مختصر گروہ جو میرے قبضہ میں ہے حریف کی جماعت کے لئے کافی نہیں ہے چونکہ امور سلطنت کی منتظم مسند عالی کی رائے کے سپرد ہے لہذا آپ اس بارے میں غور و فکر فرمائیں کہ کیا کارروائی کی جائے اعتماد خاں کا یہ منشا تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں مخالفت پیدا کر دی تا کہ برہانپور کی فرمانروائی کے خیال سے ان حدود کا ارادہ نہ کرے اس بناء پر اعتماد خاں نے جواب میں چنگیز خاں کو لکھا کہ قصبۂ ندربار ہمیشہ گجراتی امیروں کے قبضہ میں رہا جس زمانہ میں سلطان محمود ثانی میراں مبارک کے زیر نگرانی قلعہ آسیر میں مقیم تھا سلطان مرحوم نے میراں مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ کہ اگر خداوند گجرات کی عنان حکومت میرے حوالہ فرمادے تو میں قصبۂ ندربار تجھ کو انعام میں دوں گا سلطان شہید نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا اور ایفائے وعدہ کے لحاظ سے قصبۂ ندربار میراں مبارک شاہ کو دیدیا تھا اب سلطان شہید ہو گیا اور میراں مبارک شاہ بھی فوت ہو چکا صلاح یہ ہے کہ تم مع اپنے لشکر کے ندربار جاؤ اور قصبۂ ندربار پر اضافۂ علوفہ کے لحاظ سے قابض ہو تا کہ ان امور کے

بارے میں آیندہ اصل واقعات پر فکر کی جا سکے

چنگیز خاں اعتماد خاں کے فریب میں مبتلا ہو گیا اور لشکر کی فراہمی و تیاری شروع کر دی ۹۷۴ھ میں چنگیز خاں کوچ کر کے قصبۂ ندربار کی طرف روانہ ہوا اور قصبۂ ندربار پر قبضہ کر کے قدم کو آگے بڑھایا اور تھانیسر تک چلا گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ محمد شاہ اور تفال خاں حاکم برار کے ہمراہ جنگ کے لئے آتا ہے چنگیز خاں مع اپنے لشکر کے ایک قطعۂ زمین پر جو خراب و ناہموار تھا فروکش ہوا اور جس جانب زمین ہموار تھی اسی طرف ارابوں کو زنجیر سے باندھ دیا محمد شاہ اور تفال خاں مقابلہ میں آئے اور غروب آفتاب تک مع اپنے لشکر کے کھڑے رہے چنگیز خاں اپنے دائرہ سے باہر نہ آیا لیکن غرور و نخوت کی شامت نے اس کو ذلیل کیا اور رات کے وقت مع اپنے تمام لشکر کے فراری ہوا اور بہیر دارو ہوا محمد شاہ فاروقی کو بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا اور چنگیز خاں کا ندربار تک تعاقب کر کے قصبۂ ندربار پر قابض ہوا

اسی اثنا میں سلطان محمد میرزا کے چھ فرزند یعنی محمد حسین میرزا الغ میرزا حسین میرزا مسعود حسین میرزا شاہ میرزا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے خوف سے فراری ہو کر سنبھل سے مالوہ میں پناہ گزیں ہوئے ۹۷۵ھ میں جلال الدین محمد اکبر کے لشکر نے مالوہ کی سرزمین پر قدم رکھا فراری شاہزادے لاعلاج ہو کر چنگیز خاں سے مل گئے چنگیز خاں نے اپنی تقویت کے لئے غائبانہ میرزاؤں کو سلطان مظفر کے امرا میں داخل کر لیا اور چند پرگنے اپنی جاگیر سے ان کو عنایت کئے چنگیز خاں نے اسی سال میرزاؤں کے اتفاق سے اعتماد خاں پر لشکر کشی کی اور قصبۂ بڑودہ پر بغیر جنگ کے قابض ہو گیا

چنگیز خاں محمود آباد پہنچا اور اعتماد خاں کے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ شکست تھانیسر کا اصلی سبب تمہارا نفاق ہے اگر تم خود میری مدد کے لئے اپنے لشکر کو روانہ کرتے تو ہرگز فراری ہونے کا معیوب دھبہ میرے دامن پر نہ آتا اب میں تہنیت و مبارک باد

کے لئے احمد آباد آنا چاہتا ہوں اور یقین ہے کہ اگر تم شہر میں مقیم ہوگئے تو مخالفت و دشمنی پیدا ہو جائے گی بہتر یہ ہے کہ شہر سے باہر جا کر تمام امیروں کے مانند اپنی جاگیر میں سکونت اختیار کرو اور سلطان کو اپنی پاسبانی سے آزاد کرو تاکہ وہ اپنے ممالک موروثی میں اپنی مرضی کے مطابق عمل و انتظام کرے۔

اعتماد خاں قبل پیام پہنچنے کے لشکر کا انتظام کر چکا تھا جب یہ پیام پہنچا تو سمجھ گیا کہ اس پیام رسانی سے کیا مقصد ہے اعتماد خاں مظفر شاہ کو مع چتر اور سادات خاں بخاری اور اختیار الملک اور ملک شرف اور الغ خاں اور جہاز خاں اور سیف الملک کے ہمراہ شہر سے باہر لایا محمود آباد سے چھ کوس کی مسافت پر موضع کاوری میں فریقین کا مقابلہ ہوا اعتماد خاں کی نگاہ چنگیز خاں کے لشکر پر پڑی چونکہ اس سے پیشتر میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کا حال معلوم کر چکا تھا لہذا تمام سپاہ کو قابض ارواح سمجھ کر قبل اس کے کہ تلوار نیام سے باہر نکلے دونگر پور کی طرف فراری ہوا اس حال کو دیکھ کر دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں پر آفریں کی اور ہر ایک کسی نہ کسی جانب فراری ہوا سادات خاں بخاری دندوقہ اور اختیار الملک محمود آباد چلے گئے اور الغ خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور احمد آباد آئے۔

چنگیز خاں اپنی اس غیبی فتح کو دیکھ کر بہت خوش اور میوہ میں مقیم ہوا دوسرے دن صبح کو الغ خاں اور جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیا اور دروازہ کالپور سے نکلکر بیرپور اور محمود آباد کی طرف روانہ ہوئے جب وقت سلطان مظفر شہر کے باہر آیا چنگیز خاں احمد آباد میں داخل ہوا اور اعتماد خاں کے مکان میں مقیم ہوا شیر خاں فولادی نے قصبۂ کڑی کے نواح میں یہ خبر سنی اور چنگیز خاں کو پیام دیا کہ یہ تمام جاگیر اعتماد خاں کو مصارف سلطانی کی غرض سے دی گئی تھی اب تو تنہا اس جاگیر پر قابض ہو گیا ہے یہ حرکت آئین مروت

و مردانگی خلاف ہے اور خود بیشمار لشکر کے ساتھ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں نے دیکھا کہ اس وقت شیر خاں کی مخالفت کرنا مناسب نہیں ہے۔ فریقین میں باہم یہ طے پایا کہ اب سابرمتی کے اس طرف جس قدر علاقہ ہے وہ تمہارا ہے اس وجہ سے بعض قریات احمد آباد کے یعنی عثمان پور اور خان پور وغیرہ شیر خاں سے متعلق ہوئے چنگیز خاں بلحاظ حسن خدمت کے میرزاؤں کی بیحد عزت کرتا تھا۔

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ چونکہ اپنی اول فتح کے سبب سے دلیر ہو چکا تھا گجرات کے ممالک کو بادشاہ سے خالی پاکر اور امرا کی باہمی مخالفت و دشمنی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر اس مملکت کے ہمراہ جنگ کے ارادہ سے شہر کے باہر آیا میراں محمد شاہ کو شکست ہوئی اور پریشان و بے سر و سامان الیر پہنچا چونکہ یہ فتح میرزاؤں کے حسن سعی سے ہوئی تھی چنگیز خاں نے ان کی بیحد دلجوئی کی اور چند پرگنے معمور آباد سرکار بھروچ سے ان کی جاگیریں دئیے اور بلحاظ اس امر کے کہ یہ امیر سامان و اسباب ضروری بہم پہنچائیں ان کو ان کی جاگیر کی طرف رخصت کیا میرزا اپنی جاگیر میں آئے اور اوباش و مفسد اشخاص ان کے گرد جمع ہو گئے شرف الدین حسین میرزا جو خواجہ عبد اللہ احرار کی اولاد اور جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کا داماد تھا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ سے منحرف ہو کر میرزاؤں سے آکر مل گیا لہذا ان کے اخراجات کے لئے موجودہ جاگیر کافی نہ ہو سکی اور میرزا دیگر محالات پر بلا اجازت چنگیز خاں کے قابض ہو گئے یہ خبر چنگیز خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے تین ہزار حبشی اور پانچ چھ ہزار گجراتیوں کو میرزاؤں کی جنگ پر معین کیا میرزاؤں نے چنگیز خاں کی فوج کو شکست دی کچھ سپاہی چنگیز خاں کے قتل کئے اور فراریوں کا تعاقب کیا

میرزاؤں نے گجراتیوں اور حبشیوں کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا

اس جماعت میں جو اشخاص کمسن و بے ریش و بد وضع تھے ان کو اپنی خدمت کے لئے رکھ لیا اور جن افراد کے ڈاڑھیاں تھیں ان کی ناک میں تیر پہنا کر اور ان کے ہاتھوں کو پشت سے باندھ کر ایک دور لکڑی ان کی گردن میں ڈالی اور بذلت تمام ان کو رہا کر دیا میرزا اپنے اس فعل کی وجہ سے اس امر کو بخوبی جانتے تھے کہ چنگیز خاں خود ان سے لڑنے کے لئے آئے گا میرزاؤں نے علاج واقعہ پیش از وقوع عمل کیا اور ہنوز چنگیز خاں نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کی تھی کہ برادران مذکور برہانپور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں بھی دست اندازی شروع کی میرزا برہانپور سے ولایت مالوہ میں وارد ہوئے اور اس مملکت میں جو واقعات پیش آئے وہ تمام وکمال اکبر بادشاہ کے حالات میں ضمناً مرقوم ہو چکے ہیں۔

چونکہ الغ خاں اور جہاز خاں سلطان مظفر کے ہمراہ ولایت کانٹہ میں جو ابہندری کے ٹوٹے ہوئے کناروں سے عبارت ہے ہمیشہ اس امر کے منتظر تھے کہ شاید اعتماد خاں خود آئے یا شیر خاں اپنے فرزند کو بھیجکر سلطان مظفر کو اپنے پاس بلا لے لیکن جب کوئی صورت نہ پیدا ہو سکی تو سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لے کر دونگر پور میں آئے اور اعتماد خاں کے سپرد کر دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد الغ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لئے روپیہ طلب کیا اعتماد خاں نے جواب دیا کہ رقم جاگیر سے وصول ہوتی ہے وہ تم سب پر ظاہر ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ سالانہ کتنا صرف ہوتا ہے یہ شہر بھی نہیں ہے کہ دوسرے اشخاص سے قرض لیکر دیا جائے اس جواب سے الغ خاں و دیگر حبشی امیر آزردہ ہوئے چنگیز خاں اس امر سے واقف ہوا اور خطوط استمالت ہر ایک کے نام بھیجکر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

الغ خاں و جہاز خاں اور سیف الملک و دیگر حبشی بلا اجازت

اعتماد خاں کے محمود آباد کی طرف روانہ ہوے اور محمود آباد میں اختیار الملک گجراتی سے ملاقات کر کے تمام افراد نے بالاتفاق احمد آباد کا رخ کیا الغ خاں وغیرہ عرض کا کریہ پر جو احمد آباد کے قریب ہے پہنچے او تمام افراد تبدیل لباس کی غرض سے سلطان محمود کے باغ میں مقیم ہوئے چنگیز خاں اسی وقت استقبال کے لئے گیا اور الغ خاں اور اختیار الملک اور دوسرے حبشی امیروں سے باغ میں ملاقات کی اور ان کی دلجوئی کی الغ خاں اور جھاز خاں سے کہا کہ تمام عالم پر ظاہر ہے کہ ہم سب سلطان محمود ثانی کے غلام وخانہ زاد ہیں اگر حکومت ہم میں سے کسی ایک کے پاس منتقل ہو جائے تو ہماری اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں ہو سکتا اور ملاقات کی حالت میں اس نسبت کی رعایت مد نظر رکھنا لازمی ہے مناسب یہ ہے کہ بندہ ہائے سلطانی میں سے وہ افراد جو اپنی مزید خدمت کے اعتبار سے ممتاز ہیں اور اس وقت سب اس مجلس میں حاضر ہیں موجودہ وقت کے بعد جب کبھی ایکدوسرے کی ملاقات و وسلام کی غرض سے آئیں تو حاجبان دروازہ ان کے مانع نہ ہوں۔

چنگیز خاں نے ان کی تواضع کر کے اس امر کو قبول کیا اور تمام امیروں کو اپنے ہمراہ لیکر شہر میں آیا اور مکانات خالی کر کے ان کے حوالے کئے ایک مدت کے بعد ایک جاسوس الغ خاں کے پاس آیا اور خبر دی کہ چنگیز خاں تمھارا اور جھاز خاں کا دشمن ہے اور یہ امر قرار پایا ہے کہ صبح کو تم کو اور جھاز خاں کو چوگان بازی کے میدان میں بلا کر غفلت کے عالم میں قتل کر ڈالے ہیں اگر چنگیز خاں کل کا کریہ کے تالاب پر چوگان بازی کے لئے گیا تو کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر جنگل بہت وسیع ہے اور انسان ہر طرف بھاگ سکتا ہے اور اگر بھدر کے میدان میں جو قلعہ کے اندر ہے گیا تو البتہ اس کے لئے جان بچانا دشوار ہے ہنوز جاسوس اس گفتگو سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ایک شخص چنگیز خاں کے پاس سے یہ پیام لیکر آیا کہ چنگیز خاں بعد دعا کے

کہتا ہے کہ کل میں چوگان بازی کے لئے میدان بھدر میں جاؤں گا آپ لوگ علی الصباح حاضر ہو جائیں ۔

الغ خاں اس خبر کو سنکر متردد ہوا اور سوار ہو کر سیف الملک حبشی کے مکان پر گیا الغ خاں نے جہاز خاں اور رشید ی بدر شاہی اور مخلد ارخاں اور خورشید خاں کو طلب کر کے ان اشخاص سے اس معاملہ میں مشورہ کیا بے حد قیل و قال کے بعد یہ امر قرار پایا کہ پیشدستی کر کے خود چنگیز خاں کو قتل کرنا چاہیئے دوسرے روز صبح کو الغ خاں اور جہاز خاں حبشی مع اپنے دوستوں کے سوار ہو کر چنگیز خاں کے دربار میں گئے چونکہ اس وقت تک چنگیز خاں کے لشکری اور اس کے ہی خواہ جمع نہیں ہوئے تھے ایک شخص کو بھیجکر دعا کہلا بھیجی اور یہ پیام دیا کہ ہم لوگ حسب الحکم حاضر ہیں اگر آپ بہ تعجیل چوگان بازی کے لئے چلیں تو بہتر ہوگا چنگیز خاں مے نوشی کر چکا تھا اور نشہ کی حالت سے بالکل مدہوش نہ ہوا تھا صرف ایک لباس پہنے ننگے سر تنہا گھر سے باہر نکل آیا اور دغا باز حریفوں کے ہمراہ میدان بھدر کی طرف چلا الغ خاں چنگیز خاں کے داہنی جانب تھا اور جہاز خاں بائیں جانب اس کے ہمراہ چلے جا رہے تھے ۔

ان امیروں نے کچھ راہ طے کی تھی کہ ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا کہ وقت فرصت غنیمت ہے جہاز خاں نے فوراً ایسی ضرب چنگیز خاں کے لگائی کہ سر مع ایک ہاتھ کے جدا ہو گیا اس کے بعد ہر دو امیر اپنے مکانوں پر آئے اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے اختیار الملک بھی ان لوگوں کی موافقت کے لئے آمادہ ہوا چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں جو عقب میں مع فوج کے آتا تھا اپنے خالو کی لاش فیصل پور (؟) الملک پالاس کے کہ قیام گاہ کو جائے بھروچ روانہ ہو گیا اور اوباش شہر چنگیز خاں کے ملازمین کا مال و اسباب غارت و تباہ کرنے لگے جس وقت یہ بات متحقق ہو گئی کہ رستم خاں بھروچ کو گیا الغ خاں حبشی و

جہاز خاں اور دوسرے امیر قلعۂ ارک میں جو بہدر کے نام سے مشہور ہے داخل ہوئے اور ایک خط اعتماد خاں کے نام لکھ کر اس کو ان واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد میں طلب کیا بدر خاں اور محمد خاں پسران شیر خاں فولادی بھی اسی دن ادائے تہنیت و مبارک باد کی غرض سے شہر میں داخل ہوئے اور تمام امرائے لشکر کے لئے ایک ایک اسپ بطور پیشکش کے لئے آئے الغ خاں اور جہاز خاں حبشی نے مع تمامی امرا کے اسی روز جاگیریں از سر نو تقسیم کیں اور تمام امرا اپنے مکانات کی طرف واپس ہوئے۔

دوسرے روز شیر خاں فولادی کو جاسوسوں کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ امرا کے ملازمین سے کوئی شخص بہدر کی حفاظت کے لئے شہر میں موجود نہیں ہے چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز بوقت شب شیر خاں نے اپنے ایک امیر کو جس کا سادات خاں نام تھا مع تین سو آدمیوں کے روانہ کیا سادات خاں نے قلعہ کی دیوار کو خانپور کے جانب سے توڑ ڈالا اور قلعہ پر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ لیکر احمد آباد آیا چونکہ قلعہ بہدر سادات خاں کے قبضہ میں تھا اعتماد خاں نے مظفر شاہ کو بھی اپنے مکان میں مقیم کیا اور قلعۂ بہدر کو خالی کرانے کے غرض سے ایک خط اس مضمون کا شیر خاں کے نام لکھا کہ قلعۂ بہدر سلاطین کا قیام گاہ ہے جب سلطان نہ ہو اس وقت اس کے ملازمین اور بہی خواہوں پر لازم ہے کہ اپنے مالک کے گھر کی محافظت کریں نہ یہ کہ خود اس میں قیام کریں اور قابض ہو جائیں اب سلطان شہر میں داخل ہو گیا ہے تم سادات خاں سے کہو کہ قلعہ خالی کر کے سلطان کے سپرد کرے۔

شیر خاں نے اعتماد خاں کے ان حقوق کی رعایت سے اعتماد خاں کے قول کو منظور کیا اور بہدر کو خالی کر دیا سلطان مظفر اپنے محلسرا میں

مقیم ہوا اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ میرزا فراری ہو کر ولایت مالوہ سے باہر نکل گئے لیکن جب راہ میں ان کو چنگیز خاں کے قتل کا واقعہ معلوم ہوا تو بیحد خوش ہو کر ان امیروں نے بہروچ و سورت کا رخ کیا ہے تاکہ اس صوبہ پر قابض ہو جائیں۔

اختیار الملک اور الغ خاں اعتماد خاں کے مکان پر آئے اور اعتماد خاں سے کہنے لگے کہ ولایت بہروچ حکام کے وجود سے خالی ہے اور میرزاؤں نے بہروچ کا رخ کیا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم سب امرا فراہم ہو کر بہروچ کا ارادہ کریں اور اس ارادہ کو عمل میں لانے کے لئے تاخیر و تعویق سے کام نہ لیں کیونکہ اگر بہروچ پر میرزا قابض ہو گئے تو بیحد خون جگر پی کر ولایت مذکورہ کو ان کے قبضہ سے نکالنا پڑے گا اعتماد خاں نے ایک قاصد کو شیر خاں کے پاس بھیجکر اس سے مشورت طلب کی تو شیر خاں نے جواب دیا بہترین صورت یہی ہے کہ روانگی قرار دی جائے۔ اس واقعہ کے بعد یہ امر قرار پایا کہ تمام لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے اول الغ خاں مع حبشی امیروں کے پیشتر روانہ ہو جب یہ حصہ اس منزل سے کوچ کرے تو اعتماد خاں اور اختیار الملک اور دوسرے امیر مع دوسرے حصہ کے منزل میں قیام کریں جس وقت دوسری فوج اس منزل سے کوچ کرے تیسری فوج جو شیر خاں و دیگر امرا کے ماتحت ہے دوسرے حصہ کی منزل میں قیام کرے غرض کہ یہی امر طے پایا اور الغ خاں و جہاز خاں و سیف الملک و دیگر حبشی امیر محمود آباد پہنچے اعتماد خاں متوہم ہوا اور شہر سے باہر جا کر اس نے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیا الغ خاں اور اس کے بہی خواہوں نے اعتماد خاں کی اس حرکت پر مزاح کرنا شروع کیا اور باہم کہنے لگے کہ ہم نے چنگیز خاں کے مانند اس کے دشمن کو قتل کیا اور وہ ہمارے ساتھ نفاق سے کام لیتا ہے اب صلاح یہ ہے کہ ہم اس کی جاگیر کو باہم تقسیم کر کے اعتماد خاں کے پرگنات پر قابض ہو جائیں اس قرار داد پر

یہ امرا مستقل ہو گئے اور پرگنہ کنبایت اور پرگنہ جلاو و بعض دیگر پرگنات پر قبضہ کر لیا میرزاؤں کو موقع ہاتھ آیا اور یہ امرا قلعۂ چنپانیر اور قلعہ بندر سورت اور دیگر مقامات پر قابض ہو گئے رستم خاں نے قلعۂ بھروچ میں محصور رہ کر میرزاؤں سے جنگ کی لیکن آخر کار امان طلب کی اور قلعہ حریف کے سپرد کر دیا

اہالی گجرات بے جاگیر ہو کر شہر سے نکلے اور الغ خاں سے مل گئے الغ خاں نے جہاز خاں سے کہا کہ چونکہ سپاہی شہر سے باہر نکل آئے ہیں لہذا اعتماد خاں کے پرگنات میں سے ایک پرگنہ کو ان کی جاگیر میں دیدینا چاہئیے جہاز خاں نے جواب دیا کہ جو جگہ تم اس جماعت کو دینا چاہتے ہو اس کو مجھے دیدو تم اس گروہ سے جو توقع رکھتے ہو اس کو میں پورا کر دوں گا اس مسئلہ میں الغ خاں و جہاز خاں کے درمیان بھی مخالفت پیدا ہو گئی اعتماد خاں نے فرصت و موقع پایا اور جہاز خاں کو مکر و فریب کے ساتھ دھوکہ دیکر اپنے پاس طلب کر لیا اس طرح حبشیوں کی شوکت میں فتور عظیم پیدا ہو گیا چنانچہ الغ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے مل گئے۔

شیر خاں کا پلہ اب غالب ہو گیا تھا سلطان مظفر بھی فرصت کا منتظر ہوا ایک دن قبل از مغرب بادشاہ کھڑکی کی راہ سے باہر نکلا اور اور عنایت پور میں جو سرکیچ کے قریب واقع ہے الغ خاں کے دائرہ میں داخل ہوا الغ خاں نے اس سے ملاقات نہ کی اور شیر خاں کے پاس گیا اور کہا کہ سلطان مظفر بلا اس کے کہ مجھے قبل سے اطلاع دے میرے مکان میں آیا لیکن میں نے اب اس سے ملاقات نہیں کی شیر خاں فولادی نے کہا چونکہ سلطان مظفر تمہارا مہمان ہے لہذا تم جاؤ اور حقوق خدمت بجا لاؤ دوسرے دن صبح کو اعتماد خاں کا ایک خط اس مضمون کا شیر خاں فولادی کے نام آیا کہ سلطان مظفر سلطان محمود ثانی کا فرزند نہیں ہے لہذا میں نے اس کو ملک باہر نکال کر مغلوں کو طلب کیا

تاکہ ان کو بادشاہ بناکر ملک گجرات انکے سپرد کردوں۔
شیر خاں فولادی یہ خط پڑھ کر اپنے مکان سے سید حامد کے مکان پر گیا اور اس سے دریافت کیا کہ جلوس کے وقت اعتماد خاں نے سلطان مظفر کے نسبت کیا کہا تھا سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا کہ اعتماد خاں نے قرآن ہاتھ میں لیکر قسم کھائی تھی کہ یہ بچہ سلطان محمد ثالث کا فرزند ہے اب جو کچھ اس کے خلاف کہتا ہے وہ عداوت پر مبنی ہے شیر خاں فولادی سید حامد کے مکان سے سوار ہوکر الغ خاں کے مکان پر آیا اور کمان ہاتھ میں لیکر اسی طریقہ سے جس طرح کہ ملازم اپنے آقا کی ملازمت حاصل کرتا ہے سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور الغ خاں حبشی کے مکان سے سلطان کو سوار کر کے اپنے مکان میں لے آیا اور سلطان کی خدمت گذاری کے لئے آمادہ ہوگیا۔
اعتماد خاں نے مغلوں کو حدود بھروچ سے طلب کیا مغل امیر پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے اور اعتماد خاں ہر روز مغل سپاہیوں کو مع سیف الملک کی فوج کے حبشیوں سے جنگ کے لئے بھیجتا تھا چنانچہ رفتہ رفتہ مخالفت اور دشمنی میں طول ہوگیا اور اعتماد خاں نے جب دیکھا کہ اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو اس وقت اس نے ایک عرضداشت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو لکھی اور گجرات کے فتح کی ترغیب دی اتفاق سے اس وقت یعنی ۹۸۰ھ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ناگور تشریف لے گئے تھے اور بادشاہ نے پیر محمد خاں المشہور خان کلاں کو امرائے مقتدر کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ سروہی فتح کرنے کی غرض سے بھیجا تھا جب اتفاق سے پیر محمد خاں راجہ سروہی کے ایلچی کے ہاتھ سے زخمی ہوگیا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس نفیس لشکرگاہ میں تشریف لائے اور اس وقت عرائض خوانین گجرات کے پہنچے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ناگور سے گجرات کا عزم فرمایا یہ تمام واقعات اسی تفصیل کے ساتھ سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

کے حالات میں مرقوم ہو چکے ہیں اکبری لشکر پٹن گجرات میں داخل ہوا شیر خاں فولادی جو اس وقت احمد آباد کا محاصرہ کئے ہوئے تھا بدحواس ہو کر ایک جانب بھاگا اور ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی بروودرہ اور بھروچ کی جانب چلے گئے اعتماد خاں اور میرزا ابوتراب شیرازی اور انغ خاں حبشی اور جہاز خاں اور اختیار الملک احرام باندھ کر در دولت سلطانی پر حاضر ہوئے اور بادشاہ کے بہی خواہوں میں داخل ہوگئے سلطان مظفر بھی شیر خاں فولادی سے علیحدہ ہو کر سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور شاہان گجرات کی حکومت کا چودھویں رجب ۹۸۹ھ میں خاتمہ ہوگیا، اور صوبہ اکبر بادشاہ کے ممالک محروسہ میں داخل ہوگیا اکبر بادشاہ نے اسی یورش میں قلعہ بندر سورت کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکالکر اپنی قلمرو میں شامل کیا اکبر بادشاہ بوقت مراجعت جس وقت نواح بھروچ میں تشریف لائے چنگیز خاں کی والدہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داد خواہ ہوئی کہ میرے فرزند کو جہاز خاں نے بلا قصور قتل کیا ہے سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے جہاز خاں پر جو بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھا حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ہمراہ آگرہ لے گئے منعم خاں نے بنگالہ کا سفر کیا اور بادشاہ نے سلطان مظفر کو اس کے سپرد کر دیا منعم خان نے سلطان مظفر کے ساتھ اپنی دختر شہزادی خانم کا عقد کر دیا منعم خاں چند روز کے بعد سلطان مظفر سے بدگمان ہوگیا اور اس کو قید کر دیا سلطان مظفر موقع پاکر قید خانہ سے فراری ہوا۔

۹۸۹ھ میں سلطان مظفر گجرات میں آیا یہاں پہنچکر اس نے بیشمار لشکر فراہم کیا اور قطب الدین خاں حاکم گجرات سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا سلطان مظفر نو سال کے بعد دوبارہ احمد آباد گجرات پر قابض ہوگیا اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے چند روز تک اس نے

فرمانروائی کی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ۹۹۱ھ میں عبدالرحیم ولد بیرام خاں ترکمان المخاطب بہ خان خاناں کو سلطان مظفر کی مدافعت کے لئے متعین فرمایا عبدالرحیم خاں قلیل لشکر کے ساتھ گجرات پہنچا اور سلطان مظفر جو ناگڈھ کی طرف فراری ہوگیا اس واقعہ کے بعد گجرات بار دیگر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسوقت تک اسی دودمان عالی شان کے قبضہ میں ہے سلطان مظفر نے تخت نشینی سے کر عزل حکومت تک سترہ سال چند ماہ فرمانروائی کی ۔

مقالۂ پنجم

فرمانروایان مملکت مالوہ و مندو کے بیان میں

ناظرین پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ بلاد مالوہ ایک وسیع مملکت ہے اور اس مملکت میں ہر وقت حکام ذیشان کا قیام رہا اور راجہائے کبار اور رایان نامدار مثل بکرماجیت جس کا آغاز سلطنت تاریخ ہنود کی ابتدا ہے اور راجہ بھوج وغیرہ جو عظیم الشان راجہائے ہندوستان میں مالوہ کے فرمانروا تھے سلطان محمود غزنوی کے بعد اسلام ہندوستان میں شایع ہوا اور سلاطین دہلی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کے عہد حکومت تک مالوہ بادشاہان دہلی کے تصرف میں رہا دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین ہے اور سلطان شہاب الدین سام غوری کی اولاد میں ہے سلطان محمد بن فیروز شاہ کے قتل ہونے کے بعد اس مملکت کی حکومت پر فایز ہوا اور مستقل بادشاہ بن گیا اسی زمانہ سے فرمانروایان مالوہ سلاطین دہلی کی اطاعت سے آزاد ہوئے اور گیارہ سلاطین نے یکے بعد دیگرے ۹۷۹ھ تک اس مملکت پر حکومت کی ہے اگرچہ اس زمانہ میں چند روز کے لئے باستثنا ان گیارہ شخصوں کے سلطان بہادر اور جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ

نے بھی اس مملکت پر فرمانروائی کی ہے۔

کہتے ہیں کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے جلوس کے بعد اپنے امرا کی ایک جماعت پر جس نے ایام فراری میں بادشاہ کے ساتھ وفاداری و حقیقی نمک حلالی سے کام لیا تھا نوازش و عنایت فرمائی چنانچہ خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دیکر وزیر کل بنایا اور ظفر خاں بن وجیہ الملک کو حاکم گجرات اور خضر خاں کو حاکم ملتان اور دلاور خاں کو حاکم مالوہ مقرر فرمایا آخر الامر یہ چاروں امیر مرتبۂ بادشاہی تک پہنچے۔ دلاور خاں غوری نے دھار میں قیام کیا اور اپنی شجاعت و قوت رائے صائب سے ولایت مالوہ کا معقول انتظام کر کے ملک کو اغیار کے دست برد سے محفوظ کیا۔ دلاور خاں غوری ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ شادی آباد مندو کو اپنا دارالحکومت بنائے دلاور خاں بذات خود کبھی کبھی جاکر اس شہر کی تعمیر بھی کرتا تھا اور پھر دھار واپس آتا تھا

سنہ ۸۰۱ھ میں سلطان محمود بادشاہ دہلی امیر تیمور صاحبقران کے خوف سے فراری ہو کر گجرات وارد ہوا اور مظفر شاہ فرمانروائے گجرات نے اس کے ساتھ عمدہ سلوک نہ کیا اور سلطان محمود اس سے رنجیدہ ہو کر دھار کی طرف متوجہ ہوا دلاور خاں نے اپنے عزیزوں اور امیروں کو استقبال کے لئے روانہ کر کے حکم دیا کہ منزل بمنزل جشن شاہانہ کر کے لوازم ضیافت بخوبی بجا لائیں۔

سلطان محمود آٹھ کوس دھار کے قریب پہنچا اور دلاور خاں نے خود بھی بادشاہ کے استقبال کا ارادہ کیا لیکن ہوشنگ ان وجوہ کی بناء پر اپنے باپ سے خوش نہ تھا لہذا لشکر مالوہ کا ایک بڑا حصہ اپنے ہمراہ لے کر شادی آباد مندو چلا گیا۔ دلاور خاں نے ناصر الدین محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اعزاز کے ساتھ اس کو شہر میں لے آیا اور جس قدر نقود و جواہر اسکے پاس تھے سب بادشاہ کی حضور میں پیش کئے۔ دلاور خاں غوری نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بندہ آپ کا غلام اور تمام اہل حرم حضور کی کنیزیں ہیں۔ سلطان محمود نے دلاور خاں کو دعائے خیر دی اور نقود و

جواہرات میں سے جس قدر اس کو احتیاج تھی وہ لیکر بقیہ رقم دلاور خاں کو واپس کر دی۔

۸۰۱ھ میں محمود شاہ نے دلاور خاں کو رخصت کر دیا اور خود حسب التماس امراء دہلی دہلی کی طرف متوجہ ہوا ہوشنگ اس خبر کو سنکر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کی مدت میں مندو میں ایک قلعہ سد سکندر سے زیادہ مستحکم پتھر اور چونہ کا تعمیر کرایا چنانچہ اس شہر کی تعریف عنقریب معرض بیان میں آئے گی۔

سلطان ناصر الدین فوت ہوا اور سلطنت دہلی کے انتظامات میں خلل واقع ہوا دلاور خاں مستقل بادشاہ بن گیا اور مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے چتر و سراپردہ سرخ تیار کرایا کہتے ہیں کہ دلاور خاں کے اجداد میں سے ایک شخص غور سے آیا تھا اور سلاطین دہلی کا ملازم ہو کر صاحب ثروت ہوا اس کا فرزند مرتبۂ امارت پر پہنچا اور اس کا پوتا یعنی دلاور خاں غوری فیروز شاہ کے عہد میں مقتدر امیر ہوا دلاور خاں غوری سلطان محمود بادشاہ دہلی کے عہد حکومت میں مالوہ کا جاگیردار ہوا اور اس نے آداب ملک داری میں سلاطین کی روش اختیار کی اور سالہا سال تک کامیابی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

دلاور خاں ۸۰۸ھ میں فوت ہوا بعض تاریخوں میں یہ عبارت میری نظر سے گذری ہے کہ ہوشنگ کی کوشش سے اس کو زہر دیا گیا دلاور خاں غوری نے بیس سال حکومت کی منجملہ ان کے چار سال اس نے سلطنت کی

ذکر سلطنت ہوشنگ بن دلاور خاں غوری

الپ خاں نے اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد مسند حکومت پر جلوس کیا اور اپنا خطاب سلطان ہوشنگ قرار دیا امراء و اکابر مملکت نے اس کی بیعت کی اور اس کے مطیع ہوئے لیکن ہنوز اس کی سلطنت مستحکم نہ ہونے پائی تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ شاہ مظفر گجراتی الپ خاں نے اپنے باپ دلاور خاں غوری کو

قلیل مال دنیا کے عوض میں زہر دیکر سلطان ہوشنگ کے لقب سے
تخت حکومت پر جلوس کیا ہے۔ چونکہ دلاور خاں غوری اور شاہ مظفر
گجراتی میں بھائی چارہ تھا سلطان مظفر گجراتی لشکر کا انتظام کر کے حدود
مالوہ میں وارد ہوا ہے سلطان ہوشنگ نے یہ خبر سنی اور خود بھی جنگ کے
ارادہ سے قلعہ دھار کے باہر آیا۔

۸۱۰ھ میں فریقین ایکدوسرے کے مقابل ہوئے اور شدید
معرکہ آرائی ہوئی سلطان مظفر اس معرکہ میں زخمی ہوا اور سلطان ہوشنگ
اپنے گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر پڑا باوجود اس کے دونوں فریقین
ثابت قدم رہے اور جنگ کو جاری رکھا یہاں تک کہ فتح و شکست جو اپنی
کوشش پر منحصر نہیں ہے عالم غیب سے مظفر شاہ گجراتی کے نامزد ہوئی
اور سلطان ہوشنگ نے فراری ہو کر قلعہ میں پناہ لی۔

سلطان ہوشنگ نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور
امان طلب کر کے مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا مظفر شاہ گجراتی
نے سلطان ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے مقید کر کے اپنے معتمدوں
کے سپرد کر دیا سلطان مظفر گجراتی نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں
کو مع جرار لشکر کے دھار کے قلعہ میں چھوڑا اور سپاہ مالوہ کو اپنا مطیع
کر کے خود کامیاب و بامراد گجرات کی طرف روانہ ہوا نصرت خاں نا تجربہ کار
نے اول ہی سال اس قدر زیادہ محصول جس کو رعایا برداشت نہ کر سکتی تھی
طلب کیا اور مخلوق کے ساتھ بدسلوکیاں کرنے لگا لشکر مالوہ نے بادشاہ
کی واپسی کے بعد موقع پاکر نصرت خاں کو دھار کے باہر نکال دیا اور اس
بنا پر کہ نصرت خاں نے نواح مالوہ میں توقف کیا اور ولایت مالوہ
کے باہر نہ جا سکا لشکر مالوہ نے اس کا تعاقب کر کے پسماندگان کو سخت
نقصان پہنچایا لیکن نصرت خاں نے مظفر شاہ کے خوف سے دھار کو
چھوڑ دیا اور قلعہ شادی آباد مندو میں جس کے برج بیحد مضبوط و مستحکم
تھے مقیم ہوا رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچازاد بھائی موسی خاں

کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا سلطان ہوشنگ نے یہ اخبار سنے اور
ایک عریضہ اپنے قلم سے لکھ کر مظفر شاہ گجراتی کی خدمت میں بھیجا جس کا
یہ مضمون تھا کہ سلطان بجائے میرے عم و پدر کے ہیں جو امور کہ بعض اہل
غرض نے سلطان کے حضور میں عرض کئے ہیں خدا واقف ہے کہ بالکل
خلاف واقعہ ہیں اس زمانہ میں سنا گیا ہے کہ امراء مالوہ نے خان اعظم کے
ساتھ بے اعتدالی کی ہے اور موسیٰ خاں کو اپنی سرداری کے لئے منتخب کیا
اور موسیٰ خاں ولایت مالوہ پر قابض ہو کر استقلال کا دعویٰ کر رہا ہے اگر
سلطان مجھ کو قید سے رہا فرما کر ممنون احسان فرمائیں تو ممکن ہے کہ اس
مملکت پر میں بار دگر قابض ہو جاؤں۔

سلطان مظفر نے ایک سال کے بعد ہوشنگ کو قید سے رہا کیا اور
اس سے عہد لیا اس کے معاملات کا انتظام فرما کر ۸۱۱ھ میں احمد شاہ
کو سلطان ہوشنگ کی امداد کے لئے روانہ فرمایا احمد شاہ نے دھار و نواح دھار
کو امراکے قبضہ سے نکال کر سلطان ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود گجرات
کی طرف واپس ہوا سلطان ہوشنگ نے چند روز دھار میں قیام کیا تمام
خاصہ خیل بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور ہوشنگ نے ایک قاصد کو قلعہ
شادی آباد مندو میں بھیجکر امیروں کو اپنی جانب مائل اور امراکو اپنے
پاس طلب کیا تمام امیر ورعیت خوشحال سلطان ہوشنگ کے ہی خواہ ہو گئے
چونکہ تمام امرا کے اہل و عیال قلعہ میں تھے لہذا امرا سلطان ہوشنگ کی خدمت
میں حاضر نہ ہو سکے تھے سلطان ہوشنگ مجبوراً چند ہی خواہوں کے ہمراہ
قصبۂ دھار سے قصبۂ مہیں آیا اور جنگ کی بنا ڈالی سلطان ہوشنگ کے
ملازم ہر روز مجروح ہوتے تھے اور کوئی کارروائی پیش نہیں جاتی تھی ہوشنگ
نے صلاح اسی میں دیکھی کہ یہاں سے کوچ کر کے وسط مملکت میں قیام کرے
اور اپنے امرا کو قصبات و پرگنات میں روانہ کیا تاکہ ان پر قابض ہو جائے
اسی اثنا میں سلطان ہوشنگ کے پھوپھی زاد بھائی ملک مغیث نے ملک خضر المشہور بہ میاں خاں
سے مشورت کی کہ اگرچہ موسیٰ خاں شائستہ جوان اور میرا چچا زاد بھائی ہے

لیکن سلطان ہوشنگ بہادری و عقلمندی و بردباری میں اپنے زمانہ میں بے مثل اور اس مملکت کا وارث حقیقی ہے اور اس نے میری ماں کے کنار شفقت میں پرورش پائی ہے بہتر یہی ہے کہ عنان فرمانروائی اس کے دست اقتدار میں دیدی جائے ملک خضر المشہور بہ میاں آغا نے اس رائے پر ملک مغیث کو تحسین کی اور ہر دو امیر متفق ہو کر شب کو قلعہ سے نیچے اترے اور سلطان ہوشنگ سے جا ملے۔

سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کو اپنی نیا بت کے وعدہ سے خوشحال کیا موسیٰ خاں نے جس وقت یہ خبر سنی اپنی امیدوں سے مایوس ہو کر اپنے مآل کار میں متفکر ہوا اور آخر کار قلعہ کو خالی کر کے باہر چلا گیا سلطان ہوشنگ قلعہ شادی آباد منڈو میں داخل ہوا اور دارالامارت میں قیام فرمایا سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کو ملک شرف کا خطاب دیکر اس کو وزارت پر نامزد فرمایا اور تمامی امور میں اس کو اپنا نائب و قائم مقام بنا دیا۔

۸۱۳ھ میں سلطان مظفر فوت ہو گیا اور سلطنت پر احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ قابض ہوا فیروز خاں اور ہیبت خاں پسران مظفر شاہ گجراتی نے بھروچ میں مخالفت و بغاوت شروع کر دی اور سلطان ہوشنگ سے طالب امداد ہوئے سلطان ہوشنگ نے مظفر شاہی حقوق تربیت و احمد شاہی اعانت کو نا فرمانی سے مبدل کیا اور ارادہ کیا کہ مملکت گجرات میں داخل ہو کر ملک کے انتظام و قواعد کو مختل کرے سلطان احمد شاہ نے یہ خبر سنی اور جرار لشکر کے ساتھ بھروچ میں وارد ہوا سلطان احمد نے قلعہ بھروچ کا محاصرہ کیا فیروز خاں اور ہیبت خاں نے خوف و غلبہ و کثرت سپاہ و حملہ آوری سے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے سلطان ہوشنگ راہ سے واپس ہو کر دھار پہنچا اور ہنوز ایک جرم کی ندامت باقی تھی کہ دوبارہ دوسری غلطی کا مرتکب ہوا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۸۲۲ھ میں سلطان ہوشنگ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی راجہ جالوارہ پر حملہ آور ہوکر جالوارہ میں مقید ہے اسی زمانہ میں راجہ جالوارہ کا خط بھی طلب امداد میں آیا اور راجہ کے ایلچی نے بھی بیحد اصرار کیا سلطان ہوشنگ نے معاملات سابق کو بالکل فراموش کردیا اور لشکر تیار کرکے گجرات کی طرف چلا اور اس مملکت کو بیحد نقصان پہنچایا سلطان احمد شاہ گجراتی نے جس وقت اس خبر کو سنا فوراً سلطان ہوشنگ کی مدافعت پر آمادہ ہوا۔ فریقین ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور راجہ جالوارہ کی مدد سلطان ہوشنگ تک نہ پہنچی اور ہوشنگ بے اختیار اپنے ممالک کی جانب واپس ہوا اسی زمانہ میں نصیر خاں فاروقی نے ارادہ کیا کہ قلعہ تھالینر کو جو اس کے باپ نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افتخار کو دیا تھا اس کے قبضہ سے نکال لے نصیر خاں نے سلطان ہوشنگ سے مدد طلب کی اور سلطان ہوشنگ نے اپنے فرزند غزنین خاں کو پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے اس کی مدد کے لئے روانہ کردیا نصیر خاں فاروقی نے غزنین خاں کی اعانت سے قلعہ تھالینر پر قبضہ کیا اور نواح سلطان پور میں چلا آیا سلطان احمد شاہ گجراتی نصیر خاں کی تادیب کے لئے روانہ ہوا زمینداران گجرات خصوصاً راجہ جالوارہ راجہ محمد آباد جینانیر اور راجہ نادوت اور ایدر نے موقع پاکر عرائض سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ اگر اول مرتبہ خدمتگذاری میں تجاہل و تساہل واقع ہوا تو اس مرتبہ جاں نثاری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہوگا اگر آنجناب گجرات کی طرف توجہ فرمائیں تو ہم چند راہبروں کو آپ کی خدمت میں روانہ کریں تاکہ لشکر کو ایسی راہ سے لے جائیں کہ جب تک فوج گجرات میں نہ پہنچے سلطان احمد شاہ اس حال سے واقف نہ ہو سکے چونکہ سلطان ہوشنگ کو سابقہ عداوت کے علاوہ اب خجالت بھی حاصل ہوچکی تھی اپنے اس ارادہ کو مکمل کرنے کے غرض سے لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا اور ۸۲۱ھ میں بشوکت تمام مہراسہ کی راہ سے گجرات کا

رخ کیا اتفاق سے اسی زمانہ میں سلطان احمد نواح سلطان پور نذر بار میں آیا غزنین خاں مالوہ کی جانب فراری ہوا اور نصیر خاں آسیر چلا گیا۔

سلطان احمد شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ میں آگیا سلطان احمد اس کی مدافعت کو جمیع امور پر مقدم سمجھکر بتعجیل مہراسہ کی طرف متوجہ ہوا اور باوجود کثرت بارش قلیل مدت میں جلد سے جلد مہراسہ پہنچا جاسوسوں نے سلطان ہوشنگ کو سلطان احمد شاہ کی آمد سے مطلع کیا سلطان ہوشنگ مضطرب ہوا اور ان زمینداروں کو جنہوں نے عرائض بھیجکر فتنہ و فساد برپا کیا تھا اپنے حضور میں طلب کیا سلطان ہوشنگ کو اس بدبختی کا حال معلوم ہوا اور اس نے تمام زمینداروں کو بیحد ملامت کی اور برا بھلا کہا اور جس راہ سے آیا تھا اسی سمت سے مغموم و متفکر واپس ہوا۔

سلطان احمد گجراتی نے چند روز مہراسہ میں توقف کیا تا کہ لشکر اس سے آکر ملجائے سلطان احمد شاہ گجراتی نے اجتماع لشکر کے بعد ماہ صفر ۸۲۲ھ میں مالوہ کا ارادہ کیا اور متواتر کوچ کر کے کالیادہ کے نواح میں فروکش ہوا سلطان ہوشنگ نے جنگ کا ارادہ کیا اور چند منزل آگے بڑھا لیکن آخر کار شکست کھا کر فراری ہوا اور قلعہ شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا سلطان احمد شاہ گجراتی کی سپاہ نے قلعہ شادی آباد مندو کے دروازے تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا سلطان احمد بھی عقب سے ظفر آباد نعلچہ تک گیا اور چند روز یہاں توقف کر کے لشکر کو اطراف ولایت مالوہ میں بھیجا چونکہ شادی آباد مندو کا قلعہ بیحد مستحکم تھا مجبوراً واپس ہو کر دھار میں آیا سلطان احمد کا ارادہ تھا کہ اب اجین روانہ ہو لیکن چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا امرا اور وزرا نے عرض کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ اس سال جہاں پناہ اپنے دارالملک کو مراجعت فرمائیں اور ان مفسدوں کی جو اس فتنہ و فساد کے باعث ہیں معقول گوشمالی دیکر سال آیندہ بخاطر جمع مملکت مالوہ کی فتح کا

قصد فرمائیں سلطان احمد شاہ گجراتی اس قرارداد کے مطابق دھار سے روانہ ہوا اور گجرات میں آیا۔

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے فرزند ملک محمود کو جس کی پیشانی سے شرافت اور کاروائی ظاہر ہوتی تھی محمود خاں کا خطاب دیکر اس کو اس کے باپ کے ہمراہ مہمات ملکی میں شریک کر دیا سلطان ہوشنگ جس وقت کہیں جاتا تھا ملک مغیث کو قلعہ میں چھوڑ دیتا تھا تاکہ مہمات ملکی کو فیصل کرے اور محمود خاں کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا اسی سال کے آخر سلطان احمد شاہ گجراتی نے ارادہ کیا کہ ولایت مالوہ میں داخل ہو کر جو کچھ اس سے ہو سکے اس میں کوتاہی نہ کرے سلطان ہوشنگ احمد شاہ گجراتی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور قاصدوں کو مع تحائف و ہدایا کے روانہ کر کے صلح کا طالب ہوا سلطان احمد گجراتی نے پیشکش قبول کیا اور اسی وقت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

۸۲۲ھ میں سلطان ہوشنگ نے قلعہ کھیرلہ پر جو برار کی سرحد پر ہے لشکر کشی کی حاکم کھیرلہ نرسنگ رائے پچاس ہزار سوار اور پیادہ سے سلطان ہوشنگ کے مقابلہ کے لئے آیا سخت لڑائی کے بعد سلطان ہوشنگ نے فتح پائی اور نرسنگ رائے مارا گیا سلطان ہوشنگ نے قلعہ سارنگ گڑھ کا جو نرسنگ رائے سے متعلق تھا محاصرہ کر کے فتح کر لیا اور خزانہ اور چوراسی ہاتھی اس کے ہاتھ آئے سلطان ہوشنگ نے نرسنگ رائے کے فرزند کو جو قلعہ کھیرلہ میں تھا اپنا مطیع و باجگذار کیا اور خود محفوظ اور سالم شادی آباد مندو واپس آیا۔

۸۲۵ھ میں سلطان ہوشنگ نے ایک ہزار سوار اپنے لشکر سے منتخب کئے اور سوداگروں کے لباس میں ولایت جاجنگر کا جو ایک ماہ کی راہ ہے رخ کیا اور اسپان نقرہ رنگ جس کو یہاں کا راجہ بیحد عزیز رکھتا تھا اور چند دیگر اشیا جن کو اس مملکت میں لوگ بہ رغبت خریدتے تھے اپنے ہمراہ لیا اس سفر سے سلطان کی یہ غرض تھی کہ اسپ

ومتاع کے معاوضہ میں ہاتھیوں کا انتخاب کر کے ان کو ہمراہ لیجائے
اور اس قوت سے سلطان احمد شاہ گجراتی سے اپنا انتقام لے۔
سلطان ہوشنگ جاج نگر پہنچا اور ایک شخص کو جاج نگر کے راجہ کے پاس
بھیجکر اس کو اطلاع دی کہ ایک سوداگر ہاتھیوں کو خرید کرنے کے لئے
آیا ہے اور اسپان نقرہ رنگ اور سبزہ رنگ اور کیود وقماش و دیگر
سامان بھی اپنے ہمراہ لایا ہے رائے جاج نگر نے کہا کہ سوداگر شہر سے
اس قدر فاصلہ پر کیوں فروکش ہے قاصد نے جواب دیا کہ اس کے ہمراہ
بیشمار سوداگر ہیں اسی بنا پر اس نے اب صحرا کو دیکھ کر اس جگہ قیام کیا ہے
اس شہر کی رسم یہ تھی کہ اگر کوئی سوداگر معتبر آتا اور اسباب واسپ ساتھ
لاتا تو راجہ پہلے اپنے ایک ملازم کو بھیجکر یہ پیام دیتا تھا کہ گھوڑوں پر
زین رکھے اور اسباب کو زمین پر بچھادے اور اس کے بعد راجہ سوار
ہوکر وہاں آتا اور اسپ واشیا کو ملاحظہ کرتا تھا جو چیز کہ اس کو پسند ہوتی
اس کے معاوضہ میں ہاتھی دیتا یا نقد روپیہ ادا کرتا تھا۔ اسی قاعدہ کے بنا پر
رائے جاج نگر نے ہوشنگ کو پیام دیا کہ میں فلاں روز قافلہ میں آؤں گا
سوداگروں کو لازم ہے کہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور اشیا کو زمین پر
بچھا دیں تاکہ میں ان کو دیکھوں اور اگر وہ انکے معاوضہ میں ہاتھی طلب
کریں تو بہتر ہے ورنہ میں نقد قیمت ادا کروں گا قاصد واپس آیا اور
سلطان ہوشنگ نے اپنے ہمراہیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ راجہ کہے
اس کے خلاف نہ کریں اور مقررہ روز کا منتظر رہا جب روز موعود آیا
راجہ نے چالیس ہاتھی اپنے آنے سے قبل قافلہ میں روانہ کر دئے تاکہ
سوداگران کو دیکھیں اور اپنے آنے سے اطلاع دیکر یہ پیام دیا کہ اسباب
کو زمین پر بچھا دیں اور گھوڑوں کو تیار رکھیں سلطان ہوشنگ نے عذر
کیا کہ آج ابروباد ہے ایسا نہ ہو کہ پانی برسے اور ہمارا اسباب ضائع
ہوجائے لیکن راجہ کے ملازمین نے بجبر اسباب کھلوا دیا اسی اثنا میں
راجہ مع پانسو ہمراہیوں کے قافلہ میں آیا اور اشیا کے دیکھنے میں

مشغول ہوا پانی شدت سے برسنے لگا اور رعد و برق کی آواز سے ہاتھی بھاگنے لگے اسباب جو زمین پر بچھا دیا گیا تھا ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پامال ہونے لگا لشکری جو سوداگروں کے لباس میں تھے شور و غل مچانے لگے سلطان ہوشنگ نے سوداگروں کی رسم کے مطابق کچھ بال اپنی ڈاڑھی کے اکھیڑ ڈالے اور کہا کہ جب میرا اسباب تباہ و برباد ہو گیا تو میں زندہ رہکر کیا کروں گا سلطان ہوشنگ اسی جماعت کے ہمراہ گھوڑوں پر سوار ہو کر راجہ کی طرف متوجہ ہوا راجہ مضطرب ہوا اور مجبوراً لڑنے لگا لیکن اول ہی حملہ میں شکست پائی اور چند سپاہی اس کے مارے گئے اور بقیہ شہر میں فراری ہوئے اور راجہ زندہ سلطان ہوشنگ کے ہاتھ گرفتار ہو گیا سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا کہ میں سلطان مالوہ ہوں اور ہاتھیوں کو خریدنے کی غرض سے آیا ہوں جب اسباب میرا تباہ ہو گیا اس وقت میں نے مجبوراً تجھ کو گرفتار کر لیا راجہ سلطان ہوشنگ کی اس جرات سے متعجب ہوا اور ایک شخص کو اپنے اراکین دربار کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ تمام بہترین ہاتھیوں کو روانہ کر دیں راجہ کے وزیروں نے پچھتر ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں بھیجے اور معذرت چاہی سلطان ہوشنگ نے راجہ کو اپنے ہمراہ لیا اور واپس ہونے کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ راجہ کی سرحد کے باہر آیا اور راجہ کو رخصت کر دیا راجہ اپنے شہر میں پہنچا لیکن اس کو سلطان ہوشنگ کی جرات بیحد پسند آئی اور راجہ نے چند عمدہ ہاتھی دوبارہ سلطان ہوشنگ کے لئے روانہ کئے اور معذرت خواہ ہوا۔

سلطان ہوشنگ نے راہ میں سنا کہ سلطان احمد شاہ مالوہ کو خالی پاکر ملک پر حملہ آور ہوا ہے اور بالفعل شادی آباد منڈو کے محاصرہ میں مصروف ہے سلطان ہوشنگ ولایت کھیرلہ پہنچا اور اپنی احتیاط و دوراندیشی کے لحاظ سے اس مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ نے کھیرلہ کے راجہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور قلعہ کھیرلہ پر

قابض ہو کر حصار کو اپنے معتمد امرا کے سپرد کیا اور خود اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کے قریب پہنچا اور سلطان احمد شاہ گجراتی نے امرا کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کے لئے مستعد ہوا سلطان ہوشنگ نے جنگ کی طرف توجہ نہ کی اور تارا پور دروازہ سے قلعہ میں داخل ہو گیا چونکہ قلعہ شادی آباد مشہور روزگار حصار ہے مورخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق قلعہ کے مختصر حالات معرض بیان میں لاتا ہے واضح ہو۔

قلعہ ایک بلند پہاڑ پر واقع ہے جس کا دور انیس کوس سے بھی زاید ہے اس کے دور پر خندق کے بجائے ایک عظیم الشان غار ہے اس قلعہ کا محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرنا بیحد مشکل ہے قلعہ کے اندر آب و اذوقہ بکثرت ہے اور زراعت کے قابل زمین بھی موجود ہے بعد مسافت کی وجہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کرنا ناممکن ہے کیونکہ اس کے تمام دور کو محصور کر لینا انسانی طاقت سے خارج ہے اس حصار کے اکثر مقامات قابل شکست نہیں ہیں اور اکثر مقامات اس کے نواح اور دروازہ کی راہ دکن کی جانب اور تارا پور کے نام سے مشہور ہے بے حد دشوار گزار ہے چنانچہ ایک سوار مشکل سے آسکتا ہے اگر ہر طرف سے لوگ اس قلعہ میں آنا چاہیں تو ان کو نہایت دشواری کے ساتھ بلند پستی طے کرنا پڑے گا اگر لشکر محافظت راہ کی غرض سے مقرر کیا جائے تو راہ کے دور ہوتے اور پہاڑیوں کے حایل ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دوسرے کے حال سے خبردار نہیں ہو سکتے اور اس دروازہ کی راہ جو دہلی کی جانب ہے دیگر تمام راہوں سے آسان تر ہے۔

غرض کہ احمد شاہ گجراتی نے محاصرہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا مجبوراً محاصرہ اٹھا کر ولایت کو غارت و تباہ کرنے میں مشغول ہوا اور اجین سے

گذر کر سارنگپور میں آیا سلطان ہوشنگ اس واقعہ سے مطلع ہوا اور دوسری
راہ سے پیشتر قلعہ سارنگپور میں پہنچ گیا سلطان ہوشنگ نے از راہ فریب
سلطان احمد شاہ کے پاس پیام بھیجا کہ حق اسلام ہمارے درمیان میں ہے
ہم کو ایک دوسرے کے ممالک کو تباہ کرنا اور رعایا کی خون ریزی کرنا
اپنے سر وبال آخرت لینا ہے مناسب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ اس قسم
کی تباہی وخرابی واقع ہو آپ اپنے دارالملک کو تشریف لے جائیں آپ کے
تشریف لے جانے کے بعد ایلچی مع پیشکش کے خدمت مبارک میں پہنچ جائیگا

سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس کے اقوال پر اعتماد کیا اور اس شب
کو حفاظت لشکر وہوشیاری واحتیاط میں سستی سے کام لیا سلطان
ہوشنگ وقت وموقع کا منتظر تھا اس نے شب دوازدہم ماہ محرم
۸۲۶ھ میں لشکر گجرات پر شبخون مارا چونکہ گجراتی لشکر غافل تھا بیشمار
اہل گجرات مارے گئے منجملہ ان کے سلطان احمد شاہ گجراتی کی بارگاہ کے
قریب راے ساہت راجہ ولایت وندہ جس کو فی الحال عوام کے محاورہ
میں کری کہتے ہیں مع پانسو راجپوت کے کام آیا سلطان احمد شاہ گجراتی
اپنے سراپردۂ خاص سے باہر نکلا اور اس نے حالات دگرگوں دیکھے
بادشاہ صرف ایک آدمی کے ہمراہ جنگل میں آکر کھڑا ہوا قریب صبح کے
تمام لشکر گجرات سلطان احمد شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان احمد شاہ
گجراتی نے قریب صبح صادق کے سلطان ہوشنگ کے لشکر پر حملہ کیا
اور معرکۂ کارزار ایسا گرم ہوا کہ ہر دو بادشاہ بذات خاص جنگ کے لئے
مستعد ہو کر زخمی ہوئے آخر کار سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور
اس نے فراری ہو کر قلعہ سارنگپور میں پناہ لی سات ہاتھی اور بیشمار
مال غنیمت گجراتیوں کے ہاتھ آیا

چودھویں ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے کوچ کا ارادہ کیا
اور بفتح وفیروزی گجرات کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کو اس واقعہ
کی اطلاع ہوئی اور یہ بے انتہا غرور ودلیری کے ساتھ قلعہ سارنگپور کے

باہر آیا اور گجراتیوں کا تعاقب کیا سلطان ہوشنگ نے اس حصہ لشکر کے جو عقب میں رہ گیا تھا بے شمار سپاہیوں کو ہلاک کیا سلطان احمد شاہ گجراتی مجبوراً لوٹ پڑا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوگئی اول حملہ میں سلطان ہوشنگ نے حریف کے مقدمۂ لشکر کے اکثر سپاہیوں کو قتل کر ڈالا سلطان احمد نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اور خود میدان جنگ میں آکر اس قدر کوشش کی کہ اس کی فتح کے آثار نمایاں ہونے لگے سلطان ہوشنگ کے بازوئے شجاعت تھک گئے اور اس نے دوبارہ سارنگ پور کے قلعہ میں پناہ لی سلطان ہوشنگ کے چار ہزار سپاہی اس روز میدان جنگ اور حالت فراری میں مارے گئے اور ہوشنگ کے اسباب شاہانہ پر گجراتیوں کا قبضہ ہوگیا سلطان احمد شاہ گجراتی اپنی سرحد میں پہنچا اور سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو میں داخل ہوا سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے اور اس کی شادی آباد مندو کی واپسی کے مفصل واقعات کے بارے میں ایک دوسری روایت بھی موجود ہے چونکہ یہ روایت ضعف سے خالی نہیں ہے لہٰذا اس روایت کو مولف نے وقائع گجرات میں لکھ کر اسی پر اکتفا کی اور اس مقام پر دوبارہ اُسے بیان نہیں کیا سلطان ہوشنگ نے اسی سال قلعہ کاکرون کی فتح کے لئے تیاری کی اور قلیل مدت میں اس پر قابض ہوگیا بادشاہ نے اسی زمانہ میں دوبارہ قلعہ گوالیار کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور پے در پے کوچ کر کے قلعہ کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا اس واقعہ کے چند روز بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں نے بیانہ کی راہ سے راجۂ گوالیار کی امداد کی غرض سے لشکرکشی کی جس وقت یہ خبر منتشر ہوئی سلطان ہوشنگ نے قلعہ کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور دبل پور کے تالاب تک کوچ کر گیا س واقعہ کے چند روز کے بعد ہر دو بادشاہوں کے درمیان صلح کے پیامات جاری ہوئے اور ایک نے دوسرے کو تحائف دئے اور اپنے دارالملک واپس آ گئے۔ ۸۳۶ھ میں سلطان احمد شاہ بہمنی والی دکن نے قلعۂ کھیرلہ کی فتح کے ارادہ سے روانگی کا قصد کیا

سلطان احمد شاہ بہمنی کھیرلہ پہنچا اور قلعۂ کھیرلہ کے فتح کرنے میں مصروف ہوا حاکم حصار یعنی نرسنگ رائے مقتول کے فرزند نے جو سلطان ہوشنگ کے حکم سے یہاں کا حاکم تھا ایلچی بھیجکر سلطان ہوشنگ سے امداد طلب کی سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ کی جانب روانہ ہوا سلطان ہوشنگ قلعہ کھیرلہ کے قریب پہنچا اور دکنیوں نے اسی وقت کوچ کیا اور اپنی مملکت کی طرف واپس ہوے سلطان ہوشنگ نے اس امر کو دکنیوں کی کمزوری و عاجزی پر محمول کیا اور رائے کھیرلہ کے اغواسے ان کے تعاقب میں مشغول ہوگیا سلطان احمد شاہ بہمنی مع اپنے امرا و خاصہ خیل کے کمین گاہ میں پوشیدہ ہوگیا اور بقیہ لشکر کو سلطان ہوشنگ کے مقابلہ میں جنگ کے لئے حکم دیا سلطان ہوشنگ سرگرم تعاقب مسافت طے کر رہا تھا کہ اثنائے راہ میں اس نے دکنیوں کی فوج کو جنگ کے لئے مستعد پایا اور ان کے مقابلہ میں کھڑا ہوگیا سلطان ہوشنگ نے دکنیوں کی قلیل فوج کو دیکھا اور عقب کے لشکر کا انتظار نہ کر کے لڑائی میں مشغول ہوگیا سلطان احمد شاہ بہمنی نے تدبیر کو تقدیر کے موافق پایا اور کمین گاہ سے باہر نکل کر سلطان ہوشنگ کے عقب میں آیا اور حریف پر حملہ آور ہوا سلطان ہوشنگ جو اس واقعہ سے بالکل بے خبر تھا بے حد مضطرب ہوا اور اپنی عادت کے مطابق دکنیوں سے بھی شکست فاش پائی سلطان ہوشنگ نے اپنے احمال و اثقال کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود فراری ہوا سلطان ہوشنگ کے اہل و عیال دکنیوں کی ہاتھ میں اسیر ہو گئے سلطان احمد شاہ بہمنی اس جماعت کی گرفتاری سے واقف ہوا اور از راہ مروت خواجہ سرا اور امیروں کی ایک جماعت کو متعین فرما کر ہوشنگ کے زن و فرزند کے لوازم ضیافت و مہماں داری کو ادا کر کے ہر فرد کو جامہائے زریں جواہر و زر عطا فرمائے اور اپنے معتمد امین امرا اور پانسو سپاہ کے ہمراہ سلطان ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔

سنہ ۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ کالپی کو فتح کرنے کے ارادہ سے

جو سلطان مبارک شاہ بادشاہ دہلی کے ملازم عبدالقادر کے زیر حکومت تھی مندو سے روانہ ہوا سلطان ہوشنگ کالپی کے نواح میں پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان ابراہیم شرقی بھی بیشمار لشکر کے ہمراہ اپنے دارالملک جونپور سے کالپی کو فتح کرنے کی غرض سے بہ تعجیل آرہا ہے سلطان ہوشنگ نے سلطان ابراہیم کی مدافعت کو کالپی کی فتح پر مقدم خیال کیا اور اس سے جنگ کے لئے متوجہ ہوا ہر دو لشکر ایکدوسرے کے قریب پہنچے اور جنگ امروز و فردا پر ملتوی ہونے لگی شاہ ابراہیم شرقی کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ سلطان مبارک شاہ فرمانروائے دہلی نے موقع پاکر جونپور کا ارادہ کیا ہے سلطان ابراہیم نے اس خبر کو سنا اور بے اختیار جونپور کی طرف راہی ہوا سلطان ہوشنگ بلانزاع کالپی پر قابض ہوا اور شہر میں خطبہ سلطان ہوشنگ کے نام کا پڑھا گیا سلطان ہوشنگ نے چند روز کالپی میں قیام کیا اور اس کے بعد شہر کی حکومت عبدالقادر سابق حاکم کالپی کے سپرد کر کے خود مالوہ روانہ ہوا ۔

اثنائے راہ میں بادشاہ کو تھانہ داروں کے عرائض موصول ہوئے کہ چند سرکشوں نے کوہ جابیہ سے ولایت مالوہ میں داخل ہو کر بعض مواضعات و قریات پر حملہ کیا ہے اور حوض بھیم کو اپنا ملجا بنا رکھا ہے اس حوض کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ رائے بھیم نے اپنے عہد میں اس فاصلہ راہ میں جو پہاڑوں کے درمیان اس کی مملکت میں واقع ہوا تھا پتھروں کو تراش کر بند باندھ دیا تھا عرض و طول اس بند کا اس حد تک ہے کہ دوسری سمت اس کی نہیں نظر آتی اور اس کی گہرائی کی تھاہ نہیں ہے اسی زمانہ میں جب کہ تھانہ داروں کے عرائض موصول ہوئے سلطان ہوشنگ کی اولاد کے درمیان بھی نزاع پیدا ہوئی ۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کے سات فرزند اور تین دختر تھیں تین فرزند اس کی دختر عالم خاں حاکم اسیر کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جن کے اسماء یہ ہیں عثمان خاں فتح خاں اور ہیبت خا

اور دوسرے فرزند اس کے احمد خاں عمر خاں اور ابو اسحاق کے نام سے موسوم تھے آخر الذکر شاہزادوں کو سلطان ہوشنگ کے ولد اکبر غزنین خاں سے خلوص و اتحاد حاصل تھا لیکن عثمان خاں اور غزنین خاں میں ہمیشہ سے نزاع چلی آتی تھی ایک جماعت امرا و سپاہ کی عثمان خاں کی بہی خواہ تھی اور دوسری جماعت غزنین خاں کی ہوا خواہی کا دم بھرتی تھی سلطان ہوشنگ کو اپنے فرزندوں کی باہمی مخالفت سے بیحد کلفت پیدا ہوئی۔ ملک مغیث اور اس کا فرزند محمود خاں بیحد عاقل اور ذی فہم اور تجربہ کار تھے سلطان ہوشنگ کی خوشنودی طبع کی کوشش کرتے تھے اور معاملات پسندیدہ و خوشگوار پیش نظر کر کے غبار کلفت اس کے دل سے دور کرتے تھے چنانچہ مکرر سلطان ہوشنگ نے اپنی زبان سے کہا کہ محمود خاں اس قابل ہے کہ میں اس کو اپنا ولیعہد کروں ملک مغیث عاجزانہ عرض کرتا تھا کہ شاہزادوں کی عمر کی بقا ہو ہم بندگان دولت ہیں ہمارے قلوب میں کوئی اور خیال بجز جاں نثاری و خدمتگزاری کے نہیں ہے عین کالپی کی راہ میں ایکدن عثمان خاں نے اپنے برادر بزرگ غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی یعنی اپنے ایک ملازم کو سلطان زادہ غزنین خاں کے حرم میں بھیجا ملازم غزنین خاں کے حرم میں گیا اور غزنین خاں کو گالیاں دیں ہرچند نگہبانوں اور خواجہ سراؤں نے منع کیا لیکن عثمان خاں کا ملازم اپنی حرکت سے باز نہ آیا آخر کار عثمان خاں کے ملازم اور غزنین خاں کے ملازموں میں مارپیٹ کی نوبت آگئی شہزادہ عثمان خاں اپنی بدافعالی سے مطلع ہوا اور اپنے باپ کے غصہ سے ڈر کر لشکر گاہ کے باہر چلا گیا اور وہاں دیگر امور بد کا بھی مرتکب ہوا۔

شاہزادہ امرائے ناعاقبت اندیش کو وعدہ ہائے دلخوش کن سے فریفتہ کر کے بادشاہ سے بیوفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ ان حرکات سے مطلع ہو کر بیحد غضبناک ہوا اور ملک مغیث سے

اس بارے میں مشورہ کیا ملک مغیث نے عرض کیا کہ چونکہ اس قسم کے حرکات اکثر شہزادہ سے ظہور میں آئے ہیں اور معاف فرمائے گئے ہیں اس مرتبہ بھی حضور چشم پوشی فرمائیں تاکہ شاہزادہ آکر لشکر سے ملحق ہو جائے سلطان ہوشنگ نے تغافل سے کام فرمایا اور شاہزادہ عثمان خاں مقدمات کی تمہید کر کے لشکر گاہ میں آیا سلطان ہوشنگ اجین پہنچا اور بادشاہ نے ایک روز دربار عام کا حکم دیا اور اس مجلس میں عثمان خاں اور فتح خاں اور ہیبت خاں پر عتاب کر کے ان کو موکلوں کے سپرد کر دیا اس واقعہ کے تین روز بعد سلطان ہوشنگ نے ان تینوں بھائیوں کو پابہ زنجیر کر کے ملک مغیث کے حوالہ کیا اور قلعۂ شادی آباد مندو میں مقید کر دیا۔

سلطان ہوشنگ خود کوہ جابیہ کے سرکشوں کی تادیب و گوشمالی کی طرف متوجہ ہوا اور بہ تعجیل کوہ جابیہ پہنچکر حوض بھیم کے بند کو توڑ ڈالا سلطان ہوشنگ نے بھیم حوض سے بھی بہ تعجیل مسافت کو طے کر کے اس نواح کے سرکشوں کو پامال و تباہ کیا۔ کوہ جابیہ کا راجہ پیادہ جنگل میں بھاگ گیا اور مفرور راجہ کا تمام مال اور اس کے زن و فرزند سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے اور شہر برباد کر دیا گیا رعایا کے لڑکے اور لڑکیاں بھی نظر بند ہوئیں۔ سلطان ہوشنگ واپس آیا اور قلعۂ ہوشنگ آباد میں موسم برسات کو ختم کیا۔ سلطان ہوشنگ عین برسات کے موسم میں ایکدن شکار کے قصد سے سوار ہوا اثنائے سیر میں لعل بدخشانی تاج سلطانی سے نکل کر گر پڑا اور تین روز گذر جانے کے بعد ایک پیادہ نے بادشاہ کے نذر کیا اور پانچسو تنکے انعام پائے سلطان ہوشنگ نے اس تقریب پر ایک حکایت بیان کی کہ ایکدن ایک لعل سلطان فیروز شاہ کے تاج سے جدا ہو کر گر پڑا اور ایک پیادہ اس کو لے آیا فیروز شاہ نے پانچسو تنکے اس کو انعام دیا اور فرمایا کہ یہ آفتاب عمر کے غروب ہونے کی تشبیہ ہے اس

واقعہ کے چند روز کے بعد سلطان فیروز شاہ نے دنیا سے کوچ کیا میرا خیال ہے کہ میری عمر کا پیمانہ بھی لبریز ہو چکا ہے اور چند نفس سے زیادہ باقی نہیں ہیں۔

حضار مجلس نے دعا وثنا کے بعد عرض کیا کہ سلطان فیروز شاہ نے یہ بات کہی تھی اس وقت اس کی عمر نو دسال کی ہو چکی تھی اور بادشاہ ابھی جوان و قابل فرمانروائی ہیں سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ انفاس عمر کے لئے کم وبیش کی قید لازمی نہیں ہے اتفاق سے چند روز کے بعد سلطان ہوشنگ مرض سلسل البول میں مبتلا ہوا بادشاہ نے موت کے آثار مشاہدہ کئے اس وقت ہوشنگ آباد سے شادی آباد مندو کی طرف متوجہ ہوا ایک روز اثنائے راہ میں سلطان ہوشنگ نے دربار عام کیا اور امرا اور سرداران لشکر کی موجودگی میں مہر سلطنت فرزند غزنین خاں کو عنایت کی۔

سلطان ہوشنگ نے غزنین خاں کا ہاتھ ملک محمود المخاطب محمود خاں کے ہاتھ میں دیا محمود خاں نے لوازم آداب بجالا کر عرض کیا کہ جب تک رمق جان میرے جسم میں باقی ہے میں خدمتگذاری وجاں نثاری میں کوتاہی نہ کروں گا سلطان ہوشنگ نے امرا و وزرا سے عموماً وصیت فرمائی کہ تمام افراد باہمی مخالفت و دشمنی کیوجہ سے مملکت کو تباہ نکریں سلطان ہوشنگ چونکہ یہ امر بفراست دریافت کر چکا تھا کہ محمود خاں اس امر کا مدعی ہے کہ سلطنت اس کی جانب منتقل ہو جائے لہذا مکرر نصائح اس کے گوش گذار کر دیئے اور اپنے حقوق تربیت اسے یاد دلا کر کہا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی صاحب شمشیر و باشوکت فرمانروا ہے اور ہر وقت تسخیر مالوہ کا ارادہ اپنے قلب و دماغ میں رکھتا ہے اور وقت فرصت کا منتظر ہے اگر مہمات مملکت کی انجام دہی اور سپاہ و رعیت کی تربیت و پرورش میں سستی و غفلت واقع ہوئی اور شہزادہ کی مراعات کا لحاظ نہ کیا گیا تو یقین جانو کہ سلطان احمد گجراتی مصمم ارادہ تسخیر مالوہ کا

کر کے تمہارے شہزادہ کی جمعیت کو منتشر کر دے گا ۔

دوسری منزل میں شہزادہ غزنین خاں نے اپنے ایک امیر محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ اگر حضرت وزارت پناہ اپنی بیعت کو ایمان و قسم سے موکد کر دیں تو مجھے اطمینان خاطر حاصل ہو جائے محمود خاں نے شاہزادہ کے التماس کو قبول کیا اور اپنے عہد و پیمان کو ایمان و قسم سے مستحکم کر دیا بعض امرا نے جو شہزادہ عثمان خاں کے بہی خواہ تھے خواجہ نصر اللہ کے وسیلہ سے عرض کیا کہ شہزادہ عثمان بھی جوان شائستہ و سعادتمند ہے اگر وہ قید سے رہا کر دیا جائے اور ایک حصہ بلاد مالوہ کا اس کی جاگیر میں مقرر کر دیا جائے تو بہتر و مناسب ہے سلطان ہوشنگ نے جواب دیا کہ اس امر کا خیال میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا لیکن اگر میں عثمان خاں کو رہا کئے دیتا ہوں تو امور سلطنت میں خلل پیدا ہو کر فساد عظیم برپا ہو جائے گا ۔

یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی کہ بعض امرا عثمان خاں کی رہائی کے لئے ساعی ہیں غزنین خاں نے دوبارہ محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اگر تم میرے حضور میں عہد سابق کو ایمان و قسم سے دوبارہ مستحکم کر دو تو مجھے از سر نو اطمینان حاصل ہو جائے ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں راہ میں سر سواری شاہزادہ غزنین خاں سے ملا اور دوبارہ قسم کھا کر کہا کہ جب تک رمقے جان بھی میرے جسم میں باقی ہے میں شاہزادہ کی بہی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا امرا جس وقت ان حالات سے واقف ہوئے انھوں نے ملک عثمان خاں جلال کو جو ایک مقتدر و معتمد امیر تھا ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں کی خدمت میں بھیجا اتفاق سے محمود خاں المخاطب بہ عمدۃ الملک بھی اس وقت محمود خاں کی خدمت میں حاضر تھا ۔

ملک عثمان خاں جلال اور ملک مبارک غازی محمود خاں کے

پاس آئے محمود خاں عمدۃ الملک کو خیمہ گاہ میں چھوڑ کر خود باہر آیا اور اپنی بارگاہ میں بیٹھا تاکہ جو گفتگو درمیان میں آئے اس کو خود عمدۃ الملک بھی سنے ملک مبارک غازی نے شہزادہ عثمان اور امرا کی جانب سے بعد دعا کے یہ پیام دیا کہ جب سے امر حکومت وزارت کا دنیا میں وجود ہے آپ کے مثل کوئی وزیر مسند وزارت پر نہیں بیٹھا لیکن ہم سب کو اس امر کا بیحد تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ عثمان خاں شجاعت وسخاوت داد گستری و رعیت نوازی کے صفات سے متصف ہے آپ نے ولیعہدی کے معاملہ میں عثمان خاں پر غزنین کو ترجیح دی ہے۔ ماسوا اس کے شہزادہ عثمان خاں ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف کا داماد بھی ہے اور اس اعتبار سے شاہزادہ عثمان خاں کے فرزند ملک مغیث کے بھی فرزند ہیں اگر سلطان پر ضعف طاری نہ ہوتا اور اس کے قویٰ میں فرق نہ پیدا ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز اس امر کا ارادہ نہ کرتا اب تمام اکابر و امرا اس امر کی آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ اپنی توجہ شہزادہ عثمان خاں کے شامل حال رکھیں اور اپنے دست شفقت کو اس کے سر پر سے نہ اٹھائیں۔

چونکہ ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں کا یہ منشاء تھا کہ شہزادہ عثمان خاں کا جو فی الحقیقت شایستہ سلطنت ہے وجود درمیان میں نہ آنے پائے لہذا محمود خاں نے جواب دیا کہ بندہ کو بندگی سے کام ہے خواجگی و خداوندی کو وہ جانے جو اس کا مستحق ہے میں نے مدت العمر میں کبھی ان لاحاصل امور سے تعلق نہیں رکھا۔

ملک مبارک غازی خاں رخصت ہوا اور محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلا لیا اور کہا کہ جو کچھ تم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اس کو شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں عرض کرد عمدۃ الملک شہزادہ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا شہزادہ سے بیان کیا غزنین خاں کو محمود خاں کی جانب سے اطمینان حاصل ہو گیا اور

شہزادہ بیخوش ہوا امرا سلطان ہوشنگ کی زیست سے مایوس ہو گئے اور ملک عثمان جلالی کے وکیل مظفر خاں نے ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں کو متفق کر کے شہزادہ کو قید خانہ سے نکال لے جائے ظفر خاں اپنے اسی ارادہ کی بنا پر لشکر گاہ سے فراری ہوا۔

یہ خبر ملک محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے فوراً شہزادہ غزنین خاں کو مطلع کیا غزنین خاں نے ان واقعات کے تدارک کی کوشش کی اور ملک احسن و ملک برخوردار کو متعین کیا کہ اصطبل سے پچاس گھوڑے مہیا کریں میر اخور شہزادۂ عثمان کا ہوا خواہ تھا اس نے جواب دیا کہ ہنوز سلطان زندہ ہے بلا حکم شاہی ایک گھوڑا بھی نہ دوں گا میر آخور اسی وقت روانہ ہوا اور ایک معتبر خواجہ سرا سے کہ وہ بھی شہزادہ عثمان خاں کا ہی خواہ تھا اس واقعہ کو بیان کیا خواجہ سرا نے اس امر کو غضب شاہانہ اور اعتراض سلطانی کا باعث تصور کر کے میر آخور کو یہ تعلیم دی کہ بادشاہ کے پلنگ کے قریب جا کر باواز بلند کہو تاکہ بادشاہ سنے اور اس کے قلب میں خطرہ پیدا ہو کہ ہنوز میں زندہ ہوں اور شہزادۂ غزنین خاں میرے اسباب میں تصرف کرتا ہے میر آخور نے خواجہ سرا کی نصیحت پر عمل کیا۔

سلطان ہوشنگ قدرے ہوش میں آ گیا اور کہا کہ میرا ترکش کہاں ہے بادشاہ نے اسی وقت تمام امرا کو طلب فرمایا امرا محض اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ فوت ہو چکا ہو اور غزنین خاں اس بہانہ سے بلا کر ہم کو قید و قتل کر لے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے یہ خبر غزنین خاں کو معلوم ہوئی اور خوف و رعب طاری ہو گیا چونکہ شاہزادہ خفیف العقل تھا معاملات کو بخوبی ذہن نشین نہ کر سکا اور کاکرون میں جو تین منزل لشکر سے دور تھا بھاگ کر چلا گیا۔

غزنین خاں نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کی خدمت میں بھیجکر پیام دیا کہ تمام امرا شہزادۂ عثمان خاں کی حکومت پر متفق ہیں اور میں بجز

تمھارے کوئی دوسرا بہی خواہ نہیں رکھتا آپ کو معلوم ہے کہ سلطان نے ترکش کو طلب کیا تھا میں محض تو ہم پر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ مجھکو گرفتار کر کے میرے بھائیوں کے ہمراہ قید کر دے لشکر گاہ سے باہر چلا گیا ہوں محمود خاں نے جواب دیا کہ ہرگز تم سے کوئی امر خلاف مرضی سلطان ظہور میں نہیں آیا اور پچاس گھوڑوں کے طلب کرنے کا قصہ میں بوقت مناسب بادشاہ سے عرض کر دوں گا۔

غزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا کہ اگرچہ وزارت پناہ نے میری دستگیری کی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ کی حضور میں میری بیجا شکایتیں کی ہیں لہذا مجھ پہ خوف غالب آگیا ہے محمود خاں نے جواب دیا کہ ان شکایات سے کوئی اندیشہ نہیں شہزادۂ غزنین خاں کو چاہئے کہ بہت جلد لشکر گاہ میں داخل ہو جائے اس لئے کہ وقت تنگ ہو چکا ہے اور آفتاب قریب غروب ہے۔

محمود خاں نے ایک خط عمدۃ الملک کے سامنے ملک مغیث کے نام روانہ کیا جس کا یہ مضمون تھا کہ بادشاہ شہزادہ غزنین خاں کو اپنا ولیعہد و قائم مقام مقرر کر چکا ہے اور اب مرض نے بادشاہ کی حالت ابتر کر دی ہے اور مقربین بادشاہی حیات سے مایوس ہو چکے ہیں آپ پر لازم ہے کہ شاہزادہ عثمان خاں کی محافظت میں کوشش فرمائیں جس وقت عمدۃ الملک نے شہزادۂ غزنین خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر محمود خاں کا پیام ادا کیا اور خط کا مضمون بیان کیا شہزادۂ غزنین خاں مسرور و شاداں لشکرگاہ میں داخل ہو گیا۔

خاں جہاں عارض ممالک اور خواجہ سراؤں نے جو شاہزادۂ عثمان خاں کے بہی خواہ تھے اس امر کا اندازہ کر کے کہ اب بادشاہ چند لمحے کا مہمان ہے باہم یہ صلاح کی کہ دوسرے روز صبح کو پیلا اس کے کہ محمود خاں کو اطلاع ہو سلطان کو پالکی میں سوار کر کے بہ جبل مندو کی طرف

روانہ ہوں تاکہ شہزادہ عثمان خاں کو قید سے نکالکر تخت سلطنت پر بٹھلا دیں خان جہاں اور خواجہ سرا دوسرے دن صبح کو اپنے مشورہ کے موافق بادشاہ کو پالکی میں سوار کرکے بہ تعجیل روانہ ہوئے لیکن قلیل مسافت طے کی تھی کہ بادشاہ نے وفات پائی ۔

محمود خاں اس واقعہ سے مطلع ہوا اور کچھ ملازمین کو بھیجا تاکہ خواجہ سراؤں اور امرا کو ملامت کرکے پالکی کو روک لیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں اس مقام پر پہنچے اور یہیں فردکش ہوکر خواجہ سراؤں پر بوجہ ان کی اس تعجیل کے غصہ کیا ۔

خواجہ سراؤں نے جواب دیا کہ بادشاہ اپنی حیات میں روانگی کے لئے تعجیل فرما رہے تھے ہم لوگ حسب الحکم روانہ ہوئے ہیں شہزادہ غزنین خاں اور محمود خاں نے یہ سنکر سکوت کیا محمود خاں نے بارگاہ سلطانی نصب کی اور بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگئے بقیہ تمام امرا گوشہ نشیں ہو گئے محمود خاں نے تجہیز و تکفین سے فارغ ہوکے باآواز بلند کہا کہ سلطان ہوشنگ بحکم خدا فوت ہو گیا اور شہزادہ غزنین خاں کو جو اس کا خلف الصدق ہے اپنا قائم مقام اور ولیعہد مقرر کرچکا ہے جو شخص اس کے موافق ہو شاہزادہ سے بیعت کرے اور جو شخص اس امر کا مخالف ہو وہ لشکر سے علیحدہ ہوکر اپنی فکر کرے ۔

محمود خاں نے یہ کہہ کر غزنین خاں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور بیعت کرکے بہت رویا اس کے بعد امرا فرداً فرداً شہزادہ غزنین خاں کے قدموں کو بوسہ دینے لگے اور سب بے اختیار روتے تھے شہزادہ غزنین خاں کی سلطنت امرا اور اکابر کی بیعت سے مستحکم ہو گئی اور سلطان ہوشنگ کی لاش کو اٹھا کر شادی آباد مندو کے مدرسہ میں لے گئے اور عرفہ کے دن نویں ذی الحجہ کو پیوند خاک کیا ۔

بادشاہ کے دفن کے بعد قصر شاہی میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف اور خان جہاں وغیرہ تمام امرا نے

بیعت کی اور لوازمات نثار و ایثار بجا لائے سلطان ہوشنگ نے تیس سال حکومت کی مندو میں بادشاہ ایک حظیرہ کے اندر دفن ہے جو چونہ اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے حظیرہ کے اندر ہمیشہ پانی ٹپکتا ہے مولف نے بھی اس حظیرہ کو دیکھا ہے باسباب ظاہر ہوا پتھر کے سوراخوں میں داخل ہو جاتی ہے اور یہی ہوا پانی کے قطرات بنکر ٹپکتی ہے لیکن اہل ہند اس کو سلطان ہوشنگ کی کرامت خیال کرتے ہیں۔

ذکر سلطنت سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری۔

سلطان ہوشنگ فوت ہوا اس کے فرزند غزنین خاں نے گیارہ ذی الحجہ ۸۳۸ھ میں ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف اور اہتمام الملک المخاطب بہ محمود خاں کی سعی سے تاج فرمانروائی سر پر رکھا اور سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا امرا نے طوعاً و کرہاً اس کی بیعت کی ہر امیر کی جاگیر اور اس کا وظیفہ بدستور قدیم بحال رہا اور کسی قسم کا تبدل واقع نہ ہوا۔

ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف اور محمود خاں کی حسن تدبیر سے رواج و رونق تازہ پیدا ہوئی اور تمام رعایا نے محمد شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی محبت رعایا کے قلوب میں پیدا ہو گئی سلطان غزنین نے ملک مغیث المخاطب بہ ملک شرف کو مسند عالی کا خطاب دیکر عہدۂ وزارت اس کے سپرد کر دیا اور ملک مغیث کے فرزند ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں کو امیر الامرا کے عہدہ پر نامزد فرمایا سلطان غزنین نے اپنے جلوس سلطنت کے چندروز بعد اپنے بھائیوں کے قتل کا ارادہ کیا اور ان کا خون ناحق بہا ڈالا اور اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں کی آنکھ میں مع اس کے تینوں فرزندوں کے سلائی پھروا دی ان مظالم سے خلایق کے قلوب اس سے متنفر ہو گئے اور ان کے دلوں میں بجائے محبت کے عداوت پیدا ہو گئی برادران مظلوم کی خونریزی اس کے حق میں مبارک ثابت نہ ہوئی اور قلیل عرصہ میں فساد برپا ہو گیا

ملک کے ہر گوشہ میں فتنہ کی آگ بھڑکی اور ولایت نادونی کے راجپوتوں نے بغاوت کی اور ایک حصۂ ملک پر حملہ آور ہوئے یہ خبر سلطان محمد شاہ کو معلوم ہوئی اور بادشاہ نے خان جہاں کو پندرہ ربیع الاول ۸۳۸ھ کو دس ہاتھی اور خلعت خاص دیکر اس گروہ کی تادیب کے لئے معین فرمایا محمد شاہ نے مملکت کے انتظام کو فراموش کیا اور مے نوشی کا عادی ہوا اور اس کثرت سے عادی ہوا کہ سوا ساقی و شراب کے اور کچھ اسے یاد نہ رہا۔ چونکہ خان جہاں محمود خاں کے ملازمین نے عمدہ جاگیریں پائی تھیں اور ان کی ثروت و مقدرت اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکی تھی لشکر و اکابر شہر اور ارا کین مملکت جن سے محمود خاں کو خدشہ تھا خان جہاں کے ہمراہ چلے گئے اور کسی شخص کو اس جماعت کی جانب سے اندیشہ ہمسری کرنے کا نہ باقی رہ گیا پیران سال خوردہ کا ایک گروہ جو دولت غوریہ کا بہی خواہ تھا انتقال سلطنت اور دولت غوریہ کے زوال سے متاثر ہوا اور بادشاہ کی ایک حرم کے وسیلہ سے یہ پیام دیا کہ محمود خاں کے دماغ میں حرص سلطنت نے غرور پیدا کر دیا ہے اور وہ اس خیال میں ہے کہ سلطان کو معزول کر خود تخت حکومت پر جلوس کرے۔

سلطان محمد نے ان اشخاص کے اتفاق سے اس امر کا ارادہ کیا کہ قبل اس کے کہ محمود خاں سے یہ امر وقوع میں آئے اس کو خود قتل کر ڈالنا چاہیئے یہ خبر محمود خاں کو معلوم ہوئی اور اس نے کہا کہ خدا کا شکر کہ عہد شکنی میری جانب سے وقوع میں نہیں آئی پس محمود خاں اپنے مقصد کی فکر میں سرگرم ہوا اور ہر وقت لشکر کی تیاری کی فکر میں کرنے لگا محمود خاں اپنی ہوشیاری و احتیاط کی وجہ سے ہر وقت سلطان محمد کے حضور میں آمد و رفت رکھتا تھا سلطان محمد محمود خاں کے طریقۂ ہوشیاری کو دیکھتا تھا اور اسپر اور زیادہ خوف غالب آتا جاتا تھا یہاں تک کہ سلطان محمد ایکدن محمود خاں کا ہاتھ پکڑ کر اس کو

اپنی حرم سرا کے اندر لے گیا اور اپنی بیگم کو بھی جو محمود خاں کی ہمشیر تھی اسی مقام پر بلالیا بادشاہ نے مخدومہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا کہ میں محمود خاں سے کہتا ہوں کہ تو میرا قصور معاف کر دے اور مجھے امید ہے کہ تو مجھے مضرت جانی نہ پہنچائے گا پس امورات سلطنت بے نزاع و مخالفت تجھ کو مبارک ہوں محمود خاں نے کہا کہ شاید میرا عہد و قسم سلطان کے دل سے فراموش ہو گیا ہے جو اس قسم کی گفتگو زبان پر لاتے ہیں اگر کسی منافق نے اغراض ذاتی کے اعتبار سے ان امور کو بادشاہ کی حضور میں عرض کیا ہے تو یقین ہے کہ آخر کار وہ نادم و شرمندہ ہوگا اگر میری جانب سے کسی قسم کا خدشہ بادشاہ کے دل میں پیدا ہو گیا ہے تو میں فی الحال تنہا ہوں اور کوئی شخص یہاں اس وقت موجود نہیں ہے کہ میری حمایت میں بادشاہ کی مزاحمت کر سکے۔

محمود خاں کی تقریر سنکر سلطان محمد نے معذرت طلب کی اور فریقین ایکدوسرے کے ساتھ نرمی و چاپلوسی سے پیش آئے چونکہ سلطان محمد خفیف العقل تھا اور واہمہ اس پر غالب آگیا تھا ہر لحظہ اس سے ایسے حرکات جو بے اعتمادی پر مبنی ہوں ظہور میں آتے تھے محمود خاں نے مجبوراً اپنے حصول مطلب کے لئے انتہائی کوششیں کرنی شروع کیں اور سلطان محمد کے ساقی کو بیشمار روپیہ دیکر اس امر پر آمادہ کیا کہ شراب میں زہر ملاکر سلطان محمد کا کام تمام کرے اور ساقی نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا۔

امرا جو اس واقعہ سے مطلع ہوئے خواجہ نصر اللہ وزیر مشیر الملک اور لطیف ذکریا اور بعض سرداروں نے اتفاق کر کے سلطان محمد کی وفات کی خبر کو مخفی رکھا اور شہزادہ مسعود خاں بن سلطان محمد شاہ کو جس کی عمر تیرہ سال کی تھی حرم سرا کے باہر لے آئے اور تخت سلطنت پر بٹھلا دیا اس کے بعد امرا نے باہم یہ قرار داد کی کہ جس حیلہ و بہانہ سے ممکن ہو سکے محمود خاں کا قدم درمیان سے اٹھا دیا جائے امرا نے بایزید شیخا کو ملک محمود المخاطب بہ محمود خاں کے پاس روانہ کیا اور یہ پیام دیا کہ

سلطان محمد تم کو یہ تعجیل طلب کرتا ہے تاکہ بصیغۂ رسالت گجرات کی جانب روانہ کرے۔

محمود خاں چونکہ سلطان محمد کی وفات سے آگاہ ہو چکا تھا اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے تمام مشاغل کو ترک کر دیا ہے اور اب یہ ارادہ ہے کہ بقیہ عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی میں صرف کروں لیکن باوجود اس ارادہ کے چونکہ میرے گوشت و پوست نے سلطان ہوشنگ کے نمک سے پرورش پائی ہے اگر امرا میرے مکان پر آئیں اور باہمی مشورہ کے بعد جو امر طے ہو اس کو بادشاہ کی حضور میں عرض کریں تو مناسب و بہتر ہوگا ملک بایزید شیخا نے امرا کو محمود خاں کی گفتگو سے مطلع کر کے بیان کیا کہ محمود خاں کو اب تک سلطان محمد کے فوت ہو جانے کی اطلاع نہیں ہے اگر آپ حضرات بالاتفاق اس کے مکان پر جائیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہمراہ دولتکدۂ سلطانی میں حاضر ہو جائے گا اس وقت آپ اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امرا بایزید شیخا کے قول کے مطابق محمود خاں کے پاس گئے اور محمود خاں نے اپنے ملازمین کو گوشوں میں مخفی کر رکھا تھا جس وقت امرا اس کے مکان میں داخل ہوئے محمود خاں نے سوال کیا کہ سلطان ہشیار ہے یا مست پڑا ہوا ہے امرا سمجھ گئے کہ یہ کیا کہتا ہے اسی وقت فوراً محمود خاں کے ملازم حجروں سے نکل کر امرا پر ٹوٹ پڑے اور سب کو قید کر کے موکلوں کے سپرد کر دیا چونکہ اس خبر کے مشہور ہونے کے بعد شہزادہ مسعود خاں کے بھی خواہ امرا کے دماغ نشۂ غیرت سے سرشار ہو چکے تھے ان امرا نے اپنی افواج کو فراہم کر کے لشکر سلطانی کو بھی تیار کر لیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اوتار کر شہزادۂ مسعود خاں کے سر پر سایہ فگن کیا۔

محمود خاں نے اس خبر کو سنا اور سوار ہو کر شاہی محلسرا کی طرف روانہ ہوا تاکہ شاہزادۂ مسعود کو گرفتار کر کے اپنا کام کرے محمود خاں

دولتخانۂ شاہی کے قریب پہنچا اور طرفین نے تیر و نیزہ سے ایک دوسرے پر حملہ کرنا شروع کیا شب تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد شہزادہ عمر خاں قلعہ سے نیچے اتر کر فراری ہوا اور مسعود خاں نے شیخ جا بلدہ کے دامن میں پناہ لی بقیہ امرا نے بھی گوشۂ عافیت میں چھپ کر اپنی جان بچائی محمود خاں صبح تک مستعد و مسلح دولتخانۂ شاہی کے قریب کھڑا رہا اور سپیدۂ صبح کے نمودار ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ قصر شاہی خالی ہے اور مخالفین گوشوں میں پنہاں ہیں محمود خاں نے قصر شاہی میں داخل ہو کر جلد سے جلد ایک خط اپنے باپ خان جہاں کے نام روانہ کیا کہ منصب فرمانروائی آپ ہی کا حق ہے جلد آئے اور تخت سلطنت پر جلوس فرمائے محمود خاں نے خان جہاں کو یہ پیام بھی دیا کہ تخت سلطنت کا بادشاہ کے وجود سے خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے ظاہر ہے کہ مملکت مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے جس میں فتنہ و فساد کا پیدا ہونا ہر وقت ممکن ہے لیکن غنیمت یہی ہے کہ ہنوز سرکش اور فتنہ انگیز اشخاص خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوے خان جہاں نے جواب دیا کہ جب تک فرمانروا عالی نسب سخی شجاع اور صاحب فہم و فراست نہ ہو اور سلطنت میں رونق نہیں پیدا ہوتی خدا کا شکر ہے کہ تمام صفات فرمانروائی فرزند عزیز کی ذات میں جمع ہیں چاہیئے کہ فوراً تخت حکومت پر قدم رکھکر فرمانروائی کا ڈنکا بجائے قاصد یہ جواب لے کر واپس آیا اور تمام امرا اور اعیان سلطنت نے خان جہاں کی اس رائے کی تعریف اور اس کے قول کی تصدیق کی محمود خاں نے نجومیوں کی مقرر کردہ ساعت میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تمام امرا و اکابر نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیکر تہنیت و مبارکباد عرض کی ۔ سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال چند ماہ حکومت کی ۔

ذکر سلطنت سلطان محمود خلجی ۔	یہ امر ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتب تواریخ ہند میں عموماً اور تاریخ الفی مولفۂ استاذی ملا احمد تتوی میں

خصوصاً مرقوم ہے کہ سلاطین غوریہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد سلطان محمود خلجی نے دوشنبہ کے روز انتیسویں شوال ۸۳۹ھ کو اورنگ حکومت مالوہ پر جلوس فرماکر تاج فرمانروائی کو سر پر رکھا اور اپنی ہمت سے مقاصد میں کامیاب ہوا جلوس کے وقت سلطان محمود خلجی کی عمر اس وقت چونتیس سال کی تھی

بلاد مالوہ میں سکہ و خطبہ اس کے نام کا جاری ہو گیا اور سلطان محمود خلجی نے تمام امرا کو انواع عنایات سے خوشدل کرکے ہر فرد کے منصب و جاگیر میں اضافہ کیا اور ایک گروہ کو منتخب کرکے ان کو خطابات عطا فرمائے منجملہ ان کے مشیر الملک کو نظام الملک کا خطاب دیا اور عہدہ وزارت پر نامزد فرمایا ملک برخوردار کو عارض ممالک کے عہدہ پر تعیین فرماکے تاج خاں کا خطاب اس کو مرحمت فرمایا خان جہاں کو عمدۃ الامرائی پر فائز کرکے حکومت مالوہ کے بہترین حصے اس کے سپرد کئے اور خطاب اعظم ہمایوں و چتر و ترکش سفید جو اس وقت سلاطین کی شان تھی مرحمت فرمائے۔

عظیم الشان خصوصیت خان جہاں کے لئے یہ بھی قرار پائی کہ نقیب و یساول طلائی و نقرئی عصا ہاتھ میں لے کر جس وقت اعظم ہمایوں سوار ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم جو خاص طریقہ سلاطین کا ہے بہ آواز بلند کہیں۔

سلطان محمود خلجی کی سلطنت قائم ہو گئی اور اس نے اپنی ہمت علما و فضلا کی پرورش پر مبذول کی جس مقام سے کسی اہل کمال کی خبر اس کے گوش زد ہوتی بادشاہ فوراً روپیہ ارسال کرکے اس کو طلب کر لیتا تھا سلطان محمود نے اپنی مملکت میں مدرسے قائم کرکے علماء و فضلا و طلبہ کے وظائف مقرر کئے اور درس و تدریس کے جاری کرنے کا حکم صادر فرمایا سلطان محمود خلجی کے ایام حکومت میں بلاد مالوہ رشک شیراز و سمرقند بن گیا۔

جس وقت مہمات سلطنت کے انتظامات مستحکم ہو گئے ملک قطب الدین سمنانی اور ملک نصیر الدین دبیر جرجانی اور سلطان ہوشنگ کے امرا کی ایک جماعت نے حسد کی وجہ سے ملک یوسف قوام الملک کے اتفاق سے بغاوت کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل کی غرض سے ایک روز ان لوگوں نے بام مسجد پر جو شاہی دولتخانہ کے متصل تھا سیڑھیاں لگائیں اور ان پر چڑھ گئے امرا اس جگہ سے محلسرا کے صحن میں اتر آئے اور متردد تھے کہ اب کیا کریں کہ اسی اثنا میں محمود شاہ خلجی وہاں آگیا محمود شاہ خلجی جو اپنی کمال شجاعت کی وجہ سے صرف ترکش کمر سے لگائے ہوئے تھا محلسرا کے باہر نکل آیا اور رخانہ کمان میں تیروں کو رکھ کر چند آدمیوں کو زخمی کیا اسی درمیان میں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر اس حال سے آگاہ ہوئے اور سلاحداران نوبتی کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ یہاں پہنچے باغی امرا کی جماعت جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے بھاگ کر باہر نکل گئی لیکن ایک شخص اس جماعت کا جو تیر کی ضرب سے زخمی ہو چکا تھا نہ فرار ہو سکا شاہی ملازم اس کو پکڑ لے آئے اور اس شخص نے تمام افراد کے اسما جو اس بغاوت میں شریک تھے قلمبند کرا دیئے ۔

سلطان محمود خلجی نے علی الصباح باغیوں کو طلب کر کے سب کو سزا دی سلطان زادہ احمد خاں بن سلطان ہوشنگ اور ملک یوسف قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے اگرچہ اس غدر میں کامل شرکت کی تھی لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان کی تقصیرات معاف کرا دیں اور شاہزادہ احمد خاں کو جو بہ تعجیل برہان پور سے آیا تھا قلعۂ اسلام آباد کی حکومت پر متعین کرا دیا اور ملک یوسف قوام الملک کے لئے خطاب قوام خانی اور جاگیر بعینہٖ اور ملک جہاد کے لئے اقطاع ہوشنگ آباد اور ملک نصیر الدین کو خطاب نصرت خانی اور جاگیر چندیری کی مرحمت ہوئی اور ان کو ان کی جاگیرات پر جانے کی اجازت عطا کی گئی ۔

شہزادہ احمد خاں نے اسلام آباد آکر بغاوت شروع کی اور یوماً فیوماً اس کی طاقت و لشکر میں ترقی ہونے لگی اور فساد نے طول کھینچا اعظم ہمایوں نے پیشتر سلطان محمود کے حسب الحکم شہزادہ احمد خاں کو نصیحت کی اعظم ہمایوں کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور سلطان محمود نے تاج خاں کو شہزادہ احمد خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا تاج خاں ایک مدت تک قلعۂ اسلام آباد کو محصور کر کے یہاں مقیم رہا لیکن کوئی تدبیر مؤثر نہ ہوئی اور تاج خاں نے ایک عریضہ سلطان محمود کی خدمت میں ارسال کر کے بادشاہ سے مدد طلب کی

اسی زمانہ میں جاسوس خبر لائے کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد اور نصرت خاں نے چندیری میں بغاوت کی ہے سلطان محمود خلجی نے ملک مغیث المخاطب بہ اعظم ہمایوں خان جہاں کو اس باغی گروہ کی تادیب کے لئے روانہ فرمایا اعظم ہمایوں اسلام آباد سے دو کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا تاج خاں اور دیگر امرا اس کی ملاقات کے لئے آئے اور تمام حالات بیان کئے اعظم ہمایوں نے دوسرے دن اس مقام سے کوچ کیا اور اسلام آباد کے اطراف کا محاصرہ کر کے مورچلوں کو تقسیم کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے علماء و مشائخ کے ایک گروہ کو شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کیا تاکہ اس کو نصیحت کریں اور رعایت کی بربادی عہد شکنی سے باز رکھ کر جو پیمان قول و عہد ہے اس کو قایم کریں علماء و مشائخ نے ہر چند نصیحت کی لیکن وہ سنگدل نرم نہ ہوا اور تمام نصیحتوں کے مقابلہ میں عجیب و غریب جوابات ادا کئے احمد خاں نے اپنے مشفق ناصحوں کو رخصت کر کے ان کو قلعہ کے باہر کر دیا۔

قوام خاں نے بھی جو ایک معتمد امیر تھا اعظم ہمایوں کی مخالفت کے سبب سے اپنے مورچل سے کچھ اسباب و اسلحہ شہزادہ احمد خاں کے پاس روانہ کئے اور اپنے خلوص کو عہد و پیمان سے مستحکم کیا محاصرہ طول کھینچ چکا تھا لیکن ایک روز ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اشارہ یا بوجوہات دیگر شہزادہ احمد خاں کو شراب میں زہر دیکر ہلاک کیا اور

خود حصار سے نیچے اتر کر اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ میں چلا آیا اور قلعہ اسی روز فتح ہو گیا اعظم ہمایوں بھی اسی دن کوچ کر کے ہوشنگ آباد روانہ ہوا قوام خاں جو اپنے قصور سے بخوبی واقف تھا عین راہ میں اعظم ہمایوں کے لشکر گاہ سے فرار ہو کر بھینسہ کی جانب چلا گیا اعظم ہمایوں نے ملک جہاد کی مدافعت کو مقدم سمجھ کر ہوشنگ آباد کا رخ کیا ملک جہاد نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور اپنے تمام اسباب و اموال کو چھوڑ کر کوہ پایہ گونڈ واڑہ کی جانب راہی ہوا چونکہ اہالی گونڈ واڑہ کو معلوم تھا کہ یہ شخص اپنے مالک سے منحرف ہو کر یہاں آیا ہے رعایا نے ہجوم عام کر کے فراری امیر کی راہ روک لی اور ملک جہاد کو مقید کر کے اس کے اسباب و اموال کو غارت اور خود اس کو قتل کر ڈالا۔

اعظم ہمایوں اس خبر کو سنکر بیحد مسرور ہوا اور قلعۂ ہوشنگ آباد میں داخل ہوا اور شہر کا انتظام کر کے اپنے ایک معتمد کے سپرد کیا اس واقعہ کے بعد اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی گوشمالی کے لئے چندیری کے قریب پہنچا نصرت خاں عاجز ہوا اور استقبال کے لئے آیا نصرت خاں از راہ چاپلوسی چاہتا تھا کہ اپنی بدکرداری کو مخفی رکھے لیکن اعظم ہمایوں نے سادات و علماء و اکابر شہر کو طلب کر کے محضر تیار کیا اور ہر شخص سے نصرت خاں کے حالات دریافت کئے ہر فرد نے ایک مختلف روایت بیان کی لیکن قدر مشترک ہر روایت کی یہی تھی کہ نصرت خاں نے اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے بغاوت و مخالفت برپا کر رکھی تھی اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کو چندیری کی حکومت سے معزول کر کے ملک الامرا حاجی کالو کے سپرد کر دیا

اعظم ہمایوں بھینسہ روانہ ہوا اور ہر چند اپنے معتبر ملازموں کو قوام خاں کے پاس بھیجکر اس کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن فائدہ نہ ہوا آخرکار قوام الملک عاجز آگیا اور بھینسہ سے نکل کر فراری ہوا اعظم ہمایوں نے چند روز بھینسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات سے مطمئن و فارغ ہو کر دار الملک شادی آباد مندو روانہ ہوا۔

اعظم ہمایوں کو اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ سلطان احمد گجراتی مالوہ فتح کرنے کے لئے آرہا ہے اور شاہزادہ مسعود خاں بھی جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کرکے گجرات چلا گیا تھا لشکر جرار اور بیس ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لئے قریب پہنچ گیا ہے اعظم ہمایوں پیدل روانہ ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر سے چھ کوس کا فاصلہ دیکھ دروازہ تاراپور سے قلعۂ مندو میں داخل ہو گیا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ مندو کے پیچھے آیا اور حصار کا محاصرہ کر لیا محمود شاہ خلجی اپنے باپ کی آمد سے بیحد مسرور ہوا اور لوازم شکر بجا لایا سلطان محمود خلجی ہر روز لشکر کو قلعہ سے باہر بھیجکر معرکۂ کارزار گرم رکھتا تھا بادشاہ کا اپنی شجاعت و بہادری کی وجہ سے ارادہ تھا کہ قلعہ سے باہر نکل کر لشکر گجرات کا مقابلہ کرے لیکن امرائے ہوشنگ شاہی کا نفاق اس امر کی اجازت نہ دیتا تھا ان واقعات سے بادشاہ کے قلب میں ایسا وہم و خطرہ پیدا ہو گیا کہ اپنے اعزاو تربیت یافتہ افراد کو بھی اپنا دشمن سمجھنے لگا۔

سلطان محمود خلجی چونکہ صاحب بخشش و سخی تھا اس محاصرہ کے عالم میں بھی تمام رعایا کو مطمئن و فارغ البال رکھتا اور انبار خانۂ سلطانی سے فقرا و غربا کو غلہ تقسیم کراتا اور لنگر خانے قائم کرکے فقرا کو طعام پختہ و خام بھی عطا کرتا تھا اس وجہ سے رعایا اس کی جاں نثار ہو گئی تھی سلطان محمود کی سخاوت کی برکت سے قلعۂ مندو میں بہ نسبت احمد شاہ گجراتی کے لشکرگاہ کے غلہ ارزاں تھا سلطان محمود خلجی نے بعض امرا گجرات مانند سید احمد و صوفی خاں ولد عماد الملک و ملک شرف اور ملک محمود بن احمد سلاحدار اور ملک قاسم اور ملک قیام الملک کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے مخالف و بدخواہ تھے بیحد دانائی و تدبر کے ساتھ نقد و جاگیر کے وعدہ سے اپنی خدمت میں بلا لیا اس واقعہ سے سلطان احمد شاہ گجراتی کی کارروائیوں میں قدرے خلل پڑ گیا ایک گروہ کی صلاح سے جو سلطان احمد شاہ گجراتی

کے ملازم تھے شبخون کا ارادہ کیا سلطان ہوشنگ کے دواب دار مسمی نصیر خاں اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے حقیقت حال سے سلطان احمد شاہ گجراتی کو مطلع کیا۔

سلطان محمود خلجی کی فوجیں قلعہ سے نیچے اتریں اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے لشکر کو سامنے موجود نہ پایا اور راہوں کو بند پایا لیکن باوجود اس کے بھی فریقین مقابلہ میں آکر جنگ آزمائی میں مشغول ہوئے اور صبح صادق کے نمودار ہونے تک ہردو لشکر کشت و خون کرتے رہے ایک گروہ کثیر کام آیا اور بے شمار سپاہی زخمی ہوئے سلطان محمود خلجی صبح کے وقت قلعہ میں داخل ہوا۔

چند روز کے بعد جاسوس خبر لائے کہ شہزادہ عمر خاں جو مندو سے گجرات اور وہاں سے راجہ کی مملکت میں پہنچکر مقیم اور فرصت کا منتظر تھا مالوہ کے انتقال کی خبر سنکر چندیری میں وارد ہوا اور رعایا و لشکر چندیری نے ملک الامرا حاجی کالو سے بغاوت کر کے عمر خاں کو اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا ہے شہزادہ محمود خاں بن سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پانچہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت سے سارنگپور میں مقیم ہوا اور پہلی ہی جنگ میں حاکم شہر کو قتل کر ڈالا سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور مشورت کے بعد یہ طے پایا کہ ملک مغیث المخاطب بہ اعظم ہمایوں قلعۂ شادی آباد مندو میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آکر درمیانی حصۂ مملکت میں قیام اور مملکت کی محافظت کرے۔

سلطان محمود خلجی اپنے ارادہ کے موافق سارنگپور کی طرف روانہ ہوا اور تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر بھیج دیا چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کو محافظت راہ کے غرض سے اس مقام پر متعین کر دیا تھا تاج خاں اور منصور خاں نے سلطان محمود خلجی کے پہنچنے سے قبل اس مقام پر پہنچکر ملک حاجی سے جنگ کی ملک حاجی

فراری ہوا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کو یہ خبر دی کہ سلطان محمود خلجی قلعہ مندو سے سارنگپور روانہ ہوا ہے سلطان احمد شاہ گجراتی نے ایک قاصد شہزادہ محمد خاں کے پاس سارنگپور میں بھیجا تاکہ شہزادہ قبل پہنچنے سلطان محمود خلجی کے اجین آجائے شہزادہ محمد خاں نے قاصد کے پہنچنے کے بعد بے انتہا ہوشیاری کیساتھ سارنگپور سے کوچ کیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں اجین پہنچ گیا۔

ملک اسحاق بن قطب الملک حاکم سارنگپور نے ایک عریضہ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ارسال کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کی اس عریضہ میں یہ بھی مرقوم تھا کہ شہزادہ محمد خاں سلطان محمود خلجی کے آنے کی خبر سن کر سارنگپور سے اجین چلا گیا ہے لیکن شہزادہ عمر خاں نے سارنگپور کی فتح کے ارادہ سے لشکر کو قبل ہی روانہ کر دیا ہے اور خود بھی عنقریب وارد ہوا چاہتا ہے سلطان محمود عریضہ کے مضمون سے واقف ہو کر بے حد مسرور ہوا اور ملک اسحاق کی تقصیرات معاف کیں اور تاج خاں کو اپنے پیشتر ملک اسحاق کی استمالت کی غرض سے سارنگپور روانہ کیا ملک اسحاق نے معتبر امرا کے ہمراہ سلطان محمود خلجی کا استقبال کیا سلطان محمود خلجی نے ملک اسحاق کو اس کی حصول ملازمت کے بعد دولت خاں کا خطاب اور علم و مورچل و زردوزی قبائیں اور دس ہزار تنکے نقد مرحمت فرمائے اور اس کا علوفہ وجہ بیست مقرر فرمایا

سلطان محمود خلجی نے ملک اسحاق کے علاوہ اکابرین شہر کو بھی چند گھوڑے اور پچاس ہزار تنکے انعام مرحمت فرمایا تاکہ سب باہم تقسیم کر لیں سلطان محمود خلجی سارنگپور پہنچا اور جاسوسوں نے یہ خبر بیان کی کہ شہزادہ عمر خاں قصبہ بھیلسہ کو جلا کر سارنگپور پہنچ چکا ہے اور سلطان احمد شاہ گجراتی مع تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کی جمعیت سے اجین سے نکلکر سارنگپور کی طرف روانہ ہوا سلطان محمود خلجی نے عمر خاں کی مدافعت کو مقدم خیال کیا اور آخر حصہ شب میں روانہ ہوا ہر دو لشکر میں چھ کوس کا فاصلہ باقی رہ گیا اور سلطان

محمود خلجی نے ایک جماعت کو برسم قراولی روانہ کیا تا کہ دشمن سے وقت جنگ
کا تقرر کر کے واپس ہوں اور نیز عمر خاں کے لشکر کی تعداد اور طاقت کا اندازہ
بھی کریں۔

اس واقعہ کے بعد سلطان محمود خلجی نے نظام الملک و ملک احمد
سلاحدار و دیگر امرا کی ایک جماعت کو مقام جنگ کے انتخاب و معائنہ کے لئے
روانہ کیا اور علی الصباح چار فوجوں کو ترتیب دیکر شہزادہ عمر خاں سے جنگ
کے لئے روانہ ہوا۔ شہزادہ عمر خاں نے بھی سلطان محمود خلجی کی روانگی کی
خبر سنی اور مقابلہ کے لئے آگے بڑھا اور افواج کو آراستہ کر کے سلطان محمود
خلجی کے لشکر کے مقابلہ میں روانہ کیا اور خود مع ایک جماعت کے پہاڑ کے
عقب کمین گاہ میں قیام کر کے سلطان محمود خلجی کی افواج کی آمد کا منتظر رہا
اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود خلجی کو خبر دی کہ شہزادہ عمر خاں مع
ایک فوج کے پس کوہ کمین گاہ میں مخفی ہے سلطان محمود خلجی فوج تیار
کر کے شہزادہ عمر خاں کی جانب چلا اور شہزادہ عمر خاں نے اپنی فوج سے
کہا کہ ملازم کے سامنے سے فرار ہونا کسر شان و عزت کا باعث ہے اور
قتل ہونا فرار ہونے سے بہتر ہے شہزادہ عمر خاں مع اپنے ہمراہیوں کے
سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ آور ہو کر گرفتار ہو گیا سلطان محمود
خلجی کے حکم سے عمر خاں قتل کیا گیا اور اس کا سر نیزے پر آویزاں کر کے
عمر خاں کے لشکر کو دکھایا گیا سرداران لشکر چندیری اس واقعہ کے مشاہدہ
سے متحیر و مدہوش ہو گئے اور سلطان محمود خلجی کے پاس پیام بھیجا کہ آج آپ
جنگ موقوف رکھیں کل ہم حاضر خدمت ہو کر آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم
کر لیں گے اس قرار داد کے مطابق ہر دو لشکر اپنے قیام گاہ پر فروکش ہوئے
شب کے وقت لشکر چندیری اپنی ملک کو روانہ ہوا اور ملک سلیمان بن
مشیر الملک غوری کو جو شہزادہ عمر خاں کا قرابت دار تھا سلطان شہاب الدین
کے خطاب سے اپنی حکومت کے لئے منتخب کیا۔

سلطان محمود خلجی نے ایک لشکر ان کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا

اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے جنگ کرنے کے لئے عازم ہوا ہنوز فریقین یکجا و مقابل نہ ہوئے تھے کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کے بعض صالحین لشکر نے حضرت خاتم الانبیا صلوٰۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ بلائے آسمانی نازل ہو چکی ہے سلطان احمد سے کہو کہ محفوظ و سلامت اس ملک سے کوچ کرے یہ خواب سلطان احمد شاہ گجراتی سے بیان کیا گیا لیکن بادشاہ نے توجہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا اور تین روز کے بعد امراض وبائیہ اس کے لشکر میں پیدا ہو گئے اور مرض کا ایسا غلبہ ہوا کہ لشکر کو قبر کھودنے کی فرصت نہ ملتی تھی سلطان احمد شاہ گجراتی لاعلاج ہوا اور غمگیں ہو کر اشتہ کی راہ سے گجرات روانہ ہوا۔

سلطان احمد شاہ گجراتی نے شاہزادہ مسعود خاں سے وعدہ کیا کہ سال آئندہ اس دیار پر قابض ہو کے ہیں اس کو تمہارے حوالہ کر دوں گا سلطان خلجی مندو کی جانب روانہ ہوا مندو میں پہنچکر سلطان محمود خلجی نے سات یوم کے عرصہ میں لشکر کا انتظام درست کیا اور بغاوت چندیری کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا بادشاہ چندیری پہنچا اور ملک سلیمان المخاطب بسلطان شہاب الدین اپنے امرا کے اتفاق رائے سے قلعہ کے باہر آیا اور مردانہ وار جنگ کی لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی اور تین دن کے عرصہ میں اپنی اجل طبعی سے فوت ہو گیا امرائے چندیری نے دوبارہ ایک شخص کو سلطان شہاب الدین کا خطاب دیکر اپنا بادشاہ بنایا اور جنگ کے لئے مستعد ہوئے امرائے چندیری قلعہ کے باہر آئے اور جنگ کے بعد فراری ہو کر پھر قلعہ میں داخل ہو گئے۔

قلعہ کے محاصرہ میں آٹھ ماہ کی مدت گذر گئی اور سلطان محمود خلجی وقت فرصت کا انتظار کرتا رہا آخرکار ایک شب موقع پاکر قلعہ میں داخل ہو گیا سلطان محمود خلجی کے عقب میں دیگر دلاوران لشکر بھی حصار میں داخل ہو گئے قلعہ فتح ہوا اور ایک گروہ کثیر قتل کیا گیا اہالی قلعہ کا ایک گروہ پہاڑ کے حصار میں پناہ گزیں ہوا لیکن چند روز کے بعد پناہ گزینوں نے امان طلب کی سلطان محمود خلجی نے اس شرط پر اُن کی درخواست قبول کی کہ تمام افراد

اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو اپنے ہمراہ لے کر اردو کے بازار سے گذریں تاکہ دنیا پر بادشاہ کی خوش کرداری و پابندی عہد کا حال منکشف ہو جائے محصورین نے اس شرط پر عمل کیا اور محفوظ و سلامت قلعہ کے باہر نکل گئے سلطان محمود خلجی نے ان حدود کا کامل انتظام کیا اور مندو واپس ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ دونگر سین نے راجہ گوالیار کے ہمراہ آکر شہر نو کا محاصرہ کر لیا ہے سلطان محمود خلجی باوجود اس کے لشکر برسات اور محاصرۂ چندیری کے طول سے پریشان ہو گیا تھا متواتر کوچ کر کے گوالیار کی جانب روانہ ہو گیا سلطان محمود خلجی گوالیار پہنچا اور اس نے ملک کو تاراج و تباہ کرنا شروع کر دیا ایک جماعت راجپوتوں کی قلعہ سے باہر آئی اور جنگ میں مشغول ہوئی چونکہ راجپوتوں میں لشکر محمود شاہی سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی فرار ہو کر قلعہ میں داخل ہو گئے دونگر سین نے اس خبر کو سنا اور اطراف شہر سے اُٹھکر فرار ہوا اور گوالیار چلا گیا چونکہ سلطان محمود کی غرض یہ تھی کہ شہر نو کو آزاد کرائے اس لئے اس نے گوالیار کی تسخیر پر توجہ نہ کی اور شادی آباد مندو کا رخ کیا۔

۸۴۳ھ میں سلطان محمود نے سلطان ہوشنگ کے روضہ کی عمارت و مسجد جامع کا جو قریب دروازہ راموی واقع اور اٹھائیس ستونوں پر مشتمل ہے تعمیر کا ارادہ کیا قلیل مدت میں یہ عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

۸۴۴ھ میں امرائے میوات و اکابر و معارف دہلی کے عرائض متواتر سلطان محمود خلجی کے حضور میں آئے کہ سلطان محمد شاہ (مبارک) امور سلطنت کو بہ خوبی انجام نہیں دے سکتا اور دغا باز و ظالم ظلم و جور کر رہے ہیں ملک میں امن و امان کا وجود نہیں ہے چونکہ پروردگار نے بادشاہ کو صفات فرمانروائی تمام و کمال عطا فرمائے ہیں اس ملک کی رعایا حضرت شاہ کو اپنا فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے جان و دل سے آمادہ ہے سلطان محمود آخر سال مذکور میں مع ایک جرار لشکر کے دہلی فتح

کرنے کے لئے روانہ ہوا یوسف خاں ہندونی قصبہ ہندون کے نواح میں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود خلجی ہندون سے کوچ کر کے پیشتر روانہ ہوا اور سلطان محمد مبارک شاہ بھی مقابلہ میں آیا لیکن جب ہر دو لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے تو سلطان محمد مبارک شاہ باوجود لشکر کی کثرت کے خوف زدہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ سلطان محمود خلجی کی جنگ سے کنارہ کش ہو کر دہلی کو خیرباد کہے اور پنجاب روانہ ہو جائے لیکن امرا کی شرم حضوری کی وجہ سے اپنے پریشان حواس کو جمع کر کے حکم دیا کہ خود بادشاہ کو مقابلہ کرنے کی حاجت نہیں ہے امرا لشکر کو تیار کر کے شاہزادہ کے ہمراہ جائیں اور جنگ آزمائی کریں۔

امرا بادشاہ کے حسب الحکم دہلی سے جنگ کے لئے باہر نکلے اور ملک بہلول لودھی جو اس وقت سلطان محمد مبارک شاہ کا ملازم اور تیراندازوں کی بہترین فوج کا حاکم تھا مقدمۂ لشکر کے ہمراہ چلا سلطان محمود خلجی نے جس وقت یہ سنا کہ بادشاہ دہلی سے باہر نہیں آیا اس نے بھی چند سوار اپنے لئے منتخب کر لئے اور تمام لشکر کو اپنے ہر دو فرزند سلطان غیاث الدین اور قدیخاں کی ماتحتی میں جنگ کے لئے روانہ کیا چنانچہ ظہر کے وقت سے شب تک فریقین کے لشکر کے بہادر میدان میں آ کر معرکہ آزمائی کرتے رہے آخر کار جانبین سے طبل بازگشت بجوائے گئے اور فریقین اپنے مقامات پر فروکش ہوئے اتفاق سے اسی شب کو سلطان محمود خلجی نے خواب میں دیکھا کہ چندیری کے چند اوباش و بیباک افراد نے قلعۂ شادی آباد مندو پر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اتار کر ایک مجہول النسب شخص کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے سلطان محمود خلجی صبح کو بیدار ہوا اور اس کے چہرہ سے تردد و فکر کے آثار نمایاں تھے سلطان محمود خلجی اس خیال میں مستغرق ہوا کہ کیا تدبیر کرے کہ اس کی واپسی کی صورت پیدا ہو سکے اور یہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ جائے کہ دفعتہً سلطان محمد مبارک شاہ نے جو بزدل و خفیف العقل تھا پریشانی

کا اظہار کیا اور صلحا، و علما کی ایک جماعت کو صلح کے لئے سلطان محمود خلجی کے پاس روانہ کیا سلطان محمود خلجی نے باسباب ظاہر حریف کو زیر بارمنت کیا اور خود مالوہ روانہ ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی کو راہ میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ اتفاق سے اسی شب کو اوباشوں کی ایک جماعت نے شادی آباد مندو میں فساد و بغاوت برپا کی تھی لیکن اعظم ہمایوں کی کوشش سے یہ بغاوت فرو ہو گئی بعض کتب تواریخ میں یہی امر قوم ہے کہ سلطان محمود خلجی نے اس خبر کی بنا پر کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے مالوہ کا رخ کیا ہے مراجعت کی اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ القصہ سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو میں آیا اور اہل استحقاق کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

سلطان محمود خلجی اسی سال ظفر آباد نعلچہ میں آیا اور ایک باغ کی بنیاد ڈالکر اس باغ میں گنبد عظیم الشان اور چند مقامات پر عالی شان مکانات تعمیر فرمائے سلطان محمود خلجی نے قلیل مدت گزرنے کے بعد اثر سہر نو لشکر کو درست کیا اور ۸۴۲ھ میں راجپوتوں کی گوشمالی کی غرض سے چیتور روانہ ہوا بادشاہ کو نصیر ولد عبدالقادر ضابطہ کالپی کی بے اعتدالیوں کی جو اپنے کو نصیر شاہ کے لقب سے موسوم کر کے مستقل بادشاہ بنگیا تھا خبر ہوئی اور اہالی و اکابر ولایت کے متواتر خطوط بھی آئے کہ نصیر شاہ نے صراط مستقیم سے باہر قدم رکھا ہے اور راہ زندقہ والحاد اختیار کی ہے ہم سب اہالی مملکت اس کے ظلم و تعدی کی آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔

سلطان محمود خلجی نصیر شاہ کی مدافعت کو مقدم سمجھا اور کالپی کا رخ کیا نصیر شاہ سلطان محمود خلجی کے ارادہ سے مطلع ہوا اور اپنے معلم علی خاں کو مع تحائف و ہدایا اور انواع پیشکش کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بھیجا اور عرضداشت روانہ کی کہ جو امر کہ ان لوگوں نے میرے بارے میں بیان کیا ہے سراسر کذب و افترا ہے بادشاہ پر لازم

ہے کہ اس امر کی تحقیق کے لئے کسی معتمد اور صادق القول امیر کو
بھیجکر کرلیں اگر ذرہ برابر بھی صحیح ہو تو مجھ کو مناسب سزا دی جائے
سلطان محمود خلجی نے چند روز تک علی خاں کو باریابی سے محروم رکھا
کوچ پر کوچ کرتا ہوا چلا گیا۔

سلطان محمود خلجی سارنگپور کے نواح میں پہنچا اور اعظم ہمایوں
اور اعیان دولت کے التماس سے اس کی تقصیرات معاف کیں اور نصیر شاہ کے
ایلچی کو باریابی کا حکم دیکر اس پیشکش کو قبول فرمایا اور ناچاہئے نصیحت آمیز روانہ
کرکے نواح سارنگپور سے چیتور کے سمت روانہ ہوا بادشاہ نے اب بہیم سے عبور کیا
اور ہر روز اپنی افواج کو اطراف ولایت چیتور میں بھیجکر اس کو تباہ اور رعایا کو
مقید کرتا اور بتخانوں کو توڑ واکر مساجد تعمیر کراتا تھا اور ہر منزل میں تین
چار روز توقف کرتا تھا سلطان محمود خلجی چیتور کے سب سے بڑے حصار نواح
کوشلمیر میں فروکش ہوا راجہ کو نیہا وکیل دیبا کا محصور ہو کر لڑنے لگا اتفاق سے
راجپوتوں نے قلعہ کے سامنے ایک بتخانہ تعمیر کرایا تھا اور بتخانہ سے دور
ایک حصار بھی تھا جس کو راجپوتوں نے ذخائر آلات حرب سے مملو کر رکھا
تھا سلطان محمود خلجی نے پیشتر اس بتخانہ کو فتح کرنے کے لئے توجہ کی اور ایک
ہفتہ میں اس کو فتح کر لیا اور بیشمار راجپوت مارے گئے اور ایک گروہ کثیر
گرفتار و تباہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی نے حکم دیا کہ بتخانہ میں لکڑیوں کا انبار کر کے انہیں
آگ لگا دیں اور ٹھنڈا پانی اس کی دیواروں پر ڈالیں بادشاہ کے حکم کی تعمیل
کی گئی اور ایسی عظیم الشان عمارت جس کی راجپوتوں نے سالہا سال میں تعمیر کی
تھی طرفۃ العین میں ٹوٹ کر برباد ہو گئی بت توڑ کر قصابوں کو تقسیم کئے گئے
تاکہ سنگ تراز و بنائیں اور بڑا بت جس کو راجپوتوں نے سنگ مرمر تراش کر
گوسفند کی صورت بنایا تھا چونہ بنا کر پان کے ساتھ راجپوتوں کو دیا گیا تا کہ اپنے
معبود کو نوش کرلیں اس بتخانہ کے مسمار کرنے کے بعد جس کا سلاطین گجرات
کو باوجود طول مدت کے محاصرہ بھی میسر نہ ہوا تھا سلطان محمود خلجی خدا کا شکر

بجا لایا اور چیتوڑ کی جانب راہی ہوا۔

سلطان محمود خلجی نواح چیتوڑ میں آیا اور قلعہ کو جو چیتوڑ کے دامن کوہ میں واقع تھا جنگ کر کے سر کر لیا اور بیشمار راجپوت قتل کئے سلطان محمود خلجی چیتوڑ کے محاصرہ کے لئے آمادہ ہو ہی رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ راجہ کونبھا قلعہ میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعہ سے نکل کر کوہ پایہ کی جانب جو اسی نواح میں ہے فراری ہو گیا ہے سلطان محمود خلجی نے اس کا تعاقب کیا اور کچھ فوج جدا کر کے راجہ کونبھا کے عقب میں روانہ کی اتفاق سے ایک شاہی فوج سے راجہ کا مقابلہ ہو گیا اور فریقین میں سخت لڑائی ہوئی راجہ شکست کھا کر قلعۂ چیتوڑ میں واپس آیا سلطان محمود خلجی نے ایک دستہ فوج کو قلعہ کے محاصرہ پر نامزد فرمایا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا اور ہر روز افواج کو تاخت و تاراج کے لئے روانہ کرنے لگا سلطان محمود خلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب فرمایا تاکہ اعظم ہمایوں ولایت چیتور پر جو اطراف مندسور میں واقع ہے قابض ہو خان جہاں اعظم ہمایوں مندسور پہنچکر بیمار ہوا اور اس نے وفات پائی سلطان محمود خلجی اس خبر کو سنکر بے حد ملول و غمگین ہوا اور بے حد گریہ وزاری و سینہ کوبی کی اور قلعہ مندسور پہنچکر اپنے باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کیا۔

سلطان محمود خلجی نے تاج خاں کو جو اس کا داماد اور عارض لشکر تھا اعظم ہمایوں کا خطاب دے کر اس لشکر کو جو اُس کے مرحوم باپ کے ہمراہ مندسور میں آیا تھا اس کی ماتحتی میں متعین کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا محمود خلجی نے ارادہ کیا کہ اگر کسی مقام پر کوئی حصہ بلند زمین کا ملجائے تو اس مقام پر قیام اختیار کر لے اور برسات کا موسم گذر جانے کے بعد دوبارہ چیتوڑ کا محاصرہ کرے۔

راجہ کونبھا نے شب جمعہ ۸۴۲ھ میں سلطان محمود کے لشکر پر بارہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں کی جمعیت سے شبخون مارا سلطان محمود نے ایسی ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ لشکر کی حفاظت کی کہ راجہ اپنے مقصد میں

کامیاب نہ ہوسکا اور بلا وجہ بیشمار راجپوت کام آئے اس واقعہ کے دوسرے دن
شب میں سلطان محمود خلجی نے ایک جرار لشکر کے ہمراہ راجہ کوبنہا کے لشکر پر شبخون
مارا راجہ کوبنہا زخمی ہوکر فراری ہوگیا اور بیشمار راجپوت قتل ہوئے سلطان
محمود خلجی کے لشکری مال غنیمت پر قابض ہوگئے اور بادشاہ نے خدا کا شکر ادا کیا
اور چیتور کی فتح کو سال آیندہ پر ملتوی کرکے خود محفوظ وسلامت شادی آباد
مندو میں واپس آیا سلطان محمود خلجی نے آخر ذی الحجہ سال مذکور میں مدرسہ
اور ایک منارۂ ہفت منظری ہوشنگ شاہی کی مسجد جامع کے محاذ میں
تعمیر کرایا۔

۸۴۲ھ میں سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شرقی کا ایلچی مع بہترین
تحایف و ہدایا کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحایف کو
پیش کرکے زبانی یہ پیام ادا کیا کہ نصیر الموسوم بہ نصیر شاہ بن عبدالقادر
نے مذہب سے منحرف ہوکے زندقہ والحاد کو اختیار کرلیا ہے اور نماز و روزہ کو
ترک کردیا ہے نصیر شاہ عورات مسلمہ کو ہنود و سازندگان کے حوالہ کرتا ہے
تاکہ رقاصی کی تعلیم دیں چونکہ سلطان ہوشنگ کے زمانہ میں حکام کالپی شاہان
مالوہ کے مطیع اور باجگذار رہے ہیں میں نے مناسب خیال کیا کہ پہلے اس کے
حالات آپ پر ظاہر کردوں اور درخواست کروں کہ اگر آپ کو اس کی
تادیب وگوشمالی کی فرصت نہ ہو تو مجھکو مطلع فرمائیے تاکہ نصیر خان گرشتہ
کی گوشمالی اس طریقہ سے کی جائے جو دوسروں کے لئے بھی عبرت کا باعث
ہو سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ میرے لشکر کا سب سے بڑا حصہ مفسدان مندسور
کی تادیب کے لئے گیا ہے چونکہ آپ نے امداد دین کی جانب توجہ فرمائی ہے
آپ کو یہ کار خیر مبارک ہو۔

سلطان محمود خلجی نے رسم سلاطین کے موافق محمود بن ابراہیم شاہ شرقی
کے قاصد کو اسی مجلس میں خلعت و زر عطا فرماکے اس کو واپس جانے کی
اجازت مرحمت فرمائی اس واقعہ کے قلیل مدت کے بعد سلطان محمود خلجی نے
اپنے فرزندوں کا جشن عروسی مقرر فرمایا اور اس جشن میں بارہ ہزار قبا مع کمر

بشیتر ان میں زر و وزری تھیں امرائے لشکر کو عنایت فرمائیں سلطان شرقی کا قاصد جونپور پہنچا اور جواب بادشاہ سے عرض کیا سلطان شرقی بے حد مسرور ہوا اور بیس ہاتھی و دیگر تحائف سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کرکے خود ایک جرار لشکر لے کر کالپی روانہ ہوا۔

سلطان شرقی نے نصیر بن عبد القادر کو کالپی سے خارج کیا اور نصیر بن عبد القادر نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سلطان ہوشنگ کے زمانہ سے اس وقت تک مطیع و باجگذار اور بہی خواہ رہا اب سلطان محمود شرقی نے اپنے غلبہ کی وجہ سے تمام بلاد پر قابض ہوگیا ہے میں ابتدا سے اسی آستانہ کا نیاز مند ہوں اور اب بھی اسی درگاہ کو اپنا ملجی و ماوی سمجھتا ہوں حدود چندیری میں حاضر ہوا ہوں جو حکم عالی ہو اس پر کاربند ہوں سلطان محمود خلجی نے علی خاں کو تحائف و ہدایا کے ساتھ سلطان محمود بن ابراہیم شاہ شرقی کی خدمت میں روانہ کیا اور استدعا کی کہ نصیر خاں بن عبد القادر آپ کی بہترین سعی و کوشش سے اپنے افعال ذمیمہ سے تائب ہوگیا ہے اور راہ شریعت کو اختیار کرکے شعار اسلام کی پابندی کو اپنا فرض سمجھتا ہے ظاہر ہے کہ یہ امیر سلطان سعید ہوشنگ شاہ کے زمانے سے حکومت مالوہ کا مطیع ہے مجھ کو امید ہے کہ آپ اس مقولہ پر کہ جو گناہ سے تائب ہو جاتا ہے اس سے گناہوں کی پرسش نہیں کی جاتی عمل کرکے نصیر خاں کی تقصیرات کو معاف فرمائیں گے اور اس کے ممالک اسے واپس کر دیں گے علی خاں جونپور پہنچا اور بعد میں محمود شاہ شرقی نے جواب باصواب ادا کرنے میں لیت و لعل سے کام لیا سلطان محمود خلجی از روئے حمیت و بہادری نصیر خاں کی امداد کو مقدم سمجھا اور دوسری شوال ۸۴۸ھ میں چندیری روانہ ہوا۔ نصیر شاہ نے حدود چندیری میں سلطان محمود خلجی کی ملازمت حاصل کی سلطان محمود خلجی نے بلا توقف ایرجہ اور نواح ایرجہ کا رخ کیا سلطان محمود شاہ شرقی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور شہر سے باہر نکلکر ایرجہ میں فروکش ہوا اور مبارک خاں

ولد جنید خاں کو جو اس صوبہ کا پشتینی حاکم تھا مقید کرکے اپنے ہمراہ لے گیا سلطان محمود شاہ شرقی اس جگہ سے اٹھ کر جون جس کی راہ تنگ تھی اور دشمن کو اس میں داخل ہونے کی مجال نہ تھی مقیم ہوا اور اپنے لشکر کے اطراف کو مستحکم کیا سلطان محمود خلجی نے سلطان شرقی سے کوئی تعرض نہ کیا اور کالپی کو روانہ ہو گیا محمود خلجی کی روانگی کے بعد محمود شرقی بھی تعاقب میں کالپی روانہ ہوا اسی اثناء میں خلجی بہادروں نے محمود شاہ شرقی کے خزانہ و اسباب پر حملہ آور ہو کے لوٹ لیا اور بیشمار مال غنیمت سپاہ مالوہ کے ہاتھ آیا۔

سلطان محمود شرقی بھی اپنے ملازمین کی امداد کے لئے واپس ہو کر جنگ میں مشغول ہوا شام تک معرکۂ قتال گرم رہا اور غروب آفتاب کے بعد ہردو لشکر اپنے فرودگاہ پر مقیم ہوئے اس واقعہ کے دو تین روز بعد چونکہ برسات کا موسم قریب آگیا تھا سلطان محمود خلجی نے کوئی فائدہ جنگ میں نہ دیکھا اور کالپی کے بعض مواضعات کو تباہ کرکے فتح آباد کی جانب واپس آیا اور قصر ہفت طبقہ کی بنیاد ڈالی۔

اسی زمانہ میں رعایا و اہالی قصبۂ ایرچہ نے مبارک خاں حاکم قصبہ کے ظلم و تعدی کی شکایت کی اور داد خواہ ہوئے سلطان محمود خلجی نے ملک الشرف مظفر ابراہیم حاکم چندیری کو مع بیشمار لشکر کے ایرچہ روانہ کیا ملک الشرف مظفر ابراہیم ایرچہ پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شرقی نے ملک کالو کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا مظفر ابراہیم نے آگے بڑھ کر حریف سے مقابلہ کیا قصبۂ راٹھ میں ہردو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے لیکن ملک کالو نے شکست کھائی اور میدان سے فراری ہوا ملک مظفر ابراہیم ولایت کی محافظت کو ایرچہ کی فتح پر غنیمت سمجھا اور ان حدود کا رخ کیا سلطان شرقی کے لشکر نے اس خبر کو سنا اور واپس ہو کر راٹھ میں مقیم ہوا چونکہ ہردو لشکر کی معرکہ آرائی نے طول کھینچا اور طرفین کے بیشمار مسلمان کام آئے شیخ حاجی محمد فقیر

اور کشف و کرامات میں مشہور تھے سلطان شرقی کے استصواب سے ایک نامہ صلح کے بارے میں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور شیخ کی کوشش سے ان شرائط پر صلح ہوئی کہ بالفعل سلطان شرقی قصبہ راٹھ اور مہوبہ کو نصیر خاں کے حوالہ کرے اور سلطان محمود گجراتی کی معاودت کے بعد جس وقت چار ماہ گذر جائیں خطۂ کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے شرائط صلح میں چار ماہ کی میعاد اس لئے مقرر کی گئی کہ اس مدت میں نصیر خاں کی حقیقت دین و ملت بخوبی ظاہر ہو جائے گی اس قرارداد کی بنا پر سلطان محمود خلجی نے اپنے دار الملک شادی آباد کی طرف مراجعت کی۔

۸۴۹ھ میں سلطان محمود نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور چند سواضعات اس کے خرچ ادویہ اور مایحتاج کے لئے وقف کئے اور حکیم الحکما مولانا فضل اللہ کو مریضوں اور دیوانوں کے معالجہ کے لئے متعین فرمایا۔

۸۵۰ھ میں سلطان محمود خلجی ایک جرار لشکر کے ہمراہ قلعۂ منڈل گڈھ کی تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہوا اور متواتر کوچ کرکے آب بیاس کے کنارے فروکش ہوا راجہ کونبھا میں چونکہ مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا قلعہ منڈل گڈھ میں محصور ہو گیا راجہ کی محصوری کے دو یا تین روز بعد راجپوتوں نے قلعہ سے نکل کر حق شجاعت و بہادری ادا کیا لیکن آخر کار مجبور ہو کر پیشکش ادا کرنا قبول کیا سلطان محمود خلجی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے صلح کی اجازت دی اور اپنے دار الملک کو واپس ہوا سلطان محمود خلجی نے قلیل مدت گذرنے کے بعد از سر نو لشکر کو تیار کیا اور قلعۂ بیانہ کو مسخر کرنے کے لئے روانہ ہوا بادشاہ دو کوس کے فاصلہ پر قلعہ کے قریب پہنچا محمد خاں حاکم قلعہ بیانہ نے اپنے فرزند واحد خاں کو مع ایک سو اسپ اور ایک لاکھ تنگہ نقد برسم پیشکش سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بھیجا سلطان محمود خلجی نے واحد خاں کو خلعت خاص عطا فرمایا اور اس کو واپسی کی اجازت عنایت فرمائی سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کے لئے قبائے زردوزی و تاج مکلل بجواہر اور کمر بند زریں اور گھوڑے عربی نژاد مع زین و لجام زریں واحد خاں کے ہمراہ روانہ کئے محمد خاں نے

خلعت زیب جسم کیا اور سلطان محمود خلجی کی صفت و ثنا میں سرگرم ہوا محمد خاں نے خطبہ و سکہ جو پیشتر شاہان دہلی کے نام کا پڑھا جاتا تھا فرمانروائے مندو کے نام تبدیل کر کے اس کا مطیع و باجگذار ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنکر اپنا ارادہ ملتوی کیا اور اثنائے راہ میں قصبۂ ہنور کو جو تھنبور کے قریب واقع ہے فتح کر کے تاج خاں سپہ سالار کو مع آٹھ ہزار سوار اور پچیس ہاتھیوں کے قلعۂ چیتور کو سر کرنے کے لئے روانہ کیا سلطان محمود خلجی نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنگہ پیشکش لے کر شادی آباد مندو کا ارادہ کیا۔

۸۶۲ھ میں راجہ گنگ داس والی قلعہ چینانیر نے پیشکش ارسال کر کے عرضداشت کی کہ سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی نے قلعہ چینانیر کا محاصرہ کیا ہے چونکہ میں ہمیشہ اسی بارگاہ سے امداد طلب کرتا ہوں لہذا اب بھی دستگیری کا امیدوار ہوں سلطان محمود خلجی گنگ داس کی امداد پر متوجہ ہوا لیکن راہ میں خبر ملی کہ سلطان محمود شاہ گجراتی پیشکش وصول کرنے کے غرض سے ایدر روانہ ہوا سلطان محمود خلجی اس واقعہ سے مطلع ہوا اور عین راہ سے واپس ہو کر آب مہندری کے کنارے فروکش ہوا گنگ داس تیرہ لاکھ تنگہ نقد اور چند گھوڑے بطریق پیشکش کے لایا اور آب مہندری کے کنارے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود خلجی نے اس کو قبائے زردوزی دیکر رخصت کیا اور خود دارالملک شادی آباد مندو واپس آیا سلطان محمود خلجی نے اثنائے راہ میں راجہ ایدر کو پانچ مست ہاتھی اور اکیس گھوڑے اور تین لاکھ تنگے نقد انعام دیکر واپسی کی اجازت دی اور عرصہ تک شادی آباد مندو میں قیام کر کے لشکر و ملک کے انتظام میں مشغول رہا۔

۸۶۳ھ میں سلطان محمود خلجی ایک لاکھ سے زائد لشکر ہمراہ لے کر گجرات کے فتح کرنے پر مستعد ہوا اور قصبۂ کاتی نوالے سے گذر کر سلطان پور کا محاصرہ کیا سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاؤالدین سہراب چندروز تک متواتر قلعہ کے باہر آیا اور معرکۂ کارزار گرم کیا لیکن جب کمک ملنے سے مایوس

ہوا تو امان طلب کی اور سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان محمود خلجی نے اس کے اہل و عیال کو قلعۂ شادی آباد مندو روانہ کیا اور اس سے قسم لی کہ وہ کبھی اپنے مالک سے منحرف نہ ہوگا سلطان محمود خلجی نے اس کو مبارز خانی کا خطاب دیا اور مقدمۂ لشکر پر نامزد فرمایا اور متواتر کوچ کر کے احمد آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود شاہ گجراتی فوت ہو گیا اور اس کا فرزند سلطان قطب الدین اپنے باپ کا قائم مقام ہوا سلطان محمود خلجی کا اگرچہ ارادہ تھا کہ وہ دار الملک گجرات کو فتح کرے لیکن کمال مروت کی وجہ سے ایک نامہ سلطان قطب الدین کے نام لکھکر رسم تعزیت و تہنیت جلوس ادا کی لیکن اس کارروائی کے باوجود بھی قصبۂ بڑودرہ کو خراب کر کے غارتگری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو قید کر کے چند روز تک قصبۂ مذکور میں قیام کر کے احمد آباد کی جانب روانہ ہوا بادشاہ بہ تعجیل راہ طے کر رہا تھا کہ ملک علاء الدین سہراب جو وقت کا منتظر تھا فرار ہو کر سلطان قطب الدین کے پاس چلا گیا اس نے قسم لینے کے وقت عہد کیا تھا کہ اپنے مالک کی نمک حرامی نہ کرے گا پس وہی قدیم خیال اس کے دل میں تھا اور اپنی کامل نمک حلالی سے اپنے اہل و عیال کو بھی خدا پر چھوڑ دیا۔

سلطان محمود خلجی سرکیج میں جو احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے فروکش ہوا اور قطب الدین گجراتی نے قصبۂ جان پور میں جو سرکیج سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے قیام کیا چند روز تک ہر دو لشکر ایکدوسرے کے مقابلہ میں قیام پذیر رہے اور یکم صفر سنہ مذکور کو سلطان محمود خلجی نے شبخون کا ارادہ کیا اور اپنے لشکر گاہ سے باہر نکلا لیکن راہبر نے راہ فراموش کر دی سلطان محمود تمام شب ایک وسیع جنگل میں گھرا رہ گیا سلطان محمود خلجی نے علی الصباح میمنہ کو لشکر سارنگپور سے ترتیب دیکر اس کو اپنے فرزند اکبر سلطان غیاث الدین کی ماتحتی میں دیا اور امرائے چندیری کو میسرہ پر مقرر کر کے اس کو اپنے فرزند خورد شہزادہ فدائی خاں کے سپرد کیا

اور خود قلب لشکر میں قیام کر کے جنگ آزمائی کے لئے مستعد ہوا سلطان قطب الدین نے بھی لشکر گجرات کی صفوں کو ترتیب دیا اور جنگ کے لئے میدان کی طرف روانہ ہوا سلطان گجرات کے لشکر کا مقدمۂ لشکر سلطان مالوہ کے مقدمہ کے مقابلہ میں فراری ہوا اور سلطان قطب الدین گجراتی کے لشکر سے مل گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جو چندیری کا مقتدر امیر تھا میسرہ مالوہ سے جدا ہو کر گجرات کے میمنۂ لشکر پر حملہ آور ہوا گجراتی میمنہ اس کے حملہ کی تاب نہ لا سکا اور پسپا ہوا ملک شرف مظفر ابراہیم نے سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ تک اس کا تعاقب کیا اور تاراج و برباد کرتا رہا اور سلطان قطب الدین کے خزانہ پر قابض ہو گیا ملک شرف مظفر ابراہیم جس قدر خزانہ کہ اپنے ہمراہی ہاتھیوں پر بار کر سکا لے گیا اس کے ہاتھی تمام خزانہ کو لشکر گاہ میں پہنچا کر واپس آ گئے اور مظفر ابراہیم نے ارادہ کیا کہ دوبارہ ہاتھیوں کو لاد کر خزانہ اپنے لشکر میں روانہ کر دے لیکن اسے یہ معلوم ہوا کہ سلطان قطب الدین گجراتی کی ایک فوج نے شہزادہ فدائی خاں کو عاجز و بدحال پا کر اس پر حملہ کیا شہزادہ فدائی خاں اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور فراری ہو کر اپنی جان بچائی مظفر ابراہیم نے بھی اپنے ہاتھیوں کو غارتگری سے روکا اور خود مع فوج اور ہاتھیوں کے ایک گوشہ میں پناہ گزیں ہو گیا سلطان محمود خلجی اپنے لشکر کے پراگندہ اور لشکر میسرہ کی شکست پر متحیر ہوا اور چالیس سواروں کے ساتھ نہایت ثابت قدمی کیساتھ بہادری سے کام لیتا رہا جب تک تیر اس کے ترکش میں باقی رہے سلطان محمود خلجی کمانداری کرتا رہا ۔

سلطان قطب الدین گجراتی جو اب تک مع ہزار لشکر کے ایک گوشہ میں مخفی تھا نکل کر سلطان محمود خلجی کی طرف بڑھا سلطان محمود خلجی نے بہادری کا حق ادا کیا اور مع تیرہ سواروں کے میدان جنگ کے باہر نکل گیا اور سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ میں جو میدان جنگ کے پیچھے تھا پہنچا اور حریف کے سراپردۂ خاص میں داخل ہوا اور تاج و کمربند مرصع جو کرسی پر

رکھا ہوا تھا اٹھا کر جلد سے جلد اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا سلطان محمود خلجی کے گرد پانچ چھ ہزار سوار جمع ہوگئے اور بادشاہ نے یہ مشہور کیا کہ آج شب کو لشکر گجرات پر شبخون مارے گا لیکن ایک حصۂ شب گزرنے کے بعد سلطان محمود خلجی شب خون کے بہانے سے مستعد ہوا اور براہ راست مندو روانہ ہوا لیکن راہ میں کولی اور بھیل نے لشکر کو بے حد نقصان پہنچایا۔

سلطان محمود خلجی کو اپنی حکومت کی ابتدا سے تا اختتام سلطنت بجز اس شکست کے اور کوئی شکست نہیں ہوئی سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو پہنچا اور انتظام و تربیت سپاہ سے فراغت حاصل کی ابھی دوران میں شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے چند مقامات پر حملہ آور ہو کر واپس آیا اتفاقات زمانہ سے مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک وزیر اور اس کے فرزندوں کے بارے میں مکر و بغاوت کی خبر سلطان محمود خلجی کے گوش زد ہوئی اور بادشاہ کے حکم سے ان کو سزائیں دی گئیں۔

۸۵۸ھ میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا چونکہ بادشاہ سلطان قطب الدین گجراتی کی جانب سے مطمئن نہ تھا اس امر کو بہتر سمجھا کہ اول سلطان قطب الدین گجراتی سے صلح کرے بعد اس کے راجہ کو بنہا کے مملکت کو فتح کرنے میں مشغول ہو سلطان محمود خلجی نے اپنا ارادہ دل میں مخفی رکھا اور لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور شادی آباد مندو سے قصبۂ دھار پہنچا سلطان محمود خلجی نے قصبۂ دھار سے تاج خاں کو جرار لشکر کیساتھ سرحد گجرات کی جانب روانہ کیا تاکہ صلح کی تمہید کرے تاج خاں نے قطب الدین کے وزرا کے نام خطوط لکھکر ایلچیوں کے ہمراہ روانہ کر کے یہ پیام دیا کہ جانبین کے فساد و عداوت مخلوق کی پریشانی کا باعث ہیں اور فریقین کی صلح و اتحاد ان کے امن و فوائد پر مبنی ہیں سلطان قطب الدین گجراتی نے گفتگو کے بعد صلح کی اجازت دی اور طرفین سے اکابر و معارف نے درمیان میں آکر عہد و قسم کے ساتھ مصالحت کی بنیاد کو مستحکم کر کے یہ قرار داد کی کہ راجہ کو بنہا کے اُن شہروں کو جو ممالک گجرات سے متصل ہیں عساکر قطبی تباہ کر کے میوات و اجمیر اور ان کے

نواح پر قابض ہوں اور بوقت ضرورت ایکدوسرے کی امداد کریں۔

٨٥٨ھ میں سلطان محمود خلجی ان سرکش راجپوتوں کی تادیب کے لئے کہ جنھوں نے ہارونی کے نواح میں بغاوت برپا کر رکھی تھی روانہ ہوا اور قصبہ ہوتی میں بے شمار راجپوتوں کو قتل کر کے ان کے اہل و عیال کو مقید کر کے مندور روانہ کیا سلطان محمود خلجی گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ روانہ ہوا بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا اور داؤد خاں حاکم بیانہ نے بیشمار پیشکش روانہ کر کے اپنے خلوص و اطاعت کا اظہار کیا محمود خلجی نے بیانہ کی حکومت پر داؤد خاں کو بحال رکھا اور بادشاہ کی کوشش سے یوسف خاں ہندونی اور حاکم بیانہ کی مخالفت اتفاق و محبت سے بدل گئی سلطان محمود خلجی نے شہر نوا اور ہارونی اور اجمیر کی حکومت پر فدائی کو نامزد فرمایا اور خود دارالملک شادی آباد مندو واپس آیا۔

اسی سال سلطان علاء الدین بہمنی کے دو مقتدر امیر سکندر خاں اور جلال خاں بخاری نے عرائض سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کئے اور قلعۂ ماہور کے فتح کی جو برار کا بہترین حصار ہے ترغیب دی سلطان محمود ایک جرار لشکر کے ہمراہ ہوشنگ آباد کی راہ سے ماہور روانہ ہوا اور محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی سلطان محمود خلجی نے ماہور کا محاصرہ کیا سلطان علاء الدین بہمنی بیشمار لشکر کے ساتھ اہل قلعہ کی مدد کے لئے آیا سلطان محمود خلجی نے جب اپنی ذات میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ملک عالیشان اور تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو محاصرہ پر نامزد کیا اور خود واپس ہوا واضح ہو کہ مولف اس واقعہ کو مفصل سلاطین بہمنیہ کے حالات میں ہدیۂ ناظرین کر چکا ہے سلطان محمود خلجی کو اثناء راہ میں معلوم ہوا کہ مبارک خاں حاکم اسیر ولایت بگلانہ پر جو گجرات اور دکن کے درمیان میں واقع ہے حملہ آور ہوا ہے راجہ بگلانہ سلطان محمود خلجی کا مطیع و باجگذار تھا سلطان محمود خلجی نے اس کی امداد کو واجب و لازم سمجھکر اثناء راہ سے بگلانہ کی جانب روانہ ہوا اور اپنی روانگی کے قبل اقبال خاں اور یوسف خاں کو روانہ کیا میراں محمد فاروقی بیشمار لشکر لے کر مقابلہ میں آیا اور جنگ کے بعد فرار ہو کر اسیر پہنچا سلطان محمود خلجی نے بلاد اسیر کے بعض مواضعات

و قریات کو غارت و تباہ کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

اسی سال سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ راجہ بکلانہ رائے بالو کا فرزند حاضری کا ارادہ رکھتا ہے اور میران مبارک خاں فاروقی حاکم اسیر اس کی ولایت میں داخل ہو گیا ہے اور راجہ کے فرزند کو آنے سے مانع ہے سلطان محمود خلجی نے شہزادہ غیاث الدین کو بہ تعجیل میراں مبارک خاں فاروقی کی مدافعت کے لئے نامزد کیا یہ خبر میراں مبارک کو ہوئی اور وہ فوراً واپس ہو کر اپنی مملکت کو چلا گیا رائے بالو راجہ بکلانہ کا فرزند پیشکش لے کر خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود خلجی نے اسپر نوازش فرمائی اور نہایت فخر و اعزاز کے ساتھ اس کو واپسی کی اجازت دی شہزادہ غیاث الدین رہتور میں آیا اور انھیں ایام میں سلطان محمود خلجی ولایت چیتور میں وارد ہوا راجہ کونبھا مصالحت و نرمی کے ساتھ پیش آیا اور قلیل تعداد میں روپیہ اور اشرفی پیشکش کے لئے بھیجا چونکہ یہ راجہ کونبھا کے سکے تھے یہ امر سلطان محمود خلجی کے ازدیاد غصہ کا باعث ہوا بادشاہ نے اس پیشکش کو واپس کر دیا اور شاہی لشکر سے اس کی مملکت کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آبادی کا اثر تک باقی نہ رکھا۔

سلطان محمود خلجی نے منصور الملک کو ولایت مندسور پر حملہ کرنے مامور فرمایا اور اس غرض سے کہ تھانہ داروں کو اس مملکت میں متعین کرے سلطان محمود خلجی نے ارادہ کیا کہ وسط ولایت میں ایک قصبہ خلجی پور کے نام سے آباد کرے راجہ کونبھا نے بے حد عجز و انکسار کے ساتھ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیام دیا کہ جس قدر پیشکش کے لئے حکم ہو مجھے منظور ہے اس کے بعد کبھی میں آپکی بہی خواہی سے دست بردار نہ ہوں گا لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ بادشاہ قصبۂ جدید آباد کرنے کا ارادہ ملتوی فرما دیں چونکہ برسات کا موسم قریب تھا سلطان محمود خلجی نے خاطر خواہ پیشکش وصول کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آیا اور ایک عرصہ تک دار الحکومت میں مقیم رہا۔

۸۶۰ھ میں پھر سلطان محمود خلجی مندسور کو فتح کی غرض سے روانہ ہوا اور افواج کو اطراف و جوانب میں روانہ کیا اور خود وسط ولایت میں مقیم ہوا پھر روز

تازہ خبریں فتح کی بادشاہ کے گوش زد ہوتی تھیں اور بادشاہ خدا کا شکر بجا لاتا تھا اتفاق سے ایک روز ایک عریضہ اس جماعت کا جو بارونی کے نواح میں متعین تھی بادشاہ کی نظر سے گذرا جس کا مضمون یہ تھا کہ اسلام کی ابتدا ممالک ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی ہے جو مرشد الطوایف خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ کا خوابگاہ ہے اب چونکہ یہ مقام کفار کے قبضہ میں آگیا ہے لہذا کوئی اثر اسلام و شعائر اسلام کا اس مقام پر باقی نہیں رہ گیا ہے سلطان محمود خلجی عریضہ کے مضمون سے مطلع ہوا اور اسی روز اجمیر روانہ ہوا اور متواتر کوچ کر کے روضۂ منور کے مقابلہ میں فروکش ہوا اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کر کے لشکر کے امرا کو حکم دیا کہ بالاتفاق قلعہ کو دیکھکر مورچل تقسیم کر لیں اسی اثنا میں اہالی قلعہ کا سردار مسمی گجادھر مع راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا لیکن افواج محمودی کے حملہ کی تاب نہ لاکر پھر قلعہ میں داخل ہو گیا طرفین میں چار روز تک معرکۂ قتال گرم رہا پانچویں روز گجادھر مع اپنی تمام فوج کے باہر نکلا اور جنگ میں مشغول ہو گیا اور اس جنگ مغلوبہ میں مارا گیا لشکر محمودی کی ایک جماعت فراری راجپوتوں کے گروہ میں مل کر قلعہ کے دروازہ میں داخل ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی خدا کا شکر بجا لایا اور خواجہ صاحب کے روضہ کا طواف کر کے ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی سلطان محمود خلجی نے خواجہ نعمت اللہ کو سیف خاں کا خطاب دیا اور اجمیر کی حکومت پر مامور فرمایا اور مزار شریف کے مجاوروں کو انعام و وظائف سے مسرور کر کے منڈل گڑھ کی جانب روانہ ہوا سلطان محمود خلجی اب بیاس کے کنارے مقیم ہوا اور امرا کو اطراف قلعہ پر متعین فرمایا راجہ کونبھا نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے قلعہ کے باہر روانہ کر دیا ہر دو لشکر میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور کثیر جماعت لشکر محمودی کی کام آئی اور بیشمار راجپوت بھی مارے گئے جب رات ہو گئی دونوں لشکر اپنے مقام پر اترے دوسرے دن صبح کے وقت امرا و وزرا سلطان محمود خلجی کی بارگاہ میں جمع ہوئے اور بادشاہ سے عرض کیا چونکہ امسال مکرر لشکر کشی

ظہور میں آئی ہے اور برسات کا موسم بھی قریب آگیا اگر بادشاہ چند روز کے لئے دارالملک شادی آباد مندو میں قیام فرمائیں اور امور ضروری کی درستی کا انتظام فرمائیں اور ختم برسات کے بعد اپنے عزم شاہانہ سے اس قلعہ کو فتح فرمائیں تو مناسب ہوگا سلطان محمود خلجی امراء کے معروضہ کے مطابق مندو واپس آیا اور چند روز دارالحکومت میں مقیم رہا۔

چھبیس محرم ۸۶۱ھ میں سلطان محمود نے قلعۂ منڈل گڈھ کے محاصرہ کا ارادہ کیا اور ملک کے ہر بتخانہ کو ڈھا کے خاک کے برابر کردیا منڈل گڈھ پہنچکر بادشاہ کا حکم تھا کہ درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالیں اور عمارتوں کو ڈھادیں اور آبادی کا اثر تک باقی نہ چھوڑیں بعد اس کے لشکر محمودی نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور مورچل کو خندق سے پار کرکے قلعہ کے متصل کردیا سلطان محمود خلجی نے قلیل مدت میں قلعہ فتح کرلیا اور ایک کثیر گروہ کو قتل کیا۔ راجپوت ایک دوسرے قلعہ میں جو پہاڑ کی چوٹی پر تھا محصور ہوے اور غرور کرنے لگے پانی کے حوض جو قلعہ کے اوپر تھے توپ کی آواز سے زمین میں اتر گئے اور جو پانی اول قلعہ میں تھا وہ لشکر محمودی کے قبضہ میں آگیا راجپوت بے آبی کی وجہ رونے لگے اور انتہائے پریشانی میں امان طلب کی اور دس لاکھ روپیہ پیشکش قبول کرکے قلعہ بادشاہ کے سپرد کردیا اور یہ عظیم الشان فتح چھبیسویں ذی الحجہ ۸۶۲ھ میں واقع ہوئی سلطان محمود خلجی نے خدا کا شکر ادا کیا اور دوسرے دن قلعہ میں داخل ہوگیا اور جس قدر بتخانے تھے ان کو خراب کرکے ان کے سامان و اسباب سے مساجد تیار کرائیں اور قاضی اور محتسب خطیب اور موذن متعین فرمائے۔

سلطان محمود خلجی نے پندرہ محرم ۸۶۳ھ میں چیتور کا ارادہ کیا بادشاہ نے نواح چیتور میں پہنچکر شہزادہ غیاث الدین کو ولایت بھیلوارہ کو تباہ و غارت کرنے کی غرض سے روانہ کیا شہزادہ نے اس مملکت کو تباہ کیا اور بیشمار قیدی اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا سلطان محمود خلجی نے چند روز کے بعد فدائی خاں اور تاج خاں کو قلعہ کوندی کو سر کرنے کی غرض سے معین فرمایا شہزادہ فدائی خاں قلعۂ کوندی کے نواح میں پہنچا اور راجپوت بھی قلعہ سے باہر نکلے فریقین میں

سخت جنگ ہوئی آخر راجپوتوں کو شکست ہوئی اکثر سپاہی مارے گئے اور ایک جماعت جس نے اپنے کو خندق میں گرا دیا تھا گرفتار ہو گئی شہزادہ فدائی خاں نے روز اول ہی قلعہ کو اپنے زور بازو و شجاعت سے فتح کیا شہزادہ اس عطیۂ عظمیٰ کا شکر بجا لایا اور اپنے معتمد امیر کے سپرد کر کے خود کامیاب و بامراد دارالملک شادی آباد میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان محمود خلجی ۸۶۶ھ میں دوبارہ راجپوتوں کی تادیب و گوشمالی کی غرض سے روانہ ہو کر موضع اہار میں فروکش ہوا شہزادہ غیاث الدین کو ان بلاد کے تاخت و تاراج کے لئے نامزد فرمایا شہزادہ نے اس ولایت کو خاک کے برابر کر کے نواح کوتلمیر پر بھی حملہ کیا شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قلعہ کوتلمیر کی بے حد تعریف کی سلطان محمود خلجی دوسرے روز کوتلمیر کی جانب روانہ ہوا اور راہ میں جس قدر بتخانے تھے ان کو مسمار کرتا ہوا سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور جلد سے جلد قلعہ کے نواح میں پہنچکر فروکش ہوا ایک روز بادشاہ قلعہ سے ایک کوس کی مسافت پر مشرق کی جانب سوار ہو کر آیا اور شہر کو دیکھا اور فرمایا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا بلا چند سال محاصرہ کئے ممکن نہیں ہے سلطان محمود خلجی دوسرے روز کوچ کر کے دونگرپور روانہ ہوا اور شام داس راجہ دونگرپور نے فراری ہو کر کوہستان میں پناہ لی راجہ نے عاجزی کے ساتھ دو لاکھ تنگہ اور بیس گھوڑے پیشکش ارسال کئے بادشاہ نے پیشکش قبول کیا اور دارالملک شادی آباد واپس آیا۔

محرم ۸۶۶ھ میں دکن میں ایک طفل خردسال نظام شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا امرائے نظام شاہی جیسی کہ چاہئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے سلطان محمود خلجی نظام الملک غوری کے اغوا سے متواتر کوچ کر کے بلاد دکن میں آیا بادشاہ نے دریائے نربدہ کو عبور کیا اور اسی اثناء میں جاسوس خبر لائے کہ مبارک خاں حاکم اسیر فوت ہوا اور اس کا فرزند غازی خاں الملقب بعادل خاں اپنے باپ کا جانشین ہوا عادل خاں نے عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی جور و تعدی کو اپنا شعار بنایا اور سید کمال الدین و سید سلطان کو ناحق قتل کر کے ان مظلوموں کے مکان تباہ و برباد کر دئے اس خبر کے چند روز بعد سید جلال برادر سید کمال الدین

وسیلہ سلطان ہوا خواہی کے لئے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمود خلجی نے ازراہ حمیت ارادہ کیا کہ عادل خاں کو سزا دے بادشاہ اسیر کی جانب روانہ ہوا اور عادل خاں نے اپنی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کر کے نبیرۂ قطب عالم فرید الحق والدین مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان محمود خلجی کی خدمت میں مع پیشکش روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود خلجی خود واقف تھا کہ قلعۂ اسیر کا کسی تدبیر سے فتح ہونا ممکن نہیں ہے علاوہ اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کی تسخیر تھا بادشاہ نے عادل خاں کا قصور معاف کیا اور آئندہ کے لئے اس کو نصیحت کر کے خود ولایت برار و ایلچپور کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی مالاپور پہنچا اور جاسوس خبر لائے کہ وزرائے نظام شاہ سرحدوں سے لشکر کو طلب کر کے فوج کو ایک جا فراہم کر رہے ہیں اور دو کروڑ تنکہ خزانہ سے نکالکر برسم مدد خرچ امرا اور لشکریوں کے حوالہ کر دیا ہے اور ایکسو ساٹھ عظیم الجثہ ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر شہر کے باہر فروکش ہیں سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور افواج کو ترتیب دیکر متواتر کوچ کرتا ہوا نظام شاہ بہمنی کے مقابلہ میں فروکش ہوا وزرائے دکن نے نظام شاہ کے سر پر جس کی عمر آٹھ سال کی تھی چتر کا سایہ فگن کیا اور خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کر کے میسرہ کا انتظام ملک نظام الملک ترک اور میمنہ خواجہ محمود گیلانی ملک التجار کے حوالہ کیا اسی دوران میں ملک التجار نے پیشدستی کر کے میمنہ محمودی پر حملہ کیا اور مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر جو میسرۂ محمودی کے سردار تھے مارے گئے میمنۂ محمودی بھی منتشر ہو گیا اور لشکر سندو کو عظیم الشان شکست ہوئی حریف نے دس کوس تک ان کا تعاقب کیا اور سلطان محمود خلجی کے لشکرگاہ کو غارت و تباہ کر دیا سلطان محمود خلجی ایک گوشہ میں مخفی ہو گیا تھا اور وقت فرصت کا انتظار کر رہا تھا بادشاہ نے دیکھا کہ کثیر تعداد سپاہیوں کی غارتگری میں مشغول ہے اور نظام شاہ چند سواروں کے ہمراہ میدان میں کھڑا ہے سلطان محمود خلجی دو ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہ کے عقب سے نمودار ہوا اور مشہور روایت کے موافق خواجہ جہاں ترک نے جو قلب لشکر کا سردار تھا بے حد کوشش کی

اور نظام شاہ بہمنی کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر روانہ ہوا اور معاملہ
برعکس ہو گیا بہمنی سپاہی جو غارتگری میں مشغول تھے مارے گئے
اور ملکۂ جہاں والدۂ نظام شاہ نے امرا کے مکر اندیشہ سے
شہر بیدر کی حفاظت کے لئے ملو خاں کو مقرر کیا اور خود نظام شاہ کو
اپنے ہمراہ لیکر شہر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

ملکۂ جہاں نے فیروز آباد سے ایک خط سلطان محمود گجراتی کے نام لکھا اور
امداد طلب کی سلطان محمود خلجی نے تعاقب کیا اور شہر بیدر کا محاصرہ کر لیا جس وقت
فراری لشکر فیروز آباد میں نظام شاہ کے گرد جمع ہو گیا اور سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ
ملک التجار سر لشکر نظام شاہ مع بے شمار فوج کے نظام شاہ کی مدد کے لئے
روانہ ہو لیے اور امید ہے کہ جلد بادشاہ تک پہنچ جائے گا بادشاہ نے امرا
سے مشورہ کیا اور آخر کار یہ قرار پایا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہو چکا ہے اور
نیز یہ کہ ماہ صیام بھی آ گئے ہیں انسب یہ ہے کہ اس مملکت کی فتح کو آیندہ سال
پر موقوف رکھکر مراجعت کی جائے سلطان محمود خلجی اپنی مملکت کی جانب روانہ
ہوا اور راہ میں جو واقعات اس کو پیش آئے اس سے ناظرین واقف و آگاہ ہیں

سلطان محمود خلجی چونکہ دکن فتح کرنے کے خیال میں منہمک تھا اور ملک التجار
کے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر گزری تھی چاہتا تھا کہ ان تکالیف گذشتہ کا بھی
بدلہ لے بادشاہ نے ٨٦٧ھ میں دوبارہ لشکر کشی کا سامان کیا اور ظفر آباد دلغلجہ
میں فروکش ہوا بادشاہ ہنوز ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانہ دار کا
عریضہ آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو بیشمار
لشکر کے ساتھ کھیرلہ پر نامزد کیا ہے اور چند روز میں وہاں پہنچا چاہتا ہے
محمود خلجی اس خبر کو سنکر بہ تعجیل تھانہ دار کھیرلہ کی امداد کے لئے عازم ہوا
اثنائے راہ میں سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ سراج الملک تھانہ دار مے نوشی
میں مشغول و بے خبر تھا کہ نظام الملک نے کھیرلہ پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا
سراج الملک کا فرزند قلعہ سے باہر آیا اور جنگ کے بعد فراری ہوا نظام الملک
نے ان کا تعاقب کیا اور شکست خوردہ جماعت کے ساتھ خود بھی حصار میں داخل

ہوا اور قلعہ پر قابض ہو گیا لیکن قابض ہونے کے بعد اُسی روز نظام الملک بھی پیا دگاں راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سن کر مقبول خاں کو چار ہزار فوج کے ساتھ کھیرلہ روانہ کیا اور خود انتقام لینے کی غرض سے دولت آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں راجہ سرکچھ کے ملازمین اور راجہ جاجنگر کے وکلا پانسو تیس ہاتھیوں کا پیشکش لے کر حاضر ہوئے۔ سلطان محمود خلجی نے وکلا کو خلعت وانعام دیکر رخصت کیا اسی زمانہ میں جبکہ سلطان محمود خلجی موضع خلیفہ آباد میں فروکش تھا ایک قاصد امیر المومنین یوسف بن محمدؐ عباسی کا فرمانِ سلطنت اور خلعت حکومت مصر سے لے کر سلطان محمود خلجی کی بارگاہ میں حاضر ہوا بادشاہ نے کمال مسرت کے ساتھ فرمان و خلعت کا استقبال کیا اور خلیفہ کے خادم کی بے حد عزت و توقیر کی اور قاصدوں کو خلعت زر دوزی اور گھوڑے مع زین و لجام مرصع مرحمت فرمائے۔

سلطان محمود خلجی دولت آباد کے قریب پہنچا اور اس کو معلوم ہوا کہ سلطان محمود گجراتی بادشاہ دکن کی مدد کے لئے آرہا ہے سلطان محمود خلجی نے بالکنڈہ کا ارادہ کیا اور چند مواضعات پر حملہ آور ہو کے گونڈوارہ کی راہ سے اپنے دار الملک شادی آباد مندو کو واپس آیا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سلطان محمد شاہ بہمنی نے نظام الملک ترک کو ۸۶۷ھ میں روانہ کیا اور نظام الملک قلعہ پر قابض ہو گیا ناظرین اس اجمال کی تفصیل شاہان بہمنیہ کے حالات میں ملاحظہ کریں۔

سلطان محمود خلجی نے چند روز انتظار کیا اور ربیع الاول ۸۶۸ھ میں مقبول خاں کو ایک فوج کے ہمراہ ایلچپور پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا مقبول خاں نواح ایلچپور پر قابض ہوا اور شہر کو تباہ کر دیا ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد ایلچپور کا حاکم اپنے ہمسایہ حکام یعنی قاضی خان و خلیں کو یکجا کر کے ڈیڑھ ہزار سوار اور بے شمار پیادوں کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے آیا یہ خبر مقبول خاں کو ہوئی مقبول خاں نے مال غنیمت و اسباب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور عمدہ و تجربہ کار سپاہیوں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لیا مقبول خاں نے اس منتخب فوج

ایک جماعت کو جنگ کے لئے متعین کیا اور خود ایک قلیل گروہ کے ہمراہ کمین گاہ میں مخفی ہو گیا فریقین معرکہ آزمائی میں مشغول ہو گئے اور مقبول خاں کمین گاہ سے باہر نکل کر حملہ آور ہوا۔ قاضی خاں شکست کھا کر ایلچپور فراری ہوا۔

مقبول خاں نے ایلچپور تک اس کا تعاقب کیا اور ذرہ پوش بیس معتبر سردار قاضی خاں کے تہ تیغ اور تیس سردار گرفتار کئے مقبول خاں نے ایلچپور سے مراجعت کی اور کامیاب و بامراد محمود آباد واپس آیا۔

جمادی الاول ۸۷۱ھ میں والی دکن اور مالوہ نے ایک دوسرے کی بارگاہ میں قاصد روانہ کئے بے حد گفتگو کے بعد اس شرط پر صلح قرار پائی کہ والی دکن ایلچپور اور ولایت گونڈوارہ یا بقول دیگر قلعہ کھیرلہ تک سلطان محمود خلجی کے حوالہ کر دے اور سلطان محمود خلجی اس شرط کے ایفا ہونے کے بعد کبھی بھی سلطنت دکن کو مضرت نہ پہنچائے۔

محمود خلجی نے یہ شرط بھی قرار دی کہ دفتر کے حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرج کئے جائیں اور تاریخ شمسی کا رواج موقوف کیا جائے ربیع الاول سنہ مذکور میں ایک متبحر و مشہور عالم شیخ علاء الدین نواح شادی آباد میں وارد ہوئے اور محمود خلجی نے حوض رانی تک ان کا استقبال کیا ہر دو حضرات نے اسپ سوارہ ایک دوسرے ملاقات کی اور بغل گیر ہو کر نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آئے۔

۸۷۲ھ ماہ ذی الحجہ میں مولانا عماد الدین سید محمد نور بخش کے قاصد سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کا خرقہ تبرکاً بادشاہ کے لئے اپنے ہمراہ لائے بادشاہ نے خرقہ کے ورود کو نعمت غیر مترقبہ خیال کیا اور مولانا عماد الدین کے ساتھ بطریق احسن پیش آیا محمود خلجی نے کمال مسرت کے ساتھ خرقہ کو زیب جسم کیا اور تمام علماء و مشائخین مملکت کو جو اس وقت بارگاہ میں حاضر تھے اپنی سخاوت بخشش سے بہرہ مند کیا۔

محرم ۸۷۳ھ میں جاسوسوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقبول خاں برگشتہ بخت محمود آباد کو جو اس وقت تک کھیرلہ کے نام سے مشہور ہے غارت کر کے والی دکن سے پناہ و امداد کا ملتجی ہوا ہے مقبول خاں نے چند ہاتھی جو سلطنت

ملکی کی وجہ سے اس کے ہمراہ تھے راجہ کھیرلہ کے فرزند کے حوالہ کر دیا ہے اور راجہ قصبۂ محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے اور اس نے ان تمام مسلمانوں کو جو قلعہ میں متوطن تھے قتل کر ڈالا اور گروہ کونڈان کو اپنے سے متفق کر کے راہ کو مسدود کر دیا ہے سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس فساد کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اور خود بھی آٹھ ربیع الآخر کو سنہ مذکور میں ظفر آباد دالغلجہ میں مقیم ہوا۔

سلطان محمود خلجی بھی چند روز کے بعد محمود آباد روانہ ہوا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ تاج خاں دسہرہ کے دن جو برہمنوں کا نہایت مقدس روز ہے ستر کوس یکدم کوچ کر کے وہاں پہنچا تاج خاں کو معلوم ہوا کہ رائے زادہ اس وقت کھانا کھانے میں مشغول ہے تاج خاں نے کہا کہ غفلت کے عالم میں دشمن پر حملہ آور ہونا طریق مردانگی سے بعید ہے اور ایک شخص کو رائے زادہ کے پاس بھیجکر اس کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا راجہ زادہ نے اپنا ہاتھ کھانے پر سے اٹھالیا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ مسلح ہو کر جنگ کے لئے آیا اور فریقین نے ایسی جانبازیوں کے ساتھ کوشش کی کہ اس سے زیادہ کوشش متصور نہیں ہو سکتی ہے آخر الامر راجہ زادہ کے اکثر ملازمین مارے گئے اور راجہ زادہ سر و پا برہنہ فرار ہو کر گروہ کونڈان کے دامن میں پناہ گزیں ہوا تاج خاں مقبول خاں کے ہاتھیوں اور دیگر مال غنیمت و محمود آباد پر قابض ہو گیا ہے۔

اسی اثناء میں عریضہ تاج خاں کا پہنچا محمود خلجی نہایت خوش و مسرور ہوا اور ملک الامرا ملک داور کو گروہ کونڈان کی تادیب کے لئے روانہ کیا جس وقت یہ خبر طائفۂ کونڈان کو معلوم ہوئی گروہ کونڈان نے راجہ زادہ کو مقید کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا محمود خلجی نے اس فتح کے چند روز کے بعد محمود آباد کا ارادہ کیا اور چھ رجب کو قصبۂ سارنگپور میں فروکش ہوا چند روز کے بعد خواجہ جمال الدین استر آبادی برسم ایلچی گری میرزا سلطان ابو سعید کی جانب سے مع تحفہ و سوغات کے ہندوستان وارد ہوئے محمود خلجی خواجہ جمال الدین کی ملاقات سے بے حد مسرور ہوا اور خواجہ جمال الدین کو عنایت خسروانہ سے خوشدل کر کے

ان کو واپس جانے کی اجازت دی بادشاہ نے اقسام کے سوغات ہند یعنی پارچہ و دیگر اسباب وچند کنیزان رقاصہ اور چند ہاتھیوں کو روپیہ سے بار کرا کے اور عربی گھوڑے اور قصیدہ جو اس نے سلطان ایران کی مدح میں بزبان ہندی لکھا تھا شیخ علاء الدین کی ہمراہی میں خواجہ جمال الدین کے ذریعہ سے ایران روانہ کیا اور خود دار الملک شادی آباد میں مقیم ہوا۔

شہنشاہ ایران اس قصیدہ سے جو بادشاہ مالوہ کی طبع زاد نظم تھی اس قدر خوش ہوا کہ دوسرے تحائف سے اُس کو اس قدر مسرت حاصل نہ ہوئی ہوگی اسی سال راجہ گوالیار کو معلوم ہوا کہ میرزا ابوسعید بادشاہ ایران کو فن موسیقی وسکیت سے کمال رغبت ہے راجہ نے فن مذکور کی دو تین معتبر کتابوں کو مع چند علمائے فن کے بادشاہ ایران کی خدمت میں بھیجا راجہ کے فوت ہونے کے بعد اس کے فرزند راجہ کوپ نے بھی اپنے باپ کے طرز عمل کو مدنظر رکھا اور ہمیشہ تحائف بادشاہ ایران کی خدمت میں ارسال کرتا رہا۔

۸۷۳ھ میں غازی خاں نے ایک عرضداشت اس مضمون کی سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ارسال کی کہ زمینداران کچھواڑہ منحرف ہو کر باغی ہوگئے ہیں اس عرضداشت کے پہنچتے ہی محمود خلجی نے اس جماعت کی تادیب کا ارادہ کیا اور بیشمار لشکر کچھواڑہ کی جانب روانہ کیا اور خود بھی اس مملکت کی آمدنی اور اُس کے اخراجات کی مشکلات کو مدنظر رکھکر وسط ولایت میں مقیم ہوا محمود خلجی نے اس مقام پر ایک حصار کی بنیاد ڈالی جو چھ روز کے عرصہ میں تیار ہو کر مکمل ہوگیا بادشاہ نے اس کو جلال پور کے نام سے موسوم کیا اور میرزا خاں کو حصار کی حکومت پر معین فرمایا۔

سات شعبان سنہ مذکور میں شیخ محمد حربلی اور کپور چند راجہ گوالیار کا فرزند سلطان بہلول لودھی فرمانروائے دہلی کے سفیر بن کر محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے قاصدوں نے تمام تحائف بادشاہ کے نذر کرکے یہ پیام دیا کہ سلطان محمود شرقی ہماری ایذارسانی سے باز نہیں آتا ہے اگر بادشاہ ہماری امداد و اعانت کی غرض سے نواح دہلی میں تشریف لائیں اور اس کے فساد سے

انہیں محفوظ رکھیں تو ہم اس کے معاوضہ میں قلعہ بیانہ مع اس کے مضافات کے
بطور پیشکش آپکے نذر کریں گے اور جس وقت آپ اپنے دارالملک سے روانہ
ہوں گے چھ ہزار گھوڑے فراہم کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کریں گے محمود
خلجی نے جواب دیا کہ جس وقت سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہوگا میں بھی
جلد سے جلد تمہاری مدد کے لئے دہلی پہنچ جاؤں گا محمود خلجی نے اپنی اس قرارداد
کے مطابق ایلچیوں کے حال پر مہربانیاں فرمائیں اور دارالملک شادی آباد مندو
کی جانب روانہ ہوا چونکہ ہوا نہایت گرم تھی راہ میں کثرت حرارت کی وجہ سے
اس کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو گیا اور روز بروز مرض میں ترقی ہوتی گئی
بادشاہ نے انیسویں ذیقعدہ ۸۷۳ھ ولایت کھچواڑہ میں وفات پائی محمود خلجی نے
چونتیس سال فرمانروائی کی بادشاہ کی عمر جلوس اور اس کی مدت فرمانروائی کا برابر ہونا ایک حیرت انگیز واقعہ
ہے امیر تیمور صاحبقران گورگان نے بھی چھتیس سال کی عمر میں تخت سلطنت
پر جلوس فرمایا تھا اور نیز یہ کہ چھتیس ہی سال حکومت کی یہ واضح ہو کہ سلطان
محمود خلجی کے دیگر فتوحات بھی بیشمار ہیں جن کو مولف نے بخوف طوالت قلم انداز
کر دیا ہے سلطان محمود خلجی عادل و شجاع و نیکو اخلاق سخی فرمانروا تھا بادشاہ
کے تمام عہد فرمانروائی میں رعایا کا ہر طبقہ کیا ہندو اور کیا مسلمان روز بروز
اس کے گرویدہ ہوتے جاتے تھے محمود خلجی نے آغاز حکومت سے تا یوم وفات
کم ایسا سال گزرا ہوگا جس میں لشکر کشی نہ کی ہو بلکہ اپنی راحت و آسایش کو
لشکر کشی و جنگ و جدل ہی پر مبنی سمجھتا تھا محمود خلجی ہمیشہ تجربہ کار سیاحوں اور
جہاندیدہ مورخین سے سلاطین سابق کے کارناموں کو معلوم کر کے قواعد
جہانبانی وضع کرتا تھا شاہان ماضیہ کے حالات میں جو واقعات اس کے
پسند خاطر ہوتے تھے اس کو اپنے قلب و دماغ میں محفوظ رکھتا تھا اور اپنی
مجالس میں امرا سے ان کا تذکرہ کرتا تھا محمود خلجی ان امور سے جو سلاطین
کے زوال دولت اور خاندان کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں پرہیز کرتا تھا
اس کی تمام مملکت میں کوئی شخص چور کے نام سے بھی واقف نہ تھا اگر اتفاق
سے کسی تاجر یا فقیر کا مال چوری جاتا تو ثبوت کے بعد اس رقم کو اپنے خزانہ سے

ادا کرتا اور بعد اس کے اس مال کو مقامی حکام سے وصول کر لیتا تھا اسی سبب سے ہر محتاج و دولت مند جو اس کی مملکت میں آتا جنگل بیابان میں بھی مقیم ہو کر اپنے جان و مال کی حفاظت نہ کرتا تھا اتفاق سے ایکدن ایک شیر یا ببر نے کسی مسافر کو پھاڑ ڈالا اس کی زوجہ اور فرزند بادشاہ سے دادخواہ ہوے سلطان محمود خلجی نے ہر چہار جانب فرامین روانہ کیئے کہ شیر و نیز دیگر درندے قتل کرا دئے جائیں بادشاہ کا حکم تھا کہ اگر اس فرمان کے بعد کسی جگہ شیر نظر آ جائے تو بجائے شیر کے مقامی حکام قتل کیئے جائیں اس روش سے اس کے مبارک عہد میں بلکہ اس کے عہد حکومت کے بعد بھی ایک مدت تک کسی شخص نے ولایت مالوہ میں شیر یا دوسرے درندوں کو نہیں دیکھا۔

ذکر سلطنت سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

سلطان محمود فوت ہوا اور اس کے فرزند اکبر سلطان غیاث الدین نے حسب وصیت اپنے والد کے تخت سلطنت پر جلوس کر کے تمام رعایا و عوام کو خوشدل کیا جو رقم کثیر کہ اس کے چتر پر نثار کی گئی تھی بادشاہ نے اس کو مستحقین پر تقسیم کر دیا سلطان غیاث الدین خلجی نے اپنے برادر خورد فدائی خاں کو شہر نوا اور دیگر پرگنات کی حکومت پر جن پر وہ سلطان محمود خلجی کے زمانہ سے قابض تھا بحال و برقرار رکھا بادشاہ نے اپنے فرزند اکبر عبد القادر کو ناصر الدین سلطان کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد مقرر کیا اور مصلحتاً جلد سے جلد اس کو عہدۂ وزارت عطا فرما کے چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

جشن جلوس سلطنت ختم ہوا اور بادشاہ نے جمیع مناصب اپنے معتمد اور تجربہ کار امیروں کے سپرد کر کے فرمایا کہ سلطان مرحوم کے زمانہ میں میں نے چونتیس سال لشکر کشی کی ہے اب میری آسائش کا وقت ہے یہ مملکت جو سلطان مرحوم سے ترکہ میں مجھے ملی ہے میں اس کی محافظت میں کوشاں رہوں گا اور اسی پر قانع رہوں گا اس تقریر کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہوا اور حکم دیا کہ مملکت میں جس قدر اسباب عیش و عشرت مہیا ہو سکیں فراہم کیئے جائیں اور جو سامان نشاط دوسرے ممالک یعنی ایران و توران و روم میں

یسر آسکیں معتبر افراد کے ذریعہ سے جس طرح ممکن ہو سکے یکجا کئے جائیں۔
غرضیکہ بادشاہ کی حرم سرا میں کنیزان سازندہ و رقاص و صاحب جمال بیشمار جمع ہو گئیں چونکہ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا تھا لہذا قلیل مدت میں قریب دس ہزار کے کنیزیں اور دختران راجہ اس کے محل میں یکجا ہو گئیں دختران راجہ وامرا کو مناصب مرحمت کر کے بیرون حرم کے مطابق قصر شاہی میں بھی عہدے و مدارج مقرر کئے۔ بادشاہ نے ان مستورات میں سے بعض کو وکیل و وزیر و دبیر و مشرف خبردار نویسندہ و منجم مقرر فرمایا اور بعض صدر و مدرس و حکم و ندیم و محتسب و مفتی و موذن و حافظ کے عہدوں پر مامور کی گئیں اسی طریق سے کنیزوں کو ہنر اور صنعت رائج الوقت کی تعلیم دلوائی اور ایک جماعت کو زرگری و آہنگری و مخمل بافی و تبر گری و کمان گری و کوزہ گری و جامہ بافی و ترکش دوزی و کفش دوزی و زرگری و نجاری و کشتی گیری و شعبدہ بازی اور دوسرے اقسام کے ہنروں کی جن کی طوالت عبث ہے تعلیم دلاکر ان کو چند جماعتوں میں تقسیم کیا اور ایک کو ان پر حاکم مقرر فرمایا۔
غیاث الدین نے پانچسو ترکی کنیزوں کو لباس مردانہ پہنا کر تیراندازی و نیزہ بازی کی تعلیم دی اور ان کو سپاہ ترک کے لقب سے میمنہ میں داخل فرمایا ہے تاکہ کنیزوں کو ہاتھ میں لے کر اور ترکش کو کمر سے لگا کر ایستادہ ہوں اور پانچسو حبشی کنیزوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر تفنگ اندازی و شمشیر بازی سکھلائی اور میسرہ ان کے حوالہ فرمایا بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار قایم کیا اور حکم دیا کہ یہاں بھی جملہ اشیا اسی نرخ سے فروخت ہوں جس قیمت پر کہ شہر کے بازار میں فروخت ہوتی ہیں بوڑھی اور بدشکل مستورات ان خدمتگذاروں میں شامل نہ تھیں اگر کسی وجہ سے کوئی ایسی بوڑھی عورت حرم سرا میں تھی تو وہ بادشاہ کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتی تھی اور سب سے عجیب ترین امر یہ تھا علاوہ تمامی کنیزوں اور مستورات غیر سردار و منصبدار کا یکساں مقرر تھا بادشاہ ہر ایک کو

دو تنگہ اور دو من غلہ بوزن شرعی عطا کرتا تھا اور ہر ایک جاندار کو جو محل سرا میں موجود تھا اسی طرح دو تنگہ اور دو من غلہ دیا جاتا تھا چنانچہ طوطی مینا اور کبوتر کا روزینہ اسی مقدار میں مقرر کیا گیا تھا۔

ایک دوسری روایت ہے کہ محل سرا میں بادشاہ کو ایک چوہا نظر آیا بادشاہ نے اس کے لئے بھی دو تنگہ اور دو من غلہ مقرر کر دیا اس خدمت کو ایک کنیز کے سپرد کر کے اس کو حکم دیا کہ ہر روز غلہ چوہے کی بل کے قریب رکھا کرے بادشاہ جن مستورات اور کنیزوں پر زیادہ مائل تھا ان کو اگرچہ طلائی آلات مرصع آلات بیشمار عطا کرتا تھا لیکن علوفہ ان کا بھی سب کے برابر تھا۔

بادشاہ نے یہ بھی ایک معمول مقرر کر دیا تھا کہ ہر روز سو اشرفیاں اس کے سرہانے تکیہ کے نیچے رکھی جاتی تھیں اور علی الصباح محتاجوں اور فقراء کو تقسیم کی جاتی تھیں ایک مقررہ یہ بھی امر تھا کہ جس وقت بادشاہ کی نظر زن و فرزند اور مال واسباب پر پڑے اور بادشاہ خدا کا شکر ادا کرے تو جس وقت لفظ شکر بادشاہ کی زبان پر آئے اسی وقت پچاس تنگہ محتاجوں کو دے جائیں بادشاہ کا بہترین معمول یہ تھا کہ جس روز دربار کرتا یا سوار ہوتا تو جس شخص سے گفتگو کرتا خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہزار تنگہ اس کو عطا کرتا۔

بادشاہ کے محل میں ایک ہزار کنیز حافظ قرآن موجود تھیں سلطان غیاث الدین کا حکم تھا کہ جس وقت بادشاہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام حافظ قرآن کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے لباس پر دم کریں جس وقت ایک گھڑی رات باقی رہتی بادشاہ اٹھ کر عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا اور جبین نیاز کو عجز و انکسار کے ساتھ زمین پر رکھکر حصول مطالب و مقاصد کی بارگاہ خدا میں دعا کرتا تھا سلطان غیاث الدین نے اہل حرم کو تاکید یہ حکم دیا تھا کہ جس وقت نماز تہجد کے لئے بادشاہ کو بیدار کریں تو اگر ضرورت ہو تو پانی بادشاہ کے منہ پر چھڑکیں بلکہ بادشاہ بیخبر سوتا ہو تو

بزور اُس کو جگائیں اور اگر اُس پر بھی بیدار نہ ہو تو اُس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اٹھا دیں۔

بادشاہ نے اپنے مقربین کو یہ حکم دیا تھا کہ بوقت عشرت یا کار دنیاوی کی مشغولی کی حالت میں ہر ایسی چیز کو جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے بادشاہ کے سامنے لائیں تاکہ وہ متنبہ ہو کر عبرت حاصل کرے اور مجلس سے اٹھکر وضو کے بعد توبہ و استغفار کرے اس کی مجلس میں نامشروع اور جو باعث رنج امور تھے ان کے ذکر کرنے کی اجازت نہ تھی سلطان غیاث الدین کو مسکرات سے مطلق رغبت نہ تھی ایک مرتبہ ایک لاکھ تنکہ خرچ کرکے ایک معجون بادشاہ کے لئے تیار کی گئی اور بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی اور سلطان غیاث الدین نے فرمایا کہ اس کے اجزا پڑھکر سنائے جائیں اس معجون میں تین سو سے زائد ادویات شامل تھیں منجملہ ان کے ایک رحم جوز بوا بھی داخل تھا بادشاہ نے فرمایا کہ معجون میرے کام کی نہیں ہے اور حکم دیا کہ اس کو آگ میں ڈالدیں ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ معجون کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیجئے سلطان غیاث الدین نے جواب دیا کہ جس چیز کو میں اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا دوسرے شخص کے لئے کیونکر تجویز کرسکتا ہوں

سلطان غیاث الدین کی مروت اور جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص اس کے حاجب یعنی شیخ لقمان کے پاس آیا اور کہا کہ بادشاہ کی عام بخشش کی خبر سنکر میں تمھارے پاس آیا ہوں تاکہ تمھارے وسیلہ سے میں اپنی دختر کے کار خیر کے لئے روپیہ حاصل کروں شیخ لقمان نے جواب دیا کہ تیری ضرورت کو میں خود اپنے ذاتی مال سے پورا کرسکتا ہوں اس شخص نے جواب دیا کہ میں تم سے امداد نہیں لینا چاہتا میرا منشا یہ ہے کہ سلطانی عطیہ سے میری عزت افزائی ہو شیخ لقمان نے ہر چند اصرار کیا لیکن اس شخص نے نہ مانا شیخ لقمان نے کہا کہ میں دوسرے شخصوں کی نیابت ان کے آبائی یا ذاتی فضائل کی وجہ سے کرتا ہوں تو ان ہر دو صفات سے عاری ہے میں تیری کس بنا پر بادشاہ سے ذکر کروں اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اپنے کو تم تک پہنچا دیا ہے اب تم خود اپنی عقل و دانش سے کام لو۔

شیخ لقمان اس شخص کو بادشاہ کے دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کی کہ گیہوں کے ذخیرہ سے جو فقرا کے لئے وزن کیا جا رہا تھا ایک مشت گندم

اٹھا لیے اور اپنے پاس محفوظ رکھے شیخ لقمان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ شخص بھی حاجب کے عقب میں حاضر ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ یہ شخص کون ہے شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اہل استحقاق میں سے ہے اور فلاں ہدیہ بادشاہ کے لئے لایا ہے بادشاہ نے جواب دیا کہ اس کو تو یہاں کیوں لے آیا مناسب تھا کہ مجھ کو اس کے پاس لے جاتا شیخ لقمان نے عرض کیا کہ اس کو اس قدر قابلیت ولیاقت حاصل نہ تھی کہ بادشاہ اس کی ملاقات کے لئے تشریف لیجاتے بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور قابل عزت تھا بادشاہ نے ہدیہ کے پیش کرنے میں اصرار کیا اور حاجب نے عرض کیا کہ یہ شخص اپنا ہدیہ جمعہ کے دن مسجد میں پیش کرے گا جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھکر گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈالدئے بادشاہ نے اس کے حال پر مہربانی فرمائی اور اس کو ہر قسم کے انعام سے سرفراز فرمایا۔

کہتے ہیں کہ ایکدن سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا کہ میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں صاحب جمال موجود ہیں لیکن وہ حسن وصورت جس کو میرا دل چاہتا ہے اب تک دستیاب نہ ہوا ایک درباری نے عرض کیا کہ جو ملازم اس خدمت پر مامور ہیں ان کو حسن وصورت کے شناخت میں کامل تمیز نہیں ہے اگر نمکخوار اس خدمت پر مامور فرمایا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی عورت بادشاہ کی پسند کے موافق ملجائے بادشاہ نے فرمایا کہ تمھاری رائے میں خوبصورتی کا معیار کیا ہے اس مقرب نے عرض کیا کہ فدوی کے خیال میں کمال حسن یہ ہے کہ اگر حسین کا ایک عضو نظر آجائے تو اس عضو کا حسن وجمال دیکھنے والے کو دوسرے عضو کی تمنائے دیدار سے بے نیاز کردے مثلاً اگر کوئی شخص اس کے قامت کو دیکھے تو ایسا فریفتہ ہو جائے کہ پھر اس کا چہرہ دیکھنے کی آرزو نہ کرے بادشاہ نے اسکے حسن تمیز کو پسند فرمایا اور اس مقرب نے بادشاہ کی اجازت سے تمام ممالک مصر وسمرقند وغیرہ مقامات کا سفر کیا درباری امیر نے ہرچند تمام مقامات پر جستجو کی لیکن کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہوسکی یہ درباری امیر

پابوس ہو کر بادشاہ کی مملکت کو واپس آیا لیکن حسن اتفاق سے ایک مقام پر ایک لڑکی اس کی نگاہ سے گذری جو خراماں خراماں جارہی تھی لڑکی کی حالت رفتار وحسن قامت نے اس شخص کو فریفتہ کرلیا لڑکی اور امیر مذکور کا سامنا ہوا اور امیر کو معلوم ہوا کہ جس شئے کا وہ خواہاں تھا اس سے یہ تحفہ ہزار درجہ بہتر ہے مقرب نے چند روز اس موضع میں قیام کیا اور جس حیلہ سے ممکن ہوسکا لڑکی کو وہاں سے لے جاکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کردیا اور بادشاہ بے حد خوش ہوا مقرب نے عرض کیا کہ میں نے اس کو کئی ہزار تنگہ کے معاوضہ میں خریدا ہے لڑکی کے اعزا جستجو کے بعد واقف ہوگئے کہ جو شخص اس موضع میں چند روز کے لئے مقیم ہوا تھا وہی شخص لڑکی کو لے گیا ہے لڑکی کے والدین دادخواہی کی غرض سے منڈو آئے اور سر راہ جس مقام سے بادشاہ کی سواری گذرتی تھی کھڑے ہو گئے اور بادشاہ سے فریاد کی بادشاہ اس واقعہ سے آگاہ ہو گیا اور اپنی سواری روک کر اسی مقام پر بیٹھ گیا غیاث الدین نے علماء کو طلب کرکے حکم دیا کہ بادشاہ پر شرعی حکم جاری کریں دادخواہ حقیقت حال سے مطلع ہوئے اور عرض کیا کہ دادخواہی اس غرض سے کی گئی تھی کہ لڑکی کو شخص مذکور اپنے لئے لے گیا ہے جبکہ یہ معلوم ہوا کہ لڑکی بادشاہ کے حرم میں داخل ہو گئی ہے تو ہم کو کوئی گلہ نہیں ہے بلکہ یہ امر ہمارے لئے باعث شرف وسعادت ہے بادشاہ نے علما سے کہا کہ اگرچہ اب وہ میرے لئے مباح ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرع ہو اس کو بجالاؤ اگرچہ وہ قتل ہی کا حکم کیوں نہ ہو علما نے جواب دیا کہ جو امر نادانستہ وقوع میں آئے وہ شریعت میں قابل عفو ہے اور کفارہ سے اس کی تلافی ہوسکتی ہے سلطان باوجود اس حال کے اس امر سے بے حد شرمندہ ہوا اور حکم دیا کہ آیندہ سے جملہ اشخاص عورات کے مہیا کرنے سے باز آئیں۔

بادشاہ کی سادہ لوحی اور اس کے حسن اعتقاد کے متعلق یہ روایت بھی مشہور ہے کہ ایکدن ایک شخص گدھے کا سم لے کر آیا اور کہنے لگا کہ یہ سم خر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے سلطان غیاث الدین نے حکم دیا کہ پچاس ہزار تنگہ سیاہ اس کے معاوضہ میں دیکر اس کو خرید کرلیں بعد اس کے دو تین اشخاص دوسرے

سم خر عیسیٰ علیہ السلام کا لے کر آئے اور بادشاہ نے اسی قیمت پر اس کو بھی خرید لیا اتفاق سے ایک شخص اور بھی سم لیکر آیا اور اس نے بھی دعویٰ کیا کہ یہ سم خر عیسیٰ علیہ السلام کا ہے بادشاہ اس کی خریداری کے لئے بھی مستعد ہوا اور حکم دیا کہ اس کو بھی پچاس ہزار تنکہ دے جائیں ایک مقرب نے عرض کیا کہ شاید عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پانچ پاؤں تھے جو پانچویں سم کی قیمت بھی اسی قدر ادا کی جاتی ہے سلطان نے جواب دیا کہ شاید یہ راست گو ہو اور پیشتر کسی شخص نے غلط بیانی کی ہو۔

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بے حد شوق تھا بادشاہ نے بہت سے آہو خانے بنوائے تھے اور جملہ اقسام کے جانور اور طیور ان میں یکجا کر لئے تھے بادشاہ مستورات کو ہمراہ لیکر سوار ہوتا اور آہو خانہ میں شکار کھیلتا تھا چونکہ بادشاہ زنان صاحب جمال کی صحبت اور ان کے نغمہ و رقص پر بیحد مائل تھا اکثر ایسا ہوتا کہ بادشاہ صرف ایک لمحہ کے لئے برآمد ہو کر تخت پر جلوس کرتا اور امرا کا سلام لیکر عظیم الشان و ضروری امور کا تصفیہ فرماتا اور بقیہ مہمات کو وکلا و وزرا کے سپرد کر دیتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ ایک یا دو ہفتہ تک برآمد نہ ہوتا لیکن ارکان دولت کو حکم تھا کہ عظیم الشان احکام جو مملکت میں جاری کئے جائیں یا کوئی عرضداشت جو سرحد سے آئے اس کو حرم سرا کے اندر فلاں شخص کے پاس بھیجدیا کریں تاکہ بادشاہ ان کا جواب باصواب تحریر کر دے اور اس طرح عیش و عشرت کا انہماک لوازم جہانبانی کے ادا کرنے میں مانع نہ ہو۔

سلطان غیاث الدین کے عہد حکومت میں کسی قسم کا خلل اس کی مملکت میں ظہور پذیر نہیں ہوا صرف ایک واقعہ جو سند رج ذیل ہے پیش آیا۔

۸۸۹ھ میں سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے پالنپور مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں بد نظمی پیدا کر دی یہ خبر سند و پہنچی اور کسی شخص میں یہ جرأت نہ تھی کہ اس کی بابت بادشاہ سے کچھ عرض کر سکے لیکن آخر کار احسن خان نے ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ سلطان بہلول لودھی سلطان سعید محمود خلجی کے

عہد حکومت میں ایک رقم کثیر پیشکش کی ارسال کرتا تھا لیکن اس زمانہ میں سنا
گیا ہے کہ اس نے جرأت کرکے قصبۂ پالنپور پر دست درازی کی سلطان
غیاث الدین نے اس خبر کو سنکر فوراً شیر خاں بن مظفر خاں حاکم چندیری کو
لکھا کہ لشکر بسلسلہ اور سارنگپور کو ہمراہ لیکر سلطان بہلول لودھی کی گوشمالی کے لئے
روانہ ہو فرمان کے پہنچتے ہی شیر خاں نے افواج کو یکجا کیا اور بیانہ روانہ ہوا
سلطان بہلول لودھی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور بیانہ کو چھوڑکر
دہلی چلا گیا شیر خاں نے اس کا تعاقب کیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوا سلطان
بہلول لودھی نے مصلحت کے ساتھ ہدیہ دیکر شیر خاں کو واپس کر دیا شیر خاں
نے از سر نو قصبۂ پالنپور کی تعمیر کی اور چندیری واپس آیا۔

سلطان غیاث الدین خلجی نے راجہ چمپانیر کی التجا کے مطابق رائزادۂ
سرخ کو بغلچہ روانہ کیا اور خود بھی شہر سے باہر آکر قصر جہاں نما میں فروکش ہوا
سلطان غیاث الدین نے علما کو طلب کیا اور اسباب سفر کے متعلق ان سے
سوال کیا علما نے بالاتفاق جواب دیا کہ کافر کی حمایت ناجائز ہے بادشاہ شرمندہ
ہوا اور واپس آیا۔

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۸۸۸ھ میں زحل
و مشتری برج عقرب میں ایک سحر و رجب و شعبہ میں یکجا ہوئے اور کواکب
پنجگانہ بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے اس وجہ سے نحوست کا اثر اکثر
ممالک میں ظہور پذیر ہوا خصوصاً ممالک خلجیہ میں کواکب کے اثرات سے
اختلال عظیم واقع ہوا چنانچہ سلطان بہلول لودھی کی آمد اور پالنپور
کی تباہی سب انھیں اثرات کے نتائج ہیں۔

گیارہ جمادی الآخر ۹۰۲ھ میں شیخ المحدثین والمفسرین قدوۃ المحققین
شیخ سعد اللہ لاری المشہور بہ بندوی نے وفات پائی اور سلطان محمود خلجی کے
گنبد میں مدفون ہوئے اس واقعہ کے بعد ۹۰۳ھ میں جبکہ سلطان غیاث الدین
خلجی کمزور و ضعیف ہو چکا تھا اس کے فرزندوں یعنی ناصر الدین اور شجاعت خاں
المعروف بعلاء الدین میں مخالفت پیدا ہو گئی ان کی والدہ رانی خورشید جو راجہ بگلانہ

کی دختر تھی اپنے فرزند کو چاہک کی بہی خواہ ہو گئی اور امرا کو بھی شجاعت خاں
سے متفق کر دیا ملکہ نے بادشاہ کو ناظر الدین کی طرف سے بدظن کر کے ایک
جماعت کو اس کی گرفتاری کے لئے معین کیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا
اور ۹۰۵ھ میں منڈو سے فراری ہوا اور اس کا مال و متاع شجاعت خاں
المعروف بعلاء الدین کے قبضہ میں آگیا علاء الدین ناصر الدین کے قتل کے
درپے ہو گیا ناصر الدین اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور وسط مملکت میں قیام پذیر
ہوا امرائے اطراف و جوانب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے تقویت حاصل
کی اور ناظر الدین کی طاقت اس درجہ بڑھ گئی کہ اس نے چتر کو سر پر سایہ فگن کیا اور قلعہ
منڈو کے نیچے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا ناصر الدین نے چونکہ ایک مدت تک
وزارت کی تھی اکثر اشخاص اس کے ہمزبان ہو گئے دفعتہً قلعہ کا دروازہ
کھول دیا ناصر الدین بے خبر شہر میں داخل ہوا اور شجاعت خاں المعروف بعلاء الدین
جو حفاظت قلعہ کی غرض سے قیام پذیر تھا فراری ہوا اور اپنے باپ کے گھر
میں پناہ لی ناصر الدین نے بے انتہا جسارت و بے ادبی سے کام لیا اور ایک
جماعت کو مامور کیا کہ رانی خورشید اور علاء الدین کو بادشاہ کے قیام گاہ سے
بظلم و سختی باہر نکال لائیں ناصر الدین کے حکم کی تعمیل کی گئی اور اس کے حکم سے علاء الدین اور اس کے
فرزند بکریوں کی طرح ذبح کر دیئے گئے ناصر الدین نے تاج جہانبانی سر پر رکھ کر
حکمرانی شروع کی سلطان غیاث الدین جو امور سلطنت سپرد کر کے گوشہ نشین
ہو چکا تھا انھیں چند دنوں میں فوت ہوا اور سلطان ناصر الدین اپنے باپ
کو زہر دینے کی علت میں تمام عالم میں رسوا و بدنام ہوا سلطان غیاث الدین
نے تینتیس سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین خلجی۔

ناصر الدین کی ولادت سلطان محمود خلجی کے حیات میں
واقع ہوئی محمود خلجی نے مسرت کے عالم میں ایک ماہ
تک جشن عشرت منعقد رکھا اور اپنے پوتے کو دیکھ کر بیحد
خوش ہوا اور اس نعمت کے شکریہ میں تمام رعایا کو عموماً
اور علما و فضلا کو خاص کر اپنے انعامات سے بہرہ مند کیا

اختر شناس گروہ نے اس کے طالع مسعود پر حکم لگا کر تمام آیندہ واقعات بوضاحت بیان کئے محمود خلجی نے ساتویں روز اس کو گود میں لیا اور بزرگان دین کی خدمت میں لے آیا اور مولود عبدالقادر کے نام سے موسوم کیا گیا ناصر الدین سن بلوغ کو پہنچا اور سلطان غیاث الدین نے اس کو ولی عہد کیا عہدۂ وزارت اس کے سپرد کر دیا ناصر الدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں المشہور بعلاء الدین اگرچہ باسباب ظاہر اپنے بڑے بھائی سے متفق تھا لیکن نفاق باطنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا سلطان غیاث الدین خلجی کے آخر عہد حکومت میں شجاعت خاں نے ایکروز خلوت میں بادشاہ سے عرض کیا کہ ایک جماعت اوباشوں کی سلطان ناصر الدین سے متفق ہوگئی ہے اور یہ افراد ناصر الدین کو مخالفت و ملک گیری کے متعلق ترغیب دیتے رہتے ہیں واقعہ کا علاج قبل از وقوع کرنا ضروری ہے سلطان غیاث الدین خلجی نے اول فرزند کو گرفتار و مقید کرنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ آثار نجابت اس کی پیشانی سے ظاہر تھے سلطان غیاث الدین خلجی نے یہ ارادہ ترک کیا اور فرزند کو بندۂ لطف و احسان بنانے کا تہیہ کیا بادشاہ نے ناصر الدین کے منصب و جاگیر میں اضافہ کر کے عارض ممالک کو حکم دیا کہ وہ مع تمامی امرا اور سرداران فوج کے ہر صبح کو سلطان ناصر الدین خلجی کے دولتکدہ پر جا کر اس کے ہمراہ بارگاہ شاہی میں حاضر ہوا کریں۔

الغرض ناصر الدین استقلال کے ساتھ مہمات ملکی و مالی کا تصفیہ کرنے لگا اور ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کر دیئے عمال پرگنات خالصہ موتی خاں و مکھن خاں کو برطرف کر کے ان کی خدمات پر شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو نامزد کیا موتی خاں اور مکھن خاں رانی خورشید سے دادخواہ ہوئے بیگم اپنے چھوٹے فرزند شجاعت خاں المشہور بعلاء الدین سے زیادہ محبت رکھتی تھی اور فرزند اکبر سے اس کی طبیعت صاف نہ تھی رانی خورشید نے شجاعت خاں مشہور بعلاء الدین کے مشورہ سے بادشاہ سے عرض کیا کہ ملک محمود کوتوال اور سوندا س بقال مکار و غدار ہیں ناصر الدین سے مل گئے

ہیں اور فساد برپا کرنے پر آمادہ ہیں۔
چونکہ سلطان کی صحت کا مدار مستورات پر تھا لہذا بادشاہ نے بے پرسش و تحقیق ان کے قتل کا حکم دیا اور ان کے گھروں کو برباد کر دیا اس واقعہ کے بعد سلطان ناصر الدین نے اپنی آمد و رفت کم کر دی اور دربار میں سلام کے لئے بھی حاضر نہ ہوا رانی خورشید اور شجاعت خاں مشہور بعلاء الدین نے مکھن خاں اور موسیٰ خاں کے ذریعہ سے بادشاہ کے کان بھر دیئے اور استقلال کے ساتھ مہمات ملکی کے انجام دینے میں مشغول ہو گئے اور خزانہ پر متصرف ہوئے۔
شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل خواجہ سرا نے موقع پا کر موسیٰ خاں بقال کو جو فتنہ و فساد کا باعث تھا قتل کر ڈالا اور شاہی حرم سرا میں داخل ہو گئے رانی خورشید نے اس واقعہ کو مبالغہ کے ساتھ سلطان غیاث الدین خلجی سے بیان کیا اسی بنا پر بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ قاتلوں کو سلطان ناصر الدین کے مکان سے گرفتار کر کے لے آئے لیکن رخصت کرتے وقت آہستہ سے کہہ دیا کہ ناصر الدین کی عزت و حرمت کا کامل لحاظ رکھے شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور سلطان ناصر الدین کے مکان سے نکل کر جنگل کو چلے گئے یہ اشخاص راہ میں یہ کہتے جا رہے تھے کہ ہم قاضی کے مکان پر جاتے ہیں جس شخص کو موسیٰ خاں کے خون کا دعویٰ ہو قاضی کے گھر پر آئے۔
مکھن خاں ناصر الدین کے مکان پر آیا اور یہ پیام دیا کہ موسیٰ خاں کے قاتلوں کو میرے حوالہ کرو ناصر الدین نے جواب دیا کہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے میرے حکم سے موسیٰ خاں کو قتل نہیں کیا ہے اور میں اس امر سے بھی واقف نہیں کہ یہ ہر دو شخص کہاں فراری ہو گئے ہیں مکھن خاں بقال نے باوجود بادشاہ کے حکم کے جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا رانی خورشید کی تحریک سے تین روز تک ناصر الدین کے مکان کو محصور رکھا سلطان غیاث الدین چونکہ مجبور و لاعلاج ہو چکا تھا ناصر الدین کو یہ پیام دیا کہ اگر تمہارے دل کو کوئی

صدمہ و رنج نہ پہنچا ہو تو بدستور قدیم تم میرے پاس آؤ کیونکہ مجھ میں اب اس سے زیادہ مفارقت کی طاقت نہیں ہے ناصر الدین نے باوجود اس کے کہ قید کے خطرہ سے مامون نہ تھا ولی نعمت کی قدمبوسی حاصل کی اور پدر و پسر نے ہر قسم کی گفتگو کر کے غبار کلفت کو دلوں سے دور کیا ناصر الدین از سر نو اپنی خدمات کی بجا آوری میں مشغول ہوا اور ہر روز جدید الطاف وعنایات شاہانہ سے سرفراز ہونے لگا۔

ناصر الدین نے شاہی محلسرا کے قریب ایک عمارت بنوائی تاکہ جس وقت اس کا ارادہ ہو بادشاہ کی ملازمت حاصل کر سکے رانی خورشید نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا کہ ناصر الدین نے اپنے مکان کی چھت کو کوشک جہاں نما کی چھت سے متصل کر دیا ہے باسباب ظاہر اس کا ارادہ غداری کرنے کا ہے سلطان غیاث الدین نے جو بوجہ پیرانہ سالی عقل وحواس کھو چکا تھا ۹۰۵ھ میں غالب خاں کو توال کو مامور کیا کہ ناصر الدین کے مکان کو منہدم کر دے ناصر الدین خلجی اس امر سے آزردہ خاطر ہوا اور مع اپنے اعوان و انصار کے وصار کو جو جنگل میں واقع ہے روانہ ہو گیا شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل نے وصار میں آکر اس کی ملازمت حاصل کی۔

رانی خورشید اور شجاعت خاں نے سلطان غیاث الدین کی لاعلمی میں تاتار خاں کو اس خدمت پر مامور کیا کہ ناصر الدین کو دلجوئی کر کے شہر میں لے آئے تاتار خاں نے اپنی فوج کو کمین گاہ میں مخفی کیا اور ملک فضل اللہ میر شکار کے ہمراہ ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا ناصر الدین نے بادشاہ کو ایک عریضہ لکھکر تاتار خاں کو دیا تاکہ خود جا کر عریضہ کو سنائے اور جواب لے آئے تاتار خاں فوج کے ہمراہ بہ تعجیل شادی آباد مندو روانہ ہوا اور عریضہ کے مضمون سے بادشاہ کو مطلع کیا لیکن تاتار خاں کو ہنوز جواب نہ ملا تھا کہ رانی خورشید نے جو سلطان غیاث الدین کے مزاج میں کامل دخیل ہو گئی تھی عارض ممالک کے پاس حکم صادر کرا دیا کہ تاتار خاں کو سلطان ناصر الدین کی مدافعت کے لئے متعین کرے۔

تاتارخاں کے اس امر کا کوئی علاج نہ تھا قلعہ سے نیچے اتر کر کمبایور میں آیا اور تأل کار میں متفکر ہوا کہ کیا کرے کیونکہ اگر بجنگ پیش آتا ہے تو ناصرالدین کی فرمانروائی کے عالم میں اس کی کیا حالت ہوگی اور اگر بلاجنگ کے واپس جاتا ہے تو رانی خورشید کو کیا جواب دے گا تاتارخاں ان خیالات میں مبتلا تھا کہ ملک مہنہ اور ملک ہیبت سلطان غیاث الدین کے مقتدر امیر ناصرالدین سے مل گئے اور ناصرالدین کی قوت وشوکت اور زاید ہوگئی ۔

سلطان ناصرالدین کوچ کرکے قصبۂ حاویہ میں آیا مولانا عمادالدین افضل خاں اور بعض زمیندار اس سے متفق ہوگئے اور عید کا دن ناصرالدین نے اس مقام پر مسرت واطمینان کے ساتھ بسر کیا ناصرالدین نے حاویہ میں چتر کو اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور امرا کو خلعت فاخرہ عنایت فرمائے اس اثناء میں یہ خبر آئی کہ شجاعت خاں کی فوج جنگ کے ارادہ سے کینکا نوے سے آگے بڑھکر قصبۂ کند وبرتک آگئی ہے سلطان ناصرالدین نے ملک محمود کو ایک بہادر فوج کے ہمراہ دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا چونکہ اس کی حکمرانی کا زمانہ قریب آرہا تھا جنگ آزمائی کے بعد ناصرالدین کی فوج کامیاب ہوئی اور ملک محمود بیشمار غنیمت لیکر قصبۂ حاویہ میں ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلطان ناصرالدین سولہ شوال ۹۰۵ھ ہجری میں اس مقام سے کوچ کرکے اجین روانہ ہوا اور ہرمنزل بمنزل امرا وحکام مع افواج کے اس کے لشکر میں شامل ہوتے گئے یہاں تک کہ اجین میں ناصرالدین کے گرد بیشمار لشکر جمع ہوگیا شجاعت خاں اور رانی خورشید نے تمام واقعات کو سلطان غیاث الدین خلجی سے بیان کیا اور یہ کہا کہ عنقریب سلطان ناصرالدین منڈو آکر قلعہ کا محاصرہ کرے گا سلطان غیاث الدین نے شیخ اولیا اور شیخ برہان کو جو علما کے طبقہ میں بیحد مقبول تھے برسم رسالت ناصرالدین کے پاس روانہ کرکے یہ پیام دیا کہ عرصہ سے مہمات سلطنت کی باگ میں نے تمھارے ہاتھ میں دیدی ہے اگر اخلاص ویگانگت سے کام لو اور مجمع اوباش کو جو تمھارے گرد جمع ہوگیا ہے رخصت کرکے میرے پاس چلے آؤ تو میں دوبارہ اختیارات

سلطنت تمھارے سپرد کردوں گا۔

سلطان ناصر الدین نے ادائے جواب پر توجہ نہ کی اور ذیقعدہ سنہ مذکور میں اجین سے قصبۂ دھار میں آیا اور چند روز یہاں قیام کیا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ مکھن خاں جو فساد و مخالفت کا باعث ہے افسر لشکر ہو کر تین ہزار سواروں کی جمعیت سے جنگ کے لئے آتا ہے ناصر الدین نے ملک عطا کو پانچسو سواروں کی جمعیت سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا فریقین میں موضع ہانسپور میں جنگ آزمائی ہوئی مکھن خاں کے ایکسو سپاہی مارے گئے اور ملک عطا کامیاب ہوا مکھن خاں فراری ہو کر منڈو واپس گیا لیکن بارِ دگر رانی خورشید کی ترغیب سے ایک فوج کو ہمراہ لیکر قلعہ کے باہر آیا اور اس مرتبہ بھی ناصر شاہی فوج سے شکست کھا کر فراری ہوا اور منڈو میں داخل ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین بائیسویں ذی الحجہ سنہ مذکور کو شکست جہاں نما میں فروکش ہوا جاسوس یہ خبر لائے کہ سلطان غیاث الدین بذاتِ خود فرزند کی تسلی کے لئے یہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہے ناصر الدین بیحد خوش ہوا اور اپنے والد کے ورود کا منتظر رہا شجاعت خاں اور رانی خورشید سلطانی محافہ اٹھا کر ظفر آباد قلعہ روانہ ہوئے تاکہ سلطان ناصر الدین کو بادشاہ کی ملاقات کے بہانہ سے قلعہ میں داخل کرنے سے اس کا کام تمام کریں۔

سلطان غیاث الدین دہلی دروازہ کے قریب پہنچا چونکہ بادشاہ بیحد ضعیف و کمزور ہو چکا تھا اس نے اپنے مقربین سے سوال کیا کہ اس کو کہاں لئے جاتے ہیں بعض افراد نے اصل واقعہ بادشاہ سے بیان کیا سلطان غیاث الدین نے کہا کہ میں کل چلوں گا آج واپس چلو خدمتگار مجبور ہو کر واپس ہوئے رانی خورشید نے خیال کیا کہ یہ امر سلطان ناصر الدین کے ہواخواہوں سے سرزد ہوا ہے رانی نے اس جماعت کو طلب کر کے کلمات سخت و تلخ کہے اور بادشاہ کی مراجعت کا سبب دریافت کیا سبھوں نے بالاتفاق کہا کہ بادشاہ خود اپنی رائے سے واپس ہوئے ہیں اور کسی دوسرے

شخص کو اس میں دخل نہیں ہے شجاعت خاں مشہور بہ علاء الدین نے رانی خورشید کی رائے سے شکستہ قلعہ کی مرمت کرائی اور مورچل تقسیم کر دیئے ناصر الدین نے بھی آگے بڑھکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع ہوئی طرفین سے ہر روز ایک جماعت کام آنے لگی سلطان غیاث الدین نے مصلحت وقت کے لحاظ سے قاضی القضاۃ مشیر الملک کو ناظر الدین کے پاس روانہ کیا مشیر الملک نے اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا اور وہیں ٹھہر گیا۔

محاصرہ نے طول پکڑا اور غلہ و مایحتاج کے نہ ملنے سے اہل قلعہ مضطرب ہوئے بعض امرا یعنی موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار بوقت فرصت موقع پاکر سلطان ناصر الدین سے مل گئے رانی خورشید اس واقعہ سے مطلع ہوئی اور علی خاں کو قلعہ کی حکومت سے معزول کر کے ملک بہارہ کو علی خانی کے خطاب سے قلعہ اور شہر کی حفاظت سپرد کر دی رانی خورشید نے محافظ خاں اور سورج مل جس کو سلطان ناصر الدین کا موافق اور بہی خواہ جانتی تھی قتل کرا ڈالا امرا اور اہالی شہر اس سیاست کو دیکھکر شکستہ خاطر ہوگئے اور انھوں نے عرایض سلطان ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کئے ناظر الدین نے ان امیروں کو تسلی آمیز خطوط روانہ کئے اور یہ امرا سلطان ناصر الدین سے مل گئے اور شہر کی رونق بالکل جاتی رہی۔

سلطان ناصر الدین ستر ہ صفر ۹۰۶ ہجری کو قلعہ فتح کرنے کے ارادہ سے سوار ہوا اہالیان قلعہ مستعد ہوگئے اور تیر و تفنگ ان پر پھینکے جس کی وجہ سے بے شمار کار آزمودہ سوار سلطان ناصر الدین کے زخمی ہوئے سلطان ناصر الدین باوجود اس حال کے سات سو آدمیوں مورچل کی جانب آگے بڑھاکر قلعہ میں داخل ہوگیا اسی اثنا میں شجاعت خاں واقف ہوگیا اور ایک معتبر آدمیوں کی جماعت ہمراہ لیکر قلعہ کے برج پر آیا اور جنگ میں مشغول ہوا سلطان ناصر الدین بھی ثابت قدم رہا اور بذات خود تیر اندازی میں مشغول ہوا اس کے تیروں کی ضرب سے بہترین افسران فوج مارے گئے چونکہ شجاعت خاں کو لحظہ بلحظہ کمک پہنچ رہی تھی سلطان ناصر الدین نے

مصلحتاً مراجعت میں صلاح وبہتری دیکھی اور قلعہ سے اتر کر اپنے لشکر گاہ میں چلا آیا
اور جن افراد سے کوشش وجاں نثاری ظہور میں آئی تھی ہر ایک پر تازہ نوازش
وعنایت کی اور ان کو تسلی دی ۔

چند روز کے بعد اولاد شیر خاں بن مظفر خاں حاکم چندیری ہزار سوار
اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت سے سلطان ناصر الدین سے آملا سلطان ناصر الدین
نے مجلس اول میں پسر بزرگ کو جسے شیر خاں کہتے تھے مظفر خاں اور دوسرے
فرزند کو سعید خاں کا خطاب دیا چندیری کی فوج کے آجانے سے لشکر کو
تقویت ہوئی اور بعض اہالی قلعہ جنھوں نے سلطان ناصر الدین سے استمالت
نامے نہیں لئے تھے اس وقت ناصر شاہ کی بہی خواہی میں کوشاں وسرگرم
ہوئے اور محافظان دروازہ بالا پور نے جو اسی گروہ کے افراد تھے سلطان
ناصر الدین کو پیام دیکر اسی دروازہ پر طلب کیا سلطان ناصر الدین نے
چوبیس ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل اور سواق خاں کو بالا پور کے دروازہ کی جانب
روانہ کیا اور شیخ حبیب اللہ سے یہ قرارداد کی کہ جس وقت محافظ خاں کی فوج دروازہ پر پہنچے
زبردست خاں بن ہزبر خاں قلعہ کے دروازہ کو کھولکر امرائے ناصر شاہی کو قلعہ میں داخل کردے
شجاعت خاں اس واقعہ سے واقف ہوگیا اور قلیل جمعیت کے ساتھ اس جانب گیا اور جنگ
کر کے فراری ہوا اور سلطان غیاث الدین کے دولت خانہ میں پناہ لی ۔

شیخ حبیب اللہ نے انگشتری بھیجکر سلطان ناصر الدین کو طلب کیا
اور سلطان ناصر الدین فوراً آکر ان کی جماعت میں شامل ہوگیا اس واقعہ کے
بعد قلعہ کے امرا مبارکباد کے لئے حاضر ہوئے اور ہجوم عام ہوگیا اس ہنگامہ میں
شہر تباہ ہونے لگا یہاں تک کہ بعض عمارات شاہی بھی جلا دی گئیں ۔

ناصر الدین کے حکم سے رانی خورشید اور شجاعت خاں سلطانی محلسرا
سے باہر لائے گئے اور سلطان غیاث الدین صفحۂ عرض ممالک سے محل سرسی
میں جس کو اس نے عیش وعشرت کے لئے بنایا تھا قیام پذیر ہوا ۔

سلطان ناصر الدین نے ستائیسویں ربیع الثانی کو جمعہ کے دن تخت
سلطنت پر جلوس کیا اور سکہ وخطبہ اپنے نام کا جاری کیا جس قدر جواہر ومروارید

ونقود بادشاہ کے سرپر سے نثار کیا گیا فقرا اور اہل استحقاق کو تقسیم کیا گیا سلطان ناصر الدین نے مکھن خاں بقال اور محافظ خاں اور مفرح حبشی اور دیگر امرا کو جو اس کے مخالف تھے قتل کیا۔ اسی زمانہ میں شجاعت خاں مشہور بعلاء الدین بھی مقتل کیا گیا سلطان ناصر الدین نے رانی خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا بادشاہ کو ان اشخاص کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا اور اس نے اپنے منجھلے بیٹے کو جو منجھلے میاں کے نام سے مشہور تھا اپنا ولی عہد کر کے سلطان شہاب الدین کا خطاب عطا کیا سلطان ناصر الدین نے شیخ حبیب اللہ کو عالم خاں کا خطاب عطا فرما کے اس کو امرا کے گروہ میں داخل فرمایا اور خواجہ سہیل خواجہ سرا کو سپہ سالار کے عہدے پر مقرر کیا بادشاہ نے اپنے دیگر بہی خواہوں کو بھی ان کی جاگیرات قدیم مرحمت فرما کر معزز و مکرم فرمایا۔

سلطان ناصر الدین تیرہ جمادی الثانی کو اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان غیاث الدین نے اس کو اپنے آغوش میں لیا اور بہت رویا اور اس کے سر و رو پر بوسہ دیکر سید محمد نوربخش صاحب کی عطیہ قبائے موئینہ جو دربار عام و دیگر اہم ایام میں پہنی جاتی تھی سلطان ناصر الدین کو مرحمت فرمائی سلطان غیاث الدین نے تاج سلطنت فرزند کے سر پر رکھا اور خزانے کی کنجیاں اس کے سپرد کر دیں اور تہنیت و مبارکباد سلطنت دیکر اس کو رخصت کیا اور محل سرا میں جانے کی اجازت دی سلطان ناصر الدین نے سولہ رجب سنہ مذکور کو قبائے موئینہ اور کلاہ دولت اور بیس ہاتھی اور سو گھوڑے اور گیارہ چتر اور دو پالکی اور نقارہ اور سراپردہ سرخ اور بیس لاکھ تنگہ نقد مصارف کے لئے سلطان شہاب الدین کو بھی عطا فرمائے۔

چونکہ اسی سال مقبل خاں حاکم مندسور نے سرکشی اختیار کی سلطان ناصر الدین نے مہابت خاں کو اس کے حاضر کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ مہابت خاں کی کوشش بے اثر ثابت ہوئی اور مقبل خاں سلطان ناصر الدین کے غصہ سے خائف ہو کر شیر خاں حاکم چندیری کے دامن میں پناہ گزیں ہوا علی خاں اور دیگر شوریدہ بخت افراد جو اپنی سابق بداعمالیوں کی وجہ سے

متوہم تھے یہ بھی جا کر شیر خاں سے مل گئے شیر خاں چونکہ واقف تھا کہ سلطان ناصر الدین نشہ شراب سے مخمور ولایعقل ہو کر اپنے والد کے امرا اور اکابر کو قتل کرتا ہے اور ہر روز اس سے ظالمانہ افعال ظہور میں آتے ہیں یہ امیر بھی بادشاہ سے خائف ہوا اور اس نے اپنی مخالفت کا اظہار کر کے چندیری کا رخ کیا اور سلطان ناصر الدین کی مخالفت میں کوشاں ہوا سلطان ناصر الدین نے مبارک خاں کو شیر خاں کی تسلی کی غرض سے روانہ کیا لیکن شیر خاں مطمئن نہ ہوا بلکہ مبارک خاں کی گرفتاری کی فکریں کرنے لگا عالم خاں اپنے گھوڑے تک پہنچ سکا اور فرار ہو کر باہر نکل گیا مبارک خاں گرفتار ہو گیا اور اس کے دو ہمراہی مارے گئے۔

شیخ حبیب اللہ المخاطب بہ عالم خاں سلطان ناصر الدین کی خدمت میں آیا اور تمام واقعہ عرض کیا سلطان ناصر الدین غضبناک ہوا اور اسی سال ماہ شعبان میں کوشک جہاں نما میں فروکش ہوا اس دوران میں شیر خاں اجین وارد ہوا اور وجاہت خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیپالپور پہنچا اور اور قصبۂ بدہر کو تباہ و غارت کیا سلطان ناصر الدین نے اس خبر کو سنا اور فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا اسی اثنا میں یہ معلوم ہوا کہ سلطان غیاث الدین نے رحلت کی چونکہ مقتدر امرا سلطان غیاث الدین کے بہی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے تمام امرا کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ سلطان ناصر الدین خلجی نے باپ کو زہر کے ذریعہ سے آغوش لحد میں سلا یا ہے خاکسار مورخ عرض کرتا ہے کہ یہ امر بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ پدر کش ایک سال کے بعد نہ زندہ رہ سکتا ہے اور نہ کامیاب ہوتا ہے برخلاف اس کے سلطان ناصر الدین نے ایک مدت دراز تک فرمانروائی کی اس لئے ممکن ہے کہ باپ کے قتل کا الزام ناصر الدین پر صریح تہمت ہو آئندہ خدا کو علم ہے۔

سلطان ناصر الدین خلجی اپنے باپ کی وفات پر بہت رویا اور تین دن تک رسم تعزیت ادا کر کے چوتھے روز شیر خاں کی مدافعت کے لئے چندیری روانہ ہوا عین الملک اور دیگر سرداروں نے شیر خاں کی

رفاقت ترک کر دی اور سلطان ناصر الدین خلجی سے جا ملے سلطان نے شیر خاں کا تعاقب کیا اور شیر خاں سارنگپور کے نواح میں واپس آیا شیر خاں نے بادشاہ سے جنگ کی اور شکست کھا کر ایرجہ چلا آیا سلطان ناصر الدین چندیری میں وارد ہوا اور چند روز تک اسی شہر میں مقیم رہا۔

چندیری کے شیخ زادوں نے ایک خط شیر خاں کے نام اس مضمون کا لکھا کہ اکثر سپاہی اور امرا اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں اور برسات کی وجہ سے لشکر کی فراہمی جلد ممکن نہیں ہے اگر تم ایرجہ سے چندیری چلے آؤ تو ہم اہالی شہر کو اپنے سے متفق کر کے بادشاہ کو قید کر لیں سلطان ناصر الدین خلجی شیخ زادگان چندیری کی سازش سے واقف ہو گیا اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک جنگجو لشکر اور مست ہاتھیوں کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لئے روانہ کیا اقبال خاں اور ملو خاں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلہ پر شیر خاں سے معرکہ آرائی کی اثنا جنگ میں شیر خاں زخمی ہو گیا اور اس کا بہترین ہمدم سکندر خاں مارا گیا اس واقعہ کے بعد مہابت خاں شیر خاں کو ہاتھی کی عماری میں ڈالکر فراری ہوا۔ اثنا راہ میں شیر خاں فوت ہو گیا اور مہابت خاں اس کی لاش کو دفن کر کے خود اطراف ممالک میں فراری ہو گیا۔

سلطان ناصر الدین خلجی جنگ گاہ میں آیا اور شیر خاں کے جسم کو خاک سے نکلوا کر چندیری روانہ کیا تاکہ دار پر لٹکا دیں سلطان ناصر الدین نے چندیری کی حکومت پر بہجت خاں کو نامزد کیا اور خود متواتر کوچ کر کے سعد اللہ پور میں وارد ہوا سلطان ناصر الدین کو معلوم ہوا کہ شیخ حبیب اللہ الملقب بہ عالم خاں ارادہ بغاوت پر تلا ہوا ہے بادشاہ نے عالم خاں کو متنبہ کرنے اپنی روانگی سے قبل شادی آباد مندو بھیجا اور خود بھی متعاقب دارالحکومت کو واپس آیا سلطان ناصر الدین خلجی اپنے باپ کے قدیم ارکین دولت سے نوہم نفاق کی وجہ سے رنجیدہ ہوا اور اپنے خاص ملازمین کی پرورش شروع کی اور سلطان ناصر الدین اپنی والدہ رانی خورشید کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا اور اپنے باپ کا خزانہ جو رانی کے پاس تھا

بہ ظلم و سختی لے لیا اس واقعہ کے بعد ہمیشہ اس کا وقت میخواری اور خوں ریزی میں گزرتا تھا اور ملازمان قدیم کو نشۂ شراب میں حیلہ و بہانہ سے قتل کرتا تھا بادشاہ کی ظلم پسند طبیعت نے رعایا کے مکانات تباہ کئے اور روزانہ ظلم و جور کی گرم بازاری ہونے لگی ۔

ایک دن حرم سرا کے اندر حوض کالیادہ کے کنارے مستی کے عالم میں بادشاہ سو گیا بادشاہ نے کروٹ بدلی اور پانی میں گر گیا چار کنیزیں جو حاضر تھیں انھوں نے بادشاہ کا ہاتھ اور سر کے بال پکڑ کر اس کو بے حد مشقت و کوشش کے ساتھ حوض سے نکالا اور اس کا لباس بھی اتار کر دوسرا لباس تبدیل کر دیا بادشاہ ہوشیار ہوا اور درد سر کی شکایت کی کنیزوں نے اپنی خدمت کا اظہار کیا اور دعا وثنا کے بعد اصل واقعہ کو بادشاہ سے عرض کیا بادشاہ کے خیالات دوسری جانب منتقل ہو گئے اور بیحد غصہ ہوا اور بلا تامل تلوار کھینچکر فوراً ان چاروں نامراد عاجزہ دلسوز وبیچاری کنیزوں کو بہ ظلم قتل کر ڈالا ۔

سلطان ناصر الدین ۹۰۸ھ میں ولایت کھوارہ پر حملہ آور ہونے کے لئے قصبہ نعلچہ میں وارد ہوا بادشاہ متواتر کوچ کر کے قصبہ آگرہ پہنچا اور یہاں کی آب وہوا اس کو پسند آئی بادشاہ نے ایک قصر و عمارت عالیشان جو عجائب روزگار ہے اس مقام پر تعمیر کرائی اور ولایت کھوارہ کو تباہ و برباد کر کے مراجعت کی ۔

سلطان ناصر الدین خلجی ۹۰۹ھ میں چیتور کی طرف روانہ ہوا اور راجہ رتمل اور تمام زمینداروں سے پیشکش وصول کیا جیو ندا اس جو راجہ رتمل کا قرابت دار تھا اس نے اپنی دختر کو بادشاہ کی نذر کیا سلطان ناصر الدین نے رانی چیتوری اس کا نام رکھا اور واپس ہوا اثناء راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ احمد نظام شاہ بحری بعض واقعات کی بنا پر غضبناک ہوا اور اب ولایت برہان پور پر حملہ کر کے اس کو تباہ کر رہا ہے اور داؤد خاں فاروقی قلعۂ اسیر میں محصور ہے احمد نظام شاہ بحری کے مقابلہ میں صف آرا ہونے سے

عاجز ہے چونکہ حاکم اسیر ہمیشہ سلطان ناصر الدین سے طالب امداد ہوتا تھا
بادشاہ نے اس کی اعانت کو ضروری سمجھکر اقبال خاں اور خواجہ جہاں کو
مع جرار لشکر کے اس جانب روانہ فرمایا احمد نظام شاہ بحری کو لشکر مالوہ
کی روانگی کی خبر معلوم ہوئی اور اپنے دارالملک احمد نگر کو واپس چلا گیا اور
اقبال خاں سلطان ناصر الدین کا خطبہ برہان پور میں جاری کر کے واپس آیا۔
چونکہ سلطان ناصر الدین خلجی نے اپنے باپ سے بے حد سرکشی کی تھی
بادشاہ بھی اپنے فرزند سلطان شہاب الدین سے ہمیشہ خائف رہتا تھا
سلطان شہاب الدین بھی اس امر کو بخوبی سمجھ گیا تھا سلطان شہاب الدین
اپنے باپ کی بیباکی و ظلم سے پورے طور پر واقف تھا لہذا تامل و احتیاط کے ساتھ آمد و رفت کرتا تھا۔
سلطان ناصر الدین کے مقربین اگرچہ واقف ہو گئے تھے کہ ملازمین بارگاہ اس سے عاجز آگئے ہیں اور
اس کی موت کے لئے خدا سے دعا کرتے ہیں لیکن اس امر کی طاقت نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض کر سکیں
۹۱۶ھ میں بعض امرائے مالوہ سلطان شہاب الدین سے متفق
ہو گئے اور اس کو اپنے باپ کی مخالفت کی تحریک و ترغیب دلائی سلطان
شہاب الدین شب میں مع اپنے بہی خواہوں اور مددگاروں کے فرار
ہو کر وسط مملکت میں چلا آیا اور بیشمار مخلوق جو اس کے باپ کے ظلم کی
وجہ سے اپنی زندگی سے بیزار تھی اس کے گرد جمع ہو گئی سلطان
ناصر الدین خلجی نے موجودہ لشکر کو ہمراہ لیا اور اپنے فرزند سے معرکہ آرائی
کے لئے باہر آیا باوجود اس کے کہ سلطان ناصر الدین کی فوج بہت کم تھی
لیکن بادشاہ ایک خوں ریز معرکہ کے بعد اپنے فرزند پر غالب آیا اور
سلطان شہاب الدین فرار ہو کر دہلی روانہ ہو گیا اگرچہ ہزیمت کے موقع
پر سلطان ناصر الدین کو اپنے فرزند کے استیصال پر قدرت حاصل تھی لیکن
شفقت پدری مانع آئی اور بادشاہ واپس آیا۔
بادشاہ نے ایک جماعت کو اپنے فرزند کے پاس روانہ کیا تاکہ
اس کو نصیحت کر کے واپس لائیں سلطان شہاب الدین نے اپنے باپ پر
اعتماد نہ کر کے حاضر ہونے سے انکار کیا اور بہ تعجیل دہلی روانہ ہو گیا

یہ خبر بادشاہ کو معلوم ہوئی اور اس کی زبان پر یہ مصرعہ جاری ہوا
مصرعہ۔ تخمیکہ درہوائے تو کشتیم خاک خورد۔ بادشاہ دارالملک شادی آباد منڈو
کی جانب روانہ ہو گیا سلطان ناصرالدین کثرت مےخواری و گندگی و خرابی آب و ہوا
کی وجہ سے تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا ناصرالدین بخار کی شدت سے ایسا
پریشان ہوا کہ باوجود جاڑے کی فصل کے ٹھنڈے پانی میں بیٹھا اور قلیل مدت
تک اسی عالم میں رہا اس بے احتیاطی سے مرض نے شدت اختیار کی
اور بادشاہ مختلف امراض کا شکار ہوا حکما و اطبا کے معالجہ سے کوئی فائدہ
نہ ہوسکا۔

بادشاہ نے اپنی حالت دگرگوں پائی اور تمام امرا و اراکین سلطنت
کے حضور میں اپنے تیسرے فرزند سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا
ولی عہد کیا اور لوازم وصیت بجا لایا اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے
اپنے گناہوں سے توبہ کی اور ایک ساعت کے بعد فوت ہوا سلطان
ناصرالدین خلجی نے گیارہ سال چار ماہ تین یوم حکومت کی۔

ذکر سلطنت سلطان محمود ثانی بن سلطان ناصرالدین خلجی

سلطان ناصرالدین کے فوت ہونے کی خبر منتشر ہوی اور
سلطان شہاب الدین نے دہلی جانے کا ارادہ ملتوی
کیا اور واپس ہوا سلطان شہاب الدین دوسری راہ سے
قلعۂ منڈو روانہ ہوا اور قبل پہنچنے سلطان محمود خلجی کے
نصرت آباد نعلچہ میں پہنچ گیا محافظ خاں خواجہ سرا اور خواص خان نے
قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا اور غیاث الدین کو راہ نہ دی اسی دوران
میں سلطان محمود بھی قریب پہنچ گیا اور سلطان شہاب الدین بلاد اسیر
کی جانب فراری ہوا سلطان محمود بلا مزاحمت کسی کے قلعہ میں داخل ہوا اور
اس نے تخت زریں پر جو جواہر و یاقوت رمانی سے مرصع و مکلل تھا اور
صفۂ عرض ممالک میں بچھایا گیا تھا جلوس کیا۔

سات سو ہاتھی جن پر جھولیں مخمل و زربفت کی پڑی تھیں دربار میں
حاضر کئے گئے تمام اکابر و اعیان مملکت دربار میں حاضر ہوئے اور بے شمار

جواہر و مروارید اور روپیہ اور اشرفی اس کے چتر سے نثار کیا گیا یہ تمام رقم تمام فقرا و مستحقین کو تقسیم کر دی گئی تمام امرا اور سرداران لشکر نے اتفاق کر کے لبنت رائے کو جو خرد سالی کے زمانہ سے سلطان محمود کی خدمت میں تھا اس وہم پر کہ ایسا نہ ہو یہ شخص تقرب و تسلط حاصل کر کے قتل کر ڈالا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ رائے مذکور کا ارادہ تھا کہ امرا و سپاہ کو بدظن کر کے انتظام سلطنت کو درہم و برہم کرے بندگان شاہی نے بہی خواہی کو مدنظر رکھکر اس کو قتل کر ڈالا امرا نے بادشاہ سے یہ بھی عرض کیا نقد الملک بھی جو مقتول کا پیرو ہے نہایت مکار ہے اگر بادشاہ مملکت کو اس کے وجود سے بھی پاک کریں تو مناسب ہے۔

سلطان محمود نے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے نقد الملک کو امرا کے پاس بھیجدیا اور فرمایا کہ اس کو بجائے قتل کرنے کے شہر سے باہر نکال دیں اور امرا نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور نقد الملک خارج البلد کر دیا گیا سلطان محمود امرا کے اس طرز عمل سے آزردہ ہوا۔

محافظ خاں خواجہ سرا نے جو حاکم شہر اور نفاق پسند واقع ہوا تھا مہمات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا اور اس کے دماغ میں بھی استقلال کا دعویٰ پیدا ہو گیا ایکدن محافظ خاں نے نادانستگی کے عالم میں سلطان محمود خلجی سے کہا کہ بادشاہ کے دو برادر حقیقی قلعہ میں مقید اور وقت فرصت کے منتظر ہیں ان کا ارادہ ہے کہ بادشاہ کو درمیان سے اٹھا دیں اگر بادشاہ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو ان کو قتل کر دیں ورنہ خود اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا سلطان محمود کو محافظ خاں کے یہ کلمات اور اس کا طرز تکلم موافق و پسند مزاج نہ ہوا اور بادشاہ نے جواب دیا کہ تمہارے ایسے افراد کی یہ وقعت نہیں ہے کہ بادشاہوں کی خوں ریزی کی کوشش کریں اور مجلس شاہی میں بے ادبانہ و گستاخانہ گفتگو کریں محافظ خاں خواجہ سرا بیحد مغرور تھا وہ پھر کلمات بیہودہ زبان پر لایا اور سلطان محمود نے غضبناک ہو کر شمشیر جو اس کے ہاتھ میں تھی مع غلاف کے محافظ خاں خواجہ سرا

کے سر پہ ماری اس ضرب سے خواجہ سرا کا سر ٹوٹ گیا اور خون جاری ہوا محافظ خاں اسی حالت میں مجلس سے باہر چلا گیا اور اپنے بہی خواہوں اور دوستوں اور ملازمان خاص کو جمع کر کے اسی روز بادشاہ کے قتل کے قصد سے دربار میں آیا۔

مقتدر امرا نے جو خود بھی اسی قسم کے امور کے خواہاں تھے غفلت سے کام لیا اور اپنے گھروں سے باہر نہ آئے سلطان محمود بھی اپنے مقربین اور خاصہ خیل کی ایک جماعت کے ہمراہ جس میں عراقی و خراسانی و حبشی شامل تھے جنگ کے لئے آمادہ ہوا محافظ خاں بد ذات دولت خانۂ شاہی سے فرار ہو کر باہر نکل گیا اور یکبارگی بغاوت پر آمادہ ہو گیا سلطان محمود نے بعد محنت و مشقت کے ساتھ وہ دن بسر کیا چونکہ اس حرام خور کی جمعیت لحظہ بلحظہ زائد ہوتی جاتی تھی اور ایک شخص بھی بادشاہ کی مدد کے لئے نہ آتا تھا سلطان محمود نے توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی شب کو ایک جماعت کے ہمراہ قلعہ سے باہر چلا گیا۔

محافظ خاں خواجہ سرا نے سلطان محمود کے بھائی صاحب خاں کو قید سے باہر نکالا اور اُس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا سلطان محمود خلجی نے وسط مملکت میں قیام کیا اور لشکر کے فراہم کرنے میں مشغول ہوا اول جو شخص امرا میں سے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا میدنی رائے تھا جو مع اپنی قوم اور اعزا کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد بہجت خاں حاکم چندیری کا فرزند شرزہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اب فوج فوج لشکر اطراف و جوانب سے اس کے گرد جمع ہونے لگا سلطان محمود کو تقویت ہوئی اور بادشاہ نے اکثر امرائے پایۂ تخت کو بھی اپنے شاہانہ وعدوں کی امید دلا کر صاحب خاں سے برگشتہ کر کے اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں و محافظ خاں نے خزانہ کو صرف کر کے بے شمار لشکر جمع کیا سلطان محمود خلجی بشوکت و قوت تمام دارالملک شادی آباد مندو روانہ ہوا اور فریقین میں معرکہ آزمائی ہوئی صاحب خاں نے بجرأت تمام سلطان محمو

کی فوج پر بیشمار حملے گئے اسی اثنا میں ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف چلا سلطان محمود نے ایک تیر فیلبان کے سینہ پر مارا جو فیلبان اور ہاتھی دونوں کی پشت سے گزر گیا اسی دوران میں میدنی رائے نے راجپوتوں کی جماعت کے ساتھ جو برچھا اور جمدھر کے ضرب سے صاحب خاں کی فوج کو پامال کر رہا تھا شدید حملہ کیا صاحب خاں اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور ایک جماعت کے ساتھ قلعۂ منڈو میں پناہ گزیں ہو کر محصور ہوگیا۔

سلطان محمود نے حوض حسین تک ان کا تعاقب کیا اور اسی مقام پر فروکش ہوا سلطان محمود نے اپنے بھائی کو یہ پیام دیا کہ صلۂ رحم کا لحاظ ضروری ہے جس قدر مال کہ تو چاہتا ہے مجھ سے لیلے اور جو مقام تجھ کو پسند ہو میں تجھ کو دینے کے لئے مستعد ہوں میری نصیحت پر عمل کر اور قلعۂ داری کے خیال کو ترک کر دے صاحب خاں قلعہ کے استحکام پر مغرور تھا اس نے اس پیام کو قبول نہ کیا سلطان محمود محاصرہ میں مشغول ہوا اور اس قلعہ پر سختیاں کرنے لگا بعض امرا نے جو قلعہ کے اندر تھے صاحب خاں محافظ خاں کی مخالفت کی اور سلطان محمود کو پیام دیا کہ ہم لوگ فلاں مقام سے بادشاہ کو قلعہ کے اندر داخل کرلیں گے محافظ خاں اس خبر کو سنکر بیتاب ہوگیا اور بیش قیمت جواہر اور بیشمار نقود ہمراہ لیکر صاحب خاں کو چھوڑ کر ۹۱۷ھ میں گجرات چلا گیا۔

گجرات میں محافظ خاں اور شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران کے ایلچی کے درمیان فساد پیدا ہوا یہ نزاع فساد محافظ خاں کی ندامت کا باعث ہوئی اور اس کا قیام گجرات میں بھی دشوار ہوگیا اور محافظ خاں بلا اجازت سلطان مظفر کے اسیر چلا گیا محافظ خاں اسیر سے تین سو سواروں کے ہمراہ عماد الملک کے پاس کاویل پہنچا اور اس سے مدد طلب کی چونکہ سلطان محمود اور عماد الملک میں باہم محبت و موافقت تھی عماد الملک نے چند قریہ اس کی مدد خرچ کے لئے مقرر کئے اور امداد کا وعدہ کیا۔

کہتے ہیں کہ صاحب خاں کے شادی آباد منڈو سے فرار ہونے کے بعد

سلطان محمود قلعۂ شادی آباد مندو میں داخل ہوا اور امور سلطنت میں مشغول ہوا
اقبال خاں اور مخصوص خاں جو اس واقعہ کے قبل کسی وجہ سے بھاگ کر اسیر چلے گئے تھے
صاحب خاں کے فساد کی خبر سنی اور چتر سلطان شہاب الدین کے سر پہ سایہ فگن کر کے
عین موسم گرما میں جس کی شدت کی کوئی انتہا نہ تھی برہانپور رستے شادی آباد مندو روانہ ہوئے
اور ایک دن اور رات میں تیس کوس مسافت طے کی چونکہ ان کو صاحب خاں اور
محافظ خاں کے فرار کی خبر معلوم نہ تھی لہذا اقبال خاں اور صاحب خاں نے کسی جگہ قیام
نہ کیا بہ تعجیل تمام راہ طے کرنے سے تمازت آفتاب و تکان سفر کی وجہ سے سلطان
شہاب الدین کا مزاج اعتدال سے منحرف ہوا اور اس نے وفات پائی اقبال خاں
اور مخصوص خاں نے سلطان شہاب الدین کے فرزند کے سر پہ چتر کو سایہ فگن کیا
اور سلطان ہوشنگ کا خطاب دیکر اس کو اپنے ہمراہ لیا اور ولایت مالوہ میں
داخل ہوئے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے سلطان محمود سے شکست کھائی اور
فراری ہو کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے۔

چند روز کے بعد اقبال خاں اور مخصوص خاں سلطان محمود خلجی کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور خلعت اور جاگیرات قدیم ان کو مرحمت ہوئیں
میدنی رائے چونکہ اپنے استقلال کا خواہاں تھا اس نے بادشاہ سے عرض
کیا کہ افضل خاں اور اقبال خاں نے صاحب خاں کے پاس خطوط روانہ
کئے ہیں اور اس سے سازش کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ فتنۂ خوابیدہ کو
بار دگر بیدار کریں سلطان محمود میدنی رائے کو سچا سمجھا اور حکم دیا کہ
جس وقت افضل خاں وغیرہ سلام کے لئے آئیں فوراً قتل کر دئے جائیں
دوسرے دن افضل خاں وغیرہ بدستور قدیم سلام کے لئے حاضر ہوئے
اور ہر دو امیروں کو گرفتار کر کے ان کے جسم پارہ پارہ کر دئے گئے۔

سلطان محمود نے میدنی رائے کی تحریک سے بہجت خاں حاکم
چندیری اور دیگر امرا کو طلب کیا بہجت خاں نے باوجود نمک خواری
کے میدنی رائے کے استقلال سے خائف ہو کر موسم برسات کی آمد کا عذر
کیا سلطان محمود نے اس وقت چشم پوشی کی اور منصور خاں حاکم بھیلسا کو

سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا سکندر خاں دار السلطنت سے فراری ہو کر ملک میں بغاوت بپا کر رہا تھا اور کندوبر سے قصبۂ شہاب آباد تک قابض ہو گیا تھا۔

چونکہ راجگان گوندوانہ و نیز بیشمار لشکر اطراف سے اس کے مقابلہ کے لئے یکجا ہو گئے تھے منصور خاں مقابلہ سے عاجز ہوا اور اس نے اصل حقیقت سے بادشاہ کو مطلع کیا میدنی رائے چونکہ ملازمان قدیم کی تباہی کے درپے ہو گیا تھا منصور خاں کو جواب میں لکھا کہ بادشاہ کا اقبال دشمن کی مدافعت کے لئے کافی ہے تم کو قدم آگے بڑھانا چاہئے منصور خاں اپنے مآل کار میں حیران ہوا اور مجبور ہو کر بہار خاں کے اتفاق سے جو ایک متقتدر امیر تھا بہجت خاں کے پاس چلا گیا سلطان محمود اس خبر کو سنکر دھار روانہ ہوا اور میدنی رائے کو مع بیشمار لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے سکندر خاں کی مدافعت کے لئے نامزد فرمایا میدنی رائے کے ہمراہ تقریباً دس ہزار راجپوت تھے اس نے سکندر خاں کو پریشان کیا اور سکندر خاں نے مجبور ہو کر صلح کی اور امان نامہ حاصل کر کے میدنی رائے کے پاس چلا آیا اور اپنی قدیم جاگیر پر مامور رہا۔

میدنی رائے کا استقلال حد سے گذر گیا اسی زمانہ میں جب کہ سلطان محمود دار الملک سے باہر تھا شادی آباد مندو کے فتنہ انگیز گروہ نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ بنایا اور چتر سلطان غیاث الدین کی قبر سے اتار کر اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا داروغہ نے اپنی بہادری سے سرکشوں کی مدافعت کی بہجت خاں نے میدنی رائے کے استقلال اور سلطان محمود کی عاجزی کی خبر سنی اور بیحد خائف ہوا بہجت خاں نے ایک جماعت کو کاویل روانہ کر کے صاحب خاں کو طلب کیا اور ایک عرضہ سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی کی خدمت میں اس مضمون کا ارسال کیا کہ کفار راجپوت نے مسلمانوں پر کامل غلبہ حاصل کر لیا ہے میدنی رائے اس جماعت کا سرگروہ ہے بیحد صاحب اختیار ہو گیا ہے اس شخص نے

بیشمار ملازمان قدیم کو قتل کرا اور جو جماعت کہ اس وقت تک محفوظ ہے وہ فرار ہو کر اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئی ہے سلطان محمود میدنی رائے کو صاحب اختیار کر کے اپنی حرکت پر نادم ہے لیکن واہمہ میں ایسا مبتلا ہے کہ نہ ہم جان نثاروں پر اعتبار کرتا ہے اور نہ ہمارے پاس آتا ہے بلکہ میدنی رائے کے قول پر عمل کر کے بقیہ امرا کو بھی تباہ کرنے کی فکر میں مصروف ہے احکام مذہبی کی توہین ہو رہی ہے اور مساجد و مدارس ہندوؤں کے گھر ہو گئے ہیں قریب ہے کہ رائے رایان ولد میدنی رائے سلطان کو درمیان سے اٹھا کر خود اس ملک پر فرمانروائی کرے اگر بادشاہ اپنی فوج اس جانب روانہ فرمائیں جو صاحب خاں کو تخت حکومت پر بٹھلائے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری ہو جائے گا۔

صاحب خاں محافظ خاں کے ہمراہ گجرات سے دکن جا رہا تھا راہ میں محافظ خاں صاحب خاں سے جدا ہو کر دہلی چلا آیا تھا اس امیر کی کوشش سے بارہ ہزار سوار عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی ماتحتی میں اس مہم پر نامزد ہوئے اور سلطان محمد کا لقب و خطاب بھی صاحب خاں کو مرحمت ہوا اس وقت اسی زمانہ میں سلطان مظفر گجراتی بھی مع لشکر اور بیشمار ہاتھیوں کے دھار میں آیا اور سکندر خاں نے بھی دوبارہ بغاوت برپا کی جس کی وجہ سے ملک میں بد امنی پھیلی اور عجیب ہنگامۂ بے تمیزی برپا ہوا میدنی رائے مخالفین کی مدافعت پر مستعد ہوا اور سلطان محمود کو قلعہ سے باہر لایا اور راجپوتوں کی ایک فوج لشکر گجرات کے مقابلہ میں روانہ کی اور حاکم کھنڈوئی اور ملک لودہ کو سکندر خاں کی مدافعت پر مقرر کیا اتفاق سے لشکر گجرات کے ایک دستہ کو جو دار الملک کے نواح میں آیا ہوا تھا شکست ہو گئی اور سلطان مظفر اس کو فال بد سمجھا اور اہل مالوہ پر احسان رکھ کر خود اپنے ملک کو واپس ہوا ملک لودہ نے سکندر خاں کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر حریف کو شکست دی لیکن لشکر کو تباہ کرنے کے وقت سکندر خاں کے لشکر کا ایک سپاہی جس کے زن و فرزند گرفتار ہو گئے تھے اپنے اہل و عیال کی گرفتاری کی خبر سنکر واپس ہوا اور

ملک لودہ کے پاس آیا اور قدمبوسی کے بہانہ سے آگے بڑھا سپاہی نے خنجر آبدار اس کے پہلو پر مارا اور ملک لودہ کو ہلاک کر ڈالا سکندر خاں نے ان واقعات کو سنکر مراجعت کی اور شاہی لشکر کو پراگندہ کر دیا اور چہ عظیم الجثہ و نامی ہاتھیوں کو بہ طور مال غنیمت لیکر سواسن چلا گیا۔

سلطان محمود خلجی نے میدنی رائے کے استصواب سے اس مہم کو دوسرے وقت پر ملتوی کیا اور خود بہجت خاں کی مدافعت کے لئے چندیری روانہ ہوا سلطان محمود خلجی نے اثنائے راہ میں سنا کہ صاحب خاں نزدیک آپہنچا اور منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتر اس کے سر پر سایہ فگن کیا اور نیز یہ کہ لشکر دہلی عماد الملک لودھی اور سعید خاں اور محافظ خاں خواجہ سرا کی ہمراہی میں صاحب خاں کی امداد کے لئے قریب آچکا ہے سلطان محمود اس خبر کو سنکر پریشان خاطر ہوا کہ دفعتہً صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے جدا ہوکر صاحب خاں سے مل گئے صاحب خاں نے محمود کو اشر لشکر کرکے سارنگپور روانہ کیا محمود سلطان لشکر سے مغلوب ہوا اور بدترین طریقہ پر فراری ہوا۔

اسی درمیان میں عماد الملک لودھی اور سعید خاں نے محافظ خاں خواجہ سرا کے مشورہ سے بہجت خاں کو یہ پیام دیا کہ تم ملک میں سلطان سکندر کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرو بہجت خاں نے مقصد کے موافق جواب نہ دیا اور عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنا کر کوچ کر دیا اور چودہ کوس پیچھے ہٹکر مقیم ہوئے اس واقعہ کے بعد سلطان سکندر کا فرمان آیا اور عماد الملک وغیرہ دہلی روانہ ہو گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ چندیری میں خطبہ سلطان سکندر کے نام کا پڑھا گیا چونکہ تقریباً چالیس ہزار راجپوت سلطان محمود کے لشکر میں یکجا ہو چکے تھے سلطان سکندر اس امر سے اندیشہ ناک ہوا اور فرمان طلب اپنے امرا کے نام روانہ کیا بہر تقدیر سلطان محمود خلجی پر خدا کی عنایت نازل ہوئی اور بادشاہ خدا کا شکر بجا لایا اور شکار میں مشغول ہوا چند روز بادشاہ کو شکار کے مشغلہ میں گذرے تھے کہ اسی درمیان میں خبر آئی کہ محافظ خاں خواجہ سرا

صاحب خاں اور بہجت خاں کے قول کے مطابق بیشمار لشکر لیکر دہلی سے
شادی آباد مندو آرہا ہے سلطان محمود نے حبیب خاں اور فخر الملک کو مع
امرا کی ایک کثیر جماعت کے جو سب راجپوت تھے محافظ خاں کی مدافعت
کے لئے متعین فرمایا ظفر آباد کے نواح میں ہر دو لشکر میں جنگ آزمائی ہوئی
اور محمودی لشکر غالب آیا محافظ خاں اپنی کفران نعمت کی شامت کی وجہ
سے مارا گیا اور بہجت خاں اور مخصوص خاں لشکر دہلی کی واپسی اور محافظ خاں
کے مارے جانے کے بعد اپنے افعال پر پشیمان ہوئے اور صاحب خاں سے
صلح کے طالب ہوئے ۔

صاحب خاں نے صلح کو قبول کر لیا اور شیخ اولیا نام ایک فاضل
کے توسط سے صلح کی بابت بادشاہ سے عرض کیا سلطان محمود نے اس امر کو
خدا کا لطف و کرم خیال کیا اور قلعۂ رائسین اور قصبۂ بھیلسا اور ہاموتی اور
وقتی تعجیل کے لحاظ سے دس لاکھ تنکہ مصارف کے لئے اور بارہ ہاتھی مرحمت
فرمائے اور فرمان امان بہجت خاں وغیرہ کے نام روانہ کیا بہجت خاں نے
بارہ ہاتھی اور دو لاکھ تنکہ خود لے لئے اور باقی سامان صاحب خاں کے
حوالہ کر دیا فتنہ انگیز افراد نے صاحب خاں تک یہ خبر پہنچائی کہ بہجت خاں
کا منشاء ہے کہ تجھ کو مقید کر لے صاحب خاں خوف زدہ ہو کر سکندر لودھی
کی خدمت میں جو ہنوز سرحد میں تھا چلا گیا بہجت خاں اور دیگر امرا نے
امان نامے حاصل کئے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے
ان کو خلعت اور جاگیریں مرحمت فرمائیں اور سلطان محمود نے کامیاب
و بامراد اپنے دار الملک کی جانب مراجعت کی ۔

بادشاہ میدنی رائے کے استصواب سے امرا و سرداران لشکر کو
قتل کرنے لگا روزانہ ایک شخص بے گناہ کسی ناکردہ جرم میں ماخوذ ہو کر
تہ تیغ ہونے لگا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سلطان محمود خلجی کا مزاج
جمیع امرا بلکہ تمام مسلمانوں سے برگشتہ ہو گیا اور عمال قدیم جو عرصۂ دراز سے
سرکار غیاثی و ناصر شاہی میں اپنی خدمات دیوانی بجالا رہے تھے خدمات

معزول کئے گئے اور میدنی رائے کے اعوان و انصار ان کی جگہ پر مقرر ہوئے بادشاہ کے اس عمل سے اکثر امرا و سردار و ملازمین شکستہ خاطر ہو گئے اور اپنے زن و فرزند کو ہمراہ لیکر ترک وطن کرکے دوسرے مقامات پر چلے گئے قلعۂ شادی آباد مندو جو اس ملک میں دار العلم اور علما و فضلا و مشائخین کا مسکن تھا غیر مسلم افراد کا وطن بن گیا۔ ہندوؤں کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ دربانی و فیلبانی بھی راجپوتوں کے حوالہ کر دیگئی اور راجپوت ملازمین مسلمان دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے۔

علی خاں جو قدیم امیر اور حاکم شہر تھا کفار کے غلبہ سے رنجیدہ ہوا اور اس نے مخالفت شروع کر دی ایکروز بادشاہ شکار کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا علی خاں قلعۂ مندو پر قابض ہو گیا اور اہالی مندو بھی جو راجپوتوں کے غلبے سے آزردہ خاطر تھے علی خاں کے ہم نوا ہوئے سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور بہ تعجیل واپس ہو کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا بادشاہ نے محصورین کو تنگ و عاجز کرنا شروع کر دیا علی خاں مع اپنے معاونین کے قلعہ سے نیچے اترا اور فراری ہو گیا سلطان محمود قلعہ میں داخل ہوا اور راجپوتوں کی ایک جماعت کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا علی خاں ہندوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔

ان واقعات کے بعد میدنی رائے اور زیادہ مطلق العنان ہو گیا اور میدنی رائے نے تمام امرا و منصبداران مالوہ کو اپنا بہی خواہ بنا لیا اور شاہی ملازمان خاصہ میں سے بجز دو سواروں کے اور کوئی مسلمان باقی نہ رہ گیا سلطان محمود راجپوتوں کے تسلط سے متفکر ہو گیا چونکہ اہل ہند کی رسم ہے کہ جب اپنے ملازمین یا مہمان کو رخصت کرتے ہیں تو اس کو اس وقت پان دیتے ہیں بادشاہ نے ایک ظرف بیڑہ اور پان سے بھر کر آرائش خاں کے ہاتھ میں دیا اور میدنی رائے کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ آیندہ سے تمھیں رخصت دیجاتی ہے تم میری ولایت کے باہر چلے جاؤ راجپوتوں نے جواب دیا کہ ہم چالیس ہزار سواروں نے ابتک بہی خواہی

اور جان نثاری میں کمی نہیں کی اور ہمیشہ عمدہ خدمات بجالائے ہم کو خبر نہیں کہ کس جرم کی بنا پر بادشاہ ہم پر عتاب فرما رہا ہے اس واقعہ کے بعد راجپوتوں نے سلطان محمود کے قتل کا ارادہ کیا لیکن رائے رایاں میدنی رائے نے اپنے بہی خواہوں سے کہا کہ ہمارا غلبہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اب مالوہ کی حکومت فی الحقیقت ہماری ہے یاد رکھو کہ اگر بادشاہ کا قدم درمیان میں نہ ہوگا تو سلطان مظفر گجراتی فوراً ولایت مالوہ پر قبضہ کر لیگا لہذا اپنی اور اپنے تسلط کی بقا کے لئے جس صورت سے ممکن ہو سکے اپنے ولی نعمت کی رضا جوئی کی کوشش کرنا چاہیئے۔

میدنی رائے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے تقصیرات کی معافی مانگی اور گناہوں سے توبہ کی سلطان محمود خلجی چونکہ مجبور ہو چکا تھا اس لئے ان شرائط پر رائے رایاں کے قصور معاف کیئے کہ اول تمام کارخانوں کا انتظام قدیم مسلمان ملازمین کے سپرد کر دے دوسرے یہ کہ اہمات ملکی میں قطعاً مداخلت نہ کرے تیسرے یہ کہ غیر مسلم افراد مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دیں اور مظالم سے باز آئیں میدنی رائے نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا اور سلطان محمود کی بیحد منت و سماجت کی لیکن سالباہن پوربیہ جو ایک مقتدر راجپوت امیر تھا اطاعت سے منحرف ہو گیا اور کسی صورت سے اپنے اعمال بد سے باز نہ آیا سلطان محمود نے اپنی کمال شجاعت سے باوجود اس کے کہ دو سو سواروں سے زیادہ مسلمان اس کے پاس موجود نہ تھے اپنے بعض مخصوص افراد سے یہ قرار داد کی کہ جس وقت بادشاہ شکار سے واپس آئے اور میدنی رائے اور سالباہن رخصت ہو کر اپنے مکانوں کی راہ لیں تو واپسی کے وقت ان ہر دو ہندو امیروں کو راہ میں پارہ پارہ کر ڈالیں بادشاہ نے دوسرے دن جماعت موعود کو جابجا متفرر کیا اور خود شکار کے لئے گیا اور واپس ہو کر خود خلوتخانہ میں داخل ہوا اور میدنی رائے اور سالباہن کو رخصت کر دیا اس وقت شاہی ملازمین کمین گاہ سے باہر نکلے اور ہر دو شخص کو زخمی کر ڈالا سالباہن اسی جگہ خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا میدنی رائے کے کاری زخم نہ لگا تھا اس کے ملازمین نے ہجوم کر کے اس کو بچا لیا اور مکان لے گئے

راجپوتوں کا گروہ میدنی رائے کے مکان میں جمع ہوا اور بلا اجازت میدنی رائے کے جنگ کے لئے دربار کی طرف چلا سلطان محمود خلجی اگرچہ لایعقل تھا لیکن جرات و بہادری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا بادشاہ سولہ سوار اور چند سلاح پیادوں کے ہمراہ شہادت کی نیت سے دولت خانہ سے باہر آیا اور کئی ہزار کافروں کے ساتھ جنگ آزمائی میں مشغول ہوا ایک راجپوت جو دلیری و جانبازی میں مشہور تھا سب سے پہلے میدان میں آیا اور بادشاہ پر وار کیا بادشاہ نے اس کی ضرب روکی اور ایسی تلوار اس پر لگائی کہ دو ٹکڑے ہو گیا دوسرا راجپوت میدان میں آیا اور بادشاہ سے مقابلہ کیا اور برچھا بادشاہ پر لگایا بادشاہ نے برچھا جس کو نیزہ بھی کہتے ہیں تلوار پر روک کے راجپوت کو کمر سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔

راجپوت اس واقعہ کو دیکھکر بلا انتظار اس امر کے کہ جنگ مغلوبہ ہو فراری ہوکر میدنی رائے کے مکان میں جو ایک وسیع احاطہ تھا پناہ گزین ہو گئے راجپوتوں نے دوبارہ لشکر فراہم کیا اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی میدنی رائے نے کہا کہ سلطان محمود نے اگر میرے قتل کا ارادہ کیا تو وہ میرا مالک اور میرا ولی نعمت ہے جو کچھ بادشاہ نے کیا وہ عین حق ہے تم لوگ میری حمایت ترک کر دو اور اپنے مکانوں کو واپس چلے جاؤ میدنی رائے جانتا تھا کہ اگر سلطان محمود مارا گیا تو سلاطین اطراف بالخصوص سلاطین گجرات و خاندیس و برار اس کے انتقام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اس نے اس سے ایک طرف تو راجپوتوں کو اس طرح مجبور کیا اور دوسری طرف سلطان محمود خلجی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ چونکہ میں نے اب تک مالک کی نمک حرامی نہ کی تھی ان زخموں سے محفوظ و سلامت رہا اگر فی الواقع میرے قتل سے انتظامات سلطنت درست ہو جائیں تو مجھے اپنی جان نثار کرنے میں تامل نہیں ہے۔

سلطان محمود خلجی چونکہ واقف تھا کہ میدنی رائے ان زخموں کی وجہ سے مر نہ سکیگا لہذا صلح و ملایمت کے پیرایہ میں فرمایا کہ اب مجھے کامل

تحقیق اس امر کی ہو گئی کہ میدنی رائے میرا خیر خواہ ہے اور اس نے اپنی
کمال خیر خواہی کی وجہ سے راجپوتوں کو بے اعتدالی و فساد سے باز رکھا
سالباہن جو غصہ و سختی کا باعث تھا خدا کا شکر ہے کہ جان سے مارا گیا انشاء اللہ
آیندہ سے امور سلطنت بہ خوبی انجام پائیں گے اور کوئی ناگوار امر پیش نہ
آئے گا۔

میدنی رائے نے بظاہر اخلاص و اطاعت سے کام لیا اور گذشتہ
واقعات کا ایک حرف زبان پر نہیں لایا میدنی رائے اپنے حالات سے واقف
ہو چکا تھا لہذا جو وقت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا پانچسو آدمی مسلح اس کے ہمراہ
ہوتے تھے میدنی رائے کی اس حرکت سے سلطان محمود خلجی تنگ آ گیا
بادشاہ نے ایک روز راجپوتوں کو شکار کے بہانہ سے خستہ و ماندہ کیا اور
اسی شب اپنی محبوبہ رانی کنیا اور ایک سوار اور چند پیادوں کو ہمراہ لیکر
قلعہ سے باہر نکلا اور سرحد گجرات تک چلا گیا حکام گجرات نے اس کے ساتھ
عمدہ برتاؤ کئے اور سراپردہ اور گھوڑوں پر دیگر ضروریات زندگی اس کے
لئے حاضر کر دیا اور سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں عرضداشت روانہ کر کے
سلطان محمود خلجی کی آمد سے اس کو مطلع کیا۔

سلطان مظفر نے قیصر خان تاج خان قوام الملک اور دیگر معتمد
امیروں کو استقبال کے لئے روانہ کیا اور عربی گھوڑے اور چند ہاتھی اور
اسباب توشکخانہ و سراپردۂ سرخ اور دیگر ساز و سامان جو سلاطین کے لئے
لازمی ہیں روانہ کئے سلطان مظفر خود بھی چند منزل استقبال کے لئے آیا
محمود شاہ سے ملاقات کی ملاقات کے بعد ایک ہی مجلس میں ایک ہی
تخت پر ہر دو بادشاہ نے جلوس فرمایا سلطان مظفر نے یگانہ طور پر حالات
کی پرسش فرمائی اور اپنے آئین جوانمردی اور مروت کے لحاظ سے مہربانی
و شفقت سے پیش آیا اور اپنی تمام ہمت کو راجپوتوں کی مدافعت اور
سلطان محمود خلجی کی امداد پر صرف کر کے جلد سے جلد سامان لشکرکشی فراہم کرنے لگا
سنہ ۹۲۴ ہجری میں سلطان مظفر سلطان محمود کے ہمراہ مالوہ روانہ ہوا میدنی رائے

نے سلطان محمود خلجی کے کوچ کرنے کی خبر سنکر قلعہ شادی آباد مندو کو اپنے فرزند بھوراؤ کے سپرد کر کے بارہ ہزار سوار اور بیشمار پیادے اس کے پاس چھوڑ کے اور خود دھار کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو کر حصار کے استحکام میں کوشاں ہوا۔

سلطان مظفر قریب پہنچا میدنی رائے نے لشکر گجرات سے مقابلہ و جنگ کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی اور پانچ یا چھ ہزار سوار اور توپچی اور کماندار پیادے اور قریب دس ہزار کے ایک دوسری فوج بھوراؤ کی مدد کے لئے روانہ کی اور خود طالب امداد ہو کر رانا سنگا کے پاس چیتور گیا سلطان مظفر قلعہ دھار کے سامنے فروکش ہوا اور قلیل مدت میں اس کو فتح کر لیا اور اس فتح کے بعد بے انتہا عظمت و شوکت کے ساتھ شہر مندو میں داخل ہو کر قلعہ کا محاصرہ کیا سلطان مظفر گجراتی نے عادل خاں حاکم اسیر کو مع بیشمار امرائے گجرات کے رانا سنگا اور میدنی رائے سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا اوائل ۹۲۴ھ میں جیسا کہ سلاطین گجرات کے حالات میں مرقوم ہے قلعہ مفتوح ہو گیا اور علاوہ ان راجپوتوں کے جو جوہر کر کے راہی عدم ہوئے صرف انیس ہزار راجپوت فتح کے دن قتل کیے گئے سلطان محمود خلجی عقب میں رہ گیا تھا بادشاہ غلجی موقع پر پہنچا اور سلطان مظفر گجراتی کو مبارکباد دی اور اضطراب کی حالت میں دریافت کیا کہ میرے بارے میں خداوند جہاں کیا فرماتے ہیں سلطان مظفر نے اپنی جوانمردی سے جواب دیا کہ سلطنت مالوہ مبارک ہو سلطان مظفر نے یہ کہا اور ایک ساعت کے بعد قلعہ سلطان محمود خلجی کے سپرد کر کے خود اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا اور دوسرے روز سلطان محمود خلجی کے پاس یہ پیام کہلا بھیجا کہ آپ چند روز بعض امور سلطنت کے سامان و انتظام کی غرض سے شہر میں قیام فرمایئے

سلطان مظفر رانا سنگا اور میدنی رائے کی تادیب کے ارادہ سے کوچ کر کے اجین روانہ ہوا سلطان مظفر قلعہ دھار میں آیا اور جاسوسوں نے خبر دی کہ عادل خاں اور امرائے گجرات دیبالپور سے آگے نہ بڑھے کہ دشمنوں نے

فتح کی خبر سنی اور چندیری کی جانب فراری ہو گئے سلطان محمود خلجی نے اپنا سامان و انتظام درست کیا اور سلطان مظفر کے پاس دھار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ایک روز کے لئے آپ تکلیف فرما کے مندو میں تشریف لائیں تو میرے لئے کمال سرفرازی کا باعث ہوگا سلطان مظفر نے لشکر کو دھار میں چھوڑ دیا اور خود قلعۂ شادی آباد مندو واپس آیا سلطان محمود نے کمر خدمت باندھی اور بہ قدر استادہ ہو کر تمام لوازم ضیافت بجا لایا سلطان محمود نے جشن و ضیافت سے فارغ ہونے کے بعد سلطان مظفر کو باغات اور عمدہ مقامات کی سیر کرائی اور رخصت کے روز بہترین پیشکش نذر دیگر حق تواضع اور مہمانداری ادا کیا سلطان محمود چند منزل برسم مشایعت سلطان مظفر کے ہمراہ گیا سلطان مظفر نے آصف خاں گجراتی کو چند ہزار سواروں کے ساتھ سلطان محمود کی مدد کے لئے متعین کیا اور محمود شاہ کو رخصت کر کے مندو جانے کی اجازت دی سلطان محمود مندو واپس آیا اور امور جہانبانی میں مشغول ہوا۔

چونکہ چندیری اور کاگرون میدنی رائے کے اور قلعہ رائسین اور بھیلسہ اور سارنگپور سلہدی پوربیہ کے قبضہ میں تھے سلطان محمود خلجی انکی مدافعت کی فکر میں مشغول ہوا سلطان محمود نے پہلے قلعۂ کاگرون پر لشکر کشی کی میدنی رائے اس مرتبہ بھی رانا سنگا سے امداد کا ملتجی ہوا اور اس کو بیشمار لشکر کے ساتھ اپنی مدد کے لئے لے آیا اتفاق سے جس روز جنگ ہونے والی تھی سلطان محمود بیشمار منزلوں کو طے کرتا ہوا سات کوس کے فاصلہ پر رانا سنگا کے مقابلہ میں فروکش ہوا یہ خبر رانا سنگا کو معلوم ہوئی اور راجہ نے اپنے امرا کو طلب کر کے ان سے کہا کہ بہترین مصلحت یہ ہے کہ ہم اسی وقت خستہ و ماندہ دشمن پر حملہ آور ہو کر اپنا مقصد حاصل کریں اس قرارداد کے مطابق راجہ مسلح ہو کر جنگ کے لئے مستعد ہوا اور بہ تعجیل اس طرف چلا راجہ مسلمانوں کے لشکر گاہ کے قریب پہنچا اور لشکر کو ترتیب دیکر نمودار ہوا سلطان محمود خلجی چونکہ بے خبر تھا سوار ہو کر لشکر گاہ کے باہر آیا امرا اور سپاہ اس حال سے مطلع ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آصف خاں گجراتی اور دیگر امرا نے ہر چند سلطان محمود سے

عرض کیا کہ آج کے روز جنگ آزمائی کرنا نقصان دہ ہے سلطان محمود خلجی نے جو بالکل عقل سے خالی تھا ان کے معروضہ کو قبول نہ کیا اور بے ترتیب افواج کے ہمراہ جنگ میں مشغول ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طرفۃ العین میں تیس سرداروں مع بیشمار لشکر کے قتل ہو گئے اصف خاں گجراتی بھی جس کو سلطان مظفر نے سلطان محمود کی کمک کے لئے مالوہ میں چھوڑ دیا تھا مع پانچسو گجراتی سواروں کے خاک و خون کا ڈھیر ہو گیا غرضکہ مالوہ کے لشکر میں بجز سلطان محمود خلجی اور دس سواروں کے ایک فرد بھی میدان میں باقی نہ رہ گیا۔

سلطان محمود نے باوجود اس امر کے علم کے کہ دس سواروں کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے گا انتہائے دلیری سے کام لیا اور بے فائدہ کفار کے لشکر پر جو تقریباً پچاس ہزار سوار تھے حملہ آور ہوا اس امر سے بادشاہ کا ارادہ محض حصول شہادت تھا سوار پہلے ہی حملہ میں مارے گئے اور سلطان محمود خلجی نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی فوج میں ڈوب گیا اور اس قدر لاتعداد دشمنوں کو قتل کیا کہ تمام راجپوت انگشت بدنداں حیران رہ گئے سلطان محمود خلجی کے جوشن پر سو زخم پہنچے بادشاہ دو جوشن پہنے ہوئے تھا پچاس زخم دوسرے جوشن سے بھی گذر کر اسکے بدن پر پہنچے لیکن بادشاہ نے اس حال میں بھی دشمن سے منہ نہ موڑا اور جب تک طاقت جسم میں باقی رہی میدان جنگ کے باہر نہ گیا یہاں تک کہ راجپوتوں نے اس پر ہجوم کیا اور بادشاہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گرا راجپوتوں نے محمود خلجی کو پہچانا اور بادشاہ کو زندہ رانا سنگا کے پاس لے گئے ذی عزت راجپوتوں نے بادشاہ کی بے حد تعریف کی اور پروانہ وار اس کے سر کے گرد پھرنے اور بادشاہ کی بہادری کی تعریفیں کرنے لگے۔

راجہ نے بادشاہ کو مناسب مقام پر بٹھلایا اور خود دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا راجہ نے بادشاہ کی تعظیم و تکریم و خدمتگزاری میں کوئی کمی نہیں کی اور بادشاہ کے زخموں کا علاج کرایا چونکہ لڑائی کے دن تمام اسباب و سامان سلطنت پر راجہ کا قبضہ ہو گیا تھا راجہ نے سلطان ہوشنگ کے

تاج مرصع کو ان اسباب میں نہ دیکھ کر اس کی طلب کا سوال کیا سلطان محمود خلجی نے اس کو بھی طلب کر کے راجہ کے حوالہ کر دیا ان واقعات کے بعد بادشاہ کے زخم اچھے ہوگئے رانا سنگا نے اپنی جوانمردی کے لحاظ سے چھ ہزار راجپوت بادشاہ کے ہمراہ کر کے اس کو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ شادی آباد مندو روانہ کیا۔

سلطان محمود خلجی نے تیسری مرتبہ تخت سلطنت پر جلوس کیا بادشاہ امور و انتظامات برہم شدہ کی درستی میں مشغول ہوا چونکہ مالوہ کے اکثر شہر امرا اور باغیوں کے قبضہ میں تھے رعایا جیسی کہ چاہئے بادشاہ کی اطاعت نہ کرتی تھی جس کی وجہ سے حکومت میں خلل پیدا ہوگیا تھا امرا کی بغاوت و سرکشی کا یہ عالم تھا کہ سکندر خاں سیواسی بیشمار پرگنوں پر قابض ہو کے مستقل فرمانروا بن گیا تھا اور میدنی رائے چندیری اور کاکرون اور دیگر جاگیرات پر جنگ اور غلبہ سے قبضہ کر کے بادشاہ کی اطاعت نہیں کرتا تھا اسی طرح بعض دیگر افراد نے بھی اطراف مملکت و سرحد میں اپنے قدم حد سے آگے بڑھا دئے تھے جس سے سلطان محمود خلجی کی سلطنت میں ضعف و خلفشار پیدا کیا ناظرین واقف ہیں کہ سلطان محمود خلجی نے سلطان محمود ماضی انار اللہ برہانہ کی روش کے خلاف امور سلطنت کو شمشیر زنی پر منحصر رکھا اور تدبیر و عقل سے کام نہ لیا جس کے نتائج زوال حکومت کا باعث ہوئے۔

محمود ۹۲۶ھ میں سلطان محمود سلہدی پوربیہ کی مدافعت کی غرض سے روانہ ہوا سلہدی پوربیہ نے بیشمار راجپوت یکجا کر لئے اور میدنی رائے سے بھی مدد لی اور سارنگپور میں لشکر کو ترتیب دیکر بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا پہلے سلہدی پوربیہ نے لشکر اسلام کو شکست دی اور اس کے سپاہی تاخت و تاراج میں مشغول ہوئے سلطان محمود خلجی قلیل فوج کے ساتھ قطب آسا اپنی جگہ پر ثابت قدم تھا بادشاہ نے فرصت و موقع پا کر سلہدی پوربیہ پر حملہ کر دیا اور اس کو بہت بری طرح پر شکست دی اور تعاقب کی حالت میں چوبیس ہاتھی مقید کر لئے اور سارنگپور کو سلہدی کے قبضہ سے نکال لیا سلہدی راجپوت

اپنی قدیم جاگیر پر قانع ہوا اور بادشاہ کی اطاعت قبول کی سلطان محمود خلجی اس امر کو غنیمت سمجھا اور دارالملک شادی آباد مندو واپس آیا۔

۹۳۲ھ میں جب گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ سے متعلق ہوگئی شاہزادہ چاند خاں بن سلطان مظفر گجراتی فراری ہو کر شادی آباد مندو میں آیا سلطان محمود خلجی سلطان مظفر گجراتی کا مرہون منت تھا بادشاہ شہزادہ چاند خاں کی بیحد تعظیم و تکریم بجا لایا اور مروت و ہمدردی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اسی دوران میں ایک معتبر گجراتی امیر رضی الملک نام سلطان بہادر کے خوف سے فراری ہو کر فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے دامن میں پناہ گزین ہوا رضی الملک نے اپنی تمام کوششیں اس امر پر صرف کیں کہ سلطان بہادر شاہ کو حکومت سے معزول کر کے چاند خاں کو اس کا قائم مقام بنائے رضی الملک اپنے ارادہ کو مکمل کرنے کی غرض سے آگرہ سے شادی آباد مندو آیا اور چاند خاں سے مشورہ کر کے پھر آگرہ واپس آیا یہ خبر سلطان بہادر گجراتی کو معلوم ہوئی سلطان بہادر نے ایک خط سلطان محمود خلجی کے نام اس مضمون کا لکھا کہ آپ کی محبت و اخلاص سے مجھے تعجب ہے کہ آپ نے حرام خوروں کو آزادی دے رکھی ہے کہ چاند خاں کے پاس آکر فتنہ انگیزی کرتے اور آگرہ کو واپس جاتے جائیں اتفاق سے رضی الملک نے فردوس مکانی کے ارکان دولت سے پھر کچھ گفتگو کی اور دوبارہ شادی آباد مندو آکر آگرہ کو واپس گیا اس مرتبہ بھی سلطان بہادر نے کچھ نہ کہا اور سلطان محمود خلجی کی تادیب کی فکر میں مشغول ہوا چونکہ دولت خلجیہ کے زوال کا وقت قریب آچکا تھا سلطان محمود خلجی نے اس کے علاج و تدارک کی کوئی فکر نہ کی۔

اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کو معلوم ہوا کہ رانا سانگا فوت ہوا اور رتن سی متوفی رانا کا فرزند اس کا قائم مقام ہوا بادشاہ نے شرزہ خاں کو روانہ کیا شرزہ خاں موضع قصبات جیور پر حملہ آور ہوا اور اس نے قصبات کو غارت و تباہ کیا چونکہ رتن سی سلطان بہادر کی رنجش اور بے اتفاقی کو بھی معلوم کر چکا تھا لشکر کو یکجا کر کے مندو کی طرف روانہ ہوا جس وقت یہ خبر سلطان محمود کو

معلوم ہوئی بادشاہ بھی استقبال کے لئے چلا اور سارنگپور پہنچ گیا سکندر خاں فوت ہو چکا تھا بادشاہ نے اس کے پسر خواندہ معین خاں کو جو دراصل ایک روغن فروش کا بیٹا تھا سیواس سے اپنی مدد کے لئے بلایا اور مسند عالی کا خطاب ویکہ سراپردہ سرخ بھی جو سلاطین کے لئے مخصوص ہے عطا فرمایا بادشاہ نے سلہدی پوربیہ کو بھی رائیسین سے طلب کیا اور دیگر پرگنات کا بھی اس کی جاگیر میں اضافہ فرمایا سلہدی پوربیہ سلطان محمود خلجی سے متوہم ہوا اور معین خاں کے ہمراہ رتنسی رانا کے پاس گیا اور بھوپت ولد سلہدی پوربیہ کے ہمراہ سنبل میں سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہو کر ولی نعمت کی سر مجلس شکایت کی ۔

سلطان محمود خلجی مضطرب ہوا اور دریا خاں لودھی کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیجکر یہ پیام دیا کہ آپ کے خاندانی حقوق میرے اوپر بیشمار ہیں اور مسافت اب کم باقی ہے میرا منشاء یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی مبارکباد ادا کروں سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے مروت و انسانیت سے جواب دیا اور متواتر کوچ کر کے آب کرجی کے کنارے فروکش ہوا اسی منزل میں رتنسی اور سلہدی پوربیہ نے سلطان بہادر کی خدمت میں آکر سلطان محمود کی شکایت کی رتنسی اسی مقام سے رخصت ہو کر اپنے مکان واپس چلا گیا اور سلہدی پوربیہ سلطان بہادر کے لشکر گاہ میں سلطان محمود خلجی کی آمد کے انتظار میں مقیم ہو رہا اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے خود اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کی اور ملاقات کے ارادہ سے پشیمان ہوا اور سکندر خاں کے ملازمین کی مدافعت کے بہانہ سے سیواس روانہ ہو گیا اثناء راہ میں ایکدن سلطان محمود شکار کھیلنے میں مشغول ہو گیا شکار کی حالت میں بادشاہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا سلطان محمود خلجی اس کو فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ملتوی کر کے دار الملک شادی آباد میں آیا اور اسباب قلعہ داری مہیا کرنے پر مستعد ہوا ۔

سلطان بہادر گجراتی سلطان محمود خلجی کی ملاقات سے قطع نظر کر کے شادی آباد مندو روانہ ہوا ہر منزل میں سلطان محمود خلجی کے ملازمین گروہ گروہ

آکر سلطان بہادر سے ملجاتے تھے شرزہ خاں حاکم دہار بھی سلطان بہادر سے مل گیا سلطان بہادر مظفر آباد نعلچہ میں آیا اور قلعہ کا محاصرہ کرکے مورچل تقسیم کئے سلطان محمود خلجی تین ہزار فوج کے ساتھ قلعہ میں حصار بند ہوا اور ہر شب ایک مرتبہ تمام مورچلوں پر جاتا تھا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسہ میں استراحت کرتا تھا بادشاہ کو اہالیان قلعہ کے نفاق کا علم ہوا اور سلطان محمود خلجی مدرسہ سے اپنے محلات کو چلا گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہوا بعض نیک اندیش افراد نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ وقت عیش و عشرت کا نہیں ہے سلطان محمود خلجی نے جواب دیا کہ اب وقت واپسیں ہے چاہتا ہوں کہ بقیہ عمر عیش و عشرت میں گذر جائے۔

نو شعبان ۹۳۷ھ میں صبح کے وقت سلطان بہادر نے قلعہ فتح کرلیا اور چاند خاں جو مایۂ فساد و نزاع تھا قلعہ سے نیچے اتر کر دکن کی جانب فراری ہوا سلطان محمود خلجی مسلح ہوا اور قلیل جماعت کے ساتھ مقابلہ کیلئے آیا لیکن اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پاکر واپس ہوا چونکہ دولت خلجیہ کا آفتاب اقبال عروج سے پستی کی طرف مائل ہو چکا تھا اس لئے سلطان محمود خلجی نے باوجود طاقت و قدرت کے قلعہ سے نکل کر وسط ولایت میں قیام نہ کیا بلکہ ہزار سواروں کے ساتھ اپنے اہل و عیال کے قتل کرنے کے لئے محل سرا میں گیا سلطان محمود خلجی اپنے محل سرا میں آیا اور ارادہ کیا کہ اہل حرم کو قتل کرے لیکن ایک جماعت مانع رہی اور کہا کہ سلطان بہادر گجراتی ناموس شاہی کی بخوبی حفاظت کرے گا بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت میں مشغول ہوں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی محلات کے اطراف میں آکر لعل محل کے بام پر آیا اور ایک شخص کو بھیجکر سلطان محمود خلجی کو طلب کیا سلطان محمود نے اپنے سرداروں کو اسی مقام پر چھوڑا اور خود سات سواروں کو ہمراہ لیکر سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا سلطان بہادر نے اس کی تعظیم ادا کی اور بغل گیر ہوا اور نشست کے بعد درشتی و سختی سے کچھ گفتگو کی اور پھر خاموش

ہو گیا لیکن تغیر مزاج کے اثرات اس کے بشرہ سے ظاہر ہو رہے تھے جو الفاظ کہ سلطان بہادر کی زبان پر آئے وہ یہ تھے کہ میں نے امراکو امان دی سب اپنے مکانوں کو واپس جائیں۔

بعض کتب میں یہ بھی نظر سے گذرا ہے کہ سلطان محمود خلجی نے گفتگو میں سختی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی نے جو عفو کے خیالات دل میں رکھتا تھا اس کے قید کا حکم دیا اور جمعہ کے دن شادی آباد میں منبروں پر خطبہ سلطان بہادر گجراتی کا پڑھا گیا سلطان بہادر گجراتی کے حکم سے سلطان محمود خلجی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں بہادر گجراتی نے سلطان محمود کو مع اس کے سات فرزندوں کے آصف خاں کے حوالہ کیا کہ قلعہ جنپانیر میں لے جا کر ان کو مقید کر دے اثنار راہ میں چودہ شعبان کو دو ہزار کولی اور بھیل نے منزل دھود میں آصف خاں کے لشکر پر شبخون مارا سلطان محمود نے اسی وقت نماز سے فارغ ہو کر سر اپنا تکیہ پر رکھا تھا کہ شور وغل کی آواز سنائی دی محمود خلجی بیدار ہوا تو اس نے فرار ہونے کے ارادہ سے اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا اسی درمیان میں نگہبان واقف ہو گئے اور اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے ہی خواہوں نے شبخون مارا ہو اور سلطان محمود پا ہو کر ان سے ملجائے اور مملکت میں فساد برپا ہو جائے سلطان محمود خلجی کو قتل کیا آصف خاں نے علی الصباح اس کو غسل دیکر کفن پہنایا اور اسی منزل میں حوض دھود کے کنارے دفن کر دیا سلطان محمود خلجی کے فرزندوں کو جنپانیر میں مقید کر دیا قلیل مدت کے بعد بجز محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے جو بابر بادشاہ کی ملازمت میں تھا اور کوئی وارث اس خاندان کا باقی نہ رہ گیا اور سلطنت خلجیہ ختم ہوئی اور حکومت شاہان گجرات کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔

۹۴۱ھ تک مالوہ کی سلطنت اہل گجرات کے قبضۂ اقتدار میں رہی بعد اس کے جیسا کہ زمانہ کا دستور ہے کہ حکومت دست بدست منتقل ہوتی ہے ۹۶۸ھ اکبر بادشاہ کے قبضۂ اقتدار میں آگئی اور ہر شخص نے دنیا کی حیلہ گری

اور زمانہ کے انقلاب کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

زوال دولت خلجیہ اور سلطان بہادر گجراتی وغیرہ کا غلبہ اس مملکت پر

بعض کتب میں تحقیق کے ساتھ مرقوم ہے کہ سلطان محمود خلجی کے بعد سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ مملکت مالوہ پر ہوا امرائے مالوہ نے سلطان بہادر گجراتی کی اطاعت قبول کر لی اور بادشاہ نے ان پر مہربانیاں فرما کر ان کو خوش اور دلشاد کیا بادشاہ نے سلہدی پوربیہ کو بوجہ اس کے کہ یہ سب سرداروں سے پہلے سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اجین اور سارنگپور اور رائسین کے پرگنے جاگیر میں دیئے لیکن آخر میں جیسا کہ شاہان گجرات کے حالات میں معرض بیان میں آچکا ہے سلطان بہادر کے جنگ غضب میں گرفتار ہوا اور قلعۂ رائسین میں خودکشی کی اور اس کا فرزند بھوپت فراری ہوا سلطان بہادر گجراتی اجین پر دریا خاں لودھی اور رائسین پر عالم خاں حاکم کالپی اور شادی آباد پر اختیار خاں کو نامزد کر کے خود محمد آباد چنپانیر میں آیا ان واقعات کے بعد جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور سلطان بہادر گجراتی بندر دیب کی جانب فراری ہوا جنت آشیانی شادی آباد مندو میں آئے اور خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کر کے شادی آباد کو اپنے ہی خواہوں کے حوالہ فرمایا اسی دوران میں جیسا کہ اپنے مقام پر مرقوم ہے جنت آشیانی آگرہ میں تشریف فرما ہوئے اور ملوخاں بن ملوخاں نے جو جنت آشیانی کا خلجی غلام اور مقتدر امیر تھا قوت حاصل کی اور مالوہ کو آزاد کر کے اپنا نام سلطان عبدالقادر رکھا اور بھیلسہ سے اب نربدہ تک قابض ہوا اور سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کیا بھوپت اور پورنمل پسران سلہدی قلعہ جیسور سے نکل کر قلعۂ رائسین اور اس کے نواح پر قابض ہو گئے اور سلطان قادر کی اطاعت کر کے پیشکش روانہ کیا۔

عبدالقادر کا اقتدار اس درجہ ترقی پذیر ہوا کہ شیرشاہ افغان سور نے جس زمانہ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بنگالہ میں شیرشاہ افغان کی مدافعت میں مشغول تھے شیرشاہ نے عبدالقادر کو اپنا مہری ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا چونکہ مغل سپاہ مملکت بنگالہ میں داخل ہو گئی ہے

اخلاص کا تقاضہ یہ ہے کہ تم آگرہ کی طرف متوجہ ہو یا اپنی ایک فوج بھیجکر
اس نوبت میں خلل پیدا کر دو تاکہ مغل مضطرب ہو کر اس مملکت سے ہاتھ اٹھائیں
اور مجھ کو کشورستانی کی مہلت حاصل ہو سلطان قادر شیر شاہ کے فرمان سے
بیحد خفا ہوا اور اپنے منشی سے کہا کہ تو بھی جواب میں فرمان لکھ اور اس پر
مہر کر چنانچہ سلطان عبدالقادر کے منشی نے فرمان لکھا اور مہر کر کے روانہ کیا سلطان
عبدالقادر کا ایک ندیم سیف خاں دہلوی نام ہمیشہ گستاخی کے ساتھ
سچی باتوں کو بے تکلف کہدیتا تھا اس نے عرض کیا کہ شیر شاہ بالفعل
بادشاہ جونپور ہے اور اس قدر سپاہ و قوت رکھتا ہے کہ بادشاہ دہلی کے
مقابلہ میں صف آرا ہوا اگر اس نے ہم کو فرمان لکھا اور اپنی مہر اس پر کی
تو یہ امر تعجب انگیز نہیں ہے قادر شاہ نے جواب دیا کہ اگر وہ بادشاہ بنگالہ و جونپور
ہے تو میں بھی خدا کے کرم سے مملکت مالوہ کا فرمانروا ہوں جب وہ طریق
ادب کو ملحوظ نہیں رکھتا تو مجھے کیا ضرور ہے کہ میں اس کی عزت کا لحاظ
رکھوں غرضکہ قادر شاہ کا جوابی فرمان شیر شاہ کی نظر سے گذرا
شیر شاہ نے بے انتہا پیچ و تاب کھایا اور مہر کا نشان کاغذ سے مٹا کے
اس کو یادداشت کے طور خنجر کے غلاف میں رکھ لیا کہا کہ انشاءاللہ جب
میرا اور اس کا سامنا ہو گا تو اس گستاخی کا جواب دوں گا اس واقعہ کے
بعد جب شیر شاہ دہلی کا بادشاہ ہو کر سواد اعظم ہندوستان پر قابض ہوا
اور اس نے ۹۴۹ھ میں مالوہ فتح کرنے کے ارادہ سے کوچ کیا شیر شاہ
سارنگپور کے نواح میں آیا قادر شاہ اپنی اس بے ادبی سے بیحد خوف زدہ
و فکرمند ہوا قادر شاہ کے مصاحب سیف خاں دہلوی نے کہا کہ اب بہترین
تدبیر یہ ہے کہ جب ہم میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو ہم کو بہت
جلدی سے سارنگپور جا کر شیر شاہ سے ملاقات کر لی چاہیئے قادر شاہ کو یہ رائے
پسند آئی اور اجین سے کوچ کر کے سارنگپور پہنچا اور شیر شاہ کے دربار میں
حاضر ہوا دربانوں نے قادر شاہ کی آمد سے شیر شاہ کو مطلع کیا شیر شاہ
نے قادر شاہ کو اپنے حضور میں طلب کیا اور خلعت خاص عنایت کر کے

بیحد مہربانیاں فرمائیں شیر شاہ نے قادر شاہ سے دریافت کیا کہ کس جگہ پر مقیم ہے قادر شاہ نے اپنے جائے قیام سے اطلاع دی اور شیر شاہ نے اپنا پلنگ خاصہ مع جامۂ خواب اور اسباب توشکخانہ اس کو عطا فرمایا شیر شاہ دوسرے دن کوچ کر کے اجین روانہ ہوا اور شجاعت خاں کو تاکید حکم دیا کہ مہمان عزیز سے خبردار رہے اور جس شے کی اس کو ضرورت ہو سرکار شاہی سے دیجائے ۔

شیر شاہ اجین آیا اور قادر شاہ کی امید کے خلاف شیر شاہ کو اس مملکت پر قابض ہونے کی طمع دامنگیر ہوئی اور وقتی مصلحت کے لحاظ سے شیر شاہ نے قادر شاہ کو لکھنوتی کی حکومت پر نامزد کیا اور حکم دیا کہ اپنے متعلقین اور اہل و عیال کو وہاں بھیجکر خود حاضر خدمت رہے قادر شاہ نے صحبت دگرگوں پائی اور مجبوراً اپنے اہل و عیال کو اجین سے طلب کر کے ایک باغ میں جو قصبہ اور لشکر گاہ کے درمیان میں تھا مقیم ہو گیا اسی زمانہ میں سکندر خاں میواتی کے فرزند خواندہ معین خاں نے شیر شاہ کی ملازمت حاصل کی شیر خاں نے اس کو سکندر خاں کا خطاب اور عمدہ جاگیر عطا کی ۔

ایک روز قادر شاہ اپنے مکان سے شیر شاہ کے دربار میں جا رہا تھا اثناء راہ میں قادر شاہ نے دیکھا کہ مغلوں کی ایک جماعت جن کو افغانیوں نے گرفتار کر لیا تھا بیلداری اور گلکاری میں مشغول ہے اور ہمیشہ لشکر گاہ کے گرد خندق تیار کرتے ہیں قادر شاہ ان اشخاص کے قریب سے گذر رہا تھا ایک مغل نے یہ مصرعہ پڑھا ۔ مرا می بین بدبیں احوال و فکر خویشتن میکن ۔ قادر شاہ متنبہ ہوا اور خیال کیا کہ اگر میں شیر شاہ کی رفاقت اختیار کرتا ہوں تو اس امر کا احتمال قوی ہے کہ مجھے گلکاری کا حکم دے گا قادر شاہ ترک رفاقت پر تیار ہو گیا اور فرار ہونے کی فکریں کرنے لگا شیر شاہ اسی وقت فوراً اس معاملہ کو بفراست سمجھ گیا اور شجاعت خاں سے کہا کہ میں اس کے حرکات نامناسب سے بیحد آزردہ خاطر ہوں اور میں واقف ہوں کہ قادر شاہ میرے ساتھ وفاداری نکرے گا چونکہ یہ بے طلب حاضر خدمت ہوا ہے میں فی الحال اس کی تادیب نہیں کر سکتا اس وقت اس سے کچھ نہ کہنا چاہئیے تاکہ یہ خوش ہو جائے اس

واقعہ کے بعد اس کو گرفتار کرکے اس کی تقصیرات کے اعتبار سے میں اس کو
سزا دوں گا اتفاق سے قادر شاہ کو فرصت اور موقع مل گیا اور یہ فرار ہوگیا
شیر شاہ نے ایک جماعت کو اس کی گرفتاری کے لیے متعین کیا یہ جماعت قادر شاہ
کے قریب نہ پہنچ سکی اور واپس ہوئی شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔
مصرعہ۔ با ما چہ کرد دیدی ملو غلام گیدی۔ شیخ عبدالحی پسر شیخ جمال شاعر نے
جو شیر شاہ کا مصاحب تھا فوراً دوسرا مصرعہ کہدیا مصرعہ قولیست مصطفیٰ را لاخیر فی العبیدی

قادر شاہ کے فرار ہونے کے چند روز بعد تک شیر شاہ افغان نے اجین میں قیام کیا
اور ولایت مالوہ کو امراء پر تقسیم کرکے قصبۂ اجین و سارنگپور اور دیگر پرگنات
کو شجاعت خاں کی جاگیر میں دیا اور اُس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا اور
خود کوچ کرکے قلعۂ رنتھبور میں وارد ہوا شیر شاہ نے دہلی سے لاہور تک دو
دو کوس کے فاصلہ پر سرائیں تعمیر کیں اور حکم دیا کہ مسافروں کو کھانا دیا جائے
شیر شاہ نے قادر شاہ کے فرار ہونے کے بعد محض اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو
کہ سکندر خاں بھی فرار ہو جائے اس کو بھی مقید کر دیا سکندر خاں کا فرزند نصیر خاں
سیواس سے لشکر جمع کرکے شجاع خاں سے جنگ کے لئے آیا اور اپنے ہی خواہوں
اور مددگاروں سے کہا کہ شجاع خاں کو زندہ ہاتھ میں لانا چاہئے تاکہ میں
اس کو سکندر خاں کے معاوضہ میں اپنے پاس رکھوں اور اس ترکیب سے
سکندر خاں کو نجات دلاؤں پس عین جنگ کی سرگرمی میں نصیر خاں اور
اس کے بعض ملازمین و مصاحبین نے اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور اس کا
گریبان اور بال پکڑ کر لشکر کی طرف لے چلے اس اثناء میں مبارک خاں شیروانی
اس حال سے واقف ہوا اور اپنے کو شجاع خاں تک پہنچایا اور مردانہ وار
جنگ کرکے اس کو رہا کر لیا لیکن اس کوشش کی حالت میں ایک پاؤں
مبارک خاں شیروانی کا پنڈلی سے قلم ہوگیا چونکہ مبارک خاں پر ضعف طاری
ہو چکا تھا یہ گھوڑے سے گر پڑا نصیر خاں کی سپاہ نے ہجوم کرکے ارادہ
کیا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیں راجہ رام راجہ گوالیار نے مع اپنے راجپوتوں
کے حملہ کرکے اس کو بچا لیا نصیر خاں حق کوشش اور جوانمردی بجا لایا لیکن

چونکہ فتح و نصرت کوشش پر منحصر نہیں ہے نصیر خاں نے شکست کھائی اور کوہ واڑہ میں پناہ لی اور شجاع خاں کو جبکہ سینہ اور بازو پر پانچ یا چھ زخم آگئے تھے اس کے بہی خواہ اسی حالت میں اٹھا کر لشکر گاہ میں لے گئے ۔

شجاع خاں کے زخم ہنوز اچھے نہ ہونے پائے تھے کہ حاجی خاں جاگیردار دہار کا خط اس مضمون کا آیا کہ سلطان قادر مع بیشمار لشکر کے میرے مقابلہ میں آیا ہے اور آج ہی کل میں جنگ ہونے والی ہے شجاع خاں اسی روز بیماری کے عالم میں پالکی میں بیٹھ کر دہار کی طرف روانہ ہوا اور آخر حصہ شب میں مع ایک سو پچاس سواروں کے حاجی خاں کے لشکر گاہ میں پہنچ گیا شجاع خاں نے حاجی خاں کو جو اس وقت سو رہا تھا بیدار کر کے اسی وقت بے تامل جنگ کی تیاری شروع کر دی اور سلطان قادر کو شکست دیکر اس پریشان حالی کے ساتھ گجرات کی جانب بھگایا کہ پھر دوبارہ سلطان قادر سر نہ اٹھا سکا شجاع خاں کی قوت و شوکت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور تمام سرزمین مالوہ بلا شرکت غیر اس کے قبضہ میں آگئی چونکہ شیر شاہ سور کشور کشائی کا بیحد حریص تھا عین قلعہ کشائی کی حالت میں قلعۂ کالنجر کے نیچے فوت ہوا اور سلیم شاہ اس کا قائممقام ہوا ۔

سلیم شاہ شجاع خاں سے ناخوش و مکدر تھا لیکن شجاع خاں کا پسر خواندہ دولت خاں سلیم شاہ کا مقرب تھا اس وجہ سے سلیم شاہ شجاع خاں کے ساتھ التفات ظاہری سے کام لیتا تھا اور اپنے باپ کے زمانۂ حکومت کے مطابق اس ملک کی حکومت کو شجاع خاں کے سپرد کر کے اس کی عزت و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا تھا اسی دوران میں ایک شخص عثمان خاں نامی ایکروز شراب پی کر شجاع خاں کے دیوانخانہ میں آیا اور اس کے منہ سے تھوک فرش پر بار بار گرا فراش مانع ہوا عثمان خاں نے ایک گھونسہ اس زور سے اس کے منہ پر مارا کہ آواز بلند ہوئی شجاع خاں کو یہ واقعہ معلوم ہوا اور شجاع خاں نے کہا کہ اس شخص سے چند گناہ سرزد ہوئے اول یہ کہ اس نے شراب پی دوسرے یہ کہ نشہ کی حالت میں دیوانخا

میں آیا تیسرے یہ کہ زوش کو ما را شجاع خاں کے حکم سے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے گئے عثمان خاں زندہ بچ گیا اور گوالیار میں جو سلیم شاہ افغان سور کا دارالملک تھا بادشاہ سے تمام ماجرا عرض کر کے دادخواہ ہوا بادشاہ نے جواب دیا کہ تو جا اور اپنا بدلہ لے لے۔

یہ خبر شجاع خاں کو معلوم ہوئی اور وہ بہت برہم ہوا اور شیر خاں کو برا بھلا کہا شجاع خاں نے اس حالت پر بھی پابندی نہ کی اور ایک روز پالکی میں سوار ہو کر قلعہ گوالیار میں سلام کے لئے روانہ ہوا پالکی دروازہ ہتیا پول کے قریب پہنچی اور شجاع خاں نے دیکھا کہ عثمان خاں دوکان پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک کپڑا کہنی میں اپنے کو لپیٹے ہوئے ہے شجاع خاں نے چاہا کہ اس کے حالات دریافت کرے اور اس کی تسلی کرے عثمان خاں دوکان سے کودا اور نہایت چالاکی کے ساتھ ایک زخم شجاع خاں کے لگایا شجاع خاں کے سلحداروں نے جو پالکی کے اطراف میں جا رہے تھے عثمان خاں کو فوراً پکڑ کر قتل کر ڈالا سلحداروں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ لوہے کا بنا کر قطع شدہ ہاتھ کے بجائے لگایا گیا تھا اور اسی جعلی ہاتھ سے عثمان خاں نے ضرب لگائی تھی شجاع خاں واپس ہو کر اپنے مکان پر آیا اس کے فرزند اور متعلقین نے قبا کو اس کے جسم سے اتار کر دیکھا کہ بایاں پہلو زخمی ہو گیا ہے چونکہ شجاع خاں کے ہاتھ میں قوت نہ تھی پوست مال کر کے چھوڑ دیا اس کے لازمین نے شور و غوغا بلند کیا اور اشارہ و کنایہ میں سلیم شاہ افغان سور کو برا بھلا کہا سلیم شاہ ان واقعات سے مطلع ہوا اور معتمد راکرا و اعیان دولت کو شجاع خاں کی پرسش حالات کے لئے روانہ کیا سلیم شاہ سور کا خود بھی ارادہ ہوا کہ شجاع خاں کی عیادت کے لئے جائے شجاع خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی اور وہ سلیم شاہ کو آنے سے مانع ہوا شجاع خاں واقف تھا کہ اس کے فرزند و عزیز و مصاحب اس جرات کو جو عثمان خاں سے ظہور میں آئی ہے سلیم شاہ کی تحریک پر محمول کرتے ہیں یہ امیر اپنے فرزندوں وغیرہ کی بیباکی و بے اعتدالی سے اس امر کا لحاظ کرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سب فساد برپا کر دیں اور معاملات میں طوالت پیدا ہو جائے۔

شجاع خاں نے سلیم شاہ کو یہ پیام دیا کہ میں بادشاہ کا غلام و خانہ زاد ہوں اور میں نے اپنی موت و زیست کے سے قطع نظر کر کے جیسا کہ ایک عالم پر روشن ہے صرف چھتیس اشخاص کی امداد سے آپ کی سلطنت قایم کی اور علم و دولت کو نصب کیا ہے اور اگر اب بھی میری جان سلامت رہ گئی تو ایک روز میں بادشاہ کے کام آؤں گا میری گزارش یہ ہے کہ بادشاہ قلعہ کے نیچے تشریف لانے کی زحمت نہ گوارا فرمائیں صحت کے بعد میں خود خدمت مبارک میں حاضر ہوں گا چونکہ شجاع خاں سلیم کا کارکن اعظم تھا اور اس کے بے شمار حقوق بادشاہ کے ذمہ تھے سلیم شاہ شجاع خاں کے پیام اور امر کی گفتگو سے اصل حقیقت سے واقف ہو گیا سلیم شاہ نے اس روز ٹال گیا لیکن دوسرے دن شجاع خاں کی عیادت کے لئے اس کے مکان پر گیا فتح خاں نبیرہ شجاع خاں کا ہم زلف اور اپنی قوت جسمانی و پنجہ کشی کے اعتبار سے تمام افراد میں ممتاز تھا سلیم شاہ کو دیکھا کہ تنہا سراپردہ میں داخل ہو گیا ہے اس لئے فتح خاں نے سلیم شاہ کے ساتھ بیوفائی کا ارادہ کیا اور اس معاملہ میں شجاع خاں کے فرزند اکبر میاں بایزید کو جو باز بہادر کے اسم سے مشہور تھا اپنے ساتھ متفق کر لیا میاں بایزید نے بھی اس معاملہ میں فتح خاں کی تائید کی شجاع خاں اس واقعہ سے واقف ہوا اور فتح خاں کو اس بہانہ سے کہ اسپان پیشکش کو تیار رکھے باہر بھیج دیا ایک لحظہ کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے معاودت کے لئے التماس کیا اور صاف الفاظ میں بادشاہ سے عرض کیا کہ اس کے بعد بادشاہ تشریف آوری کی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کیونکہ میں اس امر کا لحاظ کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میرے برسوں کے حقوق خدمت ضائع ہوں اور شیرازۂ سلطنت بکھر جائے اس واقعہ کے چند روز کے بعد شجاع خاں نے غسل صحت کیا اور بیشمار صدقات و خیرات ارباب استحقاق پر تقسیم ہوئے غسل کے دوسرے روز شجاع خاں سلیم شاہ کے سلام کے لئے گیا سلیم شاہ نے ایکسو ایک گھوڑے اور سو بستے جامہ ابریشمی کے اس کو انعام میں عطا فرمائے اور بیحد توجہ و عنایت سے پیش آیا شجاع خاں نے سلیم شاہ کی اس چاپلوسی میں نفاق کی جھلک پائی اور تھوڑی دیر بیٹھ کر جلد سے جلد اپنے

مکان واپس آیا شجاع خاں نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اپنے اسباب کو اُٹھائیں اور کسی دوسرے مقام پر فروکش ہوں اس لئے کہ یہ جگہ غلاظت سے آلودہ ہو گئی ہے تمام ملازمین اپنے اسباب کو سواریوں پر لاد چکے اور خود مسلح ہو کر تیار ہو گئے شجاع خاں نے نقارہ بجوایا سوار ہو کر گوالیار سے سارنگپور کی جانب روانہ ہو گیا۔

سلیم شاہ سور اس واقعہ کو دیکھ کر غصہ میں آگیا اور ایک حصۂ فوج کو شجاع خاں کے تعاقب کے لئے متعین فرمایا سلیم شاہ لشکر کو تیار کر کے خود بھی اس کے عقب میں روانہ ہوا شجاع خاں سارنگپور پہنچا اور لشکر کی فراہمی کا انتظام کرنے لگا شجاع خاں نے سلیم کی امداد کی خبر سنی اور ارادہ کیا کہ فرودگاہ کو بدل دے بعض افراد نے شجاع خاں کو جنگ کی ترغیب دی لیکن اس نے جواب دیا کہ سلیم شاہ میرا آقازادہ ہے میں اس کے ساتھ ہرگز جنگ نہ کرونگا اور میں اس امر سے بھی نہیں راضی ہوں کہ کوئی شخص اس قسم کا خیال بھی اپنے دل میں لائے شجاع خاں شہر سے باہر آیا اور اپنے زن و فرزند کو پیشتر روانہ کر کے خود بھی بانسوالہ چلا گیا سلیم شاہ سور مالوہ پر قابض ہوا عیسیٰ خاں سور کو مع بیس ہاتھی اور دو ہزار سوار کے اجین میں متعین کر کے خود گوالیار میں وارد ہوا۔

شجاع خاں نے باوجود قدرت و قوت کے ولایت مالوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا سلیم شاہ سور کا افغانان نیازی کے فسادات کی بنا پر ارادہ تھا کہ لاہور روانہ ہو لیکن سلیم شاہ کے محبوب دولت خاں نے شجاع خاں کی تقصیرات عفو کرنے کی بادشاہ سے درخواست کی سلیم شاہ نے دولت خاں کی درخواست قبول کی شجاع خاں سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا سلیم شاہ نے اس کا قصور معاف کیا اور ایکسو ایک گھوڑے اور بیشمار پارچہ جات ریشمی اور ایک جوڑ طشت و آفتابہ طلائی شجاع خاں کو مرحمت فرمایا بادشاہ نے ان انعامات کے علاوہ شجاع خاں کو ولایت رائسین اور سارنگپور اور بعض دیگر محالات جاگیر میں دیکر ولایت مالوہ کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور مالوہ جانے کی اجازت عنایت فرمائی۔

اسی دوران میں سلیم شاہ اپنی اجل طبعی سے فوت ہوا اور

مبارز خاں عدلی نے تخت حکومت پر جلوس کیا عدلی نے بھی اپنے اسلاف کی روش کے مطابق شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر بحال فرمایا شجاع خاں نے اس مملکت کو اپنے فرزندوں اور ہی خواہوں پر اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نولاہی دولت خاں اجالا کو اور رائسین اور بھیلسہ ملک مصطفیٰ اپنے چھوٹے فرزند کو عطا کر کے خود سارنگپور میں اطمینان کے ساتھ مقیم ہوا ایک مدت اسی حالت میں گذر گئی اور دہلی کی سلطنت میں خلل پیدا ہو گیا اور ہر فرو بشر خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا شجاع خاں نے بھی روش و اطوار شاہانہ اختیار کر لئے اور اس ارادہ میں تھا کہ ملک میں سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری کرے لیکن موت نے اس کو مہلت نہ دی اور شجاع خاں چند روز کے عرصہ ۹۶۲ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا فرزند میاں بایزید باز بہادر کے خطاب سے اپنے باپ کا قائمقام ہوا شجاع خاں نے اول سے آخر تک بارہ سال حکومت کی قصبہ شجاع پور جو اجین کے قریب واقع ہے اسی کا آباد کیا ہوا ہے اس علاوہ شجاع خاں کے دیگر آثار بھی ولایت مالوہ میں بیشمار موجود ہیں ۔

باز بہادر کا مالوہ کے تخت حکومت پر فائز ہونا اور اکبر کے ہاتھوں میں گرفتار ہونا

شجاع خاں کے فوت ہونے کے بعد اسکا فرزند اکبر ملک بایزید سارنگپور آیا اور اپنے باپ کے اسباب سلطنت حشمت پر قابض ہوا دولت خاں ملک بایزید کے ساتھ بجنگ پیش آیا یہ امیر سلیم شاہ سور کے دربار میں بااثر و ذی عزت تھا مالوہ کا تمام لشکر دولت خاں کا بھی خواہ ہو گیا ملک بایزید نے اپنی والدہ کو مع ایک ذی عزت جماعت کے دولت خاں کے پاس بھیجا تاکہ فریقین کے درمیان میں صلح ہو جائے بڑی گفتگو کے بعد یہ امر قرار پایا کہ سرکار اجین و مندو اور بعض دیگر محالات پر دولت خاں متصرف رہے اور سارنگپور مع اس و سرونج و براہمہ و بھلوارہ و نیز محال خالصہ پر ملک بایزید قابض ہو اور رائسین و بھیلسہ اور دیگر محالات جو اس نواح میں واقع ہیں ملک مصطفیٰ کی جاگیر میں دیئے جائیں اس صلح کے بعد ان شرائط کے طے ہونے کے بعد مکاری کا

ارادہ کیا اور اجین روانہ ہوا بایزید نے تمام افراد سے بظاہر تو یہ کہا کہ میں
تعزیت ادا کرنے میاں دولت خاں کی خدمت میں جاتا ہوں اور دل
میں دولت خاں کی تباہی کا ارادہ کیا دولت خاں خون گرفتہ ملک بایزید
کے مکر سے غافل تھا اس کے ہاتھ سے مارا گیا ملک بایزید نے دولت خاں
کا سر سارنگپور روانہ کیا جو دروازہ شہر پر لٹکا دیا گیا اور ملک بایزید اکثر
بلاد مالوہ پر قابض ہوا۔

۹۶۳ھ میں ملک بایزید نے چتر کو اپنے سر پر سایہ فگن کر کے
خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور اپنا نام باز بہادر قرار دیکر اس صوبہ کے
انتظامات سے فارغ ہوا باز بہادر نے اب رائسین کا رخ کیا ملک مصطفیٰ
جو بیحد شجاع و دلیر تھا مقابلہ میں آیا فریقین میں جنگ ہوئی لیکن متعدد
معرکہ آرائیوں کے بعد ملک مصطفیٰ نے شکست کھائی اور رائسین اور
بھیلسہ پر باز بہادر قابض ہو گیا باز بہادر نے ان واقعات کے بعد گدوالہ
کا ارادہ کیا چونکہ اس کے بعض سردار اس کے ساتھ بے ادبانہ سلوک
کرتے تھے باز بہادر نے ان کو گرفتار کیا اور کنوئیں میں پھینک اُن کو
ہلاک کر ڈالا باز بہادر نے اس جماعت سے جو گدوالہ میں تھی جنگ کی
اور بیشمار کوششوں کے بعد اس کو فتح کر لیا جس زمانے میں کہ باز بہادر
محاصرہ میں مشغول تھا ایک گولہ اس کے خالو مسمی فتح خاں کے لگا اور
فتح خاں فوت ہو گیا باز بہادر نے اس کی جگہ فتح خاں کے فرزند کو مقرر کیا
اور خود سارنگپور واپس آیا۔

چند روز کے بعد باز بہادر نے راجہ کہنبکہ کے ساتھ جنگ آزمائی کا
ارادہ کیا اور لشکر کو ترتیب دیکر روانہ ہو گیا باز بہادر جب وہاں پہونچا تو رانی
درگاوتی نے جو اپنے شوہر کے فوت ہونے کے بعد اس ملک پر حکومت
کرتی تھی گونڈوں کو جمع کر کے گھاٹی کے اوپر جنگ شروع کر دی رانی
کے پیادوں کی تعداد بیحد زائد تھی ان پیادوں نے باز بہادر کے
لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور یہ حیران ہو کر فراری ہوا اس کی

فوج کا بیشتر حصہ قتل ہوا اور تمام اسباب سلطنت اور بقیہ لشکر رانی کے قبضہ میں آگیا باز بہادر بہزار دقت و خرابی سارنگپور پہنچا اور بغیر اس کے کہ اپنی شکست کی اصلاح اور تلافی کی فکر کرے رفع کلفت کے لئے عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا۔

چونکہ فن موسیقی میں اس کو کامل مہارت تھی اس نے گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کیا اور انتظامات مملکت سے دست بردار ہوگیا باز بہادر کو ایک گانیوالی مسماۃ روپ متی سے جو فن موسیقی میں کامل تھی تعشق و تعلق پیدا ہوگیا اس عشق و عاشقی کی شہرت تمام بلاد ہندوستان میں ہوگئی اس تعلق خاطر کا یہ عالم ہوا کہ محب و محبوب ایک لحظہ بھی بلا ایک دوسرے کے بسر نہ کرسکتے تھے۔

فرمانروا کی غفلت اور لشکر مالوہ کی بے سروسامانی کی خبر اکبر بادشاہ تک پہنچی اور بادشاہ کو اس ملک کے فتح کی طمع دامنگیر ہوئی عرش آشیانی نے امراء بارگاہ کی ایک جماعت کو ۹۶۸ھ میں ادھم خاں کی ماتحتی میں مالوہ فتح کرنے کے لئے متعین فرمایا باز بہادر اپنی کمال غفلت و بے شعوری سے اس حملہ سے اس وقت واقف ہوا جب کہ چغتائی لشکر مالوہ میں داخل ہوچکا تھا باز بہادر نے حرکت مذبوحی کی اپنے امراء اور لشکر کو اطراف سے یکجا کیا مغلوں کا لشکر سارنگپور سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہ گیا اور باز بہادر نے اپنی آنکھ خواب غفلت سے کھولی اور مستورات کی صحبت سے اٹھکر جنگ آزمائی کے لئے تیار ہوا یہ ناعاقبت اندیش میدان جنگ کو بھی بزم عشرت سمجھا اور کمال بے استعدادی اور بے سامانی کی حالت میں میدان جنگ کی طرف چلا۔

باز بہادر نے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن حریف کے حملہ کی تاب نہ لاکر مملکت کے ایک انتہائی گوشہ کی جانب فراری ہوگیا۔ باز بہادر کا اندوختہ حیات سوا ان گانے والی عورتوں کے جن کو ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہتے ہیں دوسرا نہ تھا اس نے میدان داری کے وقت ایک جماعت کو سارنگپور میں اس غرض سے متعین کردیا تھا کہ اگر لشکر کو شکست ہو تو ان بیچاریوں کو بھی تہ تیغ کریں باز بہادر کو شکست ہوگئی مقررہ گروہ نے تلواروں کو کھینچکر روپ متی اور دیگر پاتروں کو

اضطراب کی حالت میں زخمی کیا اور ان کو کشتہ و مردہ سمجھکر دوسرے حرم کے قتل کرنے پر متوجہ ہوئے چونکہ حرم کے دیگر افراد نے روپ متی وغیرہ کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی ہر ایک اپنی جان کے خوف سے ایک طرف کو بھاگ نکلی قاتلوں کو تفتیش کی فرصت نہ تھی لہذا یہ جماعت بھی باز بہادر کے عقب میں روانہ ہو گئی ـ

ادھم خاں شہر میں داخل ہوا اور تمام فراری مستورات کو یکجا کرکے روپ متی کے متعلق جو شہرۂ آفاق تھی سوال کیا ان مستورات نے جواب دیا کہ روپ متی دوسری پاتروں کے ساتھ فلاں محل میں قتل ہو گئی ہے ادھم خاں نے ان کی تصدیق کی غرض سے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور روپ متی کے حال کی تفتیش کی آخر میں ادھم خاں کو خبر معلوم ہوئی کہ روپ متی اور دوسری عورتیں زخمی ہو گئی ہیں لیکن ان کا رشتۂ حیات باقی ہے اور فوت نہیں ہوئی ہیں ادھم خاں بیحد مسرور ہوا اور فریب کی راہ سے روپ متی کو یہ پیام دیا کہ تو اپنے علاج میں کوتاہی نہ کر میں شفا حاصل ہو جانے کے بعد تجھکو بعزت تمام باز بہادر کے پاس بھجوا دوں گا روپ متی کے جسم میں اس مژدہ کو سنکر جان آگئی اور اسی حالت میں اس نے ادھم خاں کا شکریہ ادا کیا اس واقعہ کے بعد روپ متی کے زخم اچھے ہوئے اور اس نے ادھم خاں کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میں آپ کی مہربانی سے اچھی ہو گئی ہوں اور قوت رفتار مجھ میں پیدا ہو گئی ہے اب بمقتضائے الکریم اذا وعد وفا اگر آپ مجھے باز بہادر کے پاس بھیجدیں اور اپنے قول کو ایفا فرمائیں تو گویا آپ نے مردہ کو زندہ کرکے مسیحائی کی ـ

اس پیام کو سنکر ادھم خاں کو حرص دامنگیر ہوئی اور جواب دیا کہ اگر باز بہادر بادشاہ کی اطاعت کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا تو اس وقت میں بلا کسی لحاظ کے تیرے سوال کو قبول کر لیتا اب چونکہ باز بہادر باغی و حرام خوار ہے اگر تجھکو بادشاہ کے بلا حکم کے اس کے پاس روانہ کئے دیتا ہوں تو یہ کارروائی بادشاہ کے خلاف مزاج ہوگی ادھم خاں نے

اس معذرت کے بعد آدھی رات کو ایک شخص روپ متی کے مکان پہنچا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا روپ متی ادھم خان کے حیلے کو سمجھ گئی چونکہ روپ متی باز بہادر کی عاشق زار تھی اور اس سے عہد کر چکی تھی کہ میں بجز تیرے کسی فرد سے محبت وموافقت نہ کروں گی اس عورت نے بھی ادھم خان کو دھوکا دیا اور قاصد کے ساتھ نرمی وخاطر داری سے پیش آئی روپ متی پیامبر کے کلام سے اس امر کو بخوبی سمجھ چکی تھی کہ اگر میں اس امر کو قبول نہ کروں گی تو یہ مجھ کو بزور لے جائیں گے لہذا اس باوفا عورت نے اظہار مسرت کے بعد جواب دیا کہ میں مطیع حکم ہوں اور مجھے آنے میں کوئی عذر نہیں ہے لیکن اگر نواب خود از راہ ذرہ پروری میرے مکان پر تشریف لائیں تو کمال عزت افزائی ہوگی۔

فرستادہ اشخاص واپس ہوئے اور تمام واقعہ بے کم وکاست بیان کیا ادھم خان نفس پرست جوان تھا اس مژدہ کو سنکر بیحد خوش ہوا اور ادھم خان نے اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو خبر ہوجائے لباس تبدیل کیا اور صرف دو تین اشخاص کے ہمراہ شب کے وقت منزل معشوقہ کی طرف روانہ ہوا ادھم خاں مکان میں داخل ہوا اور کنیزوں سے روپ متی کو دریافت کیا کنیزوں نے جواب دیا کہ روپ متی پلنگ پر سو رہی ہے ادھم خاں پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منھ سے اٹھایا اور دیکھا کہ روپ متی نے بیشمار خوشبوئیات جسم پر لگائی ہیں اور پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے ہوئے بستر خواب پر دراز ہے۔ ادھم خاں نے محبوبہ کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جسم بے جان ہے جس میں روح نام کو بھی نہیں ہے ادھم خاں متحیر ہوا اور روپ متی کے خدمتگاروں سے حالات دریافت کیے ملازموں نے جواب دیا کہ آپ کے خادم اس کی طلب میں آئے اور جواب سنکر واپس گئے اس واقعہ کے بعد روپ متی باز بہادر کی یاد میں بیحد روئی اور قدرے کافور اور روغن کنجد کھالیا اس باوفا عورت کا حال متغیر ہونے لگا اور اٹھ کر پلنگ پر سو رہی۔ ادھم خاں نے روپ متی کے حسن وانتہا کے عہد پر آفریں کی اور

اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اسی دوران میں ادھم خاں معزول ہوا اور پیر محمد خاں شیروانی مالوہ کی حکومت پر متعین ہوا پیر محمد خاں شیروانی نے ۹۶۹ھ میں باز بہادر کے استیصال کے لئے جو اس وقت مالوہ کی سرحد میں مقیم تھا لشکر کشی کی باز بہادر نے تفال خاں حاکم برار اور میراں مبارک شاہ فاروقی والی برہانپور سے مدد طلب کی اور ان کو اپنی دستگیری کے لئے طلب کیا تفال خاں اور میراں مبارک شاہ فاروقی نے باز بہادر کی التجا کو قبول کر لیا اور لشکر فراہم کرنے میں مشغول ہوئے پیر محمد خاں اس امر کو سمجھ گیا اور مملکت کی تاخت و تاراج میں مشغول ہوا اور برہان پور پہنچ کر فسق کے ارتکاب و فساد انگیزی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا اسی اثنا میں ہر سہ فرمانرواؤں نے اپنے جرار لشکروں کے ساتھ پیر محمد خاں کی مدافعت کا ارادہ کیا پیر محمد خاں بہ تعجیل واپس ہوا اور ان فرمانرواؤں نے حریف کا تعاقب کر کے پس ماندگاں کے قتل و غارت کرنے میں کوئی کمی نہ کی پیر محمد خاں جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں مرقوم ہے عین فرار ہونے کی حالت میں آب نربدہ میں غرق ہوا اور سپاہ دکن و مالوہ کے تعاقب کی وجہ سے امرائے اکبری کو مالوہ میں توقف کرنا دشوار ہو گیا اور شاہی فوج مالوہ کے باہر ہو گئی۔

باز بہادر نے بار دگر تخت حکومت پر جلوس کیا اور سپاہ کی فراہمی میں مشغول ہوا لیکن ہنوز اس نے اپنے کو درست نہ کیا تھا کہ عبد اللہ خاں اکبری امیر ۹۷۰ھ میں مع جرار لشکر کے حدود مالوہ میں داخل ہوا سلطان باز بہادر چونکہ عیش و عشرت کا عادی ہو چکا تھا جنگ کی مشقت کو گوارا نہ کر سکا اور بلا جنگ آزمائی کے ملک مالوہ سے باہر چلا گیا باز بہادر ایک مدت تک مالوہ و خاندیس و دکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں سرگرداں پھرتا رہا اور برابر مغلوں کے ساتھ نبرد آزمائی میں مصروف رہا باز بہادر کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور امان نامہ حاصل کر کے اکبر شاہی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دوہزاری منصب پر فائز ہو کر امرا کے گروہ میں داخل ہو گیا اور اپنی زندگی عیش و عشرت و فراغت کے ساتھ اسی آستانہ پر بسر و ختم کی۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی میاں مصطفیٰ بھی اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مرتبہ امارت پر فائز ہوا جس زمانہ میں حکیم ابوالفتح افغانان یوسف زئی کی تادیب کے لئے مامور ہوا ملک مصطفیٰ بھی اس کے ہمراہ گیا اور یوسف زئی کے ایک معرکہ میں کام آیا سلطان باز بہادر نے مع ایام تنزل و انقلاب جملہ سترہ سال حکومت کی سنہ ۹۷۰ھ سے تا ایندم کہ سنہ ۱۰۱۸ھ ہے مملکت مالوہ بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہے ۔

مقالۂ ششم

سلاطین فاروقیہ برہانپور کے حالات میں

سب سے اول اس خاندان میں جو شخص خاندیس کی حکومت پر فائز ہوا ملک راجہ فاروقی ہے اس کے والد کا نام خان جہاں فاروقی تھا اس کے آباؤ اجداد بادشاہ علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے نامی و معزز امرا میں داخل تھے خان جہاں فاروقی کا فرزند ملک راجہ زمانہ کی گردش سے مرتبہ امارت پر فائز نہ ہوا اور کمال پریشانی و افلاس کی حالت میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا لیکن باوجود ان حالات کے اس کو شکار سے بیحد شوق تھا لہذا کبھی کبھی صید افگنی میں مشغول ہوتا تھا۔

اسی دوران میں سلطان فیروز شاہ سندھ کی راہ سے گجرات میں آیا اور اپنے مخصوص دربانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک شکار کے تعاقب میں چودہ پندرہ کوس تک چلا گیا بادشاہ گرسنہ ہوا لیکن چونکہ آبادی دور تھی اور اس کے ہمراہیوں کے پاس بھی کوئی چیز کھانے کی نہ تھی بادشاہ بیتاب ہو کر درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا

فیروزشاہ کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو تازی کتے اور چند دوسرے جانور تھے بادشاہ نے دیکھا کہ یہ سوار جنگل میں شکار کے عقب میں گھوم رہا ہے بادشاہ بھوک سے بے تاب ہوچکا تھا اس سوار سے سوال کیا کہ آیا کھانے کی قسم میں سے کوئی چیز اُس کے پاس ہے یا نہیں سوار نے درویشانہ طریق پر جو کچھ موجود تھا بادشاہ کے سامنے رکھدیا اور خود ادب کے ساتھ فیروزشاہ کے پائین کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے کھانا تناول فرمایا اور سوار کی حسن گفتار و آداب خدمت سے بادشاہ بیحد خوش ہوا بادشاہ نے سوال کیا کہ تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے ملک راجہ نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ میں خان جہاں فاروقی کا فرزند ہوں اور میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر سرفرازی حاصل کرنے کا مستحق ہوں چونکہ بادشاہ خان جہاں فاروقی کو بخوبی جانتا تھا اور نیز یہ کہ ملک راجہ کی حسن خدمت سے بیحد خوش ہوا تھا فیروزشاہ نے اپنے ایک مقرب سے کہا کہ جس روز دربار عام ہو اس کو بھی میرے سامنے حاضر کر۔

ملک راجہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان فیروز ارکان دولت کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا کہ اس شخص کے دو حق میرے ذمہ ہیں ایک حق تو پہلی شناسائی کا ہے اور دوسرا اس خدمت کا جو یہ شکارگاہ میں بجا لایا بادشاہ نے یہ فرمایا اور اسی مجلس میں ملک راجہ کو منصب دو ہزاری اور جاگیر تھالنیر اور کروندجو ملکت خاندیس میں داخل ہے اور دکن کی سرحد میں واقع ہے مرحمت فرمائی۔

ملک راجہ ۷۷۲ھ میں اپنی جاگیر پر گیا اور ان حدود کے ضبط و انتظام میں کوشاں ہوا ملک راجہ فاروقی نے راجہ بہارجی کو جس نے اس وقت تک سلطان فیروزشاہ کی اطاعت نہ کی تھی اپنے زور شمشیر سے باجگذار بنایا پانچ عظیم الجثہ اور دس کوتاہ قامت ہاتھی اور عمدہ اشیا واسباب و بیشمار نقود بطور پیشکش وصول کئے ملک راجہ نے ہاتھیوں کو

دکن کی روش کے مطابق طلائی و نقرئی زنجیروں سے مزین اور مخمل کی رنگا رنگ جھولوں سے آراستہ کیا اور نقود و اشیا و اسباب کو اونٹوں پر بار کیا اور ان پر بھی مخمل و زربفت کے بالا پوش ڈالکر تمام اشیا بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیں بہادر جی کا پیشکش اس نیکی و آراستگی کے ساتھ بادشاہ کی نظر سے گذرا اور سلطان فیروز نے بیحد خوش ہو کر فرمایا کہ جو خدمت حکام دکن سے متعلق تھی اس کو ملک راجہ فاروقی بجالایا۔

فیروز شاہ نے ملک راجہ کو سہ ہزاری منصب و خلعت عطا فرما کر سپہ سالاری خاندیس کے عہدہ پر فائز فرمایا ملک راجہ کا ستارۂ اقبال عروج پر تھا اس اقبال مند امیر نے تھوڑے عرصہ میں بارہ ہزار سوار کارگذار فراہم کر لیئے ولایت خاندیس کا محصول اس لشکر کے اخراجات کے لیئے کافی نہ تھا ملک راجہ فاروقی ہمیشہ گونڈوارہ اور دیگر راجاؤں کی مملکت پر حملہ آور ہو کر ان سے پیشکش وصول کیا کرتا تھا۔

غرضکہ قلیل مدت میں اس نے یہاں تک ترقی کی کہ مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ جاجنگر کے راجہ نے باوجود بعد مسافت اس کے ساتھ اخلاص و محبت کا اظہار کیا اور ملک راجہ نے اپنی حسن تدبیر و قوت بازو سے مرتبۂ فرمانروائی حاصل کر لیا۔

سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد جو دلاور خاں غوری مالوہ کی حکومت پر مامور ہوا دلاور خاں و ملک راجہ میں بے انتہا خلوص و محبت پیدا ہوئی اور باہم دوستانہ و برادرانہ سلوک کرنے لگے آخر میں ہر دو فرمانروامیں قرابت بھی ہو گئی چنانچہ ملک راجہ کی دختر کا ہوشنگ کے ساتھ عقد ہوا اور دلاور خاں غوری کی دختر نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے منسوب ہوئی۔

اسی دوران میں سلطان مظفر نے گجرات کے تخت حکومت پر جلوس کیا اور ملک راجہ فاروقی کی مملکت میں قدرے خلل پیدا ہو گیا ملک راجہ نے فرصت و موقع پاکر دلاور خاں غوری کی امداد سے

سلطانپور اور نذر بار پر دھاوا کیا اور سلطان مظفر گجراتی کے تھانہ کو برخاست کر دیا سلطان مظفر گجراتی اس وقت ہندوؤں کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا لیکن اس جنگ آزمائی کو ملتوی کر کے جلد سے جلد سلطانپور کے نواح میں پہنچ گیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی اور قلعہ تھالینر میں پناہ گزین ہوا ملک راجہ فاروقی علما و صلحا کو واسطہ بنا کر سلطان مظفر گجراتی سے صلح کا خواہاں ہوا سلطان مظفر کشور کشائی کے نشہ میں مخمور اور جہانگیری کے خیالات میں محو تھا اور چاہتا تھا کہ حکام خاندیس اور مالوہ کے ساتھ اس وقت نرمی و صلح سے پیش آئے اس نے مجبوراً صلح کر لی اور اتحاد و صداقت کے بارے میں عہد و قسم لے کر واپس گیا۔

ملک راجہ فاروقی ان واقعات کے بعد انتظام و تعمیرات و نیز زراعت کو ترقی دینے میں کوشاں ہوا اور اپنی آخر عمر تک پھر کسی جانب متوجہ نہیں گیا ملک راجہ فاروقی مرض موت میں مبتلا ہوا اور اپنے فرزند اکبر ملک نصیر کو اپنا ولی عہد کر کے خرقہ ارادت و اجازت جو اس کو اپنے مرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا فرزند کے سپرد کر دیا ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے فرزند ملک افتخار کو قلعہ تھالینر مع اس کے مضافات کے حوالہ کیا ملک راجہ جمعہ کے روز بائیسویں شوال ۸۰۱ھ کو فوت ہوا اور تھالینر میں پیوند خاک کیا گیا۔

مولف اوراق محمد قاسم فرشتہ ۱۰۱۳ھ میں سلطان بیگم دختر عادل شاہ کی پالکی کے ہمراہ بیجاپور سے برہان پور وارد ہوا تھا اور خواجہ میرزا علی اسفرائینی سے جس نے قلعۂ اسیر کی فتح کے بعد کتب خانۂ سلاطین فاروقیہ کا معائنہ کیا تھا اس کتاب کی بابت جس میں اس خاندان کے حالات مرقوم تھے تحقیق کی خواجہ اسفرائینی نے لاعلمی ظاہر کی لیکن کتاب کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تاریخ جلوس و فوت مرقوم تھا اس کتاب کی ایک نقل لی اور بہ غور اس ورق کو دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے کو امیر المومنین حضرت خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

اولاد میں جانتا ہے اور اپنا سلسلۂ نسب اس طریقہ پر حضرت خلیفہ دوم تک پہنچاتا ہے ملک راجہ بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان خاں بن شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارمیا شاہ بن سلطان التارکین و برہان العارفین ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت عمرؓ فاروق ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہے۔

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام والدین شیخ زین دولت آبادی کا مرید ہے اور اپنے مرشد سے خرقہ ارادت بھی حاصل کیا ہے ملک راجہ نے یہ خرقہ اپنے فرزند اکبر نصیر خاں فاروقی کو جو اس کا ولی عہد تھا عطا کیا اور اسی طرح دو سو سال یعنی جب تک کہ خاندیس کی حکومت اس خاندان میں رہی خرقۂ ارادت بھی یکے بعد دیگرے ہر ولی عہد کو اس کے باپ کی جانب سے عطا ہوتا تھا یہاں تک کہ ختم الملوک بہادر خان فاروقی بن راجہ علی خاں نے بھی خرقۂ مذکور وراثت میں پایا ملک راجہ فاروقی نے انتیس سال حکومت کی۔

ذکر سلطنت نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی۔

نصیر خاں فاروقی کے عہد میں اس خاندان کو غیر معمولی ترقی ہوئی اور عزت و شان دوبالا ہوگئی اور نصیر خاں نے اس امر کا ارادہ کیا کہ دیگر سلاطین کی طرح بہترین افراد کو اپنی بارگاہ میں یکجا کرے چنانچہ بادشاہ کی قدردانی سے اہل علم و ارباب کمال خاندیس میں جمع ہوگئے نصیر خاں نے حتی الامکان ہر ایک کو وظائف و جاگیر عنایت کی اور ان افراد کے وجود نے اس خاندان کو بلند و بالا کیا نصیر خاں کو اثاثۂ سلطنت و خطاب نصیر خانی سلطان احمد شاہ گجراتی نے عطا فرمایا نصیر خاں نے خاندیس میں خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور وہ آرزو جس کو اس کا باپ اپنے ہمراہ قبر میں لے گیا تھا اس کے فرزند کے وقت میں پوری ہوگئی اور خاندان حکمرانوں کی

فہرست میں داخل ہوا۔

نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کرکے چتر اپنے سر پر سایہ فگن کر لیا اور قلعہ اسیر کو آسا اہیر کے قبضہ سے نکالکر شہر برہان پور کو تعمیر و آباد کیا جس کا تفصیلی بیان مندرجۂ ذیل ہے۔ خاندیس کے پہاڑ فلک شکوہ پر آسا اہیر کے آبا و اجداد نے جو خاندیس کا معتبر زمیندار تھا اپنے گلوں اور مال کی حفاظت کی غرض سے ایک حصار پتھر اور مٹی سے تعمیر کیا تھا اور اسی قلعہ میں اپنے زندگی بسر کرتے تھے۔

سو برس کے بعد آسا اہیر اپنے اسلاف کا قایم مقام ہوا اور اس کا اسباب و نیز اس کی طاقت حد سے گذر گئی حتیٰ کہ پانچہزار بھینسیں اور پانچہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں اور ایک ہزار گھوڑیاں اس کی سرکار میں جمع ہوگئیں اور ملازمین کی تعداد جو مویشیوں کی خدمت کرتے تھے دو ہزار سے زائد ہوگئی اہالی گوندوارہ و خاندیس کو جب احتیاج ہوتی تھی آسا اہیر کے پاس آکر غلہ و نیز دیگر ضروریات زندگی کے لئے نقد رقم قرض لے لیتے تھے اسی طرح اس نواح کے امرا کو جب قرض یا عمدہ گھوڑے کی حاجت ہوتی تو وہ بھی آسا اہیر ہی کے ذریعہ سے اپنی مطلب براری کرتے تھے ان وجوہ سے باوجود اس کے کہ آسا قوم کا اہیر تھا مگر مشاہیر زمانہ ہوگیا۔ اور اس کے اقتدار کا یہ عالم ہوا کہ جس وقت دو شخص یا دو مختلف عقائد کے فرقوں میں مخالفت پیدا ہوتی یا کوئی سخت مشکل پیش آتی تو ہر شخص اپنے معاملات کو آسا اہیر سے رجوع کرتا تاکہ وہ اس کا دانائی و فراست سے فیصلہ کرے۔

ملک راجہ فاروقی کے ورود سے کچھ قبل مملکت خاندیس و مالوہ و برار اور سلطانپور و ندربار میں عظیم الشان قحط نمودار ہوا اور بیشمار مخلوق غذا کے دستیاب نہ ہونے سے ہلاک ہوئی چنانچہ گونڈوارہ وغیرہ میں اس قدر انسان ضایع ہوئے کہ صرف دو تین ہزار کولی اور بھیل زندہ بچ گئے اسی طرح خاندیس کی رعایا بھی بیشمار ہلاک ہوئی اور جو افراد کہ ان مصایب سے زندہ و سلامت رہ گئے تھے ان لوگوں نے آسا اہیر کے دامن میں

پناہ لی گونڈوں میں اس آہیر کے دو ہزار انبار غلہ کے موجود تھے اس کے گماشتوں نے غلہ کو بیچنا شروع کر دیا اور قیمت آسا اہیر کے پاس روانہ کرنے لگے آسا اہیر کی بیوی صاحب خیر تھی اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ خداوند کریم نے ہمکو مال دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے اور ہمیں غلہ کی قیمت لینے کی حاجت باقی نہیں رہی اب ہم کو ایسا کام کرنا چاہئے جو دنیا و آخرت میں ہمکو نیک نام و سرخرو کرے آسا اہیر نے اپنی زوجہ سے اس کا ارادہ دریافت کیا عورت نے جواب دیا کہ اطمینان و نیک نامی تو اس امر پر منحصر ہے کہ اس پہاڑ پر ایک حصار چونہ اور پتھر سے تعمیر کرو اور آخرت کا انحصار اس امر پر ہے کہ جس قدر غلہ ہمارے قبضہ میں ہے اس سے الگ لنگر خانہ قائم کر کے کھانا محتاجوں اور فقیروں کو خیرات تقسیم کرو

آسا اہیر نے زوجہ کے مشورہ پر عمل کیا اور خاندیس اور اس کے اطراف میں لنگر خانے قایم کئے اور چار دیواری قدیم کو توڑ کر ایک حصار چونہ اور پتھر سے تعمیر کرایا یہ حصار قلعہ آسا اہیر کے نام سے مشہور رہا لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال کے سبب سے صرف اسیر کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ سلطان فیروز کو ان تمام حالات کی اطلاع ہوئی اور بادشاہ نے اپنے اس توہم کی بنا پر کہ مبادا آسا اہیر اس قلعہ کی وجہ سے مخالفت و سرکشی کرے حاکم اسیر کے نام ایک فرمان لکھکر اس کو ملامت و سرزنش کی کہ تو نے ایک اہیر کو کیوں اس امر کا موقع دیا کہ اس نے ایسا بے نظیر و مستحکم قلعہ پہاڑ پر تعمیر کر لیا ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی خاندیس کا حاکم مقرر ہوا آسا اہیر نے خیریت اسی میں دیکھی کہ ملک راجہ کی اطاعت کرے ملک راجہ فاروقی اگرچہ قلعۂ اسیر کے فتح کرنے کی فکر میں تھا لیکن چونکہ آسا اہیر کا رہین احسان تھا اور نیز کہ قلعہ کو آسانی سے فتح کر لینا بہ ظاہر دشوار ہی نظر آتا تھا اس لئے اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ ملک راجہ فوت ہوا اور اس کے جانشین نصیر خاں نے اپنی تمام کوششوں اور ہمت کو اس حصار کی تسخیر پر صرف کیا اور اپنے ابتدائی زمانۂ حکومت میں ایک تدبیر سوچکر آسا اہیر کو یہ پیام دیا کہ

راجہ بکلانہ اور انتور نے بیشمار لشکر جمع کر لیا ہے اور راجگان مذکور ملک راجہ فاروقی کے زمانۂ حکومت کی طرح پیش نہیں آتے اور راجہ کھیرلہ کی تحریک و امداد کی بنا پر سرکشی کر رہے ہیں اور اس مملکت پر حملہ آور ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں تھالنیر کے قلعہ پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق ملک افتخار قابض ہے اور تلنگ کے قلعہ پر جو دشمنوں کے قریب ہے میں اعتماد نہیں کرتا ان وجوہ کی بنا پر میری یہ خواہش ہے کہ میرے عیال و اطفال کو تم اپنے قلعہ میں جگہ دو تاکہ میں اطمینان کے ساتھ دشمن کی مدافعت کروں آسا اہیر نے اس پیام کو خوشی سے قبول کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور قلعۂ اسیر میں ایک وسیع مکان ارکین شاہی کے قیام کے لئے مخصوص کر دیا نصیر خاں نے اول روز چند ڈولیاں عورتوں کی روانہ کیں اور ان کو حکم دیا کہ اگر آسا اہیر کی عورتیں تمہاری ملاقات کے لئے آئیں تو تم ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا نصیر خاں نے دوسرے روز پھر ڈولیاں مہیا کر کے دو سو شجاع جبہ پوش سواروں کو ڈولیوں میں بٹھلا کر اور ان کو برقع پہنا کر یہ خبر مشہور کی کہ نصیر خاں کی والدہ اور اس کے معزز حرم قلعۂ اسیر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں جب وقت ڈولیاں قلعہ کے نیچے پہنچیں آسا اہیر نے حکم دیا کہ دروازہ کھولکر دربان کنارے ہو جائیں اور ڈولیاں بلا کسی اعتراض و گفتگو کے قلعہ کے اوپر داخل ہو کر احاطہ میں پہنچ گئیں اس واقعہ کے بعد تمام سوار دفعۃً ڈولیوں سے باہر نکل آئے اور تلواریں نکال کر آسا اہیر کے مکان کی جانب متوجہ ہوئے اتفاق سے آسا اہیر اور اس کے تمام فرزند جو کمال غفلت کی حالت میں مبارکباد دینے کے لئے آ رہے تھے احاطہ کے قریب نصیر خانی سواروں سے دوچار ہوئے اور وہیں خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اہل قلعہ نے جس وقت آسا اہیر اور اس کے فرزندوں کو مقتول دیکھا تو نہایت عجز و زاری کے ساتھ امان طلب کی اور اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑ کر قلعہ کے باہر نکل گئے۔

نصیر خاں فاروقی نے قلعۂ تلنگ میں اس خبر کو سنا اور بہ تعجیل تمام

قلعۂ اسیر پہنچا اور از سر نو قلعہ کی تعمیر میں مشغول ہوا واضح ہو کہ اس واقعہ کے
ایک سو تیس سال بعد شیر شاہ افغان سور نے قلعۂ رہتاس کو بھی اسی طریقہ پر فتح کیا یہ امر
مشہور ہے کہ حکام فاروقیہ نے اسیر آسا اہیر کے اموال میں کوئی تصرف نہیں
کیا اور کل مال بجنسہ امانت رکھا ہوا تھا یہاں تک کہ اکبر بادشاہ اس حصار
کو فتح کر کے امانت مذکور و نیز دیگر خزائن فاروقیہ پر متصرف ہوا اور
چاندی اور سونا مسکوک و غیر مسکوک دار الضرب میں بھیجکر حکم دیا کہ اس کو گلا کر سکۂ اکبری
تیار کریں۔

الغرض نصیر خاں کو یہ عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور مخدوم شیخ زین الدین
دولت آباد سے مبارکباد کی غرض سے خاندیس روانہ ہوئے نصیر خاں قلعہ
کے نیچے آیا اور مع اپنے تمام امرا ذخیل وحشم کے استقبال کے لئے روانہ
ہوا نصیر خاں نے آب تپتی کے کنارہ پر جہاں اسوقت زین آباد واقع
ہے شیخ سے ملاقات کی اور شیخ سے قلعۂ اسیر میں تشریف لے چلنے کی
درخواست کی شیخ نے فرمایا کہ مجھے حکم نہیں ہے کہ میں آب تپتی کو عبور
کروں نصیر خاں شیخ کی اجازت سے واپس ہوا اور دوسرے کنارے
پر جس جگہ بلدہ برہان پور آباد ہے خیمہ وخرگاہ نصب کر کے فروکش ہوا
اور روزانہ پانچ مرتبہ شیخ سے ملاقات کر کے ان کی صحبت سے فیضیاب
ہوتا تھا دو ہفتہ اسی طریق سے گذر گئے اور شیخ نے دولت آباد واپس
جانے کا ارادہ فرمایا نصیر خاں ہر طرح کی خدمت بجالایا اور حضرت سے
التماس کیا کہ اگر اس مملکت سے فلاں قصبہ و پرگنہ کو اپنے مصارف خانقاہ
کے لئے قبول فرمائیں تو باعث برکت و سرفرازی ہوگا شیخ نے اس امر کو
قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فقیروں کو پرگنات اور قصبات اور
وظائف سے کیا سروکار نصیر خاں نے مکرر التماس کیا اور شیخ نے
ارشاد فرمایا کہ میں اس مملکت میں صرف اپنے بقائے نام کا طالب
ہوں تم دریا کے اس ساحل پر جہاں کہ بادشاہ و غازیان اسلام کی قیامگاہ
ہے ایک شہر شیخ برہان الدین کے نام سے مع مساجد و منابر آباد کر کے

اس کو اپنا دار الملک قرار دو اور دوسرے ساحل پر جہاں میں مع گروہ فقرا
کے مقیم ہوں ایک مسجد اور قصبہ آباد کر کے قصبہ کو زین آباد کے نام سے
موسوم کرو تاکہ اس طریق سے شعایر اسلام بھی ان دونوں مقامات
پر جاری ہوں اور اس فقیر کا نام بھی زندہ رہے نصیر خاں فاروقی بیحد
مسرور ہوا اور اسی وقت اپنے امرا و اعیان دولت کو حکم دیا کہ بلدہ برہانپور
اور قصبۂ زین آباد کی تعمیر و آبادی کا کام شروع کر دینے میں مشغول ہوں
شیخ نے فاتحۂ مبارکبادی پڑھا اور دوسرے دن دولت آباد روانہ ہوئے
شہر و قصبہ جلد سے جلد آباد و معمور ہوگئے اور بلدۂ برہانپور جیسا کہ شیخ
کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا سلاطین فاروقیہ کا دار الملک قرار پایا
نصیر خاں کی حکومت مستقل ہوئی اور اس نے بلحاظ دہ درویش در گلیمے بخسپند
و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند کے مصداق پر عمل کر کے ارادہ کیا کہ قلعہ تھالنیر
کو اپنے چھوٹے بھائی ملک افتخار کے قبضہ سے نکالکر بلا شرکت غیرے
حکمرانی کا ڈنکہ بجائے چونکہ اس کی تمنا کا پورا ہونا بغیر سلطان مالوہ
کی امداد و مشورہ کے ممکن نہ تھا نصیر خاں نے اپنے مافی الضمیر سے سلطان
ہوشنگ کو جو اس کا برادر نسبتی تھا مطلع کیا سلطان ہوشنگ نے اس رائے
سے اتفاق کیا اور اس کی کارروائی کی ابتدا کی گئی ۔

نصیر خاں نے ۸۲۰ھ میں قلعۂ تھالنیر کا محاصرہ کیا ملک افتخار سلطان
احمد شاہ گجراتی سے امداد کا طالب ہو سلطان احمد شاہ گجراتی اسباب سفر کی
درستی میں مشغول ہوا اور روانہ ہونے کی فکر ہی میں تھا کہ غزنین خاں ولد سلطان
ہوشنگ پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے نصیر خاں کی امداد کے لئے
آیا قبل اس کے کہ احمد شاہ گجراتی پہنچے غزنین خاں و نصیر خاں نے قلعہ تھالنیر
کو ۸۲۰ھ میں فتح کر لیا اور ملک افتخار کو مقید کر کے قلعہ اسیر میں بھیجدیا
غزنین خاں اور نصیر خاں نے اپنے انتہائی غرور کی وجہ سے اس امر کا
ارادہ کیا کہ سلطانپور اور ندربار کو عمال گجرات کے قبضہ سے نکالکر مملکت
مالوہ میں شامل کریں غزنین خاں و نصیر خاں اپنے مقصد کو حاصل کرنے

کے لئے سلطانپور پہنچے اور ملک حبیب جاگیر دار قصبہ نے قلعہ بند ایک مفصل عرضداشت سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں روانہ کی۔
سلطان احمد شاہ گجراتی اس خبر کو سنکر بیحد غضبناک ہوا جسم میں آتش غضب مشتعل ہو گئی اور اسی وقت مع عظیم الشان وجرار لشکر کے کوچ بر کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا احمد شاہ گجراتی نے ملک محمود کو مع بیشمار لشکر کے پہلے روانہ کیا ملک محمود ترک کے آنے کی خبر دشمنوں تک پہنچی اور غزنین خاں تو اسی شب کو کوچ کر کے منڈو روانہ ہوا اور نصیر خاں فرار ہو کر قلعۂ تھالیز میں پناہ گزیں ہوا ملک محمود نے تھالیز پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سلطان احمد شاہ گجراتی سلطان پور میں فروکش ہوا نصیر خاں غم و اضطراب میں مبتلا ہو گیا اور اپنے کو مضبوط شکنجہ میں گرفتار دیکھکر احمد شاہ گجراتی کے درباریوں سے امداد کا طالب ہوا اور بیشمار روپیہ دیکر ان امیروں کو سفارش کرنے پر آمادہ کیا مقربین نے موقع و محل دیکھکر سلطان احمد شاہ گجراتی سے تذکرہ کیا اور ایسی کوشش کی کہ بادشاہ نے نصیر خاں کا قصور معاف فرمایا۔
نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہتے تھے سلطان احمد شاہ گجراتی نے اس کو خطاب نصیر خانی و چتر و سراپردۂ سرخ عطا فرمایا نصیر خاں نے پانچ ست ہاتھی اور چالیس عربی و عراقی گھوڑے و دیگر بیش قیمت تحائف و ہدایا نذر دیکر احمد شاہ کو اپنے ملک سے واپس کیا چند سال کے بعد احمد شاہ بہمنی نے اپنے معتمد امیروں کی ایک جماعت کو برہانپور روانہ کیا اور نصیر خاں کی دختر کو اپنے فرزند کی زوجیت کے لئے طلب کیا نصیر خاں نے اس امر کو اپنے لئے موجب تقویت خیال کر کے قبول کر لیا اور عظیم الشان جشن کے بعد اپنی دختر مسماۃ زینب کی پالکی محمد آباد بیدر روانہ کر دی۔
۸۳۲ھ میں راجہ کانہا جو ریاست جالوارہ کا راجہ تھا گجراتی لشکر کے حملہ سے فراری ہو کر اسیر آیا اور چند ہاتھی پیشکش کر کے مدد طلب کی نصیر خاں فاروقی نے خلوت میں راجہ سے کہا کہ مجھ میں اس امر کی طاقت نہیں کہ میں گجراتی لشکر سے دشمنی مول لوں اگر تو احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ

ہیں جو عظیم الشان فرمانروا ہے حاضر ہو تو یقین ہے کہ وہ تیری امداد کرکے تیرے ملک موروثی کو گجراتیوں کے قبضہ سے نکال لیگا اور اس بارے میں میں بھی ایک سفارش نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کروں گا راجہ کانہا نیطاہر نصیر خاں سے رنجیدہ ہوا اور برہان پور سے روانہ ہو کر سلطان احمد شاہ بہمنی سے داد خواہ ہوا سلطان احمد شاہ بہمنی نے نصیر خاں کی خاطر جوئی کی اور اپنے بعض امیروں کو راجہ کانہا کے ہمراہ جالوارہ روانہ کیا۔

راجہ کانہا اور بہمنی امیر ندربار کے نواح میں پہنچے اور فتنہ و فساد برپا کیا اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی آپہنچا اور فریقین میں جنگ ہوئی بہمنی لشکر کو شکست ہوئی اور اکثر سپاہی گریز کی حالت میں قتل ہوئے سلطان احمد شاہ بہمنی اس نقصان کے تدارک کا خواہاں ہوا اور شہزادہ علاء الدین کو مع جرار لشکر کے روانہ کیا شہزادہ علاء الدین دولت آباد میں وارد ہوا اور نصیر خاں فاروقی اور راجہ کانہا بھی اس کی خدمت میں دولت آباد حاضر ہوئے اور جیسا کہ سابق میں مرقوم ہو چکا ہے بہمنی لشکر اس مرتبہ بھی مغلوب ہوا نصیر خاں اور راجہ کانہا نے کوہستان کلنہ میں جو ملک خاندیس کے ایک حصہ میں واقع ہے فرار ہو کر پناہ لی اور گجراتی لشکر خاندیس کو غارت و تباہ کرکے واپس گیا دشمن کی واپسی کے بعد نصیر خاں برہانپور آیا اور ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔

۸۳۳ھ میں نصیر خاں کی دختر نے اپنے شوہر سلطان علاء الدین کی بدسلوکیوں سے نصیر خاں کو مطلع کیا اور نصیر خاں اور سلطان علاء الدین میں باہم نزاع واقع ہوئی نصیر خاں نے سلطان احمد گجراتی کے مشورہ سے ولایت برار فتح کرنے کا ارادہ کیا برار کے امیر جو اپنے مالک سے دل میں کینہ رکھتے تھے اس امر سے آگاہ ہو گئے اور نصیر خاں کو برار آنے کی ترغیب دی اور یہ پیام دیا کہ آپ حضرت امیر المومنین عمرؓ فاروق کے فرزند ہیں زہے سعادت ہم آپ کی خدمت گزاری میں مرتبۂ شہادت حاصل کریں خان جہاں سپہ سالار دکن و برار جو دولت بہمنیہ کا رکن اعظم تھا امیروں کے نفاق سے مطلع ہو کر

قلعۂ پر نالہ میں پناہ گزیں ہوا اور ایک مفصل عرضداشت سلطان علاء الدین کی بارگاہ میں روانہ کی براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کا خطبہ جاری کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا سلطان علاء الدین نے بیشمار بحث و مباحثہ کے بعد ملک التجار حاکم دولت آباد کو سر لشکر کر کے مع مغل امیروں کے نصیر خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا نصیر خاں نے ملک التجار سے مقابلہ کرنے کی طاقت اپنے میں نہ پائی اور مع براری امرا کے ملک کے باہر چلا گیا ملک التجار نصیر خاں کے تعاقب میں برہانپور کی طرف چلا نصیر خاں فاروقی نے چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی سے کمک طلب کی تھی لہذا قلعۂ تلنگ کی طرف روانہ ہوا۔

ملک التجار برہانپور میں آیا اور عظیم الشان عمارات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا ملک التجار نے جس وقت یہ سنا کہ سلطان پور اور ندربار کا لشکر اور مالوہ کی سپاہ خاندیس میں وارد ہوا چاہتی ہے یہ امیر جلد سے جلد قلعۂ تلنگ کی جانب روانہ ہوا تاکہ فوجی کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے جس دن کہ لڑائی شروع ہونے والی تھی ملک التجار اسی روز دور و دراز راہ طے کر کے خستہ و ماندہ مع تین ہزار مغل تیر اندازکے تلنگ کے نواح میں پہنچا نصیر خاں فاروقی نے کمک کا انتظار نہ کیا اور مع جرار لشکر اور تقریباً بارہ ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں آیا اور حریف سے شکست کھائی نصیر خاں کا اسباب حکومت مع بیس عمدہ ہاتھیوں کے دشمن کے قبضہ میں آیا اور بادشاہ خود بیحد مشقت کے ساتھ تلنگ کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا نصیر خاں اسی غم و غصہ کی وجہ سے مریض ہو کر صاحب فراش ہوا اور چند روز کے بعد تیسری ربیع الاول سنہ مذکور میں اس نے وفات پائی نصیر خاں کے فرزند اکبر میراں عادل خاں نے اپنے باپ کا تابوت تھالنیر روانہ کیا اور لاش ملک راجہ کے پہلو میں پیوند خاک کی گئی نصیر خاں نے چالیس سال چھ مہینہ چھبیس روز حکومت کی۔

ذکر سلطنت میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی

میراں عادل خاں فاروقی سلطان ہوشنگ کی خواہر کے بطن سے پیدا ہوا تھا میراں عادل خاں نے

اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا ملک التجار کی مدافعت میں مشغول ہوا میراں عادل نے چند اشخاص کو روانہ کر کے گجراتی امیروں کو بہ تعجیل طلب کیا ملک التجار نے جس نے قلعۂ تلنگ کا محاصرہ کر رکھا تھا جب سلطانپور کے لشکر کے آنے کی خبر سنی اور دکن چلا گیا میراں عادل خاں مہمات سلطنت میں مشغول ہو گیا اور تین سال چھ مہینے تئیس دن مہمات سلطنت کے انتظام میں مشغول اور تخت حکومت پر متمکن رہا اور جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ ۸۴۴ھ کو بلدۂ برہانپور میں شہادت پائی ۔

میراں عادل خاں نے اپنے فرزند مبارک خاں کو اپنا جانشین کیا اس فرمانروا کی شہادت کے تفصیلی واقعات سے مولف کو علم نہ ہو سکا اس لئے معرض بیان میں نہ لاسکا میراں عادل خاں کا جنازہ بھی تھالیز روانہ کیا گیا اور یہ بادشاہ بھی اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن ہوا ۔

ذکر حکومت مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی

میراں مبارک خاں فاروقی نے اپنے باپ کی وفات کے بعد سترہ سال چھ مہینہ نوروز رقیب و دشمن کی مخالفت ملک خاندیس پر حکمرانی کی میراں مبارک خاں فاروقی نے جمعہ کے دن گیارہ رجب ۸۶۱ھ کو اپنے اسلاف کی طرح دنیا کو خیرباد کہا اور اس کا فرزند میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی اس کا جانشین ہوا عادل خاں نے بھی اپنے باپ کی لاش تھالیز روانہ کی اور اس سلسلہ کے چوتھے فرمانروا نے بھی اپنے اسلاف کے پہلو میں جگہ پائی ۔

ذکر حکومت میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی ۔

میراں عینا المخاطب بہ عادل خاں نے جس استقلال کے ساتھ فرمانروائی کی اس کے اسلاف میں کسی فرمانروا کو نصیب نہیں ہوئی عادل خاں نے اطراف کے راجاؤں سے خراج وصول کیا اور گونڈواڑہ اور گڈھہ کے مقدموں کو اپنا مطیع بنایا اس فرمانروا کی سیاست و حسن انتظام سے کوئی اور فصیل تو میں چوری اور ڈاکہ زنی سے کنارہ کش ہوئیں علاوہ اس حصار کے جس کو آسا اہیر نے دکوہ الیر) پر تعمیر کیا تھا

عادل خاں نے اس حصار کے دروازہ کی سمت ایک دوسرا قلعہ تعمیر کر کے دروازہ دوم بھی نصب کیا اور اس پر مالی گڑھ آباد کیا۔ دوسرا دروازہ بھی نصب کر کے عادل خاں نے اس حصار کو اس طریق سے تعمیر کیا تھا کہ حصار کو سر کرنا کسی طرح بھی عقل میں نہیں آسکتا میراں عین المخاطب بہ عادل خاں نے بلدۂ برہانپور کے پہلو میں اب تپتی کے کنارے قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کرائیں بادشاہ اکثر اوقات اسی قلعہ میں مقیم رہتا تھا عادل خاں نے اپنا لقب سلطان جھاڑکھنڈی یعنی شاہ کوہستان جھاڑکھنڈ اختیار کیا جھاڑکھنڈ اہل ہند کی اصطلاح میں ایسے سخت جنگل کو کہتے ہیں جس سے انسان کا گذرنا بیحد دشوار ہو کوہستان جھاڑکھنڈ کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہو چکی ہے۔

میراں عین المخاطب بہ عادل خاں کی شوکت و حشمت اپنے آبا و اجداد سے کہیں زیادہ ترقی کر گئی اور بادشاہ مغرور ہو کر اپنے اسلاف کی روش کے خلاف عمل کرنے لگا عادل خاں نے غرور و تکبر کے عالم میں پیشکش و حاجب بھی سلطان گجرات کی بارگاہ میں نہ روانہ کئے۔ سلطان محمود بیکرا اس کی سرکشی سے واقف ہوا اور بادشاہ محمود نے ۸۹۴ھ میں ایک جرار لشکر خاندیس روانہ کیا امرائے خاندیس پیشتر تو جنگ کے ارادہ سے مقابلہ میں آئے لیکن آخرکار بغیر جنگ آزمائی کئے گجراتی لشکر کے مقابلہ سے فراری ہو کر تھالینر اور اسیر کے دامن میں فروکش ہوئے گجراتی لشکر نے ملک خاندیس کو بیحد نقصان پہنچایا اور قتل و غارتگری میں مصروف ہوئے عادل خاں فاروقی جو قلعۂ اسیر میں مقیم تھا اپنی جنگ آزمائی و سرکشی پر نادم ہوا اور اعیان ملک کی ایک جماعت کو سلطان محمود بیکرا کی بارگاہ میں روانہ کر کے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور چند سال کے پیشکش ایکبارگی روانہ کئے گجراتی فرمانروا اس کے ملک کی تباہی سے باز آیا اور اپنے وطن واپس ہوا عادل خاں نے چھیالیس سال آٹھ مہینہ بارہ روز عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کر کے جمعہ کے دن چودہ ربیع الاول ۸۹۸ھ کو وفات پائی اور اپنی وصیت کے مطابق بلدۂ برہانپور کے محل دولتمنداں میں مدفون ہوا بادشاہ کے کوئی فرزند نہ تھا اس کا بھائی میراں داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

عادل خاں کا جانشین ہوا۔

ذکر حکومت داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی۔

عادل خاں کے بعد اس کے بھائی داؤد خاں نے تخت حکومت پر جلوس کیا داؤد خاں کے عہد حکومت میں حسام علی دیار علی دو حقیقی برادر تھے ان دونوں بھائیوں نے بیحد اقتدار و استقلال حاصل کیا حسام علی نے ملک حسام کا خطاب پایا اور مہمات ملکی کو اپنے قبضۂ اقتدار میں لے کر بادشاہ کا معتمد علیہ بنگیا۔

سنہ ۹۰۹ھ میں میراں داؤد خاں نے ارادہ کیا کہ بعض پرگنات سرحدی کو احمد نظام شاہ بحری کے قبضہ سے نکال لے احمد نظام شاہ بحری اس واقعہ سے مطلع ہوا اور مع اپنے لشکر کے کوچ پر کوچ کرتا ہوا خاندیس روانہ ہوا داؤد خاں قلعۂ آسیر میں پناہ گزین ہوگیا احمد نظام شاہ نے ملک کو تاراج و برباد کرنے میں بے انتہا کوشش کی اور داؤد خاں مضطر و عاجز ہو کر سلطان ناصر الدین خلجی سے امداد کا خواہاں ہوا سلطان ناصر الدین خلجی نے ہمسائیگی کے حقوق کو مدنظر رکھکر اقبال خاں نام ایک امیر کو مع بیشمار لشکر کے روانہ کیا اقبال خاں اسیر کے نواح میں آیا اور احمد نظام شاہ بحری مندوی لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ لا احمد نگر واپس ہوا اقبال خاں نے چند روز برہانپور میں قیام کیا اور داؤد خاں سے سلطان ناصر الدین کے خطبہ کے لئے اصرار کیا داؤد خاں چونکہ مجبور تھا اس نے ملک میں سلطان ناصر الدین کا خطبہ پڑھوا کر اقبال خاں کو راضی کرلیا اور پیشکش و بیشمار تحائف اور دو ہاتھیوں کے ہمراہ اُس کو شادی آباد مندو واپس کر دیا۔

داؤد خاں نے آٹھ سال یک مہینہ دو روز حکومت کر کے سہ شنبہ کے دن غرۂ جمادی الاول سنہ ۹۱۴ھ کو وفات پائی ملک حسام و دیگر ارکان سلطنت نے اتفاق کر کے داؤد خاں کے فرزند غزنین خاں کو بادشاہ بنا دیا لیکن دس روز کے بعد ملک حسام الدین نے ایک امر کی بنا پر جس کا خدا کو علم ہے غزنین خاں کو زہر دیکر اُس کا قدم درمیان سے اُٹھا دیا چونکہ داؤد خاں کے کوئی دوسرا فرزند نہ تھا ملک حسام الدین نے چند قاصد احمد شاہ بحری کی

بارگاہ میں روانہ کر کے خانزادہ عالم خاں کو جو سلاطین فاروقیہ کی اولاد میں
اور احمد نگر میں مقیم تھا طلب کیا عالم خاں برہان پور پہنچا اور ملک حسام الدین
نے احمد نظام شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے مشورہ سے اُس کو اپنا فرمانروا
تسلیم کر لیا اور اکثر امرا اور سرداروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔
ملک لادن جو خاندیس کا نامی امیر تھا عالم خاں کی فرمانروائی پر راضی
نہ ہوا ملک لادن قلعۂ اسیر پر قابض ہو کر ملک حسام الدین کی مخالفت پر آمادہ
ہوا قلعہ میں محصور ہو گیا اتفاق سے اسی زمانہ میں جبکہ غزنین خاں وہ روزہ
حکومت کی علت میں دنیا سے رخصت کیا گیا عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں
فاروقی نے جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ اور تھالنیر کی سرحد میں مقیم تھا اپنی
والدہ کے مشورہ سے ایک عریضہ اس مضمون کا سلطان محمود شاہ بیکرا کے نام
لکھ کر گجرات روانہ کیا کہ داؤد خاں نے وفات پائی اور مہمات سلطنت میں
کامل خلل پیدا ہو گیا ہے اس صورت میں اگر آبائی حقوق مجھکو مرحمت ہوں تو
عین ذرہ پروری ہے سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں فاروقی کی استدعا
کو قبول کر لیا محمود بیکرہ معاملہ کو بخوبی سمجھ چکا تھا اور اس کو علم تھا اس معاملہ
کا تصفیہ بغیر اس کی موجودگی کے ناممکن ہے بادشاہ خود خاندیس روانہ ہوا
ملک حسام الدین مضطرب ہوا اور احمد نظام شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ
کے پاس قاصد روانہ کر کے اس درجہ منت و سماجت کی کہ ہر دو فرمانروا
مع اپنے لشکر کے اس کی مدد کے لئے برہانپور وارد ہوئے سلطان محمود بیکرا
نے اثناء راہ میں خانزادہ عالم خاں کے تخت نشینی کی خبر اور ملک لادن کی
مخالفت کے واقعات سنے اور آب نربدہ کے کنارے ماہ رمضان کو بسر کر کے
شوال میں آگے بڑھا سلطان محمود بیکرا تھالنیر میں آیا اور عالم شہ تھانہ دار
حصار نے عزیز الملک تھانہ دار سلطانپور کے وسیلے سے بادشاہ کی ملازمت
حاصل کی اور قلعہ کو خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا نظام شاہ
اور عماد الملک نے لشکر خاندیس کے دورنگی کی یہ حالت دیکھی اور نیز گجراتی
سپاہ کی شوکت و تعداد کا خیال دل میں آیا ہر دو فرمانرواؤں نے چار ہزار سوار

عالم خاں اور ملک حسام الدین کی مدد کے لئے چھوڑے اور خود کاویل روانہ ہو گئے سلطان محمود بیگرا نے آصف خاں اور عزیز الملک کو مع جرار لشکر کے ملک حسام الدین اور عالم خاں کی تادیب کے لئے جو نصف خاندیس پر قابض تھا روانہ کیا افواج دکن کو جس وقت آصف خاں اور عزیز الملک کے آنے کی خبر ہوئی دکنی لشکر بلا اطلاع ملک حسام الدین کے کوچ کرکے اپنے فرمانروا کے عقب میں روانہ ہو گئے۔

سب سے پیشتر ملک لادن نے جو نصف خاندیس پر قابض تھا آصف خاں کا استقبال کرکے اُس سے ملاقات کی آصف خاں اس کو اپنے ہمراہ محمود بیگرا کی خدمت میں لے گیا ملک حسام الدین نے اس خبر کو سنا اور عالم خاں کو دکن بھیجکر خود بادشاہ کی قدمبوسی کے لئے تھالیز میں آیا سلطان محمود بیگرا نے ملک لادن اور ملک حسام الدین پر شاہانہ عنائتیں فرمائیں اور عید الضحےٰ کے بعد ساعت سعید میں عادل خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب دیکر شاہ مظفر گجراتی کی دختر کہ بیاہتا تھا اس کا عقد کر دیا اور برہانپور کے تخت حکومت پر بٹھلا دیا۔

سلطان محمود بیگرا نے ملک لادن کو خان جہاں کا خطاب دیا اور موضع بناس کو جو اس کا مولد تھا انعام میں عطا فرمایا بادشاہ نے ملک ماکھا ولد عماد الملک اسیری کو غازی خاں اور ملک عالم تھانہ دار تھالیز کو قطب خاں اور ملک کو محافظ خاں اور اس کے بھائی ملک یوسف کو سیف خاں کے خطابات دیکر اعظم ہمایوں کے ہمراہ کیا اور چار ہاتھی اور تیس لاکھ تنکہ نقد اس کو مرحمت کرکے نصرۃ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی امداد کے لئے چھوڑ کر خود سلطان پور اور ندربار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ نے پہلی منزل میں ملک حسام الدین کو شہریار کا خطاب دیکر اس کو بھی واپسی کی اجازت دی۔

ذکر حکومت عادل خاں فاروقی بن نصیر خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں

عادل خاں نے اپنے جد مادری سلطان محمود بیگرا کی امداد سے خاندیس کی حکومت حاصل کی عادل خاں بلا تامل تھالیز سے برہانپور آیا اور مہمات سلطنت میں مشغول ہوا ملک حسام الدین شہریار اور عادل خاں جو ملک لادن کے دشمن تھے برہانپور سے روانہ ہو کر تھالیز میں مقیم ہوئے چند روز کے بعد یہ خبر معلوم ہوئی کہ ملک حسام الدین پھر نظام شاہ سے مل گیا اور اس کا ارادہ ہے کہ عالم خاں کو برہانپور کی فرمانروا بنائے

عادل خاں اس مکر سے مطلع ہوا اور ایک شخص کو ملک حسام الدین شہریار کی طلب میں روانہ کیا ملک حسام الدین عین وقت پر اس واقعہ سے مطلع ہوا اور چار ہزار سواروں کے ساتھ برہانپور وارد ہو۔

ملک حسام الدین جو برہانپور کے نواح میں آیا اور عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کی جمعیت سے اس کا استقبال کیا اور اپنی محلسرا میں لے گیا اور خلعت دیکر اس کو رخصت کر دیا دوسرے روز عادل خاں نے اپنے محرم راز اشخاص سے یہ صلاح کی کہ اب جس وقت ملک حسام الدین دیوانخانہ میں آئے اور میں اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے جاؤں تم لوگ اس امر کا انتظار کرو کہ میں اُس سے گفتگو کر کے رخصت کر دوں میرے رخصت کرنے کے بعد دریا شہ گجراتی جو شمشیر زنی میں بے مثل ہے ملک حسام الدین پر کاری ضرب لگا کر اُس کا کام تمام کرے ظاہر ہے کہ ملک حسام الدین کے مارے جانے کے بعد اس کے ملازمین بھی نہ تیغ ہو جائینگے عادل خاں نے اس قرارداد کے مطابق ایک شخص کو ملک حسام الدین کو بلانے کے لئے بھیجا ملک حسام الدین اپنے انتہائی غرور کی وجہ سے مع اپنے لشکر کے آیا عادل خاں نے اس سے ملاقات کی اور مشورہ کئے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ میں داخل ہوا اور چند باتوں کے بعد پان دیکر اُس کو رخصت کر دیا دریا شہ گجراتی نے تلوار اُس کے سر پر لگائی جسم کو دو ٹکڑے کر دیا۔

عادل خاں کا وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور اس نے گجراتیوں کی ایک جماعت کو جو اس کے ہمراہ تھی حکم دیا کہ حرام خواروں کو قتل کرو گجراتیوں نے شمشیر زنی شروع کی اور ملک ماکھا المخاطب بنیازی خاں اور دیگر سوار جو ملک حسام الدین المخاطب بہ شہریار کے ہمراہ تھے فراری ہوئے لیکن چار سو گجراتی و حبشی غلاموں نے جو دربار میں حاضر تھے اس کا تعاقب کر کے شکست خوردہ جماعت کو قتل و زخمی کیا غازی خاں اور دیگر امرا و بیشمار سپاہی خاک و خون کا ڈھیر ہو گئے اور نصف ملک خاندیس جو اس کے قبضہ میں تھا ان کے اقتدار سے جاتا رہا۔ غرض کہ گجراتی لشکر ابھی پہنچا ہی نہ تھا کہ ملک خاندیس مفسدوں اور مخالفوں کے وجود سے پاک وصاف ہو گیا۔

عادل خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں ان واقعات کے بعد ایک روز قلعۂ الیر میں

داخل ہوا اور ایک ساعت کے بعد باہر نکل آیا عادل خاں نے دوسرے روز سلطان محمود بیکرا کو ایک عریضہ اس مضمون کا لکھا کہ میں ایک مرتبہ قلعہ کی سیر کے لئے گیا تھا مجھ کو معلوم ہوا کہ شیر خاں اور سیف خاں جو قلعہ پر قابض ہیں میرے قطعاً مخالف ہیں اور باوجود اس کے ملک حسام الدین قتل ہو گیا ہے یہ ہر دو بدبخت باہم متفق ہو گئے ہیں اور نفاق سے کام لے رہے ہیں چنانچہ ان دونوں امیروں نے ایک خط احمد نظام شاہ بحری کے نام روانہ کر کے اس کو مع خانزادہ عالم خاں کے طلب کیا ہے احمد نظام شاہ بحری بالفعل سرحدی مقام میں ٹھہرا ہوا ہے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ خان جہاں اور عماد الملک دیگر امیروں کی ہمراہی اور اتفاق سے قلعہ آسیر کا محاصرہ کروں اگر محاصرہ کے بعد نظام شاہ بحری مملکت میں مداخلت کرے گا تو میں قلعہ کی مہمات کو ملتوی کر کے اس کے مقابلہ میں صف آرا ہوں گا۔ سلطان محمود بیکرا عریضہ کے مضمون سے آگاہ ہوا اور فوراً بارہ لاکھ تنگہ نقد عادل خاں کے پاس روانہ کئے اور عریضہ کے جواب میں تحریر کیا کہ تم خاطر جمع رکھو جس وقت ضرورت ہوگی میں بذات خود تمہاری امداد کے لیے سفر کروں گا ظاہر ہے کہ احمد شاہ بحری سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس کی یہ مجال نہیں ہو سکتی ہے کہ تمہاری مملکت میں داخل ہو کر تم کو اور تمہاری رعایا کو مضرت پہنچائے سلطان محمود بیکرا نے احمد شاہ بحری کے ایلچی کو جو گجرات میں مقیم تھا بے حد دھمکیاں دیں احمد نظام شاہ بحری نے یہ واقعات سنے اور اپنے دارالملک کو روانہ ہو گیا اور شیر خاں اور ملک یوسف المخاطب بہ سیف خاں نے بھی عہد و امان لے کر قلعہ کو خالی کر دیا اور تھالنیر کی راہ لی۔

عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں نے لشکر گجرات کے پہنچنے کے بعد راجہ کالنہ پر جو احمد نظام شاہ بحری کا مطیع تھا لشکر کشی کی اور بعض مواضعات و قریات کو تاراج و تباہ کر دیا راجہ کالنہ نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا اور پیشکش حاضر کیا عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں نے گجراتی لشکر کو رخصت کیا اور خود آسیر واپس آیا۔

سنہ ۹۱۳ھ میں عادل خاں اپنے خالو سلطان مظفر شاہ گجراتی کے ہمراہ شادی آباد میں گیا اور عمدہ خدمات بجا لایا چونکہ یہ واقعات بہ تفصیل سلاطین گجرات کے حالات میں ضمناً لکھے جا چکے ہیں لہذا مؤلف اس مقام پر ان کو معرض بیان میں نہیں لایا۔ عادل خاں ۹۱۶ھ میں علیل ہوا اور جمعہ کے دن دسویں ماہ رمضان کو اس نے وفات پائی

عادل خاں الخاطب بہ اعظم ہمایون نے انیس سال حکومت کی عادل خاں کا فرزند میراں محمد شاہ فاروقی جو سلطان بہادر گجراتی کی خواہر کے بطن سے تھا اپنے باپ کا جانشین قرار پایا۔

ذکر حکومت میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی

میراں محمد شاہ اپنے باپ کی وفات کے بعد برہانپور کا فرمانروا قرار پایا آخر میں اس نے گجرات پر بھی حکومت کی اور شاہ کا خطاب اس کا جزو اسم ہوا واضح ہو کہ اس خاندان میں یہ پہلا شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا اسی زمانہ میں نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان میں قلعۂ ماہور اور دیگر پرگنات کے بارے میں نزاع ہوئی عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی وساطت سے سلطان بہادر گجراتی سے امداد و اصلاح کی التجا کی سلطان بہادر گجراتی نے عین الملک حاکم پٹن کو سرحد دکن کی طرف روانہ کیا تاکہ حالات کو دریافت کرکے نظام شاہ اور عماد الملک کے درمیان میں صلح کرا دے نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کی رعایت کو مدنظر رکھکر اس سال عماد الملک کے ساتھ مصلحتاً صلح کر لی عین الملک واپس ہوا اور برہان نظام شاہ نے دوبارہ ملک گیری کا ارادہ کیا برہان نظام قلعۂ ماہور پر اور بعض پرگنات برار پر قابض ہو گیا عماد الملک نے عاجز و لاعلاج ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد طلب کی میراں محمد شاہ فاروقی ٩٣٣ھ میں مع اپنے لشکر اور ہاتھیوں کے علاء الدین عماد شاہ کی مدد کے لئے دکن میں آیا اور عماد الملک کے ہمراہ نہر گنگ کے کنارے برہان نظام شاہ کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہ کو شکست دیکر اسکے لشکر کو منتشر کر دیا اور اپنی فتح خیال کرکے عماد الملک کے ہمراہ بے پروائی کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑا رہا خاندیسی اور براری لشکر کچھ تعاقب میں اور کچھ غارتگری میں مشغول ہوئے۔

برہان نظام شاہ جو شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزین تھا مع تین ہزار سوار کے واپس ہو کر میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ نظام شاہ نے دشمن کو لشکر فراہم کرنے کی مہلت نہ دی اور قریب شام کے حملہ آور ہوا اور میراں محمد شاہ اور علاء الدین عماد شاہ کو پسپا کر دیا۔ برہان نظام شاہ نے ہر دو فرمانرواؤں کے توپ خانہ پر قابض ہو کر تقریباً چار کوس تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار پسماندوں کو قتل کیا اور میراں محمد شاہ اور عماد الملک نہایت ردی حالت میں کاویل واپس پہنچے۔

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے عاجزانہ سلطان بہادر گجراتی کو اپنی مدد کے لئے لکھا اور بے حد منت و سماجت کے ساتھ طالب امداد ہوا سلطان بہادر گجراتی مع جنگجو لشکر کے برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ہمراہ لے کر ولایت برار میں داخل ہوا سلطان بہادر گجراتی جالنہ پور وارد ہوا اور اس کو حرص دامنگیر ہوئی سلطان بہادر گجراتی نے ارادہ کیا کہ برار کو عماد الملک سے لیکر اپنے ملازمین کو سپرد کرے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچکر برہان نظام شاہ کے ممالک پر قبضہ کر کے اطراف میں بھی اپنا سکہ و خطبہ جاری کرے عماد الملک سلطان بہادر گجراتی کو طلب کر کے بے حد پشیمان ہوا اور میراں محمد شاہ سے سلطان بہادر گجراتی کی شکایت کی میراں محمد شاہ نے جواب دیا کہ اپنی شامت اعمال کا کوئی علاج نہیں ہے جو کام کہ ہمکو نہ کرنا چاہیئے تھا وہ ہم سے وقوع میں آگیا اب بجز صبر و تحمل کے کوئی چارہ کار نہیں ہے

اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک تقریب کے موقع پر میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر گجراتی سے عرض کیا کہ ولایت برار بادشاہ کے قلمرو میں داخل ہو چکی لہذا اب اس ملک میں قیام کرنا بے کار ہے صلاح یہ ہے کہ بادشاہ اپنے نام کا خطبہ اس ملک میں جاری کر کے عماد الملک کو اپنے ملازمین کے گروہ میں داخل فرمائیں اور احمد نگر پہنچکر ایک ملک بھی فتح کریں سلطان بہادر گجراتی کو یہ رائے میراں محمد شاہ کی پسند آئی پس بادشاہ نے برار میں خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور عماد الملک کو اپنے امرا میں داخل کر کے احمد نگر روانہ ہوا سلطان بہادر احمد نگر سے ان وجوہات کی بناء پر جو پیشتر مذکور ہو چکیں دولت آباد وارد ہوا اور میراں محمد شاہ کی حسن تدبیر سے نظام شاہ و عماد الملک کی مملکت کو فتح کرنے سے باز رہا اور اپنے پائے تخت کو واپس ہوا۔

۹۳۷ھ میں سلطان بہادر گجراتی نے مالوہ فتح کرنے کا ارادہ کیا میراں محمد شاہ حسب الطلب سلطان بہادر گجراتی کے پاس گیا اور مندو کے فتح کرنے میں بے حد کوششیں کیں اور فتح کے بعد رخصت ہو کر اسی سال برہانپور میں واپس آیا برہان نظام شاہ مالوہ کی فتح کی خبر سنکر بے حد مضطرب ہوا اور شاہ طاہر کو برسم حجابت برہانپور بھیجا تاکہ اپنے حسن تدبیر سے فریقین میں خلوص و اتحاد قایم کر کے سلطان بہادر گجراتی دوسرے سال ۹۳۸ھ میں برہانپور آیا جیسا کہ بیشتر گجرات اور دکن کے

وقایع میں بیان ہو چکا ہے میران محمد شاہ کی حسن تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی اور برہان نظام شاہ کے درمیان میں غائبانہ اتحاد ہوا اور برہان نظام شاہ میران محمد شاہ فاروقی کے مشورہ کے موافق سلطان بہادر گجراتی کی ملاقات کے لئے برہان پور آیا سلطان بہادر گجراتی اس کے آنے سے بے حد خوش ہوا اور برہان نظام شاہ کو چتر و سراپردۂ سرخ و خطاب نظام شاہی مرحمت فرمایا سلطان بہادر نے کہا کہ میں نے دشمنوں کو خاک نشیں اور دوست کو صاحب تخت و تاج بنایا۔

سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو کامیاب و خوشدل احمد نگر روانہ کیا اور خود بار دیگر مالوہ واپس آیا میران محمد شاہ بھی سلطان بہادر گجراتی کے ہمراہ مالوہ آیا اور خدمات شائستہ بجالایا اس واقعہ کے بعد میران محمد شاہ رخصت ہو کر برہانپور وارد ہوا اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی جس وقت قلعہ چیتور پر حملہ آور ہوا اور میران محمد شاہ بھی اپنے لشکر کو درست کر کے پاس آپہنچا سلطان بہادر گجراتی جنت آشیانی کے مقابلہ سے فرار ہو کر مندو آیا اور میران محمد شاہ بھی اس کے ہمراہ تھا سلطان بہادر گجراتی نے مندو سے چینا پر کا رخ کیا اور میران محمد شاہ کو آسیر جانے کی اجازت دی اسی زمانہ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں بادشاہ نے گجرات فتح کر لیا اپنے معتمد امیر آصف خاں کو برہان نظام شاہ کی استمالت کے لئے احمد نگر روانہ فرمایا اور پیشکش کے طالب ہوئے جنت آشیانی اس واقعہ کے بعد ولایت خاندیس کو فتح کرنے کی غرض سے برہان پور تشریف لائے میران محمد شاہ فاروقی نے مضطرب ہو کر متعدد نامے برہان نظام شاہ بحری کو لکھ کر اس سے ملک کو محفوظ رکھنے اور اپنی رہائی کے بارے میں مشورت کی برہان نظام شاہ بحری نے حقوق سابقہ کے لحاظ سے ایک عریضہ بتوسط شاہ طاہر جنیدی جنت آشیانی کی بارگاہ برہان پور روانہ کیا عریضہ کا مضمون یہ تھا۔

بندہ دولتخواہ برہان نظام شاہ بعد ادائے مراسم غلامانہ از روے اطاعت وانکسار عرض پیرا ہے کہ جب تک معمار خانہ قضا عالم اسباب کو ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کے ستون قیام و استحکام کے ذریعہ سے محفوظ اور بہ قدر اعزاز طبائع بنی آدم کو فرمان یا ایہا الذین آمنو کونوا قوامین بالقسط کے اجراسے مامون رکھے حضور کی بارگاہ مرجع سلاطین نامدار ہو اصل مقصد یہ ہے کہ اس مبارک زمانہ میں آپ کا فرمان جو امن و امید کا مرکز ہے دیوان سلطنت سے آصف خان کے ہمراہ جو افتخار بنی آدم باعتبار اخلاق و افعال انسانی گروہ میں ممتاز ہیں اس کمترین بارگاہ صادق العقیدہ کے نام صادر ہو افدوی

وہ مراسم تعظیم بجالایا جو میرے لئے باعث فخر ہیں انواع استمالت و عنایات شاہانہ جو فرمان کے مضامین و اشارات سے پیدا ہیں میرے اطمینان خاطر کا باعث ہوئیں فدوی حصول مقصد و اطاعت سے جو فرمان مبارک کا منشا ہے مستفید ہوا ہی تھا کہ اسی اثنا میں چند مکاتیب عالیجناب محمد خاں المخاطب بہ میران محمد شاہ کی جانب سے جو اباعن جد مملکت آسیر و برہانپور کا فرمانروا ہے فدوی کے پاس پہنچے جن کے خلاصہ مضامین تمام و کمال بادشاہ کی عقیدت و حصول سعادت کے اظہار پر مبنی ہیں نواب ممدوح کی یہ مہربانیاں مجھ پر محض اس وجہ سے ہیں کہ ان کی امیدوارانہ نگاہیں بادشاہ کی حسن عنایت و کمال اشفاق و مکارم اخلاق پر منحصر و وابستہ ہیں۔

جہاں پناہا قدرے حالات عریضہ سے حضور کے ضمیر پر نور پر روشن و ظاہر ہو گئے چونکہ اس دولتخواہ اور عالیجناب مشار الیہ میں مراسم محبت و الفت عرصہ دراز سے قائم ہیں اس لئے فدوی نہایت عجز و ادب کے ساتھ بارگاہ معلیٰ میں عرض پرداز ہے کہ حضور بھی وہی سلوک فرمائیں جو سلاطین ماسبق سے جہانگیری و کشورستانی کی حالت میں ظہور پذیر ہوا ہے بالخصوص آپ کے اجداد معدلت شعار سے جو اس درجہ عظیم المرتبت و عالی جاہ ہیں کہ کتابۂ قصر سلطنت ان کے مناقب سے روشن اور عصابۂ تاج خلافت ان کی مجاہدانہ کاروائیوں سے مزین ہے فدوی جان نثار تبلیغ آیہ کریمہ فاعفوا واصفحوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ کو نصب العین رائے جہاں پناہی بنا کر ملتجی ہے کہ نواب ممدوح کی عقوبت اضطراری اور بے اختیارانہ خطاؤں کو اپنے رحم ذاتی اور کرم صفاتی سے مقابلہ فرمائیں اور اپنی بے انتہا لطف و عنایات کی وجہ سے نواب ممدوح کو مطلع فرمائیں کہ حضور اپنا دست تصرف اس کی حقیر مملکت سے اٹھا کر اس معاوضہ میں مزید عنایت و رعایت عطا فرمائیں گے بادشاہ بالضرور اپنے آبا و اجداد و اسلاف کی اقتدا فرما کر حکام اطراف کے قلوب کو مسرور فرمائیں گے مجھے امید ہے کہ میرے یہ معروضات کمال خلوص و بہی خواہی پر محمول فرمائے جائیں گے اور ان کو مرتبۂ قبولیت حاصل ہوگا اگر کسی دوسرے طریق پر یہ امور پسند خاطر نہ ہوں تو بجز اطاعت کے اور کیا چارۂ کار ہو سکتا ہے آئندہ جو ارشاد ہو بہتر و اعلیٰ ہے۔

اس واقعہ کے بعد نظام برہان شاہ بحری و ابراہیم عادل شاہ سلطان قلی

قطب شاہ اور علاء الدین عماد شاہ نے میران محمد شاہ فاروقی کی امداد کے ارادہ سے لشکرکشی کی جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے میرزا امان کی نااتفاقی اور شیر شاہ افغان کے خروج کی وجہ سے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی اور خاندیس پر حملہ آور ہوئے اور ملک کو تاراج کرنے کے بعد شادی آباد مندو روانہ ہوئے۔ سلطان بہادر گجراتی نے میران محمد شاہ فاروقی کو مغل امیروں کے اخراج کی غرض سے کہ جو اب تک مالوہ میں مقیم تھے متعین فرمایا میران محمد شاہ نے ملو خاں کے اتفاق و امداد سے شادی آباد مندو کو مغل امیروں کے قبضہ سے نکال لیا میران محمد شاہ فاروقی ہنوز مالوہ ہی میں تھا کہ سلطان بہادر گجراتی اہل فرنگ کے ہاتھ سے شہید ہوا چونکہ بادشاہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے سلطان بہادر گجراتی اور جمیع امرائے گجرات نے متفقہ طور پر میران محمد شاہ کو حکومت و سلطنت کے لئے منتخب کیا اور میران محمد شاہ کا خطبہ و سکہ غائبانہ گجرات میں جاری کرکے اس کے نام محمد خاں میں لفظ شاہ کو بھی داخل کر دیا میران محمد شاہ اس خاندان کا اول شخص ہے جس نے شاہی کا خطاب حاصل کیا گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر و تاج مرصع میران محمد شاہ کے لئے روانہ کرکے اس سے گجرات آنے کی درخواست کی میران محمد شاہ نے تاج شاہی سر پر رکھا اور گجرات جانے کا ارادہ کیا بادشاہ پابہ رکاب ہی تھا کہ دفعتاً علیل ہو کر تیرہ ذیقعدہ ۹۴۳ھ کو وفات پائی ارکین سلطنت اس کی لاش برہانپور لے گئے اور عادل خاں فاروقی کے حظیرہ میں پیوند خاک کیا جو میران محمد شاہ کے فرزندوں میں کوئی فرد حکومت کے قابل نہ تھا اس کا برادر دوم میران مبارک خاں خاندیس کا فرمانروا قرار پایا۔

ذکر حکومت میران مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

مبارک شاہ نے بلدہ برہانپور میں اپنے بھائی کے وفات کی خبر سنی مبارک شاہ چند روز مراسم تعزیت کی بجا آوری میں مشغول رہا چونکہ میران محمد شاہ فاروقی کا ایک فرزند بھی حکومت کے لئے موزوں نہ تھا امرا و اعیان مملکت نے اتفاق کرکے میران مبارک شاہ کو فرمانروائی کے لئے منتخب کیا میران مبارک شاہ حکمرانی میں مشغول ہوا اور ارکین دربار کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا اسی زمانہ میں گجراتی امیروں نے سلطان محمود گجراتی بن شاہزادہ لطیف خاں کو وارث صحیح تسلیم کیا اور اختیار خاں کو اس کو لانے کے لئے گجرات روانہ کیا

واضح ہو کہ سلطان بہادر گجراتی نے اپنے بھتیجے سلطان محمود گجراتی کو میران محمد شاہ فاروقی کے سپرد کر دیا تھا اور میران محمد شاہ فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کو ایک قلعہ میں قید کر دیا تھا اور اس کے حالات کی خبر رکھتا تھا۔

اختیار خاں برہانپور آیا اور شاہ محمود گجراتی کو میران مبارک شاہ سے طلب کیا میران مبارک خاں فاروقی نے اس خوف کی بنا پر کہ گجراتی امیر مضطر و لاچار ہو کر اس کو اپنا فرمانروا تسلیم کر لیں گے سلطان محمود کے روانہ اور آزاد کرنے میں تامل کیا اراکین دولت گجرات اس کے مقصد کو سمجھ گئے اور بہیئت مجموعی جنگ کے قصد سے خاندیس روانہ ہوئے مبارک خاں فاروقی نے سلطان محمود گجراتی کے بہی خواہوں کی درخواست کے مطابق سلطان محمود کو قلعہ سے نکالکر اختیار خاں گجراتی کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

اسی دوران میں شاہان گجرات کا ایک غلام عماد الملک نام فرار ہو کر برہانپور وارد ہوا اور میران مبارک شاہ نے سلطنت گجرات کی امید کی بنا پر اس کی امداد کی عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی سوار فراہم کر لئے دریا خاں نے سلطان محمود کو آمادہ کیا اور اپنے ہمراہ لیکر میران مبارک شاہ اور عماد الملک کے استیصال کے ارادہ سے روانہ ہوا فریقین میں سرحد گجرات خاندیس پر عظیم الشان جنگ ہوئی میران مبارک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہوا عماد الملک فراری ہو کر مندو آیا اور اس نے قادر شاہ کے دامن میں پناہ لی سلطان محمود خاندیس کے تاراج و تباہ کرنے میں مشغول ہو گیا میران مبارک شاہ نے مجبوری پیشکش دیکر صلح کی سلطان محمود گجراتی اپنی مملکت کو واپس آیا۔

سلطان محمود گجراتی ایک عرصہ دراز کے بعد مستقل و صاحب اقتدار فرمانروا ہوا اور اس نے سلطان پور اور ندربار کو میران مبارک شاہ کو عطا کیا۔ واضح ہو کہ جس زمانہ میں سلطان محمود گجراتی و میران مبارک شاہ قلعہ آسیر میں اسیر تھے سلطان محمود گجراتی نے میران مبارک شاہ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر خداوند کریم اس کو گجرات کا فرمانروا بنائے گا تو قصبہ ندربار میران مبارک شاہ کو عطا کرے گا چنانچہ سلطان محمود گجراتی نے اپنے وعدہ کو وفا کیا اور اپنے ایام سلطنت میں ندربار میران مبارک شاہ کے سپرد کر دیا۔

۹۶۹ھ میں باز بہادر حاکم مالوہ چغتائی لشکر کے غلبہ سے اپنے مملکت سے جدا ہو کر برہانپور آیا اور میران مبارک شاہ کے دامن میں پناہ لی پیر محمد خاں حاکم مالوہ نے

باز بہادر کے استیصال کا قصد کیا اور خاندیس میں داخل ہوا پیر محمد خان برہانپور تک حملہ آور ہوا اور قتل و گرفتاری میں کوئی کمی نہیں کی اس حملہ آوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیس کے شریف و رذیل تمام طبقہ کے لڑکے اور لڑکیاں مغلوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے اور وہ فساد جو حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا برپا ہوا میران مبارک شاہ آسیر کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا اور تفال خان حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا تفال بڑی تیاریاں کرکے بہ تعجیل خاندیس آیا میران مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے آملے اور پیر محمد خان کی مدافعت پر متوجہ ہوئے مغل امیر اور لشکری جن کے قبضہ میں بیشمار مال و اسباب آچکا تھا عیش و عشرت میں مشغول تھے مغل لشکر جنگ و مقابلہ کی طرف مائل نہ ہوا اور واپسی کے لئے آمادہ ہوئے پیر محمد خان نے امیروں اور سرداران فوج کی رائے سے اتفاق کیا اور مجبوراً مالوہ کا رخ کیا ہر سہ فرمانروا نے اس کا تعاقب کیا چونکہ عموماً مغل سپاہ نے مال غنیمت کے لے جانے میں پیر محمد خان کی پیروی نہ کی اور رات و دن مسافت طے کرکے اپنے سپہ سالار سے پہلے نربدا کو عبور کر گئے تفال خان کو ان حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے نربدا کے اطراف میں مغل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا پیر محمد خان استرآبادی نے اپنے میں مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور خیمہ و خرگاہ اور اموال و اسباب سے قطع نظر کرکے فرار ہو گیا ادھر تفال خان بہ تعجیل پیر محمد خان کا تعاقب کر رہا تھا اور ادھر کشتیوں کو باز بہادر کے ملازمین نے ساحل سے دور کر دیا تھا پیر محمد خان نے اسی صورت سے مع سواری کے اپنے کو نربدا میں ڈالدیا اور جیسا کہ پیشتر مرقوم ہو چکا ہے دریا میں غرق آب ہوا۔ بقیہ تمام لشکر محفوظ و سلامت دریا سے عبور کر گیا اور مغل لشکر کا تمام اسباب و مال لوٹ لیا گیا میران مبارک شاہ اور تفال خان باز بہادر کے امداد کی غرض سے مالوہ میں آئے اور مغل امیروں کو مالوہ کے نواح سے باہر نکالدیا باز بہادر نے دوبارہ میران مبارک شاہ اور تفال خان کی امداد سے مالوہ کے تخت پر جلوس کیا اور ہر دو فرمانروا اپنی مملکت میں واپس آئے میران مبارک شاہ نے چہارشنبہ کے روز چھ جمادی الثانی ۹۷۴ھ کو وفات پائی اس کا فرزند میران محمد خان مہمات سلطنت کی انجام دہی میں مشغول ہوا میران مبارک شاہ نے تیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت میران محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

مبارک شاہ فوت ہوا اور اس کا فرزند اپنے باپ کا جانشیں ہوا میران محمد شاہ نے مہمات سلطنت میں رونق پیدا کی اور اسی سال جلوس میں چنگیز خان گجراتی

اعتماد خاں وکیل السلطنت کی تحریک سے سلطان مظفر کو آمادہ کر کے اپنے ہمراہ ندر بار میں لے آیا چنگیز خاں نے میران محمد شاہ کے تھانہ کو اٹھا دیا چونکہ کوئی شخص اس کے حالات پر معترض نہ ہوا تھا اس نے قدم آگے بڑھایا اور قلعہ تھالنیر کے نواح تک قابض ہو گیا چنگیز خاں نے حتی الامکان میران محمد شاہ فاروقی کی مملکت کو نقصان پہنچایا میران محمد شاہ نے تفال خاں حاکم برار کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا اور تفال خاں کے اتفاق سے چنگیز خاں کے مقابلہ میں آیا میران محمد شاہ تھالنیر کے نواح میں چنگیز خاں کے قریب ہو کر چاہتا تھا کہ جنگ میں مشغول ہو کہ چنگیز خاں پر باوجود شجاعت وبہادری کے اس روز ایسا خوف ورعب طاری ہوا کہ چنگیز خاں نے ایک دشوار گزار مقام پر فروکش ہو کر توپ وتفنگ کے ارابوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اس جگہ سے حرکت نہ کی اس درمیان میں رات ہو گئی اور چنگیز خاں اسباب واموال کو چھوڑ کر بھروچ کی طرف فرار ہو گیا خاندیس اور دکنی لشکر اس حال سے واقف ہوئے اور چنگیز خاں کے اسباب وآلات حرب کو لوٹ کر اس کے تعاقب کی کوشش کی

خاندیسی دکنی سپاہ نے آتش بازی کے ارابوں کو اپنے قبضہ میں کیا اور واپس ہوئے قلیل مدت تک گجرات میں غدر قائم رہا اور رعایائے گجرات کو عموماً یقین آگیا کہ شاہ مظفر گجراتی سلاطین گجرات کے خاندان سے نہیں ہے میران محمد شاہ فاروقی نے ولایت گجرات کو اپنی وراثت سمجھ کر بے شمار روپیہ صرف کر کے لشکر فراہم کیا گجراتی امیروں کی بھی ایک جماعت میران محمد شاہ سے مل گئی میراں محمد شاہ تقریباً تیس ہزار سواروں کی جمعیت سے دار الملک احمد آباد کو فتح کرنے کے غرض سے روانہ ہوا۔

اس زمانہ میں چنگیز خاں احمد آباد پر قابض ہو گیا تھا اور میرزایان بھی چنگیز خاں سے مل گئے تھے چنگیز خاں سات آٹھ ہزار سوار کی جمعیت سے احمد آباد کے باہر آیا اور میران محمد شاہ سے جنگ کی چنگیز خاں نے میرزایان کی امداد سے میران محمد شاہ کو بدترین صورت سے اسیر کی جانب بھگا دیا اور میران محمد شاہ کے اموال واسباب اور ہاتھیوں اور اثاثہ سلطنت پر قبضہ کر کے اپنے اسباب حشمت میں داخل کیا قلیل عرصہ کے بعد میرزایان مذکور چنگیز خاں سے متوہم ہو کر گجرات سے فراری ہوئے میرزایان اپنے غلبہ وکامیابی کے خیال سے خاندیس آئے اور ملک کو تاراج وتباہ کرنے میں کسی قسم کی کمی نہ کی میران محمد شاہ کا ارادہ تھا کہ لشکر یکجا کر کے میرزاؤں کی طرف متوجہ ہو کہ حریف اپنا کام کر کے

خاندیس کے باہر نکل گئے۔

سنہ ۹۸۲ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ بحری والی احمد نگر نے برار کی مملکت کو فتح کر کے تفال خاں کو مقید کیا اور واپسی کا ارادہ کیا برار کے ایک شخص نے اپنے کو خاندان عماد شاہیہ سے منسوب کر کے میران محمد شاہ فاروقی کے دامن میں پناہ لی میران محمد شاہ نے دھوکا کھایا اور پانچ چھ ہزار کی جمعیت کو اس کے ہمراہ کر کے برار میں روانہ کیا اور برار کے نظام سلطنت میں عظیم الشان خلل پیدا ہوا آخر کار مرتضیٰ نظام شاہ بحری خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں کے مشورے سے واپس ہوا اور میران محمد شاہ فاروقی کے لشکر کو پراگندہ کر کے برہانپور پہنچا میران محمد شاہ مقابلہ کی تاب نہ لایا اور فرار ہو کر قلعہ آسیر میں پناہ گزیں ہوا مرتضیٰ نظام شاہ نے قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر کے حصار کو گھیر لیا اور دکنی لشکر خاندیس تاراج کرنے میں مشغول ہوا میران محمد شاہ فاروقی مضطرب ہوا اور اسی تفصیل کے ساتھ جیسا کہ قبل ازیں معرض بیان میں آچکا ہے صلح کی کوشش کی اور چھ لاکھ مظفری کہ تقریباً تین لاکھ تنکہ نقرہ ہوتا ہے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کے وکیل السلطنت چنگیز خاں اصفہانی کو دیکر اہل لشکر کو رضامند کر لیا احمد نظام شاہ نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا اور احمد نگر کو واپس ہوا۔

سنہ ۹۸۴ھ میں میران محمد شاہ علیل ہو کر فوت ہوا اور اس کا فرزند حسن خاں فاروقی جو طفل نابالغ تھا حکمراں قرار پایا لیکن اس کے چچا راجہ علی خاں فاروقی بن مبارک نے جو جلال الدین اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا اپنے بھائی کی علالت کی خبر سنی اور آگرہ سے خاندیس روانہ ہوا رعایا نے اس کو اپنا فرمانروا تسلیم کر کے حسن خاں فاروقی کو معزول کیا۔

ذکر میران راجہ علیخاں بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خان جہاں فاروقی

راجہ علی خاں فاروقی نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان کے تمام مشہور و وسیع صوبے بنگالہ سے سندھ و مالوہ و گجرات تک جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آچکے تھے راجہ علی خاں فاروقی نے دوراندیشی سے کام لیا اور شاہ کا لفظ اپنے نام میں داخل نہ کیا راجہ علی خاں فاروقی اپنے کو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کا ایک باجگذار سمجھ کر تحائف و ہدایا ارسال کر کے اپنے خلوص کا

اظہار کیا کرتا تھا اسی کے ساتھ شاہان دکن سے بھی ارتباط و اتحاد کو قائم رکھکر ان کو بھی اپنے سے خوش رکھتا تھا یہ فرمانروا عادل و عاقل و عالم و شجاع تھا اور تمام منہیات سے پرہیز کرتا تھا راجہ علی خاں اکثر اوقات متقی مذہب علما و فضلا کے مجالس میں بیٹھتا تھا اور ملک کی اصلاح و امن و امان کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

راجہ علی خاں اطمینان خاطر و فراغت کے ساتھ مہمات جہانبانی میں مشغول تھا کہ ۹۹۲ھ میں اس بنا پر کہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری گوشہ نشیں ہو چکا تھا مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے وکیل السلطنت صلابت خاں اور اس کے سپہ سالار برار سید مرتضیٰ میں نزاع واقع ہوئی اور احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلہ پر مہم کا خاتمہ جنگ پر ہوا صلابت خاں کی فتح ہوئی اور سید مرتضیٰ خاں مع بارہ امیروں کے فراری ہو کر برار میں آیا سید مرتضیٰ کو یہاں بھی صلابت خاں کے ملازمین کے تعاقب کی بنا پر قیام میسر نہ ہو سکا اور برہانپور وارد ہوا۔

راجہ علی خاں چونکہ جانتا تھا کہ سید مرتضیٰ اور اس کے ہمراہی بالیقین دادخواہی کی غرض سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں جائیں گے اور مغل لشکر کو بغرض انتقام اپنے ہمراہ لے آئیں گے اس راجہ نے سید مرتضیٰ کو آگرہ جانے سے روکا سید مرتضیٰ اس امر کو بخوبی سمجھ گیا اور بغیر راجہ علی خاں کے مشورہ کے برہانپور سے کوچ کر کے سید اسیا واموال کے آگرہ روانہ ہوا راجہ علی خاں نے لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ خواہ بخوشی و خواہ بجبر جس طرح بھی ممکن ہو ان کو آگرہ جانے سے مانع ہو کر واپس لائیں خاندیسی فوج سید مرتضیٰ کے قریب پہنچی اور اس سے معاودت کی استدعا کی سید مرتضیٰ نے قبول نہ کیا اور فریقین صف آرائی کر کے جنگ میں مشغول ہوئے اور خداوند خاں مولد کی شجاعت وبہادری کی وجہ سے خاندیسی فوج کو شکست ہوئی خاندیسی فوج ان کی مخالفت سے باز آئی لیکن حریف کے مال و اسباب کے تاراج کرنے میں مشغول ہو گئی اور تقریباً سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا سید مرتضیٰ سبزواری اور خداوند خان حبشی کامیاب و بامراد آب نربدا کے پار اتر گئے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے امیر راجہ علی خاں فاروقی کی شکایت کو صلابت خاں کی شکایت کا ضمیمہ بنا کر بادشاہ سے دادخواہ ہوئے

اکبر بادشاہ ہمیشہ تسخیر دکن کے خیال میں وقت فرصت کا منتظر تھا بادشاہ نے سید مرتضیٰ اور خداوند خاں اور تمام دکن کے امیروں کو عمدہ جاگیریں اور مناصب دیکر ان کو

حصول مقصد میں کامیابی کی امید دلائی راجہ علی خاں اکبر بادشاہ سے خوف زدہ ہوا اور ان ہاتھیوں کو جو اس نے سید مرتضیٰ اور دیگر دکنی امیروں سے چھین لیا تھا اپنے معتبر ملازمین کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت روانہ کرکے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرکے معذرت چاہی چونکہ اس سے چند دنوں پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا برادر حقیقی بھی احمد نگر سے اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اور امداد طلب کی تھی راجہ علی خاں کے ہاتھیوں کے روانہ کر دینے سے کوئی فائدہ مترتب نہ ہو سکا۔

بادشاہ نے اسی وقت یعنی ۹۹۳ھ میں برہان نظام شاہ ثانی اور سید مرتضیٰ اور خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو خان اعظم میرزا عزیز کوکہ حاکم مالوہ کے پاس روانہ کیا اور خان اعظم کو حکم دیا کہ خان اعظم جماعت مذکورہ کے ہمراہ دکن میں داخل ہو کر ملک کو فتح کرے خان اعظم شادی آباد مندو کے باہر آیا اور مالوی اور دکنی امرا و لشکر کے ہمراہ برار کا رخ کیا۔ میرزا محمد تقی نذیری جو طبقہ سادات سے تھا مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب سے سرلشکر مقرر ہو کر میرزا عزیز کوکہ کی مدافعت کے لئے سرحد خاندیس میں آیا خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا اس کو اکبر بادشاہ کی موافقت کی ہدایت کی اسی زمانہ میں میرزا محمد تقی بھی آسیر میں آیا اور راجہ علی خاں کو مرتضیٰ نظام شاہ کی جانب مائل کرنا چاہا راجہ علی خاں اس معاملہ میں متحیر ہو گیا اور چند روز کے بعد شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کی اور مع اپنے تمام لشکر کے مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دیا راجہ علیخاں فاروقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سوار اور بیشمار توپ خانہ کے ساتھ ہندیہ کی جانب جو مغل افواج کا لشکر گاہ تھا روانہ ہوئے اور مغل لشکر کے ایک کوس کے فاصلہ پر مقیم ہو گئے راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی نے باہم یہ قرار داد کی کہ دوسرے دن لڑائی شروع کر دیں اتفاق سے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے اس وقت جنگ میں مصلحت نہ دیکھی اور رات کے وقت مشعلوں اور خیموں کو جا بجا چھوڑ کے دوسری راہ سے برار کا رخ کیا مغل افواج مالاپور اور ایلچپور کو تباہ کرکے اسی جگہ مقیم تھی کہ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں تعاقب کرتے ہوئے اس نواح میں آئے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ نے دوبارہ بھی جنگ و مقابلہ کو مناسب خیال نہ کیا اور ندربار کی راہ سے اپنے لشکر گاہ کو واپس آیا۔

راجہ علی خاں فاروقی کو مغل لشکر کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کیا اور خود برہانپور واپس آیا راجہ علی خاں فاروقی نے اس کے شکریہ میں بیشمار روپیہ فقرا و مستحقین کو تقسیم کیا برہان نظام شاہ ثانی نے دیکھا کہ اس وقت تدبیر موثر نہ ہو سکی اور مجبوراً اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زندگی اطمینان کے ساتھ بسر کرنے لگا

سنہ ۹۹۹ھ میں برہان نظام شاہ کا فرزند اسمٰعیل نظام شاہ بحری جو دکن میں تھا احمد نگر کا فرمانروا ہوا برہان نظام شاہ ثانی جیسا کہ اس کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے اپنے ملک موروثی کی طمع میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی تجویز سے ہندیہ میں جو اس کی جاگیر تھی وارد ہوا برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں فاروقی سے امداد طلب کی راجہ علی خاں نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورہ سے جو اس زمانہ میں دکن کی مہمات کا عقدہ کشا سمجھا جاتا تھا اس امر کو قبول کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کی امداد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا جمال خاں مہدوی جو اس وقت احمد نگر کا با اختیار حاکم تھا اسمٰعیل نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر برہانپور روانہ ہوا راجہ علی خاں فاروقی نے اپنی ذاتی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے لشکر کو درست کیا اور برہان نظام شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر سرحد برار کی جانب روانہ ہو گیا راجہ علی خاں نے جب تک کہ جمال خاں یہاں پہنچے براری امیروں کو وعدہ وعید کیا تھا برہان نظام شاہ ثانی کی جانب سے مطمئن کر کے امراء کو برہان شاہ کے پاس لے آیا اس زمانہ میں جمال خاں مہدوی نے گھاٹ روہنگر کو عبور کیا اور فریقین ایکدوسرے کے قریب ہو گئے ہر فریق نے اپنے لشکر و صفوں کو درست کیا اور بے حد شدید و عظیم الشان جنگ واقع ہوئی فریقین ثابت قدم رہے اور میدان کارزار سے قدم نہ اٹھائے اتفاق سے بندوق کی گولی جمال خاں مہدوی کے جسم پر لگی جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

اور حریف میدان جنگ سے فراری ہوئے برہان نظام شاہ بحری ثانی اور راجہ علی خاں فاروقی کامیاب و بامراد جشن عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے جشن کے اختتام کے بعد ایکدوسرے سے رخصت ہو کر برہان نظام شاہ بحری احمد نگر اور راجہ علی خاں فاروقی برہانپور واپس آ گئے۔

سنہ ۱۰۰۳ھ میں برہان نظام شاہ نے وفات پائی اور شاہزادہ سلطان مراد بن جلال الدین محمد اکبر بادشاہ و میرزا عبدالرحیم المخاطب بخانخانان ولد بیرم خاں ترکمان

ولایت نظام شاہیہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے راجہ علی خاں فاروقی نے بھی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حکم کے مطابق مع اپنے جرار لشکر کے خانخاناں کی ہمراہی اختیار کی شہزادہ و میرزا عبدالرحیم خانخاناں احمد نگر پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا موسم برسات کی وجہ سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی آخر کار شہزادہ و خانخاناں نے اس شرط پر صلح قرار دی کہ برار پر اکبر شاہی قبضہ ہو اور احمد نگر نظام شاہ سے متعلق رہے۔

اس صلح و قول و قسم کے بعد شہزادہ اور خانخاناں برار پر قابض ہو گئے اور راجہ علی خاں کو آسیر و برہانپور جانے کی اجازت دی قلیل مدت اس طرح گذری ہو گی کہ دکنیوں نے اتفاق کر کے ارادہ کیا کہ برار چغتائی لشکر کے قبضہ سے نکال لیں دکنی ہجوم کر کے سہیل خاں خواجہ سرا کی سرکردگی میں آب گنگ کے کنارے قصبہ سون پت میں آ گئے خانخاناں نے شہزادہ کو اپنے ہمراہ لیا اور راجہ علی خاں اور تمام مغل امیروں کے ہمراہ سہیل خاں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا جنگ کے بعد خانخاناں کو فتح ہوئی لیکن راجہ علی خاں فاروقی جو دکنیوں کی آتشباری کا مد مقابل تھا مع اکثر خاندیسی امیروں کے جل کر خاک ہو گیا چنانچہ اس کی لاش برہانپور میں لاکر دفن کر دی گئی راجہ علی خاں فاروقی نے اکیس سال حکومت کی۔

ذکر حکومت بہادر خاں فاروقی اور دولت فاروقیہ برہانپوریہ کا خاتمہ۔

راجہ علی خاں فاروقی ۱۰۰۵ھ میں فوت ہو گیا میرزا عبدالرحیم خانخاناں کی تجویز اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے فرمان کے مطابق راجہ علی خاں کا فرزند باپ کا جانشین ہوا اور اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی چونکہ یہ خفیف العقل و ناتجربہ کار تھا لہذا چنگ و بوزہ و افیون و مے خواری کی علت میں گرفتار ہوا بہادر خاں نغمہ نوازی اور زنان مطربہ کی صحبت کا بے حد شایق تھا بہادر خاں نے آب تپتی کے کنارے برہانپور کے مقابلہ میں ایک شہر موسوم بہ بہادر پور کی بنا ڈالی اور اس کی تعمیر میں بے حد کوشش کی بہادر خاں باوجود سپاہ مغل کی ہمسائگی کے دولت و ملک کے انتظام و تدبیر سے غافل ہو گیا اور بیشتر اوقات زنان مطربہ و سازندوں کی صحبت میں عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا یہ فرمانروا روزانہ اسی طریق سے اپنی زندگی بسر کرتا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا یہاں تک کہ سلطان مراد ولد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

نے بلدہ شاہ پور میں جو خود اس کا آباد کیا ہوا تھا وفات پائی اور بادشاہ نے شہزادہ دانیال کو صوبہ دکن کی حکومت پر فائز فرمایا ۔

شہزادہ دانیال دکن میں تشریف لائے بہادر خاں نے اپنے والد کی روش کے خلاف عمل کیا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے شہزادہ دانیال کی ملاقات کے لئے نہ گیا بہادر خاں نے اپنی بدبختی سے جس زمانے میں کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ خود بنفس نفیس تسخیر دکن کے لئے شادی آباد مندو میں تشریف لائے تو بہادر خاں نہ استقبال کے لئے گیا اور نہ ملاقات کی بلکہ قلعۂ آسیر میں داخل ہوکر سامان قلعہ داری مہیا کر کے برج و بارہ کو مستحکم کیا اور اپنی سفاہت و بے تمیزی سے آئین سیاست کے خلاف ہوشیاری و دور اندیشی سے کام نہ لیا اور علاوہ سپاہیوں اور شاگرد پیشہ اور ضروری ملازموں کے اٹھارہ ہزار افراد رعایا اور بقال وغیرہ کو بھی قلعہ میں داخل کر کے ہاتھی اور گھوڑے اور گائیں اور بھینسیں اور بکریاں اور بھیڑ اور مرغ و کبوتر کو بھی قلعے کے اوپر لے گیا ۔

مؤلف کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد شریف سے معلوم ہوا کہ قلعہ کے فتح ہونے کے بعد جب ہم نے اہل قلعہ کو شمار کیا تو اسی ہزار مرد و عورت قلعہ سے باہر نکلے ان کے علاوہ چالیس ہزار انسان محاصرہ کے زمانہ میں نذر اجل ہو چکے تھے اسی پر تمام حیوانات کو باعتبار ان کے اقسام کے قیاس کر نا چاہیئے الغرض شاہی لشکر برہانپور میں آیا اور بادشاہ کو بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا بادشاہ نے احمد نگر کی روانگی کو ملتوی فرمایا اور شہزادہ دانیال اور خانخاناں کو احمد نگر کی مہم پر متعین فرماکر خود برہانپور میں قیام فرما ہوئے اور امیروں کو آسیر کے محاصرہ کا حکم دیا ایام محاصرہ نے طول کھینچا اور دس ماہ گذر گئے اور قلعہ کی آب و ہوا آبادی کی کثرت سے متعفن ہو گئی اور حصار کے اندر وبا پھیلی اور انسان و حیوان ضایع ہونے لگے جس سے اہل قلعہ بے حد مضطرب ہو گئے ۔

اسی اثناء میں اہل قلعہ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ اکبر بادشاہ نے ایک جماعت کو جو طلسمات و افسون سے ماہر ہیں مقرر کر دیا ہے کہ چند عملیات سے جو قلعہ کی فتح کا باعث ہو سکیں کام لیں اور بادشاہ خود بھی تسخیر حصار کی غرض سے تسخیر پڑھ رہے ہیں اہل قلعہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عمل آفتاب سے متعلق اور دشمن کی بربادی و اپنی فتوحات کا باعث اور جو بادشاہ اکے تجربہ میں بارہا آچکا ہے اس پر اس زمانہ میں بھی عمل فرمایا اور یہ وباء

اموات اسی تسبیح کے اثرات ہیں غرض کہ بہادر خاں اور اس کے مقربین اس خبر کو سنکر بدست و پا ہو گئے اور عقل سلیم کو ہاتھ سے کھو بیٹھے اور انسان و حیوان کی کثرت تعداد کو جو وبا کا باعث تھی کمی کرنے کی کوشش نہ کی علاوہ اس کے ہر چند محافظان قلعہ نے اپنے افلاس و پریشانی اور غلہ و نقد وقہ کے کمی کی شکایت بادشاہ کے ناظم کی لیکن بہادر خاں نے ان کے حال پر کوئی توجہ نہ کی اور کار آمد و جنگی ملازمین کو اپنی غفلت سے پریشان حال رکھا آخر کار یہ جماعت تنگ و عاجز آکر قلعہ کی حفاظت سے کنارہ کش ہو گئی اکبر بادشاہ نے محاصرہ میں سختی و تنگی سے کام لیا اور قلعہ مالیگر پر جو قلعۂ آسیر کے متصل ہے قابض ہو گئے۔

بہادر خاں فاروقی نے باوجود اس کے کہ دس سال کا ذخیرہ قلعہ میں رکھتا تھا اور حصار نقود و اجناس و خزائن سے بھرا ہوا تھا لیکن ایک شی بھی کسی کو نہ دی اس وجہ کی بنا پر اہالی قلعہ نے اتفاق کر کے یہ قرار داد کی کہ بہادر خاں کی مخالفت کریں اور اس کو مع اس کے مقربین کے گرفتار کر کے اکبر بادشاہ کے حوالہ کر دیں بہادر خاں اس راز سے آگاہ ہو گیا اور اپنے ارکان دولت آصف خاں و میرزا جعفر وکیل خان وغیرہ سے مشورہ کیا ارکان دولت نے بالاتفاق جواب دیا کہ مرض و اموات میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور عزیز جانیں ضائع ہو رہی ہیں اب اس وقت فوج کو غلہ و اسباب و مدد خرچ دیکر ہم بیماری و وبا کو دفع نہیں کر سکتے اور نہ ان امور پر عمل کرنے سے اکبر ایسے عالی مرتبہ بادشاہ کے پنجۂ غضب سے نجات پا سکتے ہیں بہتر یہ ہے کہ آپ جان و مال کی امان طلب کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ بادشاہ کے سپرد کر دیں۔

بہادر خاں فاروقی کو یہ رائے پسند آئی اور خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کی وساطت سے اس نے امان طلب کی بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور بہادر خاں اس کو غنیمت سمجھ کر خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے ذریعہ سے قلعہ سے نکل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بہادر خاں کے قلعۂ آسیر کو جس میں دس سال کا ذخیرہ اور نقد موجود تھا اور جس کی فتح جبراً و قہراً ایک بیک ناممکن تھی مع خزانہ کے بادشاہ کے ملازمین کے سپرد کر دیا۔

مولف نسخہ ہذا ۱۰۲۳ھ میں خواجہ حسن تربتی دیوان دار شہزادہ دانیال کے ہمراہ قلعہ کے اوپر گیا اور قلعہ کی سیر کی حصار کی اصل حالت یہ ہے کہ ایک پہاڑ نہایت بلند ہے اور اس پہاڑ کے اوپر آدھ کوس یا کچھ زیادہ سطح و ہموار زمین ہے اور اس سطح زمین میں چند چشمے جاری ہیں علاوہ ان چشموں کے چند حوض بھی ہیں جو پانی کے ذخیرہ کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ اگر اتفاق سے خشک سالی ہو اور چشموں کا پانی کم ہو جائے تو حوض کا پانی جو استعمال میں آئے اور اہل قلعہ تشنہ لبی کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں زمین سطح کے دورپر جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے ایک حصار نہایت بلند و مستحکم تعمیر کیا گیا ہے اس حصار کا ایک حصہ آسا اہیر کا بنایا ہوا ہے اور بقیہ حصہ سلاطین فاروقیہ کا تعمیر کردہ ہے داخلہ کی راہ ایسی دشوار گذار راہ ہے کہ ایک پیادہ بے حد محنت و مشقت کے ساتھ قلعہ کے اوپر جا سکتا ہے گھوڑا بھی اسی صورت سے بلا سوار کے اوپر جا سکتا ہے چھوٹے ہاتھیوں کو رسیوں سے باندھکر بے انتہا احتیاط و حفاظت کے ساتھ اوپر لے جا سکتے ہیں حصار کے اندر خوش قطع و بلند عمارتیں و پرتکلف باغ و عمدہ حوض بیشمار ہیں اور مسجد جامع ایسے تکلفات و آراستگی کے ساتھ تعمیر کی گئی ہے کہ بڑے شہروں میں بھی اس کا مثل کمتر نگاہ سے گذرا ہے۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ اس قلعہ کو فتح کر کے آگرہ واپس تشریف لائے اور چونکہ بادشاہ غیر اسلامی عقائد پر مائل تھا اس نے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ مسجد کو توڑ کر بجائے اس کے بت خانہ بنایا جائے شہزادہ دانیال جو اس وقت برہان پور میں موجود تھا فرمان کے مضمون پر عمل نہ کیا اور غفلت کے ساتھ ٹال گیا خاکسار مولف نے ایک مرتبہ خواجہ ابوالحسن تربتی سے جس نے ہندوستان کے عظیم الشان قلعوں کو دیکھا ہے سوال کیا کہ کوئی قلعہ اس استحکام کا تمہاری نظر سے گذرا ہے خواجہ ابوالحسن تربتی نے جواب دیا کہ قلعہ رہتاس جو مشرقی ہندوستان میں واقع ہے اس قلعہ سے بھی زیادہ مستحکم ہے لیکن وسعت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا قلعہ رہتاس کی اندرونی وسعت پانچ چھ کوس ہے اور بارہ ہزار جنگجو سپاہی اس قلعہ کی حفاظت کر سکتے ہیں بہ خلاف اس کے قلعہ اسیر میں ایک ہزار جنگجو سپاہ قیام پذیر ہے۔

آسیر کے علاوہ سلاطین فاروقیہ نے ایک دوسرا حصار پہاڑ کی چوٹی پر حصار اول کے

دروازہ کے جانب تعمیر کیا اور حصار جدید میں متعدد دروازے نصب کر کے اس کو مالی گڑھ کے نام سے موسوم کیا جس وقت خاندیسی لشکر نے اپنے فرمانرواسے رنجیدہ ہو کر جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اکبری لشکر اس حصار پر قابض ہو گیا اگر مالیگڑھ میں بھی چند برج تعمیر کر دئے جائیں اور توپ و ضرب زن نصب ہوں اور اس حصار کی حفاظت صرف دو سو بندوقچی سپاہیوں کے سپرد کر دی جائے تو اس پر بھی قابض ہونا بے حد دشوار ہو جائے گا۔

غرض کہ ایسا قلعہ بآسانی اکبر بادشاہ کے قبضہ میں آگیا اور سلاطین فاروقیہ کی حکومت سنہ ۱۰۰۸ھ میں ختم و منقطع ہو گئی بہادر خاں کو اکبر بادشاہ اپنے ہمراہ دارالسلطنت لاہور میں لے آئے بہادر غریب کو اپنی مدت العمر دوبارہ سلطنت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا بہادر خاں اور اس کے فرزندوں کو بادشاہ کی سرکار سے تنخواہیں ملتی رہیں بہادر خاں نورالدین جہانگیر بادشاہ ولد اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت تک زندہ رہا اور سنہ [illegible]ھ میں بلدہ آگرہ میں اپنی اجل طبیعی سے فوت ہوا بہادر خاں نے صرف تین سال حکومت کی۔

ساتواں مقالہ

حکام شرقی اور پوربی کے حالات

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شرقی اور پوربی دونوں لفظ مترادف ہیں ایک عربی ہے اور دوسرا ہندی۔ اہالیان ہندوستان نے شرقی دہلی کی حکومت کو بہت وسیع دیکھ کر امتیاز پیدا کر دیا ہے۔ حاجی پور ونربہت اور دیگر اس نواح کے صاحب سکہ وخطبہ بادشاہوں کو سلاطین شرقی کہتے ہیں اور ہنگامہ وسنارگاؤں لکھنوتی بہار اور جہانگیر اور دیگر بلاد کے والیان ملک کو سلاطین پوربیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

سلاطین پوربی یا والیان بنگالہ کا ذکر

واضح ہو کہ ہندوستان کی معتبر تاریخوں میں سلاطین پوربی اور شرقی کے حالات مفصل مرقوم نہیں ہیں۔ میری تالیف کا ماخذ تاریخ الفی ہے جو البادی ملا احمد تہوی کی تصنیف ہے۔ میں نے سوا اس تاریخ کے دوسری روایتوں سے بحث نہیں کی ہے اگر واقعات میں اختلاف اور لغزش نظر آئے تو ناظرین بشر سمجھکر مجھے معاف فرمائیں۔

محمد مختار کا ولایت بہار اور بنگالہ پر قبضہ۔

اسلامی فرمانروائی میں جس شخص نے سب سے پہلے اس ملک کو فتح کر کے وہاں دین اسلام کو رواج دیا محمد مختار خلجی ہے۔ یہ شخص اکابر بلاد غور کی نسل سے تھا اور سلطان غیاث الدین

سام کے عہد میں غزنین آیا اور تھوڑے زمانہ کے بعد ہندوستان وارد ہوکر ملک معظم حسام الدین بعلبک کی خدمت میں جو سلطان شہاب الدین غوری کا نامی امیر تھا حاضر ہوا اور اس کی کوشش سے محمد بختیار نے کئے پر گئے میان دوآب کے جاگیر میں حاصل کئے۔ چونکہ اس کے چہرہ سے شجاعت اور مردانگی کے آثار ہویدا تھے کنپلہ اور پٹیالی بھی اس کے سپرد کردئے گئے۔ محمد بختیار بے حد عاقل اور شجاع تھا اور اسکی ہیئت عجیب وغریب واقع ہوئی تھی چنانچہ منجملہ ان غرایب کے ایک امر یہ ہے کہ جب اپنے ہاتھوں کو دراز کرتا تو انگلیوں کے جوڑ زانوں سے گزر جاتے تھے۔ محمد بختیار بہار اور منیر کو ہمیشہ تاخت وتاراج کرکے بے شمار مال غنیمت حاصل کرتا اور اس نواح کے سرکشوں کو پامال اور تباہ کیا کرتا تھا تھوڑی ہی زمانے میں اس کے پاس اسباب شوکت وعظمت بہت زیادہ ہوگیا اور غور وغزنین اور خراسان کی ایک جماعت کثیر جو ہندوستان میں آکر ادھر اودھر پراگندہ تھی اس کی سخاوت کا شہرہ بلند ہوتے ہی محمد بختیار کے دامن میں پناہ گزین ہوئی سلطان قطب الدین ایبک کو بھی اس کے حال سے اطلاع ہوئی اور اس نے محمد بختیار پر نظر عنایت کرکے لوازم شاہانہ اس کے لئے بہار روانہ کئے۔ محمد بختیار بادشاہ کی ایسی توجہ سے اور زیادہ قوی ہوا اور اس نے ملک بہار کو لشکریوں کے تاخت وتاراج سے صاف اور حصار بہار کو فتح کرکے اہالی شہر کو جو برہمن مرتاض تھے اور داڑھی اور مونچھ منڈاکر زندگی بسر کرتے تھے تہ تیغ کیا۔ ان کی مذہبی کتابیں دستیاب ہوئیں لیکن ان کتابوں کا پڑھنے اور سمجھانے والا نہ ملا۔ روایت یہ ہے کہ یہاں کے باشندے غیر مسلم تھے اور حصار کے تمام رہنے والے غیر مسلموں کے مدرس تھے۔ ہندی زبان میں مدرسہ کو بہار کہتے ہیں اور چونکہ یہ مقام ہندوں کے علوم وفنون کا مرکز تھا بہار کے نام سے موسوم ہوگیا اس واقعے کے بعد محمد بختیار بے شمار مال غنیمت کے ساتھ قطب الدین ایبک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دہلی پہنچکر بادشاہ کی عنایتوں اور شاہانہ نوازش سے

سرفراز کیا گیا محمدؐ بختیار ایسا عالی مرتبہ ہوا کہ اس کے معاصرین اس پر رشک و حسد کرنے لگے
حاسدوں نے قطب الدین ایبک کے دربار میں محمدؐ بختیار کی بابت حقارت انگیز گفتگو شروع کی
ایک روز ان حاسدوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ محمدؐ بختیار فیل مست سے جنگ کرنے کا مدعی ہے
روضتہ الصفا کی روایت کے مطابق محمدؐ بختیار نے ایک فیل سفید سے جو اندنوں مست ہو گیا
تھا نبرد آزمائی کی۔ سلطان قطب الدین ایبک نے اول تو محمدؐ بختیار کے خوف ہلاکت کا خیال
کر کے اس آزمائش سے انکار کیا لیکن آخر کار اپنے مقربان دربار کے اصرار سے اس پر راضی
ہوا ایک دن بادشاہ قصر دہلی میں بیٹھا اور دربار آراستہ کر کے خاص و عام سب کو باریابی
کا شرف دیا گیا۔ لوگوں نے ایک ہاتھی بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان
کا کوئی فیل اس جانور کا مقابلہ نہیں کر سکتا سلطان قطب الدین نے کہا بہتر ہے یہی موقعہ
ہے اگر دعویٰ جوانمردی ہو تو اس کے سامنے آؤ محمدؐ بختیار نے یہ سنکر اپنے غیرت مندی
اور جوانمردی کے لحاظ سے یہ کہنا مناسب نہ خیال کیا کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے اسی وقت
مستعد ہو کر اور اس ہاتھی کو فیل شطرنج تصور کر کے ایک گرز گراں اپنے ہاتھ میں لیا
اور اسی کے سامنے آیا محمدؐ بختیار نے ہاتھی کے دونوں دانتوں کے درمیان اس کی
سونڈ پر ایسا گرز مارا کہ اس کی ضرب سے دانت کی جڑوں پر سخت چوٹ آئی محمدؐ بختیار
نے ارادہ کیا کہ دوسرا گرز اسپر لگائے کہ ہاتھی نے نعرہ کیا اور الٹے پاؤں امیر کے سامنے
سے بھاگا حاضرین اور حاسدین حیرت سے انگشت بدنداں ہوئے اور میدان کے
ہر گوشے سے صدائے تحسین و آفریں بلند ہوئی قطب الدین ایبک نے محمدؐ بختیار کی
قدر افزائی کی اور اسی دربار میں بے حساب نقد و جنس اسے عطا فرمایا محمدؐ بختیار دربار شاہی
سے باہر آیا اور اپنی عالی ہمتی سے تمام نقد و جنس اہل دربار کو عطا کیا اور خود بادشاہ کا خلعت
پہنے ہوئے اپنے مکان واپس گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے محمدؐ بختیار کو بہار اور
لکھنوتی کی حکومت اور سراپردہ سرخ مع طبل و علم کے عطا فرمایا۔ بعضوں نے یہ لکھا
ہے کہ لکھنوتی سے مراد وہ حصہ ہندوستان ہے جو گور و بنگال سے لے کر دریائے نیرگ
تک پھیلا ہوا ہے لیکن دوسری روایت یہ ہے کہ گور سے سرحد بہار تک لکھنوتی ہے اور
گور کی دوسری جانب سے بنارس اور دریائے گنگ کا ملک بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے
مختصر یہ کہ محمدؐ بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنوتی کے فتح کرنے میں

کوشش کرنے لگا۔ جب اس حصہ ملک پر لکھمنیہ پسر راے لکھمن حکمران تھا۔ مورخین لکھتے
ہیں کہ رائے لکھمنیہ کا تختگاہ لکھنوتی کا ایک شہر نودیا تھا۔ راجہ کی زوجہ بیحد عقلمند اور
صاحب فہم و فراست تھی یہ رانی حاملہ ہوئی اور وضع حمل کے آثار نمایاں ہوئے۔ نودیا کے
نجومی جو سب کے سب برہمن تھے مولود کا زائچہ تیار کرنے کے لئے محل میں حاضر ہوئے اس گروہ نے
بالاتفاق یہ کہا کہ اگر اس ساعت میں لڑکا تولد ہوگا تو بڑا شقی اور بدنصیب ہوگا اور اگر
ولادت دو ساعت کے بعد واقع ہوگی تو مولود صاحب اقبال ہو کر عرصہ تک حکمرانی
کریگا۔ رانی نے یہ تقریر سنی اور کہا کہ اس کی دونوں پاؤں باندھ کر ساعت سعید کے آنے تک
اس کو سرنگوں آویزاں کردیں رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ساعت سعید میں فرزند
پیدا ہوا۔ عورت نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی وفات پائی اور راجہ لکھمن اور ارکین دولت
نے پسر کو لکھمنیہ کے نام سے موسوم کرکے اس کو ایک دایہ کے سپرد کیا یہ پسر جوان ہو کر
باپ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا اور اسی سال بیحد عدل و انصاف کے ساتھ بہت وسیع
اور معمور حصہ ملک پر حکمرانی کرتا رہا راجہ لکھمنیہ نے انصاف کو اپنا شعار بنایا اور کبھی ظلم و
تعدی کے گرد نہیں پھٹکا اس کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کا انعام کبھی ایک لاکھ روپیہ
سے کم نہیں ہوتا تھا۔

قاضی منہاج السراج جرجانی لکھتے ہیں کہ نجومیوں کے اور برہمنوں کے گروہ نے
راجہ لکھمنیہ سے عرض کیا کہ قدیم کتابوں میں مرقوم ہے کہ فلاں تاریخ یہ ملک ترکوں کے
قبضہ میں چلا جائے گا یہ زمانہ اب نزدیک آگیا ہے بہتر ہے کہ تم بھی ہماری موافقت
کرو تاکہ رعایا اور راجہ سب ایکبارگی جلاوطن ہو کر ترکوں کے ہاتھ سے نجات پائیں۔
راجہ نے کہا کہ جو شخص سرگروہ لشکر اسلام ہے ان کی علامت بھی کتابوں میں مرقوم ہے
یا نہیں برہمن نے جواب دیا کہ ہاں معتبر تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ اس ملک کے فاتح کا
ہاتھ اس قدر دراز ہوگا کہ اگر وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوگا تو اس کی انگلیاں پاؤں
کی پنڈلیوں تک پہنچ جائیں گی۔ راجہ لکھمنیہ نے اپنے معتمد درباریوں کو ایسے شخص
کی شناخت اور جستجو میں روانہ کیا۔ بڑی تلاش کے بعد محمد بختیار اس صفت کا انسان
پایا گیا اور راجہ کو اس کی اطلاع دی گئی اور راجہ اور برہمنوں میں ایک شورش اور اضطراب
پیدا ہوا اور وہ سب سمجھے کہ نوشتہ کتاب کے مطابق اب ملک کی تباہی کا وقت آگیا ہے

برہمن تو جلد سے جلد جگناتھ کا مرود اور بنگالہ کے سرحدی شہروں میں جلا وطن ہو گئے لیکن راجہ
نے اپنے موروثی ملک کی مفارقت نہ گوارا کی اور برہمنوں کا ساتھ نہ دیا اسی دوران میں محمد بختیار
نے راجہ کی مملکت پر دھاوا کیا۔ اور اسقدر جلد سفر کی منزلیں طے کیں کہ راجہ کو اسکے حملہ کی خبر پہنچنے
سے قبل ہی محمد بختیار اسکے سر پر پہنچ گیا۔ راجہ کے سامنے دسترخوان چنا جا رہا تھا کہ اسے اطلاع ہوئی کہ
حریف قصر شاہی کے قریب آ گیا لکھمنیہ پریشان ہو کر محل کے عقب کے دروازے سے جو پس پشت
واقع تھا فرار ہو گیا اور اسی زمانے میں راہی عدم ہو گیا محمد بختیار نے شہر نودیا کو جو بنگالہ اور لکھنوتی کے
درمیان واقع ہے ایسا تباہ اور برباد کیا کہ اس کے آثار بالکل منہدم ہو گئے اور لکھنوتی کے ساتھ
ہی ساتھ بنگالہ کے اکثر پرگنوں پر بھی قبضہ کر کے ان ممالک کے علاوہ جاجنگر بہار دیوکوٹ
اور بارسول کا خطبہ وسکہ اپنے نام کا جاری کیا محمد بختیار نے بنگالہ کی سرحد پر بجائے
شہر نودیا کے ایک نیا شہر آباد کیا اور اسے رنگ پور کے نام سے موسوم کر کے اپنا تختگاہ
مقرر کیا اس شہر میں مساجد اور خانقاہیں اور مدارس تعمیر کئے گئے اور بجائے مذہب ہنود
کے احکام اسلام رائج ہوئے۔ اس زمانے میں جو مال غنیمت محمد بختیار کے ہاتھ آیا اس میں
سے بہترین اشیاء سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں روانہ کر کے اپنے حسن عقائد
اور پاکیزہ نفسی کو دنیا پر ظاہر کر دیا چند سال کے بعد تک تمام ولایات اس کے قبضے
میں آ گیا اور بنگالہ کے راجہ اور زمیندار اس کے مطیع ہو گئے اور اس نے دیکھا کہ ستارۂ اقبال
روز بروز ترقی کر رہا ہے محمد بختیار کو تبت اور ترکستان کے فتح کرنے کی ہوس ہوئی اور
اپنے سپہ سالار محمد شیر خاں خلجی کو جاجنگر لکھنوتی اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لئے اپنا
نائب مقرر کیا اور اس کے بھائی کو بھی جو اداکے کبار کے گروہ میں داخل تھا اس کا معاون
اور مشیر مقرر کیا اسی طرح علی مردان خلجی کو بھی جو ایک نامی امیر فوج تھا بارسول اور دیوکوٹ
کے انتظام پر مقرر کیا اور خود بارہ ہزار آزمودہ کار سپاہیوں کی جمعیت سے ان کوہستانوں کی طرف
جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان واقع ہے روانہ ہوا۔ ان کوہستانوں کے باشندے تین قسم
کے ہیں ایک منج دوسرے کونچ اور تیسرے بہار لیکن یہ تینوں قومیں شکل و شمائل میں
ترک معلوم ہوتی ہیں اور ایک ایسی زبان بولتے ہیں جو ترکی اور ہندی سے ملتی جلتی
ہے۔ محمد بختیار نے منج قوم کے ایک زمیندار کو جو سرحدی ہندوستان کا
باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر اسلام قبول کر چکا تھا راہبری

کے لئے اپنے ساتھ لیا۔ یہ شخص محمد بختیار کو ابردہن نام ایک شہر میں لایا
اس شہر کے سامنے ایک نہر جاری تھی نہر دریا کی طرح بڑی اور عرض و عمق
میں گنگا کی چوگنی تھی اس نہر کا نام بمکری تھا کہتے ہیں کہ جب گشتاسپ نے
ترکستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کیا تو ابردہن شہر کو آباد کر کے اس
ندی پر جس پر سے گذرنے کے لئے دس روز درکار ہیں ایک تختہ پل باندھا
اور دریا کو عبور کر کے کامرود پہنچا۔ محمد بختیار نے علی منج کی رائے سے
بالائے آب کے راستے کو اختیار کیا اور دروں اور پہاڑوں کے
درمیان سے راہ طے کرتا ہوا اس پل کے پاس پہنچ گیا اور اپنے دو امیروں
کو جس میں سے ایک ترک اور دوسرا خلجی تھا پل کی حفاظت پر متعین کیا اور
خود دریا کو پار کر کے تبت وارد ہوا۔ کامرود کا راجہ محمد بختیار کی زبردستی
سے آگاہ ہوا اور غائبانہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے لگا راجہ کو
خبر ہوئی کہ محمد بختیار نے دریا کو عبور کر لیا ہے اس کے پاس اپنے
ایک معتمد امیر کو روانہ کیا اور تبت کے راستے کے خطرات اور دشواری
اور سرحدی قلعوں کے استحکام سے اسے آگاہ کر کے یہ رائے دی کہ امسال تبت
کی تسخیر کو ملتوی کرے دوسرے سال راجہ خود مسلمانوں کے لشکر کا راہبر بن کر تسخیر
شہر میں مدد دے گا۔ محمد بختیار کے سر پر ادبار آچکا تھا اس نے راجہ کی نصیحت
قبول نہ کی اور جلد سے جلد تبت روانہ ہوا اور پندرہ روز سخت پہاڑوں کا راستہ
طے کر کے سولھویں دن ایک عظیم جنگل میں پہنچا اس کے بعد دیکھا کہ ملک معمور
اور آباد ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے شہر اور قلعہ کا محاصرہ کر کے تاخت و تاراج
کرنا شروع کیا شہر کے باشندوں نے اپنی اجتماعی قوت سے مقابلہ کیا اور صبح سے
شام تک جنگ آزمائی کر کے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور قلعے اور
شہر سے باہر نکال دیا۔ ان باشندوں کے ہتیار پارہ پارہ تھے چنانچہ جوشن
و سپر و خود وغیرہ کے مختلف قطعات ان کے جسم پر بندھے ہوئے
تھے اور تیر اندازی میں بیحد مشاق تھے ان کی کمانیں بیحد بلند اور خانہ دار
تھیں اور شاذ و نادر نیزہ کا استعمال کرتے تھے۔ محمد بختیار اس رات قلعے کے

گر و مقیم ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس ملک کے خصوصیات دریافت
کرنا شروع کیں محمد بختیار کو معلوم ہوا کہ یہاں سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر
ایک شہر کرسین نام واقع ہے جہاں پچاس ہزار خونخوار ترک نیزہ باز آباد ہیں
اور ہر روز پندرہ سو گھوڑے شہر کے بازار میں فروخت ہوتے ہیں جس قدر
گھوڑے بنگالہ اور لکھنوتی وغیرہ میں جاتے ہیں سب یہیں خریدے جاتے
ہیں۔ مسلمان راستہ کی دشواری اور جنگ آزمائی سے بیحد خستہ اور ماندہ تھے
اور اتنے بڑے جرار لشکر کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکتے تھے تھوڑی رات
باقی رہے وہاں سے کوچ کر کے واپس ہوئے۔ تبت کے باشندوں نے
عبور کرنے کے مقامات پر آگ لگا دی تھی اور غلہ اور چارہ بھی بہت کم دستیاب
ہوتا تھا۔ محمد بختیار بڑی محنت اور مشقت کے بعد کامرود پہنچا اور دیکھا کہ پل
دونوں امیروں کے وجود سے خالی ہے یہ امیر آپس میں نزاع کر کے چلے گئے
تھے اور اہل کامرود کو چونکہ ان دونوں اشخاص سے بیحد تکلیف ہوئی تھی کافر
باشندوں نے باہم اتفاق کر کے دو طاق پل کے گرا دیئے۔ محمد بختیار زمانہ
کی گردش سے بیحد پریشان ہوا اور نہر کو عبور کرنے کی طاقت اس میں نہ رہی۔
مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ لکڑی اور رسی بہم پہنچائی جائے۔ اور اس کے ذریعہ
سے دریا کو عبور کریں اور جب تک کہ سامان عبور دستیاب نہ ہو جوار کے ایک
بتخانہ میں جو بہت بلند اور مستحکم تھا قیام کریں۔ اتفاق سے محمد بختیار کی پریشانی
کا راجہ کامرود کو بھی علم ہوا اور اسے اطلاع ہوئی کہ مسلمان فلاں بتخانہ میں
قیام پذیر ہیں راجہ موقع کو غنیمت سمجھا اور اس نے اپنی فوج اور رعایا کو حکم
دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں مقابلہ کرنا دشوار ہے اس لئے ایکبارگی
حملہ کر کے بتخانے کے دروازوں کو بند کر دو اور کسی شخص کو باہر نہ آنے دو
تاکہ یہ لوگ پیاس سے تنگ آکر ہلاک ہو جائیں۔ محمد بختیار کو راجہ کے
اس حکم سے اطلاع ہوئی اور اس نے دریا کے کنارہ خیمے نصب کرائے
اور عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسی درمیان میں ایک سوار دریا میں
اترا اور نہر کو عبور کر کے اس پار پہنچ گیا لوگوں نے گمان کیا کہ دریا پایاب ہے

نیز مسلمان دشمن کے تعاقب کے خوف سے یکبارگی دریا میں کود ے محمد بختیار مع سو سواروں کے سلامت کنارہ پر پہنچ گیا اور باقی تمام سپاہی غرق دریا ہوئے۔ محمد بختیار نے اپنے ملک کی راہ لی اور دیو کوٹ پہنچکر رنج وغم کی وجہ سے بیمار پڑا اور یہ کہنے لگا کہ شاید سلطان معزالدین محمد سام کو ناگزیر واقعہ پیش آیا اسی وجہ سے زمانے نے ہم سے بیوفائی کی درحقیقتا اسی زمانے میں بادشاہ مقتول ہوا تھا۔ اس واقعے کی خبر محمد بختیار کے ملک میں پھیل گئی اور تلف شدہ خلجیوں کے اہل وعیال اپنے شوہروں اور مربیوں کے حال کی تحقیق کے لئے دیو کوٹ وارد ہوے اور سر راہ کھڑے ہوکر محمد بختیار کو گالیاں دینے اور اسے کوسنے لگے محمد بختیار اس حال کو دیکھکر بیحد غمگین ہوا اور ۶۰۲ھ ہجری میں اس نے وفات پائی۔

طبقات ناصری میں مرقوم ہے کہ علی مردان خلجی کو اس واقعے کی خبر ہوئی اور یہ امیر دیو کوٹ پہنچا۔ علی مردان محمد بختیار کے مکان میں آیا محمد بختیار کو یہیں علی مردان نے اس کے منہ سے چادر اٹھا کر خنجر اس کے شکم میں بھونک دیا بہرحال واقعہ جو کچھ بھی محمد بختیار کی موت کے بعد اس کی لاش بہار گئی اور وہاں پیوند خاک کردی گئی محمد بختیار کے بعد دیگر امرا اور شاہان دہلی نے اس ملک پر حکومت کی جن کا حال شاہان دہلی کے ذکر میں بیان ہوچکا ہے۔

سلطان فخرالدین کا دیار شرقی کی حکومت پر فائز ہونا۔

ملک فخرالدین حاکم بنگالہ یعنی قدرخاں کا سلاحدار اور اسکی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدرخاں سنارگانوں میں فوت ہوا اور ۷۳۹ھ ہجری میں فخرالدین نے قدرخاں کے اسباب جاہ وحشم پر قبضہ کرکے اپنے کو فخرالدین سلطان کے نام سے مشہور کیا اور خطبہ اور سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

سلطان محمد تغلق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے قدرخاں حاکم لکھنوتی کو اعزالدین بخشی اور امیر کوہ وغیرہ نامی سرداروں کے ہمراہ فخرالدین کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ فخرالدین شکست کھاکر دور دراز جنگلوں میں

جا چھپا اور اس کے گھوڑے اور ہاتھی حریف کے قبضے میں آئے قدر خاں نے یہیں قیام کیا اور باقی امرا اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ برسات کا موسم آگیا اور قدر خاں نے اس خیال پر روپیہ جمع کرنا شروع کیا کہ دہلی پہنچکر بادشاہ کے سامنے زر سرخ و سفید کا انبار لگا دے فخر الدین کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور اس نے خفیہ طور پر قاصد لشکر میں روانہ کئے اور بہت سے اہل لشکر کو اپنا بنا لیا اور ان لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ قدر خاں پر غلبہ پاتے ہی خزانہ اور روپیہ اہل لشکر کو تقسیم کردے گا۔ فخر الدین اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکلکر سنار گانوں روانہ ہوا اور قدر خاں کے باغی امیروں نے اتفاق کر کے اسے قتل کیا اور خزانہ اپنے ہمراہ لے کر فخر الدین سے جا ملے۔ فخر الدین نے اپنا وعدہ وفا کیا اور روپیہ انھیں لوگوں کو عنایت کر دیا۔ فخر الدین نے سنار گانوں کو تختگاہ بنایا اور حکمرانی میں مصروف ہوا۔ اس امیر نے اپنے غلام مخلص نام کو لکھنوتی کے انتظام اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا۔ قدر خاں کے عارض لشکر علی مبارک نے ہمت سے کام لیا اور وفاداری اور دولت خواہی کے خیال سے ایک گروہ کو اپنا ہم خیال بنا کر مخلص کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور حریف کو شکست دیکر فتحنامہ اور عریضہ سلطان محمد تغلق کے حضور میں روانہ کر کے بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں لکھنوتی کا انتظام کروں محمد تغلق علی مبارک سے واقف نہ تھا اور اس لئے اس کے خط کا کوئی جواب نہ دے سکا اور یوسف شحنہ دہلی کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا یوسف شحنہ لکھنوتی پہنچتے ہی فوت ہوا اور ملک پر علی مبارک قابض ہو گیا چونکہ اسباب بادشاہی مہیا تھے علی مبارک نے اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام و خطاب سے مشہور کیا لیکن اسی درمیان میں اس نواح کے ایک امیر مسمی ملک الیاس نے جس کے پاس آزمودہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر موجود تھا لکھنوتی پر حملہ کر کے سلطان علاء الدین کو قتل کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کے خطاب سے مشہور کر کے سنہ ۷۴۱ ہجری میں سنار گانوں پر حملہ آور ہوا اور فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے

لکھنوتی لے لیا شمس الدین نے فخر الدین کو تہ تیغ کر کے خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کیا۔

نظام الدین احمد بخشی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ملک فخر الدین قدر خاں کا سلاح دار تھا لکھنوتی میں اپنے آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور مخلص نام اپنے غلام کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ اقطاع بنگالہ کو روانہ کیا قدر خاں کے عارض لشکر مخلص خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر اس کے تمام اسباب شوکت پر قابض ہو گیا سلطان فخر الدین چونکہ نو دولت تھا اور اہل ملک کی طرف سے اسے اطمینان حاصل نہ ہوا تھا اس نے مصلحت کا لحاظ کر کے علی مبارک پر حملہ نہیں کیا اور اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے موسوم کر کے ۷۴۲ھ میں فخر الدین لکھنوتی پہنچا اور علی مبارک کے مقابلہ میں صف آرا ہوا لیکن حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تہ تیغ کیا گیا فخر الدین نے دو سال اور چند ماہ حکومت کی۔

علی مبارک المشہور بہ سلطان علاء الدین کی حکومت

علی مبارک نے فخر الدین کو قتل کر کے لکھنوتی میں تھانے بٹھائے اور بنگالہ کا رخ کیا چند دنوں کے بعد ملک حاجی الیاس نے جس کا آباد کیا ہوا شہر حاجی پور اس کی یادگار ہے سلطان علاء الدین کے لشکر کو اپنا ہی خواہ بنایا اور لکھنوتی اور بنگالہ پر قابض ہو گیا حاجی الیاس نے علاء الدین کو قتل کر کے اپنے کو شاہ شمس الدین کے نام سے مشہور کیا علاء الدین نے ایک سال پانچ مہینے حکومت کی۔

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین بھنگرہ

علاء الدین شاہ کے قتل ہونے کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ پر حاجی الیاس کا قبضہ ہو گیا اور اس نے امیروں کے اتفاق رائے سے اپنے کو سلطان شمس الدین شاہ بھنگرہ کے خطاب سے مشہور کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا بھنگرہ کے لقب کی وجہ تسمیہ کا مورخ فرشتہ کو علم نہیں ہے۔

شمس الدین نے تھوڑے دنوں کے بعد امیروں اور سپاہیوں کی دلجوئی کر کے جاجنگر کا رخ کیا یہ ملک محمد بختیار کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے

جاتا رہا تھا۔ شمس الدین نے جاجنگر سے بہت سے فیل بزرگ حاصل کئے اور اپنے ملک کو واپس آیا۔ تیرہ برس اور چند ماہ شاہان دہلی میں سے کوئی فرمانروا بھی اس کے ارادہ میں مانع نہ آیا اور شمس الدین نے کامل اقتدار کے ساتھ ملک پر حکمرانی کی۔ دسویں شوال ۷۵۴ھ ہجری کو فیروز شاہ ایک جرار لشکر کے ساتھ دہلی سے لکھنوتی پر حملہ آور ہوا شمس الدین قلعہ اکنالہ میں پناہ گزین ہوا اور لکھنوتی کا سارا ملک خالی کر دیا سلطان فیروز نے اکنالہ کا رخ کیا بادشاہ نواح حصار میں پہنچا اور شمس الدین نے قلعہ سے نکل کر بادشاہ سے صف آرائی کی۔ طرفین سے بے شمار آدمی جنگ میں کام آئے اور شمس الدین فراری ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ شمس الدین کے ہاتھی جو اسے جاجنگر سے دستیاب ہوئے تھے فیروز شاہ کے قبضہ میں آئے۔ اسی دوران میں برسات کا موسم آ گیا اور بادشاہ دہلی واپس آیا۔

۷۵۸ھ ہجری میں شمس الدین نے پیش کش جو بادشاہوں کے دربار کے لائق تھے شیریں زبان قاصدوں کے ہمراہ فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے فیروز شاہ نے ایلچیوں پر مہربانی کی اور ان کو واپس جانے کی اجازت عطا کی۔

۷۵۹ھ ہجری کے آخر میں شمس الدین نے ملک تاج الدین کو دوبارہ بے شمار تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ فیروز شاہ نے اس مرتبہ بھی قاصدوں پر اور زیادہ عنایت اور مہربانی کی اور چند روز کے بعد اسپان تازی و ترکی مع دیگر بیش قیمت ہدیوں کے ملک سیف الدین شحنہ پیل کے ہمراہ سلطان شمس الدین کے لئے روانہ کیا لیکن سیف الدین اور تاج الدین بہار سے بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان شمس الدین نے وفات پائی ملک سیف الدین نے بادشاہ کے حکم کے مطابق گھوڑے امرائے بہار کو تقسیم کر دئے اور ملک تاج الدین بھی دہلی واپس آیا سلطان شمس الدین نے سولہ برس چند ماہ حکومت کی

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین

شمس الدین شاہ نے وفات پائی اور امیروں اور افسران فوج کے مشورہ سے بادشاہ کی وفات کے تیسرے دن

اس کے فرزند بزرگ سکندر شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا یہ بادشاہ
عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرکے فیروز شاہ بادشاہ دہلی کی رضاجوئی
کرتا رہا سکندر شاہ نے بادشاہ دہلی کی خوشنودی مزاج کو سب سے اہم جانکر
پچاس ہاتھی اور طرح طرح کے تحفے پیش کش کے طور دہلی روانہ کیئے اس زمانے
میں سلطان فیروز شاہ بنگالے کی تسخیر کا ارادہ کرکے ۷۶۰ھ ہجری میں لکھنوتی
روانہ ہوا سلطان سکندر نے اپنی طاقت کے موافق بادشاہ کے مقابلہ کی تیاری
کی اور قلعوں اور مکانات کو مضبوط اور مستحکم کرلیا سلطان فیروز شاہ ظفرآباد پہنچا
اور سکندر شاہ نے باپ کی تقلید کی اور حصار اکدالہ میں پناہ گزین ہوگیا۔
سکندر شاہ سلطان فیروز کے مقابلہ میں صف آرا نہ ہو سکا اس نے پیش کش
سالانہ کا وعدہ کرکے بادشاہ کو اپنے ملک سے رخصت کیا۔ بادشاہ ہند وہ
تک پہنچا تھا کہ سکندر شاہ نے سینتیس ۳۷ ہاتھی اور بے شمار مال و طرح طرح
کے اسباب سلطان فیروز کی خدمت میں روانہ کرکے معذرت چاہی سکندر
شاہ نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور تمام زندگی عیش و عشرت میں
بسر کرتا رہا اس نے نو برس چند مہینے حکمرانی کی۔

غیاث الدین بن سکندر شاہ

سکندر شاہ کے فوت ہونے کے بعد اس کا فرزند غیاث الدین
تخت حکومت پر بیٹھا اس فرمانروا نے بھی اپنے باپ
اور دادا کی روش اختیار کی اور تمام عمر عیش و عشرت
میں بسر کرکے ۷۷۵ھ ہجری میں دنیا کو خیرباد کہا غیاث الدین نے سات برس
چند ماہ حکومت کی۔

سلطان السلاطین بن غیاث الدین

غیاث الدین کی وفات کے بعد امرا نے اس کے فرزند
کو سلطان السلاطین کا خطاب دیکر تخت حکومت پر بٹھایا
یہ فرمانروا بیحد شجاع اور حلیم و کریم تھا۔ امرا اور وزراء
بادشاہ کی فہم و فراست اور اس کی سیاست سے ہر وقت لرزہ براندام
رہتے تھے اس بادشاہ نے کبھی کسی امرد کو اپنا شعار نہیں بنایا اطراف و
جوانب کے راجہ ہمیشہ اس کے اطاعت گزار رہے اور واجبی مال ادا کرتے رہے

کبھی انھوں نے پس وپیش وتاخیر نہیں کی سلطان السلاطین نے دس برس حکومت کرنے کے بعد ۸۱۵ھ ہجری میں دنیا کو خیرباد کہا۔

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

سلطان السلاطین نے دنیا سے رحلت کی اور امیر و اعیان ملک نے اس کے فرزند کو شمس الدین کے خطاب سے اپنا فرمانروا تسلیم کیا۔ یہ بادشاہ خردسالی کی وجہ سے ناسمجھ تھا کانس نام ایک غیر مسلم نے جو اس دربار کا امیر تھا اس کے عہد میں بیحد اقتدار اور قوت پیدا کر کے ملک و مال پر چھا گیا۔ سلطان شمس الدین نے ۸۱۷ھ ہجری میں وفات پائی اور کانس نے مسند حکومت پر جلوس کیا۔

راجہ کانس

راجہ کانس اگرچہ خود مسلمان نہ تھا لیکن مسلمانوں سے بیحد محبت اور خلوص کے ساتھ پیش آتا تھا راجہ کی اس طریقہ سے اکثر امراد نے اس کے اسلام کی گواہی دی اور اس کے مرنے کے بعد ارادہ کیا کہ اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی طرح کریں۔ راجہ کانس نے سات برس بڑے جاہ و جلال سے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اور اس کا فرزند مسلمان ہو کر تخت حکومت پر بیٹھا۔

جن مل ولد کانس الملقب بہ سلطان جلال الدین

جن مل نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تمام ارکین دولت کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ مجھ پر پورے طور پر ظاہر ہو گیا ہے کہ مذہب اسلام حق ہے اور اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں علانیہ اپنے اسلام کا اظہار نہ کروں اگر تم لوگ مجھے اپنا فرمانروا اس شرط کے ساتھ قبول کرتے ہو تو میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں ورنہ میرے برادر خرد کو بادشاہ بناؤ اور مجھے اس خدمت سے معاف کرو ارکین دربار نے عرض کیا کہ ہم بادشاہ کے تابع فرمان ہیں امور دنیاوی میں مذہب کو سروکار نہیں ہے جن مل نے لکھنوتی کے علماء اور فضلاء کو دربار میں حاضر کیا اور سبھوں کے روبرو کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے کو سلطان جلال الدین کے نام سے مشہور کر کے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ اس بادشاہ نے عدل و انصاف کو ایسا اپنا شعار بنایا کہ اگر ہم اسے نوشیروان ثانی کہیں تو

مبالغہ نہ ہوگا سلطان جلال الدین نے سترہ برس چند ماہ لکھنوتی اور بنگالہ پر حکومت کر کے ۸۱۲ھ ہجری میں رحلت کی اور اس کا فرزند احمد جلال الدین اس کا جانشین ہوا۔

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین۔

سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کے فرزند احمد شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا احمد نے بھی اپنے باپ کی پوری تقلید کی اور کمال داد و دہش کے ساتھ ملک پر حکمرانی کر کے رعایا کو اپنا گرویدہ بنا لیا سلطان احمد نے سولہ برس حکومت کرنے کے بعد ۸۳۰ھ ہجری میں دنیا کو خیر باد کہا۔

ناصر الدین غلام کا وارث ملک پر خروج۔

سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام غلام نے تخت سلطنت پر قدم رکھا اور کفران نعمت کو اپنا شعار بنا کر تمام ورثاء ملک کے تباہ اور برباد کرنے پر کمر ہمت باندھی اور دین و دنیا میں روسیاہ ہوا۔ غرض کہ ناصر الدین سات روز یا بروایت دیگر نصف یوم کے بعد سلاطین بھنکرہ کے امیروں کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ ناصر الدین کے بعد ناصر شاہ نے جو سلطان شمس الدین بھنکرہ کی نسل سے تھا اپنے آبا و اجداد کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔

ناصر الدین بن شاہ بھنکرہ

یہ امر بھی دنیا کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنکرہ کی حکومت تمام ہونے اور اس قدر زمانہ دراز گزرنے کے بعد حکومت پھر اسی خاندان میں منتقل ہوئی اور جو اقبال کہ ادبار سے مبدل ہو کر باعث تباہی تھا وہ پھر زندہ ہو کر اسی خاندان کے سر پر سایہ فگن ہوا ناصر الدین شاہ اس ملک کے ایک دہقان کے یہاں مقیم تھا اور زراعت پر اس کی بسر اوقات تھی اس کے دماغ میں حکمرانی کا خیال بھی کبھی نہ گزرتا تھا لیکن ستارۂ اقبال عروج پر آیا اور بادشاہ عالی جاہ ہو کر لکھنوتی اور بنگالہ کی سی وسیع سلطنت پر حکمران ہوا۔ ناصر الدین اخلاق حسنہ اور بہترین صفات سے موصوف تھا۔ شاہان بھنکرہ کے متعلقین اور خدام جو راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے عہد میں اطراف ملک میں جلا وطن ہو کر

ادھر ادھر پراگندہ ہوگئے تھے ناصرالدین کے جلوس کی خبر سنکر اس کے دربار میں حاضر ہوئے۔ تھوڑے ہی زمانہ میں ایک بہت بڑی جمعیت اس کے گرد فراہم ہوگئی اور ہر طبقہ کے لوگ اس کے انصاف اور احسان سے دل شاد ہو کر ناصرالدین کی محبت کا کلمہ پڑھنے لگے۔ چونکہ سلاطین دہلی اور فرمانروایان بنگالہ کے درمیان شاہان شرقیہ حایل تھے ناصرالدین نے بیحد اطمینان اور آرام کے ساتھ بتیس ۳۲ برس حکومت کرنے کے بعد ۸۶۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے اس کے فرزند باربک کو تخت حکومت پر بٹھایا اس بادشاہ کے عہد میں رعایا اور لشکر آسودہ حال رہا۔ باربک شاہ ہندوستان کا پہلا حکمران ہے جس نے حبشیوں پر نظر عنایت کرکے ان کو عالی مرتبہ بنایا۔ باربک نے آٹھ ہزار حبشی اپنے دربار میں جمع کئے اور ملک کے جلیل القدر عہدے یعنی وکالت و امارت وزارت وغیرہ ان کے سپرد کئے۔ گجرات اور دکن کے بادشاہوں نے بھی اسی کی پیروی کی اور اس گروہ کی عزت اور توقیر میں بیحد کوشش کی باربک شاہ نے سترہ برس عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کرکے ۸۷۹ھ ہجری میں وفات پائی۔

یوسف شاہ ولد باربک شاہ۔

یوسف شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا۔ یہ بادشاہ علم و فضل سے آراستہ اور سیاست اور فرمانروائی میں یگانہ روزگار تھا امر معروف و نہی منکر کے احکام صادر فرماتا اور اس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ علانیہ شراب نوشی کرے اور بادشاہ کے احکام کے امتثال میں کاہلی کو دخل دے۔ علمائے کارپرداز کو ایک روز اپنے حضور میں بلایا اور ان سے کہا کہ تم لوگ شرعی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ہرگز کسی کی رعایت نہ کرو ورنہ میرے اور تمھارے درمیان صفائی نہ رہیگی اور میں تم سے سخت باز پرس کروں گا۔ یوسف شاہ خود صاحب علم تھا اور شریعت کے جو پیچیدہ مقدمات جو قاضیوں سے حل نہ ہوسکتے تھے بادشاہ

خود ان کو فیصل کرتا تھا یوسف شاہ نے سات برس حکمرانی کرنے کے بعد ۸۸۷ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔

سکندر شاہ کی امارت اور اس کا عزل

یوسف شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے باغور و فکر سکندر شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا چونکہ سکندر شاہ اس لایق نہ تھا اس لئے حکومت سے معزول کیا گیا اور شاہ فتح شاہ کی شاہی کا اعلان کیا گیا۔

فتح شاہ کی حکومت کا بیان۔

کہتے ہیں کہ فتح شاہ صاحب علم و دانش تھا اس نے سلاطین اور بادشاہوں کا طریقہ اختیار کر کے ہر امیر پر اس کی حیثیت کے مطابق نوازش کی۔ جو خواجہ اور حبشی غلام باربک اور یوسف شاہ کے زمانے میں جمع ہو کر صاحب اختیار ہو گئے تھے اور اب حد سے زیادہ بے اعتدالی کرنے لگے تھے بادشاہ نے اپنے حسن سیاست سے ان کی اصلاح کی۔ اس زمانے میں ملک بنگالہ میں یہ رسم تھی کہ ہر شب پانچ ہزار پایک پہرہ دیتے تھے صبح کو جب بادشاہ برامد ہوتا تو یہ گروہ آداب و مجرا بجالانے کے بعد رخصت کر دیا جاتا اور دوسرا گروہ حاضر ہوتا تھا۔ خواجہ سراؤں کا گروہ جو ایک مدت سے خود سر ہو رہا تھا اپنے ایک ہم قبیلہ بنگالی امیر سلطان شاہزادہ نام کے پاس آیا۔ یہ امیر قوبتیوں کا سردار اور محلات شاہی کا کلید بردار تھا۔ ان لوگوں نے سلطان شاہزادہ کو حکمرانی کرنے پر ابھارا چونکہ سلطان شاہزادہ خود بھی صاحب دعویٰ تھا اس نے یہ التجا قبول کی۔ اتفاق سے اس زمانے میں خان جہاں امیر الامرا ملک اندیل ملک کے بہترین لشکر کے ساتھ نواح کے راجاؤں کے دفع کرنے پر نامزد ہوا تھا سلطان شاہزادہ کو موقع مل گیا اور اس نے باربکوں اور خواجہ سراؤں کی مدد سے فتح شاہ کو ۸۹۶ھ ہجری میں قتل کیا اور صبح کو خود تخت کی حکومت پر جلوس کر کے باربکوں کا سلام لیا فتح شاہ نے سات سال پانچ ماہ حکومت کی۔

سلطان باربک کی حکومت۔

اس بد ذات خواجہ سرا نے اپنے آقا کو قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی باربک کے بادشاہ

ہوتے ہی خواجہ سرا جو ادھر ادھر منتشر تھے اس کے گرد جمع ہو گئے اس کمینہ خصلت نے پست ہمت اور سفلہ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور روز بروز اسکی قوت اور شوکت بڑھنے لگی باربک نے صاحب جمعیت امیروں کے استیصال پر کمر ہمت باندھی۔ ملک کے امرا کا سرگروہ ملک اندیل حبشی سپہ سالار تھا۔ ملک اندیل کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ تختگاہ پہنچکر اس کافر نعمت خواجہ سرا کو سزا دے اسی اثناء میں خون گرفتہ بادشاہ نے خود ملک اندیل کو اس غرض سے طلب کیا کہ اسے پابہ زنجیر کر دے۔ ملک اندیل حبشی اسی امر کو لطیفہ غیبی سمجھا اور ایک اچھی جمعیت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ملک حبشی چونکہ بیحد احتیاط کے ساتھ دربار میں آیا تھا خواجہ سرا کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ ایک روز باربک نے مجلس آراستہ کی اور دس بارہ ہزار آدمیوں کو دار الامارۃ میں جو بہت وسیع کمرہ تھا جمع کیا۔ باربک نے دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ آراستہ کر کے سب سے پہلے ملک اندیل کو اپنے سامنے بلایا اور اس سے کہا کہ میں نے ایک گروہ کے ساتھ اتفاق کر کے بادشاہ کو قتل کیا اور خود تخت حکومت پر متمکن ہوا تم میرے اس فعل کو کیسا سمجھتے ہو ملک اندیل نے یہ مصرعہ پڑھا ۔ ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود ۔ سلطان شاہزادہ ملک اندیل کے جواب سے بیحد خوش ہوا اور فوراً خلعت خاص کمر بند اور خنجر مرصع اور چند اسپ و فیل اسے عنایت کئے باربک نے قرآن شریف کو درمیان دیکر کہا کہ تم حلف اٹھاؤ کہ مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ ملک اندیل نے قسم کھا کر کہا کہ جب تک بادشاہ تخت حکومت پر جلوس کرے گا میں اسے کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤں گا۔ چونکہ اکثر خواجہ سرا سلطان شاہزادہ سے برگشتہ تھے اور ملک اندیل بھی اس کافر نعمت سے اپنے آقا کا انتقام لینا چاہتا تھا اس نے دربانوں سے سازش کر لی اور موقع اور وقت کا منتظر رہا ایک روز باربک نے شراب پی اور تخت شاہی پر سو گیا ملک اندیل حبشی دربانوں کی رہنمائی سے اسے قتل کرنے حرم سرا میں گیا حبشی نے

باربک کو تخت شاہی پر سوتا پایا اور اپنی قسم کو یاد کر کے غور کرنے لگا اسی درمیان میں اجل رسیدہ خواجہ سرا جس کی عمر و اقبال دونوں پر زوال آچکا تھا کروٹ لی اور تخت سے نیچے گرا۔ ملک اندیل اس واقعے کو اپنی خوش قسمتی سمجھا اور بڑی چالاکی کے ساتھ باربک پر وار کیا تلوار کارگر نہ ہوئی اور باربک ہوشیار ہو گیا اور اپنے کو ایک برہنہ تلوار کے مقابلہ میں دیکھ کر ملک اندیل سے گتھ گیا باربک قوی اور عظیم الجثہ تھا اس نے ملک اندیل کو نیچے گرا کر خود اس کے اوپر بیٹھ گیا ملک اندیل نے باربک کے سر کے بال مضبوط پکڑ لیئے اور کسی طرح نہ چھوڑا۔ حبشی امیر نے یغرش خاں ترک کو جو حجرہ کے باہر کھڑا تھا آواز دی اور اسے اپنے پاس بلایا۔ یغرش خاں حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ اندر آیا اور ملک اندیل کو نیچے دیکھکر وار کرنے میں پس و پیش کرنے لگا ملک اندیل اور باربک کی ہاتھا پائی میں شمع بھی گل ہو چکی تھی اور تاریکی پھیلی ہوئی تھی ملک اندیل نے آواز دی کہ میں نے حریف کے سر کے بال مضبوط پکڑ لئے ہیں اور اس کا بدن اس قدر چوڑا ہے کہ میں بالکل اس سے چھپا ہوا ہوں اور خود میری پیرہن گیا ہے تلوار اس سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی اور اگر بفرض محال مجھے گزند بھی پہنچے گا تو اگر میرے سے ہزار آدمی بھی ولی نعمت کے خون کا انتقام لینے میں کام آئیں تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔ یغرش خاں نے چند ہاتھ باربک پر چلائے اور باربک قصہ آمردہ ہنکر نیچے گر پڑا ملک اندیل اٹھا اور یغرش خاں کے ساتھ باہر آیا تو اچی حبشی جو باہر کھڑا تھا اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کام کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے نمک حرام کا کام تمام کر دیا ہے تو اچی نامی حبشی باربک کی خوابگاہ میں گیا اور اس نے چراغ روشن کیا باربک شاہ نے ملک اندیل کا خیال کر کے اور ابھی شمع اچھی طرح روشن بھی نہ ہوئی تھی کہ باربک شاہ خوف کی وجہ سے مخزن میں چھپ گیا تو اچی یا جی حبشی مخزن کے اندر گیا اور باربک نے ابھی پھر ملک اندیل سمجھ کر اپنے کو مردوں کی طرح ڈال دیا۔ ملک اندیل نے آواز دی کہ غداروں نے ہمارے ملک کو قتل کر کے بادشاہی کو برباد کر دیا ہے باربک شاہ

اسکو اپنا دوست اور بہی خواہ سمجھا اور کہا کہ اے شخص خاموش رہ میں زندہ ہوں باوجود یکہ
کہا کہ ملک اندیل حبشی کہاں ہے۔ حبشی نے جواب دیا کہ ملک اندیل پیچھے کی راہ سے بادشاہ کو قتل
کر دیا ہے اپنے گھر روانہ ہو گیا ہے۔ باربک شاہ نے اس سے کہا کہ تو باہر جا کر غلاموں اور امیروں
کو جمع کر کے ان کو ملک اندیل کے مقابلے میں روانہ کرتا کہ اس کا سر قلم کر کے لے آئیں
اور دروازوں کو نوبتی بہادروں کے سپرد کر کے ان سے کہو کہ مسلح اور ہوشیار
رہیں۔ تواچی نے کہا کہ میں بادشاہ کے ارشاد کے موافق باہر جاتا ہوں اور ابھی اسکا
تدارک کئے دیتا ہوں۔ تواچی باہر آیا اور اس نے آہستہ سے ملک اندیل کے
کان میں سارا ماجرا کہدیا۔ ملک اندیل تواچی کے ساتھ پھر اندر گیا اور خنجر سے
باربک شاہ کو ہلاک کر دیا اور اس کی لاش اسی مخزن میں چھوڑ کر مکان کا
دروازہ مقفل کر دیا۔ ملک اندیل باہر آیا اور اس نے خان جہاں وزیر کو طلب
کیا۔ خان جہاں وزیر حاضر ہوا اور امیروں نے تقرر بادشاہ میں مشورہ کیا۔
فتح شاہ نے اولاد میں صرف دو سال کا ایک بچہ چھوڑا تھا۔ ان لوگوں نے
سوچا کہ یہ طفل خورد سال شاہی کے قابل نہیں ہے۔ صبح کو تمام امیر فتح شاہ
کی زوجہ کے پاس گئے اور رات کا قصہ ان کو سنایا اور اس سے کہا کہ تمہارا
بچہ ابھی کم سن ہے حکومت کس شخص کے سپرد کرنا چاہیئے تاکہ وہ اس
طفل کے جوان ہونے تک کار سلطنت کو انجام دے۔ بیگم ان امیروں کے
مطلب کو سمجھ گئی اور اس نے کہا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر
کے قاتل کو اس ملک کا حاکم بناؤں گی۔ ملک اندیل حبشی نے پہلے تو حکومت
قبول کرنے سے انکار کیا لیکن آخر میں جب تمام امیروں نے اصرار کیا تو اس
نے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے بنگالے کا فرمانروا مشہور کیا۔ باربک شاہ کا
بغاوت انگیز عہد آٹھ ماہ یا بروایت دیگر ڈھائی مہینے میں تمام ہو گیا۔ باربک
کے قتل کے بعد سے بنگالے میں رواج ہو گیا کہ جو شخص اپنے حاکم کے قاتل کو
تہ تیغ کر کے اپنے کو بادشاہ مشہور کرے تو سارے امیر اور رعایا اس کے
حکم کا امتثال کریں۔

ملک اندیل حبشی الملقب بہ فیروز شاہ کی حکومت کا ذکر

فیروز شاہ تخت سلطنت پر

جلوس کرکے تختگاہ یعنی شہر گور میں قیام کیا اور عدل و انصاف کو اپنا شعار بنا کر رعایا کو بےحد امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع دیا چونکہ امارت کے زمانے میں اس نے بڑے بڑے کام انجام دیئے تھے اس لئے اس نے فوج اور رعایا سے کبھی سرکشی نہیں کی فیروز شاہ نے تین سال بڑے جاہ و جلال اور کمال استقلال کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد سنہ ٧٩٩ ہجری میں وفات پائی۔

محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کی وفات کے بعد امیروں اور ارکان دولت نے اس کے فرزند اکبر محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ کے عہد میں حبشی خاں ایک غلام حبشی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر سلطان محمود کو شاہ شطرنج بنا دیا۔ سیدی بدر دیوانہ نام ایک دوسرا حبشی امیر حبشی خاں کے تسلط سے تنگ آگیا اور اس نے حبشی خاں کو قتل کرکے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ تھوڑے دنوں کے بعد پایکوں کے سردار کے ساتھ رات کے وقت سلطان محمود کو بھی تہ تیغ کیا اور صبح کو اپنے بہی خواہ امیروں کے مشورے سے اپنے کو فیروز شاہ کے لقب سے عالم بنگالہ مشہور کیا سلطان محمود نے ایک سال فرمانروائی کی۔

حاجی محمد قندھاری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا فرزند ہے۔ باربک شاہ کے غلام حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی تربیت کی۔ فیروز شاہ کی وفات کے بعد محمود شاہ بادشاہ ہوا محمود شاہ نے چھ سال حکومت کی تھی کہ حبشی خاں کے سر میں فرمانروائی کا سودا سمایا۔ بالآخر جیسا کہ مذکور ہوا سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کو قتل کیا۔

سیدی بدر حبشی المخاطب مظفر شاہ

مظفر شاہ حبشی سفاک اور بیباک فرمانروا تھا جو علما اور متقی اشخاص اس کی حکومت سے راضی نہ تھے ان سب کو مظفر شاہ نے تہ تیغ کیا اس کے علاوہ جو غیر مسلم راجہ کہ شاہان بنگالہ سے مخالفت رکھتے تھے بادشاہ نے ان پر لشکرکشی کرکے سب کو تباہ اور برباد کیا۔ مظفر شاہ نے سید شریف مکی کو عہدۂ وزارت پر سرفراز کرکے اسے ملک و مال کا مختار کل بنایا۔ شریف مکی کے مشورے سے سوار و پیادہ

اور پیادوں کی تنخواہوں میں کمی کی گئی اور روپیہ خزانۂ شاہی میں داخل ہونے لگا۔ ایک عالم اس سیدی بادشاہ کے افعال سے ناراض ہو گیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے امیر کبیر اس سے برگشتہ ہو کر باغی ہو گئے۔ مظفر شاہ نے پانچ ہزار حبشیوں اور تین ہزار افغانی اور بنگالی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ لی چار روز یا چار ماہ اہل قلعہ اور باغیوں میں معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری رہا ہر روز ایک گروہ تہ تیغ ہوتا تھا جو شخص گرفتار ہو کر مظفر شاہ کے سامنے لایا جاتا تھا بادشاہ قہر و غضب کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے اسے قتل کرتا تھا چنانچہ خود بادشاہ کے مقتولوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ آخر روز مظفر شاہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا امیروں سے جن میں شریف ملکی بھی داخل تھا جنگ آزما ہوا طرفین سے بیس ہزار آدمی کام آئے مظفر شاہ امیروں اور اپنے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کیا گیا

حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق اس زمانے میں اول سے آخر تک ایک لاکھ بیس ہزار ہندو اور مسلمان کام آئے مظفر شاہ کے بعد سید شریف ملکی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی لیکن تاریخ نظامی میں مرقوم ہے کہ لوگ مظفر شاہ سے برگشتہ ہوئے اور شریف ملکی نے یہ معلوم کر کے کہ رعایا بادشاہ کے خون کی پیاسی ہے پائکوں کے سردار کو اپنا ہم خیال بنایا ایک رات تیرہ پائکوں کے ہمراہ حرم سرا میں گیا اور مظفر شاہ کو قتل کر کے صبح کو اپنے کو سلطان علاء الدین کے نام سے مشہور کر کے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا۔ مظفر شاہ نے تین سال پانچ ماہ حکومت کی۔

شریف ملکی المشہور بہ سلطان علاء الدین

شریف ملکی اپنی وزارت کے زمانے میں لوگوں پر اپنی نیک نفسی کو ثابت کرنے کا آرزومند تھا اور ہمیشہ رعایا سے یہی کہا کرتا تھا کہ مظفر شاہ بخیل اور بادشاہی کے لائق نہیں ہے میں ہر چند اسے امیروں اور سپاہیوں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں لیکن میری باتوں کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور روپیہ جمع کرنے میں مشغول ہے شریف ملکی کے ان اقوال سے امرا اور اہل لشکر اس سے متنفر ہو گئے تھے اور ان

مظفر شاہ قتل کیا گیا امیروں اور ارکان دولت نے بادشاہ کے بارہ میں مشورہ کیا اور بالاتفاق سبھوں نے سید شریف کو منتخب کیا۔ اس انتخاب کے بعد امرا نے سید شریف سے کہا کہ اگر ہم تمھیں اپنا بادشاہ بنائیں تو ہمارے ساتھ کیسا سلوک کروگے سید شریف نے کہا کہ تمھاری خواہش کے مطابق فرمانروائی کروں گا اور جلد سے جلد جو کچھ میں کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو کچھ شہر میں زمین کے اوپر ہے وہ تمھارے لئے چھوڑ دوں گا اور جو کچھ کہ زیر زمین ہے اس پر میں قبضہ کروں گا۔ الغرض خاص و عام نے مال و دولت کے لالچ میں یہ شرط قبول کی اور شہر گور کے تاراج کرنے میں جو اپنی معموری میں مصر پر بھی سبقت لے گیا تھا مشغول ہوئے سید شریف نے اس آسانی سے چتر اپنے سر پر سایہ فگن کر کے شہر میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا چند روز کے بعد اہل شہر کو تاراج کرنے کی ممانعت کی اور جب تاراجیوں نے بادشاہ کے حکم کی پروا نہ کی تو ایک روز میں بارہ ہزار تاراجی تہ تیغ کئے گئے۔ غرضکہ شہر کی تاخت و تاراج بند ہوئی اور علاءالدین شاہ نے جستجو کر کے بے شمار مال و دولت پر قبضہ کیا جس میں ایک ہزار طلائی کشتیاں تھیں۔ ملک بنگال میں یہ رسم تھی کہ ہر دولتمند سونے کی کشتی میں کھانا کھاتا تھا اور جشن اور شادی بیاہ کی محفلوں میں جو شخص جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا تھا اتنا ہی وہ بڑا آدمی سمجھا جاتا تھا چنانچہ بنگالہ کے زمینداروں میں اب تک اسی پر عمل درآمد ہے۔ علاءالدین شاہ چونکہ عقلمند اور صاحب فہم و فراست تھا اس نے شریف اور عالی خاندان امیروں پر مہربانی کی اور اپنے خاص لوگوں کو عمدہ عہدے اور بلند مرتبے عنایت کئے۔ سلطان علاءالدین نے پائکوں کو چوکی سے معزول کر کے حبشیوں کو اپنے ملک سے خارج کر دیا چونکہ حبشی امیر غداری اور شرارت میں مشہور آفاق ہو چکے تھے ان کو جونپور اور ہندوستان میں بھی جگہ نہ ملی اور انھوں نے گجرات اور دکن کی راہ لی سلطان علاءالدین نے مغل اور افغان قوم پر خاص مہربانی کی اور اپنے عمال اور کارکن جا بجا مقرر کئے اس انتظام سے ملک میں امن قائم ہوا اور تزلزل اور انقلاب کے تباہ کن آثار جو سلاطین ماضیہ کے وقت میں نمودار ہوئے تھے دور ہو گئے

سرکشوں نے بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور اطراف ملک کے راجہ اس کے
مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ملک میں رفاہ و امن کا دور دورہ ہوا
اور بادشاہ نے کئی موضع حضرت قدوۃ المشایخ شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ
کے اخراجات لنگر کے لئے وقف کئے علاالدین اپنے تختگاہ شہر اکدالہ سے حضرت
شیخ کے مزار پر انوار پر قصبۂ بندوہ (پنڈوہ) حاضر ہوتا تھا۔ بادشاہ نے اپنی
عقل و فراست اور حسن سیاست سے مدت تک نہایت اطمینان کے ساتھ حکمرانی
کی لیکن آخر کار سینتالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۲۷ھ ہجری میں اپنی اجل
طبیعی سے وفات پائی۔

نصیب شاہ بن علاالدین شاہ

علاالدین شاہ کی وفات کے بعد اعیان ملک نے اس کے
اٹھارہ فرزندوں میں سے ولد اکبر نصیب شاہ کو اپنا
فرمانروا پسند کیا۔ نصیب شاہ نے صرف ایک ہی کام پسندیدۂ
خلایق کیا اور وہ یہ کہ اپنے بھائیوں کو نظر بند نہیں کیا بلکہ جو کچھ باپ نے اپنے
ہر فرزند کو عنایت کیا تھا نصیب شاہ نے اس پر دوگنا اضافہ کیا اسی اثناء
میں فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم لودی کو قتل
کر کے ہندوستان پر قبضہ کیا اکثر امرائے افغان بھاگ کر نصیب شاہ کے دامن
میں پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ وارد
ہوا اور ہر شخص اپنے مرتبہ کے موافق عطیہ جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ ابراہیم
لودی کی بیٹی جو بنگالہ پہنچ گئی تھی نصیب شاہ کے حبالۂ عقد میں آئی۔

۹۳۵ھ ہجری میں بابر بادشاہ نے جونپور پر قبضہ کیا اور اس کے
بعد بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کر کے آگے بڑھا نصیب شاہ نے پریشان ہو کر
بہت سے نفیس تحفے اور ہدیے قاصدوں کے ہمراہ فردوس مکانی کے
حضور میں روانہ کئے اور بحد عاجزی اور فروتنی کا اظہار کیا بابر نے اپنی مصلحتوں
کا لحاظ کر کے صلح کر لی اور بنگالہ کی تسخیر سے ہاتھ اٹھایا۔ فردوس مکانی کے
بعد ہمایوں بادشاہ نے بنگالہ فتح کرنے کا ارادہ کیا یہ خبر تمام ہندوستان
میں مشہور ہوئی اور نصیب شاہ نے ۹۳۶ھ ہجری میں سلطان بہادر گجراتی سے

اظہار خلوص و محبت کیا اور ملک مرجان خواجہ سرا کے واسطہ سے نفیس تحفے بہادر گجراتی کی معرفت روانہ کئے ملک مرجان نے قلعۂ مندو میں بہادر گجراتی سے ملاقات کی اور بادشاہ نے اسے خلعت عطا فرمایا۔ اسی زمانہ میں نصیب شاہ نے باوجود دعوی سیادت فسق و فجور اور ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کے قلوب اس سے برگشتہ ہوگئے۔ خدا نے مخلوق کی دعا قبول فرمائی اور سلطان ظالم نے ۹۴۳ھ ہجری میں اپنی طبعی موت یا کسی سازش کی وجہ سے دنیا کو خیرباد کیا۔

نصیب شاہ کے بعد اس کے ایک امیر سلطان محمود بنگالی نے بنگالہ پر قبضہ کیا۔ شیر شاہ افغان نے جو آخر میں ہندوستان کا فرمانروا ہوا حملہ کیا محمود نے ہمایوں بادشاہ کے دامن میں پناہ لی ہمایوں بادشاہ نے ۹۴۵ھ میں بنگالے کو شیر شاہ کے قبضے سے نکال کر شہر گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور شہر گور کو جنت آباد کے نام سے موسوم کیا لیکن ہمایوں کے اس قبضہ نے ثبات حاصل نہ کیا اور شیر شاہ دوبارہ بنگالہ پر قابض ہوگیا سلیم شاہ سور کا ایک امیر محمد خاں نام بادشاہ کی طرف سے بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن محمد خاں کی وفات کے بعد اس کے فرزند نے سلیم شاہ سے بغاوت کی اور اپنے کو سلطان بہادر کے خطاب سے مشہور کر کے شہر میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

سلیم خاں الخاطب بہ سلطان بہادر شاہ

بہادر شاہ نے تھوڑے دنوں ملک پر حکومت کی لیکن آخر کار سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر مسمی سلیمان کرانی افغان کے مقابلے میں شکست کھا کر پسپا ہوا۔

سلیمان کرانی افغانی کی حکومت

سلیم شاہ کی وفات کے بعد سلیمان کرانی بنگالہ کا مستقل فرمانروا ہوا سلیمان نے ہرچند کہ اپنے نام کا خطبہ نہیں جاری کیا لیکن اپنے کو حضرت اعلیٰ کے خطاب سے مشہور کیا۔

یہ امیر ظاہر میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی اطاعت کا اقرار کرتا اور کبھی کبھی تحفے اور ہدیئے بھی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتا تھا سلیمان نے

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۸۱ھ ہجری میں وفات پائی۔

بایزید بن سلیمان
بایزید اپنے باپ کی وفات کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا لیکن ایک مہینے کے بعد بایزید کے چچا زاد بھائی ہانسو نامی افغان نے دیوان خانہ میں بایزید پر حملہ کیا۔ ہانسو خود بھی دیوان خانہ میں تہ تیغ کیا گیا اور بایزید کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔

داؤد خاں بن سلیمان خاں
داؤد خاں اپنے بھائی کے بعد بنگالہ کا حاکم ہوا اور امیروں کے فتنہ و فساد کو رفع کر کے اس نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا داؤد خاں شراب خوار تھا اور اس کی مجلس او باشوں کا ملجا اور ماوٰی تھی۔ چونکہ اکبر بادشاہ کے ممالک کو بھی اس کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا بادشاہ نے منعم خاں خان خانان حاکم جونپور کو داؤد خاں کی مہم پر مقرر فرمایا۔ داؤد خاں نے لودی نام ایک افغان کو منعم خاں کے مقابلے پر روانہ کیا طرفین ایک دوسرے سے ملے اور چند روز معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن آخر کار صلح کر کے اپنے اپنے ملک کو واپس گئے۔ اکبر بادشاہ نے دوبارہ خان خاناں کو بنگالہ کی مہم پر مقرر کیا اس زمانہ میں داؤد خاں اور لودی خاں کے درمیان جو ایک بڑا افغانی امیر تھا نزاع واقع تھی خان خاناں نے ملائمت سے کام لیا اور بادشاہ کے تعمیل فرمان پر کمر ہمت باندھی داؤد خاں یہ خبر سنکر بیحد پریشان ہوا اور اس نے لودی خاں کے نام عجز آمیز خطوط روانہ کر کے پھر اس کو اپنا رفیق کار بنایا۔ داؤد خاں نے خلاف مروت لودی خاں جیسے بہادر اور صاحب سیاست امیر کو قتل کیا اور دریائے سون میں سر راہ اکبر بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کیا۔ سون اور گنگا کے سنگم پر لڑائی ہوئی اور افغان شکست کھا کر بھاگے افغانوں کی چند کشتیاں مغلوں کے ہاتھ آئیں اور منعم خاں دریا کو عبور کر کے دشمن کی تنبیہ کے لئے آگے بڑھا اور جس قلعہ میں کہ داؤد خاں پناہ گزیں تھا اس کا محاصرہ کر لیا۔

خانخاناں نے اہل قلعہ سے جنگ آزمائی شروع کی اسی دوران میں اکبر بادشاہ بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں نے بنگالے کی راہ لی اور پٹنہ اور حاجی پور کے قلعے فتح ہوئے اور داؤد خاں کے چار سو ہاتھی مغلوں کے ہاتھ آئے منعم خاں نے بھی بنگالہ کا رخ کیا اور گڑھی پہنچا داؤد خاں عاجز ہو کر اڑیسہ کی طرف بھاگا۔ بعض اکبری امیر جو اڑیسہ گئے ہوئے تھے داؤد خاں کے فرزند مسمی جنید خاں سے شکست کھا کر پسپا ہوئے منعم خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور خود اڑیسہ روانہ ہوا داؤد خاں نے منعم خاں کا مقابلہ کیا طرفین نے اپنی صفیں درست کیں اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی افغانوں کو شکست ہوئی اور داؤد خاں نے قلعہ میں جو دریائے گنگا کے کنارہ واقع تھا پناہ لی داؤد خاں مجبور ہو گیا اور اس نے اپنے اہل و عیال کو اسی قلعہ میں چھوڑا اور خود جنگ آزمائی کے لئے پھر واپس آیا۔ داؤد خاں نے آخر میں منعم خاں سے ملاقات کر کے صلح کر لی خانخاناں نے اڑیسہ اور بنارس داؤد خاں کے قبضہ میں دیا اور باقی ملک پر خود قابض ہوا۔ منعم خاں نے رحلت کی اور اکبر بادشاہ نے خانجہاں ترکمان کو بنگالہ کی حکومت پر سرفراز کیا۔ داؤد خاں نے منعم خاں کی وفات کے بعد بنگالہ پر پھر قبضہ کر لیا اس لئے سنہ ۹۸۳ھ ہجری میں گڑھی اور ٹانڈہ کے درمیان خان جہان کے مقابلے میں صف آرا ہوا شدید لڑائی کے بعد داؤد خاں دستگیر ہو کر جنگ میں قتل کیا گیا اور اس کا فرزند جنید خاں اگرچہ میدان جنگ سے فرار کر گیا لیکن وہ بھی تین روز کے عرصہ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس جنگ کے بعد بنگالہ اڑیسہ اور بنارس وغیرہ ممالک خان جہاں کی کوشش سے قلمرو اکبری میں داخل ہوئے اور شاہان پوربی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ افغانی امیر حسین خاں اور کالا پہاڑ وغیرہ جو سخت مقامات میں پناہ گزین ہو گئے تھے زمانہ دراز کے بعد مغلوں کے تسلط سے مغلوب ہو کر بنگال کے سرحدی ممالک کو چلے گئے۔ جلال الدین اکبر کی وفات کے بعد عثمان نام ایک افغان نے خروج کیا اور بیس ہزار افغانوں کی جمعیت بہم پہنچا کر خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور جہانگیر بادشاہ کے ممالک کو بھی نقصان پہنچانے لگا۔

اسلام خاں ولد شیخ بدرالدین فتحپوری حاکم بنگالہ اس کے دفعیہ کے لئے مامور کیا گیا۔ لیکن اس زمانہ تک جو ۱۰۱۵ ہجری ہے اتبک اس معاملہ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

بادشاہان شرقیہ کی حکومت کا بیان

مذکورۂ بالا عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ جن فرمانرواؤں نے جونپور اور ترہت میں حکومت کی ہے ان کو مورخین کی اصطلاح میں سلاطین شرقیہ کہتے ہیں۔

سلطان الشرق خواجہ جہان کی حکومت

خواجہ سرا کو منصب وزارت عطا کر کے خواجہ جہاں کا خطاب عطا فرمایا۔ ناصر الدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو جمادی الاول ۷۹۶ ہجری میں ملک الشرق کا خطاب عطا کر کے اسے جونپور ترہت اور بہار کا حاکم مقرر کیا۔ خواجہ جہاں نے جیسا کہ چاہئے انتظام کر کے اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا اور جو حصار کہ غیر مسلموں کے قبضے سے نکال کر خراب اور تباہ کر ڈالا تھا اسکی از سر نو تعمیر کر کے تجربہ کاروں کے سپرد کیا اور ملک کو آباد اور معمور کر دیا۔ ناصر الدین محمود کی قوت کم ہو گئی اور خواجہ جہاں نے اپنے کو سلطان الشرق کے خطاب سے مشہور کر کے کول اٹاوہ بہراج اور کنبلہ کے پرگنوں کے سرکشوں کو زیر کر کے دہلی کی جانب سے پرگنہ کول اور اپڑی تک اور دوسری جانب بہار اور ترہت تک تمام متمردوں کو مغلوب کیا سلطان الشرق کے اقتدار کا اب یہ عالم ہوا کہ شاہان بنگالہ و لکھنوتی اس سے نرمی اور ملائمت کا برتاؤ کر کے اس کے لئے مثل شاہان دہلی کے ہاتھی اور تحفے روانہ کرنے لگے سلطان الشرق کا اقتدار روز افزوں ترقی کر رہا تھا کہ دفعتہً قضا اس کے سر پر نازل ہوئی اور اس نے چھ سال چند ماہ حکومت کر کے ۸۰۲ ہجری میں وفات پائی۔

مبارک شاہ شرقی

السلطان الشرق خواجہ جہاں نے چند سال حکومت کرنے کے بعد یہ ارادہ کیا تھا کہ خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کر کے شاہان پوربی کی طرح چتر اپنے سر پر سایہ فگن کرے لیکن اجل نے اسے مہلت

تہ دی اور یہ آرزو اپنے ساتھ زیر زمین لے گیا۔ سلطان الشرق کے متبنیٰ فرزند ملک قرنفل نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور جون پور اور دیگر بلاد پر قبضہ کر کے کمال استقلال بہم پہنچایا اس زمانے میں مرکزی حکومت بالکل کمزور ہو گئی تھی اور دہلی کی فرمانروائی کا تقریباً خاتمہ ہو رہا تھا ملک قرنفل نے اپنے اعیان ملک اور افسران فوج کے مشورہ سے مبارک شاہ کا خطاب اختیار کر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق مسمی اقبال خاں نے یہ خبر سنی اور مبارک شاہ کے غلبہ اور اس کے دعویٰ حکومت پر بیحد غضبناک ہو کر ۸۰۳ھ ہجری میں اس پر لشکر کشی کی۔ اقبال خاں قنوج پہنچا اور مبارک شاہ شرقی نے افغانوں مغلوں اور راجپوتوں اور تاجیک قوم کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ دریائے گنگا کے دونوں کناروں پر فریقین نے قیام کیا چونکہ درمیان میں دریا حائل تھا دو ماہ کامل ہر دو فریق خاموش رہے اور کسی نے بھی جنگ کی ابتداء کرنے کی جرات نہ کی آخر کار دونوں حاکم تنگ آ کر بلا جنگ آزمائی کے اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ مبارک شاہ جونپور پہنچا اور اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود مالوہ سے دہلی واپس آیا ہے اور اقبال خاں نے اسے اپنے ہمراہ لے کر جونپور کی تسخیر کے ارادے سے پھر ادھر کا رخ کیا ہے مبارک شاہ نے سامان جنگ کی تیاری کی لیکن اسی زمانہ میں اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا اور مبارک شاہ نے ایک سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد ۸۰۴ھ ہجری میں وفات پائی۔

ابراہیم شاہ شرقی مبارک شاہ نے دنیا سے رحلت کی اور اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے خطاب سے تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا یہ بادشاہ عقل و دانش اور حسن سیاست میں یکتائے روزگار تھا اور اس کے عہد معدلت میں ہندوستان کے علماء اور فضلا کے علاوہ ایران اور توران کے اہل کمال بھی آشوب جہاں سے پریشان ہو کر دارالامان جونپور میں حاضر ہوئے اور بادشاہ کے خوان نعمت سے فیضیاب ہو کر آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ علماء اور اہل کمال نے اس بادشاہ کے

نام نامی سے متعدد کتابیں معنون کیا اور صاحب تحصیل و دانش وزرا اور امرا کا ایسا اس دربار میں مجمع ہوا کہ جونپور سلاطین ایران کی بارگاہ کا نمونہ بن گیا ابراہیم شاہ کے ابتدائی عہد میں اقبال خاں نے محمود دہلوی کو اپنے ہمراہ لیا اور جونپور فتح کرنے کے ارادہ سے قنوج آیا سلطان ابراہیم نے بھی ایک جرار لشکر اپنے ہمراہ لیا اور دریائے گنگا کے کنارہ حریف کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا دونوں فریق ایک زمانہ تک مقابلہ میں فروکش رہے لیکن چونکہ اقبال خاں ملکی اور مالی مہمات سلطان محمود کی رائے سے فیصل نہیں کرتا تھا اس لئے سلطان محمود اقبال خاں سے رنجیدہ ہوکر شکار کے بہانے سے اپنے لشکر سے نکلا اور ابراہیم شرقی کے پاس چلا آیا سلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شرقی آقا اور ملازم کے حقوق کا خیال کرکے یا تو اسے فی الفور بادشاہ بنا دے گا اور یا اقبال خاں کے مقابلہ میں اس کی امداد کرے گا لیکن چونکہ ابراہیم شرقی حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اور نیز یہ کہ ابھی اس کی فرمانروائی کو کمال استقلال بھی نہیں ہوا تھا سلطان محمود کا کوئی خیال بھی صحیح نہ نکلا بلکہ اس کی خاطرداری میں بھی ابراہیم شرقی کی طرف سے کمی ہوئی اور سلطان محمود اپنے ارادہ سے پشیمان ہوکر قنوج روانہ ہوگیا۔ محمود نے امیرزادہ ہروی کو جو ابراہیم شاہ کا دست گرفتہ اور حاکم شہر تھا قنوج سے نکال دیا اور خود شہر پر قابض ہوگیا۔ ابراہیم شرقی اور اقبال خاں نے دیکھا کہ سلطان محمود نے اب قنوج پر قناعت کرلی ہے ان صاحبوں نے بھی قنوج محمود کے حوالہ کرکے اپنے مستقر کی راہ لی۔ بعض تاریخوں میں مرقوم ہے کہ سلطان محمود کے عہد میں جونپور آیا تھا لیکن چونکہ اسی زمانہ میں مبارک شاہ نے وفات پائی اور شاہ ابراہیم شرقی فرمانروا ہوا لہذا قنوج کا واقعہ ابراہیم شاہ شرقی کے عہد میں واقع ہوا۔

سنہ ۸۰۸ ہجری میں جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم ہے اقبال خاں قتل کیا گیا اور سلطان محمود نے دہلی کا سفر کیا ابراہیم شرقی نے اس وقت سے فائدہ اٹھا کر سنہ ۸۰۹ ہجری میں قنوج پر حملہ کیا۔ محمود شاہ دہلی نے لشکر کو ساتھ لے کر ابراہیم شرقی سے جنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا اور دونوں

لشکر مثل سابق کے دریائے گنگا کے کنارے خیمہ کش ہوئے اور چند روز کے
بعد بلا جنگ آزمائی کے جونپور اور دہلی واپس گئے سلطان محمود دہلی پہنچا اور
امیروں نے بادشاہ سے اجازت لے کر اپنی جاگیروں کی راہ لی ابراہیم شرقی
قنوج پر دوبارہ حملہ آور ہوا اور شہر کا محاصرہ کر لیا چند ماہ کے بعد جبکہ دہلی
سے مدد نہ پہنچی ملک محمود ترمتی حاکم قنوج نے امان حاصل کر کے قلعہ ابراہیم
شرقی کے سپرد کر دیا۔ ابراہیم شرقی نے موسم برسات قنوج میں بسر کیا
اور جمادی الاول ۸۱۰ھ ہجری میں دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقی
عقلمند عالی ہمت اور صاحب بخشش فرمانروا تھا دہلی کے اکثر امیر تاتار خان ولد
سارنگ خان ملک خان غلام اقبال خان وغیرہ اس سے آملے سلطان ابراہیم شرقی
اور زیادہ قوی ہو کر سنبل روانہ ہوا اسد خان لودی سنبل چھوڑ کر فراری ہوا شاہ
ابراہیم نے سنبل تاتار خان کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ بادشاہ دریا کے
کنارہ پہنچکر چاہتا تھا کہ اس کو عبور کرے کہ اسے خبر ملی کہ سلطان مظفر شاہ
گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب سلطان
محمود کی امداد کو آرہا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر شاہ کا ارادہ جونپور
پر دھاوا کرنے کا ہے۔ ابراہیم شرقی نے یہ خبر سنکر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا
اور جونپور پہنچ گیا محمود شاہ دہلی سے سنبل پہنچا اور شہر پر اپنا قبضہ کر لیا تاتار خان
سنبل سے فرار کر کے ابراہیم شرقی کے پاس آگیا ابراہیم شرقی فراہمی لشکر میں
مشغول ہوا اور ۸۱۶ھ ہجری میں بار دیگر دہلی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔
بادشاہ نے راستہ ہی سے معاودت کی اور جونپور واپس آیا اور علماء اور مشائخ
سے اکتساب فیض کرنے اور تعمیر ولایت اور افزونی زراعت کی تدبیروں
میں مصروف ہوا۔ ابراہیم شرقی نے مدت تک کبھی سخت سواری نہیں کی اور
ہندوستان کے تمام اطراف سے غدر اور طائف الملوکی کی وجہ علماء اور
اہل کمال اس قدر جونپور میں جمع ہوئے کہ شہر دہلی کا جواب بن گیا بادشاہ
علم پرور نے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق انعام واکرام سے مالا مال
اور اہل شاد کیا جونپور کا ہر چھوٹا اور بڑا بادشاہ کے وجود کو باعث برکت

سمجھتا اور بعیدِ عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا بادشاہ و گدا سب خوش و خرم تھے اور حزن و اندوہ کا ملک میں نام و نشان نہ تھا۔

۸۳۱ہجری میں محمد خاں حاکم میوات ابراہیم شرقی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایسا بادشاہ کو ابھارا کہ ابراہیم نے تھانہ فتح کرنے کے لئے اس نواح کا رخ کیا۔ مبارک شاہ بادشاہ دہلی ابراہیم شرقی کے مقابلے پر روانہ ہوا اور تھانہ سے چار کوس کے فاصلہ پر خندق کھود کر ہر فریق نے اپنے کو محفوظ کیا دو روز ہر جانب سے طلیعہ لشکر میدان میں آکر جنگ کرتے رہے لیکن جنگ سلطانی کے ابتدا کی کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی آخر کار سلطان ابراہیم شرقی خندق کے باہر آیا اور اس نے صف آرائی کی مبارک شاہ بھی مجبوراً میدان جنگ میں آیا اور صبح سے شام تک جنگ آزمائی ہوئی لیکن بازی قایم رہی دوسرے دن ابراہیم شرقی نے جونپور کی اور مبارک شاہ نے دہلی کی راہ لی۔

۸۳۷ہجری میں سلطان ابراہیم شرقی نے کالپی فتح کرنے کے ارادہ سے بڑی شان و شوکت کے ساتھ سفر کیا اثنائے راہ میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی پر قبضہ کرنے کے لئے آرہا ہے دونوں فرمانروا ایک دوسرے کے قریب آئے اور جنگ آزمائی امروز فردا کے ارادہ پر ملتوی رہی اسی دوران میں خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں جرار لشکر کے ساتھ دہلی سے جونپور آرہا ہے سلطان ابراہیم شرقی پریشان ہو کر جونپور واپس ہوا اور سلطان ہوشنگ نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم عبدالقادر الموسوم بہ قادر شاہ کو مغلوب کر کے کالپی پر بلا نزاع قبضہ کر لیا۔

۸۴۴ہجری میں ابراہیم شاہ علیل ہوا اور تھوڑے ہی زمانہ کی علالت کے بعد بہشت بریں کو روانہ ہو گیا اس جانسوز واقعہ نے جونپور کے ہر متنفس کو خون کے آنسو رلائے اور اہلیان شہر نے گریبان چاک کر کے بادشاہ کے جنازہ پر نوحہ و فریاد سے آسمان کو ہلا دیا ابراہیم شرقی نے

چالیس سال چند ماہ حکومت کی۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق سلطان ابراہیم شرقی نے ۸۴۰ھ ہجری میں وفات پائی اس روایت کے مطابق ابراہیم نے چھتیس سال حکومت کرنے کے بعد رحلت فرمائی۔

ابراہیم شرقی کے عہد معدلت کے فضلا میں قاضی شہاب الدین جونپوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قاضی صاحب غزنی کے باشندے ہیں جنھوں نے دولت آباد دکن میں نشو و نما پائی۔ سلطان ابراہیم شرقی قاضی صاحب کی بیحد تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ چنانچہ تبرک ایام میں قاضی صاحب شاہی مجلس میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب سخت علیل ہوئے ابراہیم شرقی ان کی عیادت کو گیا اور مزاج پرسی اور ضروری باتوں کے دریافت اور انتظام علاج کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی سے لبریز طلب کیا اور مولانا کے سر پر سے پیالہ کو تصدق کر کے پانی خود پی لیا اور کہا کہ اے خدا جو بلا قاضی صاحب کے لئے مقرر ہے وہ مجھ پر نازل فرما اور ان کو صحت عطا کر۔ اس روایت سے بادشاہ دین پناہ کا مذہبی خلوص اور علماے شریعت کے ساتھ اس کی عقیدت مندی کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ قاضی صاحب کی شہرت بیان سے مستغنی ہے حاشیہ ہندی۔ مصباح متن ارشاد بدیع البیان فتاویٰ ابراہیم شاہی تفسیر فارسی المعروف بہ بحر المواج رسالہ مناقب سادات اور رسالۂ شہابیہ وغیرہ قاضی صاحب کے مشہور تصانیف ہیں۔ قاضی صاحب نے ہی ابراہیم شاہ کی پوری رفاقت کی اور بادشاہ کی وفات سے اس قدر مغموم ہوئے کہ اگلی سال یعنی ۸۴۱ھ ہجری میں خود راہی جنت ہوئے۔ بعضوں کا قول ہے کہ قاضی صاحب نے بادشاہ کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۴۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

سلطان محمود بن سلطان ابراہیم شاہ شرقی۔

ابراہیم شاہ کی وفات کے بعد اس کے فرزند سلطان محمود نے تخت حکومت پر جلوس کیا اور عقل و دانش اور اقتدار کامل کے ساتھ مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا سلطان محمود نے نہایت خوبی سے اپنے منصبی فرایض کو انجام دیا

اور رعایا کی امیدیں اس کے حسن سلوک سے پوری ہونے لگیں۔ ملک میں
عہد ابراہیمی کی رونق تازہ ہوئی اور محمود شاہ نے باپ کی پیروی کرکے اپنے
حسن انتظام سے رعیت و سپاہ ہر طبقے کو مطمئن اور دل شاد کیا۔

محمود شاہ نے ۸۴۷ھ ہجری میں تحفت و ہدایا قاصد کے ہمراہ سلطان
محمود خلجی کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ حاکم کالپی نصیر خاں ولد
قادر خاں نے شریعت اسلام کے دائرہ سے باہر قدم رکھ کر راہ ارتداد اختیار
کی ہے۔ نصیر خاں نے قصبہ شاہ پور کو جو کالپی سے زیادہ معمور و آباد تھا تباہ
اور برباد کرکے مسلمانوں کو جلا وطن کر دیا ہے اور ان کی عورتوں کو غیر
مسلموں کے حوالہ کرکے خدا اور رسول دونوں کے خوف سے اپنے کو آزاد
کر لیا ہے۔ سلطان سعید ہوشنگ کے زمانے سے اس وقت تک ہمارے
اور آپ کے درمیان سلسلۂ ارتباط اور محبت قائم ہے اس لئے تقاضائے
عقل یہی تھا کہ بغیر اطلاع اور بلا اجازت دولت شرقیہ کسی طرح کی
کاروائی نہ کی جائے اگر آپ بھی میرے ہم خیال ہوں تو نصیر گمراہ کی تنبیہ کرکے
کالپی میں دوبارہ احکام اسلام کو رواج دیا جائے۔ سلطان محمود خلجی نے
اس کے جواب میں لکھا کہ اس سے پیشتر بھی اس قسم کے اخبار غیر معتبر ذرایع
سے مجھ تک پہنچے تھے لیکن اب بادشاہ دین پناہ کے نامہ سے ان خبروں کی
کامل تصدیق ہو گئی نصیر جیسے فاجر کے فتنہ کو دفع کرنا ہر مسلمان فرمانروا کا
فرض ہے اگر دولت شرقیہ اس فتنہ کو فرو کرنے کا ارادہ نہ کرتی تو بالیقین
مالوہی فوج اس کام کو انجام دیتی اب جبکہ آپ جیسا دین پناہ فرمانروا ہی
اس طرف متوجہ ہوا ہے تو میری بھی دعا یہی ہے کہ خدایا یہ سفر مبارک ہو
اور بادشاہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو۔ شرقی قاصد محمود خلجی کے دربار
سے جونپور واپس آیا اور اس نے سارا ماجرا بادشاہ سے بیان کیا سلطان
محمود بیحد خوش ہوا اور اس نے انہیں ہاتھی تحفہ کے طور پر سلطان محمود
خلجی کی خدمت میں روانہ کرکے اپنا لشکر درست کیا اور کالپی روانہ ہوا۔
نصیر خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک عریضہ محمود خلجی

کی خدمت میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطان ہوشنگ نے یہ ملک مجھے مرحمت فرمایا ہے اس زمانے میں سلطان محمود شرقی کا ارادہ ہے کہ اپنے غلبۂ قوت سے کالپی پر قبضہ کرے اس دعاگو کی حمایت بادشاہ پر لازم ہے سلطان محمود خلجی نے اس خط کو پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نصیر خاں حاکم کالپی نے خدا کے غضب اور بادشاہ دیں پناہ کے خوف سے اپنے اعمال سے توبہ کی ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ احکام شرعی کی پوری پابندی کرے گا اور کالپی کو دینی معاملات میں دخل نہ دے گا یہ ظاہر ہے کہ سلطان سعید ہوشنگ نے یہ ملک قادر شاہ کو عطا فرمایا ہے اور یہ خاندان دولت مالوہ کا مطیع اور دست گرفتہ ہے ان امور پر لحاظ کرکے امید ہے کہ بادشاہ نصیر خاں کے گذشتہ جرائم معاف فرمائیں گے اور اس کے ملک کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے۔ نصیر خاں کے پہلے عریضہ کا جواب دیا گیا ہی نہ تھا کہ اس کی دوسری عرضداشت محمود خلجی کے ملاحظہ میں گزری جس میں مرقوم تھا کہ دعاگو سلطان ہوشنگ کے عہد حکومت سے فرمانروایان مالوہ کا حلقہ بگوش ہے اس زمانہ میں سلطان محمود شرقی نے دیرینہ عداوت کا انتقام لے کر کالپی پر حملہ کیا اور شہر کو اپنے قبضہ میں لے کر مسلمانوں کی عورتوں کو نظربند کیا اور ان کو جلاوطن کر کے خود چندیری واپس گیا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے محمود شرقی کو نصیر خاں کی تادیب اور تنبیہ کی اجازت دی تھی لیکن چونکہ اس کی عجز و زاری اب حد سے گزر چکی تھی محمود خلجی نے دوسری شعبان ۸۴۸ھ ہجری کو اجین سے کالپی اور چندیری کا سفر کیا۔ نصیر خاں نے چندیری میں محمود خلجی سے ملاقات کی اور محمود خلجی نے ایرچھ کا رخ کیا۔ سلطان محمود شرقی نے یہ اخبار سنا اور مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ محمود خلجی نے ایک فوج شرقیوں کے مقابلہ کے لئے نامزد کی اور اس کے بعد ایک دوسرے گروہ کو روانہ کیا تاکہ جونپور کے لشکر کو تاراج کرے اس گروہ نے حملہ کیا اور تاخت و تاراج کر کے حریف کو پریشان کیا اس کے علاوہ جو فوج کہ مقابلے کے لئے متعین ہوئی تھی اس نے جنگ آزمائی

کی طرفین سے تجربہ کار سپاہی مقتول ہوئے اور ہر گروہ اپنی قیام گاہ پر واپس
آیا۔ دوسرے دن صبح کو سلطان محمود خلجی نے اپنے ایک امیر عماد الملک
کو روانہ کیا تاکہ سر راہ قیام کر کے حریف کے لئے راستہ بند کرے۔ محمود
شرقی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے اسی منزل میں جو ایک مضبوط
اور محیط مقام تھا قیام کیا۔ سلطان محمود خلجی کو محمود شرقی کے قیام گاہ کے
استحکام کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک گروہ کو متعین کر کے اس نواح کو
تاخت و تاراج کرایا اور بے شمار مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ برسات
کا زمانہ آگیا اور طرفین صلح کر کے واپس ہوئے محمود خلجی چندیری روانہ ہوا
اور محمود شرقی نے موقع پا کر ملک برہار کو جہاں کے باشندے محمود خلجی کے
مطیع اور فرمانبردار تھے تاخت و تاراج کیا سلطان محمود خلجی اس ارادے
پر مطلع ہوا اور اس نے ایک گروہ کو اس ملک کے مقدم کی مدد کو روانہ
کیا۔ شرقی فوج مقابلہ نہ کر سکی اور محمود شرقی جلد اپنے لشکر سے جا ملا۔
چند روز کے بعد سلطان محمود شرقی نے ایک خط حضرت شیخ الاسلام
چاہیں لڈہ کے نام جو اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے روانہ کیا سلطان
محمود خلجی حضرت شیخ کا بیحد معتقد تھا شیخ الاسلام اس وقت گنبد شادی آباد
میں مدفون ہیں اس کے خط کا مضمون یہ تھا کہ طرفین سے خلق خدا مقتول
ہوئی ہے اور ہر فریق پر ترحم فرمایا جائے تو مناسب ہے۔ قاصد
حضرت شیخ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس نے زبانی یہ بیان کیا کہ بالفعل
قصبۂ ایرچھ اور کالپی پر محمود شرقی کا قبضہ ہو چکا ہے وہ بھی بعد کو
نصیر خاں کو واپس کر دئے جائیں گے۔ سلطان محمود شرقی کے قاصد نے
حضرت شیخ الاسلام سے یہ تقریر کی حضرت شیخ نے قاصد کو اپنے ایک
خادم کے ہمراہ کیا اور ایک نصیحت آمیز مکتوب سلطان محمود خلجی کے نام روانہ
کیا محمود خلجی نے کہا کہ جب تک محمود شرقی کالپی واپس نہ کرے گا صلح کا
ہونا ناممکن ہے۔ نصیر خاں قطعاً خانہ بدوش ہو چکا تھا وہ پرگنہ راٹھ کی
حکومت کو غنیمت سمجھا اور اس نے محمود خلجی سے عرض کیا کہ محمود شاہ شرقی

بادشاہ اور شیخ الاسلام دونوں سے وعدہ کرتا ہے کہ اس واقعے کے بعد قادر شاہ کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور اب اس کی فوج ہمارے ملک میں نہ داخل ہوگی اور نیز یہ کہ چار مہینے کے بعد ایرچھ اور کالپی بھی واپس کر دے گا بہتر یہ ہے کہ اب جنگ آزمائی سے توقف فرمائی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام کی ظاہری باطنی توجہ سے صلح مکمل ہوگئی اور شرقی قاصد شاہی عنایتوں سے سرفراز ہو کر واپس آیا سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو واپس گیا اور محمود شرقی نے جونپور کی راہ لی۔ محمود شرقی نے اپنے نیک نفس باپ کی پیروی کی اور اسی لئے علمار فضلائ بلکہ عوام کے تمام طبقوں کو بھی اپنی جود و سخا سے محظوظ اور بہرہ مند کیا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب کہ لشکر تکان سفر سے آرام پا چکا تو بادشاہ نے حساون کا رخ کیا اور اس نواح کے مفسدوں اور سرکشوں کو تہ تیغ کیا۔ حساون کے بتخانہ منہدم کر کے بے شمار مال غنیمت کے ساتھ جونپور واپس آ گیا۔

۸۵۶ھ ہجری میں محمود شرقی نے دہلی پر لشکر کشی کی اور تھوڑی مدت تک محاصرہ کر کے جنگ آزمائی کرتا رہا۔ سلطان بہلول جرار لشکر لیکر دیبالپور سے دہلی آیا اور اپنی صفیں درست کیں سلطان محمود نے جب دیکھا کہ دریا خاں افغان جو بادشاہ دہلی سے برگشتہ ہو کر شرقی بارگاہ کا ملازم ہوا تھا عین معرکہ جنگ سے فراری ہوا ہے تو اس نے بھی توقف میں مصلحت نہ دیکھی۔ اہل دہلی نے بادشاہ کا تعاقب کیا اور ایک نامی شرقی امیر فتح خاں ہلاک ہوا اور سات فیل جنگی حریف کے ہاتھ آئے۔

۸۶۱ھ ہجری میں بہلول لودی نے اٹاوے کے چودھری پر لشکر کشی کی محمود شرقی نے دوبارہ اس پر حملہ کیا اور جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہو چکا ہے فریقین ایک مدت تک ایک دوسرے کے مقابلے میں قیام پذیر رہے سلطان بہلول لودی کے چچازاد بھائی قطب خاں نے لشکر پر شبخون مارا اور حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ لیکن ابھی جنگ سلطانی نہوئی تھی کہ محمود شاہ شرقی علیل ہوا اور بیس سال چند ماہ حکومت کر کے

راہیٔ عدم ہوا۔

محمد شاہ بن محمود شاہ شرقی

محمود شاہ شرقی نے دنیا سے رحلت کی اور اعیان ملک نے بی بی راجی محمود شاہ کی بیگم کے مشورے سے مرحوم بادشاہ کے فرزند اکبر کو سلطان محمود شاہ کے خطاب سے اپنا فرمانروا تسلیم کیا۔

سلطان بہلول لودی سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ محمود شاہ شرقی کی ساری سلطنت محمود شاہ کے قبضے میں آئے اور بادشاہ بہلول لودی اپنے مقبوضات پر متصرف رہے۔ محمود شاہ شرقی نے جونپور کی راہ لی بادشاہ کی نالائقی سے امیر بیحد رنجیدہ ہوئے اور ملکہ جہاں بی بی راجی بھی اپنے فرزند کی خونخواری سے بہت آزردہ ہوئی۔ اسی اثناء میں سلطان بہلول لودی قطب خاں کو قید سے آزاد کرانے کے لئے دہلی سے روانہ ہوا سلطان محمود شاہ نے بھی جونپور سے سفر کیا پرتاب نام اس نواح کا زمیندار جو اس سے پیشتر سلطان بہلول لودی کا بہی خواہ تھا محمود شاہ کو زیادہ طاقت ور دیکھکر اس سے جا ملا۔ محمود شاہ سرستی پہنچا اور بہلول لودی نے رابری میں جو سرستی سے قریب ہے قیام کیا۔ محمد شاہ نے سرستی سے ایک فرمان کوتوال جونپور کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ میرے بھائی حسن خاں اور قطب خاں پسر اسلام خاں لودی کو فوراً قتل کر۔ کوتوال نے جواب میں عریضہ لکھا کہ بی بی راجی مجرموں کی ایسی حفاظت کرتی ہے کہ میں ان کو کسی طرح نہ تیغ نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے کوتوال کا خط پڑھا اور اپنی والدہ کو اس بہانہ سے جونپور سے طلب کیا کہ حسن خاں سے کدورت رفع کر کے ان کو ملک کا کوئی حصہ جاگیر میں دیا جائے گا۔ بی بی راجی دام مکر میں گرفتار ہو کر جونپور روانہ ہوئی اور کوتوال نے حسن خاں کو تہ تیغ کیا۔ بی بی راجی نے قنوج میں حسن خاں کے قتل کی خبر سنی اور وہیں قیام پذیر ہو گئی اور محمد شاہ کے پاس نہ گئی محمد شاہ نے اپنی والدہ کو لکھا کہ ایک روز تمام بھائیوں کا یہی حال ہوگا بہتر یہ ہے کہ والدہ صاحبہ سبھوں کا یکبارگی ماتم کرالیں۔ محمد شاہ کی

عیاری سے امیر اور ارکان دولت بھی خوفزدہ ہوئے۔ ایک روز جلال خاں اور حسن خاں محمود شاہ کے دونوں بھائیوں نے سلطان شاہ اور جلال خاں اجودھنی کے اتفاق رائے سے محمد شاہ سے عرض کیا کہ بہلول لودی کے لشکر کا ارادہ شبخون مارنے کا ہے۔ شاہی حکم کے مطابق شاہزادہ حسین خاں اور سلطان شاہ اجودھنی تیس ہزار سواروں اور ایک ہزار ہاتھیوں کے ہمراہ دشمنوں کے سدراہ ہونے کے بہانے سے محمد شاہ شرقی سے جدا ہو گئے اور جھر نے کے کنارہ مقیم ہوئے بہلول لودی نے یہ خبر سنی اور ایک دستہ فوج کا ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا شاہزادہ حسین خاں نے ارادہ کیا کہ جلال خاں کو جو لشکر میں رہ گیا تھا اپنے ہمراہ لے حسین نے جلال کی طلبی میں ایک شخص کو روانہ کیا لیکن سلطان بہلول کی فوج جو ان کے مقابلہ میں نامزد کی گئی تھی وہ یہاں پہنچی اور ان کی جگہ قیام پذیر ہوگئی جلال خاں شاہزادہ حسین کے حکم کے موافق محمد شاہ کے لشکر سے نکل کر جھرنہ روانہ ہوا اور بہلول لودی کی فوج کو حسین خاں کا لشکر سمجھا شاہزادہ جلال اس شہر میں پہنچا اور سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کیا بہلول لودی نے جلال خاں کو قطب خاں کے عوض نظر بند کر دیا۔ محمد شاہ حریف سے مقابلہ نہ کر سکا اور قنوج روانہ ہوا سلطان بہلول نے دریائے گنگا کے کنارہ تک محمد شاہ کا تعاقب کیا اور کچھ اسباب اور مال غنیمت لے کر واپس ہوا حسین خاں اپنی والدہ کے پاس پہنچ گیا اور بی بی راجی اور ارکین دولت کی سعی و کوشش سے سلطان حسین کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا اور ملک مبارک گنگ اور ملک علی گجراتی اور تمام امیروں کو محمد شاہ شرقی کے مقابلہ میں جو دریائے گنگا کے کنارہ مقیم تھا روانہ کیا سلطان حسین کا لشکر نزدیک پہنچا اور بعض وہ امیر بھی جو محمد شاہ کے پاس تھے اس سے جدا ہو کر سلطان حسین شرقی سے جا ملے محمد شاہ اپنی قیام گاہ سے بھاگ کر اس نواح کے ایک باغ میں داخل ہوا حسین شرقی کے لشکر نے اس باغ کا بھی محاصرہ کر لیا۔ محمد شاہ شرقی بڑا قادر تیر انداز

تھا اس نے کمان ہاتھ میں لی لیکن بی بی راجی نے محمد شاہ کے سلاحدار سے سازش کر کے تمام تیروں کے پیکان جدا کر دیئے تھے محمد شاہ جو تیر ہاتھ میں لیتا اس کو بلا پیکان کے پاتا تھا آخرکار اس نے عاجز ہو کر تلوار ہاتھ میں لے لی اور چند آدمی کو قتل بھی کیا لیکن اسی اثناء میں مبارک گنگ کا تیر محمد شاہ کے گلے میں لگا اور بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سلطان حسین سے بہلول لودی نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر دو فرمانروا چار سال آپس میں جنگ و جدال نہ کریں گے رائے پرتاب جو اس سے قبل محمد شاہ کے بہی خواہوں میں داخل ہو گیا تھا قطب خاں کے اطمینان دلانے سے سلطان بہلول کی خدمت میں حاضر ہو گیا سلطان حسین نے قنوج سے سفر کیا اور ہر بینہ نام حوض کے کنارہ مقیم ہوا بادشاہ نے قطب خاں لودی کو جونپور سے بلایا اور اسپ و خلعت اور دیگر عنایات شاہی سے سرفراز کر کے عزت و حرمت کے ساتھ سلطان بہلول کی خدمت میں روانہ کر دیا بہلول لودی نے بھی شاہزادہ جلال خاں کو تعظیم اور تکریم کے ساتھ انعامات سے دل شاد کیا اور اسے حسین شاہ شرقی کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی اس کے بعد ہر فرمانروا اپنے ملک کو واپس گیا۔ محمد شاہ شرقی نے پانچ ماہ حکومت کی۔

حسین شاہ بن محمود شاہ شرقی

حسین شاہ شرقی نے جیسا کہ بیان ہو چکا اپنے بھائی محمود شاہ کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور بہلول لودی سے صلح کر کے جونپور واپس آیا۔

حسین شرقی اپنے بھائی کے حالات سے عبرت حاصل کر چکا تھا اس نے قلیل زمانہ میں صاحب دعوی سرداروں کو حکمت و تدبیر سے قید کر کے دوسرے بلاد کی تسخیر پر کمر ہمت باندھی سب سے پہلے تین لاکھ سوار اور چودہ سو فیل بندگی جمع کر کے اڑیسہ پر حملہ آور ہوا اثناء راہ میں تربہت کو ویران کر کے آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رکھا۔ حسین شاہ اڑیسہ پہنچا اور اس نے اطراف و جوانب میں افواج روانہ کر کے ممالک کے تاراج

اور اہالی ملک کے قتل اور اسیر کرنے کا حکم دیا اڈیسہ کا راجہ اپنے مآل کار
میں بیحد پریشان ہوا اور عجز و زاری کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ دیکھا۔
راجہ نے اپنا وکیل حسین شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے اظہار اطاعت کے
ساتھ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے ملک کی تسخیر سے
ہاتھ اٹھایا اور راجہ نے مشکور ہو کر تیس عدد ہاتھی سو گھوڑے اور نفیس
اور بیش قیمت اسباب اور بے شمار نقد دولت حسین شاہ کی خدمت میں روانہ
کیا حسین شاہ کامیاب اور صحیح و سالم جونپور واپس آیا۔

سنہ ۸۷۱ ہجری میں حسین شاہ نے قلعۂ بنارس کی جو امتداد زمانہ سے
خراب ہو گیا تھا از سر نو مرمت کرائی اور اسی سال اپنے نامی امیروں کو
گوالیار کی مہم پر نامزد کیا شرقی امیروں نے گوالیار پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا
راجہ گوالیار طول محاصرہ سے عاجز آ گیا اور اپنے کو حسین شاہ کے حلقہ بگوشوں
میں داخل کیا۔ حسین شاہ کی عظمت اور اس کا اقتدار اب انتہائے کمال کو
پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے اغوا سے جو سلطان علاء الدین بن محمد شاہ
بن فرید شاہ بن مبارک شاہ کی دختر تھی سنہ ۸۸۱ ہجری میں دہلی فتح کرنے کا
ارادہ کیا حسین شاہ ایک لاکھ چالیس ہزار سواروں اور چودہ سو ہاتھیوں کی جمعیت
سے دہلی کی طرف روانہ ہوا بہلول لودی نے ایک قاصد سلطان محمود خلجی کے
پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اگر بادشاہ اس وقت میری مدد فرمائیں
تو بیانہ کا قلعہ مالوہ ہی دائرۂ حکومت میں داخل کر دیا جائے گا لیکن بہلول کے
خط کا جواب ہنوز شادی آباد مندو سے پہنچا بھی نہ تھا کہ حسین شاہ شرقی نے
حوالی دہلی کے تمام ممالک پر قبضہ کر لیا بہلول لودی نے نہایت عجز و زاری
کے ساتھ حسین شرقی سے التجا کی کہ دہلی کے تمام ممالک بادشاہ کے زیر نگیں
رہیں گے لیکن اگر جناب اصل دہلی کو مع اٹھارہ کروہ نواح شہر کے میرے
قبضہ میں دیتے ہیں تو میں بادشاہ کے ملازمین میں داخل ہو کر بلدہ کی داروغگی
کی خدمت انجام دوں گا حسین شاہ نے نہایت تکبر و غرور میں بہلول کی التجا
قبول نہ کی سلطان بہلول نے مجبور ہو کر خدا پہ بھروسہ کیا اور اٹھارہ ہزار افغان

سواروں کے ہمراہ دہلی سے نکلا اور دریا کے کنارہ حسین شرقی کے مقابل میں مقیم ہوا فریقین کے درمیان دریا حایل تھا اس لیے تھوڑے دنوں تو لڑائی موقوف رہی اسی درمیان حسین شرقی کے سرداران نزدیک ملک کے تاخت وتاراج کے لئے روانہ ہوئے سلطان بہلول نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور عین گرمی کے موسم میں جس مقام پر کہ دریا پایاب تھا اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے ہر چند اخبار رسانوں نے افغانیوں کی آمد کی خبر دی لیکن حسین شرقی نے نخوت وغرور کی بنا پر اس بات پر توجہ نہ کی یہاں تک کہ اہل دہلی دریا کو عبور کر کے شرقی لشکر کو تاراج کرنے میں مشغول ہوئے چونکہ بادشاہ کی ناعاقبت اندیشی سے امیر وسپاہ خواب غفلت میں مبتلا تھے ہر شخص نے راہ فرار اختیار کی سلطان حسین نے بھی مجبوراً اپنی باگ موڑی ملکہ جہاں اور نصیر اہل حرم حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے لیکن بہلول لودی نے حق نمک کا پاس ولحاظ کیا اور ان خواتین کو بعد اعزاز واکرام کے ساتھ حسین شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ ملکہ جہاں نے حسین شرقی کے پاس پہنچتے ہی پھر سلسلہ جنبانی شروع کی اور حسین شاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا ملکہ نے اس قدر اپنے شوہر کو ابھارا کہ حسین شاہ شرقی نے سامان حرب درست کر کے دوسرے سال دوبارہ دہلی کا رخ کیا حسین شاہ دہلی کے قریب پہنچا اور یہاں سے بہلول لودی نے حسین شرقی کو پیغام دیا کہ اگر بادشاہ میرے قصور کو معاف فرما کر مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں تو میں ایک روز حق نمک ادا کروں گا چونکہ یہ امر مقدر ہو چکا تھا کہ دولت شرقیہ کا خاتمہ ہو حسین شاہ نے بہلول کے عجز وانکسار پر توجہ نہ کی اور اس نعمت کو چشم حقارت سے دیکھ کر پیغام کا جواب دیا حسین شاہ نے قدم آگے بڑھایا سلطان بہلول نے بھی مجبوراً مقابلہ کیا لیکن اس مرتبہ حسین شاہ کو شکست ہوئی حسین شاہ نے تیسری مرتبہ پھر حملہ کیا اور راہ فرار اختیار کی آخر کار چوتھی مرتبہ یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ گھوڑے سے گرا اور معرکۂ جنگ سے جان بچا کر بھاگا اور جیسا کہ شاہان دہلی کے حالات میں مرقوم ہو چکا ہے جونپور پر بہلول لودی کا قبضہ ہو گیا سلطان حسین اپنی قلمرو کے

وہ ور تہین حصۂ ملک میں پناہ گزیں ہوا اور بہت تھوڑے ملک پر جس کا محصول
صرف پانچ کروڑ تھا قناعت کر لی سلطان بہلول نے باوجود قدرت حاصل
ہونے کے حسین شرقی کا تعاقب نہ کیا۔ بادشاہ بہلول لودی نے وفات پائی
اور حسین شاہ نے پھر فسادبرپا کیا اور باربک شاہ کو اس امر پر مستعد کیا کہ
دہلی پر لشکرکشی کر کے ملک سلطان سکندر لودی کے قبضہ سے نکال لے مگر جنگ
واقع ہوئی اور باربک شاہ میدان جنگ سے فراری ہوا اور جونپور پہنچ گیا
اس مرتبہ سلطان سکندر لودی نے جونپور کی حکومت اپنے بھائی باربک شاہ
سے لے لی اور حسین شرقی کو مایۂ فساد سمجھکر جس گوشہ میں وہ پناہ گزیں تھا
وہاں سے بھی اسے بدر کر دیا حسین شرقی نے سلطان علاء الدین حاکم
بنگالہ کے دامن میں پناہ لی سلطان علاء الدین نے حسین شرقی کی خاطر ومدارات
کی اور اس کے لئے اسباب عیش وعشرت مہیا کر دیا حسین شرقی نے اس کے
بعد کبھی فرمانروائی حاصل کرنے کا خیال نہیں کیا غرضکہ سنہ ۸۸۱ھ ہجری میں دولت
شرقیہ کا خاتمہ ہوا سلطان حسین شرقی نے انیس سال حکومت کی اور شکست
کے بعد چند سال بنگالہ میں زندگی کے دن بسر کر کے دنیا کو خیرباد کہا۔

آٹھواں مقالہ

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات ہیں اور اس امر کا ذکر کہ اسلام اس نواح میں کیونکر پھیلا

خلاصۃ الحکایات ۔ حجاج نامہ اور تالیف حاجی محمد قندھاری وغیرہ کتب تاریخ میں سندھ اور ٹھٹھہ میں آغاز اسلام کی روایت اس طرح مرقوم ہے کہ حجاج بن یوسف نے جو ولید بن عبد الملک کی طرف سے عراق عرب وعجم بلکہ ایران اور توران کا بھی حاکم تھا بلاد ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا ۔ حجاج نے سب سے پہلے محمد ہارون کو ۸۶ھ کے اوائل میں ایک جرار لشکر کے ہمراہ کمران روانہ کیا محمد ہارون نے کمران فتح کیا اور یہاں کے باشندے جس میں سے ایک فتنہ بلوچیوں کا ہے مسلمان ہو گئے ۔ اس زمانہ سے اس ملک میں اسلام کا رواج ہوا اور مساجد تعمیر کر کے احکام شریعت جاری کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جزیرہ سراندیب کے باشندوں کا بھی خیال ہے کہ دریا کے راستہ سے بذریعہ کشتی مکۂ معظمہ اور دوسرے بلاد عرب کا سفر کرتے ہیں اور ہندوستان کے برہمن ظہور اسلام سے پیشتر خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پرستش کے لئے مکہ معظمہ میں بھی حاضر ہوتے تھے اور اس مقام کو بہترین معبد جانتے تھے اس وجہ سے

سراندیب کے راجہ کو بہ نسبت دیگر فرمانروایان ہندوستان کے حقیقت اسلام سے آگاہ ہونے کا پہلے موقع ملا اور یہاں کا راجہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں مسلمان ہوگیا اس راجہ کو سلاطین اسلام کے ساتھ بیحد عقیدت تھی اور ایک مرتبہ اس راجہ نے دریا کے راستے سے تحفے اور ہدیے کنیزوں اور غلاموں کے ہمراہ کشتیوں میں بھر کر ولید کیلئے اسلامی تختگاہ کو روانہ کئے۔ مسافر باب چھ کے نواح میں پہنچے اور تومک کے باشندے حاکم دیبل کے حکم سے دریا میں گشت لگایا کرتے تھے سر راہ اس کشتی کو مع دیگر کشتیوں کے گرفتار کر کے اپنے قبضہ میں لے آئے تمام مال و متاع کو جو اس کشتی میں بھرا ہوا تھا اپنا سمجھے بلکہ چند مسلمان عورتوں کو بھی جو جزیرۂ سراندیب سے حج کے لئے روانہ ہوئی تھیں گرفتار کر کے لے گئے جو اشخاص کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بچے وہ حجاج کے پاس حاضر ہو کر اس سے دادخواہ ہوئے۔ حجاج نے ایک خط داہر بن صعصعہ حاکم سندھ کے نام لکھکر محمد ہارون کے پاس روانہ کیا تاکہ ہارون اپنے معتبر قاصدوں کی معرفت خط مکتوب الیہ کے پاس بھیجدے۔ داہر نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا کہ جس قوم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ بیحد قوی اور طاقتور ہے اور میری کوشش امکانی سے اس گروہ کو دفع کرنا دشوار ہے۔ حجاج کو یہ خبر پہنچی اور اس نے ولید بن عبد الملک سے جہاد ہندوستان کی اجازت لے کر بدیل نام ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس روانہ کیا اور ہارون کو حکم دیا کہ ایک ہزار آزمودہ سپاہی بدیل کے ہمراہ اہل دیبل سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کرے۔ بدیل دیبل پہنچا اور داد مردانگی دے کر معرکۂ کارزار میں شہید ہوا حجاج اس خبر کو سنکر بیحد پریشان ہوا اور تلافی مافات کو مد نظر رکھکر اپنے چچازاد بھائی اور داماد عماد الدین محمد قاسم کو جو سترہ برس کا نوعمر جوان تھا چھ ہزار شامی امیروں کے ہمراہ جو سب کے سب جنگ آزما سپاہی تھے قلعہ کشائی اور ملک گیری کے لئے سنہ ۹۳ ہجری میں شیراز کے راستہ سے سندھ روانہ کیا۔ محمد قاسم دیبل کے سرحدی شہر دیون اور درستہ پہنچا اور چند روز کے بعد وہاں سے بھی

کوچ کر کے بلدہ دیبل میں جو دریائے عمان کے کنارہ واقع اور فی الحال ٹھٹھہ کے نام سے مشہور رہے وارد ہوا۔ محمد قاسم نے شہر کا محاصرہ کیا۔ دیبل میں ایک بتخانہ تھا جو اپنے استحکام اور ساخت کے لحاظ سے اگر قلعہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ محاصرہ کو طول ہوا اور ایک برہمن جان کی امان حاصل کر کے محمد قاسم کے پاس آیا۔ محمد قاسم نے اس برہمن سے وہاں کے باشندوں اور بتخانہ کا حال دریافت کیا برہمن نے جواب دیا کہ چار ہزار راجپوت سپاہی اور دو یا تین ہزار پجاری برہمن اس بتخانے میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ برہمن فاضلوں نے ایک طلسم ایسا بنا رکھا ہے کہ جب تک وہ نہ ٹوٹے اس قلعے کا فتح ہونا محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ آجتک یہ بتخانہ فاتحین کے ہاتھوں سے محفوظ ہے محمد قاسم نے دریافت کیا کہ وہ طلسم کہاں ہے برہمن نے جواب دیا کہ فلاں جھنڈے کی جڑ میں ہے محمد قاسم نے جعفویہ نام ایک شخص کو جو منجنیق انداز تھا حکم دیا کہ اپنے کمال فن سے اس جڑ کو پارہ پارہ کرے جعفویہ نے تین مرتبہ سنگ اندازی کر کے اس جڑ کو توڑ دیا اور طلسم باطل ہوگیا اس واقعہ کے بعد قلعہ تھوڑے ہی زمانہ میں فتح ہوگیا اور محمد قاسم نے گنبد کی چار دیواری کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا اور برہمن کو اسلام لانے کی دعوت دی اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور محمد قاسم نے ان کے لڑکوں لڑکیوں اور جوان عورتوں کو بطور کنیز و غلام اسیر کیا اور سترہ برس سے زیادہ کے مردوں کو تہ تیغ کیا محمد قاسم نے ان کی عورتوں کو اطراف میں روانہ کر کے اور خود لشکر میں مسلمانوں کی خدمت گزاری کے لئے مقرر کیا اور مال غنیمت کو جو بہت زیادہ حاصل ہوا تھا اس طرح تقسیم کیا کہ پانچواں حصہ مع پچھتر کنیزوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور بقیہ اہل لشکر میں تقسیم کر کے ان کو خوش کیا۔ محمد قاسم نے بلدۂ ہیراون کا رخ کیا اور حاکم شہر یعنی فوجی بن داہر کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے قلعہ اور شہر اپنے معتمد درباریوں کے سپرد کیا اور خود قلعہ برہمن آباد قدیم کو روانہ ہوگیا اور سانیان اور قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ نے جان کی امان حاصل کر کے

حصار محمد قاسم کے سپرد کر دیا محمد قاسم نے اس شہر کی حکومت ایک مسلمان
کے سپرد کی اور لشکر کی ضروریات زندگی کا انتظام کر کے چند معتبر شہر کے
باشندوں کو ہمراہ لیا اور ہندوستان کا جو فی الحال سیوان کے نام سے مشہور
ہے رخ کیا سیوان کے باشندے جو سب کے سب قوم کے برہمن تھے
اپنے حاکم بجھرائے کے پاس جو داہر کا رشتہ دار تھا گئے اور اس سے
کہا کہ ہمارے مذہب میں مرنا اور مارنا جائز نہیں ہے بہتر ہے کہ ہم
عماد الدین سے امان طلب کر کے اس کی اطاعت کریں بجھرائے اس تقریر
سے بیحد غضبناک ہوا اور برہمن کو سخت و سست الفاظ سے یاد کرنے لگا۔
مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کیا اور راجہ حریف کی طاقت کا اندازہ کر کے
ایک ہفتہ کے بعد رات کو راجپوت سپاہیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ
فراری ہوا اور حصار سلیم کے راجہ کے پاس پہنچکر اس سے مدد کا خواستگار
ہوا لیکن برہمنوں اور شہر کے باشندوں نے صبح کو جان کی امان طلب کر کے
شہر محمد قاسم کے سپرد کر دیا۔ محمد قاسم نے مال غنیمت میں سے خمس نکال کر
بقیہ مال اہل لشکر کو تقسیم کیا اور حصار سلیم کا رخ کیا عماد الدین نے اس
قلعہ کو بھی سر کیا اور یہاں کا مال غنیمت بھی بدستور سابق تقسیم کر کے
چندے شہر میں قیام کیا۔ اسی اثناء میں داہر کا پسر بزرگ مسمی ہیلیسہ
(بر گز) جو بیحد شجاع اور دلیر تھا اپنا لشکر مرتب کر کے محمد قاسم کے مقابلہ
میں آیا محمد قاسم نے ایک مضبوط قیام گاہ پر اپنے ڈیرے ڈالے
اسی زمانہ میں بیحد گرانی ہوئی اور اکثر جانور ہلاک ہوئے جس سے مسلمانوں
کے لشکر میں پریشانی اور بدامنی پھیلی محمد قاسم نے حجاج سے شکایت
کی اور اس نے دو ہزار گھوڑے اصطبل خاصہ سے سپاہیوں کے لئے
روانہ کئے محمد قاسم از سر نو تازہ ہوا اور رائے زادہ کا محاصرہ کر لیا فریقین
میں چند مرتبہ جنگ آزمائی ہوئی لیکن پورا غلبہ کسی فریق کو حاصل نہ ہوا۔
رائے داہر نے اپنے ملک کے نجومیوں کو جمع کیا اور لشکر عرب کے مآل کار
کے بابت ان سے سوال کیا اختر شناسوں نے جواب دیا کہ ہم نے کتب قدیم

میں پڑھا ہے کہ فلاں تاریخ عرب میں ایک شخص (صلی اللہ علیہ) دعویٰ نبوت کرے گا اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف بلائے گا اس شخص کی رحلت کے بعد ۸۶ھ ہجری میں عربی لشکر نواح دیبل میں پہنچے گا ۹۳ھ ہجری میں اس شہر میں وارد ہو کر تمام ملک پر قبضہ کرے گا۔ رائے داہر باوجود اس کے بارہا نجومیوں کے احکام کی آزمائش کر چکا تھا لیکن چونکہ اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا راجہ نے اہل نجوم کی فہمائش پر توجہ نہ کی اور دسویں رمضان روز پنجشنبہ ۹۳ھ ہجری کو جنگ آزمائی کا ارادہ کر لیا۔ داہر نے پچاس ہزار راجپوت اور سندی اور ملتانی سوار جمع کیے اور اپنے فرزندوں اور قرابت داروں اور اعوان و انصار کے ساتھ عہد و قسم درمیان میں دیکھ محمد قاسم کے بالمقابل صف آرائی کی محمد قاسم نے چھ ہزار عرب سپاہ کے ہمراہ حریف کے مقابلہ میں صف آرائی کی داہر مسلمانوں کے لشکر کے قریب آیا اور چند روز متواتر جنگ کی ابتدا کرتا رہا راجہ کے فرزندوں اور سرداروں نے جاں نثاری میں کوئی کمی نہیں کی لیکن چونکہ تقدیر برگشتہ تھی تدبیر مضر ثابت ہوئی آخر کار ایک روز داہر فیل سفید پر سوار ہو کر قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور میمنہ اور میسرہ اور مقدمۃ لشکر کو درست کر کے بڑے ہجوم کے ساتھ میدان جنگ میں آیا محمد قاسم نے خدا پر بھروسہ کر کے میدان کارزار کی راہ لی پہلے سندی اور عربی بہادر فرداً فرداً اپنے جوہر مردانگی دکھاتے لیکن جب بارہا ایسا ہو چکا کہ دس عربی سواروں نے بیس ہندی سپاہیوں نوجوان کے مدمقابل ہو کے قتل کیا تو راجہ نے جنگ مغلوبہ کر دی اور خود بھی بڑی بہادری کے ساتھ شمشیر زنی کرتا رہا راجہ نے بہتوں اور سرداروں نے بھی اظہار جوانمردی میں پوری کوشش کی۔ اسی دوران میں عرب کے ایک گولہ انداز نے آتشیں بان روئے داہر کے فیل سفید پر مارا ہاتھی اس آگ کے شعلے سے بھڑکا اور میدان سے بھاگا فیلبان نے ہرچند آنکس مارے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ہاتھی فیلبان کے قابو سے باہر ہو کر لب دریا تک پہنچا اور پانی میں اتر گیا محمد قاسم راجہ کے تعاقب میں دریا تک آیا اور

ساحل دریا پر دوبارہ جنگ شروع ہوئی رائے داہر نے مسلمانوں پر ہاتھی دوڑایا نیزے اور تیر سے بہت سے مسلمانوں کو ہلاک کیا اسی اثنا ء میں ایک تیر رائے داہر کے لگا اور راجہ ہاتھی کے نیچے گرا لیکن بہادری اور مردانگی کے ساتھ پھر اٹھا اور جس طرح ممکن ہوا گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔ راجہ کا ایک عرب بہادر سے مقابلہ ہوا اور عربی سوار نے ایک ہی ضرب میں راجہ کا کام تمام کر دیا ۔ راجہ کے درباریوں اور اس کے عزیزوں نے یہ حال دیکھتے ہی ننگ و نام کا لحاظ بھی نہ کیا اور راہ فرار اختیار کی اور حصار از ور غالباً اوچھہ (برگز) میں پناہ گزیں ہو گئے بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا محمد قاسم نے قلعۂ آزور کے سر کرنے کی کوشش کی ۔ رائے داہر کے فرزند مسمی جلیسہ نے ارادہ کیا کہ حصار کو مردان جنگی سے مضبوط کر کے خود قلعے کے باہر جنگ آزمائی کرے لیکن راجہ کے وکلا اور وزرا نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور اسے ساتھ لے کر برہمن آباد کے قلعے کو روانہ ہو گئے ۔ راجہ داہر کی زوجہ نے جو بڑی بہادر عورت تھی اپنے فرزند کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کے ساتھ قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئی محمد قاسم نے عورت کے مقابلہ میں صف آرا ہونا باعث ننگ خیال کیا اور رانی کی طرف توجہ نہ کی ۔ رانی اپنے راجپوت سپاہیوں کے ساتھ حصار میں پناہ گزیں ہوئی اور دشمن کی مدافعت شروع کی ۔ محاصرہ کی طوالت سے اہل قلعہ بیحد پریشان ہوئے اور انھوں نے آگ کا ایک بڑا انبار روشن کیا اور اکثر راجپوتوں نے اپنے زن و فرزند کو آگ کے نذر کیا اور آزور کے دروازہ کھول کر راجہ داہر کی زوجہ کے ساتھ حصار سے باہر آئے اور اس قدر لڑے کہ رانی کے ساتھ معرکۂ جنگ میں کام آئے مسلمانوں نے تلوار بنیام میں رکھی اور حصار میں داخل ہو کر چھ ہزار راجپوتوں کو تہ تیغ کر کے بیس ہزار آدمیوں کو قید کیا ۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی

دو لڑکیاں بھی تھیں جن کو محمد قاسم نے خلیفہ کے لئے بطور تحفہ حجاج کے پاس روانہ کیا۔

محمد قاسم نے دیول کا تمام ملک عربی امیروں میں تقسیم کر دیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ملتان پر بھی داہر کا قبضہ تھا تو محمد قاسم نے ملتان پہنچ کر بھی قبضہ کر لیا اور اس شہر کو تختگاہ قرار دیکر بت خانوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔ حجاج نے بادشاہ سندھ کی بیٹیوں کو دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے حرم میں رہنے لگیں ایک مدت کے بعد ۹۶ھ ہجری میں خلیفہ نے ان کو یاد کیا ولید نے ان لڑکیوں کا نام دریافت کیا بڑی بہن نے کہا کہ میرا نام سریا دیوی ہے اور دوسری بہن نے جواب دیا کہ مجھے پرمل دیوی کہتے ہیں ولید بڑی بہن پر والہ و شیفتہ ہو گیا اور اسے اپنے محل میں داخل کرنا چاہا سریا دیوی نے دعا دینے کے بعد خلیفہ سے عرض کیا کہ میں بادشاہ کے محل میں داخل ہونے کے لائق نہیں ہوں اس لئے کہ یہاں آنے سے پیشتر محمد قاسم تین روز میرے پاس شب باش ہو چکا ہے کیا مسلمانوں میں یہی رسم ہے کہ پہلے نوکر دست خیانت دراز کریں اور بعد اس کے اس عورت کو تحفے کے طور پر خلیفہ کے پاس بھیجیں ولید یہ تقریر سن کر بیحد خفا ہوا اور اسی وقت اپنے قلم سے ایک فرمان اس مضمون کا لکھا کہ محمد قاسم جہاں بھی ہو اپنے کو گائے کے چمڑے میں بند کر کے تختگاہ میں حاضر ہو۔ محمد قاسم غریب نے اپنے کو چمڑے میں لپیٹ کر کہا کہ مجھے صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کرو۔ عماد الدین قاسم دمشق پہنچا اور ولید نے اس دختر کو حاضر کر کے اس سے کہا میں اپنے مجرموں کو اس طرح سزا دیتا ہوں۔ سریا دیوی نے دوبارہ بادشاہ کو دعا دی اور کہا کہ خلیفہ کو چاہیئے کہ دوست و دشمن کی گفتگو بلا میزان عقل میں تولے باور نہ کرے اور اس کے متعلق اس طرح کا فرمان نہ جاری کرے خلیفہ کی اس حرکت سے معلوم ہوا کہ وہ عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور محض تقدیر کے بھروسے پر حکمرانی کرتا ہے محمد قاسم اور میرے درمیان

حقیقی بھائی اور بہن کا برتاؤ رہا ہے اس نے کبھی مجھ پر دست درازی نہیں کی چونکہ اس نے میرے باپ اور قرابت داروں کو قتل کر کے ہماری قوم کو تباہ اور ہم کو خود شاہی کے مرتبہ سے غلامی تک پہنچایا تھا میں نے اس سے انتقام لے کر اس پر یہ تہمت لگائی اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی ولید یہ سنکر بیحد شرمندہ ہوا لیکن چونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اب اس کا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔

عماد الدین کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا حال کسی مشہور اور متداول تاریخ میں مرقوم نہیں ہے تاریخ بہادر شاہی میں البتہ حکام سندھ کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ناظرین کو واضح ہو کہ عماد الدین کے بعد ایک جماعت نے جو اپنے کو تمیم انصاری کی اولاد ظاہر کرتی تھی سندھ پر حکمراں رہی لیکن ان فرمانرواؤں کے نام مورخ فرشتہ کی نظر سے کسی تاریخ میں نہیں گزرے۔ اس گروہ کے بعد گردش زمانہ سے سومرکان کے قبیلے سے خاندان سنمگان میں جو سندھ کے زمینداروں کا ایک دوسرا گروہ ہے منتقل ہو گئی یہ فرقہ شاہان جام کے نام سے مشہور ہے ان دونوں گروہ کے زمانہ میں غزنوی غوری اور دہلوی شاہان اسلام کبھی کبھی ان پر حملہ کرتے اور سندھ کے بعض شہروں پر قبضہ کر کے اپنے تختگاہ کو واپس جاتے تھے لیکن سلطان ناصر الدین قباچہ نے اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور اس شہر کو اپنا تختگاہ بنایا لہذا غزنوی غوری اور دہلوی بادشاہوں کے حالات سابق داستانوں پر محول کر کے سب سے پہلے ناصر الدین قباچہ کا حال جو سندھ کا مستقل فرمانروا ہے لکھا جاتا ہے اور بعد اس کے مورخ اپنے علم ناقص کے مطابق شاہان جام یعنی طبقہ سنمگان کے فرمانرواؤں کا ذکر کرے گا۔

ناصر الدین قباچہ کا سندھ پر حکومت کرنا

ہندوستان کے تمام مورخ محض ایک ادبی نسبت کا لحاظ کر کے ناصر الدین قباچہ کا حال شاہان دہلی کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتے آئے ہیں لیکن مورخ فرشتہ اس رسم سے پرہیز کر کے ناصر الدین کا حال ملک سندھ کے

فرمانرواؤں کے ساتھ لکھتا ہے ۔ واضح ہو کہ

ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین بن محمد سام کا ترکی غلام ہے ناصر الدین عقلمند صاحب فہم و فراست اور شجاع اور بہادر فرمانروا تھا ان خوبیوں کے علاوہ ایک مدت تک سلطان معز الدین بن محمد سام کی خدمت میں رہ چکا تھا اس لئے قواعد جہانداری اور کشور کشائی میں کمال حاصل کر لیا تھا ۔ سلطان معز الدین نے باشندگان ملک خطا سے معرکہ آرائی کی اور اس جنگ میں ملک ناصر الدین ایتمر جو اجیہ کا جاگیردار تھا قتل کیا گیا بادشاہ نے اوچھ کا ملک ناصر الدین قباچہ کو عنایت کیا ناصر الدین قباچہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا اور ایبک کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اپنے حبالۂ عقد میں لایا ناصر الدین قباچہ اپنے آقا معز الدین سام کے حکم کے مطابق قطب الدین کی ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہا اور کبھی کبھی اوچھ سے دہلی آکر بادشاہ کی ملازمت کا شرف بھی حاصل کرتا تھا ۔ قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد ناصر الدین نے سندھ کے اکثر قلعوں اور حصوں پر قبضہ کر کے سومرکان قوم کو جو اکثر مسلمان اور بعض غیر مسلم تھے ایسا ذلیل اور تباہ کیا کہ سوا ٹھٹھہ اور جنگل اور سرحد کے سومرکوں کے قبضہ میں اور کچھ نہ رہا ان زمینداروں نے زراعت کا پیشہ کر کے گوشہ نشینی اختیار کی ۔ ناصر الدین قباچہ کے بعد بتدریج سومرکوں نے بار دگر مرتبۂ فرمانروائی حاصل کیا اور سندھ کو سلاطین دہلی کے اقتدار سے آزاد کرا لیا ۔

ناصر الدین نے سندھ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور ملتانؔ سرسند و کہرام وغیرہ ممالک پر دریائے سرستی کے کنارہ تک اپنا قبضہ کیا ۔ سلطان تاج الدین یلدوز نے اس کے ملک پر قبضہ کرنا چاہا اور چند مرتبہ غزنی سے لشکر روانہ کیا لیکن ہر مرتبہ قباچہ سے شکست کھائی ۔

سنہ ۶۱۱ ہجری میں خوارزمی لشکر نے جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا ہندوستان کے حدود پر قبضہ کر لیا ناصر الدین نے ان کے مقابلہ میں صف آرائی کی اور اگرچہ خلجی سردار قتل ہوا لیکن غزنی کا

وزیر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔

۶۱۱ھ ہجری میں ناصر الدین قباچہ نے لاہور پر لشکر کشی کی اور سرہند تک سارا ملک اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ شمس الدین دریا کے کنارہ پہنچا اور اس نے بلا کسی خیال کے دریا میں گھوڑا ڈال دیا اس کے امیروں اور سپاہیوں نے بادشاہ کی پیروی کی اور ایک کثیر تعداد غرق آب ہوئی تو سلطان ناصر الدین تھوڑی بہت جنگ آزمائی کے بعد ملتان فراری ہوا اور اسی دارو گیر میں اس کا طبل و علم سلطان شمس الدین کے قبضہ میں آیا۔

چنگیزی طوفان جانسوز میں خراسان غزنی اور غور کے ہر طبقہ کے افراد ناصر الدین کے دامن میں پناہ گزیں ہوئے اور اس نے ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے موافق انعام واکرام سے شاد کیا لیکن آخر میں سلطان جلال الدین ولد سلطان محمد خوارزم چنگیز خاں کی خون آشام تلوار سے پریشان ہو کر ہندوستان میں وارد ہوا اتفاق سے ناصر الدین اور جلال الدین میں مڈبھیڑ ہوئی جس کی وجہ سے اس کا لشکر اور ملک تباہ اور برباد ہوا اور اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان جلال الدین چنگیز خاں کے زمانہ میں غزنی پہنچا اور وہاں سے گزرنے کے لئے آب سندھ کے کنارہ آیا چنگیز خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر جلال الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اس فوج نے آب نیلاب کے کنارہ جس کو اب دریائے سندھ کہتے ہیں جلال الدین کو چہار طرف سے گھیر لیا سلطان جلال الدین نے دیکھا کہ اسکے سامنے تیغ آتشبار ہے اور پس پشت دریائے زخار بادشاہ نے بیحد مردانگی کے ساتھ دشمنوں پر تلوار چلائی اور لاتعداد تاتاری غیر مسلموں کو تہ تیغ کیا اس میں شبہ نہیں کہ اس معرکہ میں سلطان جلال الدین نے وہ جوہر شجاعت دکھائے کہ رستم وسام و نریمان کی داستانیں گرد ہو گئیں اور باوجود اس کے کہ جلال الدین کا میمنہ اور میسرہ شکست کھا کر فراری ہوا

لیکن بادشاہ خود سات سو سواروں کے ساتھ قلب لشکر میں کھڑا داد شجاعت دیتا رہا
سلطان جلال الدین آخر میں لاچار ہوا اور اپنے زن و فرزند کے پاس آیا اور ان سے
رخصت ہو کر ایک تازہ دم گھوڑے پر سوار اور مغلوں کی صف پر دوبارہ حملہ آور
ہوا اور ان کے ایک دستے کو پسپا کر کے گھوڑا دوڑاتا ہوا دریا کے کنارہ پہنچا
سلطان جلال الدین نے جوشن اتارا اور اپنا چتر دور کیا اور گھوڑے کو اس جگہ سے
جگہ کہ دس گز پانی بلند تھا وہاں سے گھوڑا ڈالا اور شیر کی طرح سات ہمراہیوں
کے ساتھ دریا کے اس پار پہنچ گیا سلطان جلال الدین گھوڑے سے اترا اور
زین اور نمد اور ترکش اور قبا سوکھنے کے لئے دھوپ میں پھیلایا اور چتر کا
زمین پر سایہ کر کے خود اس کے نیچے بیٹھا اس اثناء میں چنگیز خاں بھی دریا کے
کنارہ آ گیا اور جلال الدین کو اس حال میں دیکھ کر اس نے اپنے فرزندوں
سے کہا کہ ہر باپ کو چاہئے کہ ایسا بیٹا پیدا کرے تین سپاہیوں نے ارادہ کیا کہ
دریا کو عبور کر کے سلطان جلال الدین کو گرفتار کریں لیکن چنگیز خاں نے ان کو
منع کیا اور اس کی اجازت نہ دی سلطان جلال الدین نے جدال اور غرق آبی
ان دونوں مہلکوں سے نجات پائی اور اس کے پانچ یا چھ ملازم یا دو اس کی
خدمت میں پہنچے بادشاہ نے دور و نزدیک کے ساحلی جنگل میں چھپ کر اپنی
جان بچائی اور اس درمیان میں اس کے پاس ملازم اس کے گرد جمع ہو گئے
اسی دوران میں معلوم ہوا کہ اس مقام سے قریب دو سو آدمی جمع
ہیں اور ان کے پاس اسباب عیش و عشرت بہت زیادہ مہیا ہے اور وہ ایک
جگہ بیٹھے ہوئے نا سمجھ جوانوں کے ہمراہ داد عیش دے رہے ہیں سلطان
جلال الدین نے اپنے ساتھیوں کو جو کل پچاس سوار تھے حکم دیا کہ ہر شخص ایک لکڑی
ہاتھ میں لے کر اس جنگل میں بادشاہ کے ہمراہ چلے جلال الدین نے خدا پر بھروسہ
کر کے اس جماعت پر حملہ کیا اور ان میں سے اکثر کو ہلاک کر دیا بقیہ لوگ
بھاگ کر جنگل میں پناہ گزیں ہوئے جلال الدین اس جماعت کے ہتھیار اور
چوپائے اپنے سپاہیوں کو جن میں سے بعض پیادہ اور بعض دراز گوش
پر سوار تھے تقسیم کر دیئے اور اب اس کے گرد ایک سو بیس سواروں کا مجمع ہو گیا

اسی زمانہ میں یہ خبر پہنچی کہ ہندوستانی لشکر میں سے اس نواح میں تقریباً تین ہزار فوجی حکام سندھ کی طرف سے برہم قراولی میں مقیم ہیں سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سو بیس سواروں کے ساتھ اس گروہ پر حملہ کیا اور اس میں سے اکثر کو قتل کر کے بے شمار مال غنیمت پر قابض ہوا۔ اس واقعہ سے جلال الدین میں کسی قدر قوت پیدا ہوئی اور پے درپے اور اشخاص بھی اس کے پاس جمع ہوتے گئے یہاں تک کہ پانچ سو سواروں کا ایک دستہ ہو گیا۔ ایک عظیم لشکر جلال الدین کے دفعیہ کے لئے روانہ ہوا سلطان جلال الدین نے اس جنگ کو بازیچۂ اطفال سمجھکر اس جماعت کو پراگندہ کر دیا اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے چار ہزار سواروں کا لشکر تیار کر لیا چنگیز خاں نے یہ واقعہ سنا اور اپنے نامی امیروں میں سے چند افسران فوج کو جلال الدین کے مقابلہ میں روانہ کیا چنگیزی فوج نے دریائے سندھ کو عبور کیا اور جلال الدین نے دہلی کی راہ لی مغلوں نے اس نواح کو تاراج کر کے اپنی راہ لی سلطان جلال الدین تین چار روز کے بعد دہلی پہنچا اور اپنے ایک مقرب امیر عین الملک کو سلطان شمس الدین التمش کے پاس روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا کہ انقلاب زمانہ نے مجھے تمہارے جوار میں پہنچایا ہے میرے ایسے مہمان کے ورود کا کم از کم یہ تقاضہ ضرور ہے کہ مروت اور اپنے مرتبہ کا خیال کر کے کوئی عمدہ جگہ میرے لئے تجویز کرو تاکہ تھوڑے دنوں یہاں آرام کروں اور اگر ہم جنسی کا خیال مدنظر رکھکر میری مدد کرو تو تمہاری اعانت سے میں اپنے موروثی ملک پر قابض ہو جاؤں۔ شمس الدین التمش جلال الدین کے حالات پہلے ہی غور کر چکا تھا اس کا اپنے جوار میں مقیم ہونا مناسب سمجھا اور جلال الدین کے قاصد کو زہر سے ٹھنڈا کر کے اپنے ایلچی بے شمار تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے یہ جواب دیا کہ آب و ہوا کے لحاظ سے اس ملک میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو آپ ایسے عالی جاہ فرمانروا کے قیام کے لائق ہو۔ جلال الدین سلطان التمش کے جواب کا مفہوم سمجھ گیا اور لاہور سے کھکھروں کے مسکن کی طرف روانہ ہوا جلال الدین اس ملک میں پہنچا اور کوہ بلالہ اور نبگالہ کے درمیان مقیم ہو کر اس نے اس نواح کو غارت کیا اور بے شمار

مال غنیمت لے کر واپس آیا۔ جلال الدین کے گرد دس ہزار سواروں کا مجمع ہو گیا اور بادشاہ نے رائے کھکر کے پاس تاج الدین کو جو سلطان شہاب الدین کے زمانے میں مسلمان ہو چکا تھا بطور قاصد روانہ کر کے اس کی بیٹی کے ساتھ عقد کرنے کی درخواست کی۔ کوکار سنکا یعنی کھکروں کے راجہ نے بیٹی کو اپنے فرزند کے ہمراہ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر کے اس سے یہ التجا کی کہ ناصر الدین ہمیشہ کھکروں کو نقصان پہنچاتا رہتا ہے بادشاہ اس کی مزاحمت کو دفع کر کے ہم سب کو اپنا ممنون احسان بنائیں۔ سلطان جلال الدین نے راجہ زادہ کو قلیج خاں کا خطاب دیا اور اسے اپنے ایک امیر کے ہمراہ جو جہاں پہلوان اور ایک مشہور ازبک تھا۔ سات ہزار سواروں کی جمعیت کے ناصر الدین قباچہ حاکم اوچہ و ملتان کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ ناصر الدین بیس ہزار سواروں کے ساتھ اوچہ کے قریب دریائے سندھ کے کنارہ فروکش ہوا اوزبک پاشی نے قباچہ کو غافل پا کر اس کے لشکر پر شبخون مارا اور ایسا اس کی جمعیت کو پریشان کیا کہ ناصر الدین ہزار محنت و مشقت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ایک سخت فراری ہوا اوزبک پاشی لشکر میں آیا اور اس نے سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اسی درمیان میں دہلی کے لشکر کے ورود کی خبر پھیلی اور بادشاہ نے اپنا قیام وہاں مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کوہستان سے نکل کر اوچہ میں وارد ہوا اور ناصر الدین قباچہ کی بارگاہ میں قیام کر کے قاصد ناصر الدین کی خدمت میں روانہ کئے اور اسے پیغام دیا کہ امیر خاں کا فرزند اور اس کی دختر جو حال میں سندھ کے کنارے سے فراری ہو کر اس نواح میں آئے ہیں ان کو جلال الدین کے پاس روانہ کر دے۔ سلطان ناصر الدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور امیر خاں کے پسر و دختر دونوں کو بے شمار مال و اسباب کے ساتھ جلال الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین نے اوچہ سے کچھ تعرض نہ کیا اور چونکہ موسم گرما آ چکا تھا کوہ جود و بالا و نبگالہ کی چھاؤنی کو روانہ ہوا۔ اثنائے سفر میں ایک قلعہ نظر آیا بادشاہ نے

اس کا محاصرہ کر لیا۔ عین عالم کارزار میں ایک تیر بادشاہ کے ہاتھ میں لگا
اور جلال الدین نے حصار سر کرنے میں اور زیادہ کوشش کی بادشاہ نے
قلعہ فتح کر کے اہالی قلعہ کو تہ تیغ کیا۔ اس اثناء میں معلوم ہوا کہ شاہزادہ
چغتائی خاں چنگیز خاں کے حکم سے سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے
آرہا ہے۔ جلال الدین کا خیال تھا کہ ناصر الدین قباچہ اس کا
معین ہو گیا ہے جلال الدین نے اوچہ کا رخ کیا اور ناصر الدین قباچہ
سے قتل بہا کا خواستگار ہوا ناصر الدین نے مغلوں کے آمد کی خبر سن کر اس چیز کے
قبول کرنے سے انکار کیا اور انتقام کا خواستگار ہوا سلطان جلال الدین مجبور آملتان
سے واپس ہوا بادشاہ اوچہ پہنچا اور یہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت
سے انکار کیا جلال الدین نے شہر میں آگ لگا دی اور اسے تاراج کر کے
دیبل کی جانب جو اب ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ
میں جو شہر و قصبہ ناصر الدین قباچہ کے زیر حکومت نظر آتا جلال الدین
اس کو غارت و تباہ کر کے آگے قدم بڑھاتا تھا۔ جلال الدین ٹھٹھہ پہنچا۔
اور یہاں کے راجہ سی جیشی نے جو سومرہ کی قبیلہ کا ایک فرد تھا اپنا مال و
اسباب کشتیوں پر لادا اور اپنے زن و فرزند کے ہمراہ قریب کے ایک
جزیرہ میں مقیم ہوا۔ جلال الدین بلدۂ ٹھٹھہ میں فروکش ہوا اور دیبل کا
بتخانہ گرا کر ایک بڑی جامع مسجد تعمیر کرائی اور سندھ اور گجرات کی تسخیر کا
خیال ترک کر کے کیچ اور مکران کی راہ سے ۶۲۰ھ ہجری میں عراق روانہ
ہو گیا جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔ چغتائی خاں مغل لشکر کے
ساتھ جلال الدین کے تعاقب میں حوالی ملتان میں وارد ہوا اور ناصر الدین
قباچہ نے اس قدر بہادری اور مردانگی سے کام لیا کہ اہل ملتان نے
چالیس روز کے بعد مغلوں کے محاصرے سے نجات پائی چغتائی خاں نے
کیچ اور مکران کی راہ لی اور اس نواح کو تاخت و تاراج کر کے جاڑے کا
موسم حدود کالنجر میں جو دریائے سندھ کے کنارہ پر واقع ہے بسر کیا چغتائی خاں
نے تیس یا چالیس ہزار ہندوستانی قید کیے تھے اس بہانہ سے کہ ان کی

وجہ سے لشکر کی ہوا میں بدبو پیدا ہو گئی ہے سب کو قتل کیا اس کے بعد لشکر
مغل میں موت کا بازار گرم ہوا سلطان جلال الدین کی کچھ خبر نہ معلوم ہوئی اور چغتائی
نے توران کی راہ لی ۔

سالار احمد حاکم کالنجر نے ملک کی تباہی کی اطلاع ناصر الدین قباچہ کو دی
اور بادشاہ بیحد غمگین ہوا لیکن ملک کی تعمیر میں از سر نو کوشش شروع کی ۔

سنہ ۶۲۲ ہجری میں شمس الدین التمش نے ناصر الدین کو تباہ کرنے کے
ارادے سے چند مرتبہ سندھ پر حملہ کیا شمس الدین اوچھ پہنچا اور ناصر الدین
شہر کو مستحکم کر کے خود بکر کی راہ لی شمس الدین نے اوچھ کا محاصرہ کر کے نظام الملک
بن ابو سعید جنیدی کو جس نے کتاب جامع الحکایات کے نام معنون کی ہے
قلعہ بکر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا ۔ اوچھ دو ماہ بیس روز میں فتح ہو گیا اور
ناصر الدین نے یہ خبر سنکر اپنے فرزند علاء الدین بہرام شاہ کو شمس الدین کے پاس
صلح کے لئے روانہ کیا لیکن ہنوز جواب بھی نہ آیا تھا کہ اہل قلعہ پر سختیوں کا
اضافہ ہوا ناصر الدین کشتی پر سوار ہوا اور اسی نواح کے ایک جزیرہ کو روانہ ہوا
لیکن کشتی دریا میں غرق ہوئی اور بادشاہ کی حیات کا خاتمہ ہو گیا ۔

ناصر الدین قباچہ کے غرق دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ قباچہ
اوچھ سے بکر روانہ ہوا سلطان شمس الدین نے یہ مہم اپنے وزیر نظام الملک
کے سپرد کی اور دہلی روانہ ہو گیا نظام الملک نے دو ماہ کے بعد اوچھ کو فتح
کیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بکر روانہ ہوا ناصر الدین نے سمجھ لیا تھا
کہ اس پر ادبار آگیا ہے اور کوشش اور ثابت قدمی سے نحوست زائل نہیں ہو سکتی
ناصر الدین قباچہ نے اپنے قرابت داروں اور درباریوں کو ہمراہ لیا اور جواہر
اور اشرفیوں کے صندوقوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھکر اسی نواح کے ایک جزیرہ
کی طرف روانہ ہوا ۔

حوادث زمانہ سے دریا میں زور کی لہریں اٹھیں اور بادشاہ کی کشتی غرق
آب ہو گئی بقیہ کشتیاں سلامتی کے ساتھ ساحل مراد پر پہنچ گئیں ۔ ناصر الدین قباچہ
نے سندھ اور ملتان پر بائیس سال حکمرانی کی

زمینداران سندھ یعنی فرقہ سمنگان کا حال

واضح ہو کہ سندھ میں دو قسم کے زمیندار آباد تھے ایک فرقہ کو سومرکان اور دوسرے قبیلہ کو سمنگان کہتے تھے۔ فرقہ سمنگان اپنے سرداروں کو جام کہتے تھے محمد شاہ تغلق کے آخری عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سندھ کی حکومت سومرکانوں سے منتقل ہو کر فرقہ سمنگان میں چلی گئی اس فرقہ کے اکثر سلطان حاکم شاہ دہلی کے مطیع اور فرمانبردار تھے لیکن کبھی کبھی کوئی فرمانروا دہلی سے بغاوت کر کے خود مختاری کا ڈنکہ بھی بجاتا تھا۔ سمنگانوں کا فرقہ اپنے کو جمشید کی نسل بتاتا ہے چنانچہ انکا اپنے سردار کو جام کے لقب سے یاد کرنا خود ان کے دعوی کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلامی زمانہ میں ان میں سے جو شخص کہ پہلے حکمران ہوا اس کا نام جام افزاہ تھا یہ شخص عقلمند اور صاحب فہم تھا اور تین سال چھ ماہ حکومت کر کے فوت ہوا۔ جام افزاہ کے بعد اس کا بھائی جام جونا اپنے برادر بزرگ کی وصیت کے موافق اپنی عقل و دانش کی وجہ سے رئیس شہر مقرر ہوا جام جونا نے چودہ سال بعد حلم و دانائی اور انصاف اور عدالت کے ساتھ سندھ پر حکومت کرنے کے بعد دنیا کو خیرباد کہی۔

جام بانی بن جام جونا۔

جام جونا کی وفات کے بعد جام بانی نے اپنی عقل و دانش کی وجہ سے اپنے باپ کی جانشینی کا دعویٰ کیا اور اہل ملک کو اپنا بہی خواہ بنا کر جام جونا کی جگہ مسند حکومت پر قدم رکھا۔

جام بانی نے سلطان دہلی سے بغاوت کر کے سارے ملک پر قبضہ کر لیا اور خراج دینے سے انکار کر دیا۔ سلطان فیروز شاہ نے ایک جرار اور مواج لشکر لے کر ۷۶۲ھ ہجری میں سندھ پر لشکر کشی کی جام بانی مضبوط مقامات پر قلعہ بند ہوا اور جس قدر چارہ کی اس کو ضرورت تھی وہ اپنے ہمراہ لے کر بقیہ غلہ اور چارہ کو جنگل اور پہاڑ میں انبار کرا کے اس میں آگ لگا دی سلطان فیروز چارہ کی کمیابی سے لاچار ہوا اور بڑی تکلیف اور مصیبت کے ساتھ گجرات روانہ ہو گیا اور برسات کا زمانہ وہیں

بسر کیا۔

اوائل سرما میں جلد چارہ سبز و شاداب ہو گیا اور اس کے آتش زدہ کرنے کا گمان نہ رہا تو فیروز شاہ نے پھر سندھ پر حملہ کیا جام نے مجبور اور پریشان ہو کر امان طلب کی فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور کافی انتظام کر دینے کے بعد دہلی روانہ ہوا اور جام جانی اور تمام سندھ کے چودھریوں کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جام جانی نے شائستہ خدمات انجام دیں اور سلطان فیروز شاہ نے اس پر مہربانی کر کے سندھ کی سرداری جام جانی کے سپرد کی بادشاہ نے جام جانی کو چتر بھی عنایت فرمایا اور جام نے اطمینان کے ساتھ اپنے موروثی ملک پر دوبارہ حکمرانی شروع کی جام کا پیمانہ حیات بھی لبریز ہوا اور اس نے پندرہ برس حکومت کر کے دنیا کو خیر باد کہی۔

جام تماچی بن جام مانی

جام تماچی نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور تیرہ برس چند ماہ بلا کسی خوف اور فساد کے حکمرانی کرنے کے بعد وفات پائی اس تمام جماعت مخصوصاً تماچی کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ زنار دار تھے۔

جام صلاح الدین

جام تماچی کے بعد جام صلاح الدین فرمانروا ہوا اور گیارہ برس فارغ البالی سے حکومت کر کے فوت ہوا۔

جام نظام الدین بن صلاح الدین

جام نظام الدین اپنے باپ صلاح الدین کے بعد بادشاہ ہوا اور دو سال چند ماہ حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

جام علی شیر بن نظام الدین

جام علی شیر اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوا اس فرمانروا نے عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی اور رعایا کو بیحد شاد اور خوش رکھا ملک کو چوروں اور قزاقوں سے پاک کر کے امن و امان کا سکہ جاری کیا لیکن اسکا دور حکومت زمانہ شباب کی طرح جلد گزر گیا اور جام علی شیر نے چھ برس چند ماہ حکومت کر کے وفات پائی۔ رعایا نے اس موت کا بیحد ماتم کیا۔

جام کران بن جام تماچی

جام علی شیر نے دنیا سے رحلت کی اور جام کران نے

اس قاعدے کے بموجب کہ جس شخص کا باپ فرمانروا ہو وہ از روئے وراثت حکومت کر سکتا ہے بڑی سعی و کوشش سے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی لیکن جو بلا خدا کی عنایت کے دنیا کا کوئی کام سرسبز اور نتیجہ خیز نہیں ہوتا ڈیڑھ روز حکومت کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔ جام کرمان کے فوت ہونے کے بعد قوم سمتگان نے تعین بادشاہ کے لئے مشورہ کیا اور بڑے قیل و قال کے بعد فتح خاں بن اسکندر جو قوم سمتگان میں ایک جلیل المرتبہ شخص تھا حکومت کے لئے منتخب کیا گیا فتح خاں نے پندرہ برس بڑے استقلال کے ساتھ حکومت کر کے وفات پائی۔

جام تغلق بن جام سکندر

جام تغلق اپنے برادر بزرگ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا اور ملک و سلطنت کے تمام کام اچھی طرح انجام دے کر اس نے رعایا کو اپنے سے خوش رکھا چونکہ دہلی کی بادشاہت کمزور اور بے رونق ہو گئی تھی جام تغلق نے شاہان گجرات سے دوستی کے تعلقات پیدا کئے جام تغلق کے بعد سے رسم ہو گئی کہ سندھ کا ہر فرمانروا شاہان گجرات کا دوست اور بہی خواہ رہا اور ان سے قرابت کر کے اپنی سلطنت کو دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھتا تھا جام تغلق نے اٹھائیس برس چند روز حکومت کر کے دنیا کو خیرباد کہا۔

جام مبارک

جام مبارک جام تغلق کا رشتہ دار تھا جس نے جام تغلق کی وفات کے بعد اپنے کو قابل حکومت سمجھ کر عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی لیکن حکمرانی اختیار کرنے کے تیسرے ہی روز دنیا سے رحلت کی۔

جام فتح بن سکندر ثانی

جام اسکندر بن ... اشراف و اعیان ملک نے جام مبارک کی حکومت سے نجات پائی اور سبھوں نے نہایت خوشی سے جام سکندر کو جو باوجود وراثت کے حکمرانی کے لائق بھی تھا اپنا بادشاہ تسلیم کیا جام اسکندر نے ایک سال چھ ماہ حکومت کی۔

جام سنجر

جام سنجر نسل شاہی سے تھا اور سلاطین سابق کے عہد میں

ملکی اور مالی مہمات کو سرانجام دینے سے حکمرانی کے فرائض کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جام سکندر کی وفات کے بعد اعیان ملک نے سنجر کو بادشاہ بنایا لیکن سنجر نے آٹھ برس چند ماہ سندھ کی حکومت کر کے رحلت کی۔

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا

جام نندا نے جام سنجر کی وفات کے بعد فوراً عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے زمانہ میں سندھ کا ملک خوب آباد اور معمور رہا۔ جام نندا سلطان حسین لنگاہ کا معاصر تھا اور اسی کے زمانہ ۸۹۰ھ ہجری میں شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے حملہ کر کے قلعہ سوی کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قصبہ بہادر خاں نام ایک سندھی امیر کے زیر حکومت تھا شاہ بیگ نے قلعہ سر کر کے اس کی حکومت اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد کے سپرد کیا اور خود قندھار واپس گیا۔ جام نندا نے شاہ بیگ کی مراجعت کے بعد اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر مبارک خاں کو قلعہ سوی پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا طرفین میں متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں لیکن آخر کار سلطان محمد قتل ہوا اور قلعۂ سوی پر جام نندا کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ نے ان خبروں کو سن کر میرزا عیسیٰ ترخان کو اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے روانہ کیا۔ جام نندا نے بھی جرار لشکر جمع کیا اور سرحد پر خونریز جنگ واقع ہوئی اس لڑائی میں جام نندا کے بہت سے قدیم امیر میدان جنگ میں کام آئے اور مبارک خاں زخمی اور پریشان حال معرکہ کارزار سے فراری ہو کر قلعہ بھکر تک پہنچ گیا۔ میرزا عیسیٰ کی فتح یابی کی خبر شاہ بیگ تک پہنچی اور اس نے ارادہ کیا کہ تمام ملک سندھ پر قبضہ کرے۔ شاہ بیگ جرار لشکر ہمراہ لے کر قندھار سے بھکر روانہ ہوا اور ملک میں قتل عام مچا دیا۔ قاضی قادن نے جو جام نندا کی طرف سے بھکر کا حاکم تھا دشمن کے مدافعہ میں سخت کوشش کی اور کبھی کبھی شاہ بیگ سے معرکہ آرائی کرتا رہا لیکن چونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور سندھ سے کسی نے اس کی خبر نہ لی اور نیز یہ کہ قلعہ بھکر اس زمانہ میں اس قدر مضبوط بھی نہ تھا قاضی قادن نے جان کی

امان طلب کر کے حصار دشمن کے سپرد کیا۔ ارغون نے قلعہ بکھر کی حکومت فاضل بیگ کوکلتاش کے سپرد کی اور خود قلعہ سیوان کی طرف رخ کیا اس شہر کو فتح کر کے اس کی حکومت خواجہ بیگ کو عنایت کی اس سال شاہ بیگ نے اسی قدر فتوحات پر اکتفا کی اور قندھار واپس گیا۔ جام نندا نے کثیر دولت صرف کر کے لشکر جمع کیا اور ہر چند کوشش کی کہ قلعہ سیوی پر دوبارہ قبضہ کرے لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ سندھ کے سپاہیوں نے قلیچی خاں کے ترکی ہمراہیوں کی خونخواری کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اور یہی وجہ تھی کہ ان کے مقابلہ میں آنا کسی طرح گوارا نہ کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک ترکمان سپاہی کے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہو گیا ترکمانی گھوڑے سے نیچے اترا اور تنگ کو درست کرنے لگا اسی درمیان میں چالیس سندھی سپاہیوں کا ایک گروہ اس طرف سے گزرا اور اس جماعت نے ترکمان پر ہاتھ اٹھانے کا ارادہ کیا۔ ترکمانی سپاہی نے تلوار کے قصد سے رکاب پر پاؤں رکھا اور سندھی اس کے سامنے سے بھاگ گئے۔ جام نندا ساٹھ برس حکومت کرنے کے بعد آثار زوال دیکھ کر مریض ہوا اور اسی حالت میں وفات پائی۔

جام فیروز بن جام نندا

جام فیروز اپنے باپ کی وفات کے بعد سندھ کا فرمانروا ہوا جام فیروز نے رشید دریا خاں کو جو اس کا قرابت دار تھا میر جملہ اور مختار سلطنت مقرر کیا۔

جام صلاح الدین جو جام فیروز کا رشتہ دار اور خود مدعی سلطنت تھا اس کے مقابلہ میں اٹھا اور بہت ہی لڑائیوں اور بیحد مخالفت کے باوجود بھی اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ جام صلاح الدین نے گجرات کی راہ لی۔ سلطان مظفر شاہ گجراتی کی زوجہ جام صلاح الدین کی چچا زاد بہن تھی سلطان مظفر نے ایک بڑا لشکر جام صلاح الدین کے ہمراہ کر کے اسے ٹھٹھہ پر حملہ آور ہونے کی اجازت دی۔ جام صلاح الدین

سندھ کی سرحد پر پہنچا اور دریا خاں کو جو جام فیروز کا مختار کل تھا اپنا ہم خیال بنا لیا اور اس طرح تمام ملک سندھ پر قابض اور متصرف ہو گیا لیکن چونکہ فیروز کے زمانہ میں دریا خاں تمام سیاہ سفید کا مالک تھا اس نے پھر اپنے قدیم مالک کو ملک کا فرمانروا بنایا اور جام صلاح الدین نادم اور ناکام گجرات واپس گیا۔ سلطان مظفر نے دوبارہ لشکر مرتب کر کے جام صلاح الدین کے ہمراہ کیا اور صلاح الدین نے ۹۲۶ ہجری میں دوبارہ سندھ پر حملہ کیا اور جام فیروز کو شکست دے کر خود سندھ کا فرمانروا ہو گیا۔

جام فیروز نے عاجز ہو کر شاہ بیگ ارغون سے امداد طلب کی شاہ بیگ نے اپنے غلام سہیل نام کو ایک مستعد اور آزمودہ کار لشکر کے ہمراہ جام فیروز کے ساتھ روانہ کیا جام فیروز سندھ پہنچا اور ساہوان کے نواح میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی فریقین نے ایک دوسرے پر شدید حملہ کیا لیکن جام صلاح الدین اور اس کا فرزند ہیبت خاں دونوں معرکۂ جنگ میں کام آئے اور سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہ بیگ ارغون کا عرصہ سے خیال تھا کہ سندھ کو فتح کرے اور وقت اور موقع کا انتظار کر رہا تھا اس زمانہ کو غنیمت سمجھا اور قندھار سے حملہ آور ہو کر ۹۲۷ء میں سندھ پر قابض ہو گیا خرابی سندھ کے فتح ہونے کی تاریخ ہے دریا خاں جو جام فیروز کا مدار المہام تھا شاہ بیگ کے سپاہیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا جام فیروز نے دو تین برس نواح سندھ میں بسر کیا اور ہر طرح ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا اور مجبور ہو کر گجرات روانہ ہو گیا۔ مظفر شاہ گجراتی فوت ہو چکا تھا جام فیروز یہاں کی امداد سے مایوس ہو کر سندھ واپس آیا لیکن اس نے دیکھا کہ ارغونیوں نے ملک پر زبردست قبضہ کر لیا ہے اور ان کو مغلوب کرنا بیحد مشکل ہے جام فیروز نے سلطنت کا خیال دل سے دور کر کے معہ اپنے اہل و عیال کے گجرات کی راہ لی اور سلطان بہادر گجرات کے امیروں میں داخل ہو گیا فرقہ سمتگان کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور سندھ پر ارغونوں کا قبضہ ہو گیا

اور تھوڑے زمانے تک ارغون فرمانروا ملک پر حکومت کرتے رہے کہتے ہیں کہ ۹۲۸ ہجری میں بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین بادشاہ ہرات شاہ اسمٰعیل صفوی سے برگشتہ ہوکر استر آباد میں بھی قیام نہ کر سکا اور سندھ میں وارد ہوا جام فیروز حاکم ٹھٹھہ نے بدیع الزمان کا استقبال کیا اور اس کی بے حد تعظیم و تکریم کرکے اپنی حیثیت کے مطابق تحفے اور ہدیے بھی پیش کئے لیکن بدیع الزمان صرف ایک سال سندھ میں قیام کرکے شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں واپس گیا۔

شاہ بیگ ارغون کی سلطنت

شاہ بیگ امیر ذوالنون کا فرزند ہے اور امیر ذوالنون سلطان حسین میرزا بادشاہ ہرات کا سپہ سالار اور اس کے فرزند بدیع الزمان میرزا کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ کے اسلاف چنگیز خاں کے زمانہ سے برسر اقتدار اور گروہ امرا میں داخل رہے ۸۸۴ ہجری میں قندھار میں داور ساخر توبک اور قراہ کی حکومت امیر ذوالنون کے سپرد کی گئی اگرچہ اس درمیان میں دیگر شاہزادے بھی حاکم قندھار مقرر کئے گئے لیکن بالآخر ذوالنون اس نواح کا مستقل فرمانروا ہوا اور اس نے علانیہ بغاوت کی ذوالنون نے قندھار کی حکومت اپنے فرزند شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو عطا کی اور توبک اور ساخر کی داروغگی عبد العلی ترخاں کے سپرد کرکے غور پر امیر فخر الدین اور امیر پوپی کو حاکم بنایا اور خود زمین داور میں قیام کیا ایک عرصہ کے بعد بدیع الزمان میرزا کے اپنے باپ سے مخالفت کی امیر ذوالنون بیگ سلطان حسین کے غضب سے بے حد خوف زدہ تھا اس لئے اپنی بیٹی اس کے حبالۂ عقد میں دیکر اپنی جان بچائی۔ امیر ذوالنون شیبک خاں اوزبک کی جنگ میں قتل ہوا اور قندھار کی حکومت بدیع الزمان میرزا کے سپرد کی گئی شاہ بیگ نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بلکہ اور شہر سندھ کے بعض شہروں کو فتح کرکے اپنے باپ کی وفات کے بعد بقیہ بلاد سندھ پر قابض ہونے کی تدبیریں شروع کیں شاہ بیگ وقت اور موقع کا منتظر ہی تھا کہ

فردوس مکانی بابر بادشاہ نے کابل سے قندھار پر حملہ کیا شاہ بیگ نے اپنے حتی الامکان جیسا کہ واقعات بابری میں مرقوم ہے قلعہ کو بچانے کی کوشش کی اتفاق سے اسی زمانہ میں جام فیروز اور جام صلاح الدین آپس میں خانہ جنگی کر رہے تھے شاہ بیگ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور قلعہ قندھار کی حفاظت کا خیال دل سے دور کیا اور بھکر پہنچا شاہ بیگ نے بھکر میں اسباب جنگ مہیا کر کے اسی سال ٹھٹھہ کا رخ کیا اور ملک پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

شاہ بیگ صاحب علم و فضل تھا چنانچہ اس کی تصنیفوں میں شرح عقاید نسفی اور ایک شرح کافیہ کی اور ایک مطالع کی شرح موجود ہے۔ یہ بادشاہ اس قدر بہادر تھا کہ جنگ میں سب سے پہلے خود دشمن پر حملہ آور ہوتا تھا ہر چند لوگ اس کو منع کرتے اور کہتے کہ اس قسم کا شیوا سرداروں کو شایاں نہیں ہے لیکن شاہ بیگ یہی جواب دیتا کہ میں معرکہ جنگ میں مجبور ہو جاتا ہوں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرا مقابلہ نہیں کر سکتا سنہ ۹۳۰ھ ہجری میں شاہ بیگ نے تھوڑے دنوں علیل رہ کر وفات پائی اور اس کا فرزند شاہ حسین باپ کا جانشین ہوا۔

شاہ حسین بن شاہ بیگ ارغون

شاہ حسین نے اپنے باپ کے بعد مسند حکومت پر قدم رکھا سندھ کے جو علاقے شاہ بیگ کے قبضے میں نہ آئے تھے شاہ حسین ان پر قابض ہو گیا۔ شاہ حسین نے قلعہ بکھری کی از سر نو تعمیر کی اور فردوس مکانی بابر بادشاہ کے حکم سے ملتان فتح کرنے کا سامان شروع کیا سنہ ۹۲۲ھ ہجری میں سلطان حسین نے ملتان پر دھاوا کیا سلطان محمود حاکم ملتان اس واقعہ سے خبردار ہوا اور اس نے اپنے معتبر حاشیہ نشینوں کے ایک گروہ کو روانہ کر کے سلطان حسین کو اس کے ارادہ سے باز رکھا۔ سلطان محمود دفعتاً دنیا سے رخصت ہوا اور اس کا فرزند سلطان حسین ملتان کا فرمانروا ہوا شاہ حسین ارغون نے سلطان حسین کو بالکل فرصت نہ دی اور جلد سے جلد اس کے

سے پہنچکر ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ حسین نے شہر کو ایک سال چند ماہ میں فتح کر لیا اور ۹۳۲ھ ہجری میں صبح کے وقت ملتان پر شاہ حسین کا قبضہ ہو گیا اہل ملتان قتل و اسیر ہوئے اور شاہ حسین نے سلطان حسین کو مقید کر کے ملتان کے میر آورہ امیر شجاع الملک کو شکنجے میں دبا کر قتل کیا۔ شاہ حسین نے ملتان کی حکومت خواجہ شمس الدین کے سپرد کی اور خود ٹھٹھہ واپس آیا۔ شاہ حسین کی واپسی کے بعد اہل ملتان نے خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کیا اور لنگر خاں کی طرف مائل ہوئے شاہ حسین ارغون نے مصلحت وقت کا لحاظ کر کے سکوت کیا۔

۹۴۷ھ ہجری میں ہمایوں بادشاہ شیر شاہ کے غلبہ سے تنگ آ کر اور ارادہ کر کے سندھ کی طرف روانہ ہوئے بادشاہ بھکر کے نواح میں پہنچا اور مشورہ کے لئے فرمان طلب شاہ حسین میرزا کے نام روانہ کیا شاہ حسین نے چند ماہ لیت و لعل میں گزار دیئے اور اس کے بعد جیسا کہ بیان ہو چکا ہے دور از کار جواب دیا آخر کار جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے شاہ حسین کو تادیب کرنے کا ارادہ کیا اور قلعہ بھکر اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود ٹھٹھہ روانہ ہوئے۔ شاہ حسین ارغون حیلہ ساز اور مدبر امیر تھا اس نے وقتی کارروائی یہ کی کہ ناصر میرزا کو اپنا داماد بنانیکا مژدہ سنا کر بھکر اور ٹھٹھہ میں ناصر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور خود دریا کے راستے سے ہمایوں بادشاہ کے لشکر کے نواح میں پہنچا اور غلہ اور تمام ضروریات زندگی کی رسد بند کر دی ہمایوں بادشاہ نے بیرم خاں کی رائے سے مجبوراً صلح کر لی اور شاہ حسین سے کشتیاں اور بار برداری کے اونٹ لے کر ڈھائی برس نواح سندھ میں قیام کرنے کے بعد دریا کے راستے سے قندھار کی راہ لی شاہ حسین کا مقصود حاصل ہو گیا اور اس نے ناصر میرزا کے ساتھ بھی بدسلوکی کی اور وعدہ خلافی کی ناصر میرزا ہمایوں بادشاہ سے برگشتہ ہو کر بہت نادم و پشیمان ہوا اور کابل روانہ ہو گیا۔

۹۵۲ھ ہجری میں کامران میرزا جنت آشیانی سے خوفزدہ ہو کر

سندھ آیا اور شاہ حسین کے دامن میں اس نے پناہ لی شاہ حسین نے کامران میرزا کی بیحد تعظیم و تکریم کی اور اپنی دختر اس کے حبالہ عقد میں دیدی حسین شاہ نے اپنے امیروں کے ایک گروہ کو کامران کے ساتھ کیا اور مال و دولت سے انکی مدد کرکے کامران کو نواح کابل پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن اسی دوران میں شاہ حسین ارغون کا پیمانہ عمر لبریز ہوا اور اس نے تیس سال حکومت کرنیکے بعد ۹۶۲ھ میں وفات پائی۔

میرزا عیسیٰ ترخان شاہ ارغون کی وفات کے بعد سلطان محمود نے بھکر میں اور میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے ٹھٹہ میں حکومت کا دعویٰ کیا ان میں سے ہر ایک نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ بھی جاری کیا میرزا عیسیٰ اور سلطان محمود میں کبھی جنگ اور کبھی صلح ہو جاتی تھی۔ میرزا عیسیٰ نے اسی طرح تیرہ برس حکومت کی اور ۹۷۵ھ ہجری میں جس طرح کہ سلطنت خاندان ارغونیہ سے قبیلہ ترخانیہ میں منتقل ہوئی اس کا حال مورخ فرشتہ کو معلوم نہیں ہے اس لئے قلم انداز کیا جاتا ہے اتنا ضرور معلوم ہوا ہے کہ عیسیٰ خاں ترخان ترکمانی اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

میرزا باقی کی حکومت عیسیٰ خاں نے وفات پائی اور اس کے فرزند اکبر میرزا محمد باقی اور فرزند اصغر میرزا جان بابا میں حکومت کے لئے نزاع واقع ہوئی۔ میرزا محمد باقی اپنی قابلیت سے غالب آیا اور اس نے حکومت شروع کی۔ میرزا محمد باقی سلطان جلال الدین اکبر بادشاہ کے ساتھ مخلصانہ پیش آتا اور تحفوں اور ہدیے کے روانہ کرتے رہنے سے اپنا خلوص ظاہر کرتا تھا اور سلطان محمود بھکری کے ساتھ باپ کی طرح کبھی جنگ اور کبھی صلح رکھتا تھا میرزا محمد باقی نے اٹھارہ برس بڑی عیش و عشرت کے ساتھ حکومت کرکے ۹۹۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

میرزا جانی کی حکومت میرزا محمد باقی کے بعد میرزا جانی حکمراں ہوا۔ اس زمانہ میں اکبر بادشاہ عرصے سے لاہور میں مقیم تھا بادشاہ کا خیال تھا کہ میرزا جانی اظہار اخلاص کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوگا لیکن چونکہ معاملہ اس کے خلاف ہوا لہذا اکبر بادشاہ کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا

بھکر کا ملک اور قلعہ تو پہلے ہی سے فتح ہو چکا تھا اس نے ٹھٹھہ پر اور
اور دیگر بلاد سندھ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا۔ ۹۹۹ھ ہجری میں اکبر بادشاہ
نے اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خان خاناں ولد بیرم خاں کو ملتان اور بھکر کا
جاگیردار مقرر کر کے اس طرف روانہ کیا میرزا عبدالرحیم نے سب سے پہلے
قلعہ سہوان کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد دیگر شہروں اور قلعوں کی طرف
قدم بڑھایا میرزا خاں نے لشکر خاصہ کو جمع کیا اور تمام زمینداروں کو یکجا
کر کے بہت بڑے توپ خانہ اور کشتی اور ارابوں کے ساتھ سہوان
کا رخ کیا میرزا عبدالرحیم نے محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کیا۔
عبدالرحیم نواح نصیر پور میں پہنچا اور جب فریقین میں سات کوس کا فاصلہ
رہ گیا تو میرزا جانی نے اپنے ارابے جو سو سے زیادہ تھے دو سو کشتیوں
کے ساتھ جو سب کی سب تیر اندازوں توپچیوں سے بھری تھیں حریف
کے مقابلہ میں روانہ کیا میرزا عبدالرحیم کے پاس پچیس ارابوں سے
زیادہ نہ تھے لیکن باوجود اس کے اس نے اپنی فوج کو حریف سے
جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا عبدالرحیم دریا کے کنارہ سیر کر رہا تھا
اس نے ایک بڑی توپ میرزا جانی کی ایک عمدہ کشتی پر لگائی اتفاق
سے گولہ اس کشتی کے اندر گرا اور لوگ قتل ہو گئے اکبر بادشاہ کے
ڈونگیاں دوڑیں اور ان کشتیوں نے میرزا جانی کی سات کشتیاں گرفتار
کر لیا جن میں دو سو سندھی سپاہی بھی ضائع ہوئے۔ طرفین میں ایک
شبانہ روز جنگ قائم رہی لیکن آخر کار ۲۶ محرم ۱۰۰۰ھ ہجری کو سندھیوں
نے شکست کھائی اور میرزا جانی نے دریائے سندھ کے کنارہ ایک مقام
پر جس کے چاروں طرف دلدل تھی قیام کیا اور ایک حصار اپنے گرد باندھا
خانخاناں بھی حریف کے بالکل مقابل فروکش ہوا اور مورچل تقسیم کئے
دو ماہ کامل طرفین سے ایک جماعت میدان جنگ میں آتی تھی اور سپاہی
قتل ہوتے تھے۔ سندھیوں نے ہر چہار طرف سے غلہ اور رسد کی آمد و رفت
کے راستہ بند کر دئیے اور خان خاناں کے لشکر میں ایسا قحط نمودار ہوا کہ

روٹی کی قیمت جان سے زیادہ گراں ہوگئی۔ میرزا عبدالرحیم نے مجبور ہو کر وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔ عبدالرحیم نے اپنے جن ملازموں کو سہوان کے محاصرہ کے لئے روانہ کیا تھا میرزا جانی ان کو کم قوت سمجھکر ان پر حملہ آور ہوا خان خاناں نے اپنے سپہ سالار مسمی دولت خاں لودھی کو ایک لشکر کے ساتھ اس جماعت کی مدد کو روانہ کیا فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی اور میرزا جانی شکست کھاکر دریا کے کنارہ موضع ارسول میں مقیم ہوا اور اپنے گرد ایک حصار کھینچ دیا خان خاناں نے دونوں طرف سے محاصرہ تنگ کیا اور ہر روز جنگ ہونے لگی اس دفعہ اہل سندھ زندگی سے تنگ آگئے اور غلہ کے نہ ہونے سے اونٹ اور گھوڑے کے گوشت پر ان کی زندگی بسر ہونے لگی۔ میرزا جانی نے یہ حال دیکھ کر خان خاناں کو یہ پیغام دیا کہ میں بادشاہ کی ملازمت کا دل سے خواہاں ہوں مجھے تھوڑے دنوں کے لئے مہلت دو میں تین ماہ کے بعد درگاہ شاہی کو روانہ ہوں گا عبدالرحیم نے اسکی التجا قبول کی اور میرزا جانی کی دختر کا نکاح اپنے فرزند میرزا ایرج سے کر دیا۔ برسات کا موسم گذرنے کے بعد عبدالرحیم نے سہوان ٹھٹھ اور دیگر بلاد سندھ پر قبضہ کیا اور میرزا جانی کے ہمراہ ۱۰۰۱ھ میں بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا۔ میرزا جانی اکبری امرا کے گروہ میں داخل کیا گیا اور عبدالرحیم خان خاناں مراتب اعلیٰ پر فائز ہوا اور اسی زمانہ سے مملکت سندھ بادشاہ دہلی کے قلمرو میں داخل ہوئی اور زمینداروں کا کوئی اقتدار باقی نہ رہا۔

سلطان محمود بھکری | سلطان محمود سفاک اور مجنون تھا معمولی خطا پر انسان کو قتل کراتا تھا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے بیرم خلیفہ کے فرزند کو بھکر تسخیر کرنے پر مامور کیا۔ محب علی نے مہم پر پہنچکر سوا قلعہ بھکر کے نصف ملک پر قبضہ کر لیا۔ سلطان محمود نے پریشان ہو کر ایک عریضہ بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ سوا محب علی کے جس شخص کو حکم ہو میں اسے قلعہ بھکر حوالہ کر دوں۔ اکبر بادشاہ نے گیسو خان

اس مہم پر روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے ورود سے پیشتر ہی سلطان محمود
نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی ۔ گیسو خاں نے سنہ ۹۸۳ ہجری میں
بلا کسی مزاحمت کے قلعے پر قبضہ کر لیا سلطان محمود نے بیس سال حکومت کی

نواں مقالہ

سلاطین ملتان کے حالات میں

ناظرین کو معلوم ہو کہ بلدہ ملتان میں ظہور اسلام کی ابتدا محمد قاسم کے زمانہ سے ہوتی ہے محمد قاسم کے بعد سے سلطان محمود غزنوی کے عہد تک ملتان کا حال کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہے اور نہ افواہ عام میں اس ملک کے بابتہ کوئی روایت سنائی دیتی ہے ترجمہ تاریخ یمینی میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ملاحدہ کو شکست دیکر ملتان پر قبضہ کیا اور یہ شہر عرصہ تک خاندان غزنویہ کی سلطنت میں شامل رہا۔ دولت غزنویہ میں آثار زوال پیدا ہونے کے بعد بلاد ملتان پر دوبارہ قرامطہ کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان معز الدین محمد سام نے پھر ملتان پر قبضہ کیا اور ۸۴۷ھ ہجری تک یہ شہر سلاطین دہلی کے زیر حکومت رہا جس زمانہ میں کہ ہندوستان میں طائف الملوکی پھیلی اسی وقت سے ملتان کا حاکم بھی خود مختار ہو گیا اور شہر پر شاہان دہلی کی حکومت نہ رہی جس کے بعد چند فرمانرواؤں نے یکے بعد دیگرے اس ملک پر حکومت کی۔

شیخ یوسف قریشی کی حکومت

جب سلطان محمدؒ بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں دہلی کا فرمانروا ہوا اور ارکان دولت میں عظیم الشان خلل پیدا ہوا اسی وقت ملتان پر قندہار غزنی اور کابل کے مغل فرمانرواؤں نے حملے کر کے ملک کو برابر تاخت و تاراج کیا۔ ملتان کا کوئی حاکم مستقل نہ دیکھ کر اہل شہر ایک جگہ جمع ہوئے اور تعیین حاکم کے بابت مشورہ کیا۔ چونکہ حضرت غوث الزمانی بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی اس سے باہر ہے کہ اس کی شرح کی جائے اس لئے اشراف اور اکابر شہر نے شیخ یوسف قریشی کو جو حضرت شیخ کی خانقاہ کے متولی اور روضۂ مبارک کے مجاور تھے حکومت کے لئے انتخاب کیا ۸۴۷ھ ہجری میں شیخ یوسف کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان اور اوچہ اور اس کے نواح میں منبروں پر ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ شیخ یوسف نے بھی اپنے خاندان عالی شان کی وقعت اور بزرگی کا لحاظ کر کے تمام اہالی ملتان پر لطف و عنایت کیا اور رعایا کو اپنی طرف سے مطمئن کر کے زمینداروں کے قلوب اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ رائے سہرہ نے جو افغانوں میں لنگاہ کا سردار اور قصبہ سوئی اور اس کے نواح کا جاگیر دار تھا شیخ یوسف کو یہ پیغام دیا کہ میں سلسلۂ عالیہ بہائیہ کا پشتینی مرید اور عقیدت مند ہوں ظاہر ہے کہ ان دنوں مملکت دہلی میں فتنہ و فساد برپا ہے اور سلطان بہلول لودی نے دہلی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا ہے مناسب یہ ہے کہ قوم لنگاہ کا دل آپ ہاتھ میں لیں اور اس نیاز مند کو اپنا ایک لشکری تصور فرمائیں تاکہ وقت پر میں بھی خاطر خواہ جاں نثاری کر سکوں اور بالفعل اپنے عقیدہ کو اور زیادہ مستحکم کرتا ہوں اور اپنی دختر کو آپ کے حبالۂ عقد میں دیکر حضرت کو اپنی دامادی میں قبول کرتا ہوں۔ شیخ یوسف اس امر سے بہت خوش و خرم ہوئے اور رائے سہرہ کی دختر کو سلاطین کے طریقہ کے مطابق اپنے حبالۂ عقد میں لے آئے۔ رائے سہرہ بھی

اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لئے قصبہ سیوی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف کے لئے بہترین تحائف اپنے ہمراہ لاتا تھا لیکن شیخ یوسف احتیاط کی وجہ سے ان تحائف کو قبول نہیں کرتے تھے محض اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہو کہ رائے سہرہ شہر ملتان میں بود وباش اختیار کرلے۔ رائے سہرہ خود شہر کے باہر مقیم ہوتا تھا اور اپنی دختر کو دیکھنے کے لئے تنہا شیخ کے مکان پر آتا تھا۔ ایک دن رائے سہرہ اپنے تمام حاشیہ نشینوں کو ساتھ لے کر ملتان روانہ ہوا اس کا ارادہ یہ تھا کہ مکر وحیلہ سے شیخ کو گرفتار کرکے خود حاکم ملتان ہوجائے۔ رائے سہرہ نواح ملتان میں پہنچا اور شیخ یوسف قریشی کو پیغام دیا کہ اس مرتبہ تمام قوم لنگاہ اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ حضور میری جمعیت کو ملاحظہ فرماکر ہمارے حسب حیثیت ہم کو کوئی خدمت سپرد فرمائیں۔ شیخ یوسف گردش زمانہ سے بے خبر تھے انھوں نے رائے سہرہ کا پیغام بخوشی خاطر قبول کیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد رائے سہرہ ایک خدمتگار کو ساتھ لے کر اپنی دختر کو دیکھنے کے لئے آیا اور خدمتگار کو یہ فہمائش کردی کہ مکان کے ایک گوشہ میں ایک بکری ذبح کرکے اس کا خون ایک پیالہ میں بھر کر لے آوے خدمتگار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے فوراً وہ خون نوش جان کیا تھوڑی دیر کے بعد رائے سہرہ نے مکر وفریب سے چلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے یہ چیخ پکار ہر لمحہ ترقی کرتی گئی اور آدھی رات گزرنے کے قریب رائے سہرہ نے شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کے بہانے سے اپنے پاس بلایا اور ان صاحبوں کے روبرو خون کی قے کی۔ اسی وصیت کے اثنا میں اپنے عزیزوں اور قرابت داروں کو جو بیرون شہر مقیم تھے وداعی کلمات کہنے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ شیخ یوسف کے وکلا رائے سہرہ کو قریب الموت سمجھے تھے ان لوگوں نے بیرونی اشخاص کا آنا خلاف مصلحت نہ سمجھکر خاموشی اختیار کی۔ مختصر یہ کہ اکثر لوگ رائے سہرہ کے گرد جمع ہوگئے اور رائے سہرہ نے حکمرانی کے ارادے سے

بستر بیماری پر سے سر اٹھایا اور اپنے معتمد ملازموں کو دروازوں کی حراست اور نگہبانی پر مقرر کیا اور ان کو تاکید کر دی کہ شیخ یوسف کے ملازم قلعے سے باہر نہ جانے پاویں۔ رائے سہرہ یہ انتظام کر کے شیخ یوسف کی خوابگاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین لنگاہ کی سلطنت

رائے سہرہ نے شیخ یوسف کو گرفتار کر کے اپنے کو سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرمانروا مشہور کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اہل ملتان اس کی حکومت سے راضی ہو گئے اور شیخ یوسف کو اسی دروازے سے جو حضرت شیخ الاسلام ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی مزار مبارک کے جانب شمال واقع ہے شہر بدر کر کے ان کو دہلی روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ دروازہ پختہ اینٹوں سے چن دیا جائے چنانچہ لوگ کہتے ہیں کہ دروازہ مذکور اس زمانے تک جو سنہ ۱۰۱۸ ہجری ہے اسی طرح مسدود ہے۔ شیخ یوسف دہلی پہنچے اور سلطان بہلول لودی نے ان کی بیحد تعظیم کر کے اپنی دختر شیخ صاحب کے فرزند شیخ عبداللہ کے عقد میں دیدی بہلول لودی شیخ یوسف کو ہمیشہ وعدۂ امداد سے خوش اور مسرور کیا کرتا تھا قطب الدین لنگاہ نے خودمختاری کے ساتھ بہ اطمینان خاطر ملتان پر سولہ برس حکومت کر کے سنہ ۸۷۴ ہجری میں وفات پائی۔

حسین لنگاہ بن قطب الدین

قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد اعیان سلطنت نے اس کے فرزند اکبر کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دیکر اسے اپنا فرمانروا تسلیم کیا اور اس نواح میں حسین شاہ لنگاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا حسین لنگاہ بیحد قابل اور جفاکش تھا اور اس کے صفات اس لائق تھے کہ خدا کی رحمت اس پر نازل ہو۔ اس بادشاہ کے زمانہ میں علم و فضل کی ترقی اور قدر ہوئی حسین لنگاہ نے اپنے ابتدائی عہد معدلت میں قلعہ شور پر چڑھائی کی۔ اس زمانہ میں غازی خاں قلعہ شور کا حاکم تھا۔ غازی خاں کو معلوم ہوا کہ حسین شاہ قلعہ کی تسخیر کیلئے

آرہا ہے غازی خاں نے سامان جنگ درست کیا اور قلعہ سے نکل کر دس کوس
کے فاصلہ پر حسین شاہ لنکاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا ۔ غازی خاں نے
معرکۂ جنگ میں مردانگی کے جوہر دکھائے لیکن آخر کار راہ فرار اختیار کی
اور بجائے قلعہ شور کے بہیرہ روانہ ہو گیا ۔ غازی خاں کے زن و فرزند قلعہ
شور میں مقیم تھے ان لوگوں نے قلعہ کو مضبوط اور مستحکم کر کے دشمن کی مدافعت
کی اور ہر وقت اس امر کی منتظر رہتے تھے کہ غازی خاں کے امیر بہیرہ
چینیوب اور خوشاب پر حکمراں ہیں ان کی امداد کریں گے ۔ محاصرہ کو بیحد
طول ہوا اور یہ لوگ امداد دینے سے بالکل مایوس ہو گئے اور آخر کار
جان کی امان طلب کر کے قلعہ حسین لنکاہ کے سپرد کر دیا اور خود بہیرہ
روانہ ہو گئے ۔ حسین شاہ لنکاہ نے چند روز قلعہ شور میں قیام کر کے
وہاں کا انتظام کیا اور اس کے بعد قصبہ چینیوب روانہ ہوا یہاں کے
داروغہ ملک باجھی کھنگ نے چند روز تو اپنے عزت و ناموس کے خیال
سے موافقت کی لیکن آخر کار امان حاصل کر کے اس نے بھی حصار حسین لنکاہ
کے سپرد کر دیا اور خود بہیرہ روانہ ہوا شاہ حسین لنکاہ سرحد کا انتظام کر کے
ملتان واپس آیا اور چند روز آرام کر کے کوتنکر روانہ ہوا اور اس نواح
کو تا قلعہ دہنکوٹ اپنے قبضہ میں لایا ۔

شیخ یوسف اکثر سلطان بہلول لودی سے اپنی فریاد رسی کی
درخواست کیا کرتے تھے ۔ حسین شاہ لنکاہ نے قلعہ دہنکوٹ کا
سفر کیا اور بہلول لودی نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اپنے فرزند باربک شاہ
کو جس کا حال شاہان دہلی و جونپور کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے ملتان
فتح کرنے کے لئے نامزد کیا اور تاتار خاں لودی کو بھی پنجاب کے لشکر کے
ساتھ باربک شاہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا ۔ باربک شاہ اور تاتار خاں
لودی جلد سے جلد ملتان روانہ ہوئے حسن اتفاق سے اسی زمانہ
میں سلطان حسین لنکاہ کے حقیقی بھائی حاکم قلعہ کوٹ کروڑ نے اپنے
کو شہاب الدین لنکاہ مشہور کر کے بادشاہ سے بغاوت کی حسین لنکاہ

اس فتنہ کو فرو کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھا اور جلد سے جلد وہاں پہنچکر سلطان شہاب الدین کو زندہ گرفتار کرکے اسے پابہ زنجیر کر دیا۔ اسی دوران میں اخبار رسانوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ یار بک شاہ اور تاتار خان ملتان کے نواح میں مصلائے عید کے قریب جو حوالی شہر میں واقع ہے مقیم اور اسباب قلعہ کشائی کے فراہم کرنے میں کوشاں ہیں۔ حسین شاہ لنگاہ اسی شب دریائے سندھ سے سفر کرکے قلعہ ملتان میں وارد ہوا اور اسی وقت اپنی تمام فوج کو جمع کرکے سپاہیوں سے کہا کہ تمام اہل لشکر سے شمشیر زنی کی امید رکھنا بیکار ہے سپاہیوں میں اکثر ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جن کو اہل وعیال کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور یہ لوگ اگرچہ مصلحتاً شمشیر زنی نہیں کرتے لیکن حصار داری اور لشکر میں اضافہ کرنے کی تدبیر یا اسی طرح کے اور مفید کام کر سکتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد حسین شاہ لنگاہ نے کہا کہ جو شخص بلا کسی تکلیف کے معرکہ آرائی پر آمادہ ہو صبح کو شہر سے باہر چلا جائے اور بقیہ سپاہی حفاظت حصار کا کام انجام دیں بادشاہ کی اس تقریر کے مطابق دس یا بارہ ہزار سوار اور پیادے دشمن سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ بادشاہ نے طبل جنگ بجوایا اور شہر سے باہر نکل کر اہل دہلی کے مقابلہ میں صف آرا ہوا بادشاہ حریف کے سامنے استادہ ہوا اور حکم دیا کہ تمام سوار پیادہ ہو جائیں حسین شاہ لنگاہ پہلے خود گھوڑے سے اترا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب یکبارگی سے عدو دشمن پر چلائیں چونکہ پہلے ہی مرتبہ بارہ ہزار تیر خانہ کمان سے نکلے دشمن کی فوج میں ایک عظیم الشان تزلزل اور اضطراب پیدا ہو گیا اور دوسری مرتبہ ادھر ادھر منتشر ہوگئے اور تیسری دفعہ میدان جنگ سے فراری ہوگئے اور دشمن کا خوف اس قدر غالب ہوا کہ اثنائے فرار میں قلعہ شور تک پہنچے لیکن اس پر بھی انھوں نے حصار کی طرف توجہ نہ کی قلعہ جینیوٹ تک برابر چلے گئے اس فتح سے بے شمار اسباب

اہل ملتان کے ہاتھ آیا۔ باربک شاہ اور تتار خاں قلعہ چینوٹ پہنچے اور حسین شاہ لنگاہ کے تھانہ دار کو قول و قرار کر کے قلعے سے باہر نکالا لیکن بدعہدی کر کے اسے تہ تیغ کیا۔ حسین شاہ لنگاہ اس فتح کو اتنی بڑی نعمت سمجھا کہ اس نے قلعہ چنیوٹ کا مطلق خیال نہ کیا اسی دوران میں ملک سہراب دودوالی پرگزم جو اسمٰعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا مع اپنی قوم روہیلہ کے کیچ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنگاہ کی خدمت میں پہنچا۔ حسین شاہ لنگاہ ملک سہراب بلوچ کا اپنے پاس آنا بہت مبارک سمجھا اور قلعہ کوٹ کرور سے حصار دھنکوٹ تک تمام حصہ ملک انکی جاگیر میں دیدیا۔ اس خبر کو سنکر بہت سے بلوچ اپنے ملک بلوچستان سے حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حسین شاہ لنگاہ کی جمعیت روز بروز زیادہ ہونے لگی اور اس نے بقیہ ملک کا بھی وہ حصہ جو دریائے سندھ کے ساحل پر واقع ہے بلوچیوں کو جاگیر و تنخواہ میں عطا کیا رفتہ رفتہ سیت پور سے دھنکوٹ تک سارا حصہ بلوچستان کے قبضہ میں آگیا۔

اسی زمانہ میں جام بایزید اور جام ابراہیم جو قبیلہ سمیہ کے سردار تھے حاکم سندھ جام نندا سے رنجیدہ ہو کر حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ٹھٹھہ اور بکر کے درمیان کا تمام حصہ ملک قدیم زمانہ سے قوم سمیہ کے جو اپنے کو جمشید کی نسل کہتے تھے زیر حکومت تھا چونکہ یہ قوم شجاعت اور مردانگی میں تمام قبائل سندھ سے ممتاز ہے اور جام نندا خود اسی قوم کا ایک فرد اور آل جمشید ہونے کا مدعی تھا ہمیشہ اپنے برادران قوم سے خائف رہتا تھا۔ اتفاق سے قوم سمیہ کے سرداروں میں دشمنی پیدا ہوئی اور جام نظام الدین نے اس امر کو اپنے لئے ایک نعمت سمجھ کر جام بایزید اور جام ابراہیم دونوں حقیقی بھائیوں کے مخالفین کا ساتھ دیا اور اسی بنا پر یہ ہر دو برادر جام نندا سے کشیدہ خاطر ہو کر حسین لنگاہ کے دامن میں

پناہ گزین ہو گئے حسین شاہ لنکاہ نے جام بایزید کو ولایت شور اور جام ابراہیم کو شہر اوچہ جاگیر میں عطا فرمایا۔

جام بایزید صاحب علم و فضل تھا اور ہمیشہ اہل علم کی صحبت میں زندگی بسر کرتا تھا اس کا قاعدہ تھا کہ اس نواح میں جو شخص صاحب فضل و کمال ہوتا یہ اس کے حال پر مہربانی کرتا کہ فاضل مذکور اس کی عنایتوں کا ممنون ہو کر جام بایزید کے دربار کا مستقل خوشہ چین ہو جاتا تھا کہتے ہیں کہ جام بایزید اس قدر اہل علم کا شیدائی تھا کہ شیخ جمال الدین قریشی کو جو شیخ عالم قریشی کے اولاد میں تھے اور جنہوں نے خراسان میں قیام کر کے مختلف علوم میں کمال حاصل کیا تھا باوجود اس ظاہری کے مختل ہو جانے کے وزیر سلطنت مقرر کیا اور تمام مہمات ملکی شیخ مذکور کے سپرد کر کے خود اہل فضل و کمال کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا جام بایزید اس درجہ احکام الٰہی کا پابند تھا کہ ایک مرتبہ کہ شور میں ایک نئی عمارت تعمیر کرا رہا تھا اتفاق سے زمین کے اندر ایک خزانہ برآمد ہوا جام بایزید نے اس دولت سے کامل اجتناب و نفرت کا اظہار کیا اور تمام خزانہ سلطان حسین لنکاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا بادشاہ جام بایزید کی اس دیانت سے بیحد خوش اور اس کے اخلاص کا دل سے مدح خواں ہو گیا۔

سلطان بہلول لودھی نے وفات پائی اور سلطان سکندر دہلی کا فرمانروا ہوا۔ سلطان حسین لنکاہ نے ایک تعزیت و تہنیت نامہ مع تحائف اور ہدیوں کے قاصدوں کی معرفت سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کر کے صلح اور یگانگت کی بنیاد رکھنی چاہی سلطان سکندر خود ایک پابند شریعت فرمانروا تھا اس نے حسین شاہ لنکاہ کا معروضہ قبول کیا اور اسی میں مصلحت سمجھا کہ طرفین ایک دوسرے سے اتحاد اور برادرانہ سلوک کر کے آپس میں خیر خواہی سے کام لیں اور کسی فریق کی فوج اپنی حد سے تجاوز کر کے دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے اور فریقین میں سے جس کو بھی امداد و اعانت کی ضرورت ہو دوسرا اس میں دریغ نہ کرے۔ عہد نامہ ان شرائط پر

لکھا گیا اور امرا اور اعیان ملک کی مہریں اس پر ثبت ہوئیں سلطان سکندر
نے ملتانی قاصدوں کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ بعض لوگ یہ بھی روایت
کرتے ہیں کہ سلطان حسین مظفر شاہ گجراتی سے بھی دوستی اور یگانگی کیطرح
ڈالی طرفین سے رسل و رسائل کی رسم جاری ہوئی اور ایک مرتبہ سلطان
حسین لنگاہ نے قاضی محمد نام ایک شخص کو جو فضل و کمال سے آراستہ
تھا قاصد بنا کر سلطان مظفر کی خدمت میں روانہ کیا حسین شاہ لنگاہ نے
قاضی کو فہمایش کر دی کہ رخصت ہونے وقت سلطان مظفر سے درخواست
کرنا کہ اپنے ملازمین کو تمھارے ہمراہ کر کے اپنے مکانات کی تم کو سیر
کرائے۔ سلطان حسین کا مدعا یہ تھا کہ سلاطین گجرات کے مذاق طبیعت کے
موافق ان کے قصور کے طرز عمارت پر خود بھی ایک مکان ملتان میں تعمیر کرے
قاضی محمد گجرات پہنچا اور اس نے تحائف اور ہدیے پیش کر کے رخصت کے
وقت بادشاہ کے حکم سے منازل سلطان کی سیر کرنے کی درخواست کی
سلطان مظفر نے اپنے خدمت گاروں کو قاضی محمد کے ہمراہ کر دیا اور اسطرح
گجرات کے تمام منازل شاہی کی سیر کر لی۔ قاضی محمد گجرات سے ملتان واپس
آیا اور جواب پیغام ادا کرنے کے بعد اس نے ارادہ کیا کہ گجرات کی عمارتوں
کی خوبیوں کا کچھ حال بھی بیان کرے قاضی محمد نے بادشاہ سے کہا کہ گجراتی
منزلوں کی خوبی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے حضور اس دعاگو کی گستاخی
معاف فرمائیں اگر تمام مملکت ملتان کا یکسالہ خراج اس طرح کی صرف ایک
عمارت کے تعمیر کرانے میں صرف کر دیا جائے تو بھی احتمال ہے کہ عمارت تمام
بھی ہوگی یا نہیں حسین شاہ اس گفتگو سے بیحد ملول ہوا عماد الملک تولک
نے جو منصب وزارت پر فایز تھا جرأت کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ اقبال
شاہی روز افزوں باد حضور کے حزن و ملال کا سبب کیا ہے حسین شاہ نے
جواب دیا کہ شاہی کا لفظ تو میرے نام کا جزو ہو گیا ہے لیکن حقیقتاً میں اس
مرتبہ کی رفعت و شان سے محروم ہوں اور اس حرمان نصیبی کے باوجود
بھی روز قیامت میرا حشر گروہ شاہان میں ہوگا عماد الملک نے جواب دیا کہ

بادشاہ کو اس خیال پر رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے خدا نے ہر ملک کو ایک خاص خوبی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جو دوسرے ممالک میں نادر الوجود ہے اگر گجرات دکن۔ مالوہ اور بنگالہ کے ممالک زرخیز ہیں اور وہاں اسباب عیش وعشرت آسانی اور خوبی کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں تو خاک ملتان مردم خیز ہے ظاہر ہے کہ بزرگان ملتان جس سرزمین میں گئے معزز ومحترم رہے خدا کا شکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان عالی شان میں شہر ملتان کے اندر اب بھی ایسے بزرگ موجود ہیں جو بہلول شاہ لودی کے معزز مہمان اور راس کے سمدھی شیخ یوسف سے ہر طرح پر بہتر وافضل ہیں اسی طرح طبقہ تجاریہ میں چند بزرگ افراد ملتان میں ایسے موجود ہیں جو ظاہری اور باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب پر فضیلت رکھتے ہیں اسی طرح فرقۂ علما میں مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد رشید مولانا عزیز اللہ بھی خاک پاک ملتان سے پیدا ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کے وجود پر سارا ہندوستان فخر کر رہا ہے۔ اور میری گفتگو مبالغہ یا زباں سرائی نہیں ہے بلکہ حقیقت پر مبنی اور بالکل مطابق واقعہ ہے عماد الملک نے اس طرح کی تقریر سے بادشاہ کی کدورت رفع کی اور حسین شاہ لنگاہ بشاش اور خوش ہوگیا۔ سلطان شاہ بیحد بوڑھا ہوا اور اس نے اپنے فرزند بزرگ فیروز خاں کو فیروز شاہ کا خطاب دیکر خطبہ اس کے نام کا جاری کیا اور خود گوشۂ عافیت میں بیٹھکر عبادت الٰہی میں مصروف ہوا۔ عماد الملک تو یک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا۔

فیروز شاہ بن حسین لنگاہ

فیروز شاہ لنگاہ ناتجربہ کار تھا اور قوت غضب اس کے تمام اعضا پر مسلط تھی اس کے علاوہ جود وسخا سے بھی اسے واسطہ نہ تھا فیروز شاہ لنگاہ بلال ولد عماد الملک پر جو اس سے ہر طرح افضل اور جملہ کمالات سے آراستہ تھا ہمیشہ حسد کیا کرتا تھا فیروز شاہ لنگاہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک غلام سے کہا کہ بلال اموال بادشاہی پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لاتا ہے اور اس کا دلی منشا

یہ ہے کہ ملک میں فتنہ و فساد برپا کرے اور لوگوں کو اپنا رفیق کار بنا کر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ بہی خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ تم اس فتنے کو پیدا ہونے سے قبل ہی فرو کر دو۔ ناعاقبت اندیش نے بلال کے قتل کا بیڑہ اٹھایا اور موقع اور وقت کا منتظر رہا۔ اتفاق سے ایک روز بلال سیر دریا کر کے شہر کو واپس آرہا تھا شاہی غلام نے کمین گاہ سے ایک تیر اس کے سینہ پر مارا جو پشت سے گزر گیا اور بے گناہ بلال وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ عماد الملک نے چند ہی روز کے بعد فیروز شاہ لنگاہ کو زہر دے کر اپنے فرزند کا انتقام اس سے لیا۔ شاہ حسین لنگاہ پر بڑھاپے میں یہ مصیبت نازل ہوئی اور اپنے بیٹے کی جوانا مرگی پر زار زار رویا حسین شاہ لنگاہ نے ملک کی حفاظت مقدم سمجھ کر عنان حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لی اور اسی ضمن میں ارادہ کیا کہ اپنے فرزند کا انتقام عماد الملک سے لے بادشاہ نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے محمود خاں بن سلطان فیروز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا عماد الملک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا اور بادشاہ نے اپنی دلی کدورت کو قطعاً اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ چند روز کے بعد حسین شاہ لنگاہ نے جام بایزید کو خلوت میں بلایا اور اس سے کہا کہ تم حقیقت واقعہ سے واقف ہو اور میرے درد دل سے آگاہ ہو ایسی تدبیر کیوں نہیں کرتے کہ میں اس نمک حرام عماد الملک سے انتقام لے کر اپنے سینہ کی آگ کو بجھاؤں جام بایزید نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور بادشاہ سے رخصت ہو کر باہر آیا اور اپنے لشکر میں منادی کرادی کہ بادشاہ نے ہم سے سامان حرب طلب کیا ہے صبح کو تمام سپاہی ساز و سامان سے آراستہ ہو کر مکان پر حاضر ہوں غرضکہ صبح کے وقت جام بایزید اپنے گروہ کے ساتھ مسلح ہو کر دولت خانۂ شاہی پر حاضر ہوا بادشاہ نے عماد الملک سے کہا کہ وہ جا کر جام بایزید کا سامان ضرور دیکھے معائنہ کرے جام بایزید نے اسی وقت اپنے کارکردہ ملازموں کو حکم دیا اور انھوں نے عماد الملک کو پابزنجیر کر دیا۔ حسین شاہ لنگاہ نے

اسی وقت جام بایزید کو عہدۂ وزارت عطا کیا اور اس کے علاوہ محمود خاں بن فیروز کا اتالیق بھی اسی کو مقرر کر دیا چند روز کے بعد حسین لنگاہ نے ۲۶ صفر بروز شنبہ ۹۰۸ھ ہجری یا ۹۰۸ ہجری میں وفات پائی اس بادشاہ نے چونتیس سال حکومت کی ۔

صاحب طبقات بہادر شاہی نے اس مقام پر چند غلطیاں کی ہیں ایک یہ کہ اس نے محمود خاں کو شاہ حسین لنگاہ کا فرزند بتایا ہے دوسرے یہ کہ سلطان فیروز کے جلوس کو محمود خاں کے بعد تحریر کیا ہے ۔ اس مولف نے فیروز شاہ کو محمود شاہ کا بھائی قرار دیا ہے حالانکہ حقیقت میں محمود شاہ فیروز شاہ کا فرزند ہے اور نیز یہ کہ محمود نے فیروز شاہ بن حسین شاہ لنگاہ کے بعد تخت حکومت پر جلوس کیا ۔

محمود شاہ لنگاہ

حسین شاہ لنگاہ نے وفات پائی اور دوسرے دن یعنی ستائیس صفر کو جام بایزید نے امرا اور ارکان دولت کے اتفاق رائے سے حسین شاہ کی وصیت کے مطابق محمود شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا محمود شاہ خرد سالی کی وجہ سے کمینہ پرور بن گیا اور اوباش و سفلہ مزاج اشخاص کو اپنے گرد جمع کیا اور اس کا سارا وقت ہنسی مذاق میں گزرتا تھا ۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشراف اور اعیان ملک نے بادشاہ کی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کی اوباشوں اور کمینہ طبیعت اشخاص نے محمود شاہ پر قابو پا لیا اور اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ بادشاہ کو جام بایزید سے منحرف کریں ان اشخاص نے اپنی اپنی تدبیریں شروع کیں اور جام بایزید نے بارہا یہ خبر سنی اور اپنے مکان پر جو دریائے چناب کے کنارہ ملتان سے ایک کوس کے فاصلے پر تعمیر اور آباد کیا گیا تھا مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا اور شہر میں آنا بالکل ترک کر دیا ۔ انھیں واقعات کے درمیان میں ایک روز جام بایزید نے بعض قصبات کے خودسر لوگوں کو ادائے مال کے لئے طلب کیا ان مقدموں میں سے بعض نے سرکشی کی اور جام بایزید کے

حکم سے ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کو خچر پر سوار کرا کے شہر میں انکی تشہیر کرائی گئی۔ غمازوں کو موقع مل گیا اور انھوں نے سلطان محمود سے کہا کہ جام بایزید کا دست سیاست اب بعض ملازمین خاصہ تک پہنچ رہا ہے بایزید خود دیوان خانے میں نہیں حاضر ہوتا بلکہ اپنے فرزند عالم خاں کو اپنے عوض بھیجتا ہے صلاح دولت یہ ہے کہ اس دیوانہ خانے میں عالم خاں کی توہین کی جائے۔ عالم خاں مرد عاقل اور حسن صورت میں اپنے ہم جنسوں میں ممتاز تھا۔ ایک روز سلام کے لئے سلطان محمود کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص نے اس سے دریافت کیا کہ فلاں مقدم سے کیا ایسی تقصیر ہوئی کہ جام بایزید نے ان کا سر منڈوا کر اس کی توہین کی انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس حرکت کے عوض میں تمھارے سر کے بال بھی تراشے جائیں۔ عالم خاں نے اس قسم کی گفتگو کبھی نہ سنی تھی اس شخص کو جواب دیا کہ بدبخت تیری یہ مجال نہیں ہے کہ شاہی مجلس میں مجھ سے اس طرح کی گفتگو کرے عالم خاں اپنے کلمات کو ختم بھی نہ کر چکا تھا کہ دس یا بارہ آدمی آکر اس سے لپٹ گئے اور پہلی حرکت انھوں نے یہ کی کہ دستار عالم خاں کے سر پر سے اتار لی عالم خاں نے اس حالت میں بڑی دقت کے ساتھ غلاف سے خنجر نکالا اور اپنا ہاتھ اٹھایا اتفاق سے خنجر کی نوک بادشاہ کی پیشانی میں جو ان بلوائیوں کے درمیان میں کھڑا ہوا تھا لگ گئی محمد شاہ چلا کر زمین پر گر پڑا اور زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہوا جو گروہ کہ عالم خاں سے دست و گریبان تھا بادشاہ کی طرف متوجہ ہوا عالم خاں چھلانگ مار کر جان کے خوف سے سر برہنہ بھاگا دروازہ پر پہنچکر اسے معلوم ہوا کہ در مقفل ہے عالم خاں نے اپنی قوت سے دروازے کو توڑا اور اپنے نوکر سے دستار لے کر سر پر باندھ لی اور اپنے مکان کی طرف راہی ہوا۔

عالم خاں نے مکان پہنچ کر سارا ماجرا جام بایزید سے بیان کیا

جام بایزید نے کہا کہ اے فرزند تیری اس حرکت نے مجھکو دونوں جہاں میں شرمندہ کیا اب معاملہ ہاتھ سے جا چکا جلد سے جلد قلعہ شور کو روانہ ہوا اور تمام لشکر کو جلد سے جلد یہاں روانہ کرتا کہ محمود شاہ کے سامان حرب درست کرنے سے قبل جس طرح ممکن ہو تجھ تک پہنچ جاؤں۔ عالم خاں اسی وقت روانہ ہوا اور فوج کے پہنچتے ہی جام بایزید نے طبل کوچ بجوایا اور شور روانہ ہو گیا۔ محمود شاہ نے یہ خبر سنکر چند امیروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ فریقین کی فوج ایک دوسرے کے نزدیک ہوئی اور جام بایزید نے بھی قیام کر کے جنگ آزمائی شروع کی سپاہیوں نے مردانہ وار کام کیا۔ لیکن آخر میں جام بایزید کو فتح ہوئی اور وہ شور روانہ ہوا۔ قلعہ شور پہنچکر بایزید نے بادشاہ اسکندر لودی کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بادشاہ کو ایک عریضہ لکھکر اسے حقیقت حال سے اطلاع دی بادشاہ سکندر لودی نے فرمان استمالت جام بایزید کے نام روانہ کیا سکندر شاہ نے ایک دوسرا فرمان دولت خاں لودی حاکم پنجاب کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ جام بایزید نے ہماری بارگاہ میں التجا کی ہے اور اپنے ملک میں ہمارے نام کا خطبہ جاری کر دیا ہے تم اس کے حال سے خبردار ہو اور اس کی اعانت اور امداد کو اپنا فریضہ سمجھو جس وقت بایزید کو مدد کی ضرورت ہو فوراً اس کی اعانت کرو چند روز کے بعد محمود شاہ لنگاہ نے اپنا لشکر جمع کر کے قلعہ شور پر دھاوا کیا جام بایزید مع عالم خاں کے اپنے لشکر کے ہمراہ قلعہ شور سے نکلا اور چند کوس کے فاصلہ پر حریف سے جا ملا اور ایک خط دولت خاں لودی کے نام روانہ کر کے حقیقت حال سے اسے اطلاع دی۔ جام بایزید اور محمود شاہ کی جنگ کا کچھ نتیجہ نہ نکلا تھا کہ دولت خاں لودی امدادی فوج ہمراہ لے کر معرکہ کارزار میں پہنچ گیا۔ دولت خاں نے محمود شاہ سے صلح کی گفتگو کی اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جام بایزید اور محمود شاہ کے درمیان دریائے راوی حد فاصل رہے۔ دولت خاں نے محمود شاہ کو

ملتان اور جام بایزید کو قلعہ شور واپس کیا لیکن باوجود اس کے کہ
دولت خان لودی کا سا جلیل القدر امیر درمیان میں پڑا تھا لیکن یہ
صلح کچھ زیادہ دیرپا نہ ہوئی انہیں واقعات کے درمیان میں (میر چاکر زند برگز)
میر عماد کردیزی مع اپنے دونوں فرزند میرزا شہید اور میر شہداد کے
سوئی سے ملتان وارد ہوا نظام الدین احمد بدخشی اپنی تاریخ میں لکھتا
ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے ملتان میں مذہب شیعہ کو رواج دیا
وہ بھی میر شہداد ابن عماد الدین کردیزی ہے۔ نظام الدین نے اسقدر
عبارت پر اکتفا کی ہے اور یہ نہیں بتایا کہ میر عماد کون شخص تھا اور
اس کی اصل اور اس کا نسب کیا ہے اور نیز یہ کہ اس کے فرزند میر شہداد
کو ایسے عہد اور زمانے میں مذہب کی ترویج کا کس طرح موقع ملا۔
مختصر یہ کہ ملک سہراب دودائی سلاطین لنگاہ کی بارگاہ میں بیحد
معزز و مکرم تھا اس لئے میر عماد کردیزی یہاں قیام نہ کر سکا اور اس نے
جام بایزید کے دامن میں پناہ لی۔ جام بایزید نے کردیزی کی بیحد
عزت اور وقعت کی اور اپنے ملک کا ایک حصہ جو اپنے خاصہ کے
اخراجات کے لئے مخصوص کیا تھا میر عماد اور اس کے فرزندوں کی
جاگیر میں دیا۔ جام بایزید فطرتاً بیحد کریم اور محسن تھا علماء کے احوال
سے واقفیت حاصل کرتا اور اہل علم و تقویٰ کی پرورش اور خاطرداری
کرتا تھا بعض مورخین لکھتے ہیں کہ جام بایزید فتنہ و فساد کے زمانہ
میں علما اور صلحا کے لئے ضروریات زندگی کشتیوں میں لاد کر شور سے
ملتان روانہ کیا کرتا تھا جام بایزید کے احسانات اہل ملتان پر مسلسل اور
پئے در پئے رہتے تھے اس لئے اکثر اہل شہر نے ملتان کی سکونت ترک
کر کے شور میں توطن اختیار کیا۔ ان بزرگوں میں بعض ایسے بھی تھے
جن کو جام بایزید نے خود ملتان سے شور میں طلب کیا تھا جیسے مولانا عزیز اللہ
جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد و رشید تھے۔ جام بایزید نے مولانا عزیز اللہ
کو خود طلب کیا اور جب مولانا شور کے قریب پہنچے تو جام بایزید نے انکا

استقبال کیا اور بڑی عزت و حرمت کے ساتھ ان کو شہر میں لایا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ جام بایزید نے اپنے خدام سے کہا کہ مولانا کا ہاتھ دھلاؤ۔ بایزید کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بایزید نے اس پانی کو حصول برکت کے لئے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیا۔

جام بایزید کے وکیل شیخ جمال الدین قریشی ایک عجیب روایت کے ناقل ہیں اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن حصول عبرت کے لئے حوالہ قلم کرتا ہوں [1]

کہتے ہیں کہ مولانا عزیز اللہ شور تشریف لائے اور جام بایزید نے اندازہ سے کہیں زیادہ مولانا کی تعظیم و تکریم کی۔ جام بایزید مولانا کو اپنی حرم سرا میں لے گیا اور اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ مولانا کی خدمت گذاری کریں شیخ جمال الدین قریشی نے از راہ تمسخر ایک شخص کو مولانا کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ جام بایزید نے دعا کہی ہے اور عرض کیا ہے کہ ان کنیزوں کے حضور میں روانہ کرنے کا منشا یہ ہے کہ چونکہ مولانا یہاں تنہا تشریف لائے ہیں اس لئے ان میں سے جس کو چاہیں اپنی خدمت کے لئے مختص فرمائیں

---

[1] دبرگز نے خدا معلوم اس حکایت کا ترجمہ کیوں قلم انداز کیا ہے اگرچہ اس حکایت کو نفس واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ خود مورخ فرشتہ نے ذکر کر دیا ہے لیکن اس روایت سے اسلامی علماء کا زہد و تقویٰ اور ان کی روشن ضمیری کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن صاحب ممدوح کی عادت ہے کہ اپنے برادران مذہب کی طرح اُن تمام حکایات کا ترجمہ قلم انداز کر دیتے ہیں جن سے مسلمانوں کے فضل و کمال ان کے زہد و تقویٰ اور نیز ان کے علو مرتبت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے برگز صاحب کے انگریزی ترجمہ میں اکثر اس قسم کی فروگذاشت کا عہد الزام دیا جا سکتا ہے اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اس طرح کی روایات کو نظر انداز کر دینے سے ان کے ضمن میں بعض ایسے واقعات بھی معرض اخفا میں رہ جاتے ہیں جو علاوہ علم و فضل اور زہد کمال کا بیّن ثبوت ہونے کے اسلامی فرمانرواؤں یا مسلمان امرا اور علما کے حسن سیاست اور خوبی انتظام اور ان کی غربا اور رعایا نوازی کی زندہ اور سبق آمیز داستانیں ہیں (مترجم)

مولانا نے جواب دیا کہ شریف انسان اپنے دوستوں کے مال پر اس طرح کا تصرف نہیں کرتے مولانا کا خادم جام بایزید کے پاس آیا اور اس نے یہ جواب ادا کیا جام بایزید نے کہا کہ مجھے اس پیغام کی ہرگز اطلاع نہیں ہے مولانا بیحد شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ اس شخص کی گردن ٹوٹے جس نے اس طرح کا مذاق کیا ہے۔ مولانا عزیز اللہ بغیر جام بایزید سے ملاقات کئے ہوئے شور سے روانہ ہوگئے اور جب تک کہ جام کو مولانا کی روانگی کی اطلاع ہو اس کی سرحد کے باہر پہنچ گئے آخر کار جو کچھ مولانا نے فرمایا تھا اس کا ظہور ہوا اور جمال الدین قریشی سکندر شاہ لودی کے دربار سے واپس آئے اور ایک رات زینہ پر جا رہے تھے کہ ان کے پاؤں کو لغزش ہوئی اور نیچے گرے اور ان کے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

۹۰۳ھ ہجری میں ظہیر الدین بابر بادشاہ نے پنجاب پر قبضہ کرکے دہلی کا رخ کیا بابر بادشاہ نے ایک فرمان میرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹھ کے نام روانہ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ملتان اور اس کے ان حدود پر جو اس کو بادشاہ کی سرکار سے عطا ہوئے تھے قبضہ کرے میرزا حسین ارغون نے قلعہ بھکر سے کوچ کرکے سارے نواح کو تباہ اور برباد کرنا شروع کیا محمود شاہ لنگاہ نے یہ اخبار سنے اور بید کی طرح کانپ اٹھا بادشاہ نے فوج کو جمع کیا اور شہر کے باہر مکان میں مقیم ہو کر حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین شیخ بہاء الدین قریشی کو ایلچی بنا کر شاہ حسین ارغون کی خدمت میں روانہ کیا محمود شاہ نے مولانا بہلول کو بھی جو طلاقت لسانی اور شیرینی گفتار میں عدیم النظیر تھے حضرت شیخ کے ہمراہ کر دیا۔ یہ قاصد میرزا حسین ارغون کے دربار میں پہنچے اور میرزا نے ان صاحبوں کی بیحد تعظیم و تکریم کی محمود شاہ کے قاصدوں نے اپنا اور حاضرین کا مدعا بیان کیا اور شاہ حسین ارغون نے جواب دیا کہ میرے سفر کا مقصد محمود شاہ کی تربیت اور حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہے مولانا بہلول نے جواب دیا کہ کیا خوب ہوتا حضور محمود شاہ

کو روحانیت کے ذریعے سے اسی طرح تربیت دیتے جس طرح کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی کو تعلیم دی تھی بادشاہ کا دوسرا مقصد یعنی حضرت شیخ الاسلام کے روضے کی زیارت کرنا تو وہ بھی بحمد اللہ حاصل ہو گیا شیخ بہاء الدین قریشی حضرت شیخ الاسلام رحمت اللہ علیہ کے ہم نام اور ان کے فرزند خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہیں مولانا بہلول کی اس تقریر سے کچھ کاربراری نہ ہوئی اور بے نیل مرام محمود شاہ کی خدمت میں واپس آئے اسی درمیان میں ایک رات محمود شاہ لنگاہ نے دنیا کو خیرباد کیا۔

بعض مورخین کی رائے ہے کہ خاندان لنگاہ کے ایک غلام مسمی لنگر خاں نے محمود شاہ کو زہرخورانی سے ۹۳۱ھ ہجری میں ہلاک کیا اس بادشاہ نے ستائیس سال حکمرانی کی

حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنگاہ

محمود شاہ لنگاہ نے وفات پائی قوم لنگاہ کے اکثر افراد اور نیز لنگر خاں نے جو بادشاہ کے مقدمہ لشکر تھے علم بغاوت بلند کیا اور میرزا شاہ حسین ارغون سے جا ملے اور حسب دلخواہ تقویت حاصل کر کے ملتان کے اکثر قصبات پر قابض ہو گئے لنگاہ کے باقی ماندہ امیر حیران اور پریشان ہو کر ملتان روانہ ہوئے۔ ان امیروں نے محمود شاہ لنگاہ کے فرزند کو جو ابھی بالکل بچہ تھا حسین شاہ ثانی کا خطاب دیکر اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ حسین شاہ تو برائے نام بادشاہ قرار پایا لیکن شیخ شجاع الملک بخاری جو محمود شاہ لنگاہ کا داماد تھا وزیر سلطنت بنکر مہمات سلطنت کو انجام دینے لگا شیخ شجاع الملک ناتجربہ کار تھا اس ناعاقبت اندیش نے باوجود اس کے کہ ملتان میں ایک عہدہ کا ذوق بھی نہ تھا ملک سے فرار کر کے حصاربندی اختیار کی میرزا شاہ حسین محمود شاہ کی وفات کو فتح ملتان کا وسیلہ سمجھا اور اس نے ان کو اپنے کو مضبوط اور قابل پناہ بنانے کا قطعاً موقع نہ دیا میرزا حسین جلد سے جلد شجاع الملک کے سر پر آپہنچا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

چند روز کے بعد اہل قلعہ بھوک سے تنگ آ گئے اور ملتان کے حقیقی تباہ کن امیر یعنی شجاع الملک کے پاس جمع ہوئے اہل شہر نے شجاع الملک سے کہا کہ گھوڑے ہنوز تازہ ہیں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی فوج کو تقسیم کر کے حریف کے مقابلہ میں صف آرا ہوں ممکن ہے کہ ہم حریف پر غلبہ حاصل کر سکیں۔ دوسرے یہ کہ حصار داری اس وقت مناسب اور موزوں ہوتی جبکہ ہم کو کہیں سے مدد کی امید ہوتی اور اس امر کا کسی طرف سے گمان نہیں ہے شجاع الملک نے مجلس میں تو جواب نہیں دیا لیکن خلوت میں معتبر امرا کو طلب کر کے ان سے کہا کہ حسین شاہ لنگاہ کی حکومت ابھی پائدار نہیں ہوئی ہے اگر ہم حصار سے باہر نکل کر حریف کے مقابل صف آرا ہوں تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اکثر اشخاص رعایت کی امید پر حسین ارغون کا دم بھرنے لگیں گے اور قلیل گروہ جو عزت اور ناموس کا شیدائی ہے وہ دشمن کی تلوار کے نذر ہو گا۔

مولانا سعد الدین لاہوری جو اپنے زمانے کے جید فاضل تھے فرماتے ہیں کہ میں بھی اس زمانہ میں حصار ملتان میں مقیم تھا محاصرہ کو چند ماہ گذر گئے اور میرزا شاہ حسین ارغون کے لشکر نے آمد و رفت کے راستے ایسے مسدود کئے کہ نہ تو باہر سے کوئی شخص حصار میں پہنچ سکتا تھا اور نہ اہل حصار میں سے کوئی فرد قلعے کے باہر جا سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اگر اتفاق سے بلی یا کتا بھی ہاتھ آتا تو لوگ اس کا گوشت حلوان کی طرح کھاتے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ شجاع الملک نے چارا نامی ایک سفلہ مزاج شخص کو قلعے کی حراست پر مقرر کیا تھا یہ بدبخت ہر گھر کو جہاں کہیں کہ اس کے گمان میں غلہ ہوتا تھا بے تکلف تاراج کرتا تھا اس ناگوار عمل سے تمام اہالی حصار شجاع الملک کے زوال کے دل سے خواہاں تھے چونکہ جو شخص قلعے کے باہر قدم نکالتا تھا وہ حریف کی تلوار کا شکار ہوتا تھا لہٰذا ان لوگوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ اپنے کو قلعے کے اوپر سے خندق میں گراتے تھے اور میرزا شاہ حسین ان کے اضطراب سے

واقف ہوکر اپنے سپاہیوں کو ان کے قتل کرنے سے ممانعت کرتا تھا۔ محاصرہ کو ایک سال چند ماہ کا زمانہ گزر گیا ایک روز صبح کے وقت سنہ ۹۳۲ھ ہجری میں میرزا شاہ حسین کے ملازم قلعہ کے اندر آ گئے اور انہوں نے قتل اور غارتگری کا بازار گرم کیا ایسی حالت میں حریف اس قدر اہل قلعہ سے بے نیاز ہوئے کہ سات سال سے لیکر ستر برس تک کے اشخاص اسیر کیے لے گئے جس شخص کے پاس کہ ان کے گمان میں روپیہ ہوتا تھا اس کی اور زیادہ توہین کی جاتی تھی۔ مولانا سعد اللہ لاہوری اپنا حال خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حصار پر لشکر ارغونیہ کا قبضہ ہوگیا اور دشمنوں کا ایک گروہ میرے مکان میں داخل ہوا ان لوگوں نے سب سے پہلے میرے باپ مولانا ابراہیم جامع کو قید کر لیا ان بزرگ نے ستر سال علم و فن کے درس و تدریس سے اہل ملتان کو فائدہ پہنچایا تھا اور آخر زمانے میں درویش ہو کر خلوت گزین ہو گئے تھے۔ ارغونیہ لشکر نے ہمارے مکان کی صفائی اور آرائش سے خیال کیا کہ اس گھر میں نقد دولت بھی بکثرت ہوگی ہماری توہین اور دل آزاری بھی شروع کی اسی درمیان میں ایک دوسرا گروہ مکان میں آیا اور اس نے مجھ کو گرفتار کرکے وزیر کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا اتفاق سے وزیر صحن میں ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس نے حکم دیا کہ میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے اور زنجیر تخت سے مضبوط باندھ دی جائے۔

میری آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے اور سب سے زیادہ مجھے اپنے والد بزرگوار کی قید اور تکلیف کا رنج تھا ایک ساعت کے بعد وزیر نے دوات و قلم طلب کیا اور کچھ لکھنے کا ارادہ کیا میں نے دل میں خیال کیا کہ اچھا ہوتا کہ یہ شخص دوبارہ وضو کرکے کچھ لکھتا اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور وزیر وضو کے لئے وہاں سے اٹھا اس مکان میں میرے سوا اور کوئی موجود نہ تھا میں تخت کے قریب گیا اور ایک شعر

قصیدۂ بردہ کا جو میرے حسب حال تھا میں نے کاغذ پر لکھدیا اور اپنی
جگہ واپس آیا۔ میری آنکھوں سے اب بھی آنسو جاری تھے وزیر اپنے
مقام پر واپس آیا اور کاغذ اور نوشتہ دیکھا اس نے مکان کے چاروں
طرف نگاہ کی وزیر نے مکان کے اندر میرے سوا اور کسی کو نہ دیکھا
اور مجھ سے پوچھا کہ یہ شعر تم نے لکھا ہے میں نے کہا ہاں میں نے لکھا ہے
وزیر نے میرا حال دریافت کیا میرے پدر بزرگوار کا اور میرا نام سنکر
وزیر اٹھا اور اس نے میرے پاؤں سے بیڑیاں دور کردیں اور اسی
وقت مجھکو میرزا حسین شاہ ارغون کے پاس لے گیا اور میرے باپ کا حال
بیان کیا میرزا کے حکم سے میرے والد بزرگوار جستجو کے بعد دربار شاہی
میں لائے گئے جس وقت مولانا بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اُس وقت
ہدایہ کے کسی مسئلے کی بابت گفتگو ہو رہی تھی ۔ شاہ حسین نے مولانا کو
اور مجھ کو خلعت عطا فرمایا میرے پدر بزرگوار نے باوجود پریشان خاطر
ہونے کے اس مسئلے کے متعلق ایسی تقریر کی کہ تمام حاضرین دربار مولانا
کے شیدائی ہو گئے میرزا نے اسی وقت حکم دیا کہ مولانا کے اسباب میں
جو چیز تاراج کی گئی ہے وہ فوراً واپس کی جائے اور نہ دستیاب ہو تو اسکی
قیمت سرکار سے ادا کی جائے میرزا نے پدر بزرگوار سے ہمراہ چلنے کی
درخواست کی مولانا نے جواب دیا کہ زندگی کے دن تمام ہو چلے اب
سوا سفر آخرت کے اور کسی سفر کا وقت نہیں ہے آخر کار وہی ہوا جو مولانا
نے فرمایا تھا اور دو ماہ کے بعد رحلت فرمائی ۔

مختصر یہ کہ حصار ملتان فتح ہوا اور میرزا شاہ حسین نے حسین لنگاہ کو
گرفتار کرکے اپنے موکل کے سپرد کیا اور شجاع الملک کو گرفتار کرکے ہر روز
اس سے ایک گراں قدر رقم وصول کی گئی ملتان اس قدر ویران ہو چکا
تھا کہ اس کے آباد ہونے کا گمان بھی نہ ہو سکتا تھا میرزا اس کی خدمت
سہل سمجھا اور خواجہ شمس الدین کو حاکم ملتان اور لنگر خاں کو پیش دست مقرر
کرکے خود ٹھٹھ واپس ہوا لنگر خاں نے اہل ملتان کو تسلی اور دلاسا دیکر

شہر کو دوبارہ آباد کیا اور ان کے اتفاق سے خواجہ شمس الدین کو شہر سے باہر نکال کر خود ملتان پر قابض ہو گیا۔

فردوس مکانی بابر بادشاہ نے وفات پائی اور ہمایوں نے پنجاب کی حکومت میرزا کامران کے سپرد کی میرزا کامران نے لنگر خان کو اپنے پاس طلب کیا اور وہ میرزا کی خدمت میں حاضر ہوا میرزا نے ملتان کے عوض کابل لنگر خاں کو عنایت کیا اور لنگر خان نے شہر کے باہر ایک مقام پر جو اب دائرہ لنگر خاں مشہور ہے قیام کیا یہ مقام اب لاہور کا ایک محلہ ہو گیا ہے اور اب ملتان پر سلطان دہلی کا قبضہ ہوا کامران میرزا کے بعد شیر شاہ اور اس کے بیٹے سلیم شاہ اور سلیم کے بعد جلال الدین اکبر اور اس کے بعد نور الدین جہانگیر اس ملک کے جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا ہے فرمانروا ہوئے
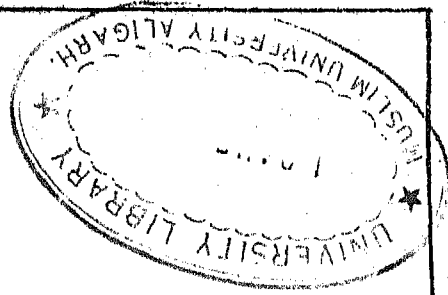
دسواں مقالہ

حکام کشمیر کے احوال میں

کشمیر دنیا کے مشہور ممالک میں ہے جو طرح طرح کی خوبیوں سے معمور اور ہر قسم کے غرایب کی وجہ سے مشہور ہے۔ میرزا حیدر دوغلات نے جس کا ذکر عنقریب ہوگا ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اس ملک کے حالات بالکل صحیح درج کئے ہیں چونکہ مورخ فرشتہ کو میرزا حیدر مذکور کے اقوال کا پورا اعتبار ہے اس لئے انھیں واقعات کو مختصراً اس کتاب میں مندرج کرتا ہوں کشمیر صوبۂ پنجاب کے مشہور مقام پکلی کے جنوب و مشرق میں واقع ہے

ملک دو طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور وادی کوہ جس کو کشمیر کہتے ہیں طول میں سو کوس اور عرض میں بیس سے دس کوس تک کا ایک حصۂ زمین ہے جو بیحد سرسبز و شاداب ہے۔ ملک کی تمام زمین

چار قسم کی ہے ایک زراعت آبی کہلاتی ہے جس میں زعفران بہت عمدہ
پیدا ہوتی ہے دوسرے حصہ کو لمی کہتے ہیں تیسرے حصہ میں باغات
ہیں اور چوتھا حصہ میدان ہے۔ یہ میدان دریا کے کنارہ
واقع ہیں اور اس میں بنفشہ نرگس سنبل سوسن نسرین و نسترن اور یاسمن
وغیرہ کے پھول بکثرت پائے جاتے ہیں اس زمین میں رطوبت کی وجہ
سے زراعت اچھی نہیں ہوتی اور اسی لئے ویران پڑی رہتی ہے لیکن
اس خطۂ زمین کے اس بگاڑ میں بھی لاکھوں بناؤ ہیں جو ارباب ذوق کو
بیحد بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے خلاف کشمیر میں ایران
کی طرح چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں حرارت اتنی معتدل
ہوتی ہے کہ پنکھا ہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جاڑے کا موسم باوجود
برف باری کے ایسا عمدہ ہے کہ حرارت غریزی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔
کبھی کبھی جب آفتاب ابر میں ہوتا ہے تو البتہ حرارت شراب آتشیں سے
جسم کو گرم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ملک کی عمارتیں ساج کی
لکڑی کی ہوتی ہیں اور اکثر مکانات میں پانچ حصے ہوتے ہیں ہر حصے میں
ایوان اور حجرے اور کھڑکیاں اور آمد و رفت کی راہیں بھی ہوتی ہیں اور
مکانات طرح طرح کے نقش و نگار سے مزین ہوتے ہیں جن کا خوشنما
منظر فقط دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بازاروں شہروں اور کوچوں کے
فرش سنگی ہیں لیکن بازار میں عام طور پر کھلی ہوئی نہیں اور سوا نانبازوں اور
خوردہ فروشوں کے اور کوئی پیشہ ور دوکان میں نہیں بیٹھتا۔ بقال۔
عطار، آتش پز اور میوہ فروش وغیرہ جو بازاروں کی زیب و زینت
ہیں دوکانوں پر نہیں بیٹھتے اور اہل حرفہ اپنے مکانوں میں کام کرتے
ہیں سنا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ شہر چغتائی امیروں کا قیام گاہ ہے
ہر قسم کے کاریگر بخلاف زمانہ سابق کے دوکانوں میں نشست رکھتے ہیں
تر و خشک میوہ جات میں۔ شہتوت آلو بالو۔ کیلاس۔ انگور۔ عناب
سیب ناشپاتی۔ شفتالو۔ پستہ۔ چارمغز اور انجیر وغیرہ تمام اقسام کے

میوہ جات عمدہ اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں شہتوت سے دوسرے اسی قسم کے میوہ زیادہ لذیز ہوتے ہیں لیکن کشمیر میں دوسرے توت کھائے نہیں جاتے بلکہ ابریشم وغیرہ کے نکالنے کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا ہے ۔ میوہ جات اس کثرت سے یہاں ہوتے ہیں کہ یہاں ان کی خرید و فروخت کا دستور نہیں ہے یہاں کے باغات میں چار دیواری نہیں ہوتی جو شخص چاہتا ہے بلا تکلف باغ کے اندر جاکر میوہ خوری کرتا ہے باغ میں جانے سے کسی شخص کو منع کرنا بہت برا خیال کیا جاتا ہے ۔ اس زمانے میں جبکہ یہ ملک دہلی اور لاہور کے سلاطین کے زیر نگیں نہ تھا اس وقت یہاں جیسی چاہیئے آمد و شد جاری نہ تھی ۹۹۵ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کشمیر کو فتح کیا اور اہل علم و صاحبان ذوق نے اس نواح کا سفر کر کے شہر کی تعریف میں متعدد اشعار نظم کئے چنانچہ فیضی عرفی اور دیگر نامور شاعروں کا کلام اس شہر کی تعریف میں موجود ہے ۔

اس ملک کے عجائبات بیشمار ہیں منجملہ ان کے اس نواح کے بتخانے تعداد میں ایک سو پچاس سے بھی زیادہ ہیں ۔ یہ عمارتیں پتھر کی ہیں اور پتھر کے ٹکڑوں کو کاٹکر بلا گچ اور مصالہ کے ان کو باہم دگر پیوست کیا ہے اور ایسا ان کو اوپر اور نیچے رکھا ہے کہ ان کے دراز میں کاغذ کی سی پتلی اور باریک چیز بھی نہیں جا سکتی ہر پتھر آٹھ سے لیکر تین گز تک لانبا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے اور ان کے پیوست کرنے میں وہ کمال دکھایا ہے کہ عقل انھیں دیکھکر عاجز ہو جاتی ہے اور ان کے اس طرح کے استعمال اور ان کی نشست کو دیکھکر انسان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر یہ اپنی جگہ سے لائے گئے اور اس طرح رکھے گئے ہوں گے ۔ ان میں کے اکثر پتھر بالکل ایک ہی طرح کے ہیں ۔ ان کا محوطہ مربع ہے جس کا ہر ضلع کم و بیش تین سو گز ہے اور دیوار کی بلندی بعض مقامات پر تقریباً تیس گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے

محوطہ کے اندر عمارات ہیں جو تمام تر سنگی ستونوں پر قایم ہیں ان کے طاق چار گز سے تین گز تک چوڑے ہیں۔ بعض جگہ ان طاقوں میں نقوش اور تصاویر بھی ہیں ان تصویروں میں بعض خنداں ہیں اور بعض گریاں جن کو دیکھکر ناظرین محو حیرت ہوجاتے ہیں۔ درمیان میں ایک سنگی اور بلند کرسی ہے اور اس کرسی کے اوپر او نچا گنبد ہے مختصر یہ کہ ان کی خوبی اور نفاست صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور احاطۂ تحریر سے باہر ہے اور موجودہ دنیا میں ان کا مثل نہیں ہے۔

دوسری عجیب چیز یہ ہے کہ کشمیر کے قریب ایک ضلع ہے جو بریک (ڈٹرمابرگز) کہلاتا ہے اس ضلع میں ایک پشتہ (پہاڑی) ہے اور پائے پشتہ میں ایک غار بصورت حوض ہے اس حوض کی تہہ میں ایک سوراخ ہے حوض تمام سال خشک رہتا ہے جب آفتاب برج ثور میں داخل ہوتا ہے تو حوض کے سوراخ سے پانی دن میں دو تین مرتبہ جوش کھا کر نکلتا ہے اس طرح کہ حوض پانی سے لبالب بھر جاتا ہے پانی کا جوش اس قدر شدید ہوتا ہے کہ اس کے زور سے دو یا تین میل قرب وجوار کی زمین ہلنے لگتی ہے۔ تھوڑے زمانے کے بعد یہ جوش کم ہوجاتا ہے اور فصل ثور کے اختتام کے بعد حوض قطعاً خشک ہوجاتا ہے اور سال بھر اسی حالت میں رہتا ہے۔ ہر چند حوض کا سوراخ پختہ اینٹوں اور پتھر اور چونہ سے مضبوطی کے ساتھ بند کیا گیا لیکن جس زمانہ میں کہ پانی کے ابال کا وقت ہوتا ہے فوارہ کی پرجوش روانی تمام چیزوں کو توڑ کر باہر نکل آتی ہے۔

تیسری چیز جو عجائبات عالم میں شمار کی جا سکتی ہے وہ بید کا ایک درخت ہے جو کشمیر کے مشہور موضع ناکام میں واقع ہے یہ درخت اسقدر بلند ہے کہ بڑے بڑے تیرانداز اپنے تیر اس کے سرے تک نہیں پہنچا سکتے لیکن باوجود اس کے اگر کوئی شخص اس کی ایک شاخ پکڑ کر ہلائے تو اس کے اثر سے درخت سر سے پاؤں تک ہلنے لگتا ہے۔

عجائبات کشمیر میں ایک ملک سے جو دیو سرہ کے نام سے مشہور ہے اس مقام پر ایک چشمہ بصورت حوض ہے جس کا مربع بست در بست ہے اس کے اطراف میں درختان سایہ دار اور سر سبز بیحد خوبی اور لطافت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اہل شہر اس چشمہ سے فال نکالتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ چاول پکا کر اسے ایک کوزے میں بند کرتے ہیں اور اس کوزے پر صاحب فال کا نام لکھکر کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس کو چشمے میں ڈال دیتے ہیں کوزہ چشمہ کی تہ میں ڈوب جاتا ہے کوزہ پانچ سال کبھی پانچ مہینے اور کبھی پانچ روز تہ نشین رہتا ہے اور اس کے بعد سطح پر نمودار ہوتا ہے کوزے کو کھولکر دیکھتے ہیں اگر پختہ چاول اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتے ہیں تو یہ نیک شگون کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اگر چانولوں میں کچھ تغیر ہو جاتا ہے تو یہ امر فال بدخیال کیا جاتا ہے (ان تمام عجائب کا تفصیلی حال حاشیہ صفحہ ۱۹۳ میں مرقوم ہے)۔

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کو اولسر کہتے ہیں اور جس کا دور سات کوس ہے اس تلاب کے درمیان سلطان زین العابدین والی کشمیر نے ایک عمارت طیار کی ہے تالاب میں پتھر بچھائے گئے ہیں اور سنگی سطح کے بالائے آب پہنچنے کے بعد اس کے اوپر ایک پختہ چبوترہ چار سو گز مربع اور دس گز بلند بنایا گیا ہے اس چبوترہ پر نہایت دلکشا اور نفیس عمارتیں تعمیر کرائی ہیں اور عمارت کے گرد سایہ دار اور فرحت افزا درخت نصب کئے گئے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ایسی مفرح اور دل کشا عمارت روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔

سلطان زین العابدین نے ایک دوسری عمارت شہر سری نگر میں تعمیر کرائی ہے اس عمارت کو اہل کشمیر کی لغت میں راجدان کہتے ہیں اس مکان میں بیس درجے ہیں اور بعض درجوں میں حجروں کھڑکیوں اور دالانوں کی تعداد پچاس تک پہنچ جاتی ہے اور باوجود اس کے تمام عمارت لکڑی کی ہے۔

عالم کی بہترین عمارتیں یعنی سلطان یعقوب تبریزی کی بہشت ہرات کے باغ راحت نما، باغ سفید اور باغ شہری کے محلات اور سمرقند کے راحت افزا باغ دلکشا باغ اور تولدی باغ کے کوشک اور ایوان طرز عمارت اور لطافت میں ممکن ہے کہ اس سے بہتر ہوں لیکن اپنے عجیب و غریب منظر میں ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

مولف ظفر نامہ کشمیر کا حال اس طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ شہر دنیا کے مشہور ترین مقامات میں ہے اور اس کا محل وقوع عجیب و غریب ہے یہ شہر اقلیم چہارم کے وسط میں واقع ہے یہ شہر ایک خوش نما وادی ہے اس کے جنوب میں ہندوستان مشرق میں تبت شمال میں کاشغر اور جنوب و مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ وہ میدان جس میں کہ شہر واقع ہے میرے علم کے مطابق طول میں شرق سے غرب تک ایک کوس اور عرض میں شمال سے جنوب تک پچیس کوس ہے۔ یہ شہر پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور اس میں ایک ہزار مواضعات آباد ہیں میدان میں خوشگوار چشمے بے انتہا پائے جاتے ہیں لطافت افزا سبزے کی انتہا نہیں ہے۔ شہر کی آب و ہوا کی خوبی کا یہ حال ہے کہ یہاں کا حسن و جمال تمام عالم میں مشہور ہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں بکثرت میوہ دار درخت موجود ہیں جن کے پھل بہت خوش ذائقہ اور صحت کے لئے مفید ہیں اس شہر کی آب و ہوا مائل بہ برودت ہے اور برف باری کی وجہ سے گرم تر میوے مثلاً خرما نارنج اور لیموں وغیرہ یہاں نہیں پیدا ہوتے لیکن جو گرم تر ممالک کشمیر سے قریب واقع ہیں وہاں سے یہ میوہ جات بکثرت آتے رہتے ہیں۔

کشمیر کا تختگاہ سری نگر ہے جس کا محل وقوع بالکل بغداد سے مشابہ ہے ایک عظیم الشان نہر جس کو بہت کہتے ہیں شہر کے درمیان جاری اور دجلہ بغداد سے بڑی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر کثیر اور عمدہ پانی ایک ہی چشمہ سے ابلتا ہے۔ اس نہر کا منبع خود شہر میں

موجود ہے جسے چشمہ ویر کہتے ہیں ۔ اہالی شہر ہزاروں کشتیاں اس نہر کے کنارہ زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں یہ نہر سرحد کشمیر سے گزرنے کے بعد آب وندانہ اور آبچلہ کہلاتی ہے اور ملتان کے بالائی حصہ میں جاری ہوتی ہے جہاں پہنچکر دریائے چناب سے ملجاتی ہے اور اس کی نہر بیاس سے متصل ہوتی ہوئی تراں بعد شہر ٹھٹھہ کے دامن زمین سے گزرتی ہوئی دریائے طمان میں گرتی ہے ۔

پروردگار عالم نے اس شہر کو ایسا چاروں طرف سے پہاڑوں کے درمیان خلق فرمایا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو اقوام غیر کے قتل و غارتگری کا قطعاً اندیشہ نہیں ہے اور اہالی کشمیر دشمن کے خوف سے بالکل آزاد ہو کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ اس ملک سے تین راہیں کھلی ہیں ایک راستہ خراسان کو جاتا ہے یہ راہ دشوار گزار ہے اور اس راستے سے اپنے مال و اسباب کو جانوروں کی پشت پر لے جانا ناممکن ہے یہاں کے مزدور جو اس باربرداری کے عادی ہیں اسباب اپنے کاندھوں پر رکھکر ایسے مقامات تک پہنچا دیتے ہیں جہاں سے چارپائے اموال و اسباب کو لیجا سکیں ۔ دوسری راہ ہندوستان کی طرف ہے یہ راستہ راہ خراسان کی طرح بیحد دشوار گذار ہے ۔ تیسری راہ جو تبت کی سمت جاتی ہے البتہ ان دو راستوں سے آسان ہے لیکن اس راستہ میں سوا ایک زہریلی گھاس کے جانوروں کے لئے اور کوئی چارہ میسر نہیں آتا اور سوار اپنی سواری کے تلف ہو جانے کے خوف سے اس راستہ سے بھی سفر کرنے سے قاصر ہیں ۔

میرزا حیدر دوغلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ کشمیر کے تمام باشندے مسلمان حنفی المذہب تھے فتح شاہ کے زمانے میں ایک شخص شمس الدین نام عراق سے آیا اور اپنے کو میر محمد نوربخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی تعلیم شروع کی شمس الدین نے مشرب کا نام نوربخش رکھا یہ مذہب شیعہ اور سنی کے فرقے کے عقیدے کے موافق نہیں ہے ۔

اہل سنت کے عقیدے کے خلاف اور شیعوں کے مسلک کے موافق ہے
فرقے نوربخش حضرات اصحاب ثلثہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کے
حضور میں بے ادبیاں کرتے ہیں اور اہل شیعہ کے مشرب کے خلاف
میر سید محمد نوربخش کو صاحب الزمان اور مہدی موعود اور تمام اولیا اللہ کو
شیعوں کے عقائد کے خلاف قطعاً سنی المذہب سمجھتے ہیں۔ اس فرقہ کے
مقلدین نے تمام احکام عبادات اور معاملات میں اسی قسم کا عظیم الشان
تفرقہ پیدا کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس گروہ کے اکثر علما کو بدخشان
وغیرہ کے ممالک میں دیکھا ہے یہ اشخاص درس و تدریس اور تحصیل علم میں
میرے شریک تھے انھیں کے مقلد ہیں میر سید محمد نوربخش کے ایک فرزند
نے اپنے جد کا ایک رسالہ مجھے دیا اور میں نے اس کتاب کو دیکھا ایک
بات نہایت عمدہ اس کتاب میں مرقوم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ
سلاطین امرا اور خیال یہ سمجھ لیں کہ حکومت ظاہری اور تقوی وطہارت
ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اس لئے
کہ انبیائے مرسلین علیہم السلام میں حضرت یوسف حضرت سلیمان حضرت
داؤد اور حضور انور یعنی نبی کریم علیہم الصلواۃ والسلام باوجود نبی مرسل ہونے کے
حکمراں اور بادشاہ بھی تھے۔ مقصود اس کا یہ ہے کہ یہ عقیدہ مذہب
نوربخشیہ کے خلاف اور مشرب اہل سنت کے موافق ہے۔

میں نے کتاب فقہ احوطہ نام کے بابت جو شہر کشمیر میں مشہور تھی
علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا تمام علمائے کرام نے اس کتاب
سے نفرت کا اظہار فرمایا اور ان کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ
مولف کتاب مذکور زندیق محض اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے جو
مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس
طریقے پر بھی ممکن ہو اس کو ناپید کرے اور اس مذہب کے مقلدین
کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقاید باطل سے توبہ کر کے حضرت
سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کریں تو فہو المراد ورنہ

ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دیجائے ۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا اور میں نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد پر مایل تھے گروہ اہل حق میں داخل اور بہتوں کو تہ تیغ کیا ان بدبختوں میں سے بعض نے تو تصوف کے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں زندیق اور ملحد ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے ۔ ان کو حرام و حلال کی مطلق خبر نہیں ہے ان لوگوں نے تقوی و عبادت کو محض شب بیداری اور کم خوراکی تک محدود کیا ہے جو پاتے ہیں کھاتے ہیں اور حرص و طمع کے شکار ہیں ان کا قاعدہ ہے کہ اپنے پریشان خواب کو لوگوں سے بیان کرتے اور اس قسم کی پیشین گوئیوں سے کہ آیندہ سال یہ ہوگا اور امسال ان ان واقعات کا ظہور رہے لوگوں پر اپنے عرفان کا اظہار کرتے رہتے ہیں ۔ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں اور باوجود ان مہملات کے اربعین کا چلہ کھینچتے ہیں ۔ علما کے علوم کو برا جانتے ہیں اور بلا پابندی شریعت کے طریقت کا دم بھرتے ہیں اور لوگوں کو یہ کہکر گمراہ کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے بالکل بے نیاز ہے غرضکہ اس طرح کے ملحد اور زندیق سوا کشمیر کے اور کہیں پائے نہیں جاتے اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ان آفات اور بلیات سے محفوظ رکھے آمین ۔

نوربخشیوں سے پیشتر کشمیر میں آفتاب پرستوں کا زور تھا جن کو شماسین بھی کہتے تھے اسی فرقہ کا عقیدہ تھا کہ آفتاب کا وجود جو نورانی نظر آتا ہے یہ ہمارے عقیدہ کی صفائی کی وجہ سے ہے اور ہمارا وجود اس کی نورانیت کا نتیجہ ہے اگر ہم اپنے عقیدہ کو مکدر کر دیں تو آفتاب کے ساتھ وجود کو کوئی تعلق باقی نہ رہے گا اور اگر آفتاب اپنے فیض سے ہم کو بہرہ مند نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قایم نہ رہے گا ہم اس کی وجہ سے موجود ہیں لیکن بلا ہمارے اس کا وجود اور بغیر اس کے

ہمارا وجود دونوں ممکن نہیں ہیں۔ چونکہ ہمارا حال اس پر ظاہر ہے
اس لئے ہمارا فریضہ ہے کہ خیر وخوبی کے ساتھ اپنا وقت گزاریں جب شب
ہوا اور ہم اس کی نظروں سے پنہا ہو جائیں تو ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں
ہم سے کسی فعل کے بابت باز پرس نہ ہوگی۔ اسی مناسبت سے اس
فرقہ نے بانی مذہب کا لقب شمس الدین رکھا تھا اہل کشمیر نے اس کو
تخفیف کر کے شماسی بنا لیا ہے۔ میرزا حیدر رو وغلات کی عبارت ختم ہوئی
مورخ فرشتہ نے کشمیر میں سفر کرنے والوں سے وہاں کے مذہب
کا حال اس زمانہ میں دریافت کیا ان اشخاص نے جواب دیا کہ اہل کشمیر
تقریباً سنی حنفی المذہب ہیں۔ کشمیر کے سپاہی شیعہ مذہب کے پیرو ہیں
لیکن شہر کے اہل علم بہت کم امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ تبت کو چک
کا بادشاہ جو کشمیر کے ارتباط کی وجہ سے بڑا غالی شیعہ ہے اس کے غلو کا
یہ عالم ہے کہ اس کا حکم ہے کہ جو مسافر اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور
میں بے ادبی نہ کرتا ہو وہ شہر میں داخل نہ ہو
قبیلۂ چک کے اراکین کا بیان ہے کہ میر شمس الدین عراقی مذہب
امامیہ کا پیرو تھا ملاحدہ اور اس عصر کے عاقل سلاطین اس کے معتقد ہوئے
اور ملک میں خطبہ اثنا عشری جاری ہوا لیکن کتاب احوط شمس الدین مذکور
کی تالیف نہیں ہے بلکہ اس کا مولف ایک گمراہ ملحد ہے واللہ اعلم بالصواب

سلطان شمس الدین کی حکومت

چونکہ مولف فرشتہ نے اس کتاب کی تالیف میں
یہ التزام رکھا ہے کہ غیر مسلم فرمانرواؤں کے نام جو بکثرت
ہیں ہند و فرمانرواؤں کے تذکرے سے کنارہ کشی
اختیار کرکے اور نیز ان کے عہد کے واقعات کو نظر انداز کرے لہذا اپنے
مقررہ اصول کے مطابق کشمیر کے اس شخص کا دعویٰ تھا کہ سلاطین اسلام
کے حالات بیان کرتا ہے۔ قلیل زمانہ گذرا کہ اہل کشمیر نے اسلام قبول کیا
ہے قدیم حکمران اسی ملک کے ہندو اور برہما کے پوجنے والے تھے۔
سبہ دیو نامی راجہ کے عہد حکومت یعنی ۷۱۵ھ ہجری میں شاہ میرزا نام

ایک فقیروں کے لباس میں وارد کشمیر ہوا یہ شخص راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا تھا کہ وہ ارجن کی نسل سے ہے اور اپنا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا تھا شاہ میرزا بن ماہریق آل بن گرشاسپ بن نکودر اور نکودر کے بابت یہ کہتا تھا کہ یہ شخص ارجن کے نسل سے ہے جو مشہور پانڈو ہے ناظرین کو معلوم ہے کہ پانڈو کا حال مہا بھارت میں جو اکبر بادشاہ کے عہد میں فارسی زبان میں منظوم ہو کر ارم نامہ کے نام سے مشہور ہے مفصل مرقوم ہے۔ شاہ میرزا نے مدت تک راجہ کی خدمت کی اور اس کے دل میں اپنی جگہ کر لی۔ راجہ سیہ دیو نے وفات پائی اور اس کا فرزند راجہ ارنجن باپ کا جانشین ہوا۔ ارنجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور مہمات سلطنت کو اس کے قبضۂ اقتدار میں دیکر اپنے فرزند چندر کی اتالیقی بھی اسی کے سپرد کی۔ راجہ ارنجن فوت ہوا اور راجہ مرحوم کے ایک عزیز اودن نام نے قندھار سے کشمیر پر حملہ کر کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا کو اپنا وکیل مقرر کیا اور شاہ میرزا کے دو فرزندوں کو جو جمشید اور علی شیر کے نام سے موسوم تھے بھروسہ کے قابل سمجھکر ان کو صاحب اقتدار بنایا۔ شاہ میرزا کے دو بیٹے اور تھے جو سرات ملک اور ہندال کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ میرزا کی تمام اولاد صاحب دعوی تھی اور چاروں بھائیوں کا استقلال اور اقتدار حد سے گذر گیا۔ راجہ اودن نے ان کو اپنے گھر میں داخلہ کی مخالفت کی۔ شاہ میرزا اور اس کے فرزندوں نے کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر کے راجہ کے اکثر ملازمین کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ شاہ میرزا کا غلبہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور راجہ کی حالت اسی اعتبار سے بد سے بدتر ہو رہی تھی اسی دوران میں راجہ اودن نے سنہ ۷۴۷ ہجری میں وفات پائی۔ راجہ کی زوجہ مسماۃ کولا دیوی نے راجہ کی قایم مقام ہوئی اور ارادہ کیا کہ شاہ میرزا کو تباہ کر کے استقلال کے ساتھ حکمرانی کرے۔ رانی نے شاہ میرزا کو پیغام دیا کہ چندر دیو بن راجہ رنجن کے تم ایک مدت تک

اتالیق رہے ہو تم پر لازم ہے کہ راجہ زادہ کو حکمران بنا کر تم مہمات سلطنت کو انجام دو شاہ میرزا نے رانی کا حکم نہ مانا اور ناعاقبت اندیش رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی۔ رانی مجبوراً شاہ میرزا کی زوجہ بنکر مسلمان ہوئی۔ ایک شبانہ روز شاہ میرزا نے رانی کو اپنے گھر میں رکھا اور اس کے بعد اس بدنصیب عورت کو گرفتار کر کے نظربند کر دیا۔ شاہ میرزا نے اب اپنی حکومت کا اعلان کیا اور اپنے کو سلطان شمس الدین کا خطاب اختیار کر کے خطبہ و سکہ ملک میں جاری کیا۔ شمس الدین نے کشمیر میں مذہب حنفی کو جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیجو بہر بخشی کے مظالم اور جبر کی وجہ سے تباہ اور ویران ہو گیا تھا از سر نو آباد و معمور کیا۔ دیجو بہر بخشی ایک زمانہ میں قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو زیر و زبر کر دیا راجہ سہدیو نے رعایا سے مال کثیر لیا اور رقم جمع کر کے دیجو کو نذرانہ پیش کیا لیکن اس کارروائی کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ راجہ رعایا کو اسی طرح پنجۂ عقوبت میں گرفتار چھوڑ کر خود ایک گوشہ میں پنہاں ہو گیا دیجو نے ملک اور اہل ملک پر ظلم و جور کی انتہا کر دی لیکن آخر کار سردی کی شدت سے کشمیر میں زیادہ قیام نہ کر سکا اور قندھار واپس آیا۔

شاہ شمس الدین کی شجاعت اور نیکنامی تمام اطراف و نواح میں مشہور ہوئی اور وہ کشمیر کا مستقل فرمانروا ہو گیا۔ بادشاہ نے گروہ ہوں کے اکثر افراد کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے گرفتار کر کے سخت سزائیں دیں شمس الدین نے اہل کشمیر میں سے دو قبیلوں کو یعنی چک اور مکری کو صاحب اقتدار بنایا اور یہ حکم دیا کہ امرائے ملک اور اہل قوم زیادہ تر انھیں دو قبیلوں میں سے منتخب کئے جائیں۔ شمس الدین شاہ بوڑھا اور کمزور ہوا اور اپنے دونوں فرزندوں جمشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود گوشۂ عافیت میں بیٹھکر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا اور چند ہی دنوں کے بعد وفات پائی شمس الدین نے تین سال حکومت کی۔

جمشید شاہ بن شمس الدین

شمس الدین کے بعد اس کے فرزند اکبر جمشید شاہ نے اعیان ملک کے مشورے سے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ جمشید کے برادر خورد علی شیر نے جو باپ کی زندگی میں بھائی کا شریک کار تھا اور رعایا اور فوج کو بیحد عزیز تھا بغاوت کی۔ جو امیر اور افسران فوج علی شیر کے شیدائی تھے وہ اسے مدنی پور لے گئے اور وہاں اسے بادشاہ بنایا۔ جمشید شاہ نے علی شیر پر لشکر کشی کی اور پہلے نرمی اور ملائمت سے صلح کی گفتگو کی لیکن علی شیر نے انکار کیا اور دھاوا کرکے جمشید شاہ کے لشکر پر شبخون مارا اور اسے شکست دی۔ سلطان جمشید نے مدنی پور کو خالی دیکھکر اس نواح کا رُخ کیا۔ علی شیر کے سپاہی جو شہر کی حفاظت پر مامور تھے مقابلہ میں آئے جن میں سے اکثر قتل کئے گئے۔ علی شیر کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اور وہ مدنی پور روانہ ہوا۔ علی شیر نواح شہر میں پہونچا اور جمشید شاہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو کر کمراج کے جانب فراری ہوا۔ سراج نام جمشید کے وزیر نے جو سری نگر کا محافظ تھا علی شیر کو طلب کرکے شہر اس کے حوالہ کردی۔ جمشید شاہ اس واقعے کے بعد سلطنت سے کنارہ کش ہوا اور چند روز کے بعد اس نے وفات پائی۔ جمشید شاہ نے ایک سال دو ماہ حکومت کی۔

علاء الدین بن شمس الدین

جمشید کے بعد اس کے برادر خورد علی شیر نے سلطان علاء الدین کے خطاب سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ علاء الدین نے اپنے بھائی شیر شاملک کو وکیل سلطنت مقرر کیا۔ علاء الدین کے ابتدائی عہد ملک میں مرفہ الحالی رہی لیکن آخر میں ایک عظیم الشان قحط پڑا جس میں خلق کثیر تلف ہوئی۔ جوگروہ کہ بادشاہ کا مخالف ہوکر کشتواڑ (کاشغر۔ پرگنہ) جلا وطن ہوگیا تھا بادشاہ نے حسن سیاست سے اس جماعت کو دوبارہ کشمیر میں طلب کرکے سب کو نظربند کردیا اور ملک کا مستقل فرمانروا ہوا۔ علاء الدین نے بخشی پور کے قریب ایک شہر اپنے نام پر (علاپور) آباد کیا۔ اس بادشاہ نے ایک جدید قانون یہ جاری کیا کہ زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہوسکتی اس قانون کی بنا پر بہت سی عورتوں نے اس گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرکے

عصمت کے ساتھ زندگی بسر کی علاء الدین نے بارہ سال آٹھ ماہ تیرہ روز حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

شہاب الدین بن سلطان شمس الدین

علاء الدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی سیالک نے شہاب الدین کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ یہ بادشاہ بڑا شجاع اور حوصلہ مند تھا شہاب الدین اخلاق پسندیدہ کا مجموعہ تھا جس روز کوئی نئی خبر اُسے نہیں ملتی تھی اُسی دن کو اپنے ایام زندگی میں شمار نہیں کرتا تھا اور اس کے چہرہ سے کدورت کے آثار ظاہر ہوتے تھے شہاب الدین نے مقبوضہ ممالک کو ان کے قدیم حاکموں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس بادشاہ نے پنجاب پر لشکر کشی کی اور دریائے سندھ کے کنارہ خیمہ زن ہوا حاکم سندیہ نے شہاب الدین کا مقابلہ کیا لیکن اس سے شکست کھائی۔ شہاب الدین کی سطوت کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے ہمیشہ اُس سے خوفزدہ رہتے تھے۔ بادشاہ نے اٹک سے گزر کے پشاور پر حملہ کیا اور ایک گروہ کثیر کو تہ تیغ کر کے ہندوکش پہنچا شہاب الدین سفر کے کسل سے خستہ اور ماندہ ہو کر واپس ہوا اور دریائے ستلج کے کنارہ اپنے ڈیرے ڈالے۔ راجہ نگر کوٹ جو دہلی کے بعض پرگنوں کو تاراج کر کے بیشمار مال غنیمت لئے ہوئے آرہا تھا راستہ میں بادشاہ سے ملا اور کل نقد و دولت بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے اطاعت گزاروں میں داخل ہو گیا۔ تبت کوچک کا حاکم بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اور اس سے التجا کی کہ شہاب الدین کا لشکر اس کے ملک کو پامال نہ کرے۔ سلطان شہاب الدین نے ملک کے اطراف کو تاراج کر کے اپنے وطن کی راہ لی۔ شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کر کے اپنے برادر ہندال کو ولیعہد مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں فرزندوں یعنی حسن خاں اور علی خاں کو اپنی دوسری زوجہ کے اغوا سے جوان شاہزادوں کی ماں سے آزردہ تھی دہلی کی طرف خارج البلد کر دیا۔ چھپی نگر اور شہاب پور اس بادشاہ کی یادگار ہیں۔ شہاب الدین اپنے آخر عہد میں اپنے فرزند حسن خاں کے

اخراج پر شرمندہ ہوا اور ان کو دہلی سے طلب کیا لیکن حسن خاں خیمو پہنچا تھا کہ شہاب الدین نے علیل ہو کر وفات پائی شہاب الدین نے بیس سال حکومت کی۔

قطب الدین بن شمس الدین

سلطان شہاب الدین نے دنیا کو خیرباد کیا اور اس کے برادر خورد ہندال نے قطب الدین کے خطاب سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ قطب الدین بھی اخلاق حمیدہ کا مجموعہ تھا اور اپنے احکام کو نافذ کرنے میں اس کو بڑا اطراد تھا۔ قطب الدین نے اپنے اخیر عہد میں ایک سردار کو قلعہ لوہر کوٹ کے سر کرنے کے لئے جو سلطان شہاب الدین کے بعض امیروں کے قبضہ میں تھا روانہ کیا۔ فریقین میں خونریز معرکہ آرائیاں ہوئیں اور حریف میدان جنگ میں کام آیا۔ سلطان قطب الدین نے خطوط روانہ کر کے اپنے برادر زادہ حسن خاں کو دہلی سے طلب کیا حسن خاں نے چچا کے حکم کی تعمیل کی اور سرحد کشمیر میں داخل ہوا۔ حاسدین کی ایک جماعت نے بادشاہ کو ایسا بھڑکایا کہ وہ حسن خاں کی طلبی سے دل میں نادم ہوا اور ان عیاروں کی ترغیب سے حسن کے گرفتار کرنے پر آمادہ ہوا سلطان شہاب الدین کا ایک امیر مسمی رائے دل اس واقعہ سے مطلع ہوا اور اس نے حسن خاں کو اس کی اطلاع دی۔ حسن نے فراری ہو کر لوہر کوٹ میں پناہ لی۔ بادشاہ کے دشمن حسن خاں کے ورود سے قوی اور مضبوط ہوئے بادشاہ نے رائے دل کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا رائے دل قید خانہ سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس پہنچا اور اس نے فتنۂ خوابیدہ کو بیدار کرنے کا ارادہ کیا لیکن لوہر کوٹ کے زمینداروں نے حسن اور رائے دل دونوں کو گرفتار کر کے قطب الدین کی خدمت میں روانہ کر دیا بادشاہ نے رائے دل کو تہ تیغ اور حسن خاں کو پابہ زنجیر کیا۔

خدا نے اخیر عمر میں بادشاہ کو دو فرزند عطا فرمائے بادشاہ نے ایک کو شکار خاں اور دوسرے کو ہیبت خاں کے نام سے موسوم کیا۔ قطب الدین نے پندرہ سال پانچ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۷۷۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا فرزند سکندر شاہ کے

خطاب سے فرمانروائے ملک ہوا۔

روایت ہے کہ سلطان قطب الدین کے عہد میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کشمیر کے نواح میں تشریف لائے۔ حضرت میر نے ایک خط بادشاہ کے نام ارسال کیا قطب الدین نے اس خط کا جواب بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ادا کیا اور جناب میر سے کشمیر تشریف لانے کی استدعا کی۔ سید صاحب حوالی سری نگر میں پہنچے اور بادشاہ حضرت کا استقبال کر کے بڑی عزت اور تعظیم کے ساتھ ان کو شہر میں لایا۔ جناب میر کے ارشاد کا یہ عالم ہوا کہ تمام اہل کشمیر آپ کے عقیدت مند ہوئے۔

میرزا حیدر دوغلات کتاب رشیدی میں لکھتے ہیں کہ میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ تقریباً چالیس روز سری نگر میں قیام کر کے اپنے وطن مالوف کو واپس گئے۔

مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ قیاس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو خانقاہ کہ جناب میر نے سری نگر میں تعمیر کرائی تھی وہ حضرت کے زمانۂ قیام ہی میں تیار ہو گئی تھی اس لئے یہ ضرور ہے کہ جناب میر نے ایک زمانۂ دراز تک سری نگر میں قیام فرمایا ورنہ ایسی عمارت کا چالیس روز میں مکمل ہو جانا ضرور قابل غور ہے۔

سلطان سکندر بت شکن بن قطب الدین شاہ

قطب الدین کا اصل نام شکار خان ہے جو اپنی ماں (سورت رانی برگن) سورہ بیگم کی رائے سے باپ کی وفات کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا امیروں اور ارکان سلطنت نے اس کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی۔ سکندر شاہ شوکت و عظمت اور کثرت لشکر میں تمام شاہان کشمیر پر فوقیت رکھتا تھا۔ سلطان سکندر کی والدہ اپنے فرزند کے ابتدائی عہد حکومت میں مہمات سلطنت میں دخل دیتی اور تمام امور کو بوجہ احسن انجام دیتی تھی اس بیگم کو معلوم ہوا کہ اس کا داماد شاہ محمد نامی سکندر شاہ کا مخالف اور اس کا دشمن ہے۔ سورت رانی نے شاہ محمد اور اس کی زوجہ کو جو خود اس رانی کی دختر تھی

قتل کرایا۔ ادھر سکندر کے ایک نامی امیر رائے ماکری نے جو مہمات سلطنت کا مختار کامل تھا بادشاہ کے بھائی ہیبت خاں کو زہر کے ذریعے ہلاک کیا۔ سکندر شاہ کو رائے ماکری کی اس حرکت سے نفرت پیدا ہوئی اور اس کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچنے لگا رائے ماکری کا استقلال درجۂ کمال کو پہنچ چکا تھا اور بادشاہ اسے تباہ نہ کر سکتا تھا۔ رائے مذکور کو بادشاہ کے تنفر کا حال معلوم ہوا اور اس نے اپنے کو بادشاہ کی آتش غضب سے محفوظ رکھنے کے لئے سکندر شاہ سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو فدوی تبت کوچک پر جو کشمیر کے جوار میں واقع ہے حملہ کر کے اس ملک پر قبضہ کرے بادشاہ نے اس امید پر کہ شاید معرکہ کارزار میں میرا مقصود حاصل ہو اور رائے مذکور جنگ میں کام آئے اس کی درخواست قبول کی۔ رائے ماکری نے تبت پر لشکر کشی کر کے رفتہ رفتہ تمام ملک پر قبضہ کر لیا اور ایک بہت بڑی جمعیت اپنے گرد فراہم کر کے سکندر شاہ سے باغی ہو گیا سکندر شاہ نے اپنی فوج جمع کر کے رائے ماکری پر حملہ کیا۔ سرحد ملک پر فریقین میں جنگ ہوئی اور رائے ماکری نے ایک مدت کے بعد زہر کھا کر اپنی جان دی۔

سکندر شاہ نے ماکری کے فتنہ کو فرو کر کے لشکر کی ترتیب اور تزئین کی طرف توجہ کی اور تبت اور اس کے اطراف کا بیحد خوبی کے ساتھ انتظام کیا اسی زمانہ میں امیر تیمور صاحبقراں گورگانی نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے قاصدوں کو مع دو عدد دکتوں کے سکندر شاہ کے پاس روانہ کیا سکندر نے صاحبقراں کی اس عنایت پر بیحد فخر و مباہات کیا اور ایک عرضداشت امیر نامدار کی خدمت میں روانہ کر کے صاحبقراں کی اطاعت کا اظہار کیا اور دریافت کیا کہ اسے کہاں اور کس مقام پر حاضری کا حکم ہوتا ہے۔ سکندر شاہ نے صاحبقراں کے قاصدوں کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ قاصد امیر تیمور کے حضور میں پہنچے اور انھوں نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا صاحبقراں سے بیان کیا امیر تیمور سکندر شاہ کے

اظہار خلوص سے بیحد خوش ہوا اور سکندر شاہ کے لئے طلا دوز خلعت اور
اسپ با ساز مرصع روانہ فرمایا اور اسے لکھا کہ جب سواری مبارک دہلی
سے پنجاب کو روانہ ہو اسی وقت سکندر شاہ ملازمت صاحبقراں سے
شرف یاب ہو یہ حکم سلطان سکندر کے پاس پہنچا اور بے شمار تحفے اور
بیش قیمت ہدیے فراہم کر کے سفر کے لئے تیار ہوا۔ سکندر شاہ کو معلوم
ہوا کہ امیر تیمور سوالک کے راستہ سے پنجاب آرہا ہے سکندر شاہ نے
پیشکش ہمراہ لے کر صاحبقراں کی ملازمت حاصل کرنے کا ارادہ کر کے
کشمیر سے سفر کیا۔ اثنائے سفر میں سکندر شاہ کو خبر ملی کہ صاحبقرانی امرا
اور وزرا کا قول یہ ہے کہ سکندر شاہ کا ارادہ ہے کہ کم از کم تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ
طلائی اشرفیاں صاحبقراں کے حضور میں پیش کرے۔ سکندر اس
افواہ کو سنکر بیحد پریشان ہوا اور دریا کی راہ سے واپس گیا سکندر شاہ
نے ایک عریضہ صاحبقراں کے حضور میں روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ
امیر نامدار کے نذر کی لائق پیشکش فراہم نہیں ہو سکی اور اسی وجہ سے
میں چند روز کے بعد شرف ملازمت حاصل کروں گا۔ امیر تیمور نے
سکندر شاہ کا نامہ پڑھا اور اسے اپنے بعض وزرا کی تقریر کا بھی علم ہوا۔
صاحبقراں نے قاصد پر بیحد نوازش فرمائی اور فرمایا کہ اس خیال سے
ملازمت حاصل کرنے میں تاخیر کی ضرورت نہیں ہے سکندر شاہ کسی
خدشے اور خطرے کے بغیر دربار میں حاضر ہو سکتا ہے۔ سکندر شاہ کے
قاصد کشمیر پہنچے اور انھوں نے صاحبقراں کا قول اپنے بادشاہ سے بیان
کیا سکندر شاہ ارشاد صاحبقرانی سنکر بیحد خوش ہوا اور سامان سفر درست
کر کے کشمیر سے روانہ ہوا سکندر شاہ قصبۂ بارہ مولہ تک پہنچا تھا کہ اسے
معلوم ہوا کہ صاحبقراں نے دریائے سندھ کو عبور کر کے سمرقند کا رخ
کیا ہے سکندر شاہ نے اپنا ارادہ فسخ کیا اور قاصدوں کو بے شمار تحائف
کے ساتھ صاحبقراں کی خدمت میں روانہ کر کے خود کشمیر واپس آیا۔
سکندر شاہ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کے جود وسخا کے اظہار سنکر

عراق و خراسان و ماوراء النہر کے دانشمند اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی وجہ سے علم و فضل و اسلام کشمیر میں رائج ہوا اور شہر عراق و خراسان کا نمونہ بن گیا۔ ان علما میں سب کے سرگروہ سید محمد نام ایک بزرگ تھے جن کی خود سکندر شاہ بیحد تعظیم کرتا تھا اور ان سے احکام دین کی تعلیم حاصل کرتا تھا اسی اثنا میں سکندر شاہ نے سیہ بٹ (شیو دیو بھٹ) کو جو قوم کا برہمن مگر نومسلم تھا مطلق العنان وزیر بنا دیا اور مہمات سلطنت میں سارا مدار کار اسی پر ہو گیا۔ شیو دیو نے اب ہندوؤں کی آزار دہی اور ان کی تباہ کاری پر کمر ہمت باندھی شیو دیو کو اپنے اس خیال میں اسقدر انہماک ہوا کہ اس نے بادشاہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور سکندر شاہ نے وزیر کی رائے سے حکم دیا کہ کشمیر کے تمام برہمن اور ہندو فضلا یا تو اسلام لائیں اور یا جلا وطنی اختیار کریں ہندوؤں کو حکم ہو گیا کہ مرد پیشانی پر قشقا نہ لگائیں اور عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ستی نہ ہونے پائیں۔ شیو دیو نے چاندی اور سونے کے اصنام کو گلوا کر دار الضرب میں انکے سکے ڈھلوائے۔ شیو دیو کی اس سختی اور بادشاہ کے احکام سے کشمیر کے ہندو جو تقریباً کل قوم کے برہمن تھے بیحد پریشان ہوئے اور بعضوں نے تو تبدیل مذہب اور جلا وطنی دونوں کو بلائے جان سمجھکر خودکشی کی اور بعضوں نے آوارہ وطنی اختیار کر لی اور بعض ایسے بھی تھے جو دل میں ہندو رہے لیکن زبان سے اسلام کا اقرار کرنے لگے۔

اس واقعے کے بعد سکندر شاہ نے بتخانوں کے انہدام پر کمر باندھی اور اکثر بتخانے تباہ کئے۔ ان تباہ شدہ عمارتوں میں ایک عالی شان بتخانہ تھا جو مہا دیو کی طرف منسوب اور بابغ بھرار (ضلع پنجہارہ پرگنہ) میں واقع تھا ہر چند اس بتکدے کی تہ کھود دی گئی یہانتک کہ پانی بھی برآمد ہو گیا لیکن اس کے سنگ بنیاد کا پتا نہ چلا۔ جگدیو کا بتخانہ بھی مسمار کیا گیا اس بتکدے کے انہدام کے وقت زمین سے آگ کے شعلے نکلے اور دھواں بھی نکلا سکندر شاہ اور اس کے اہل دربار نے

خود یہ تماشہ دیکھا ہندؤوں نے تو اس واقعے کو اپنے معبودوں کی کرامت پر محمول کیا لیکن سکندر شاہ نے اسے ایک نوع کا طلسم سمجھکر اسکے انہدام سے ہاتھ نہ اٹھایا اور یہ عالی شان عمارت زمین کے برابر کردی گئی۔

اسی طرح راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پیشتر تھ س پور میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا راجہ نے نجومیوں سے دریافت کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قایم رہیگا اہل نجوم نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار اکیسو سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کرکے عطارد کی مورت کو جو اس میں رکھی ہوی ہے مسمار کریگا۔ راجہ کے حکم کے موافق یہ احکام نجومی ایک تانبے کی تختی پر کندہ کرائے گئے اور وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کردی گئی۔ یہ عمارت سکندر کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس نوشتے کے مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانے کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کرکے ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا۔

ان بتکدوں کے علاوہ سکندر شاہ نے دوسرے بتخانے بھی اس قدر منہدم کئے کہ بادشاہ بت شکن کے خطاب سے یاد کیا جانے لگا۔ سکندر شاہ نے جو بہترین احکام جاری کئے منجملہ ان کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ ممالک محروسہ میں شراب کی خرید و فروخت قطعاً نہ ہو اور نیز یہ کہ اس کے قلمرو میں ہندو اور مسلمان کسی شخص کے مال درآمد برآمد پر محصول نہ لیا جائے۔

بادشاہ کو آخر عمر میں تپ محرقہ عارض ہوی اور اس نے اپنے تینوں فرزندوں میر خاں شاہی خاں اور محمد خاں کو ایک ہی وقت میں اپنے پاس جمع کیا سکندر شاہ نے بیٹوں کو بہترین نصیحتیں کیں اور ان کو آپس میں اتحاد رکھنے کی تاکید کرکے اپنے فرزند اکبر میر خاں کو علی شاہ کے خطاب سے اپنا جانشین مقرر کیا سکندر شاہ نے بائیس سال نو ماہ

حکومت کر کے ۸۰۹ ہجری میں وفات پائی۔

علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن

علی شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد کشمیر کے تخت حکومت پر جلوس کیا یہ فرمانروا اگرچہ خرد سال تھا لیکن سلطان سکندر کی متانت اور اس کا خوف ایسا مخلوق کے دلوں میں جاگزیں تھا کہ رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی۔ علی شاہ نے اپنی حکومت کے ابتدائی عہد میں تمام مہمات ملک شیو دیو وزیر کے سپرد کیئے۔ شیو دیو بھٹ نے اپنے چہار سالہ عہد وزارت میں طرح طرح کے مظالم ہندوؤں پر کئے اور اپنی قوم کو جو مذہباً برہمن تھی اسلام نہ لانے کی صورت میں تلوار کے گھاٹ اُتارا چنانچہ تھوڑے ہی زمانہ میں کشمیر میں ان کا نام و نشان بھی نہ رہا یا تو یہ اشخاص مسلمان ہوئے اور یا شہر بدر ہو گئے۔ شیو دیو بھٹ عارضہ دق میں مبتلا ہوا اور اسی اثناء میں دنیا سے گزر گیا۔ سلطان علی شاہ نے اپنے برادر خرد شاہی خاں کو جو حسن سیاست اور شجاعت میں یگانۂ روزگار تھا مہمات بادشاہی کا مختار کل بنایا۔ شاہی خاں نے سلطنت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور بھائی کو فکر حکومت سے آزاد کر دیا۔ علی شاہ نے تمام عالم کی سیر و سیاحت کا ارادہ کر کے کشمیر سے باہر جانے کا ارادہ کیا اور شاہی خاں کو اپنا جانشین بنا کر اپنے سب سے چھوٹے بھائی محمد خاں کو شاہی خاں کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تاکید کی اور خود اپنے خسر راجہ جموں سے رخصت ہونے کے لئے کشمیر سے روانہ ہوا۔ علی شاہ جموں پہنچا اور اس کے خسر اور راجہ راجوری نے علی شاہ کو تخت سلطنت چھوڑنے اور شاہی خاں کو اپنا ولی عہد بنانے پر ملامت کی علی شاہ خود بھی اپنے دل میں اس حرکت پر نادم اور شرمندہ ہوا۔ راجہ جموں اور راجہ راجوری کو معلوم تھا کہ اب بلا امداد علی شاہ دوبارہ حکومت پر فائز نہیں ہو سکتا ان ہر دو راجاؤں نے علی شاہ کے ہمراہ ایک بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر کشمیر پر دھاوا کیا اور ملک پر علی شاہ کا دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ شاہی خاں

کشمیر سے سیالکوٹ آیا چونکہ اس زمانے میں جسرت کھکر صاحبقراں امیر تیمور کے قید خانے سے بھاگ کر سمرقند سے پنجاب پہنچ چکا تھا اور ان کا استقلال بحد کمال پہنچ چکا تھا شاہی خاں نے جسرت کے دامن میں پناہ لی۔ علی شاہ نے جرار فوج ہمراہ لے کر جسرت اور شاہی خان پر حملہ کیا ان لوگوں کو علی شاہ کے دھاوے اور اس کے لشکر کی نااتفاقی اور ماندگی کا پورا علم تھا شاہی خاں اور جسرت نے اسی روز کوہستان کے درمیان صفیں آراستہ کیں۔ معرکۂ کارزار گرم ہوا اور علی شاہ کو شکست ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ علی شاہ زندہ جسرت کے ہاتھ میں گرفتار ہوا لیکن دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علی شاہ معرکۂ جنگ سے بھاگا اور شاہی خاں نے اسکا تعاقب کر کے ۸۲۶ھ ہجری میں اسے ولایت کشمیر سے باہر نکال دیا۔ اس واقعے کے بعد شاہی خاں کشمیر پہنچا اور چونکہ رعایا اس کے طرز حکومت سے بیحد خوش تھی ملک میں خوشی کے شادیانے بجے اور شاہی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کیا۔

زین العابدین بن سکندر شاہ بت شکن

شاہی خاں نے سلطان زین العابدین کے لقب سے کشمیر کے تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ایک جرار لشکر جسرت کے ہمراہ کیا تاکہ جسرت اس فوج کی مدد سے دہلی اور پنجاب پر قبضہ حاصل کرے جسرت بادشاہ دہلی کا تو کیا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن اس لشکر کی اعانت سے اس نے پنجاب کو زیر نگین کر لیا۔ بادشاہ نے جہاں کشائی کا ارادہ کر کے ایک فوج تبت روانہ کی اور اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا۔ زین العابدین نے دریائے کرشنا کے اکثر ساحلی ممالک پر قبضہ کر کے ان شہروں کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ بادشاہ نے اپنے برادر خورد محمد خاں کو مشیر سلطنت مقرر کر کے تمام مہمات کا مختار کل بنایا اور خود مقدمات کے فیصلے میں اپنا وقت بسر کرنے لگا۔ زین العابدین نے ہر طبقہ کے افراد کو اپنے دربار میں داخل کیا اور چونکہ بادشاہ خود بھی صاحب علم و فضل تھا اس کی بارگاہ مسلمان اور ہند و فضلا سے معمور رہتی تھی۔

زین العابدین علم موسیقی کا بھی ماہر تھا اور اکثر اوقات عمارتوں کی تعمیر اور
زراعت کی ترقی کے اسباب مہیا کرنے اور نہروں کے جاری کرنے میں
منہمک رہتا تھا زین العابدین نے ایک عام حکم یہ جاری کیا تھا کہ اس کے
ملک میں جس شخص کا جو مال چوری جائے اس کا تاوان قریات اور قصبات
کے رئیس ادا کریں اس حکم سے سرقے کا جرم اس کے دائرۂ حکومت سے
تقریباً ناپید ہوگیا۔ جو بڑی رسمیں شیو دیو بہت نے ملک میں جاری کی
تھیں بادشاہ نے ان کو بالکل مٹا دیا تفرخ کا اندراج جیسا کہ زین العابدین
کے عہد حکومت میں ہوا ایسا سابق میں کبھی نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے اپنے
وضع کردہ آئین و قوانین کو تانبے کے الواح پر کندہ کرائے ہر شہر اور ہر
قریہ میں نصب کرا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراسم ظلم قطعاً معدوم ہو گئے۔
کہتے ہیں کہ مذکورۂ بالا الواح مسمی کا عنوان یہ تھا کہ جو شخص ان قوانین
پر عمل نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ بادشاہ نے سری بہت طبیب
پر جو اپنے فن میں کامل تھا بیحد نوازش فرمائی اور اس کی التجا کے موافق
برہمنوں کو جو سکندر شاہ کے عہد حکومت میں شیو دیو کے مظالم کی وجہ سے
جلا وطن ہو گئے تھے دور و دراز مقامات سے بلایا اور ان کی جاگیریں
اور اموال انھیں عنایت کیا۔ ہندوؤں کے مندروں میں پوجا کے
اوقات مقرر کئے جزیہ کا حکم منسوخ کر کے گاؤکشی کی قطعاً ممانعت کر دی۔
زین العابدین نے برہمنوں اور تمام ہندو فاضلوں کو دربار میں طلب کر کے
ان سے عہد کیا کہ کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اور جو کچھ ان کی مذہبی کتابوں
میں مرقوم ہے اس کے خلاف عمل پیرا نہ ہوں گے۔ بادشاہ نے
پیشانی پر قشقہ لگانا ستی ہونا وغیرہ ہندوؤں کے وہ تمام مراسم جو سکندر شاہ
کے عہد سے مردہ ہو گئے تھے از سر نو انھیں زندہ کیا اور پیشکش جرمانہ و محصولات
وغیرہ کی رقوم جو شقدار رعایا سے وصول کرتے تھے بالکل بند کر دیا۔
بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ سوداگر جو مال دوسری ولایت سے لائیں انکو
تھوڑے منافع پر فروخت کر ڈالیں اس اسباب کو اپنے گھروں میں پوشیدہ

نہ رکھیں اور نیز یہ کہ معاملات خرید و فروخت میں غبن اور بد دیانتی نہ کریں۔ بادشاہ نے تمام قیدیوں کو جو سلطان سکندر کے عہد میں نظر بند کئے گئے تھے ایک قلم آزاد کیا۔ بادشاہ کے آئین جہاں کشائی کا ایک ضابطہ یہ تھا کہ جو ملک فتح کرتا تھا اس کا خزانہ اور اموال غنیمت لشکر کو تقسیم کر دیتا تھا اور جو خراج کہ تختگاہ کے باشندوں سے وصول کیا جاتا تھا وہی ان مقبوضہ ممالک کی رعایا سے بھی لیا جاتا تھا۔ بادشاہ سرکشوں اور شورہ پشتوں کو قرار واقعی سزا دیتا تھا اور ان کی نخوت کو خاک میں ملا دیتا تھا۔ فقیروں اور ضعیفوں پر مہربانی فرماتا اور ان کو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دیتا تھا ان کی اس طرح نگہداشت کرتا کہ نہ تو امیر و صاحب زر ہو کر باغی ہو جائیں اور نہ افلاس کی وجہ سے گداگری کریں۔ زین العابدین کی پارسائی کا یہ عالم تھا کہ نامحرم عورت کو مثل اپنی ماں اور بہن کے خیال کرتا تھا اور یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ نامحرم عورت پر نظر بد ڈالنے یا غیر کے مال میں خیانت کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں آسکے۔ بادشاہ چونکہ رعایا کے حال پر بیحد مہربان تھا اس لئے مروجہ گز اور جریب میں بھی اضافہ کیا جس شخص سے بادشاہ خفا ہوتا یہ ضرور نہ تھا کہ اسے سزا بھی دی جاتی لیکن جو الفاظ لعنت ایسے شخص کے لئے بادشاہ کی زبان سے نکلتے تھے بعینہ اس کا ظہور ہوتا تھا۔ جس شخص سے بادشاہ ناراض ہوتا تھا اس کو اپنے ملک سے خارج البلد کر دیتا تھا معتوب کو یہ معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ سلطانی عتاب میں گرفتار ہے۔ زین العابدین کے عہد میں ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق اپنے مذہبی احکام بجا لاتا تھا مذہبی تعصب کا اس کے عہد میں کوئی دخل نہ تھا۔ جو برہمن اور ہندو کہ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہوئے تھے زین العابدین کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب کے پیرو ہوئے اور مسلمان علماء ان کے ارتداد کی سزا ان کو نہ دے سکتے تھے۔ سلطان زین العابدین نے کوہ ماران کے قریب ایک نہر جاری کی اور ایک نیا شہر جو پانچ کوس کے گرد آباد کیا اسی طرح اور دیگر شہر بھی آباد کئے۔ شہر کالپور اور دوسرے

بلاد میں دور دراز مقامات سے پانی لاکر نہریں کھدوائیں اور ان پر پل باندھے
بادشاہ نے زراعت کی طرف بہت زیادہ توجہ کی۔ جن شہروں کو خود بادشاہ
آباد کرتا تھا اس میں علماء، فضلا اور غریبوں کو متوطن کراتا تھا تاکہ جو مسافران
شہروں میں وارد ہوں یہ لوگ ان کے خور و نوش کا انتظام کر سکیں اہل احتیاج
کو نقد و جنس میں جس چیز کی ضرورت ہو اسے ان کے لئے مہیا کریں۔ بادشاہ
کی توجہ سے کشمیر میں کوئی جگہ اس کے علم کے مطابق بے آب زراعت
نہ باقی رہی۔ زین العابدین نے ارادہ کیا کہ حوض ویرناک میں جو درحقیقت
ایک دریا کے مانند ہے لیکن اطراف و لواح کے حکام نے اس کی حد بندی
کر دی ہے ایک عمارت تیار کرے بادشاہ نے اس عصر کے دانشمندوں
سے مشورہ کیا بعد تامل و غور کے یہ طے پایا کہ چوبی مربعات لکڑی کے
مربع خانے جو اندر سے خالی ہوں) تیار کئے جائیں اور انھیں اینٹ
پتھر بھر کر یہ مربعات غرق آب کئے جائیں جب یہ پانی کی سطح سے بلند
ہو جائیں تو انھیں پر عمارت کی تعمیر شروع ہو۔ چنانچہ یہی طریقہ اختیار کیا گیا
اور پتھر پانی سے چند گز بلندی پر نمودار ہو گئے بادشاہ نے اس سطح سنگی
عمارت تعمیر کی اور قصور و مساجد و باغات تیار کرائے اور اس میں شبہ
نہیں کہ اس طرح کی عمارت کا نظیر دنیا میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ نے
زرخیز مواضعات اس عمارت کے مصارف کے لئے وقف کئے۔ بادشاہ کی
بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس شوکت و حشمت اور عزت و شان کے کبھی
اس کو اسباب سلطنت کے ساتھ شغف نہیں رہا اور نہ اس نے خزانہ کو معمور
کرنے پر توجہ کی۔

سلطان کے عہد حکومت میں ملا محمد نام ایک باکمال شاعر پیدا ہوا جس کا
ذوق سلیم اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ ایک ہی نشست میں جس بحر و قافیہ
میں اس سے فرمائش کی جاتی فی البدیہہ اشعار نظم کر دیتا تھا اور اسی
حالت میں مشکل مسائل کا جواب بھی ادا کرتا جاتا۔ بادشاہ اس باکمال
شاعر اور نیز دیگر علمائے اسلام کی بے حد تعظیم و تکریم کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ

یہ حضرت ہمارے مرشد و قبلۂ ہدایت ہیں انھیں کی بدولت ہم صراط مستقیم پر قائم ہیں ۔ زین العابدین ہندو جوگیوں کی بھی تعظیم و توقیر کرتا اور یہ کہتا کہ یہ اشخاص عبادت گزار صاحب مجاہدہ ہیں ان کی عزت کرنا ضروری ہے ۔ بادشاہ کسی گروہ کی عیب جوئی نہ کرتا اور یہی خصلت اختیار کرنیکی دوسروں سے امید رکھتا ۔ زین العابدین کی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ ہر مشکل کو سنجیدہ ترین مسئلہ جس کے حل سے بڑے بڑے عقلا عاجز ہوجاتے تھے بادشاہ اپنی عقل و دانش سے فوراً اس کا فیصلہ کر دیتا تھا ۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت نے اپنی ایک کنیز پر خون ناحق کا الزام لگایا ۔ یہ عورت اس کنیز سے آزردہ تھی لیکن کسی طرح اس کو جانی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی مکار عورت نے ایک شب اپنے چھوٹے بچے کو قتل کیا اور صبح کو اس غریب کنیز کو قاتل ظاہر کیا ۔ یہ عورت بادشاہ کے پاس دادخواہی کے لئے گئی ۔ سلطان نے مقدمہ اپنے فاضل درباریوں کے سپرد کیا ۔ یہ علما اس مقدمہ کا فیصلہ نہ کر سکے اور بادشاہ نے متہم عورت کو خلوت میں طلب کیا اور اس سے کہا کہ اگر فی الواقع تو قاتل ہے تو مجھ سے صاف صاف بیان کر تاکہ میں تیرا قصور معاف کر دوں ورنہ دروغ بیانی کی سزا اور زیادہ ہولناک ہوگی بیگناہ عورت نے جواب دیا کہ بادشاہ جو حکم چاہیں صادر فرمائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس خون سے بالکل بے خبر ہوں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو راست گفتار ہے تو برہنہ ہو کر اہل دربار کے سامنے سے گزرتی ہوئی اپنے مکان واپس جا تاکہ مخلوق کو تیری راستبازی کا یقین آئے ۔ عورت نے سر جھکا کر عرض کیا کہ میرا تہ تیغ ہونا اس بے شرمی اور بےحیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے قتل کی یہ تہمت مجھ کو خون کے آنسو رلانے کیلئے کیا کم ہے جواب میں ایسے حیاسوز فعل کے انجام دینے پر آمادہ ہوں ۔ بادشاہ نے اسے رہا کیا اور مجرمہ کو خود اپنے حضور میں طلب کر کے اس سے سوال کیا کہ بچے کا قاتل کون ہے مکار عورت نے جواب دیا کہ میں نے جس عورت کی نشاندہی کی ہے وہی میرے فرزند کی قاتل ہے اور اگر

میں اپنے قول میں کاذب ثابت ہوں تو اس کی سزا مجھے دی جائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اگر تو اپنے دعوی میں سچی ہے تو اہل دربار کے سامنے برہنہ ہو۔ عورت نے فوراً جسم سے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے اس عورت کو اس فعل سے باز رکھکر فرمایا کہ حقیقی گنہگار تو دہی ہے جس نے اپنی کنیز کو تباہ کرنے کے لیئے خود اس نے اپنے فرزند کو قتل کیا اور اس غریب کو خون ناحق کا مجرم ظاہر کیا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو تازیانے لگائے جائیں شاہی حکم کا امتثال کیا گیا اور عورت نے اپنے جرم کا اقرار کیا۔ سلطان نے اس مکار کو قاتل یقین کر کے اس کو سزا دی۔

اس بادشاہ کی عادت تھی کہ چوروں کو تہ تیغ نہ کرتا تھا بلکہ جب ایسے لوگ گرفتار ہو کر آتے بادشاہ انھیں پابہ زنجیر کر کے حکم دیتا کہ تعمیر عمارت میں پتھر اور مٹی ڈھوئیں اور مزدوروں کا کام کریں۔ زین العابدین فطرتاً رحیم و مہربان تھا اس نے حکم عام دیدیا تھا کہ جانوروں کا شکار نہ کیا جائے۔ بادشاہ ماہ مبارک رمضان شریف میں گوشت نہیں کھاتا تھا۔ سلطان کی جود و سخا کی دور دور شہرت ہوئی اور سازندے اور گوئیندے جو علم موسیقی میں یگانۂ روزگار تھے اطراف و نواح سے کشمیر وارد ہوئے اس فن کے باکمال اس قدر کثرت سے جمع ہوئے کہ کشمیر ملک فرنگ کا نمونہ بن گیا۔ خواجہ عبدالقادر مشہور مصنف یعنی ملا عودی کا شاگرد خراسان سے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ایسا خوب عود بجایا کہ بادشاہ بیحد خوش ہوا اور اسے بہت زیادہ انعام دیا ملا جمیل نام ایک حافظ جو شعر خوانی اور حسن صوت میں عدیم النظیر تھا بادشاہ کی مجلس میں خوب گاتا تھا اور بادشاہ پر اس کے گانے سے رقت طاری ہوتی تھی اور نہایت خوشی و خرمی سے وقت گزرتا تھا۔ سلطان زین العابدین اس قدر رقم کثیر ہر سال جمیل کو عطا کرتا کہ اندازے سے باہر ہے۔ ملا جمیل کے افسانے بھی سلطان کے ذکر جمیل کی طرح اب بھی کشمیر میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ اسی بادشاہ کے عہد میں رجب نام ایک آتشباز ایسا باکمال پیدا ہوا جس کا نظیر نہ زمانہ نے دیکھا

اوپنا تھا اس شخص نے آتشبازی میں ایسی ایسی ایجادیں کیں کہ لوگ اسے دیکھکر حیران رہ گئے۔ کشمیر میں تفنگ اسی نے رائج کی اور بادشاہ کے حضور میں بہت سی دوائیں تیار کیں اور اہل شہر کو بھی اس فن کی تعلیم دی۔ شیخ حبیب علاوہ فن آتشبازی کے دیگر تمام علوم میں بھی باکمال تھا سلطان کی بارگاہ اہل نغمہ و ارباب طرب سے جو حسن و جمال اور خوش آوازی و قوالی میں یگانۂ روزگار اور حرکات و سکنات رقص و سرود میں عدیم المثال تھے معمور رہتی تھی۔ اس بادشاہ کے عہد میں رقاصوں اور سرودیوں کی بیحد کثرت ہوئی اور بعض گوئیے تو ایسے باکمال تھے کہ ایک راگ کو بارہ سروں میں ادا کرتے تھے۔ سلطان نے اکثر سازندوں کے عود و رباب و طنبورہ کو مرصع بہ جواہر کرا دیا تھا۔ ایک شاعر مسمی سوم نے جو زبان کشمیر میں اشعار موزوں کرتا اور علم ہندی میں یگانۂ روزگار تھا زین حرب نام ایک کتاب بادشاہ کے حالات میں تصنیف کی اسی طرح یودی بٹ نام ایک اور شخص باکمال نے جو شاہنامۂ فردوسی کا حافظ تھا علم موسیقی میں ایک تصنیف کی اور اسے بادشاہ کے نام معنون کرکے اس کے صلہ میں انعام و اکرام حاصل کیا۔ بادشاہ خود فارسی ہندی تبتی وغیرہ زبانوں کا بڑا ماہر تھا اور تمام زبانوں میں بے تکلف گفتگو کرتا تھا۔ بیشمار فارسی و عربی کتابوں کا ہندی میں ترجمہ ہوا۔ کتاب راج ترنگنی جو شاہان کشمیر کی ایک مبسوط تاریخ ہے اسی فرمانروا کے عہد میں تصنیف ہوئی۔ ہندوؤں کی مشہور کتاب مہابھارت کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں مہابھارت کا دوبارہ اور تاریخ کشمیر کا بار اول فصیح زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ سلطان زین العابدین کے ہم عصر فرمانروا اس کی خوبیوں کی شہرت سنکر بادشاہ سے مشتاق ملاقات ہوئے اور اپنے ممالک سے تحائف و ہدایا بادشاہ کے لئے روانہ کئے خصوصاً خاقان سعید ابوسعید شاہ نے خراسان سے تیز رفتار گھوڑے قوی ہیکل تیز اور مضبوط اور جفاکش جانوران باربرداری بادشاہ کے لئے بطور تحفہ روانہ کئے۔ بادشاہ

ان تحائف سے بیحد خوش ہوا اور اس نے خود بھی اس کے جواب میں
زعفران ۔ قرلاش ۔ مشک ۔ عطر گلاب ۔ سرکہ ۔ بیش قیمت شالیں ۔
بلور کے پیالے اور دوسرے کشمیر کے عجیب و غریب تحفے خاقان مذکور
کے لئے خراسان روانہ کئے ۔ راجہ تبت سرور یعنی دنیا کے مشہور حوض کے
راجہ نے جس کا پانی کبھی تغیر قبول نہیں کرتا دو کمیاب جانور جو راج ہنس
کے نام سے مشہور اور عجیب خوش قطع و خوب صورت تھے سلطان
زین العابدین کے لئے بطور تحفہ روانہ کئے بادشاہ ان جانوروں کو دیکھکر
بیحد خوش ہوا ۔ ان جانوروں کی خاصیت یہ تھی کہ دودھ کو پانی میں
ملا کر ان کے سامنے رکھا جاتا تھا اور یہ راج ہنس اپنی منقار سے دودھ
کے اجزا کو پانی سے علیحدہ کر کے خالص پانی پی لیتے تھے ۔ بادشاہ نے
خود اس تماشے کو دیکھا اور اب اسے یقین ہوا کہ جو صفات ان جانوروں
کے کبھی کانوں سے سنے تھے اب آنکھوں سے بھی دیکھ لئے ۔

سلطان زین العابدین نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اپنے ابتدائی عہد
حکومت میں اپنے برادر محمد خاں کو وکیل سلطنت اور اپنا ولی عہد مقرر کیا
تھا ۔ محمد خاں نے بادشاہ کے سامنے ہی وفات پائی اور زین العابدین
نے اس کے فرزند حیدر خاں کو محمد خاں کا جانشین کر کے مہمات ملک
اس کے سپرد کر دیا ۔ زین العابدین نے مسعود اور شیر خاں دو شخصوں کو
اپنا معتمد علیہ بنایا یہ ہر دو امیر بادشاہ کے کوکے تھے لیکن ان میں سے
ہر ایک دوسرے کا دشمن جانی ہو گیا اور شیرو نے موقع پا کر اپنے
بڑے بھائی مسعود کو قتل کیا بادشاہ نے مسعود کے قصاص میں شیرو کو
بھی تہ تیغ کیا ۔

زین العابدین کے تین فرزند تھے آدم خاں جو فرزند اکبر تھا ہمیشہ
باپ کی نگاہ میں ذلیل و خوار رہتا تھا ۔ حاجی خاں فرزند دوم بادشاہ کا
محبوب بیٹا تھا اور بڑا خاں پسر خورد بہت بڑی جاگیر کا مالک تھا ۔
سلطان نے ملا دریا نام ایک شخص پر نوازش فرما کر اس کو دریا خاں کے

خطاب سے سرفراز فرمایا اور تمام کاروبار ملک اس کے تفویض کردیے اور خود اطمینان کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ جس روز شیر کوکہ نے دنیا سے رحلت کی بادشاہ نے ایک کرور اشرفیاں اس کی روح کو ثواب رسانی کی غرض سے خیرات کیں۔

اسی اثناء میں بادشاہ سخت علیل ہوا اور اس کی زندگی سے یاس ہوگئی ایک جوگی کشمیر میں وارد ہوا اور اس نے بھی بادشاہ کی شدید ناسازی مزاج کی خبر سنی جوگی ارکین سلطنت کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ بادشاہ کی صحت سے مایوس ہو گئے ہو لیکن میرے پاس ایک ایسا ملکہ ہے کہ میں بادشاہ کی بیماری کو اپنے جسم میں منتقل کئے لیتا ہوں جس سے بادشاہ کو صحت کلی حاصل ہو جائیگی۔ شاہی مصاحب اس جوگی کے وجود کو ایک نعمت سمجھے اور جوگی کو مع اس کے شاگرد کے سلطان کی بالین پر لے گئے۔ جوگی نے اپنے علم کے زور سے اپنی روح کو بادشاہ کے بدن میں منتقل کیا اور خود بادشاہ کی روح اپنے قالب میں لے آیا جوگی نے اپنے چیلے سے کہا کہ میرے جسم کو جوگیوں کے مسکن میں لے جاکر حفاظت سے رکھ تاکہ جسم جانوران صحرائی کا لقمہ نہ بننے پائے میں بادشاہ کی روح کو تندرست کرکے اپنی اصلی حالت پر عود کر آؤں گا چیلے نے جوگی کے بدن کو جو شدت ضعف سے جنبش بھی نہ کر سکتا تھا حجرے سے باہر نکالا اور وزرا سے کہا کہ میرے استاد نے تمہارے مالک کی بیماری سلب کرلی ہے میں اپنے گرو کا بدن علاج کے لئے لئے جاتا ہوں تم لوگ اندر جاکر اپنے مالک کو دیکھو۔ ارکین دولت حجرے کے اندر آئے اور انھوں نے بادشاہ کو صحیح و تندرست پایا۔ ایران سلطنت جوگی کے کارنامے پر حیران ہوے اور بادشاہ کی صحت یابی کے شکریہ میں جشن منعقد کرکے بے شمار رقم نذر و خیرات میں صرف کی۔ بادشاہ اس واقعے کے بعد ایک مدت تک زندہ رہا۔ ارباب علم و دانش نقل روح کے منکر ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ روح کا ایک جسم سے دوسرے قالب میں منتقل ہونا خلاف عقل و نقل ہے

خاکسار مورخ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ چونکہ جوگیوں کا فرقہ اہل ریاضت کا فرقہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان میں ایک طرح کا صفائے باطن پیدا ہوجاتا ہے اور اکثر خارق عادات افعال کا ان سے ظہور رہوتا ہے یہ امر ممکن ہے کہ اپنے زور یا فن سے سلب امراض پر قادر ہوں اور روحانی انتقال کے سوا مرض کو علیل کے جسم سے اپنے جسد پر منتقل کرنے میں قدرت رکھتے ہوں۔ رشحات میں جو ملا حسین کاشفی کی تصنیف اور مشائخ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہم کے احوال پر مشتمل ہے مرقوم ہے کہ حضرت خواجہ محمد حسن پارسا رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کے ایک بزرگ سفر حجاز کی نیت سے روانہ ہوکر سبزوار میں وارد ہوئے۔ یہ بزرگ اس شہر میں مقیم ہوئے اور طالبان حق نے ان کے مقدس وجود کو ایک نعمت سمجھکر ان سے فیض باطن حاصل کرنا شروع کیا۔ حضرت شیخ کو اس شہر کے ایک سید صاحب سے جو محاسن کا مجموعہ تھے بیحد محبت پیدا ہوئی چند روز کے بعد سید صاحب جناب شیخ کی مجلس میں حاضری سے قاصر ہوئے اور حضرت شاہ صاحب نے ایک شخص سے ان کا حال دریافت کیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ سید صاحب کے دانتوں میں درد ہے جس کی وجہ سے منہ پر ورم اور شدید بخار ہے حضرت شیخ نے سید صاحب کا حال معلوم کرکے فرمایا کہ یہ شخص جوان صالح ہے چلو ہم اس کی عیادت کریں حضرت شیخ مریض کی بالیں پر پہنچے اور دیکھا کہ سید صاحب کے منہ پر ورم ہے اور شدید بخار میں مبتلا پریشان حال بستر رنجوری پر پڑے تڑپ رہے ہیں حضرت شیخ نے ان کا حال دریافت فرمایا اور چند ساعت سکوت فرماکر ان کے مرض کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے زمانے کے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا سید صاحب نے مرض سے شفا پائی اور ورم حضرت سید کے منہ سے جناب شیخ کے روئے مبارک کی طرف منتقل ہوگیا حضرت شیخ دو ہفتے تک اس مرض میں مبتلا رہے اور سید کو شفایاب ہوگئے۔ خاندانۂ نقشبندیہ کے پیران طریقت قدس اللہ اسرارہم اسی طرح سلب

امراض فرماتے ہیں۔ قیاس یہ ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا واقعہ بھی اسی قسم کا ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔

بادشاہ کے زمانہ ناسازگاری کے مزاج میں شاہزادے خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ بادشاہ کا فرزند اکبر شاہزادہ آدم خاں اپنے باپ کے حکم کے مطابق کشمیر سے آیا اور سواروں پیادوں کو بہترین تیر اندازوں کی ایک جمعیت کے ساتھ اس نے تبت پر حملہ کر کے ملک کو آسانی کے ساتھ فتح کر لیا اور بے شمار مال غنیمت اپنے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان زین العابدین اپنے فرزند سے بیحد خوش ہوا اور اس پر بے انتہا مہربانی فرمائی بادشاہ نے حاجی خاں کو لوہر کوٹ کی مہم پر روانہ کیا اور آدم خاں کو حاجی خاں کے خدشے کی وجہ سے اپنے حضور میں رکھا۔ بعض فتنہ انگیز اشخاص نے حاجی خاں کو ترغیب دیکر اسے بلا اجازت شاہی لوہر کوٹ سے کشمیر کی طرف روانہ ہونے پر مجبور کیا۔ بادشاہ نے اول تو نصیحت آمیز پیغام دیا اور اسے کشمیر واپس آنے کی مخالفت کی لیکن جب اس کا کچھ اثر نہ ہوا تو بادشاہ ایک جرار لشکر ہمراہ لے کر بلبل کے میدان میں صف آرا ہوا۔ حاجی خاں اپنی ناسعادت مندی سے شرمندہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ عفو تقصیر کے لئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو لیکن اس کے اہل لشکر مانع آئے اور اپنی صفیں درست کر کے بادشاہ کے مقابلے میں سرگرم پیکار ہو گئے۔ نامی سردار جانبین سے کام آئے۔ آدم خاں نے اس معرکہ کارزار میں خوب خوب جوہر مردانگی دکھلائے اور صبح سے شام تک اپنی جگہ پر قایم رہا حاجی خاں مقابلہ نہ کر سکا اور اس کی فوج نے راہ فرار اختیار کر کے ہیرپور کی راہ لی آدم خاں نے اس ارادے سے تعاقب کیا کہ جبتک حاجی خاں گرفتار نہ ہو جائے شمشیر زنی سے ہاتھ نہ روکے لیکن بادشاہ نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ حاجی خاں نے اپنے بقیہ سپاہی ہمراہ لے کر ہیرپور سے قصبۂ بیر کا رخ کیا۔ بادشاہ اس فتح کے بعد کشمیر میں داخل ہوا اور دشمنوں کے سر سے ایک بلند منارہ تیار کیا بادشاہ نے حاجی خاں کے

لشکر کے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ بادشاہ نے ولایت کھراج
(گجرات مراد) کے سپاہیوں کو آدم خاں کے ہمراہ روانہ کر کے اور
شاہزادے سے حاجی خاں کے اغوا کرنے والوں کی تحقیق کر کے انکے
اہل و عیال کو بیحد نقصان پہنچایا اور کثیر رقم ان سے حاصل کی اس وجہ
سے اکثر سپاہی حاجی خاں سے جدا ہو کر آدم خاں کے گرد جمع ہو گئے
بادشاہ نے اس واقعے کے بعد آدم خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ آدم خاں
نے چھ برس بیحد جاہ و جلال کے ساتھ زندگی بسر کی اور اسکا ملک معمور رہا۔
اسی اثناء میں کشمیر میں عظیم الشان قحط پڑا کہ لوگ ایک نان جوین کے
عوض جان شیریں فروخت کرنے لگے اور چاندی اور سونے کو چھوڑ کر
غلہ و اذوقہ کی چوری پر کمر ہمت باندھی غریب اور محتاج رعایا کچے پھل
کھا کر ضائع ہونے لگے بعضوں نے سڑے چاولوں پر قناعت کی لیکن
وہ بھی انھیں میسر نہ آئے۔ اس واقعہ سے بادشاہ ہمیشہ ملول اور غمگین رہتا
تھا اور غلہ کا ذخیرہ رعایا پر تقسیم کرتا تھا یہاں تک کہ خدا نے رحم فرمایا
اور لوگوں نے قحط کی بلا سے نجات پائی۔ بادشاہ نے بعض مقامات کی
چوتھائی اور بعض شہروں سے ساتواں حصہ خراج کا وصول کیا۔ آدم خاں
نے ولایت گجرات پر قابو پا کر طرح طرح کے مظالم شروع کیے
جس شخص سے دستیاب ہوتا زبردستی اپنے قبضہ میں لاتا گجرات سے
دادخواہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ جو حکم نافذ کرتا آدم خاں
اس کی تعمیل نہ کرتا تھا۔ آدم خاں نے قطب الدین پور میں سکونت اختیار
کی اور بادشاہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کیا۔ بادشاہ اس سے
خوف زدہ ہوا اور حیلہ و بہانہ سے اسے مطمئن کر کے آدم خاں کو کھراج
واپس کیا۔ سلطان زین العابدین نے آدم خاں سے محفوظ رہنے کے لئے
حاجی خاں کے نام ایک تسلی آمیز فرمان روانہ کیا اور اسے جلد سے جلد
اپنے حضور میں طلب کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں آدم خاں کھراج سے
روانہ ہوا تھا حاجی خاں نے اس سے جنگ کی اور حریف کو شکست دیکر

اور شیو پور کو غارت کر کے خاک میں ملا دیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنی اور ایک جرار لشکر آدم خاں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ طرفین میں عظیم الشان اور خونخوار جنگ ہوئی آدم خاں کے نامی سردار جنگ میں کام آئے اور وہ شکست کھا کر بھاگا آدم خاں کے فرار کی حالت میں شیو پور کا پل جو دریائے بہت پر واقع ہے ٹوٹ گیا ادھر آدم خاں کے لشکر کے تین سو آدمی غرق آب ہوئے۔ بادشاہ نے شیو پور پہنچکر وہاں کی رعایا کو تسلی دی اور آب بہت کے ایک کنارہ پر بادشاہ اور دوسرے کنارہ پر آدم خاں خیمہ زن ہوا۔ اسی زمانہ میں حاجی خاں پچھہ نام ایک موضع کے راستہ سے بارہولہ کے نزدیک پہنچا اور بادشاہ نے اپنے چھوٹے فرزند مسمی بہرام خاں کو حاجی خاں کے استیصال کے لئے روانہ کیا ان ہر دو برادر نے ایک دوسرے بہت زیادہ خصوصیت کا اظہار کیا۔ آدم خاں حاجی خاں کے ورود سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا اور شاہزادہ دشاہ آباد برگنہ سے گزرتا ہوا دریائے نیلاب کے ساحل تک گیا۔ بادشاہ حاجی خاں کے ہمراہ واپس ہوا اور حاجی خاں پر بیحد مہربانی فرماکر اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حاجی خاں نے بھی بادشاہ کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہیں کی اور اپنے سابقہ قصور کی اس جدید خدمت گزاری سے خوب تلافی کر دی۔ حاجی خاں نے بادشاہ کے دل میں ایسی جگہ کر لی کہ سلطان نے اپنے تمام فرزندوں سے زیادہ اس کی توقیر کی اور اپنی کمر کی مرصع تلوار عطا کی۔ بادشاہ نے حاجی خاں کے بہی خواہوں کو مناصب و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ چند روز کے بعد حاجی خاں اپنی شراب خواری اور باپ کی نصیحت نہ قبول کرنے کی وجہ سے بادشاہ سے جدا اور رنجیدہ ہو گیا اس زمانہ میں بادشاہ کو اسہال وبائی شروع ہوئے اور ادھر اس کا مزاج حاجی خاں سے بھی برگشتہ ہو گیا اور مہمات سلطنت میں ابتری پھیلی۔ اراکین دربار نے بادشاہ سے پوشیدہ آدم خاں کو طلب کیا۔ آدم خاں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا لیکن اس کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ثابت ہوا اور بادشاہ نے آدم خاں کی طرف

مطلق توجہ نہیں کی ۔ آدم خاں نے بھائیوں سے صلح کر لی ۔۔۔ وں اور اراکین دربار سے بھی عہد و پیمان کیا ۔ بہی خواہان سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شیرازہ سلطنت بکھر رہا ہے شاہزادوں میں جس کسی کو بھی حضور اس لایق تصور فرمائیں عنان حکومت اس کے ہاتھ میں سپرد فرمائیں ۔ سلطان نے اس معروضہ پہ مطلق توجہ نہ کوئی اور معاملہ کو خدا کی مشیت کے حوالہ کیا ۔ اتفاق سے تینوں شاہزادے ایک جگہ جمع ہوئے اور آدم خاں نے اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان ایسی غمازی کی کہ حاجی خاں اور بہرام خاں باہم دگر ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے اور ان کے باہمی عہد و پیمان کا قلع قمع ہوگیا ۔ آدم خاں بادشاہ سے اجازت لے کر قطب الدین پور روانہ ہوگیا ۔ اس زمانہ میں ضعف پیری کی وجہ سے مرض نے اور زیادہ شدت اختیار کی اور بادشاہ نے غذا بالکل ترک کر دی ۔ امیر اور ارکان دولت فتنہ و فساد کے خوف سے شاہزادوں کو بادشاہ کی عیادت کے لئے بھی اس کے قریب نہ آنے دیتے تھے اور کبھی کبھی رعایا کی تسلی کے لئے بادشاہ کو ایک بلند مقام پہ بٹھاکر مخلوق کو بادشاہ کی صورت دکھا دیتے اور اظہار مسرت کے لئے شادیانے بجاکر ملک کی اس طرح حفاظت کرتے تھے ۔

مختصر یہ کہ حاجی خاں اور بہرام نے اتفاق کر کے آدم خاں کے دفعیہ پر کمر ہمت باندھی اور روزانہ اس سے جنگ آزمائی کرتے رہے ان اخبار کو سنکر بادشاہ کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ چند ہی روز میں اس کے حواس معطل ہوگئے اور طبیبوں نے جواب دیا ۔ بادشاہ پر ایک شبانہ روز غشی طاری رہی اور آدم خاں ایک شب اپنے باپ کی عیادت کے لئے قطب الدین پور سے تنہا آیا ۔ آدم خاں نے اپنے لشکر کو محافظت کے لئے شہر کے اطراف میں مقرر کیا اور وہ رات بادشاہ کے دیوان خانے میں بسر کی ۔ حسن خاں کچھی نے جو ایک نامی امیر تھا دیگر امراء و وزراء سے حاجی خاں کے لئے بیعت لے لی ۔ دوسرے دن ان امیروں نے حیلہ سے آدم خاں کو کشمیر کے باہر کیا اور حاجی خاں کو جلد سے جلد

طلب کر لیا۔ حاجی خاں دیوان خانہ میں آیا اور بادشاہ کے طویلۂ خاص پر قابض ہو گیا۔ حاجی خاں نے بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے قلعے کے باہر قیام کیا اور ارادہ کیا کہ بادشاہ کی عیادت کو جائے لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے قصر شاہی کے اندر قدم نہ رکھ سکا۔ آدم خاں نے حاجی خاں کے غلبے کا حال سنا اور کشمیر کے حدود سے نکل کر ارادہ کیا کہ بارہمولہ کی راہ سے ہندوستان کا رخ کرے۔ اسی اثناء میں آدم خاں کے ملازمین اس سے بے دل ہو کر شاہزادۂ مذکور سے جدا ہو گئے۔ زین لارک نامی حاجی خاں کے ایک معتبر امیر نے آدم خاں کا تعاقب کیا۔ آدم خاں نے جنگ مردانہ کر کے زین لارک کے بھائی بندوں اور قرابت داروں کو قتل کیا اور سرحد کے باہر نکل گیا۔ اسی زمانہ میں حسن خاں بھی پنجاب سے کشمیر آیا اور اپنے باپ سے ملاقات کی۔ حاجی خاں کی قوت میں اور اضافہ ہوا اور اس کی جمعیت و استقلال مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا۔ سلطان زین العابدین نے باون برس حکومت کر کے انہتر سال کی عمر میں آخر ۸۷۷ھ ہجری میں دنیا سے رحلت کی۔

حاجی خاں الملقب بہ شاہ حیدر	حاجی خاں نے اپنے باپ کی وفات کے تین روز بعد حیدر شاہ کے لقب سے سکندرپور میں اپنے اسلاف کے آئین تاجپوشی کے موافق تخت سلطنت پر جلوس کیا۔

حاجی خاں کے برادر خورد بہرام خاں اور اس کے فرزند حسن خاں نے تاج سلطنت بادشاہ کے سر پر رکھا۔ حیدر شاہ نے کمراج کا ملک حسن خاں کو بطور جاگیر عطا کر کے اسے امیر الامرا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حیدر شاہ نے اپنے برادر خورد بہرام خاں کو بھی ولایت ناگام کا جاگیردار مقرر کیا۔ اطراف و نواح کے راجہ جو اس کی تخت نشینی کے جلسے میں مبارکباد اور مرحوم بادشاہ کی تعزیت میں کشمیر آئے تھے حیدر شاہ نے ان سب کو خلعت و اسپ عطا کر کے رخصت کیا۔ بادشاہ کی بے اعتدالی سے چند ہی روز میں امراء اس سے ناراض ہو کر اپنی جاگیروں کو واپس گئے۔ حیدر شاہ ایسا ملک و دولت سے بے خبر ہوا کہ اس کے وزرا نے رعایا پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیے

بادشاہ نے بوبی نام ایک حجام کو اپنا مقرب بنایا اور ایسا اس کے قبضہ میں آگیا کہ اس حجام کے اشاروں پر چلنے لگا یوبی حجام جس شخص سے ناخوش ہوتا بادشاہ کا مزاج بھی اس سے منحرف کر دیتا تھا اس حجام نے رشوت ستانی کا بازار گرم کیا اور حسن خان کچھی جیسے امیر کو جس نے حیدر شاہ کی تخت نشینی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا بادشاہ کے حکم سے قتل کرایا۔ اسی دوران میں آدم خان نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے ملک پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا آدم خان جمو پہنچا لیکن اس نے حسن خان کچھی کے قتل کی خبر سنی اور اپنا ارادہ فسخ کیا اور ملک دیو راجہ جمو کے ساتھ ملکر مغلوں سے جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔ اتفاق سے ایک تیر آدم خان کے سنہ پر لگا جو اس کے دماغ کے پار ہوگیا اور آدم خان نے اس زخم سے وفات پائی۔ حیدر شاہ اپنے برادر بزرگ کی موت پر رنجیدہ ہوا اور اس کی لاش میدان جنگ سے اٹھوائی اور اپنے باپ کے مقبرہ کے قریب بھائی کے جسم کو بھی پیوند خاک کیا۔ حیدر شاہ شراب مدام کی وجہ سے مہلک امراض کا شکار رہا امرائے دربار نے پوشیدہ طور پر بہرام خان کا ساتھ دیا اور اسی خیال میں تھے کہ بہرام خان کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں کہ فتح خان ولد آدم خان کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی یہ شاہزادہ بادشاہ کے حکم سے سرہند گیا ہوا تھا۔ فتح خان نے سرہند کے قلعے سر کر کے بے شمار مال غنیمت ہمراہ لیا اور جلد سے جلد کشمیر آگیا فتح خان بلا حکم شاہی تختگاہ واپس آیا تھا اہل غرض نے اس کی طرف سے بادشاہ کے خوب کان بھرے اور شہزادہ کی کوئی خدمت بھی شاہی دربار میں مقبول نہ ہوئی۔ ایک روز بادشاہ نے چکروہ کے ایوان میں شراب نوشی کی اور اس کے بعد نیچے آنے کا قصد کیا بادشاہ کا پاؤں نشہ کی حالت میں پھسلا اور نیچے گر کر وفات پائی۔ حیدر شاہ نے ایک سال دو ماہ حکمرانی کی۔

حسن شاہ بن حیدر شاہ

حسن شاہ اپنے باپ کی وفات کے ایک شبانہ روز کے بعد احمد اسود کی کوشش سے تخت حکومت پر بیٹھا۔ دوسرے دن شاہزادہ نے ان تمام اراکین سلطنت کو

جن سے اس کو کچھ خوف تھا نظر بند کر دیا۔ حسن شاہ نے سکندر پور سے کوچ کر کے نوشہرہ کو اپنا تختگاہ بنایا اور اپنے باپ دادا اور چچا کا اندوختہ خزانہ اہل دربار کو تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک احمد اسود (اہوبرگز) کو ملک احمد کے خطاب سے مدار المہام اور اس کے فرزند نوروز کو حاجب در مقرر کیا۔ بہرام خاں اپنے پسر کے ہمراہ کشمیر سے نکل کر ہندوستان روانہ ہوا بہرام خاں کے اہل لشکر جیسا کہ عنقریب مذکور ہو گا اس سے جدا ہو گئے۔ حسن شاہ نے سلطان زین العابدین کے آئین جہانداری کو جو حیدر شاہ کے زمانہ میں تقریباً منسوخ و مردہ ہو چکے تھے از سر نو رائج اور زندہ کر کے نظام سلطنت کو آئین و قوانین پر محول کیا۔ اسی زمانہ میں چند فتنہ پرداز اہل دربار بہرام خاں کے پاس گئے اور اسے جنگ آزمائی پر آمادہ کیا۔ بعض امیروں نے چند خطوط بھی اسی مضمون کے بہرام خاں کے نام روانہ کئے۔ بہرام خاں ولایت کرمار سے واپس ہوا اور رکمراج میں پہنچ گیا۔ بادشاہ اس زمانہ میں دنیا پور بغرض تفریح گیا ہوا تھا۔ بہرام خاں کے ورود کی خبر سنکر بادشاہ اپنے چچا سے جنگ کرنے کی غرض سے شیو پور وارد ہوا۔ بعض امرائے دربار نے بادشاہ کو رائے دی کہ سرہند کی طرف روانہ ہو لیکن ملک احمد نے بادشاہ کو جنگ کرنے کی صلاح دی بادشاہ نے ملک احمد کی رائے سے اتفاق کیا اور ملک تاج کو جرار لشکر کے ہمراہ بہرام خاں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بہرام خاں کو اس بات کی امید تھی کہ شاہی لشکر اس سے آملے گا لیکن معاملہ برعکس ثابت ہوا موضع نولہ پور (لولوپور برگز) میں خونریز جنگ ہوئی۔ اتفاق سے ایک تیر بہرام خاں کے منہ پر لگا اور وہ شکست کھا کر مرینہ پور (زین پور برگز) روانہ ہو گیا۔ شاہی لشکر نے بہرام کا تعاقب کیا۔ بہرام اور اس کا فرزند ہردو پدر و پسر حریف کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے اور اس کا اسباب تاراج ہوا۔ یہ ہردو قیدی بہ حال پریشاں بادشاہ کے حضور میں لائے گئے بادشاہ نے دونوں مجرموں کو نظر بند کر دیا تھوڑے زمانہ کے بعد بہرام خاں کی آنکھوں میں سلائی

پھیر دی گئی اور غریب شاہزادہ نے نابینا ہونے کے تیسرے ہی دن ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زین بدر جو سلطان زین العابدین کا وزیر اور ملک احمد کا رقیب تھا بہرام خاں کے نابینا کرنے میں بہت زیادہ کوشاں تھا بادشاہ نے زین بدر کو بھی اسی سلائی سے اندھا کر کے پابہ زنجیر کیا اور اس امیر نے بھی تین سال کے بعد زندان میں وفات پائی۔ ملک احمد اسود کا اسپ استقلال درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔ حسین شاہ نے ملک باری بہت (تاج بھٹ برگز) کو ایک ہزار لشکر کے ساتھ راجہ جمو کی ہمراہی میں دہلی کی طرف روانہ کیا۔ عجب دیو (اجیت دیو برگز) راجہ جمو حاضر ہوا اور باری بھٹ نے راجہ جمو کے ہمراہ کوچ کیا۔ تاتار خاں بادشاہ دہلی کی جانب سے ولایت پنجاب کا حاکم تھا اجیت دیو نے تاتار خاں سے معرکہ آرائی کر کے ملک کو تاراج کیا اور شہر سیالکوٹ قطعاً تباہ و برباد کر دیا گیا۔

حسین شاہ کے محل میں سید حسین بن سید ناصر کی دختر کے بطن سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے ایک فرزند مسمی محمد کو ملک تاج بھٹ کے سپرد کیا اور فرزند دوم شاہزادہ حسین کی تربیت ملک نوروز بن ملک احمد کے سپرد کی۔ اسی دوران میں ملک تاج اور ملک احمد کے درمیان رنجش پیدا ہوئی اور یہ ہر دو امیر ایک دوسرے کی تباہی کے درپے ہوئے۔ دیگر امرا میں بھی اختلاف پیدا ہوا اور خانہ جنگی شروع ہوئی۔ ایک وقت امیروں نے ہجوم کر کے دیوان خانہ میں آگ لگا دی بادشاہ نے ملک احمد اور اس کے قرابت داروں کو پابہ زنجیر کر کے ان کا مال و اسباب تاخت و تاراج کیا ملک احمد نے زندان میں وفات پائی۔

حسین شاہ نے سید ناصر کو جو سلطان زین العابدین کے مقرب اور معظم درباری تھے اور جن کو بادشاہ ہمیشہ اپنے سے بلند جگہ پر بٹھاتا تھا خارج البلد کر دیا۔ چند روز کے بعد بادشاہ نے سید ناصر پر دوبارہ عنایت فرمائی اور ان کو کشمیر طلب کیا سید ناصر پیر پنجال پہنچے اور وہیں انھوں نے وفات پائی۔ بادشاہ نے سید حسین بن سید ناصر کو جو حیات خاتون کے

والد تھے دہلی سے طلب کیا اور عنان حکومت ان کے ہاتھ میں دیدی سید حسین نے بادشاہ کو امرائے کشمیر کی طرف سے منحرف کر دیا اور اعیان ملک کے ایک گروہ کثیر کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ملک تاج بھٹ کو مقید کر دیا۔ کشمیر کے بقیہ امیر سید حسین کے خوف سے آوارہ وطن ہوئے ان امرا میں جہانگیر ماکری نے قلعہ لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

ان واقعات کے چند روز بعد عیش پرست بادشاہ مرض اسہال میں مبتلا ہوا اور ضعف کی وجہ سے صاحب فراش ہو گیا۔ بادشاہ نے وصیت کی کہ میرے دونوں فرزند ابھی خورد سال ہیں میرے بعد میرے دونوں چچازاد بھائیوں یعنی شاہزادہ یوسف بن بہرام خاں اور شاہزادہ فتح خاں بن آدم خاں میں سے کسی ایک کو فرمانروا بناکر میرے فرزند محمد خاں کو اس حکمراں کا ولی عہد تسلیم کیا جائے یوسف خاں تختگاہ میں مقید اور فتح خاں ولایت جسروتہ میں مقیم تھا۔ سید حسین نے بظاہر اس وصیت کو قبول کیا حسین شاہ نے اسی مرض میں وفات پائی اس بادشاہ کی مدت فرمانروائی کا کچھ حال معلوم نہ ہوسکا۔

محمد شاہ بن حسن شاہ کا بار اول بادشاہ ہونا۔

محمد شاہ نے سید حسن کی کوشش سے سات برس کے سن میں تخت حکومت پر جلوس کیا تخت نشینی کے روز تمام نقرئی طلائی اسباب اسلحہ اور نفیس و بیش قیمت چیزیں بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئیں محمد شاہ نے کسی شے پر توجہ نہ کی اور کمان کو اٹھا لیا حاضرین دربار نے بادشاہ کے اس فعل سے اندازہ کیا کہ یہ آیندہ چلکر بزرگی و مردانگی سے حکمرانی کرے گا اور اس کا مستقبل بیحد شاندار ہوگا اس دورِ جدید میں سادات کا استقلال کمال کو پہنچ گیا سیدوں کے اس غلبے سے امرا اور وزرا بادشاہ کے حضور میں حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ اہل کشمیر اس غلبہ سے تنگ آ گئے اور انھوں نے ایک شب راجہ جمو کے اتفاق سے جو تاتار خاں لودی کے خوف سے اس زمانہ میں کشمیر میں پناہ گزیں تھا سید حسن کو دیگر نفیس سادات کے ہمراہ جو باغ نوشہرہ میں مقیم تھے قتل کر ڈالا۔ اہل غدر نے دریا کے بہت کو

عبور کر کے پل توڑ ڈالا اور دریا کے دوسرے ساحل پر بیٹھا ہوئے۔
سید محمد ولد سید حسن جو بادشاہ کا ماموں تھا ایک جمعیت اپنے ہمراہ لیکر
بادشاہ کی محافظت کے لئے دیوان خانہ میں آیا۔ اس شب کو ایک ہنگامہ
برپا ہوا اور ہر شخص اپنی خیر منانے لگا۔ عید زینا نے ارادہ کیا کہ یوسف خان
بن بہرام خاں کو قید خانہ سے نجات دے لیکن سید علی خاں نام ایک امیر
کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے زندان مصیبت میں یوسف خاں کو
تہ تیغ کیا سید علی خاں نے تاج بھٹ کو بھی جو یوسف خاں کے قتل پر شدید
اظہار افسوس کر رہا تھا تہ تیغ کیا۔ یوسف خاں کی والدہ نے جو بیوگی کی
حالت میں نان جویں کے تین لقموں سے روزہ افطار کرتی تھی اپنے
بد نصیب فرزند کے مردہ جسم کی تین روز حفاظت کی۔ یوسف پیوند خاک
کیا گیا اور اس کی غریب ماں نے بیٹے کے مقبرے کے قریب ایک حجرہ
تیار کیا اور تادم مرگ فرزند کے قبر کی مجاور بنی رہی۔
مختصر یہ کہ سید علی خاں اور دیگر سادات مخالفین سے جنگ آزما ہوئے
اور طرفین کے تیر و خدنگ نے مخلوق خدا کے خون کی ندیاں بہا دیں۔
چور علانیہ شہر میں آکر مکانوں کو تاراج کرنے لگے سادات نے شہر کے
گرد خندق کھودی اور چوروں سے اس طرح اپنے کو محفوظ کیا۔ سیدوں نے
اپنے دشمنوں کے مکانات کو جو شہر میں واقع تھے خاک میں ملا دیا اور
اس قدر مغرور ہوئے کہ پوری طور پر حفاظت بھی نہ کرتے تھے۔
اسی دوران میں سادات کے حریفوں نے جہانگیر ماکری کو لوہرکوٹ سے
طلب کیا سادات نے ہرچند جہانگیر ماکری کو پیغام صلح دیا لیکن وہ اس
بات پر راضی نہ ہوا ایک روز داؤد بن جہانگیر نے پل کو عبور کر کے سادات
سے جنگ کی۔ داؤد خاں اور اس کے اکثر ہمراہی قتل ہوئے سادات
نے اس قتل پر شادیانے بجائے اور مخالفین کے سروں سے ایک مینار
تیار کیا۔ دوسرے روز سیدوں نے ارادہ کیا کہ پل کو عبور کر کے حریف
کو پامال کریں لیکن مخالفین نے قدم آگے بڑھائے اور پل کے درمیان

جنگ عظیم واقع ہوئی اس نبرد آزمائی میں پل ٹوٹ گیا اور طرفین سے بیشمار اشخاص غرق ہو گئے۔ اس واقعے کے بعد سادات نے تاتار خاں حاکم پنجاب سے مدد طلب کی تاتار خاں نے ایک بہت بڑا لشکر ان کی امداد کے لئے بھیجا۔ تاتار خاں کی فوج نواح شہر میں پہنچی اور دہنش نام راجہ نے ان سے جنگ کرکے اکثر لوگوں کو تہ تیغ کیا۔ دشمنوں نے یہ خبر سنی اور بیحد خوش ہوئے۔ غرض کہ سادات اور اہل کشمیر میں دو ماہ جنگ قایم رہی لیکن آخرکار اہل کشمیر تین حصوں میں تقسیم ہوکر دریا کے پار اترے اور چاروں طرف سے پہاڑ کو گھیر لیا۔ سادات ان کے مقابلہ میں فروکش ہوئے اور خوب خوب جوہر مردانگی دکھائے مخالفوں کی جمعیت چونکہ ان کی دوگنی تھی سیدوں کے اکثر نامی سردار قتل کئے گئے بقیہ میدان جنگ سے بھاگے اور شہر میں پناہ گزیں ہوئے اہل کشمیر نے شہر میں آگ لگادی آگ کے شعلے حضرت امیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تک پہنچکر بجھ گئے اور اس مقدس عمارت کو کچھ نقصان نہ پہنچا یہ واقعہ ۸۹۲ھ ہجری میں رونما ہوا اور اس جنگ کے مقتولوں کی تعداد دس ہزار شمار کی گئی سید محمد بن حسین گدائی نام ایک شخص کے مکان میں پوشیدہ ہوگئے۔ سادات کے حریف دیوانخانے میں جمع ہوکر بادشاہ کے سلام کیلئے حاضر ہوئے اہل شہر نے بادشاہ پر قابو حاصل کرکے سید علی خاں کو مع دیگر سادات کے کشمیر سے خارج البلد کردیا۔ پیر سلام بھی بادشاہ سے رخصت ہوا۔ اہل کشمیر میں ہر شخص امیری کا دعویدار تھا چند ہی روز میں ان کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی اور کارخانۂ شاہی بے رونق ہوگیا۔ فتح خاں بن ادہم خاں تاتار خان لودی کی وفات کے بعد جالندھر روانہ ہوکر ملک موروثی پر قبضہ کرنے کے لئے راجوری مقیم تھا۔ انقلاب پسند اشخاص گروہ کے گروہ اس کے پاس پہنچنے لگے اور شاہزادہ سے وعدہ ہائے آیندہ کے علاوہ انعام واکرام بھی حاصل کرنے لگے۔ شاہزادہ فتح خاں کو امید تھی کہ سب سے پہلے جہانگیر ماکری اس کے پاس آئے گا لیکن جہانگیر محض اس خوف سے کہ اس کے مخالفین شاہزادہ کے پاس پہنچ چکے ہیں فتح خاں کی

خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ جہانگیر نے محمد شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور میدان
کرسوار میں خیمے نصب کرائے۔ فتح خاں بھی ہیرہ پور سے گزرتا ہوا
اودن پور کے نواح میں پہنچا اور پانی کے چشمہ پر قابض ہو کر
محمد شاہ کے مقابلہ میں خیمہ زن ہوا۔ طرفین سے صفیں درست ہوئیں اور
معرکۂ کارزار گرم ہوا سب سے پہلے فتح خاں کو غلبہ ہوا اور قریب تھا کہ
اس کا لشکر پریشان ہو جائے لیکن جہانگیر ماکری نے پائے ثبات مضبوط
کیا اور فتح خاں کے پچاس نامی جوان تہ تیغ کئے۔ فتح خاں کو شکست ہوئی
اور قریب تھا کہ شاہزادہ جہانگیر ماکری کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے کہ
ایک دغا باز نے خبر دروغ مشہور کی کہ سلطان محمد شاہ دشمنوں کا مقید ہو گیا
جہانگیر نے پریشان خاطر ہو کر فتح خاں کے تعاقب سے ہاتھ اٹھایا سلطان
اس فتح کے بعد کشمیر پہنچا اور ملک پاربہت کو فتح خاں کی جاگیر تاراج
کرنے کے لئے روانہ کیا۔ فتح خاں کشمیر کے ایک موضع بہرام کلیہ میں مقیم
ہوا اور ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کر کے کشمیر فتح کرنے میدان جنگ
میں آیا۔ جہانگیر ماکری ایک انبوہ کثیر ساتھ لے کر اس کے مقابلہ کے لئے
آیا۔ ناکام کے ایک موضع کھواکہ کے میدان میں داخل ہوا۔ فتح خاں کا
خدمتگار موقع پاکر شہر میں داخل ہوا اور اس نے سیفی اور انگری وغیرہ
امیروں کو جو نظر بند تھے قید سے نجات دی جہانگیر ماکری سیفی اور رانگری
کے رہا ہو جانے سے بیحد رنجیدہ ہوا اور ارادہ کیا کہ فتح خاں سے صلح کرے
جہانگیر ماکری نے راجہ راجوری کو جس کی امداد کے لئے فتح خاں آیا ہوا تھا
پیغام دیا کہ راجہ فتح خاں کے لشکر میں اختلاف پیدا کرے جہانگیر ماکری
اپنے ارادے میں کامیاب ہوا اور اس نے راجہ راجوری کے ساتھ
اتفاق کر کے فتح خاں کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اس کا تعاقب کیا فتح خاں
جموں پہنچا اور اس ملک کو فتح کر کے بہت بڑی جمعیت بہم پہنچائی اور دوبارہ
کشمیر تسخیر کرنے کے لئے دھاوا کیا جہانگیر ماکری نے خارج البلد سادات کو
تسلی و دلاسا دیکر دوبارہ طلب کیا۔ بادشاہ اور فتح خاں کے درمیان

خونریز جنگ ہوئی۔ سیفی وانکری فتح خاں کی طرف سے مردانہ وار لڑے اور
اور بادشاہ کی جانب سے سادات نے داد شجاعت دی جن میں سے ایک
گروہ معرکۂ کارزار میں کام آیا۔ جس قدر سید کہ اس معرکہ سے زندہ بچے
بادشاہ اور جہانگیر دونوں شاہ وزیر کے محل اعتماد ہوگئے فتح خاں کو اس
مرتبہ بھی شکست ہوئی اور اس نے راہ فرار اختیار کی فتح خاں نے بارسوم
لشکر جمع کیا اور کشمیر پر حملہ آور ہوا اس معرکے میں فتح خاں نے اپنے نام
کا ثمرہ پایا اور محمد شاہ یکہ وتنہا میدان جنگ سے بھاگا جہانگیر ماکری
زخمی ہوکر گوشۂ گمنامی میں پنہاں ہوا اور سید محمدؐ بن سید حسن فتح خاں کی
بارگاہ میں حاضر ہوگئے چند روز کے بعد محمدؐ شاہ کو زمینداروں نے
گرفتار کرکے فتح خاں کے سپرد کیا۔ محمدؐ شاہ نے دس سال سات ماہ حکومت
کی تھی کہ خاک نشین ہوا۔ فتح خاں نے محمد شاہ کو اپنے بھائیوں کے ہمراہ
دیوان خانہ میں مقید کیا اور خورد نوش ونیز دیگر ضروریات زندگی کا بہترین
انتظام کر دیا اور سیفی وانکری فتح خاں کے خاص مصاحب ومشیر ہوئے۔

فتح شاہ بن آدم خاں کا بار اول بادشاہ ہونا۔

فتح خاں بن آدم خاں نے ۸۶۲ھ میں فتح شاہ کے خطاب سے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ فتح شاہ نے سلطنت کے تمام اہم کام سیفی وانکری کے سپرد کئے۔ اسی زمانہ میں شاہ قاسم انوار بن سید محمدؐ نوربخش کے ایک مرید مسمی میر شمس
عراق سے کشمیر وارد ہوئے اور یہاں آکر مرجع خلایق بن گئے انکے رشد کا بازار
ایسا گرم ہوا کہ املاک ومعابد بوہرہ وغیرہ کے تمام اوقاف کی تولیت
انھیں کے مریدوں کے سپرد کر دی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں
کی عبادت گاہوں کو مسمار کرتے تھے اور کوئی ان سے بازپرس کرنے والا
نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے
کل افراد میر شمس کے مرید ہوگئے ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں
میر شمس کا مذہب جو دراصل شیعی تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے
اثر سے کشمیر کے اکثر باشندے صوفی پرست ہوکر شیعہ ہوگئے جو لوگ کہ

جاہل اور میر شمس کے رموز سمجھنے سے قاصر تھے وہ مرشد کے دنیا سے رحلت کرتے ہی ملحد ہو گئے۔ ملک کا یہ حال دیکھکر امیروں میں باہمی نزاع ہوئی اور عین دیوان خانہ میں ارکین سلطنت نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ ملک اچھے اور زینا نے جو فتح شاہ کے نامی امیر تھے محمد شاہ کو قید سے آزاد کیا اور بارہ مولہ وارد ہوئے۔ ان امیروں نے محمد شاہ میں صلاحیت نہ پائی اور اپنے فعل پر نادم ہوئے اور ارادہ کیا کہ محمد شاہ کو دوبارہ گرفتار کر کے فتح شاہ کے سپرد کر دیں محمد شاہ کو ان امیروں کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی اور ایک رات کسی طرف فراری ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد فتح شاہ نے ملک کشمیر کو اپنے اور ملک اچھے اور زینا کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے ملک اچھے کو وزیر مطلق اور شنکر زینا کو دیوان کل مقرر کیا ملک اچھے مقدمات کے فیصل کرنے میں بڑا نکتہ رس اور صاحب فہم تھا چنانچہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو شخص ایک باریک ریشم کی پیچک کے لئے جھگڑا کر رہے تھے اور ہر شخص اس پیچک کا دعویدار تھا۔ مقدمہ ملک اچھے کے روبرو پیش ہوا ملک اچھے نے دریافت کیا کہ پیچک کو سر انگشت پر لپیٹا ہے یا کسی کپڑے پر اصل مالک نے سر انگشت کا اور جھوٹے دعویدار نے کپڑے کا حوالہ دیا۔ ملک اچھے کے حکم سے پیچک کھولی گئی اور معلوم ہو گیا کہ پیچک سر انگشت پر لپیٹی گئی ہے۔ فتح شاہ نے مدت دراز تک حکومت کی ایک زمانہ کے بعد ابراہیم پسر جہانگیر ماکری نے جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا محمد شاہ سے ملاقات کی اور اس کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان کوہاسولہ کے نواح میں جنگ عظیم ہوئی اور فتح شاہ حریف سے مغلوب ہو کر بھیرہ پور کی راہ سے ہندوستان فراری ہوا کہتے ہیں کہ فتح شاہ نو سال حکومت کر کے کوچ کر گیا ہوا۔

محمد شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا۔

محمد شاہ نے بار دوم عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ابراہیم ماکری کو اپنا وزیر مطلق بنایا۔ محمد شاہ نے سکندر خاں کو جو سلطان شہاب الدین کی نسل سے تھا ولی عہد مقرر کیا۔

ابراہیم ماکری کے بیٹوں نے ملک اچھے کو جو ان کی نگرانی میں مقید تھا قتل کر دیا۔ فتح شاہ نے چند روز کے بعد جمعیت عظیم فراہم کر کے کشمیر پر دھاوا کیا۔ محمد شاہ تاب مقابلہ نہ لا سکا اور نو ماہ نو روز حکومت کر کے آوارہ وطن ہوا۔

فتح شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا۔

فتح شاہ نے دوبارہ کشمیر کے تخت حکومت پر جلوس کیا۔ جہانگیر بدری وزیر مطلق اور شنکر زینا دیوان کل مقرر کئے گئے فتح شاہ نے عدل وانصاف کے ساتھ حکمرانی کی محمد شاہ شکست خوردہ سکندر شاہ لودی بادشاہ دہلی کی خدمت میں حاضر ہو سکندر شاہ نے ایک بہت بڑا لشکر اس کی امداد کے لئے ساتھ کیا جہانگیر بدرہ فتح شاہ سے کبیدہ ہو کر محمد شاہ سے مل گیا اور راجوری کے راستہ سے کشمیر پر دھاوا کرایا۔ فتح شاہ نے جہانگیر ماکری کو افسر لشکر بنا کر محمد شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا فتح شاہ کو شکست ہوئی اور جہانگیر ماکری مع اپنے فرزند کے میدان جنگ میں کام آیا۔ علی شاہ بیگ وغیرہ نامی فتح شاہی امیر محمد شاہ کے بہی خواہوں میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے ناچار تخت سلطنت کو ترک کر کے ہندوستان کی راہ لی اور وہیں فوت ہوا فتح شاہ نے بار دوم ایک سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

محمد شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا۔

روایت ہے کہ اس دفعہ جب محمد شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو ملک میں شادیانے بجے اور فتح شاہ کا نامی امیر شنکر زینا قید کر دیا گیا۔ محمد شاہ نے ملک کاچی چک کو جو فراست اور عقلمندی میں مشہور ومعروف تھا وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ ملک کاچی بھی مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ید طولی رکھتا تھا چنانچہ یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں بیصبری کر کے دوسرا عقد کر لیا۔ یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول ودوم کے درمیان مناقشہ ہوا مقدمہ ملک اچھے کی روبرو پیش کیا گیا۔ فریقین میں سے کوئی شخص بھی اپنے دعوی پہ شہادت کا ئل نہ لا سکا اور فیصلہ بیحد مشکل نظر آیا۔

ملک کاچی نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے اور یہ شخص جو تیرے شوہر اول ہونے کا دعوی کرتا ہے دروغ گو ہے ۔ آگے اور تھوڑا پانی اس دوات میں ڈال تاکہ میں اسی سیاہی سے تیرے حق میں مقدمے کا فیصلہ تحریر کردوں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے بہ قدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا ملک اچھے نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا عورت نے دوبارہ اسقدر قلیل پانی دوات میں ڈالا جس کی آمیزش سے روشنائی پھیکی نہ ہونے پائے اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ۔ ملک اچھے نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط و دور اندیشی سے ثابت ہوگیا کہ یہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے ۔ عورت نے خود بھی اس فیصلے کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ طے ہوگیا ۔

محمد شاہ نے اپنے استقلال کے بعد سبقی وانکری وغیرہ امراے ۔ فتح شاہی کو سزا دیا شنکر زینا اپنی طبعی موت سے فوت ہوا ۔ فتح شاہ کی نعش اس کی ملازم ۹۲۲ ہجری میں ہندوستان سے کشمیر لائے اور محمد شاہ جنازہ پر آیا اور فتح شاہ کو سلطان زین العابدین کے پہلو میں پیوند خاک کیا ۔ ملک کاچی نے چک سے ابراہیم ماکری کو نظر بند کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے فرزند ابدال ماکری نے سکندر خاں بن فتح شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے کشمیر میں اپنے ہمراہ لایا ۔ ملک کاچی چک ۹۲۱ ہجری میں نور پور (الور پور پرگنہ منگل پرگنہ) پرگنہ ماہیگل میں حریف سے معرکہ آرائی کرنے کے لئے میدان جنگ میں آیا ۔ سکندر خاں اس سے مقابلہ نہ کر سکا اور ناکام کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوا ۔ ملک کاچی نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور چند روز فریقین میں لڑائی کا بازار گرم رہا ۔ اسی دوران میں محمد شاہ کے باغی امرا سکندر خاں کے پاس آمد و رفت کرنے لگے ۔ ملک کاچی نے اپنے فرزند مسعود چک کو ان امیروں کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا ۔ سکندر خاں بے نیل مرام قلعے ناکام سے فراری ہوا ملک کاچی چک قلعہ میں داخل ہوا اور قوم ماکری کے افراد

پریشان ومضطر سکندر خاں کے نقش قدم پر روانہ ہوئے محمد شاہ خوش و خرم واپس آیا اور صاحب استقلال حکمراں ہوا۔ اسی اثنا میں بادشاہ کا مزاج دشمنوں کی بدگوئی سے ملک کاچی سے منحرف ہوگیا۔ ملک کاچی بادشاہ سے متوہم ہوکر راجوری چلا گیا اور اس نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ سکندر خاں جو محمد شاہ سے شکست کھا کر فراری ہوگیا تھا فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ کے مغل ملازمین کے ایک گروہ کے ساتھ آیا اور لوہر کوٹ پر قابض ہوگیا۔ ملک کاچی کا بھائی ملک یاری سکندر خاں کے ورود سے آگاہ ہوا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ سکندر خاں گرفتار ہوکر محمد شاہ کے حضور میں بھیج دیا گیا۔ بادشاہ اس بہی خواہی کی وجہ سے ملک کاچی سے صاف ہوگیا اور اسے دوبارہ وزیر سلطنت مقرر کیا۔ محمد شاہ نے سکندر خاں کو نابینا کرکے اطمینان حاصل کیا فتح شاہ کے فتنہ دار وگیر میں ابراہیم بن محمد شاہ بھی اپنے باپ کے ساتھ سلطان ابراہیم لودی کی خدمت میں دہلی گیا تھا۔ ابراہیم لودی نے محمد شاہ کو تو ایک جرار لشکر کے ہمراہ کشمیر پر دھاوا کرنے کی اجازت دی تھی لیکن اس کے فرزند ابراہیم کو اپنی بارگاہ میں رکھ لیا تھا۔ ابراہیم لودی کی شکست کے بعد ابراہیم کشمیری اپنے وطن واپس آیا۔ ملک کاچی چک بادشاہ سے سکندر خاں کے نابینا کر دینے کی وجہ سے ناراض تھا۔ کاچی نے اولاً تو امرائے شاہی کو طرح طرح کی تدبیروں سے نظر بند کیا اور اس کے بعد بادشاہ کو بھی مقید کرکے ابراہیم بن محمد شاہ کو فرمانروا تسلیم کیا۔ محمد شاہ نے اس مرتبہ گیارہ برس گیارہ روز حکومت کی۔

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ۔

ابراہیم شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ملک کاچی چک بدستور سابق وزیر سلطنت رہا۔ ابدال ماکری بن ابراہیم ماکری جو ملک کاچی چک سے تنگ آکر ہندوستان چلا آیا تھا اس زمانے میں فردوس مکانی ظہیر الدین بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ دشمنوں سے پریشان ہوکر بادشاہ کی بارگاہ میں پناہ لینے آتا ہوں اگر بادشاہ

تھوڑی توجہ فرمائیں اور فدوی کو لشکر و سپاہ سے مدد دیں تو میں نہایت آسانی سے کشمیر کو فتح کر کے اس ملک کو بھی قلمرو سلطانی میں داخل کر لوں گا فردوس مکانی نے ابدال ماکری کے حسن صورت و سیرت کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ سبحان اللہ جنگل میں بھی انسان رہتے ہیں بابر بادشاہ نے ابدال ماکری کو خلعت و اسپ سے سرفراز فرما کر جرار لشکر اس کے ہمراہ کیا اور شیخ علی بیگ و محمود خاں کو اس لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ ابدال کو یہ معلوم تھا کہ اہل کشمیر مغلوں سے اظہار نفرت کریں گے اس نے مصلحتہً نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کو کشمیر کا فرمانروا تسلیم کر کے قدم آگے بڑھایا۔ ابدال ماکری نواح کشمیر میں پہنچا اور ملک کاچی چک نے ابراہیم شاہ کو اپنے ہمراہ لیا اور پرگنہ بانکل کے ایک موضع سلاح نام میں قیام پذیر ہوا۔ ابدال ماکری نے کاچی چک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھا اور اس کی امداد لے کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ غازی کے جاہ و حشمت کا یہ عالم ہے کہ اس نے ابراہیم لودی کے سے فرمانروا کو جو پانچ لاکھ سواروں کا بادشاہ تھا خاک و خون میں ملا دیا ہے۔ تمھاری خیریت اسی میں ہے کہ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی کا غاشیۂ اطاعت کاندھے پر رکھو اور اگر بدنصیبی سے یہ امر تمھیں منظور نہیں ہے تو جلد میدان جنگ میں آؤ اس لئے کہ اب کاہلی و تاخیر کا موقع نہیں ہے۔ ملک کاچی چک سید ابراہیم خاں۔ شیر ملک اور ملک تازی کو تین فوجوں کا سردار بنا کر جنگ کے لئے میدان میں آیا۔ طرفین سے عظیم الشان لڑائی ہوئی اور بے شمار اشخاص تلوار کے گھاٹ اتارے گئے ابراہیم شاہ کے نامی امیروں میں ملک تازی اور شیر ملک جن میں سے ہر ایک نہایت بلند مرتبہ امیر تھا میدان جنگ میں کام آ گئے۔ ملک کاچی پریشان ہو کر شہر سے مفرور ہو گیا اور چونکہ شہر میں قیام نہ کر سکا اس لئے کوہستان کی طرف بھاگا ابراہیم شاہ کی بابت کچھ پتا نہیں چلتا کہ اس مرتبہ خاک نشین ہو کر کدھر اور کہاں آوارہ وطن ہوا۔

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ کی حکومت! نازک شاہ نے جد و پدر کے بعد کشمیر کے

تخت حکومت پر جلوس کیا ۔ اہل کشمیر مغلوں سے بیحد خوفزدہ ہو رہے تھے نازک شاہ نے پریشان رعایا کو تسلی دی اور ملک کے باشندوں نے نازک شاہ کے جلوس سلطنت میں حد سے زیادہ اظہار شادمانی کیا اہل کشمیر نے شہر سے نکل کر نوشہر میں جو قدیم زمانہ سے شاہان کشمیر کا تختگاہ تھا قیام کیا ۔ بادشاہ نے ابدال ماگری کو وزارت و وکالت کا عہدہ عطا کیا ۔ ابدال ماگری جبل نگری تک ملک کاچی کا تعاقب کر کے واپس آیا بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ ملک کاچی کا گرفتار کرنا مشکل ہے اس نے اس ملک کی تقسیم پر توجہ کی ۔ خالصہ کے تعین کرنیکے بعد ملک چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ ابدال ماگری اور ایک دوسرا شیخ میر علی کو عطا ہوا اور دو حصے فوج کے مصارف کے لئے مخصوص کئے گئے ۔ نازک شاہ نے بابر بادشاہ کے ملازموں کو بے شمار تحائف و ہدیوں کے ساتھ ہندوستان جانے کی اجازت دی اور عتاب آمیز فرمان ملک کاچی چک کے نام روانہ کر کے محمد شاہ کو اس نے طلب کیا شیخ میر علی روانہ ہوا اور محمد شاہ کو قلعۂ لوہر کوٹ سے آزاد کر کے معزول بادشاہ کے ہمراہ کشمیر واپس آیا ملک کاچی چک کو شہر میں آنے کی اجازت نہ ہوئی اور محمد شاہ نے چوتھی مرتبہ تخت پر جلوس کیا ۔

محمد شاہ کا بار چہارم بادشاہ ہونا ۔ محمد شاہ نے تخت حکومت پر قدم رکھا اور نازک شاہ کو جو اکیس سال آٹھ ماہ حکومت کر چکا تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا ۔ اسی سال فردوس مکانی بابر بادشاہ نے رحلت فرمائی اور جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا ۔ محمد شاہ نے ایک سال حکومت کی اور ملک کاچی چک جو کوہستان میں پناہ گزیں ہوا تھا ایک جمعیت کثیر کے ساتھ کھرار (کھکا برگن) کے نواح میں مقیم ہوا ابدال ماگری نے اس کا مقابلہ کیا ملک کاچی فراری ہو کر بھیرہ میں وارد ہوا ۔ اس زمانے میں کامراں مرزا ملک پنجاب کا حاکم تھا ۔ شیخ علی بیگ و محمد خان مغل نے جو ابدال ماگری کی اجازت کے بغیر واپس آئے تھے کامراں میرزا سے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو کشمیر کے تمام حالات سے

اطلاع ہے اگر آپ تھوڑی توجہ فرمائیں تو اس ملک کا فتح کرنا بیحد آسان ہے کامران میرزا نے محرم بیگ کو سردار لشکر بنا کر ان امیروں کے ہمراہ جو کشمیر سے واپس آئے تھے اس مہم پر روانہ کیا۔ مغلوں کا لشکر کشمیر پہنچا اور اہل کشمیر خوف وہراس کی وجہ سے اپنا تمام اسباب گھروں میں چھوڑ کر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ مغل لشکر نے شہر کو تاراج کر کے آگ لگا دی بعض اہل کشمیر جو کوہستان سے مغلوں سے جنگ کرنے آئے تھے معرکۂ کارزار میں کام آئے۔ ابدال ماکری کا پہلے یہ خیال تھا کہ ملک کاچی چک مغل لشکر کے ہمراہ آیا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ کاچی چک لشکر میں نہیں ہے تو اظہار اتحاد و یگانگی کر کے اس کو مع اس کے فرزندوں کے طلب کیا اور آپس میں عہد و پیمان کر کے اسے اپنا مددگار کر لیا۔ یہ اتحاد اہل کشمیر کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر ہمت باندھ کر مغلوں کو پسپا کر دیا۔

۹۳۹ ہجری میں سلطان سعید شاہ بادشاہ کاشغر نے اپنے فرزند شاہزادہ سکندر خاں کو میرزا حیدر ترک اور بارہ ہزار سواروں کے ہمراہ تبت و لار کے راستے سے کشمیر فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اہل کشمیر کاشغری لشکر کی قوت و شجاعت کا شہرہ سنکر بلا جنگ آزمائی کے شہر کو خالی کر کے کوہستان میں پناہ گزیں ہوئے۔ اہل کاشغر شہر میں داخل ہوئے اور انھوں نے شاہان سابق کی عالیشان عمارات کو زمین کے برابر کر کے شہر میں آگ لگا دی۔ اہل کاشغر شہر کے تمام دفینوں اور خزانوں پر قابض ہوئے اور ہر اہل لشکر دولت مند ہو گیا۔ اہل کشمیر میں سے جو شخص کہ جہاں پنہاں ہوتا اس کو اسی جگہ قتل و اسیر کرتے غرضکہ تین ماہ تک اہل کشمیر ہنگامہ برپا رہا۔ ملک کاچی چک، ملک ابدال ماکری اور دوسرے نامی سردار چلدرہ میں جا کر پناہ گزیں ہوئے لیکن جب یہاں کا قیام بھی خلاف مصلحت سمجھے تو بارہ مولہ میں قیام پذیر ہوئے اور کبھی کبھی کوہستان میں چھپ کر اپنی جان بچاتے تھے۔ یہ امیر بارہ کے راستے سے کوہستان کے

نیچے اترے اور مغلوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے عظیم الشان جنگ فریقین میں ہوئی اور اہل کشمیر میں ملک علی میر حسن شیخ میر علی اور میر کمال معرکۂ کارزار میں کام آئے اہل کاشغر میں بھی ایک کثیر گروہ قتل ہوا۔ اہل کشمیر قریب تھا کہ معرکہ کارزار سے فراری ہوں لیکن ملک کاچی چک و ابدال ماکری نے مردانگی کے جوہر دکھائے اور اہل کشمیر کے ایک دوسرے گروہ کو جنگ آزمائی کی ترغیب دی۔ طرفین سے بے شمار سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور چند جسم بے سر زمین سے اٹھے اور تھوڑی دیر متحرک رہنے کے بعد ٹھنڈے ہو گئے اس عجیب منظر کی وجہ سابقاً مذکور ہو چکی۔ صبح سے شام تک جنگ جاری رہی رات کی سیاہی پھیلی اور طرفین نے اپنے اپنے حریف کی قوت کا اندازہ کر کے اپنے فرودگاہ میں قیام کیا۔ دونوں فریق اب جنگ سے خستہ و ماندہ ہو گئے اور صلح پر مائل ہوئے کہ اہل کاشغر نے صوف و سقرلاط و دیگر تحائف محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے جدید رشتہ بندی کی سلسلہ جنبانی کی۔ محمد شاہ نے بھی ملک کاچی و ملک ابدال کے مشورہ سے صلح نامہ تحریر کیا اور عہد نامۂ مذکور ولایت کشمیر کے نادر الوجود تحائف کے ہمراہ اہل کاشغر کے پاس پہنچا۔ باہم یہ طے پایا کہ محمد شاہ کی دختر شاہزادہ سکندر خان کے حبالۂ عقد میں دی جائے اور کشمیر کے قیدی رہا کر دئے جائیں۔ صلح نامہ کے شرائط مکمل ہوئے اور اہل کاشغر اپنے وطن واپس گئے۔ اس فتنہ و ادوگیر سے جو پریشانی کہ ملک کشمیر میں پیدا ہوئی تھی وہ امن و امان کے ساتھ مبدل ہو گئی اسی سال یعنی سنہ ۹۳۰ ہجری دو دمدار ستارے نمودار ہوئے اور ملک میں عظیم الشان قحط نمودار ہوا۔ خلق خدا کی جانیں اس قحط میں تلف ہوئیں اور اکثر اہل کشمیر دور دراز ممالک میں جلا وطن ہو گئے اور قتل عام کا خیال اس غضب کے سامنے گوشۂ خاطر سے فراموش ہو گیا۔ فصل میوہ کا زمانہ آیا اور ملک میں تھوڑی رفاہ و امن پیدا ہوئی۔ اسی اثناء میں ملک کاچی چک اور ابدال ماکری کے درمیان پھر رنجش پیدا ہوئی۔ ملک کاچی چک نے

شہر کو چھوڑ کر زین پور میں قیام اختیار کیا اور ملک ابدال ماکری وزیر سلطنت مقرر ہوا ۔ اس حکومت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکام و عمال نے جبر و ظلم شروع کیا اور داد خواہی کا دروازہ بند ہو گیا ۔ چند روز کے بعد محمد شاہ کو تپ محرقہ عارض ہوئی اور بادشاہ نے تمام نقد و دولت راہ خدا میں تقسیم کر کے وفات پائی ۔ محمد شاہ نے مجموعی حیثیت سے پچاس سال حکومت کی ۔

شمس الدین ابراہیم شاہ بن سلطان محمد شاہ

محمد شاہ کی وفات کے بعد بہ ظاہر تو اس کا فرزند تخت حکومت پر بیٹھا لیکن حقیقت میں ملک کاچی چک و ابدال ماکری حکمراں ہوئے ۔ بادشاہ نے وزراء کے مشورے سے تمام ملک امیروں میں تقسیم کیا ۔ اہل کشمیر ابراہیم شاہ کی تاج پوشی سے بے حد خوش ہوئے ۔ ملک کاچی چک و ابدال ماکری میں رنجش پیدا ہوئی اور کاچی چک بادشاہ کے ہمراہ ابدال ماکری کو تباہ کرنے کے لئے کوہستان کی طرف روانہ ہوا ۔ ملک ابدال ماکری بھی بڑے کر و فر کے ساتھ حریف کے مقابلہ میں آیا لیکن ان ہر دو امرا میں صلح ہو گئی اور ملک ابدال ماکری اپنی جاگیر یعنی پرگنہ کمراج کو روانہ ہوا اور بادشاہ و ملک کاچی چک سری نگر واپس آئے ۔ چند روز کے بعد ابدال ماکری کے سر میں پھر سودا سمایا اور اس نے فساد برپا کر کے کمراج میں فتنہ پھیلایا لیکن اس مرتبہ بھی آسانی سے فتنہ فرو ہو گیا ۔ مورخ فرشتہ کو ابراہیم شاہ کے حالات کا اس سے زیادہ پتہ نہیں چلا اور نہ اس کی مدت حکومت کا کچھ علم ہوا ۔

نازک شاہ کا بار دوم بادشاہ ہونا

نازک شاہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت حکومت پر قدم رکھا ۔ اس بادشاہ کی حکمرانی کو پانچ یا چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ مرزا حیدر ترک نے غلبہ حاصل کر کے ملک پر قبضہ کر لیا ۔ مرزا حیدر کے عہد حکومت میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں کا خطبہ و سکہ جاری ہوا ۔

مرزا حیدر ترک کا کشمیر پر قابض ہونا

سنہ ۹۴۶ ہجری میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں شیر شاہ افغان سے مغلوب ہو کر لاہور تشریف لائے ملک ابدال ماکری و زنگی چک و دیگر اعیان کشمیر نے عرائض

میرزا حیدر ترک کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر کے کشمیر فتح کرنے کی ترغیب دی ۔ جنت آشیانی نے میرزا حیدر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی اجازت دی اور اس کے بعد خود روانگی کا ارادہ کیا ۔ میرزا حیدر ترک بھیرہ پہنچا اور ملک ابدال ماکری اور زنگی چک میرزا سے آملے میرزا حیدر کے ہمراہ تین یا چار ہزار سواروں سے زیادہ کا مجمع نہ تھا ۔ میرزا حیدر راجوری پہنچا اور ملک اچھے چک تین یا چار ہزار سواروں اور پچاس ہزار پیادوں کی جمعیت سے درہ کرل پر مقیم ہوا اور اس نے مورچل تقسیم کر دیا ۔ میرزا حیدر ترک نے یہ راہ ترک کیا اور راہ پیچ (پنج برگنہ) کو روانہ ہوا ملک اچھے چک نے غرور و تکبر میں سرشار ہو کر اس راستہ کا کوئی خیال نہ کیا اور میرزا حیدر قصبہ کشمیر سے میدان میں نمودار ہو کر سری نگر پر قابض ہو گیا ۔ ابدال ماکری اور زنگی چک اپنی جگہ منتقل ہو گئے اور ان امیروں نے مہمات ملک کو اپنے ہاتھ میں لے کر چند پرگنے میرزا کی جاگیر میں مقرر کر دئے ۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ابدال ماکری کی زندگی کا خاتمہ ہوا لیکن اس نے اپنے فرزندوں کو آخر وقت میرزا حیدر کے سپرد کیا ۔ میرزا حیدر ترک کے تسلط کے بعد ملک اچھے چک شیر شاہ افغان کی بارگاہ میں آیا اور پانچ ہزار سوار حسین شروانی اور عادل خاں کے تحت اور دو فیل جنگی بطور امداد اپنے ہمراہ لے کر میرزا حیدر پر حملہ آور ہوا ۔ میرزا نے زنگی چک کے ہمراہ حریف کے دفعیہ پر کمر باندھا فریقین موضع دیا دیار و کوا (دھنج وگوا ۔ برگنہ) میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوئے میرزا حیدر کو فتح ہوئی ۔ شیر شاہی امیروں اور ملک اچھے کو شکست ہوئی اور ملک اچھے مقام بہرام (بہرم گولہ برگنہ) حکلہ میں قیام پذیر ہوا ۔ ملا محمد یوسف خطیب جامع مسجد سری نگر اس واقعہ کی تاریخ فتح اکمد ر نکالی ۔

سنہ ۹۵۰ ہجری میں میرزا حیدر ترک نے قلعہ اندر کوٹ میں سکونت اختیار کیا ۔ میرزا زنگی چک سے بدگمان ہوا اور زنگی چک نے ملک اچھے

کے دامن میں پناہ لی ۔ ملک اچھے اور زنگی چک نے میرزا حیدر کے استیصال پر کمر باندھی اور ۹۵۱ھ ہجری میں سری نگر پر حملہ آور ہوئے ۔ زنگی چک کا فرزند بہرام چک تمام شہروں پر قبضہ کرتا ہوا سری نگر پہنچ گیا ۔ میرزا حیدر نے بندگان کولہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو حریف کے مقابلے کے لئے روانہ کیا بہرام چک سری نگر سے مفرور ہوا اور زنگی بھی فرزند کی تقلید کر کے بہرام کلیہ واپس آیا ۔ میرزا حیدر ترک نے بندگان کولہ اور دوسرے سرداروں کو سری نگر میں چھوڑا اور خود ملک تبت فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا ۔ میرزا حیدر نے تبت کا ایک مشہور قلعہ لوشو نام مع دیگر شہروں کے فتح کیا ۹۵۲ھ ہجری میں ملک اچھے چک اور اس کے فرزند محمد چک نے مرض تپ میں علیل رہ کر وفات پائی میرزا حیدر نے اس سال اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی بسر کی ۔

۹۵۳ھ ہجری میں زنگی چک نے میرزا حیدر کے عمال سے جنگ کی اور معرکۂ کارزار میں کام آیا ۔ ترکی امیروں نے زنگی اور اس کے فرزند غازی چک کے سر میرزا حیدر کی خدمت میں روانہ کر دیئے ۹۵۴ھ ہجری میں ایک قاصد ملک کاشغر (کاشغر کے مفصل حالات حاشیہ نمبر ۹۳ میں ملاحظہ ہوں مترجم) سے آیا ۔ میرزا اپنے امرا کے ہمراہ ایلچی کے استقبال کے لئے قصبہ لار تک آیا ۔ خواجہ اوجہ پسر مسعود چک نے جو سات سال گجرات میں کارہائے نمایاں اس نواح میں سب پر غالب آ چکا تھا جان بزرگ میرزا (فرشتہ نے جان میرک میرزا لکھا ہے ترجمہ میں جو نام مذکور ہے وہ برگز کا انتخاب کردہ ہے اس نام کے متعلق حاشیہ میں مفصل بحث مذکور ہے ۔ مترجم) نے عہد و پیمان اور میرزا نے اس کو جان کی امان دی لیکن خواجہ اوجہ پسر مسعود چک (خواجہ بیرم پسر مسعود چک ۔ برگز) جان بزرگ کے دربار میں آیا اور جان بزرگ نے موقع سے خنجر نکال کر خواجہ کے شکم میں خنجر بھونک دیا ۔ خواجہ بیرم زخم خوردہ جنگل کی طرف بھاگا اور جان بزرگ نے اس کا تعاقب کر کے

تن سے سر جدا کیا اور سر کو خنجر پر علم کر کے میرزا حیدر کی خدمت میں اس امید پر آیا کہ میرزا اس خدمت سے خوش ہو گا۔ عیدی زینا نے مقتول کا سر دیکھ کر غضب آلود لہجے میں کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اس طرح کا دھوکہ دینا ہرگز روا نہیں ہے میرزا حیدر ترک نے اپنی لاعلمی کا بہ قسم اظہار کیا اور کشتوار (حاشیہ ملاحظہ ہو مترجم) کا رخ کیا۔ میرزا حیدر نے بندگان کو لہ محمد ماکری میرزا محمد اور بجھی زیبا کو ہراول لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور خود کشتوار کے قریب موضع جہاز پور میں مقیم ہوا۔ افسران ہراول نے شار لو سے دیوٹ تک کا فاصلہ جو تین روز کی راہ ہے صرف ایک دن میں طے کیا اور دریا کے کنارہ مقیم ہوئے۔ کشتوار کا لشکر دریا کے اس پار تھا اس لئے صرف تیر و تفنگ سے مقابلہ ہوتا رہا اور کوئی شخص بھی دریا کو عبور نہ کر سکا۔ دوسرے روز میرزا حیدر کے سپاہیوں نے راہ راست سے کنارہ کشی کیا اور ارادہ کیا کہ کشتوار میں وارد ہوں۔ میرزا کے امرا موضع دھار میں پہنچے لیکن باد تند چلنے لگی اور گرد و غبار کی وجہ سے آسمان تیرہ و تار ہو گیا اہل دھار نے حریف پر حملہ کیا اور امرائے حیدر ترک میں بندگان کو کہ مع پانچ دیگر امیروں کے قتل کیا گیا بقیہ سپاہی ہزاروں دقتوں کے ساتھ میرزا حیدر کے پاس پہنچے۔

۹۵۵ھ ہجری میرزا حیدر ترک نے موضع دھار سے کوچ کر کے تبت کا رخ کیا۔ میرزا راجوری پہنچا اور اس نے اس شہر کو کشمیریوں سے خالی کرا کے خود اس پر قبضہ کیا اور شہر کی حکومت محمد نظیر اور ناصر علی کے سپرد کر دیا۔ میرزا حیدر نے اسی طرح عبداللہ کو بکلی اور ملا قاسم کو تبت خورد کا حاکم مقرر کیا اور تبت کلاں کو بھی فتح کر کے ملا حسن نام ایک امیر کو اس شہر کا عامل مقرر کر دیا۔ ۹۵۶ھ ہجری میں میرزا حیدر ترک نے حصار دبیل پر دھاوا کیا۔ ادم ککھر نے میرزا حیدر سے ملاقات کیا اور ملک اچھے چک کے برادر زادہ مسمی دولت چک اور میرزا کے درمیان صلح و آشتی کی بنیاد ڈالی میرزا نے ادم ککھر کی التجا قبول کیا اور یہ ہر دو امیر

خیمہ میں قیام پذیر اور دولت چک کو طلب کیا ۔ دولت چک کے
خیال کے مطابق اس کی آؤ بھگت نہ ہوئی اور آزردہ ہو کر مجلس سے اٹھا
اور جو ہاتھی کہ نذر کے لئے لایا تھا ان کو اپنے ساتھ لے کر واپس ہوا ۔
میرزا کے ملازمین نے اس کا تعاقب کرنا چاہا ۔ میرزا حیدر نے اپنے ملازمین
کو منع کیا ۔ تھوڑے زمانے کے بعد میرزا حیدر تک کشمیر واپس آیا
دولت چک کو غازی خاں چک اور بہرام چک کے ہمراہ بہت خاں نیازی
کے پاس جو سلیم شاہ سور سے شکست کھا کر راجوری آیا ہوا تھا چلے آئے ۔
سلیم شاہ نیازیوں کی سرکوبی کے لئے ولایت نوشہرہ کے مشہور مقام
موضع مدوار میں وارد ہوا اور بہت خاں نیازی نے اپنے ایک معتبر امیر
مسمی سید خاں نیازی کو سلیم شاہ کے حضور میں روانہ کیا ۔ سید خاں سلیم شاہ
کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے صلح کی گفتگو شروع کی اور بہت خاں
کی ماں اور اس کے فرزند کو سلیم شاہ کے حضور میں لے آیا ۔ سلیم شاہ نے
مراجعت کی اور موضع بہیر میں جو سیالکوٹ کے نواح میں واقع ہے مقیم
ہوا ۔ اہل کشمیر نے ارادہ کیا کہ بہت خاں نیازی کو شہر میں لا کر بجائے
میرزا حیدر کے نیازی کو فرمانروائے کشمیر تسلیم کریں بہت خاں نیازی اس
امر کو اپنے لئے ممکن الوقوع نہ سمجھا اور ایک برہمن قاصد میرزا حیدر کی خدمت
میں روانہ کر کے اس سے صلح کا خواستگار ہوا ۔ میرزا نے بھی اس پیغام کا
جواب دیا اور بہت خاں نے کوچ کر کے موضع سینہ پا میں قیام کیا ۔
نیازی کا یہ فرودگاہ کشمیر کے علاقہ میں واقع ہے بہت خاں کے اس طرز عمل
سے اہل کشمیر اس سے جدا ہو کر سلیم شاہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور
غازی خاں چک نے میرزا حیدر کی رفاقت اختیار کی ۔
۹۵۷ھ ہجری میں میرزا حیدر نے ہر طرف سے مطمئن ہو کر میرزا
حیدر نے خواجہ شمس مغل کو قاصد بنا کر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا اور
کثیر المقدار زعفران بطور تحفہ کے بھیجا ۔ ۹۵۸ھ ہجری میں خواجہ شمس مغل
سلیم شاہ کے دربار سے واپس آیا اور اسی کے ہمراہ یٹین نام ایک قاصد

بیش قیمت تحائف کے سلیم شاہ کے پاس سے کشمیر میں وارد ہوا ۔ میرزا حیدر ترک نے شال اور کثیر المقدار زعفران قاصد کو عنایت کر کے اسے اپنے دربار سے رخصت کیا ۔ حیدر ترک نے میرزا قرابہادر (قران بہادر برگز) بھیرل کی حکومت عطا کیا اور اہل کشمیر میں سے عیدی زینا ۔ نازک شاہ حسین ماکری اور خواجہ حاجی کو قران بہادر کے ہمراہ کر دیا ۔ میرزا امیران بہادر اور کشمیری امرا اندر کوٹ سے کوچ کر کے بارہ مولہ میں مقیم ہوئے اور انھوں نے اس بہانے سے کہ مغل امیران کی عزت نہیں کرتے فتنہ انگیزی کا ارادہ کیا ۔ مغلوں نے اس امر کی میرزا حیدر ترک کو اطلاع دی میرزا حیدر نے اس طرف زیادہ توجہ نہ کی بلکہ یہ کہا کہ مغل قوم اہل کشمیر سے کم فتنہ انگیز نہیں ہے ۔ اسی اثناء میں حسین ماکری نے اپنے بھائی علی ماکری کو میرزا حیدر کے پاس روانہ کیا اور اسے اہل کشمیر کے غدر سے آگاہ کیا اور یہ التجا کی کہ اپنے لشکر کو واپس بلا لے ۔

۲۷ رمضان المبارک کو اندر کوٹ میں عظیم الشان آگ نمودار ہوئی جس سے ہزار ہا گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے ۔ میرزا قران بہادر اور بقیہ امیروں نے حیدر ترک کو ایک نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمارے مکانات آگ کی نذر ہو گئے اور ہم بے جان و مال ہو گئے ہیں اگر حکم ہو تو ہم واپس آکر اپنے مکانات درست کر کے سال آیندہ بھیرل کی مہم سر کریں ۔ میرزا حیدر ترک نے ان کی التجا پر توجہ نہ کی اور ان امیروں نے با دل ناخواستہ بھیرل کا رخ کیا ۔ عیدی زینا اور تمام اہل کشمیر نے اتفاق کر کے شب کے وقت مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بھیرل پہنچ گئے اور حسن ماکری و علی ماکری کو مغلوں سے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لے لیا تاکہ ان کو کوئی زخم نہ پہنچے ۔ صبح کے وقت اہل بھیرل سے جنگ ہوئی اور مغل مقرور ہو کر قلعہ بھیرل میں پوشیدہ ہو گئے ۔ اس جنگ میں اسّی مغل امیر قتل ہوئے اور محمد نظیر و قران بہادر گرفتار ہوئے بقیہ لشکر نے بہرام کلہ میں پناہ لی ۔ میرزا حیدر ترک اس خبر کو سنکر بیحد مغموم ہوا اور حکم دیا کہ چاندی کے

دینگ توڑ کر گلائے جائیں اور اسی نقرہ کے رائج الوقت سکے ڈھالے جائیں میرزا حیدر نے جہانگیر ماگری کو اپنا معتمد حاشیہ نشیں بنا کر حسین ماگری کی جاگیر اسے عطا کی حیدر زنترک نے اکثر اہل پیشہ کو گھوڑے اور خرچ دیکر لشکر میں داخل کیا اس خبر کے بعد ہی ایک دوسری اطلاع پہنچی کہ ملا عبد اللہ کشمیریوں کے خروج کی خبر سنکر مرزا حیدر کے خدمت میں آرہا تھا عبد اللہ بارمولہ پہنچا ہی تھا کہ اہل کشمیر نے اسپر حملہ کر کے اسے قتل کیا اور نیز یہ کہ خواجہ قاسم تبت خورد میں مقتول اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہو گیا ہے اہل کشمیر بہرام کلیہ سے کوچ کر کے بہیرہ پور میں جمع ہوئے ہیں۔ ان واقعات کو سنکر میرزا حیدر نے مجبوراً جنگ آزمائی کا ارادہ کر کے اندر کوٹ سے کوچ کیا۔ میرزا حیدر کے ہمراہ ہزار آدمی تھے۔ مغلوں میں عبد الرحمن۔ شاہزادہ خان میرک۔ منکہ خاں وجہ علی وغیرہ جنکی تعداد سات سو تھی میرزا حیدر کے ہمراہ شہاب الدین پور میں مقیم ہوئے۔ دولت خاں ومجازی خاں چاب صبح کے وقت عیدی زینا کے ہمراہ بہیرہ پور وارد ہوئے اور یہاں سے بھی کوچ کر کے موضع خان پور میں قیام پذیر ہوئے۔ میرزا حید رنترک نے موضع خالد کڑہ میں جو سری نگر کے جوار میں واقع ہے قیام کیا۔ فتح چک جس کا باپ بہرام چک مغلوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا تھا اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے تین ہزار سواروں کے ساتھ اندر کوٹ میں داخل ہوا اور اس نے میرزا کے تمام مکانات جو باغ صفا میں واقع تھے جلا دیا۔ میرزا حید رنترک نے یہ اخبار سنا اور کہا کہ مضائقہ نہیں ہے یہ عمارتیں کاشغر سے نہیں لایا تھا یہ مکانات دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں جہ علی نے شور پور کے تمام مکانات جو سلطان زین العابدین کے عہد میں تعمیر ہوئے تھے میرزا کے مکانات کے عوض میں آگ کے نذر کر دیئے اہل لشکر نے عیدی زینا اور نوروز چک کے تمام مکانات جو شہر میں واقع تھے جلا دیا لیکن خود میرزا اپنے امرا اور اہل لشکر کے اس طرز عمل سے خوش نہ ہوا۔ میرزا حیدر خان پور میں اقامت پذیر ہوا اور اہل کشمیر پر شبخون کا ارادہ کیا۔ میرزا نے اپنے برادر خسرد عبد الرحمن میرزا کو جو بیچد

متقی و پرہیزگار تھا اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام اہل لشکر سے بیعت لی
میرزا حیدر اس انتظام کے بعد شبخون کے ارادہ سے باہر نکلا۔ اتفاق سے
شب کو ابر سیاہ آسمان پر محیط ہوا۔ اہل لشکر خواجہ حاجی کے خیمے کے قریب پہنچے
یہ شخص میرزا کا وکیل اور بانی فساد تھا تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا
میرزا حیدر کا قورچی مسمی شاہ نظر نافل نے اس میں سے ایک تیر پھینکا
اور میرزا حیدر کی آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ تو نے غلطی کی ہیں فوراً
سمجھ گیا کہ تاریکی میں کوئی تیر میرزا کے خود لگ گیا یہ بھی منقول ہے کہ
ایک قصاب نے میرزا کی ران پر تیر مارا ایک دوسری روایت یہ ہے کہ
کمال کوکہ نے زخم شمشیر سے میرزا کو ہلاک کیا لیکن یہ آخر روایت صحیح نہیں ہے
اس لئے کہ میرزا کے جسم پر سوا تیر کے کسی دوسرے حربہ کا نشان زخم نہ تھا۔
صبح کو اہل کشمیر کے لشکر میں غل ہوا کہ ایک مغل مقتول زمین پر پڑا ہے خواجہ حاجی
اس زخمی کی بالین پر آیا اور دیکھا کہ میرزا حیدر خاک پر زخمی پڑا ہوا ہے خواجہ حاجی
نے میرزا کا سر اپنے زانو پر رکھا۔ میرزا میں تھوڑی جان باقی تھی اس نے
آنکھیں کھولیں اور فوراً ٹھنڈا ہو گیا مغل اندر کوٹ کی طرف بھاگے اہل
کشمیر نے میرزا کو پیوند خاک کیا اور مغلوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے
مغل اندر کوٹ میں حصار بند ہو کر تین روز برابر جنگ آزمائی کرتے رہے۔
چھٹے روز محمد خاں روجی نے تانبے کے سکے توپوں میں بھر کر توپوں کو
سر کرنا شروع کیا جس سے لوگ مقتول ہونے لگے۔ مسماۃ خانمی میرزا حیدر
کی زوجہ اور میرزا کی خواہر مسماۃ خانجی نے مغلوں سے کہا کہ جب میرزا حیدر
ہی دنیا سے چل بسا تو جنگ آزمائی سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ مغلوں سے
صلح کر لی جائے۔ مغلوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور امیر خاں معمار
کو صلح کے لئے اہل کشمیر کے پاس روانہ کیا۔ کشمیری بھی صلح پر راضی ہو گئے
اور ایک عہد نامہ لکھا جس میں بہ قسم اس امر کا اقرار کیا کہ مغلوں کو کسی طرح
کا آزار نہ پہنچائیں گے میرزا حیدر نے دس سال حکومت کی۔

نازک شاہ کا بار سوم بادشاہ ہونا

میرزا حیدر ترک کے قتل کے بعد قلعے کے

دروازے کھل گئے اور اہل کشمیر نے میرزا کے توشک خانہ میں داخل ہو کر انفیس بیش قیمت چیزوں کو غارت کرنا شروع کیا۔ میرزا کے اہل و عیال کو حسن ہند کی حویلی میں لا کر ملک کشمیر کو آپس میں تقسیم کیا۔ پرگنہ دیوسر پر دولت چک پرگنہ دیسی پر غازی خاں پرگنہ کھراج پر یوسف اور بہرام چک نے قبضہ کیا اور ایک لاکھ خروار شالی میرزا حیدر کے دکیل خواجہ حاجی کے لئے مقرر کئے گئے اس دور میں امرائے کشمیر عموماً اور خاصکر عیدی زینا نے غلبہ حاصل کیا ان امیروں نے برائے نام نازک شاہ کو بادشاہ بنایا لیکن حقیقت میں عیدی زینا حکمرانی کا ڈنکہ بجانے لگا۔ شنکر چک پسر اچھے چک کو کوئی جاگیر نہ ملی بہ خلاف اس کے غازی چک جو اپنے کو اچھے چک کا فرزند بتاتا تھا ایک حصہ جاگیر کا مالک تھا اس خیال کی بناء پر ۹۵۸ھ ہجری میں شنکر چک نے کشمیر سے باہر نکل جانے کا ارادہ کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شنکر چک درحقیقت اچھے چک کا فرزند تھا اور غازی خاں اگرچہ عوام میں اچھے چک کا فرزند مشہور تھا لیکن حقیقتاً اسے اس کی فرزندی سے کوئی تعلق نہ تھا اس لئے ملک اچھے چک نے جب اپنے برادر حسن چک کی زوجہ سے عقد کیا نکاح کے دو یا تین مہینے کے بعد اس عورت کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جو غازی خاں چک کے نام سے مشہور رہا۔ مختصر یہ کہ شنکر چک نے اسی کوفت کی بناء پر یہ ارادہ کیا کہ کشمیر سے نکل کر عیدی زینا کے پاس چلا جائے یہ خبر عام طور پر مشہور ہوئی اور دولت خاں چک و غازی خاں چک نے اسمٰعیل ہانث وغیرہ کو سو افراد کے ہمراہ شنکر چک کے لانے کے لئے روانہ کیا اور ان سے کہا کہ اگر وہ نہ آئے تو زبردستی واپس لائیں شنکر چک ان کے کہنے سے واپس نہ آیا اور عیدی زینا کے پاس چلا گیا۔ عیدی زینا نے امرائے کشمیر سے صلح کر لی اور پرگنہ کو تھار دیا اور وغیرہ شنکر چک کی جاگیر میں دیدیئے گئے اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔ اس زمانہ میں اہل کشمیر کے چار گروہ تھے اول عیدی زینا مع اپنے گروہ کے۔ دوم حسن ماکری مع اپنے حاشیہ نشینوں کے (۳) کپوری امراجن میں بہرام چک و یوسف وغیرہ تھے

(۴) کشمیری فرقہ چین کے سرگروہ غازی چک اچھے چک و دولت چک تھے۔ یحییٰ زینا نے اپنی بیٹی کا نکاح حسین خاں ولد ملک اچھے چک سے کر دیا اور دولت چک کی دختر محمد ماکری ولد ابدال ماکری کے حبالۂ عقد میں آئی اور یوسف چک کی بہن غازی خاں چک کی ازواج داخل ہوئی ان جدید قرابتوں سے چک فرقہ کی قوت میں اضافہ اور اس قبیلہ کے افراد باہم متفق ہو کر ادھر اُدھر منتشر ہوئے غازی خاں چک نے گجراج میں دولت چک نے شورپور اور ماکریوں نے باکل میں قیام کیا۔ عیدی زینا اس انقلاب کو دیکھکر بیحد مغموم سری نگر میں دم بخود تھا اور دشمنوں کے استیصال کی تدابیر سوچتا رہا۔ اسی اثناء میں باد بجال کا موسم آگیا اور عیدی زینا نے حکم دیا کہ مرغ و بادنجاں کو کشمیریوں کی مرغوب غذا تھی ایک ساتھ پکائیں۔ بہرام چک سید ابراہیم و سید یعقوب تو عیدی زینا کی دعوت میں آئے لیکن یوسف چک نہ آیا عیدی زینا نے ہر سہ مہمانوں کو پا بہ زنجیر کر دیا۔ یوسف چک اس واقعے کی خبر پاتے ہی تین سو سواروں اور سات سو پیادوں کے ہمراہ دولت چک کے پاس گجراج چلا گیا۔ عیدی زینا کو جب معلوم ہوا کہ اہل کشمیر فرقہ چک سے مل گئے تو اس نے مغل سرداروں میں سے میرزا امیراں بہادر میرزا عبدالرحمٰن میرزا خامیرک و میرزا بکلہ مغل و میر شاہ و شاہزادہ بہگ میرزا و محمد نظیر وجیر علی وغیرہ کو زندان سے رہا کیا اور ان امیروں کی خاطر و مدارات کر کے ہر ایک کو گھوڑے اور اخراجات کی فراہمی سے مطمئن کر کے موضع چک پور میں قیام پذیر ہوا اسی درمیان میں سید یعقوب اور سید ابراہیم مع اپنے نگہبان کے مفرور ہو کر گجراج پہنچے اور دولت چک سے جا ملے لیکن بہرام چک اپنی جگہ سے نہ ہل سکا دوسرے دن غازی خاں چک بیس ہزار سواروں کے ہمراہ سری نگر آیا اور عیدی زینا نے مغلوں کو اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا غازی خاں نے تمام پلوں کو خراب کر دیا اور اس طرح مغلوں کو بالکل بیکار کر دیا۔ اسی زمانے میں دولت چک بھی سری نگر پہنچکر غازی خاں سے آملا ان دونوں امیروں نے عید گاہ میں قیام کیا اور فریقین میں برابر جنگ آزمائی کا سلسلہ جاری رہا۔ یا با خلیل عیدی زینا کے پاس آیا اور طالب صلح ہوا اور اس نے

کہا کہ یہ ہرگز مناسب نہ تھا کہ ہم مغلوں پر اعتبار کر کے اہل کشمیر کو اپنے گوشۂ دل سے فراموش کر دیں غرضکہ بابا خلیل کی چرب زبانی سے صلح ہوگئی اور مغل اپنے اہل وعیال کے ساتھ رخصت کر دئیے گئے۔ مسماۃ خانجی خاتون خواہر میرزا حیدر ریگلی کے راستے سے کابل اور خانم خاتون کاشغر روانہ ہوگئی۔ اس واقعے کے بعد بھی یہ معلوم ہوا کہ بہیت خاں سعید خاں اور شہباز خاں وغیرہ نیازی امرا کشمیر فتح کرنے کے لئے آرہے ہیں اور پرگنہ پتھال میں پہنچکر کوہ نون میں قیام پذیر ہوئے ہیں۔ عیدی زینا و حسین ماکری و بہرام چک و دولت چک و یوسف چک سبھوں نے باہم اتفاق کر کے نیازیوں کے بالمقابل صف آرائی کی بہیت خاں نیازی کی زوجہ بی بی رابعہ نے بھی مردانہ وار جنگ کی اور علی چک پر تلوار چلائی لیکن آخر کار بہیت خاں۔ سید خاں اور بی بی رابعہ سب کے سب اس جنگ میں کام آئے اور اہل کشمیر کامیاب و بامراد واپس ہوئے امرائے کشمیر نے مقتولوں کے سر سلیم شاہ سور کے پاس روانہ کرا دئیے۔ اس واقعے کے بعد خود امرائے کشمیر میں عداوت پیدا ہوئی ان امیروں کے دو گروہ ہوگئے۔ عیدی زینا فتح چک لوہر ماکری یوسف چک بہرام چک اور ابراہیم چک وغیرہ امرا نے خاکدہ میں قیام کیا اور دولت چک غازی چک حسین ماکری اور سید ابراہیم وغیرہ عیدگاہ میں مقیم ہوئے۔ دو ماہ کامل اسی حالت میں گزر گئے اور یوسف چک اور فتح چک اور ابراہیم چک عیدی زینا سے جدا ہو کر دولت چک سے مل گئے دولت چک نے اپنے گروہ کے ساتھ عیدی زینا پر حملہ کیا اور عیدی زینا جنگ آزمائی کئے بغیر مفرور ہوا۔ عیدی زینا گھوڑے سے گرا اور دوسرے جانور پر سوار ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ جانور کے پانوں کی ٹھوکر اس کے سینہ پر لگی۔ عیدی زینا موضع سماک میں پنہاں ہوگیا اور وہیں اس نے وفات پائی اور اس کی لاش سری نگر میں بمقام موسی زینا پیوند خاک کی گئی۔ امرائے ملک کشمیر کے شاہ شطرنج نازک شاہ کو معزول کر کے خود سری کا دم بھرنے لگے۔

ابراہیم شاہ بن نازک شاہ

عیدی زینا کا قدم درمیان سے اُٹھتے ہی دولت چک تختگاہ کو واپس آیا اور مہمات سلطنت انجام دینے لگا۔ دولت چک نے محسوس کر لیا کہ بلا کسی شاہ شطرنج کے وہ بازی نہیں لے جا سکتا اس نے مجبوراً ابراہیم شاہ بن نازک شاہ کو برائے نام فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اسی زمانے میں میرزا حیدر ترک کا وکیل خواجہ حاجی جنگل سے نکل کر سلطان شاہ کی خدمت میں پہنچ گیا شمس زینا اور بہرام چک گرفتار کر کے نذر زندان کر دیئے گئے۔ عید الفطر کے روز دولت چک تیر اندازی میں مشغول ہوا پیادہ جو تیروں کو جمع کر رہا تھا گھوڑے کے دونوں پانوں کے درمیان میں آگیا جس کی وجہ سے گھوڑا چراغ پا ہوا اور دولت چک زمین پر گرا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

سنہ ۹۶۰ ہجری میں غازی خاں اور دولت چک میں عداوت پیدا ہوئی جس سے سارے ملک میں بدامنی پھیل گئی حسین ماکری و شمس زینا جو اس زمانہ میں ہندوستان میں تھے اور اوائل سنہ ۹۶۱ھ میں کشمیر آکر غازی خاں کے بہی خواہوں میں داخل ہو گئے اور یوسف چک اور بہرام چک کے فرزند دولت چک کی ہواخواہی کا دم بھرنے لگے۔ یہ اختلاف و فساد دو ماہ تک جاری رہا آخر کار ایک زمیندار کی لطیفہ سنجی سے دونوں دشمنوں میں صلح ہو گئی یہ شخص دولت چک کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہا کہ مجھے غازی خاں نے تمہارے پاس روانہ کیا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ تم نے اتنا بڑا مجمع اپنے گرد کیوں جمع کیا ہے یہ سب حقیقت میں تمہارے دشمن ہیں اسی طرح اس زمیندار نے غازی خاں سے کہا کہ دولت چک صلح پر راضی ہے کیوں آپس میں جنگ آزمائی کرتے ہو دولت اور غازی چک میں صلح ہو گئی اور شمس زینا بھاگ کر ہندوستان چلا گیا اسی درمیان میں تبت کلاں کے باشندوں نے حبیب چک برادر نصرت خاں کے پرگنوں کے گوسفندوں کا سرقہ کیا دولت چک نے شنکر چک ابراہیم چک حیدر چک اور دیگر اعیان ملک کو ایک جمعیت کثیر کے

ہمراہ لار کی راہ سے تبت کلاں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حبیب خاں
جوان امیروں کے ہمراہیوں میں تھا جلد سے جلد چوروں کے نقش قدم پر
ان کے تعاقب میں روانہ ہوا حبیب خاں قلعۂ تبت تک پہنچ گیا اور اس نے
جنگ کر کے سردار قلعہ کو قتل کیا بقیہ افراد مفرور ہوئے۔ حبیب خاں
نے اسی حصار میں قیام کیا اور اپنے چھوٹے بھائی درویش چک کو حکم دیا کہ
تو سوار ہوکر شہر تبت پر حملہ آور ہو درویش چک نے تغافل کر کے
حبیب خاں کے قول پر عمل نہ کیا حبیب خاں باوجود اس کے کہ اس کے
زخم تازہ تھے اسی وقت سوار ہوا اور تبت کلاں کے عالی شان قصور و
مکانات کے قریب پہنچ گیا۔ شہر کے باشندے اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور
بلا جنگ آزمائی مفرور ہو گئے ان مفروروں میں چالیس آدمی جو مکانات
کی چھتوں میں لیٹ کر نہاں ہوئے تھے گرفتار کئے گئے ان قیدیوں
نے بیحد عاجزی کے ساتھ جان کی امان مانگی اور اپنی آزادی کے عوض
میں پانچ سو گھوڑے ہزار پارچہ پٹو پچاس کوتہ گائیں دوسو گوسفند اور
دوسو تولے سونا دینے کا بھی اقرار کیا لیکن ان کی درخواست قبول ہوئی
اور سب کے سب دار پر چڑھا دیئے گئے۔ حبیب خاں نے دوسرے
قلعہ کا رخ کیا حبیب خاں نے اس قلعہ کو بھی خراب کیا اور تبت کے
باشندوں نے تین سو گھوڑے پانچ سو پارچہ پٹو دوسو گوسفند تین کوتہ
گائیں حبیب خاں کی خدمت میں روانہ کیا اس کے علاوہ کاشغر کے بہترین
گھوڑے بھی جو اہل تبت نے گرفتار کر لئے حبیب خاں کے پاس پہنچ گئے۔
حیدر رینک ولد غازی چک نے اپنے رضاعی برادر مسمی کھانی کو حبیب خاں
کے پاس روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ اہل تبت نے یہ گھوڑے غازی خاں کے
نذرانے کے لئے محفوظ کر لئے تھے یہ جانور میرے پاس بھیج دو تاکہ میں
گھوڑوں کو غازی خاں کی خدمت میں روانہ کر دوں۔ حبیب خاں نے
تقریباً دو سو سوار کھانی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن
حسن اتفاق سے خونریزی کی نوبت نہیں آئی حبیب خاں نے نری نگہ

پہنچکر تمام مال غنیمت شہر کے باشندوں کے سامنے پیش کر دیا۔

۹۶۲ھ ہجری میں کشمیر میں عظیم الشان زلزلہ آیا جس کی وجہ سے ملک کے اکثر قریئے وقصبے تباہ و برباد ہوگئے زمین کی حسرکت ایسی تیز ہوئی کہ قریہ دام پور مع تمام عمارات و باغات کے دریائے بہت کے شرقی کنارہ سے غربی ساحل کی طرف منتقل ہو گیا اور موضع جاوراجو دامن کوہ میں واقع تھا پہاڑ کا ایک بڑا ٹکڑا گرنے کی وجہ سے ایسا تباہ ہوا کہ تقریباً چھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔

اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ

ابراہیم شاہ کی حکومت کو پانچ ماہ کا زمانہ گزرا لیکن ابراہیمی عہد درحقیقت دولت چک کی حکمرانی کا زمانہ تھا اب زمانہ نے غازی خاں کا ساتھ دیا اور دولت چک نابینا کر کے گوشہ میں بٹھا دیا گیا غازی خاں کا استقلال کمال کو پہنچ گیا اور اس نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر برائے نام اسمٰعیل شاہ کو ۹۶۳ھ ہجری میں کشمیر کا فرمانروا تسلیم کیا حبیب خاں نے ارادہ کیا کہ دولت چک کا ساتھ دے حبیب چک نے مرواؤون کا رخ کیا غازی خاں نے نصرت چک سے کہا کہ تمہارے برادر نے دولت چک کا ساتھ دیا ہے مناسب یہ ہے کہ نصرت چک کے ورود کے قبل ہی تم دولت چک کو گرفتار کر لینا ورنہ حبیب چک کے پہنچ جانے کے بعد معاملہ بہت مشکل ہو جائے گا۔ اسی دوران میں دولت چک کشتی میں سوار ہو کر مرغابی کے شکار کے لئے روانہ ہوا غازی خاں دولت چک کے سر پر پہنچ گیا اور اس کے گھوڑوں کو گرفتار کر لیا دولت پہاڑ پر چڑھ گیا غازی خاں نے اس کا تعاقب کیا اور اسیر کر کے دولت چک کو نابینا کر دیا۔ اس واقعے کے بعد حبیب چک پہنچا غازی خاں حبیب چک سے بدگمان تھا اس نے دولت چک کے برادر زادہ مسمی نازک چک سے متصل وکالت قبول کرنے کی درخواست کی۔ نازک چک اپنے چچا کے واقعے سے غازی خاں سے ناراض تھا اس نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا غازی خاں نے ارادہ کیا کہ نازک چک کو گرفتار کرلے لیکن نازک چک کو

اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ حبیب خاں کے پاس چلا گیا ۔

حبیب شاہ پسر اسمٰعیل شاہ

اسمٰعیل شاہ نے دو برس حکومت کرنے کے بعد دنیا کو خیرباد کیا اور غازی خاں چک نے اس کے فرزند حبیب شاہ کو فرمانروا بنایا ۹۶۴ھ ہجری میں نصرت خاں نازک چک شنکر چک یوسف چک و حبشی خاں چک ایک جگہ جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ آج غازی خاں نے دوا پیا ہے اور اس کا بھائی حسین چک قید خانے میں ہے بہتر ہے کہ ہم حسن چک کو قید سے رہا کر کے غازی خاں کا کام تمام کر دیں ۔

غازی خاں چک کو اس سازش کی اطلاع ہوئی اور اس نے یوسف چک و شنکر چک کو راضی کر کے اپنے پاس بلا لیا حبیب خاں چک نصرت چک اور درویش چک نے یہ طے کیا کہ ہم علما اور قضاۃ شہر کو درمیان میں ڈال کر غازی خاں کے پاس جائیں گے اور اگر ایسا نہ ہو گا تو ہم راہ فرار اختیار کریں گے ۔ نصرت خاں بلا کسی عہد و پیمان کے غازی چک کے پاس گیا اور گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا حبیب چک اور نازک چک نے تمام پل توڑ ڈالے اور غازی خاں نے بغاوت کی ہستی خاں چک بھی ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ ان لوگوں سے آملا غازی خاں نے جرار لشکر ان لوگوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا فریقین میں خون ریز لڑائی ہوئی اور غازی خاں کے لشکر نے شکست کھائی بلکہ اکثر سپاہی دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے حبیب خاں کو فتح ہوئی اور وہ کوہ ہاموں کی طرف چلا گیا غازی خاں چک اب خود حریف کے مقابلہ کے لئے ڈومرہ روانہ ہوا اور تین یا چار کشتیاں مہیا کر کے تین ہاتھیوں اور تین سو سواروں کے ساتھ حبیب خاں پر حملہ آور ہوا حبیب خاں نے بھی دو سو سواروں کے ساتھ حریف کا مقابلہ کیا ۔ شدید جنگ کے بعد حبیب خاں کو شکست ہوئی اور دریائے جہلم کو عبور کرتے وقت اس کا گھوڑا ایک جگہ پھنس گیا غازی خاں کا ایک فیلبان حبیب خاں کے سر پر پہنچ گیا اور اپنے مالک کے حکم سے حبیب چک کا سر تن سے جدا کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھا فیلبان کا ہاتھ حبیب خاں کے منہ تک

پہنچا اور اس نے فیلبان کی انگلیاں دانتوں کے نیچے دبالیں لیکن فیلبان نے آخر کار اس کا سر تن سے جدا کر لیا یہ سر حبیب خاں کے قیام گاہ موضع کلہہ نامت میں دار پر آویزاں کیا گیا غازی خاں نے درویش چک اور نازک چک کو بھی گرفتار کر کے ان کو بھی پھانسی پر چڑھا دیا۔ اس واقعے کے چند روز کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خاں کی خدمت میں آیا اور ضلع کھوتہ ہامون اس کو جاگیر میں دیا گیا بہرام چک سری نگر سے پرگنہ رتن گڈھ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا شنکر چک فتح چک بھی بہرام کے پاس پہنچ گئے اور ان سرداروں نے سونیمہ پور میں قیام کر کے فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا غازی خاں نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کو ان کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا اور باغی پہاڑیوں میں جا چھپے غازی خاں نے ان کا تعاقب کر آیا تاکہ باغیوں کو گرفتار کر لیا جائے دوسرے اور یہ معلوم ہوا کہ بہرام چک کہیں چلا گیا اور شنکر چک اور فتح چک اس سے جدا ہو گئے ہیں غازی خاں جلد سے جلد کوتہ ہامون روانہ ہوا اور چھ روز کامل اس بات کی کوشش کی کہ بہرام چک کو گرفتار کرے لیکن ممکن نہ ہوا احمد جورین برادر حیدر چک نے بہرام چک کے گرفتار کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور غازی خاں سری نگر واپس آیا احمد جورین سمر کوٹ میں جو جوگیوں کا مسکن تھا پہنچا اور بیراگیوں کو گرفتار کر کے ان سے تفتیش حال کیا ان جوگیوں نے بیان کیا کہ ہم نے بہرام چک کو کشتی میں بٹھا کر ناوبلی میں امیر زینا کے سپرد کر دیا ہے۔ رشیان ایک گروہ کا نام جو ہر وقت زراعت اور باغبانی کا کام کرتے ہیں یہ لوگ ایک ہی جگہ مل کر رہتے ہیں اور شادی نہیں کرتے۔ احمد جورین امیر زینا کے پاس گیا اور بڑی تلاش کے بعد بہرام چک کو گرفتار کر کے سری نگر لایا جہاں اس کو پھانسی دیدی گئی۔

اسی دوران میں شاہ ابو المعالی جو لاہور سے بھاگ کر کھکروں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا تھا پابہ زنجیر یوسف چک کے کاندھوں پر سوار ہو کر قید خانہ سے باہر نکلا اور کمال خاں کھکر کو اپنا بہی خواہ بنا کر میرزا حیدر ترک کی طرح کشمیر پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوا۔ شاہ ابو المعالی راجوری پہنچا اور

مغلوں کا ایک گروہ بھی اس سے آملا۔ علاوہ ازیں دولت فتح چک اور فرخ چک کے چند دیگر سربرآوردہ افراد اور شیر گوہر ماکری بھی شاہ ابوالمعالی کے گرد جمع ہو گئے۔ ۹۶۵ھ ہجری میں شاہ ابوالمعالی نے کشمیر کا رخ کیا۔ ابوالمعالی بارہ مولہ کے نواح میں پہنچا اور حیدر چک و فتح چک جو راستہ کے محافظ تھے فراری ہو کر ماذوکی میں پناہ گزین ہو گئے۔ ابوالمعالی نے انصاف کو ایسا شعار بنایا کہ اس کے سپاہیوں میں کسی شخص کو بھی رعایا پر ظلم و جبر کرنے کی قدرت نہ رہی۔ ابوالمعالی بارہ مولہ پہنچ گیا اور ایک بلند مقام پر قیام پذیر ہوا۔ غازی خاں چک نے اپنے برادر حسین چک کو ہراول لشکر مقرر کر کے کھنود (کھرور۔ پرگنہ) میں اپنے خیمے نصب کئے۔ ابوالمعالی کے بہی خواہ سرداروں کشمیر سے بلا ابوالمعالی کی اطلاع کے حسین چک پر حملہ کر کے اس کو پسپا کر دیا غازی خاں خود یہاں پہنچا اور اس نے بڑی مردانگی کے ساتھ اپنے ہموطن حریفوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے ابوالمعالی پر فتح حاصل کی شاہ ابوالمعالی نے یہ حال دیکھ کر بلا جنگ آزمائی کے راہ فرار اختیار کی۔ اثنائے راہ میں ابوالمعالی کا گھوڑا تھک گیا ایک مغل نے اپنا تازہ دم گھوڑا اسے دیا اور خود ابوالمعالی کے خستہ گھوڑے پر سوار ہو کر راستہ میں کھڑا ہو گیا اور کشمیر کے باشندوں کو جو ابوالمعالی کے تعاقب میں آرہے تھے راستہ ہی میں روک دیا۔ اس مغل بہادر کا ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور اہل کشمیر نے ہجوم کر کے اس کو قتل کر دیا اس کشاکش میں ابوالمعالی زندہ و سلامت نکل گیا اور غازی خاں نے واپس ہو کر ماذوکی میں قیام کیا۔ غازی چک نے سوا حافظ میرزا حسینی کے جو ہمایوں بادشاہ کا بڑا مقرب ماہر موسیقی تھا بعینہٖ تمام مغل اسیروں کو تہ تیغ کر دیا۔ حافظ میرزا نے اپنی خوش الحانی کی وجہ سے پنجۂ موت سے نجات پائی۔ اس فتح کے بعد غازی خاں نے نصرت چک کو زندان سے رہا کر کے اسے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے حضور میں روانہ کر دیا۔ نصرت چک بیرم خاں کے متوسلین میں داخل ہو گیا۔

۹۶۶ھ ہجری میں غازی خاں کی طبیعت میں انقلاب پیدا ہوا اور

اس نے ظلم و جبر کو اپنا شعار بنایا غازی چک کی اس روش سے تمام رعایا کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی۔ اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ خود اس کا فرزند حیدر چک عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا خواستگار ہے غازی چک نے اپنے وکیل محمد جنید اور بہادر بہت کو خلوت میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حیدر چک مجھ سے بغاوت کرنا چاہتا ہے تم لوگ اسے سمجھاؤ کہ اس خیال محال سے باز آئے۔ محمد جنید نے حیدر چک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے سخت گفتگو کرنے کے بعد گالیاں دیں حیدر چک کو غصہ آیا اور اس نے محمد جنید کی کمر سے خنجر زبردستی کھولا اور وہی خنجر اس کے شکم میں بھونک دیا محمد جنید وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ لوگوں نے حیدر چک کو گھیر کر گرفتار کر لیا اور غازی خاں کے حکم سے اس کو قتل کر کے اس کا جسم زین گڈہ میں دار پر آویزاں کر دیا۔ حیدر چک کے ساتھ اس کے تمام بہی خواہ بھی تہ تیغ کر دے گئے۔

۹۶۷ھ ہجری میں میرزا قیران بہادر ایک جرار لشکر اور نو عدد ہاتھی اپنے ہمراہ لے کر ہندوستان سے آیا اور تین ماہ لالہ پور میں قیام پذیر رہا۔ میرزا کے ہمراہ نصرت چک کے علاوہ کہکروں کا ایک گروہ بھی تھا قیران بہادر کو اس بات کا امیدوار بنایا کہ کشمیر کے باشندے اس کا ساتھ دیں گے لیکن اسی اثناء میں نصرت چک وغیرہ میرزا سے منحرف ہو کر غازی خاں کے پاس چلے آئے اس واقعہ سے قیران بہادر کے ارادہ میں خلل پیدا ہوا ادھر غازی خاں چک کشمیر سے روانہ ہو کر نور ورکوٹ میں قیام پذیر ہوا اور پیادوں کا ایک لشکر میرزا قیران کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ میرزا قیران شکست کھا کر دریا کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ دوسرے روز مرزا نے پھر جنگ آزمائی کی لیکن حریف سے دوبارہ مغلوب ہو کر راہ فرار اختیار کی اور اس کے ہاتھیوں پر دشمن کا قبضہ ہو گیا۔

حبیب شاہ کی حکمرانی کو پانچ سال کا زمانہ گزرا اور غازی خاں نے اب اس شاہ شطرنج کو تاج و تخت سے بالکل علیحدہ کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

غازی شاہ	غازی چک نے شاہان کشمیر کے رسم و رواج کے مطابق

تخت حکومت پر جلوس کر کے اپنے کو غازی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا۔ غازی شاہ اس سے پیشتر ہی سے مرض جذام میں مبتلا تھا اس زمانے میں بیماری کی اور بھی شدت بڑھ گئی اور آواز بالکل متغیر ہوگئی اور انگلیوں کا یہ حال تھا کہ گلگلہ کر جانے کے قریب ہوگئی تھیں دانتوں میں زخم پڑ گئے تھے اور درد کی وجہ سے بیحد پریشان رہتا تھا۔

۹۶۷ھ ہجری میں فتح خاں چک اور لوہر ماگری غازی خاں سے بدگمان ہوکر کوہستان میں پناہ گزین ہوئے اور غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین چک کو دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ یہ زمانہ برف باری کا تھا سردی کی شدت سے دشمنوں کا ایک کثیر گروہ ہلاک ہوا اور بقیہ افراد کشتواڑ چلے گئے اور وہاں پریشان ہوکر حسین چک کے حضور میں حاضر ہوئے۔ حسین چک نے ان کے عفو تقصیر کی غازی شاہ سے درخواست کی اور غازی شاہ نے ان کے جرائم معاف کر دیئے۔

۹۷۰ھ ہجری میں غازی شاہ نے سری نگر سے کوچ کر کے لار میں قیام کیا اور اپنے فرزند احمد خاں کو فتح خاں چک و ناصر کنائی وغیرہ دیگر امرائے ملک کے ہمراہ تبت کلاں کے فتح کرنے کے لئے روانہ کیا کشمیر کے امرا نے پانچ کوس کی راہ طے کی اور فتح خاں چک بغیر احمد خاں کی اجازت کے تبت پہنچ کر شہر میں داخل ہوا اہل تبت نے جنگ سے کنارہ کشی کر کے بہت بڑی رقم بطور پیشکش ادا کی فتح خاں تحائف اپنے ہمراہ لے کر واپس آیا۔ احمد خاں نے خیال کیا کہ فتح خاں تنہا تبت جا کر واپس آیا ہے اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو اہل کشمیر میرے مداح ہوں گے احمد خاں نے تنہا سفر کرنے کا ارادہ کیا فتح خاں چک نے کہا کہ تمہارا تنہا سفر کرنا مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ فوج اپنے ہمراہ لیتے جاؤ احمد خاں نے اس کے قول کا اعتبار نہ کیا اور فتح خاں کو منزل پر چھوڑ کر خود پانچ سو سواروں کے ہمراہ روانہ ہوا اہل تبت نے احمد خاں کو تنہا دیکھکر اس کو ہر چہار طرف سے گھیر لیا احمد خاں دشمن سے مقابلہ نہ کر سکا اور راہ فرار اختیار کر کے فتح خاں کے پاس پہنچ گیا۔ احمد خاں نے فتح چک سے کہا کہ آج تم ہراول لشکر ہو تا کہ میں

حریف پر حملہ کروں فتح خاں نے بلا تامل احمد خاں کا ساتھ دیا اہل تبت نے دشمن کا مقابلہ کیا اور فتح خاں نے بڑی جوانمردی کے ساتھ تنہا دشمن سے مقابلہ کیا اور یہاں تک لڑا کہ میدان کارزار میں کام آیا۔ غازی شاہ اس واقعے کو سنکر اپنے فرزند پر بیحد غضبناک ہوا اور اسے واپس بلالیا غازی شاہ نے جیسا کہ بعد میں بیان ہو گا چار برس حکومت کر کے عنان حکومت اپنے بھائی حسین شاہ کے ہاتھ میں دیدی۔

حسین شاہ

حسین شاہ غازی شاہ کا برادر حقیقی ہے ۹۷۱ھ ہجری میں غازی شاہ نے تبت کلاں کی فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر کے کشمیر سے سفر کیا اور مکدر کار میں مقیم ہوا۔ مرض جذام کے غلبہ سے غازی شاہ کی آنکھیں بالکل بے کار ہو گئیں غازی شاہ نے جبر و ظلم کو اپنا شعار بنایا اور زبردستی رعایا سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ بادشاہ کی اس روش سے تمام رعیت اس سے منحرف ہو گئی اور اعیان ملک کے دو گروہ ہو گئے ایک جماعت نے غازی شاہ کے فرزند احمد خاں کا ساتھ دیا اور دوسرا بادشاہ کے بھائی حسین چک کا بہی خواہ بنا غازی شاہ یہ اخبار سنکر سری نگر واپس آیا۔ بادشاہ اپنے بھائی حسین چک پر بیحد مہربان تھا اس لئے اسی کو اپنا جانشین مقرر کیا غازی شاہ کے وکلا و وزرا حسین چک کے آستانہ پر جمع ہو کر اس کے احکام کا امتثال کرنے لگے۔

تقرر جانشینی کے پندرہ روز بعد غازی شاہ نے اپنے تمام مال و اسباب کو دو حصوں میں منقسم کیا ایک حصہ اپنے فرزندوں کو دیا اور دوسرا حصہ بقالوں کو دیا کہ اس کی قیمت اس کے پاس پہنچا دیں حسین چک نے اس حرکت سے غازی شاہ کو منع کیا غازی شاہ بھائی سے ناراض ہو گیا اور اب اس نے ارادہ کیا کہ بجائے حسین چک کے اپنے فرزند احمد خاں کو بادشاہ بنائے حسین چک کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے احمد خاں ولد غازی شاہ ابدال خاں اور نیز دیگر اعیان ملک کو اپنے حضور میں طلب کیا اور ان سے عہد و پیمان کیا کہ یہ امرا حسین چک کے مطیع رہیں۔ غازی خاں حکمرانی ترک کر کے

نادم و پشیمان ہوا اور اس نے اپنے خاصہ کے ملازمین اور مغلوں کو طلب کیا اور ان کی ایک جمعیت تیار کی حسین چک بھی قتال پر آمادہ ہوا لیکن شہر اور قصبات کے باشندے درمیان میں آپڑے اور یہ فساد برپا نہ ہو سکا غازی چک سری نگر سے کوچ کر کے زین پور میں مقیم ہوا لیکن تین ماہ کے بعد پھر سری نگر واپس آیا حسین چک کا پورا استقلال ہو گیا اور اس نے کشمیر کا ملک اپنے بہی خواہوں میں تقسیم کیا۔

۹۷۲ھ ہجری میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی شنکر چک کو راجوری کی حکومت عطا کی اور نوشہرہ اس کی جاگیر میں دیا لیکن اس تقرر و عطیہ کے تھوڑے ہی روز بعد معلوم ہوا کہ شنکر چک نے بغاوت کردی ہے حسین چک نے شنکر کی جاگیر محمد ماگری کو عطا کی اور احمد خاں فتح خاں خواجہ مسعود و مانک چک کو ایک جرار لشکر کے ہمراہ شنکر چک کی تادیب کے لئے روانہ کیا شاہی لشکر کو فتح ہوئی اور حسین چک نے فرستادہ امرار کا استقبال کیا اور ان کو بھی سری نگر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے بعد حسین چک کو معلوم ہوا کہ احمد خاں محمد خاں ماگری اور نصرت چک اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں حسین شاہ نے ارادہ کیا کہ ان سازشیوں کو گرفتار کرے بادشاہ کے اس ارادہ کی خبر ان امیروں کو بھی ہوئی اور یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ حسین چک سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوئے حسین شاہ کو معلوم ہو گیا کہ امرار کو اس کے ارادہ سے اطلاع ہو گئی ہے اور اس نے ملک لوندنی کو ان امیروں کے پاس شرائط صلح طے کرنے کے لئے روانہ کیا کہ تاکہ یہ امیر ایک جگہ جمع ہو کر اس بات کا عہد و پیمان کریں کہ ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ امرائے مذکور احمد خاں کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ ارادہ کیا کہ احمد خاں کو جس نے چند روز سے حسین چک کو نہیں دیکھا ہے بادشاہ کے مکان پر لے جائیں احمد خاں نے بیحد اصرار کے بعد اس امر کو قبول کیا اور نصرت چک لودنی لوونڈ کے ہمراہ حسین شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا قاضی حبیب جو اعیان شہر میں تھا مع محمد ماگری کے حاضر ہوا اور دیوانخانہ میں مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ رات کا وقت آیا اور حسین شاہ نے حاضرین مجلس سے کہا میں آج رات تنبورہ بجانا چاہتا ہوں چونکہ قاضی صاحب پابند شریعت ہیں آپ

سب حضرات بالاخانہ پر تشریف رکھیں تو بہتر ہو گا میں بھی تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوتا ہوں یہ امرا بالاخانہ پر پہنچے اور حسین شاہ نے اپنے ملازموں کو بھیجکر ان تینوں کو گرفتار کر لیا۔ حسین شاہ نے اس واقعے کے بعد علی خاں اور خان زماں فتح خاں کو ایک جرار لشکر کے ساتھ شنکر چک کے مقابلے کے لئے جو راجوری میں مقیم تھا روانہ کیا۔ یہ امیر روانہ ہوئے اور شنکر چک کو شکست دیکر کامیاب واپس آئے خان زماں کا اقتدار بیحد بڑھ گیا اور حسین شاہ نے حکم دیا کہ تمام امرار وزارنہ خان زماں کے آستانہ پر حاضری دیا کریں۔

۹۷۳ھ ہجری میں امیروں نے خان زماں کی طرف سے بادشاہ کو بدگمان کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ نے امیروں کو خاں زماں سے ملاقات کرنے کی ممانعت کر دی۔ خاں زماں نے ارادہ کیا کہ شہر سے باہر چلا جائے خان زماں سامان سفر درست کر رہا تھا کہ حسین ماکری اس کے پاس آیا اور خان زماں سے کہا شہر کیوں چھوڑتے ہو حسین چک شکار کو گیا ہوا ہے اور اس کا مکان خالی ہے۔ تھوڑی ہمت کرو اور حسین شاہ کے مکان پر چل کر تمام اسباب وخزاین پر اپنا قبضہ کر لو۔ خان زماں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فتح خان چک ولوہر وانکری کے ہمراہ حسین شاہ کے مکان پر گیا اور دروازے میں آگ لگا دی خان زماں نے ارادہ کیا کہ احمد خاں ومحمد ماکری ونصرت خاں کو قیدخانہ سے باہر نکالے۔ مسعود چک مانک وانکری نے جو زنداں کا محافظ تھا دیوانخانے میں پانی بہا دیا اور سارے صحن میں کیچڑ کی وجہ سے قدم رکھنا دشوار ہو گیا۔ دولت خاں چک ترکش وکمان لئے ہوئے کھڑا تھا بہادر خاں ولد خان زماں اس کی طرف بڑھا اور اس پر تلوار کا وار کیا لیکن شمشیر ترکش پر پڑی دولت خاں نے ایک تیر بہادر خاں کے گھوڑے کی آنکھ میں مارا گھوڑا چراغ پا ہوا اور بہادر خاں زمین پر آرہا مسعود مانک نے بہادر خان کا سر قلم کر لیا خان زماں جو مکان کے باہر کھڑا تھا مفرور ہو گیا اور مسعود مانک نے اس کا تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور حسین چک کے حضور میں لے گیا حسین شاہ کے حکم سے خان زماں کے کان ناک اور دست وپا کاٹکر جسم دار پر آویزاں کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے مسعود چک کو

اپنا فرزند کیا اور اسے مبارز خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے پرگنہ
پھنگل اس کو بطور جاگیر کے عطا کیا۔
۹۷۴ھ ہجری میں حسین شاہ کے حکم سے احمد خاں نصرت خاں اور
محمد ماکری ہر سہ سردار نابینا کر دیئے گئے۔ غازی شاہ اس خبر کو سنکر بیحد غمناک
ہوا اور چونکہ عرصہ سے بیمار تھا اس واقعہ کے اطلاع پاتے ہی فرط رنج سے
فوت ہوا۔
۹۷۵ھ ہجری میں لودی لوند نے حسین شاہ سے بیان کیا کہ مبارز خاں
یہ کہتا ہے کہ چونکہ بادشاہ نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لئے مناسب ہے
کہ خزانوں میں بھی مجھے اپنا شریک سمجھکر ایک حصہ مجھے بھی عطا کرے۔
حسین شاہ چک اس خبر کو سنکر بیحد رنجیدہ ہوا اور ایک روز مبارز خاں کے
مکان پر گیا اور اس کے طویلے میں بیشمار گھوڑے دیکھکر اور زیادہ اس کی
طرف سے بدگمان ہوا۔ حسین شاہ نے مبارز خاں کو نذر زندان کیا اور ملک
لودی لوند اس کا جانشین بنایا گیا لیکن تھوڑے ہی زمانے کے بعد یہ امیر بھی
چالیس ہزار خروار شاہی کی خیانت کا مجرم ہوکر قید کر دیا گیا اور علی کوکہ اس کا
قائمقام ہوا۔
۹۷۷ھ ہجری میں قاضی حبیب جو مسلم دیندار اور سنی حنفی المذہب تھے
جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لئے وادی کوہ ماران
روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیعی نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا
قاضی صاحب کا سر زخمی ہوگیا یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی
انگلیاں کٹ گئیں اس واقعہ کی بنا محض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو بات
سے قطعاً تعلق نہ تھا مولانا کمال جو قاضی صاحب کے داماد اور شہر سیالکوٹ
کے بڑے فاضل مدرس تھے قاضی صاحب کے ہمراہ تھے یوسف شیعی دو وار
کرکے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیعی تھا لیکن اس نے یہ خبر
سنتے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور مجرم قید خانے
میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علماء ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو

یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا ان بزرگوں نے جواب دیا کہ ازروئے سیاست ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کو قتل کرنا ناجائز ہے غرض کہ یوسف شیعی سنگسار کر دیا گیا۔ اسی درمیان میں اتفاق سے ایک شیعی گروہ یعنی میرزا مقیم میر یعقوب ولد بابا علی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ یہ جماعت بیرہ پور پہنچی اور حسین شاہ نے خیمہ و خرگاہ نصب کرایا حسین چک کو معلوم ہو گیا کہ قاصد قریب آ گئے ہیں اور بادشاہ نے خرگاہ سے برآمد ہو کر ایلچیوں سے ملاقات کی اس تقریب کے بعد قاصد حسین چک کے فرزند کے ہمراہ کشتی میں بیٹھکر شہر روانہ ہوئے حسین چک نے خود مرکب پر سوار ہو کر کشمیر کا رخ کیا۔ بادشاہ نے حسین ماکرے کے مکان پر قاصدوں کو اتارا۔ چند روز کے بعد میرزا مقیم نے جو یوسف شیعی کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علما نے یوسف کے قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کرو حسین چک نے میرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی قاضی زین نے جو مذہب امامیہ کا پیرو تھا کہا کہ علما نے غلط فتویٰ دیا ہے ان علما نے جواب دیا کہ ہم نے مجرم کے قتل کا مطلقاً فتویٰ نہیں دیا بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصود یہ تھا کہ ایسے شخص کو ازروئے سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ میرزا مقیم نے اسی مجلس میں علماء کی توہین کی اور ان کو فتح خاں چک کے حوالے کر دیا فتح خاں نے ان علما کو بہت آزار پہنچایا حسین چک دریا کی راہ سے کمراج روانہ ہو گیا اور فتح چک نے میرزا مقیم کے حکم سے علما کو قتل کر کے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور ان کی لاشوں کو شہر میں اس طرح گشت کرایا حسین چک نے اپنی دختر کو مع نفیس و بیش قیمت تحائف کے قاصدوں کے ہمراہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کر کے اطاعت و خلوص کا اظہار کیا۔

علی شاہ

۹۷۷ھ ہجری میں یہ معلوم ہوا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے میرزا مقیم کو اس جرم میں کہ اس نے بے گناہ علما کے خون ناحق کئے ہیں قتل کرایا اور حسین چک کی دختر کو اپنی زوجیت میں

قبول کرنے سے انکار کرکے عروس کو کشمیر واپس کر دیا ہے حسین چک
یہ خبر سنکر بیمار ہوا اور اسے اسہال خونی کی شدید شکایت پیدا ہوئی۔
حسین شاہ تین یا چار ماہ علیل رہا اس زمانے میں محمد خاں نے یوسف چک
ولد علی خاں چک کو مشورہ دیا کہ سونپور میں اپنے باپ کے پاس چلا جائے
یوسف چک کے روانہ ہوتے ہی بقیہ امرا بھی یکے بعد دیگرے حسین شاہ سے علیحدہ
ہوکر علی خاں کے گرد جمع ہوگئے حسین چک نے علی خاں کو یہ پیغام دیا کہ
آخر مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے میں نے تمہارے فرزند کو بلا کسی خیال
کے تمہارے پاس روانہ کیا اب ان امرا کا مجھ سے کنارہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے
علی خاں نے جواب دیا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے ہرچند میں ان امرا
کو منع کرتا ہوں کہ تم سے علیحدہ ہوکر میرے گرد جمع نہ ہوں لیکن یہ لوگ
میری ممانعت پر خیال نہیں کرتے آخر کار علی خاں نے سونپور سے کوچ کیا
اور سری نگر سے سات کوس کے فاصلہ پر مقیم ہوا ملک لونڈی لوند بھی فراری
ہوکر علی خاں کے پاس آگیا حسین چک نے بھی شہر سے سفر کیا اور سری نگر
سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا احمد و محمد ماکری بھی حسین شاہ
سے جدا ہوکر علی خاں کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ دولت چک نے جو
حسین شاہ کے مقرب درباریوں میں تھا اپنے علیل فرمانروا سے کہا کہ
تمام امرا ہم سے کنارہ کش ہوکر علی خاں کے گرد جمع ہوگئے ہیں بہتر یہ ہے
کہ اب تاج و اسباب شاہی جو مابہ النزاع ہے علی شاہ کے پاس جو آپ کا
برادر حقیقی ہے روانہ کر دیں حسین شاہ نے دولت چک کے مشورہ پر عمل
کیا اور یوسف ... کی معرفت اثاثہ شاہی علی خاں کے پاس روانہ کرکے
اسے یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ صرف اسی قدر ہے کہ اس مرض میں گرفتار ہوں
اس واقعے کے بعد علی خاں حسین شاہ کی عیادت کے لئے آیا اور دونوں بھائی
گلے ملکر خوب روئے حسین شاہ نے عنان حکومت علی خاں کے ہاتھ میں دیکر
خود زین پور میں اقامت اختیار کی۔ علی خاں نے تخت حکومت پر جلوس کرکے
اپنے کو علی شاہ کے خطاب سے مشہور کیا اور کشمیر کا مستقل فرمانروا ہوگیا

حسین شاہ کا وکیل سلطنت فوت ہوا اور اس کی وفات کے تین ماہ کے بعد حسین چک نے بھی دنیا کو خیرباد کیا۔ علی شاہ حسین شاہ کے جنازہ پر آیا اور اسے جبران بازار کے قریب پیوند خاک کیا۔

اسی اثناء میں عارف نام ایک صوفی جو اپنے کو شاہ طہماسپ صفوی کی اولاد سے ظاہر کرتے تھے تصوف کے لباس میں لاہور سے کشمیر آئے یہ متصوف درویش درحقیقت شیعہ مذہب کا پابند تھا اور تقیہ کرکے سنی ظاہر کرتے تھے علی شاہ والی کشمیر جو خود بھی شیعی تھا شاہ عارف کے ورود کو بہت بڑی نعمت سمجھا اور اس قدر اس کا معتقد ہوا کہ اپنی دختر کو شاہ عارف کے حبالۂ عقد میں دیدیا۔ علی شاہ نوروز چک وابراہیم چک وغیرہ جو سب کے سب مذہب امامیہ کے پیرو تھے شاہ عارف کو حضرت مہدی آخرالزمان تصور کرکے اس قدر معتقد ہوئے کہ شاہ صاحب موصوف کو سجدہ کرنے لگے۔ امرائے کشمیر نے ارادہ کیا کہ علی شاہ کو معزول کرکے شاہ عارف کو بادشاہ تسلیم کریں علی شاہ یہ اخبار سنکر بیحد رنجیدہ ہوا۔ شاہ عارف نے جو کیمیاگری اور تسخیر جن میں مشہور ومعروف تھے اس امر کی شہرت دی کہ میں کشمیر میں قیام نہ کروں گا اور صرف ایک ہی روز میں لاہور یا کسی دوسرے ملک کو روانہ ہوجاؤں گا۔ اس خبر کو شایع کرنے کے بعد شاہ عارف روپوش ہوگئے تاکہ معتقدین یہ سمجھیں کہ یہ وقفہ زمان غیبت ہے اور تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفیاں ملاح کو دیکر ایک کشتی میں بیٹھے اور بارہ مولہ میں پہنچکر پہاڑ پر قیام پذیر ہوئے علی شاہ نے شاہ عارف کے تعاقب میں اپنے ملازموں کو روانہ کیا شاہ صاحب گرفتار ہوکر بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور شاہی حکم سے نظربند کردئے گئے۔ شاہ عارف پھر مفرور ہوئے اور اس مرتبہ کوہ سلیمان پر گرفتار کئے گئے علی شاہ نے ایک ہزار اشرفیاں اپنی دختر کے مہر کی شاہ عارف سے وصول کرکے طلاق حاصل کرلی۔ ایک خواجہ سرانے شاہ عارف کو بادشاہ سے مانگ لیا اور ان کو تبت کلاں کی طرف روانہ کردیا۔ علی رائے والی تبت بھی مذہباً شیعہ تھا اس نے شاہ عارف کی بیحد

تعظیم و تکریم کی اور شاہ صاحب کو تبت میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کر کے اپنی دختر کا نکاح شاہ عارف کے ساتھ کر دیا۔ شاہ صاحب ایک زمانے تک تبت میں مقیم رہے اور اس کے بعد اکبر بادشاہ کے حسب الطلب ہندوستان روانہ ہوئے لیکن آگرے پہنچتے ہی فوت ہو گئے۔

۹۷۹ھ ہجری میں علی چک ولد نوروز چک علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ د وکہہ نے ہیری جاگیر میں آکر خلل پیدا کیا ہے اگر تم اسے منع نہ کرو گے تو میں اپنے گھوڑوں کا پیٹ چاک کر ڈالوں گا علی شاہ نے اس قول کو کنایہ پر محمول کیا اور سمجھا کہ علی چک خود اس کے شکم کو پارہ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے بادشاہ نے غصہ میں آکر علی چک کو نظر بند کر کے ان کو کمراج روانہ کر دیا۔ علی چک کمراج سے فراری ہو کر حسین قلی خان حاکم پنجاب کے دامن میں پناہ گزین ہونے کا ارادہ کیا۔ ملاقات کے اثنا میں حسین قلی خاں نے رسم زمانہ کے موافق علی چک کی تعظیم نہ کی اور علی چک لاہور سے دوبارہ کشمیر واپس آیا۔ علی شاہ نے اس کو گرفتار کر کے مقید کر دیا علی چک تھوڑے زمانے کے بعد قید خانہ سے بھاگا اور نوشہرہ میں مقیم ہوا علی شاہ نے اس پر لشکر کشی کی اور اسیر کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

۹۸۰ھ ہجری میں علی شاہ نے کہنوار پر حملہ کر کے وہاں کے حاکم کی دختر کو اپنے محل میں داخل کیا۔ اسی دوران میں ملا عشقی و قاضی صدر الدین جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی بارگاہ سے بطور قاصد علی شاہ کے دربار میں آئے اور علی شاہ نے اپنے برادر زادہ کی دختر کو شاہزادہ سلیم کی زوجیت کے لئے منتخب کر کے عروس کو مع بیش قیمت تحائف کے اکبر بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور ملک میں اکبری خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ اسی زمانے میں یوسف خاں ولد علی شاہ نے محمد بھٹ کی کوشش سے ابراہیم خاں ولد غازی خان کو بلا بادشاہ کی منظوری حاصل کئے ہوئے قتل کر دا دیا۔ یوسف خاں اپنے باپ کے خوف سے محمد بھٹ کے ہمراہ سری نگر سے فراری ہو کر بارہ مولہ میں مقیم ہوا۔ علی شاہ اپنے فرزند کے ان اوضاع و اطوار سے ناخوش ہوا

لیکن امیروں نے یوسف کے عفو تقصیر کی بادشاہ سے درخواست کی اور علی شاہ نے یوسف چک کو سری نگر بلوالیا۔

۹۸۲ھ ہجری میں علی شاہ جمال نگری کی سیر کے لئے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ اسی طرف گیا۔ حیدر خاں ولد محمد شاہ جو سلطان زین العابدین کی نسل سے تھا عرصہ سے گجرات میں مقیم تھا جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا اور حیدر خاں بادشاہ کے ہمراہ ہندوستان چلا آیا اور اس کے بعد نوشہرہ میں مقیم ہوا۔ حیدر خاں کا چچازاد بھائی سلیم خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اس سے آملا علی شاہ نے ایک گروہ کشمیر یوہر چک کی ہمراہی میں نوشہرہ روانہ کیا محمد خاں حاکم راجوری۔ لوہر چک کے اقتدار سے حسد پیدا ہوا اور اسے مقید کر کے مع اس کے لشکر کے حیدر خاں کے پاس نوشہرہ میں چلا آیا۔ محمد خاں نے حیدر چک سے کہا کہ اسلام خاں ایک جوانمرد امیر ہے اس کو میرے ساتھ روانہ کرو تو میں کشمیر کو فتح کروں گا۔ حیدر خاں اس کے دام مکر میں گرفتار ہو گیا اور اسلام خاں کو محمد خاں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ موضع چکیم میں پہنچکر محمد خاں نے صبح کے وقت اسلام خاں کو قتل کیا اور براہ راست علی شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ علی شاہ نے اس خدمت کے صلہ میں محمد خاں پر بڑی نوازش و مہربانی فرمائی۔ علی ماکری وغیرہ جو حیدر خاں کی بہی خواہی کا دم بھرتے تھے نظر بند کئے گئے۔

۹۸۳ھ ہجری میں کشمیر میں عظیم الشان قحط پڑا بیشمار جانیں شدت گرسنگی سے ضایع ہوئیں۔

۹۸۵ھ ہجری میں علی شاہ نے مسجد کے بالائی حصہ میں ایک مجلس منعقد کی اور ملک کے علماء و فقراء کو طلب کیا۔ حدیث شریف کی معتبر کتاب مشکوٰۃ المصابیح مجلس میں منگائی گئی اور باب فضایل توبہ کے مطالعہ کے بعد بادشاہ نے موافق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم توبہ کی اور اس کے بعد نماز و تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہوا۔ عبادت سے فراغت حاصل کر کے علی شاہ نے چوگان بازی کا ارادہ کیا۔ بادشاہ عیدگاہ کے میدان میں چوگان بازی میں مشغول تھا کہ ناگاہ زمین پر گرا اور زین کا نوکدار کونہ اس کے شکم میں

گھس گیا اور علی شاہ نے وفات پائی۔

یوسف شاہ

علی شاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابدال خاں چک اپنے برادر زادہ یوسف چک کے خوف سے بادشاہ کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوا یوسف شاہ نے سید مبارک اور بابا خلیل کو ابدال خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے چچا کو یہ پیغام دیا کہ آپ آئیں اور اپنے بھائی کی تدفین میں شرکت فرمائیں اگر آپ مجھے مرحوم بادشاہ کا جانشیں تصور کریں تو فہوالمراد ورنہ بسم اللہ تاج و تخت حاضر ہے آپ خود عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیں اور میں آپ کی اطاعت کروں۔ ابدال خاں نے جواب دیا کہ میں تمہارے حسب الطلب آتا ہوں اور تمہیں فرمانروا تسلیم کرنے کے لئے طیار ہوں لیکن اگر مجھ سے کسی طرح کا نقصان پہنچے گا تو اس کا وبال تم پر ہوگا۔ سید مبارک خاں ابدال خاں سے منحرف تھا اُس نے کہا کہ تم کو یوسف شاہ کے پاس چلنا چاہیئے اور اس سے قول و قرار کر لینا چاہیئے۔ سید مبارک نے یوسف خاں سے کہا کہ ابدال خاں میری نصیحت قبول نہیں کرتا پہلے اس کا علاج کر لو اور اس کے بعد بادشاہ کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو۔ یوسف شاہ فوراً ابدال خاں کے سر پر پہنچ گیا ابدال خاں نے مقابلہ کیا اور لڑائی میں کام آیا۔ سید مبارک کا فرزند جلال خاں بھی اس جنگ میں قتل ہوا۔ دوسرے روز علی شاہ کو فرقۂ امامیہ کے طریقہ کے مطابق پیوند خاک کیا اور یوسف شاہ نے تخت حکومت پر جلوس کیا دو یا تین ماہ کے بعد سید مبارک خاں و علی خاں چک نے دریائے بہت کو عبور کر کے بغاوت کی یوسف شاہ نے اپنے مقدمۂ لشکر کو محمد ماکری کے ہمراہ باغیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا محمد ماکری نے جنگ میں سبقت کی اور ساٹھ سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں کام آیا۔ یوسف شاہ نے امان طلب کر کے ہیرہ پور میں قیام کیا سید مبارک خاں نے یہ خبر سنکر لشکر ترتیب دیا اور جنگ کے ارادے سے باہر آیا یوسف شاہ حریف کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا موضع پر تھال (ہرمل نرسک برگنہ) میں جو جنگل میں واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔ سید مبارک نے یوسف شاہ کا تعاقب کیا

اور جنگ آزمائی کے بعد یوسف شاہ کو کوہستان اطراف کی طرف بھگا دیا۔
سید مبارک مظفر و کامیاب کشمیر میں داخل ہوا اور علی خاں ولد نوروز چک
کو کسی بہانے سے اپنے پاس بلا کر اس کو نظر بند کر لیا۔ فرقہ چک کے دیگر
امرا یعنی لوہر چک حیدر چک وہستی چک وغیرہ خوف کی وجہ سے پہلی مرتبہ نہ آئے۔
بابا خلیل و سید برخورداران امیروں کے پاس آئے اور عہد و پیمان کے بعد
ان کو سید مبارک خاں کے حضور میں لے گئے سید مبارک نے ان امیروں کو
جاگیرات پر جانے کی اجازت دی ان امیروں نے اثنائے راہ میں یہ طے کیا
کہ یوسف شاہ کو طلب کر کے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کریں امرائے مذکور نے
ایک قاصد جلد سے جلد یوسف شاہ کے پاس روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا
کہ ہم اپنے کردار پر بیحد نادم و پشیمان ہیں اور آپ کو اپنا مالک تسلیم کرنے کے
لئے تیار ہیں۔ سید مبارک یہ خبر سنکر بیحد پریشان ہوا اور علی خاں چک کو قید
سے آزاد کر دیا۔ سید مبارک نے تنہا خانقاہ بابا خلیل میں قیام کیا۔ حیدر چک
نے علی خاں چک کو پیغام دیا کہ ہماری تمام کوششوں کا مقصد تمہاری آزادی
ہے۔ یوسف چک ولد علی خاں چک نے اپنے باپ سے کہا کہ حیدر چک
کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے علی خاں نے فرزند کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور اس کے پاس
چلا گیا لوہر چک وغیرہ حیدر خاں کی مجلس میں موجود تھے علی خاں چک
بھی پہنچا اور فوراً نظر بند کر دیا گیا۔ ان امیروں نے باہم یہ طے کیا کہ لوہر چک
کو بادشاہ بنالیں۔ اسی دوران میں یوسف شاہ کالپور پہنچا اور اسے معلوم
ہوا کہ امرائے کشمیر نے لوہر چک کو تخت و تاج کا مالک تسلیم کر لیا ہے یوسف شاہ
موضع وایل پہنچا اور اپنے بہی خواہوں کو ہمراہ لے کر جمو سے گزرتا ہوا لاہور
پہنچا اور سید یوسف خاں مشہدی کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔ سید
یوسف خاں مشہدی جلال الدین اکبر بادشاہ کے نامی امراء میں سے تھا۔
یوسف شاہ راجہ مان سنگھ کے ہمراہ فتحپور سیکری میں وارد ہوا اور اکبر بادشاہ
کے حضور میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوا۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ غازی ہمیشہ
کشمیر فتح کرنے کے خواہشمند تھے بادشاہ دہلی کو یہ بہانہ ہاتھ آیا اور اکبر شاہ نے

یوسف شاہ کو راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خاں مشہدی کے ہمراہ کشمیر روانہ کیا۔

۹۸۷ھ ہجری میں یہ گروہ سری نگر روانہ ہوا اس زمانہ میں لوہر چک کشمیر کا فرمانروا تھا یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنے سے پیشتر کشمیر روانہ کیا تاکہ امرائے کشمیر کو لوہر چک سے برگشتہ کر کے اپنا بہی خواہ بنائے۔ یوسف شاہ سیالکوٹ پہنچا اور میرزا یوسف خاں مشہدی اور راجہ مان سنگھ کی مدد کے راجوری پہنچکر شہر پر قابض ہو گیا۔

یوسف شاہ راجوری پر قبضہ کر کے تھنہ پہنچا۔ اس وقت لوہر چک نے یوسف کشمیری کو یوسف شاہ کے مقابلہ میں روانہ کیا لیکن کشمیری لوہر چک سے جدا ہو کر یوسف شاہ کے بہی خواہوں میں داخل ہو گیا یوسف شاہ کو اب طاقت حاصل ہوئی اور جھوبل کے راستہ سے جو سب سے زیادہ دشوار گزار راہ ہے دھاوا کر کے قلعۂ سون پور میں داخل ہوا۔ لوہر چک نے حیدر چک و شمس چک و ہستی چک کے ہمراہ یوسف شاہ کے مقابلہ میں دریائے بہت کے کنارہ اپنی فرودگاہ تیار کی۔ چند روز کے بعد فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی اور یوسف شاہ اپنے حریف پر غالب آیا۔ یوسف شاہ فتح کے بعد سری نگر روانہ ہوا لوہر چک نے قاضی موسیٰ اور محمد سعادت بہت کے وسیلہ سے یوسف شاہ کی ملازمت حاصل کی لیکن بادشاہ اول تو اچھی طرح پیش آیا لیکن آخر میں لوہر کو قید کر دیا۔ یوسف شاہ کو اطمینان حاصل ہوا اور اس نے کشمیر کو اپنے امراء میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ شمس چک ولد دولت چک اور اپنے فرزند یعقوب خاں و نیز یوسف خاں کشمیری کو [illegible] جاگیر میں عطا کر کے بقیہ حصۂ ملک کو خالصہ قرار دیا یوسف شاہ نے اپنی [illegible] کی ترغیب و کوشش سے لوہر چک کو نابینا کر دیا۔ ۹۸۸ھ ہجری میں شمس چک [illegible] شمس چک و محمد سعادت بہت کو اس گمان پر کہ یہ امیر بغاوت پر آمادہ ہیں قید کیا حبیب خاں چک خوف زدہ ہو کر موضع [illegible] کی طرف فراری ہوا۔ یوسف ولد علی خاں چک جو یوسف شاہ کا قیدی تھا اپنے چار ولد بھائیوں کے ہمراہ زندان سے

نکلا اور حبیب خاں چک سے موضع کہنیر میں جا ملا۔ یہ امیر بالاتفاق راجہ تبت کے پاس گئے اور اس سے طالب امداد ہوئے لیکن جب کشمیر کے حدود میں داخل ہوئے تو ان کے درمیان خود اختلاف پیدا ہوا اور ان کی جمعیت پراگندہ ہوگئی۔ یوسف اور محمد خاں دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوکر سری نگر لائے گئے اور ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ حبیب خاں چک شہر میں روپوش ہوگیا۔

سنہ ۹۸۹ ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے کابل سے معاودت کرتے ہوئے جلال آباد میں قیام فرمایا۔ بادشاہ دہلی نے میرزا طاہر خویش سید خاں مشہدی و محمد صالح عاقل کو بطور قاصد کشمیر روانہ کیا۔ شاہی قاصد بارہ پولہ پہنچے اور یوسف شاہ نے ان کا استقبال کرکے بادشاہ کے فرمان کو بوسہ دیا اور اسے آنکھوں سے لگایا اور قاصدوں کو شہر میں لایا۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند حیدر خاں اور شیخ یعقوب کشمیری کو بیش قیمت تحایف کے ساتھ اکبر بادشاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا یوسف شاہ کے قاصد ایک سال دربار اکبری میں قیام کرنے کے بعد کشمیر واپس آئے۔ اسی سال شمس چک نے زنجیر زندان اپنے پاؤں سے دور کی اور کہنوار کی طرف فراری ہوکر حیدر چک سے جا ملا یوسف کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور اس نے ان باغیوں پر لشکر کشی کرکے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ یوسف شاہ مظفر و کامیاب کشمیر واپس آیا۔

سنہ ۹۹۰ ہجری میں حیدر چک و شمس چک کہنوار سے یوسف شاہ کے مقابلہ کے لئے کشمیر روانہ ہوئے یوسف شاہ آگے بڑھا اور اپنے فرزند یعقوب خاں کو ہراول لشکر مقرر کرکے دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوا یوسف شاہ حریف کو پسپا کرکے سری نگر واپس آیا اور رائے کہنوار کی سفارش سے شمس چک کی خطا معاف کرکے اس کی جاگیر اسے مرحمت کی۔ حیدر چک حدود کشمیر سے نکل کر راجہ مان سنگھ کے دامن میں پناہ گزین ہوا۔

سنہ ۹۹۲ ہجری میں یعقوب خاں ولد یوسف شاہ اخلاص و اطاعت کے اظہار کے لئے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کے دربار میں حاضر ہوا۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ فتح پور سیکری سے لاہور پہنچے اور یعقوب خاں نے اپنے باپ یوسف شاہ

کہا کہ بادشاہ کشمیر تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یوسف شاہ نے استقبال کا ارادہ کیا۔ اس زمانے میں معلوم ہوا کہ حکیم علی گیلانی بطور قاصد دربار اکبری سے روانہ ہو کر ٹھٹہ پہنچ گئے ہیں۔ یوسف شاہ ٹھٹہ پہنچا اور شاہی خلعت پہنکر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ بابا جلیل بابا مہدی اور شمس دولے نے یوسف شاہ سے کہا کہ اگر تم اکبر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کرو گے تو ہم تم کو قتل کر کے یعقوب خاں تمہارے فرزند کو بادشاہ تسلیم کریں گے۔ یوسف شاہ نے ان امیروں کے خوف سے اپنی حاضری کو معرض التوا میں ڈالدیا اور اکبری قاصدوں کو واپسی کی اجازت دی۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کشمیر فتح کرنے پر حد سے زیادہ مصر تھے بادشاہ کو ایک بہانہ ہاتھ آیا اور عرش آشیانی نے شاہرخ میرزا و شاہ قلی خاں اور راجہ بھگوان داس کو کشمیر کی مہم پر روانہ کیا۔ یوسف شاہ نے کشمیر سے کوچ کر کے بارہ مولہ میں قیام کیا۔ اکبری امرا ہولباس پر جو کشمیر کی سرحد ہے پہنچے اور اہل کشمیر نے ہندوستان کا راستہ بند کر کے آمد و شد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ چند ماہ کے بعد موسم سرما کا آغاز ہوا اور برف باری شروع ہوئی۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب خاں کو اپنا جانشین بنایا اور عہد و پیمان کے بعد راجہ بھگوان داس سے ملاقات کی اور ہر سال رقم معین ادا کرنے کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ امرائے اکبری یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے کر عرش آشیانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اکبر بادشاہ نے اس صلح کو پسند نہ کیا اور ۹۹۵ھ میں محمد قاسم میر بحر کو کشمیر روانہ کیا یعقوب شاہ کشمیر کا حکمران تھا اس نے تمام راستے مضبوط و مسدود کر کے اکبری فوج کے سامنے اپنے ڈیرے ڈالے امرائے کشمیر اپنے فرمانروا سے منحرف ہوئے اور یکے بعد دیگرے محمد قاسم کے گرد جمع ہونے لگے۔ بعض امیروں نے خود سری نگر میں بغاوت کی یعقوب شاہ اندرون ملک کے فتنہ کو فرو کرنا نہایت ضروری سمجھا اور کشمیر واپس آیا اکبری شاہی فوج نے حدود کشمیر میں داخل ہو کر شہر کو تباہ کیا یعقوب شاہ نے کوہستان میں پناہ لی محمد قاسم میر بحر نے سری نگر پر قبضہ کر کے کشمیر میں اپنے عمال و حاکم مقرر کئے لیکن چند روز کے بعد یعقوب شاہ نے پراگندہ لشکر جمع کر کے محمد قاسم کے مقابلہ میں

صف آرائی کی اس معرکہ میں اگرچہ اکثر مغل سردار قتل ہوئے لیکن یعقوب شاہ شکست خوردہ فراری ہوا۔ قلیل مدت کے بعد یعقوب شاہ نے دوبارہ حملہ کیا اور محمد قاسم قلعہ ارک میں پناہ گزین ہوگیا محمد قاسم اکبر بادشاہ کے حضور میں ایک عرضداشت روانہ کر کے امداد کا طالب گار ہوا عرش آشیانی نے یوسف خاں مشہدی کو حاکم کشمیر مقرر کر کے محمد قاسم کو اپنے دربار میں طلب کر لیا یوسف خاں مشہدی کشمیر پہنچا اور یعقوب شاہ محمد قاسم کے محاصرہ سے دست بردار ہوکر کوہستان میں جا چھپا یوسف خاں مشہدی نے اسکا تعاقب کیا اور آخر کار اسے تسکین و دلاسا دیکر یعقوب شاہ کو بھی بادشاہ کے حضور میں روانہ کر دیا۔ یوسف و یعقوب ہر دو پدر و پسر امرائے اکبر شاہی میں داخل ہوکر بہار کے جاگیر دار قرار پائے اور اس تاریخ سے ملک کشمیر جو ہزار سال سے حکومت ہندوستان سے آزاد تھا شاہانِ دہلی کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔

گیارھواں مقالہ

ملابار کے مسلمان بادشاہوں کے مختصر حالات میں

واضح ہو کہ سلاطین ملابار کے مفصل حالات کسی تاریخ میں مرقوم نہیں ہیں میری اس تالیف کا ماخذ صرف کتاب تحفۃ المجاہدین ہے میں اسی کتاب سے قدرے حالات اس ملک کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ملابار ہندوستان کا ایک حصہ ہے جو دکن کی جانب روبہ جنوب واقع ہے۔ قتل رامراج کے واقعے سے قبل والیان ملابار حکام بیجانگر و کرناٹک کے مطیع و فرمانبردار رہے اور ہمیشہ تحائف و ہدایا بھیج کر ان ممالک کے حکام کو رضامند کر کے اپنے ملک کی حفاظت میں مصروف رہے۔ قدیم زمانہ میں ظہور اسلام سے پیشتر اور اس کے بعد بھی یہود و نصاریٰ دریا کی راہ سے برسم تجارت اس ملک میں آمد و شد کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافع دنیوی کی وجہ سے اہل ملابار اور ان تجار کے درمیان رابطہ اتحاد مستحکم ہوا اور بعض نصرانی و یہودی تاجروں نے مستقل سکونت ملابار میں

اختیار کرلی مختصر یہ کہ ظہور اسلام تک اس ملک کی یہی حالت رہی۔
جیسا کہ مذکور ہوا ۲۰۰ھ ہجری کے بعد عربی و عجمی مسلمانوں کا ایک گروہ قدمگاہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے ارادہ سے بندرگاہ عرب سے سوار ہوکر جزیرہ سراندیپ روانہ ہوا لیکن باد مخالف نے کشتی کو تباہ کیا اور یہ مسافر ملابار کے ساحل پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں کا یہ گروہ شہر کدنگلور وارد ہوا اس شہر کا حاکم جو کامل عقل اور پسندیدہ اخلاق کا مجموعہ تھا سامری کے نام سے موسوم اور رعایا میں بیحد ہر دلعزیز تھا۔ درویشوں کا ایک گروہ سامری سے ملا اور ہر قسم کی گفتگو باہم ہونے لگی سامری نے ان درویشوں کے مذہب کی بابت سوال کیا ان غرباء نے جواب دیا کہ دین اسلام کے پیرو ہیں اور ہمارے نبی کا نام نامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سامری نے کہا کہ میں نے یہود و نصاریٰ سے جو اس دین کہ بیحد مخالف ہیں یہ سنا ہے کہ دین اسلام عرب و عجم میں خوب رائج ہوگیا ہے لیکن مجھے ابتک مسلمانوں سے ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا خوبی قسمت سے تم لوگ یہاں آگئے ہو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اور آپ کے معجزات و واقعات نہایت صداقت و دیانت کے ساتھ میرے روبرو بیان کرو۔ ان درویشوں میں سے ایک صاحب نے جو علم و تقویٰ میں سب سے بہتر تھے ایسی صداقت انگیز گفتگو کی کہ سامری کے دل میں سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اثنائے تقریر میں معجزہ شق القمر کا بھی ذکر آیا سامری نے کہا کہ یہ معجزہ تو نبوت کی بدیہی دلیل ہے اور اگر یہ اعجاز ثبوت ہے اور اسے سحر و ساحری سے کوئی تعلق نہیں ہے تو یقین ہے کہ قریب و دور ہر شہر و قریہ کے باشندوں نے اسے دیکھا ہوگا۔ ہمارے شہر کی رسم یہ ہے کہ جب کبھی کوئی بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو ارباب قلم دفتر شاہی میں اس حادثے کو لکھ دیتے ہیں میرے آبا و اجداد کے عہد حکومت کے ذخائر موجود ہیں انھیں دیکھکر اور تمھارے قول کا صدق و کذب تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ سامری نے اہل دفتر کو طلب کیا اور حکم دیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانۂ مبارک کا

دفتر راجہ کے روبرو پیش کریں ۔ سامری کے حکم کا امتثال کیا گیا اور اس دفتر میں مرقوم تھا کہ فلاں تاریخ یہ دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر باہم مل گیا ۔ سامری پر دین اسلام کی حقیقت ظاہر ہوئی اور وہ کلمۂ طیبہ پڑھکر صدق دل سے مسلمان ہو گیا ۔ سامری نے اپنے اعیانِ ملک کے خوف سے اپنا اسلام علانیہ ظاہر نہ کیا اور مسلمان تاجروں کو بیحد انعام واکرام دیکر رخصت کیا اور ان سے عہد لے لیا کہ قدمگاہ حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت سے فارغ ہو کر ملابار واپس آئیں ۔ مسلمان درویش سامری سے رخصت ہو کر سراندیب وارد ہوئے اور وہاں قدمگاہ شریف کی زیارت کر کے بلدہ کدنگلور واپس آئے ۔ سامری مسلمانوں کی واپسی سے بیحد خوش ہوا اور ان کی تعظیم وتکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا سامری نے حرمین شریفین کے سفر کی طیاری کی لیکن چونکہ علانیہ اس کام کو انجام نہ دیسکتا اس معاملہ میں ایک تدبیر سوچی اور خفیہ طور پر مسلمانوں کو زر و مال دیکر ان کو حکم دیا کہ اپنی کشتی طیار کریں اور آذوقہ و سامان ضروری کثرت سے اس کشتی میں یکجا کر لیں اس انتظام کے بعد سامری نے اپنے ارکان دولت و اعزہ و اقارب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ان سے کہا کہ اب مجھ پر عبادت الٰہی کا شوق غالب ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ گوشۂ خلوت میں بیٹھکر مخلوق سے کنارہ کش ہوں اور خالق کی عبادت میں اپنی عمر کے بقیہ ایام بسر کروں چونکہ ایسی حالت میں تم کو مجھ سے ملاقات کا موقع نہ حاصل ہوگا اس لئے میں اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھکر تمہارے سپرد کرتا ہوں تاکہ تم انھیں احکام کے مطابق تمام مہمات شاہی کو انجام دو اور عرض مکرر کے محتاج نہ رہو طویل گفتگو کے بعد یہ امر طے پایا اور اراکین دربار نے شدید قسموں کے ساتھ سامری کے حکم کی تعمیل کا اقرار کیا ۔ راجہ نے اپنے قلم سے ایک دستور العمل لکھا اور تمام ملک ملابار کو اپنے معتمد امیروں پر تقسیم کر کے ان سے کہا کہ جو ملک جس کے نام اس دستور العمل میں مرقوم ہے ہمیشہ کے لئے اس کی اور نیز اس امیر کی اولاد کی ملک تصور کیا جائے گا ۔ امیروں کو چاہئے کہ ایک دوسرے پر نظر نہ اٹھائیں اور اگر حکام کے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کی نزاع کی وجہ سے ملک تباہ و ویران نہ ہونے پائے ۔ اور ایک دوسرے کے ملک پر قبضہ نکرے

سب سے اہم امر یہ ہے کہ بادشاہ کے قتل کرنے اور اس کے مقتول ہونے سے ہمیشہ خائف رہنا اور اگر بادشاہ کسی معرکہ میں قتل ہو جائے تو جب تک کہ حریف کے تمام سپاہ و لشکر اور اس کی آل و اولاد کو قتل اور اس کے ملک کو تباہ و برباد نہ کر لینا آرام سے گھر میں نہ بیٹھنا۔ مورخ فرشتہ کہتا ہے کہ تحریر کتاب کے وقت تک جو ۱۰۱۵ھ ہجری سے اہل ملابار بادشاہ کے قتل سے بیحد ڈرتے ہیں اور باوجود اقتدار کے کوئی امیر اپنے سے کم مرتبہ حاکم پر فوج کشی نہیں کرتا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قاعدہ میں اہل ملابار کا طرز عمل تمام عالم سے جدا ہے۔

کہتے ہیں کہ سامری نے ملک کو اپنے تمام امرا پر تقسیم کیا لیکن اتفاق سے تقسیم کے وقت ایک امیر موجود نہ تھا جو بعد میں راجہ کے حضور میں حاضر ہوا راجہ بیحد فکر مند ہوا اور اپنی تلوار کمر سے کھول کر اس امیر کو دی۔ اور اس سے کہا کہ ملابار کا جس قدر حصہ ملک تم اس تلوار سے فتح کر و گے وہ تمھاری اور تمھاری اولاد کی ملک سمجھا جائے گا اور میرے بعد تم اور تمھاری اولاد میں جو شخص حکمراں ہوگا وہ بھی میرے ہی نام سے موسوم ہوگا۔

مختصر یہ کہ سامری نے وصیت سے فراغت حاصل کر کے اراکین دربار سے کہا کہ میں فلاں مقام پر عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں اس درمیان میں ایک ہفتہ تک کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اراکین دربار کو یہ حکم دیکر راجہ خود رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ جن کے سرگروہ مالک بن حبیب تھے کشتی میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوا اہل ملابار ایک ہفتہ کے بعد مقررہ عبادت گاہ میں آئے اور راجہ کو وہاں موجود نہ پایا اہل ملابار نے بالاتفاق کہا کہ سامری آسمان پر چڑھ گیا ہے اور دوبارہ نزول کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ملابار سال میں ایک شب سامری کی اس عبادت گاہ میں جشن کرتے ہیں اور پانی اور ایک جوڑ کھڑاون رکھ دیتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے زمین پر اترے تو پانی اور پاپوش اس کو موجود ملے۔

سامری سفر کیا کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کشتی بندر قندریہ میں پہنچی مسافروں نے ایک شبانہ روز اس مقام پر قیام کیا اور یہاں سے بندر شجر وارد ہوئے اور سامری مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ راجہ نے مالک بن حبیب اور دوسرے مسلمان ہمراہیوں کو اپنے روبرو

بلایا اور ان سے کہا کہ چونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ملابار میں اسلام کو رائج کریں رفاقت
و مروت کا تقاضا یہ ہے کہ حمیت اسلام کو منظور نظر رکھ کر دریا کے سفر کی زحمت گوارا
کرو اور تم اور نیز دیگر مسلمان تجارت کے لئے دریا کی راہ سے اس ملک میں جاؤ
اور وہیں اپنے مکانات بنا کر سکونت اختیار کرو تاکہ رفتہ رفتہ اس ملک میں
دین اسلام کا رواج ہو اور باشندگان ملابار اسلام و بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے شیدائی ہو جائیں۔ مسلمانوں نے راجہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کہا کہ تمہاری
عدم موجودگی میں ہمارا اس ملک میں جا کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا بہت مشکل
ہے اس لئے کہ ملابار کے غیر مسلم باشندے یہود و نصاریٰ سے محبت رکھتے ہیں اور
یہ ہر سہ فریق ہمارے دین و مذہب کے سخت مخالف و دشمن ہیں ظاہر ہے کہ
اس حالت میں یہ ہم کو کسی طرح بھی وہاں نہ رہنے دیں گے ہمارا اس ملک میں
قدم رکھنا ہی دشوار ہے چہ جائے کہ ہم وہاں توطن اختیار کریں۔ سامری نے
مسلمانوں کی گفتگو سنکر تھوڑا غور کیا اور ایک فرمان اپنے قلم سے امرائے ملابار
کے نام اس مضمون کا روانہ کیا کہ سامری کی جانب سے جو خدا کے حکم سے اس وقت
تم سے جدا ہے لیکن عنقریب پھر تمہارے دیدار سے بہرہ مند ہوگا تم سب کو معلوم
ہو کہ مجھکو ہمیشہ اپنے پاس سمجھ کر میرے نوشتہ و دستور العمل کے پابند رہو اور ان
احکام سے سر مو تجاوز نہ کرو اور یہ سمجھو کہ دین و دنیا کی تمام سعادت انھیں قوانین
پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔ اس زمانے میں صداقت شعار مالک بن حبیب
اور خدا پرستوں کا ایک گروہ جس میں فلاں فلاں اشخاص داخل ہیں اور تمام افراد
نیک نفس اور نیک اعتقاد ہیں برسم تجارت ملابار کا سفر کر رہے ہیں۔ ان تاجروں
کے حالات سے مجھے پوری واقفیت ہے اس لئے اپنا فریضہ سمجھکر میں اس گروہ
کی تم سے سفارش کرتا ہوں تم کو چاہئے کہ ان کے ورود کو باعث برکت سمجھکر انکی
تعظیم و تکریم کرو اور مہمانداری کے تمام شرائط بہ احسن وجوہ انجام دے کر ان کی تمام
ضرورتوں کے مہیا کرنے میں اس گروہ کی پوری امداد و اعانت کرو۔ اس گروہ کو
تمام دیگر جماعتوں سے جو اس ملک میں برسم تجارت وارد ہوں بزرگ و برتر سمجھکر
بیحد مبالغہ و اصرار کے ساتھ ان کو مجبور کرو کہ ہمیشہ اس نواح میں آمد و شد جاری رکھیں

بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ اس گروہ کو تمھارے ملک میں سکونت اختیار کرنے کا شوق پیدا ہوا اور یہ بزرگ افراد ملابار میں آباد ہو کر مکانات و مساجد تعمیر کرائیں اور باغات نصب کریں اس امر کی کامل نگہداشت کرو کہ خود اہل ملابار و نیز دیگر اقوام کے تجار و مسافران کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے سکیں۔

سامری نے مذکورۂ بالا فرمان مسلمانوں کو دیا اور ان سے کہا کہ میری موت اور میرے سفر کا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا اور میرا یہ فرمان حاکم کدنگلور کو پہنچا دینا خدا سے امید ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ایسا سلوک کرے گا کہ تم بیحد راضی و خوش ہو گے۔

سامری نے اپنا تمام مال و اسباب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا اور خود جنت کی راہ لی اور بندر شجر میں پیوند خاک کر دیا گیا صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بابرکت عہد میں معجزۂ شق القمر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور تحقیق حال کے لئے تمام اطراف وجوانب میں اپنے معتبر ملازمین روانہ کئے بڑی کوشش کے بعد معلوم ہوا کہ سرزمین عرب میں ختم المرسلین روحی فداہ نے دعوئ نبوت کیا ہے اور شق القمر کو اپنے معجزات میں ایک بین دلیل رسالت کی ظاہر فرمایا ہے سامری اس خبر کو سنکر کشتی پر سوار ہوا اور زیارت جمال باکمال سے مشرف ہو کر مسلمان ہو گیا۔ سامری نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور حسب اجازت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ملک کو واپس ہوا۔ سامری مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ شہر ظفار میں پہنچا اور مرض الموت میں علیل ہو کر راہی جنت ہوا۔ سامری کا مزار اب تک شہر مذکور میں زیارت گاہ خلایق ہے۔

بہر نوع جو روایت بھی صحیح ہو مسلمانوں کے اس گروہ میں جو راجہ کے ہمراہ ملابار روانہ ہوا تھا شرف بن مالک اور ان کے برادر اخیافی مالک بن دینار اور ان کے برادرزادے مالک بن حبیب بھی شامل تھے۔ یہ گروہ سامری کا نوشتہ اپنے ساتھ لے کر ملابار پہنچا اور حاکم شہر کدنگلور کو سامری کا خط پہنچایا۔ حاکم نے مرحوم راجہ کے خط کی شناخت کی اور اسے دیکھ کر بیحد خوش ہوا اور ان سے سوال کیا کہ سامری کہاں ہے اور کن مطالب کے لئے اس نے تمھارے ہمراہ سفر اختیار کیا ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ سامری ہمارا ہم سفر نہ تھا اور نہ ہمیں اس کی

بابت کچھ علم ہے ہم دریائے شحر کے کنارے کشتی پر سوار ہو رہے تھے ہم نے سامری کو دیکھا اور اس سے ترک وطن کی بابت سوال کیا اس نے ہمارے سوال کا مطلق جواب نہ دیا لیکن جب راجہ کو معلوم ہوا کہ ہم ملابار جا رہے ہیں تو اس نے یہ خط لکھ کر ہم کو دیا اور ہدایت کی کہ ہم یہ نامہ تم تک پہنچا دیں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے زیادہ ہم کو واقفیت نہیں ہے۔

باشندگان ملابار کا عقیدہ یہ تھا کہ سامری زندہ بالائے آسمان چلا گیا ہے۔ اس فرمان کے پہنچتے ہی بلدہ کدنکلور و نیز دیگر بلاد ملابار میں شادیانے بجنے لگے اور حاکم کدنکلور نے مسلمانوں کو عمدہ مکانات میں مقیم کرایا اور ضیافت و مہمان داری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ضیافت و خاطر داری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں سے ان کے مقاصد و احوال کے بابت سوال کیا۔ راجہ کو اس جماعت کے ورود کی غرض کا علم ہوا اور اس نے ملابار کے تمام حکام و عمال و نیز رعایا کے نام پر وانجات روانہ کئے جن کا مضمون یہ تھا کہ مالک بن حبیب مع اپنے ہمراہیوں کے اس ملک میں تشریف لائے ہیں یہ گروہ جس قصبے اور قریئے میں پہنچے اپنی پسند کے موافق مکانات و مساجد و باغات کے لئے مرغوب و عمدہ زمین کا انتخاب کر سکتا ہے سامری کا حکم ہے کہ اس گروہ کے ساتھ اس قسم کی رعایت کی جائے اور ہر شخص ان کی خدمت کو سعادت دارین سمجھکر سامری کے عنایات کا امیدوار ہے۔

مالک بن حبیب نے معہ دیگر مسلمانوں کے سب سے پہلے کدنکلور میں مسجد تعمیر کرائی اور مکانات و باغات تعمیر و درست کر کے اس ملک میں فروکش ہوئے تھوڑے زمانے کے بعد مالک بن حبیب اپنے عیال و فرزندوں کے ہمراہ ملابار کی سیر کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پیشتر کولم (کولین - برگز) میں وارد ہوئے اور اس مقام پر بھی کدنکلور کی طرح مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے اپنے عیال و اطفال کو کولم میں چھوڑا اور خود ہیلی مارادی میں وارد ہوئے یہاں بھی مناسب انتظام کر کے حنزفین - قندریہ حالیات - فاکنور - منگلور و کالنجر کوٹ کی سیر کی اور ہر شہر میں مساجد و مکانات و باغات کا پورا انتظام کر کے ہر مقام پر مسلمانوں کو آباد کیا اور ان کو صوم و صلوۃ و اذان کی وصیت کر کے خود کولم

واپس آئے ۔ ملابار کے اکثر مسلمان شافعی المذہب ہیں اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مالک بن حبیب و سامری وغیرہ تمام مسلمان فروعات میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد تھے ۔

غرضکہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی آمد و شد اس ملک میں زیادہ ہوئی اور ملابار کے اکثر حکام نے دین اسلام قبول کیا ۔ بندر کوہ و دابل و جبول وغیرہ کے راجاؤں نے بھی حکام ملابار کی تقلید کر کے عرب تاجروں کو سواحل دریا پر مساکن تعمیر کرانے کی اجازت دی اور ان کو نوایت کے لقب سے جس کے معنی خداوند یعنی صاحب و آقا کے ہیں مخاطب کیا ۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی اس عزت و وقعت سے آتش حسد میں جلنے لگے اور ان حاسدوں نے اہل اسلام کی عداوت پر کمر باندھی لیکن دکن و گجرات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور دکن میں دین حق پورے طور پر رائج ہو چکا تھا مخالفین نے خاموشی اختیار کی اور اظہار عداوت نہ کر سکے ۔

۹۰۰ ہجری تک اہل اسلام اپنے دشمنوں کی شر سے محفوظ رہے لیکن اس کے بعد شاہان دکن کی قوت میں ضعف پیدا ہوا اور اہل فرنگ کو شاہ پرتگال کی طرف سے اجازت ہوئی کہ بحر ہند کے سواحل پر قلعے تعمیر کریں ۔

۹۰۴ ہجری میں چار کشتیاں پرتگال سے بندر قندریہ پر لنگر انداز ہوئیں اور نصرانی تجار کالیکوٹ میں وارد ہوئے ۔ ان پرتگیزی تاجروں نے اس مقام کے حالات اور یہاں کے باشندوں کی طبیعت اور ان کے اخلاق سے واقفیت حاصل کر کے اپنے ملک کی راہ لی ۔

۹۰۵ ہجری میں پرتگال سے چھ کشتیاں کالیکوٹ پر لنگر انداز ہوئیں اور اس مرتبہ نصاریٰ نے اہل ملابار سے کہا کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے ممانعت کر دی جائے ہم ان سے زائد تم کو منافع تجارت ادا کریں گے ۔ سامری نے نصرانیوں کی یہ درخواست قبول نہ کی اور نصاریٰ نے لین دین میں مسلمانوں پر جبر و ظلم کرنا شروع کیا سامری نے غضبناک ہو کر نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دیا اور اہل ملابار نے ان کے مال و اسباب کو تباہ و تاراج کر ڈالا

سے شر عالی مرتبہ فرنگی قتل ہوئے اور بقیہ اپنی جان بچا کر بندر کوچی کو روانہ ہو گئے۔
کوچی کا حاکم ساموری کا دشمن اور اس کا بدخواہ تھا اس راجہ نے نصرانیوں کو پناہ
دیکر ان کو اپنے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دیا۔ نصاریٰ سے حاکم کوچی
کی اجازت سے بندرگاہ کے قریب ایک قلعہ تعمیر کیا اور ساحل دریا کی مسجد کو
شہید کر دیا اور اسے اپنا کلیسا بنایا۔ قلعہ مذکور پہلا حصار ہے جو فرنگیوں نے
بحر ہند کے ساحل پر تعمیر کیا ہے۔ اسی دوران میں بندر کنور کے باشندوں نے بھی نصاریٰ
سے اتحاد کیا اور اہل فرنگ نے یہاں بھی ایک قلعہ تعمیر کر کے آزادی کے ساتھ
فلفل و زنجبیل (سیاہ مرچ و سونٹھ) کی تجارت شروع کی اور مسلمانوں کے
کاروبار میں مانع آئے۔ ساموری ان واقعات کو سنکر بیحد غضبناک ہوا اور اس نے
لشکر کشی کر کے بندر کوچی کے تین راجاؤں کو قتل کیا اور اس کے ملک کو تباہ کر کے
واپس آیا۔ مقتول حکام کے وارثوں نے پھر جمعیت بہم پہنچائی اور ویران شہر
کو آباد کر کے فرنگیوں کے مشورے کے موافق جہازرانی کا سلسلہ شروع کیا۔
حاکم کنور نے بھی نئی روش اختیار کی اور دریا کی تجارت کا آغاز
ہوا۔ ساموری کا غصہ ہزار گنا زیادہ ہو گیا اس نے اپنے تمام خزانوں کو صرف
لشکر کیا اور دو یا تین مرتبہ کوچی پر لشکر کشی کی۔ چونکہ اہل فرنگ ہر مرتبہ کوچی
کے معین ہوتے تھے ساموری اس پر غلبہ نہ حاصل کر سکا اور ہر مرتبہ ناکام واپس آیا۔
ساموری نے مصر و جدہ و دکن و گجرات کے فرمانرواؤں کے نام اس مضمون
کے نامے روانہ کئے کہ اہل فرنگ مجھے اور میرے موروثی ملک کو حد سے
زیادہ نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن اپنے ذاتی نقصان کا مجھے زیادہ خیال نہیں ہے
سب سے جانکاہ صدمہ مجھے اس بات کا ہے کہ نصاریٰ اہل اسلام کو طرح طرح
سے آزار پہنچاتے ہیں میں باوجود اس کے کہ ہندو ہوں لیکن مسلمانوں کی
حمایت کو اپنا فرض سمجھتا ہوں اور اپنا روپیہ اور دولت مسلمانوں کی اعانت
و امداد میں صرف کرتا ہوں اور اپنے حتی الوسع اہل اسلام کو دشمنوں سے محفوظ
رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتا لیکن چونکہ شاہ پرتگال مجھ سے زیادہ طاقتور و
دولت مند ہے اور ہمیشہ آلات حرب و مرداں کارزار سے ملابار کے نصرانیوں کی

حمایت و امداد کرتا رہتا ہے اور باوجود معرکہ آرائیوں کے بھی اس کی فوجی و مالی حالت میں کوئی نمایاں تغیر نہیں ہوتا اس لئے مجھے شاہان اسلام کی امداد کی ضرورت پیش آئی ہے اگر دشمنان اسلام کی تباہی پر کمر ہمت باندھ کر سپاہ و آلات حرب یہاں روانہ کروگے اور اعدائے دین کے تباہ کرنے میں پوری کوشش کروگے تو مجاہدین میں داخل ہو کر میدان حشر میں شارع اسلام علیہ السلام کے روبرو سرخرو ہوگے۔ سامری کے ان ناموں نے اثر کیا اور سب سے پیشتر قانصور غوری حاکم مصر نے امیر حسین نام ایک عہدہ دار کو مع تیرہ جہازوں کے جو سپاہ و آلات حرب سے معمور تھے جہاد کی غرض سے بندرگاہ بندرکو روانہ کیا محمود شاہ گجراتی و محمود شاہ بہمنی نے بھی دیو و سورت و گووہ و دابل وجیول کی بندرگاہوں سے نہایت مستحکم کشتیاں مع سامان حرب کے روانہ کیں۔ مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں لنگر انداز ہوئے اور اس کے بعد گجرات و دکن کے جہازوں کے ہمراہ بندر جیول کو جو اہل فرنگ کا مرکز تھا روانہ ہوئے۔ چالیس کشتیاں سامری کی اور چند عراب بندر گووہ و دابل کے بھی مصری جہازوں کے ساتھ شامل جنگ ہوئے۔

اہل فرنگ کی ایک کشتی جو سپاہیوں سے معمور تھی گرفتار ہوئی اور مسلمان جہاد سے فراغت حاصل کر کے بندر دیو کی طرف واپس ہوئے اہل فرنگ ان کے تعاقب میں دفعتہً وہاں پہنچ گئے اور حریف کو بے خبر پا کر آمادہ بہ قتال ہوئے ملک ایاز حاکم بندر دیو و امیر حسین نے مجبوراً جنگ آزمائی شروع کر دی لیکن کچھ کار برآری نہ ہوئی اور چند کشتیاں اہل مصر کی گرفتار ہوئیں اور مسلمان شہید ہوئے اہل فرنگ کامیاب اپنے بندرگاہوں کو واپس ہوئے اسی اثناء میں سلیم سلطان شاہ روم سلاطین مصریہ پر غالب آیا اور ان کی سلطنت بے سر ہو گئی سامری اس واقعے سے بیحد رنجیدہ ہوا اور اہل فرنگ کا ملک پر تسلط ہونے لگا۔ فرنگیوں نے سامری کی عدم موجودگی میں رمضان ۹۱۵ہجری میں کالیکوٹ کا سفر کیا اور جامع مسجد کو جلا کر شہر کو تاخت و تاراج کر دیا لیکن دیگر باشندگان ملابار نے فرنگیوں پر حملہ کر کے پانچ سو فرنگی سواروں کو تہ تیغ کیا بقیہ افراد نے بندر کولم میں پناہ لی۔ اہل فرنگ نے بندر کولم کے زمینداروں سے صلح کر کے شہر سے

نصف کوس کے فاصلے پر ایک قلعہ تعمیر کیا اور اپنی جمعیت کو فراہم کر کے اسی سال جیسا کہ مذکور ہوا یوسف عادل شاہ کے ملازمین سے جنگ کر کے بندر گوہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف عادل نے فوراً قلعے کو دوبارہ سر کر لیا لیکن ایک مدت کے بعد فرنگیوں نے وہ لت کثیر صرف کر کے حصار کے حاکم کو اپنا بندۂ زر بنایا اور قلعے پر قابض ہو گئے۔ اہل فرنگ نے ہندوستان کے بنادر میں اسی بندرگاہ کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کے استحکام و مرمت کی پوری کوشش کی۔ سامری باوجود اس کے کہ غیر مسلم تھا لیکن چونکہ غیرت مند و صاحب احساس تھا یہ واقعات دیکھکر فرط رنج سے بیمار ہوا اور دنیا سے کوچ کر گیا۔

۹۲۱ہجری میں سامری نے وفات پائی اور اس کا بھائی سامری کا جانشین ہوا۔ اس جدید فرمانروا نے اہل فرنگ سے صلح کر لی۔ فرنگیوں نے راجہ کی اجازت سے کالیکوٹ کے قریب ایک نیا حصار تعمیر کرایا راجہ نے اہل فرنگ سے یہ عہد و پیمان کیا کہ ہر سال چار کشتیاں فلفل و زنجبیل کی عرب کی بندرگاہوں کو روانہ کرتے رہیں نصاریٰ نے اول تو اس عہد کو پورا کرنے کا اقرار کیا لیکن جب قلعہ طیار ہو گیا تو اس تجارت کو مسدود کر دیا اور اس ملک کے مسلمانوں پر جبر و ظلم شروع کیا۔ یہودیوں کا وہ گروہ جو شہر کدنکلور میں آباد تھا سامری کا ضعف سلطنت دیکھکر مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور بے شمار مسلمان شہید ہوئے۔ سامری اپنے حرکات سے شرمندہ ہوا اور سب سے پہلے اس نے کدنکلور کا سفر کیا اور یہودیوں کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کا نام و نشان تک دنیا میں باقی نہ رہا۔ یہود کو تباہ کرنے کے بعد سامری نے مسلمانوں کے ہمراہ کالیکوٹ کا رخ کیا اور فرنگیوں کے حصار کا محاصرہ کر کے بڑی محنت جاں فشانی کے بعد حصار مذکور کو فتح کر لیا۔ اس واقعے سے اہل ملابار کی حالت کچھ سنبھلی اور وہ اپنی کشتیاں اہل فرنگ سے معاہدے کئے ہوئے بغیر عرب کے بندرگاہوں کو روانہ کرنے لگے۔

۹۳۰ہجری میں اہل فرنگ نے حالیات کے حدود میں میں جو کالیکوٹ سے دو کوس کے فاصلہ پر آباد تھے حصار تعمیر کرایا اور ملابار کی کشتیوں کی مزاحمت کرنے لگے اسی زمانے یعنی عہد برہان نظام شاہ ہجری میں نصاریٰ نے بندر جیول کے

قریب ایک قلعہ بنایا اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔
۹۴۱ھ ہجری یعنی بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں بندر دیسی و دمن و دیو کے بندرگاہوں پر بھی نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا۔
۹۴۳ھ ہجری میں اہل فرنگ نے شہر کدنکلور میں ایک جدید قلعہ تعمیر کر کے کامل غلبہ حاصل کر لیا۔ اس اثناء میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے ارادہ کیا کہ فرنگیوں کو ہندوستان کی بندرگاہوں سے خارج کر کے خود ان بنادر پر قبضہ کر لے۔
۹۴۴ھ ہجری میں سلطان سلیمان نے اپنے وزیر سلیمان پاشا کو سو جہازوں کے ہمراہ بندرگاہ عدن پر روانہ کیا تاکہ پہلے اسی بندرگاہ کو جو سر راہ واقع ہے اپنے قبضے میں لائے اور بعد اس کے دیگر بنادر ہند کی طرف توجہ کرے۔
سلیمان پاشا نے شیخ غازی بن شیخ داود کو قتل کر کے بندرگاہ عدن پر قبضہ کیا اور بندرگاہ دیو کی جانب روانہ ہوا۔ سلیمان پاشا نے جنگ کی بنا ڈالی لیکن غلہ و آذوقہ کی قلت کی وجہ سے اس بندرگاہ کی تسخیر میں تاخیر واقع ہو گئی اور سلیمان پاشا بے نیل مرام ملک روم کو واپس گیا۔
۹۴۳ھ ہجری میں اہل فرنگ نے ہرموز و مسکت و سقوطرہ و ملوہ و میلاپور و ناک فتن و منگلور و سیلان و بنگالہ وغیرہ بندرگاہوں پر سرحد چین تک قبضہ کر لیا اور ہر بندرگاہ پر قلعہ تعمیر کرایا۔ سلطان علی آچی نے قلعہ سقوطرہ فتح کیا اور حاکم سیلان نے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے اپنے ملک کو ان کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ حاکم کالیکوٹ راجہ سامری جس بابت مشہور ہے کہ یہ شخص اسی امیر کی نسل سے تھا جس کو سامری اول نے اپنی تلوار عنایت کی تھی اہل فرنگ کے غلبہ سے بیحد پریشان ہوا اور علی عادل شاہ و مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اہل فرنگ کے مقابلہ میں صف آرا ہو کر ان کو اپنے ممالک سے خارج کر دینے کی استدعا کی۔
۹۷۹ھ ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کا محاصرہ کیا اور علی عادل و مرتضیٰ نظام شاہ نے ریکندہ و بندر گوہ پر دھاوا کیا سامری نے عالیات پر قبضہ کر لیا لیکن مرتضیٰ نظام و علی عادل اپنے ملازمین کی شامت اعمال سے جیسا کہ مذکور

ہوچکا بلا کسی کار براری کے واپس آئے اہل فرنگ کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ اور بڑھ گئی اور انھوں نے چند جہاز جلال الدین محمدؐ اکبر بادشاہ کے جو مکہ معظمہ سے واپس آرہے تھے بندگاہ جدہ میں غارت کر کے مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ فرنگیوں نے علی عادل شاہ کے مقبوضہ بندرگاہ قراپٹن میں آگ لگادی اور بندر وایل میں پہنچکر ارادہ کیا کہ بطریق تجارت اس پر بھی قبضہ کریں ملک التجار خواجہ علی شیرازی حاکم بندر نے پچاس ذی رتبہ فرنگیوں کو تہ تیغ کر کے اس فتنے کو فرو کیا۔ جلال الدین اکبر بادشاہ نے جہازوں کے گرفتار ہوجانے کے بعد سے بنادر عرب و عجم کا سلسلہ جہاز رانی موقوف کیا بادشاہ نے اہل فرنگ سے عہد وپیمان کرنا اپنی کسرشان سمجھا اور بلا کسی عہد وپیمان کے جہازوں کو روانہ کرنا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو ضایع کرنا تھا بادشاہ نے تو خود کنارہ کشی کرلی لیکن میرزا عبدالرحیم خان خانخاناں وغیرہ امراء فرنگیوں سے عہدنامہ کر کے جہازوں کو بنادر عرب و عجم کی طرف روانہ کرتے رہے۔

۱۰۱۹ سنہ ہجری میں نورالدین محمدؐ جہانگیر بادشاہ نے اہل فرنگ کے دوسرے گروہ کو جو عقائد میں باشندگان پرتگال سے مختلف اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے گجرات کے ایک مشہور بندرگاہ سورت میں توطن کی اجازت دی۔ سورت پہلا مقام ہے جہاں کہ فرنگیاں انگلیسی نے اپنی سکونت اختیار کی یہ لوگ عقاید میں دیگر اہل فرنگ سے اختلاف رکھتے ہیں انکا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور خدا ایک ہے جو زن و فرزند سے بالکل پاک ہے انگلیسی اہل فرنگ کا بادشاہ دوسرا ہے یہ لوگ شاہ پرتگال کی رعایا نہیں ہیں۔ چونکہ اس گروہ کو ابھی کامل اقتدار نہیں ہوا ہے اس لئے مسلمانوں سے اظہار محبت کرتے ہیں اور فرنگیاں پرتگال کے تشنہ خون ہیں اور جہاں کہیں کہ ان کو پاتے ہیں قتل کر ڈالتے ہیں لیکن اب نورالدین محمدؐ جہانگیر بادشاہ کی حمایت میں اپنے مخالفین کے قرب وجوار میں آباد ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ ان دونوں فریق کا آیندہ کیا حال ہوگا۔

تحفۃ المجاہدین میں مرقوم ہے کہ رعایائے ملابار اکثر غیر مسلم ہیں اور ان کے قبائل کو نیار کہتے ہیں۔ عقد نیار سے ایک تاگا مراد ہے جو عورت کی گردن میں

باندھ دیا جاتا ہے اس کے بعد عورت ڈورا باندھنے والے اور اغیار سب کے لئے حلال ہے چنانچہ ایک عورت کے متعدد شوہر ہوتے ہیں اور ہر رات وہ جداگانہ مکان میں رہتی ہے نجار و رنگریز و لوہار تمام فرقے نیاریوں کی رسم کے پابند ہیں سوا برہمنوں کے جو اپنے رواج میں قطعاً مختلف ہیں ٹھکر کے غیر مسلم باشندوں کا بھی یہی حال ہے اس لئے کہ یہ فرقہ قبل اسلام لانے کے اسی رسم کا پابند تھا اور ایک عورت متعدد شوہروں کی زوجہ ہوتی تھی اور جو شوہر کہ عورت کے گھر آتا تھا وہ اپنی علامت دروازہ کے باہر چھوڑ جاتا تھا تاکہ اگر شوہر دیگر آئے تو پاؤں اور نشان کو دیکھ کر واپس جائے۔ ان کھکروں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو دروازہ پر استادہ ہو کر بآواز بلند اس لڑکی کے طلبگار کو آواز دیتے تھے اگر خوش قسمتی سے کوئی اس دختر کا خواہاں مل گیا تو فہوالمراد ورنہ غریب بچی کو قتل کر ڈالتے تھے۔

ملابار کے برہمنوں کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی گھر میں چند برادران حقیقی ہوتے ہیں تو صرف بڑا بھائی شادی کرتا ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ وارثوں کی تعداد نہ بڑھے اور ان میں نزاع و فساد نہ ہونے پائے۔ دیگر برادران خود شادی نہیں کرتے فرقہ نیار کی عورتوں کو اپنی خدمت گزاری کے لئے نوکر رکھ لیتے ہیں برہمنوں کے والدین میں جب کبھی کوئی مرتا ہے تو ایک سال کامل ماتم کر کے نوحہ کرتے ہیں اسی طرح نیاریوں میں یہ دستور ہے کہ جب ان کی مائیں یا ماموں یا برادر بزرگ فوت ہوتے ہیں تو یہ طبقہ بھی ایک سال ان کا ماتم کرتا ہے اور نیاری لذتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

باشندگان ملابار کے تین طبقے ہیں اعلیٰ ادنیٰ و اوسط۔ اعلیٰ طبقہ کا کوئی فرد اگر ادنیٰ طبقہ کے کسی شخص سے میل جول کرتا ہے تو جب تک غسل نہیں کر لیتا اکل و شرب اپنے اوپر حرام سمجھتا ہے اور اگر اتفاق سے قبل غسل خورونوش کر لیتا ہے تو حاکم اسے گرفتار کر کے طبقہ ادنیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور یہ زرخرید بدنصیب تمام زندگی غلامی میں بسر کرتا ہے سوا اس کے کہ مجرم ایسی جگہ مفرور ہو کر روپوش ہو جائے کہ کسی کو اس کے حال سے واقفیت نہ ہو۔ اسی طرح

اعلیٰ طبقے کے لئے ادنیٰ کے ساتھ کھانا پکانا ناجائز ہے اگر اعلیٰ طبقے کا کوئی فرد ادنیٰ طبقے کے کسی ملازم کا پکایا ہوا کھانا کھا لیتا ہے تو برادری سے خارج سمجھا جاتا ہے۔

میر جمال الدین حسین انجو جو چاند بی بی سلطانہ والیہ احمد نگر کی بہن کا شوہر ہے اپنی فرہنگ میں لکھتا ہے کہ ملیبار بہ فتح اول و کسر ثانی اس ملک کا نام ہے جو دریائے عمان کے ساحل پر اور دکن کے مشہور شہر بیجانگر کے قریب واقع ہے اہل ملابار کا رواج شرمناک ہے اور ایک عورت متعدد شوہر کی زوجہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

بہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوار است
بیا و بیں کہ خرابیش چوں ملیبار است

تمت

صحت نامہ

تاریخ فرشتہ جلد چہارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	امیر	امیروں
۱۱	۲۳	سکندر اور	سکندر آقا رہ گیا
〃	〃	مقربخاں	مقرب خاں گرد
۱۴	۸	اسی	اسیا
۱۶	۲	۹۳۴ھ	۹۳۷ھ
۱۷	۵	ہو سکے	کرسو سکے
۱۸	۳	ترسوں	ترسون
۳۴	۸	بٹھا	بٹھایا
〃	۲۰	ہو	ہوا
۵۳	۳	انجو	انجیر
۵۴	۱۶	چیچر	چہتر
۶۲	۱۹	بیٹھے	بیٹھے
〃	۲۴	جن	اس
۶۴	۶	نورکل	تورکل
۶۷	۱۶	بار	بارہ
۶۸	۱	آواز سے	ارادے سے
〃	۱۰	امیدان۔	میدان
۶۸	۲۴	زردوزی	زردوزی
۶۹	۲	کیں	کیا
〃	۳	تمراج نے	تمراج
۷۱	۱۹	اوروتنگناوری	اوزتنگناوری
۷۲	۲	اسی طرح جنی کرکے	اسی طرح راضی کرکے
〃	۲۵	اس	اس کے
۷۵	۷	قلعۂ طورکل بیر	قلعۂ طورکل پر
〃	۱۷	قلعۂ وینکنی	قلعۂ وینکتی
۷۶	۶	چیندرکوئی	چیندرکوٹی
۷۷	۹	قلعۂ جیرہ	قلعۂ جہرہ
۷۸	۷	سادروں	پیادوں
〃	۱۴	ایسے	آتے
۸۱	۱	بالائےکوہ	بالائے کوہ
〃	۵	قلعۂ کرر	قلعۂ کرور
۸۴	۱۱	عین الملک	عین الملک
۸۵	۵	مارج	حاج
۸۹	۱۸	دروازہ امام	دوازدہ امام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۸	کے گئے	کے لیے	″	۱۷	برق آسا ضرمزن	برق آسا عزم زن
۹۳	۷	تسابل	تساہل	۲۱۷	۱۵	قلعۂ اہتکر	قلعہ اہنتکر
″	۱۳	پھر خبر	بے خبر	۲۲۳	۳۲	حملۃ الملاک	حمدۃ الملک
۹۷	۱	نلنگ	تلنگ	۲۲۵	۲۵	جراست	جراءت سے
″	۱۰	نمک جلالی	نمک حلالی	۲۳۰	۹	زبین	زمین پر
۱۰۵	۱۵	نوی	نبوی	۲۳۳	۳۲	پہنچے ہی	پہنچتے ہی میں
۱۱۵	۹	کیا	گیا	۲۴۰	۱۲	ملاسنے مذکور	ملاسے مذکور
۱۱۹	۸	نے نے	سے	۲۴۷	۳	برہن پورا ہیں پر	برہان پور اسیر
۱۲۰	۲۱	کرے	کرکے	۲۴۸	۳	چرکشی	چیرہ کشی
۱۲۲	۱۵	محال	مجال	۲۵۴	۱	ہیں	ہوں
۱۲۳	۹	سواروں کے	سواروں کے ساتھ	۲۵۵	۱۸	سرپادہ شاہی	سراپردۂ شاہی
۱۲۷	۱۲	نہ آنے تو دو	نہ آنے دو	″	۳۵	نہ کر دیں	نہ کرنے دیں گے
۱۳۷	۱۵	رہایا	رعایا	۲۵۶	۱۳	تدارک	کے تدارک
۱۵۰	۹	جوائج ضروری	حوائج ضروری	۲۵۷	۲۲	حکم	کے حکم
۱۵۵	۲۰	بینے	دینے	۲۶۲	۱	کیا	کا
۱۶۵	۱۹	قلعہ کوہ کن	قلعہ کوکن	۲۶۴	۹	ہوا	ہو
۱۶۸	۱۵	سحانی	سمانی	۲۷۱	۲	مداقات	ملاقات
۱۶۹	۱۱	قلعۂ اسیرے	قلعہ اسیر کے	۲۸۲	۲	کیا	کی
۱۷۷	۱	یکتائی روزگار	یکتائے روزگار	۲۸۶	۲۲	فعل	بفعل
۱۸۰	۱۳	عبادت	عبارت	۲۹۱	۹	صاحب فرائل	صاحب دانش
۱۸۶	۵	ہوں گا	رہوں گا	۲۹۴	۱۱	دوبار وردکیا	دوبارہ ورود کیا
۱۹۲	۱۲	سفر	سفرا	۳۰۴	۱۲	خصور	حضور
۲۰۳	۵	سلیمن	سلیمان	۱۱۳	۱	ہیں ہیں	ہیں کیں
۲۰۹	۱۰	فوج کا	فوج کے	۳۱۵	۵	بے خبر تھا آیا تھا	جنیرہ نہیں آیا تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۷	۲۴	مادل	عادل	۴۱۶	۱۶	اسپر	اسیر
۳۲۲	؍؍	آمان	امان	۴۱۸	۷	بوریہ	بوربہہ
۳۲۵	۲۰	اس نے ارادہ کیا	اس نے بہ ترجیح کرنے کا ارادہ کیا	۴۲۱	۶	سپہر	سپہرد
۳۲۸	۱۵	محمد علی قطب	محمد قلی قطب	۴۲۸	۲۳	اینجاب	اینجانب
۳۳۱	۱۹	سے بہیل مرام	بے نیل مرام	۴۴۳	۱	نذربابہ	نذربار
۳۳۳	۔	درہا	دریا	۴۵۷	۱۰	مرگئے	مرگیا
۳۳۴	۸	سے	نے	۴۶۲	۲۵	درکاتی	درگاوتی
؍؍	؍؍	تغال خاں کا شمشیر الملک	تغال خاں کا فرزند شمشیر الملک	۴۶۶	۴	رندہ گئی	زندہ نہ رہ گئی
۳۳۵	۹	صاحب بہت	صاحب ہمت اور	۴۸۵	۲۵	عمارالملک	عمادالملک
۳۴۰	۱۶	قریب	فریب	۴۸۶	۱۳	منتظم	تنظیم
۳۴۵	۱۶	فرارہی	فرار ہیں	؍؍	۱۵	پیدا کردی	پیدا کردے
۳۴۷	۱۲	شایشتہ	ناشائستہ	؍؍	۲۰	خداوند	خداوند کریم
۳۵۰	۹	دواباش	اوباش	۴۸۷	۲۵	نہ آتا	نہ آتا
۳۵۳	۳	گلہ	کمر	۴۸۸	۱۲	تمام سیاہ کو	تمام سپاہ کو
۳۵۹	۸	سندد	سندو			قابض ارواح	قابض ارواح
؍؍	۹	کنکروں	کنگروں	۴۸۹	۱	مرزا انگی خلاف	مرزا انگی کے خلاف
۳۶۲	۱	قیام	آرام	؍؍	۱۰	+	فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا اور احمد آباد تک کسی مقام پر توقف نہ کیا چنگیز خاں بھی مرزاؤں کے
۳۶۳	۱	پوچا	پونچا				
۳۶۳	۹	صوبہ بد	صوابدید				
۳۸۶	۱۵	جرت	جرأت				
؍؍	۲۴	مذکوو	مذکور				
۳۸۸	۲۲	خلاف	غلاف	۵۱۲	۷	مغیت	مغیث
۴۰۹	۱۶	خبایۃ	جنایرہ ۔	۵۲۰	۱۹	قوت	فوت
۴۱۲	۲۰	د	دہ	۵۳۲	۱۳	اعزا	۱۰۶۱

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵۰	۲۱	کیے لئے	کیے گئے	۶۸۴	۲۱	براہیم	ابراہیم
۵۵۱	۱۲	اس نے	اس کے	۷۲۹	۵	لنگاہ	لنگاہ
۵۵۶	۳	بلکہ جہاں	ملکہ جہاں	۷۳۷	۱۸	پالیا	پالیا
۵۵۸	۱۳	وقوف	موقوف	۷۴۰	۵	نظام الدین احمد پخشی	نظام الدین احمد بدخشی
۵۵۹	۱	حواکہ	حوالہ				
۵۶۲	۲۴	ہو	ہوا	۷۵۵	۱۸	فقیہ	فقہ
۵۷۰	۲	ناظرالدین	ناصرالدین	۷۵۷	۳	پنہا	پنہاں
”	۸	”	”	۷۶۰	۱	عیاں	اعیان
۵۷۲	۱۹و۱۹	موبی خاں	موتی خاں	”	۲۲	علاء والدین	علاء الدین
۵۷۴	۲	کیونکر	کیونکہ	۷۶۶	۷	آزاردی	آزار دہی
۵۷۷	۱۲	مواق خاں	موافق خاں	۷۷۰	۶	بڑی	ہیڑی
۵۷۸	۱۴	+	(بالوں کی)	۷۸۰	۳	جاجی	حاجی
۶۰۵	۹	مہرداس پرکی	مہراس پرکی	۷۸۵	۱	کوکو	کو
۶۳۵	۱	گونڈورہ	ٹوندوارہ	۷۸۹	۱۴	گدائی	گدائی
۶۳۶	۴	تھانیسر	تھانیز	۷۹۴	۲	اھر	ادھر
۶۵۷	۳	پرگئے	پرگنے	۸۰۳	۴	مرزا حید	مرزا حیدر
”	۱۶	ہو	ہوا	۸۰۹	”	ازدواج وداخل	ازدواج میں داخل
۶۵۹	۲	تودیا	نودیا	۸۳۰	۱	سہید کی	شہید کی
”	۵	نہوگا	ہوگا	۸۳۳	۱۰	شاہ ہرخ	شاہرخ
۶۶۲	۳	میں	ہیں	۸۳۹	۲	ہوا	ہو
۶۶۸	۶	کاقش	کاتش	۸۴۲	۳	سے	نے
۶۷۳	۲	سے	سنے	۸۴۵	۱۹	جس بابت	جس کی بابت
”	۱۸	نوزش خاں	لیغرش خاں	۸۴۷	۲۲	خورد نوش	خورد ونوش